

فتاویٰ لوریہ

فقیہ عظیم الامام ابو الخیر محمد زور اللہ نعمی امین قلم



شعبہ تصنیف و تالیف دارالعلوم حقانیہ فریدیہ

بصیر لہ، منسلح اکاؤنٹ

فتاویٰ
خویش



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

كُتِبَ بِالْأَمْرِ الْجَبَّارِ

حَسْبُكُمْ حِصَالُهُ

وَعَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْتُ

[illegible]

يَسْتَفْتُونَكَ ط

قُلِ اللَّهُ

يُفْتِيكُمْ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
وَبِإِذْنِ اللَّهِ وَتَوْفِيقِهِ

فتاویٰ نور

جلد اول

تصنیف

شیخ الحدیث فقیہ اعظم مولانا الحاج ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب انجمنی القادری
بانی دارالعلوم خفیہ فریدیہ بصیر پور

ترتیب و تدوین

استاد الفقہ و الحدیث حضرت مولانا علامہ الحاج ابوالفضل محمد نصر اللہ صاحب القادری
رحمۃ اللہ تعالیٰ

ناشر

شعبہ تصنیف و تالیف دارالعلوم خفیہ فریدیہ
بصیر پور، ضلع اوکاڑہ

کتاب	_____ فتاویٰ نوریہ
جلد	_____ اول
تصنیف	_____ فقیہ اعظم مولانا ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی علیہ الرحمہ
ترتیب و تدوین	_____ مولانا ابو الفضل محمد نصر اللہ نوری علیہ الرحمہ
ترتیب نو	_____ (صاحبزادہ) محمد محب اللہ نوری
اشاعت اول	_____ ۱۳۹۳ھ / ۱۹۷۳ء
اشاعت دوم	_____ ۱۳۵۱ھ / ۱۹۸۱ء
اشاعت سوم	_____ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ / ۱۹۹۱ء
اشاعت چہارم	_____ صفر المظفر ۱۴۱۸ھ / جون ۱۹۹۷ء
صفحات	_____ ۷۹۲
مطبع	_____ شرکت پرنٹنگ پریس ۴۳ نسبت روڈ لاہور
ناشر	_____ شعبہ تصنیف و تالیف دارالعلوم حنفیہ فریدیہ
قیمت	_____ بصیر پور (اوکاڑہ)

نقش آغاز

منعم حقیقی (جل جلالہ) کا بے حد و حساب شکر اور قاسم نعم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بے پایاں لطف و کرم ہے کہ جتہ الاسلام نیکی فقیر اعظم قدس سرہ العزیز کی شہرہ آفاق تصنیف ”فتاویٰ نوریہ“ کے پہلے حصے کا چوتھا ایڈیشن منظر عام پر آ رہا ہے۔

حضرت علیہ الرحمہ نے درس و تدریس، تبلیغ و ارشاد اور فتویٰ نویسی کا کام للہیت و اخلاص کے ساتھ پچاس سال تک انجام دیا۔ اس دوران آپ کے بعض فتوے رجسٹروں میں نقل کیے جاتے رہے اور بہت سے فتاویٰ مسائل کی غلت یا ناقص کی عدم موجودگی کے باعث محفوظ نہ رکھے جاسکے۔ اس طرح آپ کے وصال (۱۹۸۳ء) تک ”فتاویٰ نوریہ“ کے قلمی نسخے کی پانچ جلدیں تیار ہو گئیں۔

اللہ تعالیٰ پرادر گرامی شیخ الفتح و الحدیث علامہ ابوالفضل محمد نصر اللہ نوری کی روح مقدسہ پر کدوئوں رحمتیں نچھاور کرے جنہوں نے ان غیر مرتب فتوؤں کی تدوین و تنسیب کی طرف توجہ فرمائی۔ چنانچہ ۱۹۷۳ء میں ”فتاویٰ نوریہ“ کی پہلی جلد اور ۱۹۷۷ء میں دوسری جلد زیور طباعت سے آراستہ ہوئی۔ تیسری جلد کی تدوین کا کام ابھی ابتدائی مرحلے میں تھا کہ مالک حقیقی نے آپ کو اپنی آغوش رحمت میں لے لیا۔ شکر اللہ ماعید۔

آپ کے وصال کے بعد بقیہ جلدوں کی تدوین کی ذمہ داری احقر کے حصے میں آئی چنانچہ تیسری جلد ۱۹۸۳ء میں اور چوتھی، پانچویں اور چھٹی جلدیں ۱۹۹۰ء میں منظر عام پہ آئیں۔ جلد ۶ تا ۲ میں درج ذیل ابواب آگئے ہیں۔

زکوٰۃ، عشر، رزق، ہلال، اعتکاف، حج، رضاعت، نکاح، طلاق، طہار، ذبح اور حلال و حرام جانور، قربانی، حقیقہ، تحریر، خطرو اباحت، بیوع، سود، رہن، دعویٰ، ثبوت، نسب، حق پرورش، وصیت، فرائض (احکام میراث) عقائد، تفسیر، حدیث وغیرہ۔

زیر نظر حصہ طہارت، اوقاف (مساجد وغیرہ)، کتاب الصلوٰۃ، اوقات، اذان، امامت، مباہات و مفادات نماز، قنات، و ترو نوافل، سجدہ سو، نماز مسافر، جمعہ و عیدین، جنازہ وغیرہ ابواب پر مشتمل ہے۔ ان ابواب سے متعلق بعض اہم مسائل اور نادر تحقیقات فتاویٰ نوریہ جلد ششم میں بھی شامل کر دی گئی ہیں۔



”فتاویٰ لوریہ“ کے اس حصے میں ۱۷۳ استفتاءات کے جوابات ہیں جن میں علماء و دانشور حضرات کے استفتاءات کی تعداد ۷۲ ہے۔۔۔ گویا فتویٰ طلب کرنے والوں کی ایک تہائی سے زائد تعداد علماء اور دانشوروں کی ہے۔۔۔ اس جلد میں سات عدد مستقل رسائل ہیں:

۱۔۔۔ عقود العساجد لعمار المساجد ۱۵۵ تا ۱۸۳

مسجد کے کسی حصے کو مسجد سے خارج کرنا حرام ہے

۲۔۔۔ تنویر فی فی الزوال، نور عدل فی الزوال ۲۲۳ تا ۲۳۲

ظہر اور عصر کے اوقات معلوم کرنے کے لئے ایک نادر تحقیق

۳۔۔۔ ابداء البشریٰ بقبول الصلوٰۃ فی النجوة الکبریٰ ۲۲۳ تا ۲۶۳

نماز عید نصف النہار حقیقی تک ادا کی جاسکتی ہے

یہ رسالہ مشرقی پاکستان سے آئے استفتاء کے جواب میں تحریر کیا گیا

۴۔۔۔ تعین الابا میں عند ثانی الاذانین ۲۷۷ تا ۳۰۱

جمعہ کی اذان ثانی میں انگوٹھے چومنے کا حکم

۵۔۔۔ کبر الصوت ۳۶۳ تا ۳۷۷

۶۔۔۔ ضمیر کبر الصوت ۳۷۷ تا ۳۵۵

لاؤڈ سپیکر میں نماز جائز ہے

۷۔۔۔ انوار الفتن الدولہ فی اجرتہ اسکے ”فکادولہ“ ۶۱۸ تا ۶۵۳

جمعہ، عرس، فاتحہ خلف الامام، طعام پر ختم، ساتواں، چہلم، مزارات

پر گنبد ہٹانے، چراغ جلانے اور استہدا و اولیاء وغیرہ مسائل پر مشتمل رسالہ

مجموعی طور پر اس حصے میں ۶۰۰ سے زائد فقہی جزئیات کا مدلل بیان ہے۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ اس جلد کا پہلا ایڈیشن ۱۹۷۴ء میں شائع ہوا جس کے آغاز میں کتب

ماخذ کے صرف نام درج تھے جب کہ فہرست مسائل آخر میں تھی۔۔۔ ۱۹۸۱ء میں جب دوسرا ایڈیشن چھپا

تو اس میں مختصر حالات مصنف و مرتب کا اضافہ کیا گیا اور فہرست آخر کی بجائے ابتدا میں لگادی گئی۔۔۔

۱۹۹۱ء میں ترتیب نو کے ساتھ تیسرا ایڈیشن شائع ہوا جس میں حسب ذیل ترامیم کی

گئیں:



● پہلے ایڈیشنوں میں کتابت کی بہت سی غلطیاں رہ گئی تھیں۔۔۔ اس ایڈیشن میں صحت و درستگی کی مقدور بھر سہی کی گئی۔

● بعض مقامات پر ضروری حوالہ جات اور مفید تطبیقات کا اضافہ کیا گیا۔

● فہرست کی زبان عام فہم بنانے کی سعی کی گئی۔۔۔ نیز کالموں کی بجائے اس کی نئی خوبصورت کتابت کرائی گئی۔

● آغاز میں صاحب فتاویٰ و مرتب فتاویٰ کے قدرے مفصل حالات شامل کر دیئے گئے

● ترتیب میں مکمل حد تک حسن پیدا کیا گیا۔

● یہ اہتمام کیا گیا کہ ہر باب اور رسالہ نئے صفحے سے شروع ہو۔ اسی طرح ابواب کے اردو میں عنوانات قائم کر دیئے گئے۔

● کتاب کے آخر میں ”فہارس“ کے عنوان سے تین فہرستوں کا اضافہ کیا گیا۔

۱۔۔۔۔۔ فہرست آیات کریمہ

۲۔۔۔۔۔ فہرست احادیث مبارکہ

۳۔۔۔۔۔ فہرست ماخذ و مراجع

ان فہرستوں میں فتاویٰ میں درج آیات، احادیث اور کتب حوالہ کی تفصیل ہے۔ ماخذ میں صرف وہی کتابیں درج کی گئی ہیں جن سے براہ راست استفادہ کیا گیا ہے۔ مگر اس کے باوجود انکی تعداد ۲۱۷ تک جا پہنچی ہے۔

ان فہرستوں سے حضرت فقیر اعظم کی وسعت مطالعہ، قرآن و حدیث سے استنباط و اشتہاد اور محنت و ژرف نگاہی کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

فتاویٰ کی زیر نظر جلد کے فتوے مختلف ادوار میں تحریر کیے گئے مگر آیات مرتب کرنے پر یہ حقیقت سامنے آئی کہ اس میں قرآن مجید کے ہر پارے سے کوئی نہ کوئی اقتباس ضرور لیا گیا ہے۔

زیر نظر جلد کی اشاعت میں جن حضرات نے معاونت فرمائی ان کا دل سے ممنون ہوں۔

● مولانا محمد لطف اللہ نوری اشرفی نے پروف ریڈنگ کی اور اصل کتب سے مراجعت کے



بعد مأخذ و مراجع کی نہایت جامع لہرست مرتب کی جس میں مصنف، مطبع، من، اشاعت اور مصنف کے سن وصال وغیرہ کی تفصیل درج ہے۔ اسی طرح آیات و احادیث کی لہرست بھی ان ہی کی مرتب کردہ ہے۔

○ مولانا حافظ محمد اسد اللہ نوری نے لہرست کو عام فہم بنایا۔

○ مولانا حافظ محمد عرفان اللہ اشرفی نے جزوی طور پر پروف ریڈنگ کی۔

○ مولانا محمد یوسف نوری بمذاہلوی اور مولانا صاحبزادہ محمد فیض الحسنی نے بڑی محنت اور دل

جمعی سے ہر شک کی اور اسے حسن صورتی سے آراستہ کیا۔ نیز موخر الذکر نے جملہ طباعتی امور پڑی لکھ

اور دلچسپی سے انجام دیئے۔

○ کتابت مولانا شاہ محمد چشتی نے کی جب کہ مولانا عزیز احمد نوری اس کے لئے مدد و معاون رہے۔

○ علامہ احمد علی قصوری اور پروفیسر ظلیل احمد نوری نے مفید مشوروں سے حوصلہ افزائی کی۔

اور یوں فتاویٰ کا یہ حسین گلدستہ آپ کے پیش نظر ہے۔ اللہ تعالیٰ جملہ معاونین کو اپنی بے کراں نعمتوں سے

مالا مال فرمائے۔

ہم نے اس جلد کی تصحیح و ترتیب کی مقدور بھر کوشش کی ہے تاہم اگر کہیں کوئی خامی نظر آئے تو اسے ہماری

کو تائی پر محمول کیا جائے۔

اب بھج اللہ تعالیٰ فتاویٰ نوریہ کا چوتھا ایڈیشن پیش خدمت ہے۔

اللہ رب العزت جل و علا اپنے محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نطین پاک کے صدقے صاحب فتاویٰ

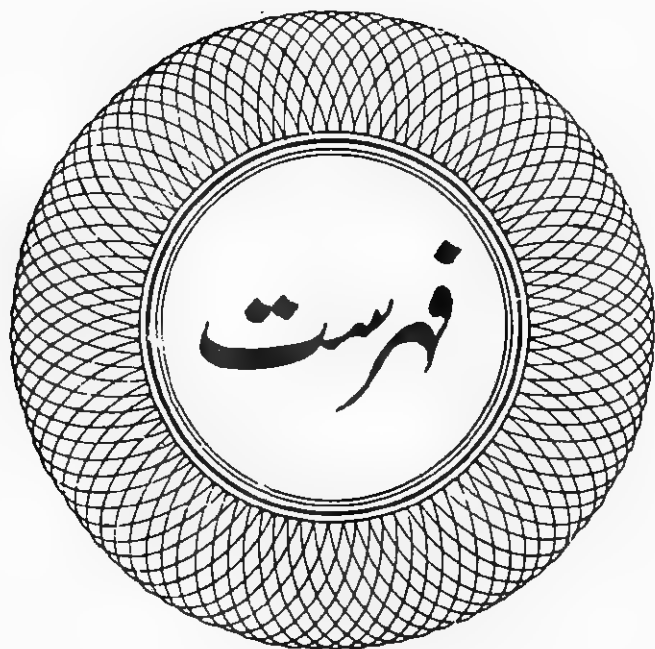
نوریہ کے درجات بلند فرمائے اور جاوہ حق کے مسافروں کو آپ کے علمی فیضان سے مستفیض و مستیر ہونے کی توفیق

بخشے اور فتاویٰ نوریہ کے نور کو عام فرمائے۔ آمین بجاہ طہ و یٰسین — و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و صحبہ

المتین۔

محمد حبیب اللہ نوری





۵۲	آ	۱۱	فہرست مسائل
۵۶	آ	۵۵	تقریظ سعید
۶۰	آ	۵۷	مجدد وقت
۶۴	آ	۶۱	ایک انقلاب آفریں کتاب
۱۰۷	آ	۶۵	حیات فقیہ اعظم
۱۱۰	آ	۱۰۸	تعارف مرتب
۷۳۳	آ	۱۱۱	فتاویٰ نوریہ
۷۵۰	آ	۷۳۷	فہرست آیات کریمہ
۷۷۶	آ	۷۵۱	فہرست احادیث شریفہ
۷۸۸	آ	۷۷۷	ماخذ و مراجع

فہرست

مسائل فتاویٰ نوریہ - جلد اول

شمار	مسائل	صفحہ
	کتاب الطہارۃ ————— ۱۱۱-۱۳۴	
۱	غسل خانہ میں بوقت غسل وضو جائز ہے۔	۱۱۳
۲	اس وضو کے ساتھ نماز جائز ہے۔	۱۱۳
۳	بوقت غسل نیچے جسم کمرے طیسبہ نہیں پڑھنا چاہیے۔	۱۱۳
۴	وضو کے لئے نیت شرط نہیں۔	۱۱۴
۵	نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت کے لئے وضو یا تیمم کیا تو اس سے باقی نمازیں جائز ہیں۔	۱۱۴-۱۱۵
۶	وضو اور غسل کے لئے نیت شرط نہیں۔	۱۱۶
۷	نماز جنازہ میں تمغہ مفید وضو نہیں، باقی تمام نمازوں میں مفید نماز وضو ہے۔	۱۱۶
۸	ہر نماز کے لئے تازہ وضو کرنے کے فضائل۔	۱۲۳
۹	وضو پر وضو نور علی نور ہے۔	۱۲۳
۱۰	ہوا خارج ہونے کی وجہ سے استنجاء کرنے اور شلوار دھونے کی ضرورت نہیں۔	۱۲۵
۱۱	پھولا یا بھٹا ہوا یا بیتے ہوئے خون والا جانور کونہیں سے برآمد ہو تو تمام پانی نکال دیا جائے۔	۱۲۶
۱۲	کسواں اگر پیشہ دار ہے تو تمام موجود پانی کا اندازہ کر کے اتنی مقدار میں نکال دیا جائے۔	۱۲۶
۱۳	اگر یہ معلوم نہ ہو کہ کونہیں میں جانور کب گرا ہے تو تین دن رات کی نمازیں	



صفحہ	سائل	شمار
۱۲۶	فضا کریں اور جو کپڑے وغیرہ دھوئے ہوں پاک کئے جائیں۔	
۱۲۷	کنوئیں میں پاخانہ گرا تو پہلے وہ نکالا جائے، پھر قدرے کیچڑ، پھر تمام پانی۔	۱۴
۱۲۷	جب جانور مرنے لگے ہو جائے تو صرف کل پانی نکالنے سے پاک ہو جاتا ہے۔	۱۵
۱۲۹	ایسا روڑا یا پارنا جو تاجس کے پلید ہونے کا شہر ہے، کنوئیں میں گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔	۱۶
۱۲۹	پلید شے کے وجود کا شک ہو تو اصل مہارت باقی ہے۔	۱۷
۱۲۹	حلال جانور کنوئیں میں گر جائے تو جب تک اس پر یقیناً نجاست نہ ہو، پلید نہیں ہوتا۔	۱۸
۱۲۹	اگر کنوئیں میں پلید چیز کے وقوع کا یقین ہے تو وہ چیز نکال کر تمام پانی نکال جائے	۱۹
۱۲۹	اگر وہ شے کنوئیں میں گم ہو جائے تو تمام پانی نکالنے سے کنواں اور وہ چیز دونوں پاک ہو جائیں گے۔	۲۰
۱۳۰	تور میں کتا گرا، اگر چربی وغیرہ اس پر لگی ہوئی ہے یا دب بڑا آتی ہے تو پلید ہے جو	۲۱
۱۳۰	اگ سے پاک ہو سکتا ہے۔	
۱۳۰	دھوپ یا ہوا سے بدلہ و زائل ہو جائے تب بھی تور پاک ہو جائے گا۔	۲۲
۱۳۰	پلید زمین اگر دھوپ، آگ یا ہوا سے خشک ہو جائے اور اس پر نجاست کا اثر نہ رہے تو نماز کے حق میں پاک ہو جاتی ہے۔	۲۳
۱۳۰	ایسی زمین سے تیر نہیں ہوتا۔	۲۴
۱۳۰	خشک ہونے کے سبب سے پاک ہونے والی زمین پانی کے ساتھ تر ہو جائے	۲۵
۱۳۰	تو دوبارہ پلید نہیں ہوتی۔	
۱۳۰	اگر پلید مٹی سے ہانڈیاں، ٹیٹیں یا کونزے بنا کر آگ میں پکائے جائیں تو	۲۶



صفحہ	مسائل	نمبر
۱۳۰-۱۳۱	پاک ہو جلتے ہیں۔	۲۷
۱۳۱	بچے نے تیز میں پیٹ بک کر دیا یا تباہ نہ لے پلید پانی سے ترکیا ہو اکڑ تیز میں پھیرا، پھل وٹیاں لگا دیں، اگر روٹیاں لگانے سے پہلے تیز خشک ہو چکا تھا تو روٹیاں پاک ورنہ پلید۔	۲۸
۱۳۱	کٹا گرنے کی صورت میں اگر تیز کے ساتھ اس کی چربی یا بونہیں لگی تو تیز پاک ہے۔	۲۹
۱۳۱	پلید چرک دھواں گزرتے ہوئے پلید نہیں کرتا۔	۳۰
۱۳۱	گندگیوں سے گزر کر ہو اکڑے کو پھرتے تو کپڑا پلید نہیں ہوتا۔	۳۱
۱۳۱	حمام میں نجاست جلانے سے اگر اس کی دیواروں سے عرق کے قطرے گریں تو وہ پلید نہیں۔	۳۲
۶۹۷	ہر شخص شے قلب یا ہیت کے بعد پاک ہو جاتی ہے۔	۳۳
۱۳۱-۱۳۲	گوبر کے ادبوں سے گرم کئے گئے تیز میں روٹیاں لگانے میں کراہت بہتر ہے جو پانی پھٹرکنے سے زائل ہو جاتی ہے۔	۳۴
۱۳۲	احتیاط اس میں نہیں کہ خواہ مخواہ شہات پیدا کئے جائیں۔	۳۵
۱۳۲	تیز میں روٹیاں پک رہی ہوں، میٹک گر جلتے تو اگر دھوئیں کی بویارنگت یا ذائقہ روٹوں میں محسوس ہو تو ناپاک ہے ورنہ حرج نہیں۔	۳۶
۱۳۳	تیز میں گدھا گرا، اگر چربی وغیرہ کوئی آلائش نہیں لگی تو پہلے کی طرح پاک ورنہ ناپاک، جو کھڑخنے اور جلانے سے پاک ہو جائے گا۔	۳۷
۱۳۳	حدیث شریف جعلت لی الارض مسجد او طہودا۔	۳۸
۲۱۱	خروج وقت سے پہلے پانی ملنے کی امید ہو تب بھی وقت میں ناسیم کے تھ جائے	



شمار	مسائل	صفحہ
	کتاب الوقف (مساجد وغیرہ) — ۱۳۵-۲۲۰	
۳۹	نئی مسجد تعمیر کر کے پہلی مسجد کو اپنے تصرف میں لانا ہرگز ہرگز جائز نہیں۔	۱۳۷-۱۳۵
۴۰	اگر آبادی ویران ہو جائے تو مسجد پھر بھی مسجد ہی ہے۔	۱۵۴، ۱۳۸، ۱۶۵
۴۱	مسجد آسمان کی بندی اور تحت الثریٰ تک مسجد ہی ہے۔	۱۳۸
۴۲	اگر موجودہ مسجد قائم رکھیں اور نئی تعمیر کریں جس سے موجودہ غیر آباد ہو تو ناجائز ہے۔	۱۳۴-۱۳۳
۴۳	اگر گاؤں ویران ہو گیا تو گاؤں والے مسجد کا سامان اپنے نئے گاؤں والی مسجد پر لگا سکتے ہیں۔	۱۳۹
۴۴	مسجد میں دوکانیں بنانا، کرایہ پر دینا حرام ہے۔	۱۴۰
۴۵	مسجد کے کسی حصہ کو نفع کمانے یا بسنے کی جگہ بنانا منع ہے۔	۱۴۱
۴۶	غیر آباد گاؤں کی مسجد کا سامان حاکم اسلام کی اجازت کے کسی نئی یا پرانی مسجد پر لگا سکتے ہیں۔	۱۴۳-۱۴۲
۴۷	وقف حوض یا وقف رباط غیر آباد کا سامان دوسرے وقف میں منتقل کیا جاسکتا ہے۔	۱۴۳-۱۴۲
۴۸	دریے سے غرق شدہ مسجد کا بعدینہ سامان یا اس کی قیمت حاکم شرع کی اجازت سے دوسری مسجد میں لگا سکتے ہیں۔	۱۴۴
۴۹	مسجد کا متعلق سامان خسار یا کراچی عمارت میں استعمال کیا جاسکتا ہے مگر ناپاک و خبیث چیز پر نہ لگایا جائے۔	۱۴۶، ۱۴۳، ۱۹۸، ۱۴۹
۵۰	مسجد کا کوڑا کرکٹ ناپاک جگہ نہ ڈالا جائے۔	۱۴۹، ۱۴۳، ۱۹۹
۵۱	قبرستان کے درخت تعمیر مسجد میں حرق کئے جاسکتے ہیں۔	۱۴۵
۵۲	مسجد کا پرانا سامان فروخت کر کے اس کے عوض اسی مسجد کے لئے نیا سامان خریدنا جائز ہے۔	۱۴۷-۱۴۶، ۱۴۹



سوال	شمار
۱۵۱	۵۳ مسجد کے لئے وقف شدہ پرائیویٹ کسی اور جگہ استعمال کرنا منع ہے۔
۱۵۱	۵۴ مسجد کے پرائیویٹ کسی اور جگہ استعمال کرنا منع ہے۔
۱۵۱	۵۵ مسجد کے لئے کوئی چیز زائد از ضرورت اُجالے تو اسے یہ شرط فرشت یا دوسری مسجد میں منتقل کیا جاسکتا ہے اور بعض صورتوں میں واقف اپنے تصرف میں لاسکتا ہے۔
۱۵۱	۵۸ پختہ مسجد بن جانے کی وجہ سے سابقہ کچی مسجد مسمار کرنا منع ہے۔
۱۵۳	۵۹ نئی مسجد تعمیر کر کے پہلی مسجد کی جگہ امام کا گھر بنانا جائز ہے۔
۱۵۳-۱۵۵	۶۰ رسالہ عقود المساجد لعقار المساجد۔
۱۵۷	۶۱ صحن مسجد کے کسی حصہ کو مسجد سے خارج کرنے کے حوازیں مولوی عبدالحق صاحب کے فتوے کا تفصیلی رد، جو دو فصول پر مشتمل ہے۔
۱۵۷	۶۲ فصل از اصول نوری جواب سوال۔
۱۵۷	۶۳ مسجد کے کسی حصہ کو مسجد سے خارج کرنا جائز ہے۔
۱۵۸	۶۴ مسجد جمیع اجزاء مسجد ہے۔
۱۵۸	۶۵ ومن اظلم من من من مسجد الله الخية كاشان نزول اگرچہ خاص مگر حکم تمام مساجد کو عام ہے۔
۱۵۹-۱۵۸	۶۶ مسجد میں نماز و عبادت سے روکنا منع ہے۔
۱۵۹	۶۷ اشعار اللہ کی تعریف۔



صفحہ	سائل	شمار
۱۵۹	مسجد اور عمارت قربانی دین کے نشان ہیں۔	۶۸
۱۶۰	کریمہ فی بیوت اذن اللہ ان ترفعہ میں تمام مساجد ملازم ہیں۔	۶۹
۱۶۱-۱۶۲	ارشاد باری تعالیٰ ان المسجد للہ سے استدلال۔	۷۰
۱۶۲	مسجد میں گم شدہ چیز کے اعلان کی ممانعت میں حدیثیں۔	۷۱
۱۶۳	جس کام کے لئے مسجد بنائی گئی اس کا گنا مسجدوں میں منع ہے۔	۷۲
۱۶۳-۱۶۵	فضائل مسجد میں چند حدیثیں۔	۷۳
۱۶۴-۱۶۵	دیران مسجد مسجد ہی ہے اس میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔	۷۴
۱۶۹	مسجد کا فرائض بنانا شارع علیہ السلام کو پسند ہے اس سلسلے میں ایک حدیث شریفہ	۷۵
۱۶۹	فصل دوم، نوری جواب استدلال۔	۷۶
۱۶۹-۱۷۳	مخالفت کی اس دلیل کا جواب کہ چونکہ حکیم کو کعبہ سے الگ کیا گیا لہذا مسجد کا حکم	۷۷
۱۷۳-۱۶۹	اس سے الگ کیا جاسکتا ہے۔	۷۸
۱۷۳-۱۷۴	حکیم صرف صورت کعبہ شریفہ سے خارج ہے اور شرعاً اس میں داخل ہے	۷۹
۱۷۳-۱۷۴	احادیث سے اس کا ثبوت۔	۸۰
۱۷۳-۱۷۴	حکیم کا کعبہ میں داخل ہونا عبارات فقہار سے۔	۸۱
۱۷۳-۱۷۴	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکیم کو بنا کر کعبہ میں داخل نہ کرنے کا عذر احادیث۔	۸۲
۱۷۳-۱۷۴	کنز اور شامی کی عبارات سے استدلال مخالفت کا جواب۔	۸۳
۱۷۴	مسجد میں گزر گاہ مسجد ہی ہے لہذا جہنمی وغیرہ کا گزرنا منع ہے۔	۸۴
۱۷۵	بوجہ عذر جو مسجد سے گزرے، نتیجہ مسجد پڑھے۔	۸۵
۱۷۵	مقدمہ مرتبہ گزرنے والے کو بھی میں صرف ایک مرتبہ نتیجہ مسجد پڑھنی کافی ہے۔	۸۶
۱۷۶	مسجد سے گزرنا جائز ہے مگر بلا ضرورت گزرنا مکروہ تحریمی ہے۔	۸۷



شمار	مسائل	صفحہ
۸۶	عبارت مذکورہ کا دوسرا جواب۔	۱۷۷-۱۷۸
۸۷	محرم مسجد کو عرف میں مسجد کہا جاتا ہے بلکہ بعض احکام میں وہ محکم مسجد ہے۔	۱۷۷
۸۸	مسجد میں راستہ بنانے کے جواز و عدم جواز کے بارے میں فقہائے کرام کی عباراتیں اور ان میں بہترین تطبیق۔	۱۷۷-۱۷۸
۸۹	مخالفت کی تیسری دلیل اور اس کا جواب۔	۱۷۸-۱۷۹
۹۰	مسجد یا کسی اور وقف زمین کی بیع و منکب کے منع ہونے کا ثبوت از عبارت فقہاء	
	احادیث طیبہ۔	۱۷۸-۱۷۹
۹۱	امام محمد علیہ السلام کا قول عود الی سلك البانی مروج ہے۔	۱۸۰
۹۲	مخالفت کی چوتھی دلیل اور اس کا رد۔	۱۸۱-۱۸۲
۹۳	وقف کرتے وقت اگر واقعہ شرط کرے کہ جب چاہوں اس زمین کو اپنی دوسری	
	زمین سے تبدیل کر لوں گا تو یہ وقف و شرط دونوں صحیح ہیں۔	۱۸۱
۹۴	اگر واقعہ فوت ہو جائے تو شرط استبدال دوسرے کی طرف منتقل نہیں ہوتی۔	۱۸۱
۹۵	مسجد کے علاوہ دوسرے اوقاف میں شرط استبدال معتبر ہے اور مسجد میں اگر یہ	
	شرط ہے تو باطل متفق ہوگی مسجد مسجد ہی رہے گی۔	۱۸۱-۱۸۲
۹۶	وقف میں یہ شرط معتبر نہیں کہ اس میں فلاں قوم نماز پڑھے، فلاں نہ پڑھے۔	۱۸۲
۹۷	مخالفت کی پانچویں دلیل اور اس کا رد۔	۱۸۲-۱۸۳
۹۸	وقف کے شرائط سے ہے کہ بر وقت وقف واقعہ کا ملک ہو۔	۱۸۲-۱۹۳
۹۹	غیر واقعہ متوفی اگر کسی وقف حویلی کو مسجد میں داخل کر دے تو وہ تھبتہ مسجد	
	نہیں بنتی، اسے دوبارہ حویلی بنانا جائز ہے۔	۱۸۳
۱۰۰	تعمیر مسجد کے بعد ضروریات مسجد سے امام اول نمبر پر ہے۔	۱۸۴



شمار	مسائل	صفحہ
۱۰۱	تعمیر مسجد سے فائز رقم سے ماہم کا مکان بنانا جائز ہے، پونہی دیگر ضروریات پانی پٹائی وغیرہ میں بھی وہ رقم صرف کی جاسکتی ہے۔	۱۸۴
۱۰۲	مولانا سید مفتی مسعود علی قادری علیہ الرحمہ کے ایک فتویٰ کی نقل کہ عیسائیوں کا چندہ مسجد پر لگانا جائز ہے۔	۱۸۶
۱۰۳	مذکورہ فتوے پر نظر ثانی کرنے کے لئے مفتی صاحب کی خدمت میں سرخط کی نقل۔	۱۸۸-۱۸۷
۱۰۴	مسجد مقدس چونکہ نصارے کا قبلہ ہے لہذا اس پر باقی مساجد کا قیاس ٹیکس مع الفارق ہے۔	۱۸۷
۱۰۵	نصارے کی رقم کو مسجد پر خرچ کرنے کا حیلہ۔	۱۸۸
۱۰۶	فقیہ مال زکوٰۃ کا مالک بننے کے بعد اسے تعمیر مسجد میں خرچ کر سکتا ہے۔	۱۸۸
۱۰۷	مذکورہ خط کے جواب میں مفتی صاحب علیہ الرحمہ کا خط۔	۱۸۹
۱۰۸	مفتی صاحب کے خط کا جواب۔	۱۸۹-۱۹۰
۱۰۹	جعلت لی الارض مسجد (الحديث) کے حکم سے نصاریٰ کی تعمیر کردہ مسجد میں نماز جائز ہے۔	۱۹۰
۱۱۰	نصارے کی تعمیر کردہ مسجد کو حکم مسجد ہے یا نہیں اس کی دو صورتیں ہیں۔	۱۹۰
۱۱۱	مسجد کے لئے حکومت نے رعایتی زمین دی تو یہ بیع و رعایت درست ہے اور ملک مشتری ثابت ہو جائے گا۔ وقف کرنے کا اختیار مشتری کو ہے۔	۱۹۱-۱۹۲
۱۱۲	سرکاری زمین میں انجمن کو بلا تصفیہ مسجد تعمیر نہیں کرنی چاہئے۔ اگر تعمیر ہو جائے تو نماز اس میں جائز ہے۔	۱۹۳-۱۹۵
۱۱۳	حکومت کو چاہئے کہ رعایتی نرخ پر وہ زمین انجمن کو فروخت کر دے۔	۱۹۵
۱۱۴	اراضی متروکہ فی سیر سلم میں مسجد تعمیر کرنا جائز ہے ورنہ شریعی مسجد ہوگی اس پر خرچ کرنے کا	



شمار	سائل	صفحہ
	وہی ثواب ہے جو دیگر مساجد پر خرچ کر لے گا ہے۔	۱۹۷
۱۱۵	ارضی متعلقہ مسجد میں طلباء کی رہائش کے لئے مکان بنانا بالتواثر ثابت ہے۔	۲۰۰
۱۱۶	للفقراء الذين احصوا (الاذیۃ) میں طلباء کو کرام پر خرچ کرنے کا حکم۔	۲۰۰
۱۱۷	گوردوارے کا سامان مسجد میں لگایا جاسکتا ہے۔	۲۰۱
۱۱۸	ایک آدمی نے اپنی زمین کے دو ٹکڑوں میں سے بڑے ٹکڑے کو وقف لکھا، چھوٹے کو متعلق وقف لکھا جسے بعد میں فروخت کر کے اس کی قیمت بڑے ٹکڑے پر صرف کر دی	
	تو بڑے ٹکڑے کا وقف ہونا جائز و صحیح و لازم ہے۔	۲۰۲
۱۱۹	ازوم وقف پر امام ابو یوسف کے قول پر فتوے ہے۔	۲۰۳
۱۲۰	چھوٹے ٹکڑے کے فروخت سے بڑے کے وقف ہونے کو نقصان نہیں پہنچتا۔	۲۰۳
۱۲۱	تمام جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کا وقف کرنا جائز و صحیح ہے۔	۲۰۵
۱۲۲	اس منقول کا وقف جو غیر منقول کے تابع ہے جائز ہے۔	۲۰۵
۱۲۳	واقف کی طرف سے مختار کل وصی بنانا مشروع و جائز ہے، اس کیلئے تحریر شرط نہیں۔	۲۰۵
۱۲۴	وصی کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے شخص کو حق تولیت نہیں۔	۲۰۶
۱۲۵	وصی کے اختیارات قاضی القضاۃ سے بھی وسیع ہیں۔	۲۰۶
۱۲۶	وصی واقف کے باپ سے بھی مقدم ہے۔	۲۰۶
۱۲۷	گامری میں نماز کے دوران قبلہ کا خیال رکھنا ضروری ہے۔	۱۲۵
۱۲۸	بیمار و کمزور نہیں تو کھڑا ہو کر نماز پڑھے، بعد میں اعادہ کی ضرورت نہیں۔	۱۲۵
۱۲۹	چلتی گامری، چلتی کشتی کے مشابہ ہے کہ دونوں کسی جانور کے کھینچنے سے چلتی ہیں۔	۲۰۸
۱۳۰	بحکم احادیث و کتب فقہ کشتی میں نماز فرض ادا ہو سکتی ہے۔	۲۰۸
۱۳۱	کشتی کنارہ کے قریب ہو اور اتر سکتا ہو تب بھی اس میں نماز پڑھ کر ٹھہر سکتا ہے۔	۲۰۸



شمار	مسائل	صفحہ
۱۳۲	کشتی کا چلنا اس کے سوار کی طرف منسوب نہیں بخلاف جانور کے کہ اس کا چلنا سوار کا چلنا ہے۔	۲۰۸
۱۳۳	چلتی کشتی جواز نمازیں بمنزلہ زمین ہے، اپنے سوار کے حق میں کسہ کی طرح ہے۔	۲۰۸
۱۳۴	چلتی ریل بھی سوار کے حق میں بمنزلہ زمین و کمرہ ہے۔	۲۰۹
۱۳۵	فقہائے کرام نے ایسی گاڑی پر جس کا کوئی حصہ جانور پر نہ ہو جواز نمازِ فرض کی تصریح فرمادی۔	۲۰۹
۱۳۶	ریل رواں میں نماز کا جواز شرطِ اتحاف و مکان کے منافی نہیں۔	۲۱۰
۱۳۷	کشتی یا ریل میں نماز سمتِ قبلہ کی طرف شروع کرے اور اگر وہ سمتِ قبلہ سے پھر چلے تو نمازی بھی قبلہ کی طرف پھر جائے۔	۲۱۰
۱۳۸	وہ عواض جن کی وجہ سے ایسی چلتی گاڑی پر نماز جائز ہے جو جانور کے کندھے پر یا خود نمازی ہی جانور پر ہو۔	۲۱۰
۱۳۹	ان عذروں سے بعض ریل کے مسافروں کو بھی غالباً لائق ہوتے ہیں اہلِ مذا ہیل گاڑی پر نماز بطریقِ اولیٰ جائز ہے۔	۲۱۰
۱۴۰	مسافر ریل کو نماز کے لئے انتظارِ اسٹیشن لازم نہیں۔	۲۱۱
۱۴۱	مذکورہ عذروں میں سے کسی عذر کی موجودگی میں جانور پر فرض نماز جائز ہے اگرچہ خروجِ وقت سے پہلے زوالِ عذر کی امید ہو۔	۲۱۱
۱۴۲	بحری و ہوائی جہازوں میں نماز جائز ہے۔	۲۱۲
۱۴۳	ہوائی جہاز میں نماز جائز ہے۔	۱۲۵
۱۴۴	معتکف مسجد میں حجامت ہوا سکتا ہے ہاں مسجد میں بال و رنخنہ نہ گرنے پائیں۔	۲۱۶



صفحہ	سائل	شمار
۲۱۶	مسجد میں نعت خوانی جائز بلکہ مستحب کی سنون ہے۔	۱۴۵
۳۱۶	حضرت پر نور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے لئے مسجد میں منبر رکھولئے جس پر وہ کھڑے ہو کر کفار کے رد میں اشعار پڑھتے۔	۱۴۶
۲۱۹	مسجد میں صباح و یومی گفتگو نیکیوں کو نقصان دیتی ہے اور منہی مذاق ظلم ہے۔	۱۴۷
۳۵۲	مسجد میں جھوٹی قسمیں اٹھانا سخت حرام ہے اور اس کا استعمال کفر ہے۔	۱۴۸
	(کتاب الصلوٰۃ) باب الاوقات ۲۲۲-۲۶۶	
۲۱۱	وقت نماز کے لئے معیار نہیں بلکہ ظرف ہے اور اس کی وہی بیز وسبب وجوب ہے جس کے ساتھ ادا حاصل ہو۔	۱۴۹
۲۱۲	غفلت دور کرنے کے لئے اذان کے بعد تثنیہ جائز و تحسن ہے۔	۱۵۰
۲۱۳	مناعت تثنیہ میں کوئی صحیح حدیث نہیں ملتی۔	۱۵۱
	سایہ اعلیٰ اور فی الزوال کے بیان میں عربی رسالہ "توزیفی الزوال بنور عدل فی الزوال"	۱۵۲
۲۲۲-۲۲۳		
۲۲۶	وقت ظہر کے اختتام میں صاحبین اور اہل اہم اعظم رضی اللہ عنہم میں اختلاف۔	۱۵۳
۲۲۷-۲۲۸	کتاب شروح سے فی الزوال کی تعریف اور اس پر اشکال۔	۱۵۴
۲۲۷	فی الزوال کی صحیح تعریف۔	۱۵۵
۲۲۸-۲۲۹	فی الزوال کی اضافت اور الزوال کے لام کی تحقیق۔	۱۵۶
۲۳۰-۲۳۸	الدائرة الهندیہ کی تشریح۔	۱۵۷
۲۳۱-۲۳۹	اصلی سایہ معلوم کرنے کا طریقہ۔	۱۵۸
۲۳۲-۲۳۱	سایہ اعلیٰ پہنچانے کا ایک اور آسان طریقہ۔	۱۵۹
	ہفت منور اکبر نے رب کے جوازیں رسالہ ابعاد البشر سے قبل اصول و ف	۱۶۰



صفحہ	مسائل	شمار
۲۳۵-۲۳۳	الضوء الکبریٰ:-	
۲۳۹	نماز عید میں تین نصف النہار ہو جائے تو فاسد ہو جائے گی۔	۱۶۱
۲۳۹	ضوء الکبرے میں نماز عید اور باقی نمازیں بلا بشریقینا جائز ہیں۔	۱۶۲
۲۳۷-۲۳۹	آیات شریفہ سے استدلال۔	۱۶۳
۲۳۰	کسی واقعی مندر سے نماز میں تاخیر ہو جائے تو آخر میں ادا کرنا جائز ہے احادیث سے استدلال۔	۱۶۴
۲۳۸-۲۴۱	متعدد احادیث بمع کتب شرح حدیث سے ان کی تفسیر و تشریح۔	۱۶۵
۲۵۴-۲۴۸	نصوص فقہیہ سے استدلال۔	۱۶۶
۲۵۲-۲۵۱	قبل زوال تک نماز عید کا وقت باقی رہنے کے متعلق نصوص فقہیہ۔	۱۶۷
	روایت ہلال کی شہادت زوال کے بعد آئی یا زوال سے پہلے ایسے وقت میں آئی	۱۶۸
	کہ نماز جمع نہ ہوگی یا ابرہہ اور سلام کے بعد ظاہر ہو کہ نماز بعد زوال کے ہوئی	
۲۵۲	تو دوسرے دن پڑھی جائے۔	
	امام نے بلا وضو نماز عید پڑھی، زوال سے پہلے علم ہوا تو اعادہ کرے اور بعد کو ہوا تو	۱۶۹
۲۵۲	دوسرے دن پڑھے۔	
	چودھویں صدی سے پہلے کسی کتاب میں یہ باتھیں نہیں ملا کہ انتہائے قربت	۱۷۰
۲۵۲	عید ضحیٰ الکبرے ہے۔	
۲۵۴	روزہ پر نماز کا فیکس درست نہیں۔	۱۷۱
۲۵۶	برہندی، قہستانی کا قول۔	۱۷۲
۲۱۳-۲۵۶	اس قول کے نو جوابات۔	۱۷۳
	نماز کے آخری وقت میں جس میں صرف اللہ اکبر کہا جاسکتا ہے بچہ بالغ ہو جائے یا	۱۷۴
	کافر اسلام لائے یا حائض و نفاس پاک ہو جائے یا دیوانہ ہو شرب پائے تو بالشرط نماز	
۲۵۹	واجب ہو جاتی ہے۔	



شمار	مسائل	صفحہ
۱۷۵	جبریل امین نے عرض کی کہ میرے (انعامِ عرض کرنے کی مدت میں سوچ آسمان میں ڈیڑھ لاکھ میل کا فاصلہ کر گیا ہے۔	۲۶۲
۱۷۶	بعض صورتوں میں صفحہ گیرے ہونے کے بعد نمازِ عید کا پڑھنا واجب ہو جاتا ہے۔	۲۶۴
۱۷۷	وضاحت کے لئے اس مسئلہ کی چند مثالیں۔	۲۶۴
۱۷۸	طلوعِ صبح سے طلوعِ آفتاب تک قبل از نمازِ فجر اور بعد از نمازِ فجر کسی بھی نوبتِ فرض نماز کی قضائی دی جا سکتی ہے۔	۲۶۵
باب الاذان ————— ۲۶۷-۳۰۷		
۱۷۹	ولد الزمان کی اذان جائز ہے۔	۲۶۹
۱۸۰	ریش بریدہ فاسق ہے اس کی اذان مکروہ ہے۔	۲۶۹
۱۸۱	اذان مسجد سے باہر کہی جائے۔	۲۷۰
۱۸۲	جمعہ کی اذان ثانی مسجد کے اندر پڑھی جائے ہاں اگر مسجد بناتے وقت مسجد کے اندر ہی اذان کے لئے جگہ مقرر کر لی جائے تو جائز ہے۔	۲۷۲
۱۸۳	مسئلہ اذان ثانی کی قدر تفسیل۔	۲۷۳
۱۸۴	اذان ثانی کا جواب اور اس کے بعد دہار جائز ہے۔	۲۷۵-۲۷۴
۱۸۵	خطبہ شریع ہونے سے پہلے غیر دنیاوی کلام بلا کر اہمیت جائز ہے۔	۲۷۵
۱۸۶	جمعہ کی اذان ثانی کا جواب اور اس اذان میں نامِ پاک اُسے پراگندہ چھوٹے چھوٹے کے جواز میں نہایت مدلل و مبہن رافع اشکالات رسالہ "تعمیل اللہ بامین عند ثانی الاذنین"	۳۰۷-۲۷۷
۱۸۷	ان اذنان کا جواب بھی دینا چاہئے جو کسی نماز کے لئے نہ ہوں جیسے اذانِ نوکوہود۔	۲۸۳
۱۸۸	متعدد افراد کا بیک وقت اذان کہنا۔	۳۰۷-۲۹۹
۱۸۹	اذان وغیرہ میں پیار سے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سنکر انگوٹھے چومنا	





شمار	سائل	صفحہ
	اصلاً مباح اور نہ قطعاً حرام ہے۔	۳۰۵
۱۹۰	حدیث پاک لایثوب فی غیرہا کے جوابات۔	۲۱۳
۱۹۱	منج ثوب کا حکم معلول بدعت خاصہ وجوداً وعدہ ہے، جواب تمام نمازوں کے حق میں موجود ہے۔	۲۱۳-۲۱۴
۱۹۲	اعتیاب ثوب کے ثبوت میں فقہاء کرام کی عبارتیں۔	۲۱۴
۱۹۳	حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے ثوب پر ناراض ہونے کی وجہ۔	۲۱۴
۱۹۴	اذان، وعظ اور تلاوت میں تلحین ناجائز ہے اگرچہ تو ان کا سننا جائز نہیں۔	۲۱۳
۱۹۵	وقت تکبیر حرجی علی الفلاح سے پہلے بیٹھا ضروری نہیں۔	۳۰۲
	باب الامامۃ ————— ۳۰۹-۲۹۳	
۱۹۶	جھوٹ بولنے بھڑائی شہادت دینے اور سو دینے والے کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔	۳۱۵
۱۹۷	بلا وجہ جماعت سے روکنا اور مصلے باپھینکنا بہت بڑا ظلم ہے۔	۳۱۷
۱۹۸	جو شخص اپنے آپ کو بے ایمان کہتا ہے وہ امام قطعاً نہیں بن سکتا۔	۳۱۹
۱۹۹	امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی شان میں بے ادبی کے کلمات بولنے والے چوری گداگری کرنے اور فتنہ آمیز تعویذ دینے والے کے پیچھے نماز ناجائز ہے۔	۳۱۹
۲۰۰	حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو شیخین کریمین رضی اللہ عنہما سے افضل جاننے والے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو فاسق کہنے والے کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الابداع ہے۔	۳۲۰
۲۰۱	میاں بیوی کے جھگڑے وغیرہ ایسے مسائل میں کسی کو کافر نہیں کہا جاسکتا۔	۳۲۲
۲۰۲	لڑکیوں کے عوض روپیہ لینے والے اور باپ کے سبب فرمان کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔	۳۲۳
۲۰۳	زید نے اپنی مکتوبہ لڑکی کو سسرال کے ناجائز تنگ کرنے کی وجہ سے اپنے پاس ٹھہرایا تو اس ضرورت میں اس کی امامت بلا شہر جائز ہے۔	۳۲۳

شمار	مسائل	صفحہ
۲۰۴	قازق، جھوٹے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمیہ ہے، اگر توبہ کرے اور جس پر	
۳۲۵	ہستان زنا لگایا ہے اس سے معافی لے لے تو امامت درست ہو جائے گی۔	۳۲۵
۲۰۵	بکر پر تہمت نہ لگی لیکن ثبوت نہ ہوا تو اس کی امامت بلا کراہت صحیح ہے۔	۳۲۵
۲۰۶	زمیر نے اپنے پیشوا کے حق میں جو شعر پڑھے میں اگر اس کا پیشوا اُستنی عالم عارف	
۳۲۶	تو وہ شعر درست اور اس کی امامت صحیح ورنہ شعر جرم اور امامت و خطابت غیر صحیح۔	۳۲۶
۲۰۷	علاج کے لئے بارے کتے کا جگر نکالنے والے کی امامت کا حکم۔	۳۲۷
۲۰۸	داڑھی منڈوانے والے، زنا کار اور نمازیں قضا کرنے والے کو امام بنانا اور اگنا	
۳۲۸	ایسا امام اگر توبہ نہ کرے تو اس کی اقتدا میں نماز مکروہ تحریمیہ ہے۔	۳۲۸
۲۱۰	انگریزی تعلیم اور اوراد و سیر ہونا امامت سے مانع نہیں۔	۳۲۸
۲۱۱	امام مسجد نے لاعلمی میں ایک عورت کو طلاق کے دن ہی نیا نکاح پڑھا دیا تو اس امام	
۳۲۹	اپنا نکاح ٹوٹ گیا یا نہیں اور اس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟	۳۲۹
۲۱۲	دھوکہ باز اور جھوٹا شخص امامت کے لائق نہیں طاقت والوں پر لازم کہ اسے امامت	
۳۳۲	سے الگ کر دیں۔	۳۳۲
۲۱۳	احق بالامامت کی موجودگی میں طاقت اور اثر و رسوخ سے امام بن جانا یا اصحاب	
۳۳۴	اقتدار کا اسے امام بنادینا ناجائز و ظلم بین ہے۔	۳۳۴
۲۱۴	غیر مستحق امامت کو امام بنادینا جن نمازیوں کے اختیار میں نہیں ان کی نمازیں	
۳۳۵	جائز ہیں البتہ ان میں سے بعض کی نمازیں بخود نہ پڑھیں۔	۳۳۵
۲۱۵	حدیث شریف صلوا خلف کل بر وفاجی اور ائمہ مجوز کے پیچھے	
۳۳۷-۳۳۶	صحابہ کرام علیہم الرضوان کے نماز پڑھنے سے مسئلہ مذکورہ پر استدلال۔	۳۳۷-۳۳۶
۲۱۶	کتب علم عقائد سے استدلال۔	۳۳۸-۳۳۷





شمار	مسائل	صفحہ
۲۱۷	کتب فقہ سے استدلال۔	۳۳۱-۳۳۸
۲۱۸	فاسق کی (مجبوراً) اقتدار سے ثواب جماعت حاصل ہو جاتا ہے گو متقی امام کے	
۳۳۹	اقتدار عیباً نہیں۔	
۲۱۹	اگر دوسری مسجد میں امام متقی کی اقتدار حاصل کر سکتا ہے تو دوسری مسجد میں	
۳۳۹	جانا بہتر ہے۔	
۲۲۰	خدا بلا عذر ایک یا متعدد نمازیں قضا کرنے والا فاسق ہے اس کے پیچھے	
۳۳۴	نماز مکروہ تحریمیہ ہے۔	
۲۲۱	پوچھ پوری گداگری کرنے والے کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے لیکن بہتر غیر ہی ہے۔	۳۳۶
۲۲۲	داڑھی منڈوانے والے کے پیچھے نماز مکروہ تحریمیہ ہے اس کا ٹیٹا نا واجب ہے۔	۳۴۷-۳۴۹
۲۲۳	داڑھی منڈوانے والا امام بنے تو اصل فرض ماقطہ ہو جاتا ہے گو نماز سخت	
۲۵۳	مکروہ ہے۔	
۲۲۴	قابل امامت نہ بننے کی صورت میں ایسے آدمی کی اقتدار کرنا جس کی داڑھی	
۳۴۷	قبضہ سے کم ہو، صحیح و جائز ہے۔	
۲۲۵	صورت مذکورہ میں اقتدار افراد سے اولیٰ ہے بلکہ اگر نماز جمعہ ہے تو اقتدار	
۳۴۸	ضروری ہے۔	
۲۲۶	امام کی داڑھی اگر ابھی تک پوری ہوئی ہی نہ ہو یا خلعہ سرے سے اتری ہوئی ہو	
۳۴۹	یا کتر دانے والا نائب ہو گیا ہو تو اس کی امامت میں کوئی حرج نہیں۔	
۳۵۰	خشیاشی داڑھی والے کی اقتدار سے پرہیز چاہئے۔	
۲۲۸	داڑھی منڈوانے یا مشت سے کم تر شوانے والے کی اقتدار مکروہ ہے بمع	
۳۵۱-۳۵۲	تفصیل کراہت۔	



شمار	مسائل	صفحہ
۲۲۹	اپنے جیسے فاسق کے پیچھے نماز ادا کرے گا بھی یہی حکم ہے کہ فرض ادا ہو جائے گا اور نماز واجب الاعادہ ہے۔	۳۵۳
۲۳۰	اگر قدرتی طور پر رازھی نہ ہو یا تازہ بالغ ہو اور ابھی رازھی اتڑی نہیں تو وہ امام بن سکتا ہے۔	۳۵۳
۲۳۱	رازھی شمت سے کم کرانی حرام ہے کیا یہ خضاب بھی ناجائز ہے جس میں یہ جرم ہوں اسے امام نہ بنایا جائے۔	۳۵۲
۲۳۲	بالغ امر کی امامت کے بارے میں متعدد استفسارات	۳۵۹-۳۵۵
۲۳۳	بدعتیہ، گستاخ اور ختم نبوت کے منکر کی امامت فرض و نفل کسی میں جائز نہیں	۳۵۹
۲۳۴	دو کا شمار امامت کر سکتا ہے۔	۳۶۰
۲۳۵	ایسا شخص جس کے مردانہ عضو کے درمیان سوراخ ہے، پیشاب بھی اسی سے کرتا ہے اور کوئی عورتوں والی علامت اس میں نہیں وہ خنثی نہیں ہے مرد ہے اس کی امامت درست ہے۔	۳۶۲
۲۳۶	عورت مرد کے ساتھ جماعت میں کھڑی ہو تو مرد کی نماز ٹوٹ جاتی ہے۔	۳۵۹
۲۳۷	اکیلہ لڑکا جو تو مردوں کے ساتھ کھڑا ہو۔	۳۵۹
۲۳۸	امم کے پیچھے صرف ایک بالغ اور نابالغ ہو تو نماز جائز ہے، بالغ اگر زیادہ ہوں بھی ایک ہی ساتھ کھڑا ہوگا۔	۱۲۵
۲۳۹	مقتدی کے لئے مطلقاً قرآن پاک پڑھنا ہے نہ فاتحہ پڑھ سکتا ہے، نہ دوسری سورت۔	۶۲۶
۲۴۰	قربانی کی گھالیں امام مسجد کو بطور ہدیہ داماد کے دینی جائز ہیں۔	۱۸۵
۲۴۱	لاؤ سپیکر سامنے رکھ کر نماز پڑھانے کے جواز میں مختلف ذرائع کی بصورت	۳۶۳-۳۵۵



صفحہ	سائل	نمبر
۳۹۸-۳۹۹	متعدد اصول و مسائل فقہیہ میں کارآمد نہایت مفید بارہ مقدمات۔	۲۴۲
۳۹۹-۴۰۵	صوت و صدا کی تصریحیں مع فوائد و ضروریہ۔	۲۴۳
۳۹۹	لاؤڈ سپیکر سے گئی آواز منکمل کی اپنی ہی آواز ہے۔	۲۴۴
۳۸۱	اقتدارے حقیقی کی تعریف۔	۲۴۵
۳۸۱	اقتدارے صوری کی تعریف۔	۲۴۶
۳۸۱	موافقت صوریہ بلا نسبت اقتدار مفید نہیں۔	۲۴۷
۳۸۲	مسبق بائی رکعتیں بھول گیا اور ساتھی کو دیکھ کر نماز پوری کی تو اس کی نماز صحیح ہے۔	۲۴۸
۳۸۲	مسبق اپنی رہی ہوئی نماز میں حقیقہ و حکم منصرف ہوتا ہے۔	۲۴۹
۳۸۲	مسبق اپنی باقی نماز میں کسی کی اقتدار نہیں کر سکتا اور نہ کوئی اس کا کوئی مختاری ہو سکتا۔	۲۵۰
۳۸۲	یہ اقتدار مفید نماز ہے۔	۲۵۱
۳۸۲-۳۸۳	نمازی کا غیر امام سے آیت سجدہ سننے کے متعدد احکام۔	۲۵۱
۳۸۳	آیت سجدہ پڑھنے والا سامع کے لئے بمنزلہ امام ہے۔	۲۵۲
۳۸۳	مسافر امام نے مقیم مقتدیوں کو چار رکعتیں پڑھا میں تو مقتدیوں کی نماز فاسد ہے	۲۵۳
۳۸۳	البتہ اگر پچھلے دو رکعتوں میں انہوں نے مشارقت کا ارادہ کر لیا تو اگرچہ چوتھی اقتدار کرتے رہے، ان کی نماز درست ہے۔	۲۵۴
۳۸۵	مکبر کی متابعت متابعت صوریہ ہے۔	۲۵۵
۳۸۵	یہ جائز نہیں کہ ایک نماز میں دو امام ہوں۔	۲۵۶
۳۸۵	مقتدی کی اقتدار جائز نہیں۔	۲۵۷
۳۸۵	نمازی کسی عارضے کے سبب سے کوتاہی کر رہا ہو یا کمرے کا احتمال ہو تو وہ جو نماز میں نہیں، اسے ہدایت دے سکتا ہے اور نمازی بھی اس ہدایت کے مطابق	۲۵۸



صفحہ	سائل	شمار
۳۸۵-۳۹	اصلاح نماز کر سکتا ہے۔	
۳۸۸	امام ساغر جب نماز قصر سے سلام پھیرے تو نمازیوں کو کھے اتنا واصلت کم از کم۔	۲۵۸
۳۸۸	امام ساغر کے سلام کے بعد تہم مقتدی منفرد کے حکم میں ہوتے ہیں۔	۲۵۹
۳۹۹-۳۹۳	تفصیل جواب واصل اول اثبات جواز۔	۲۶۰
۳۹۹	سیکیر کے ذریعہ انتقالات امام پر اطلاع پاکر پیروی کرنے والے مقتدیوں کی نماز جواز۔	۲۶۱
۳۹۹-۴۰۲	قرآن و سنت اور عبارت فقہار سے استدلال۔	۲۶۲
	ہمارے فقہائے کرام کی یہ ٹھوس کرائتیں ہیں کہ ایجاد سیکر سے صدیوں پہلے وصفا فرما گئے۔	۲۶۳
۴۰۲	عبارت شامی میں بسماع اور عیہ ای من الامام والمکبر سے	۲۶۴
۴۰۲-۴۰۳	اشتباہ کا تفصیل جواب۔	
	اگر صد سے انتقالات امام پر مطلع ہو کر نماز پڑھنا روا نہ ہوتا تو اہلین اسلام سجدوں کے گنبد و محراب نہ بناتے۔	۲۶۵
۴۰۲-۴۰۳	واصل دوم شہادت عدم جواز کا رد۔	۲۶۶
۴۰۲-۴۰۸	شعبہ اقبہ من لم یدخل فی الصلوۃ کا جواب۔	۲۶۷
	حاشیہ میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی متعدد عبارتوں کی نقل جن سے ثابت کہ نوذکران کی آواز بعینہ اصل آواز ہے۔	۲۶۸
۴۰۲	شعبہ تلقن من المخرج کا جواب۔	۲۶۹
۴۰۹	مقتدی آیت سجدہ تلاوت کرے تو اس کے سماع سے امام و مقتدی کوئی بھی سجدہ	۲۷۰



صفحہ	سائل	شمار
۳۰۹	نہ کرے نہ نماز میں نہ فارغ ہونے پر۔	
۳۱۳-۳۱۰	بشہ (بہر مفسد مصلوۃ ہے) کا جواب۔	۲۷۱
۳۱۱	مکڑوں کے چلا کر تکبیریں کرنے کے مفسد ہونے کی وجہ۔	۲۷۲
	رسالہ مکبر الصوت میں استفارہ ۲ جس میں مستفتی نے نماز میں استعمال پسکیر	۲۷۳
۳۱۶	کے چھ مفسد ذکر کئے ہیں۔	
۳۱۸	استفارہ ۲ کا جواب، پہلے مفسدہ کا رد۔	۲۷۴
۳۱۹	مبلغ کا قائم کرنا بجا و مستحب نہ نہیں۔	۲۷۵
۳۲۱	نماز میں اقامت مبلغ کو طریقہ مسنونہ کہنا درست نہیں۔	۲۷۶
۳۲۲	بہر امام سنون ہے۔	۲۷۷
۳۲۲	جب امام کسی آواز پہنچ رہی ہو تو مبلغ بنایا بیانا بے جا ہے۔	۲۷۸
۳۲۲	دوسرے مفسدہ کا رد۔	۲۷۹
۳۲۲	تیسرے مفسدہ کا رد۔	۲۸۰
۳۲۲	نماز میں اپنے مقتدیوں کا خیال رکھنا سنون ہے۔	۲۸۱
۳۲۳	چوتھے مفسدہ کا رد۔	۲۸۲
۳۲۲	پانچویں اور چھٹے مفسدہ کا رد۔	۲۸۳
۳۲۶-۳۲۵	نماز میں استعمال پسکیر کے چھ فوائد۔	۲۸۴
۳۵۵-۳۲۷	ضمیمہ مکبر الصوت۔	۲۸۵
۳۲۹-۳۲۸	ولا تجہر بصلواتک الخ کا شان نزول۔	۲۸۶
	اس شان نزول کے پیش نظر تشریح آیت کی صورت اول جو مانعین کی دلیل	۲۸۷
۳۲۹	بنتی ہے۔	



سفر	سائل	شمار
۲۲۹	جن مغربین نے تشریح مذکور فرمائی ان کے نزدیک یہ آیت منسوخ ہے۔	۲۸۸
۲۳۱-۲۳۰	آیت مذکورہ کی تشریح کی دوسری صورت جو مثبت مدعا ہے۔	۲۸۹
۲۳۱	عبارت فقہار سے کس تشریح کا ثبوت۔	۲۹۰
۲۳۳	تفاسیر سے تشریح مذکور کا ثبوت۔	۲۹۱
۲۳۴	آیت مذکورہ و احادیث مرفوعہ سے بالخصوص بھر قوی کا ثبوت۔	۲۹۲
۲۳۴-۲۳۵	احادیث موقوفہ و عبارت فقہار سے ثبوت۔	۲۹۳
۲۳۹-۲۳۷	سراج دہاج کی عبارت اذا جہل حق الحجة فقد اساء کا جواب۔	۲۹۴
۲۳۹	گنبد دار صاحب سے اثبات۔	۲۹۵
۲۴۰	صدائے گئی گئی آیت سجدہ سے سجدہ واجب نہ ہونے سے جو شبہ پڑتا ہے، اس کا رد۔	۲۹۶
۲۴۲-۲۴۱	اس شبہ کا جواب کہ استعمال پیکر سنت مسترد کا خلاف ہے (قیام ببلعین سنت نہیں)	۲۹۷
۲۴۲	پیکر سے سنی گئی آواز بعد پیکر کی آواز ہے۔	۲۹۸
۲۴۷	وحدت آواز وحدت نوعی ہے۔	۲۹۹
۲۵۱	اس شبہ کا جواب کہ پیکر استعمال کرنے کی صورت میں نزدیک والے مقتدی دوسری آواز سنتے ہیں لہذا یہ منکر وہ ہے۔	۳۰۰
۲۵۲	اس شبہ کا جواب کہ احتیاط اس میں ہے کہ نماز میں پیکر استعمال نہ کیا جائے۔	۳۰۱
۲۵۳	اس شبہ کا ازالہ کہ اگر پیکر دوران نماز بند ہو جائے تو دور والوں کی نمازیں برباد ہو جائیں گی۔	۳۰۲
۲۵۴	اس شبہ کا ازالہ کہ پیکر ایجا و کفار اور ان کی مجالس کفر میں استعمال ہوتا ہے۔	۳۰۳
	نماز میں استعمال پیکر کے متعلق استفسار جس میں تین اشکالات مذکور ہیں،	۳۰۴



صفحہ	سائل	شمار
۴۵۵	ما اقدر من لسيد دخل ملاصرات آيت محمد مننا مہر مہر	
۴۵۶	۳۰۵ فاعل مختار کا وہ کام جو کسی آلہ غیر مختار کے ذریعہ انجام پائے فاعل مختار کا کام ہی شمار ہوتا ہے۔	
۴۵۷	۳۰۶ اسرائیل کی آواز کو تار کے ذریعہ سنائی جائے گی، اس کے باوجود بیت جحون السداحی فرمایا گیا۔	
۴۵۸	۳۰۷ آیت ولات جہس سے دوران نماز استعمال سپیکر کے عدم جواز پر استدلال کا جواب۔	
۴۵۹	۳۰۸ سپیکر کے متعلق مختصراً استفادہ اور اس کا جواب۔	
۴۶۰	۳۰۹ نماز عیدین یا جمعہ وغیرہ میں سپیکر اور کچرین دونوں کا انتظام ہونے کی حکم ہے؟ (استفتاء)	
۴۶۱	۳۱۰ ماہنامہ نوری کرن کے بارہ سوالات اور ان کے جوابات (استفتاءات)	
۴۶۲	۳۱۱ اجتماع نماز عیدین و جمعہ میں استعمال سپیکر کے متعلق استفادہ۔	
۴۶۳	باب مایجوز فی الصلوۃ وما لا یجوز ————— ۵۲۲-۴۹۳	
۴۶۴	۳۱۲ سنیوں کے ساتھ مذکی وجہ سے آمین اور پکی کہنا سخت حرام ہے۔	
۴۶۵	۳۱۳ بوجہ ضد نماز آرائین کہنا باقی نمازیوں کے مشروع میں بھی نقص ڈالتا ہے۔	
۴۶۶	۳۱۴ اشتمال الصماکر کی تفسیر اور اس سے نفی۔	
۴۶۷	۳۱۵ کب لہوڑ کر یا نہیں جانب شانے پر ڈالی جائے تو یہ اشتمال الصماکر داخل نہیں۔	
۴۶۸	۳۱۶ ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا مکروہ نہیں بلکہ تحسن ہے۔	
۴۶۹	۳۱۷ لباس سر پہنچ کر نماز پڑھنا ضروری ہے۔	
۴۷۰	۳۱۸ لباس منتر سے زائد ہر وہ لباس جو شرعاً جائز ہو اور باعث زینت نہ بنے، سنون و تحسن ہے۔	



صفحہ	مسائل	شمار
۵۰۲	بلاد جبر و جبرینے کے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔	۳۱۹
۵۰۲	بجالت نماز اگر ٹوپی گر جانے کو عمل قلیل سے اٹھا کر سر پر رکھ لینا افضل ہے۔	۳۲۰
۵۰۳-۵۰۴	عمامہ بمع ٹوپی یا صرف ٹوپی یا صرف عمامہ پہننا، تینوں طریقے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔	۳۲۱
۵۰۵	عمامہ بمع ٹوپی پہن کر نماز پڑھنے کے بارے میں مستغنی کی نقل کردہ حدیث کی کتاب میں نہیں ملی۔	۳۲۲
۵۰۵	مطلقاً عمامہ پہن کر نماز پڑھنے کی فضیلت میں دو ضعیف حدیثیں۔	۳۲۳
۵۰۹-۵۰۹	حدیث "ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق ٹوپیوں پر عملے ٹپ کی بحث۔	۳۲۴
۵۰۷	قادری ٹوپی، ترکی ٹوپی، جناح کیپ علامت اسلام ہیں۔	۳۲۵
۵۰۷	گاندھی ٹوپی وغیرہ جو شعائر کفر ہیں، ممنوع ہیں۔	۳۲۶
۵۰۸	فتنہ کی کسی کتاب میں نہیں کہ اسلی ٹوپی یا کیلا عمامہ پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے اور یہ بھی نہیں کہ نماز میں عمامہ بمع ٹوپی ضروری ہے۔	۳۲۷
۵۱۰	فضائل دعا۔	۳۲۸
۵۱۲-۵۱۱	تین مرتبہ دعا سنوں ہے۔	۳۲۹
۵۱۳-۵۱۲	ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا ثبوت۔	۳۳۰
۵۱۳	نماز کے بعد تین مرتبہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز و مستحب ہے۔	۳۳۱
۵۱۳	نماز کے بعد دعا مانگنے کا ثبوت۔	۳۳۲
۵۱۶	نماز میں امام کو تخفیف کرنی چاہئے۔	۳۳۳
۵۱۸	دعا وغیرہ کو اتنا سبب نہیں کرنا چاہئے کہ فتویٰ اکتا جائیں۔	۳۳۴
	استفسار، گھڑی کا پھین سٹیل یا رولڈ گولڈ وغیرہ کسی دھات کا پہننا کیسا ہے۔	۳۳۵





صفحہ	سائل	شمار
۵۱۹	پہنکو نماز کا کیا حکم ہے؟	
۵۲۰	لوہے کی انگوٹھی کی ممانعت کو چھین کی ممانعت پر دلیل بنا دیتے ہیں۔	۳۳۶
۵۲۱	یرخیال کہ کٹر اسکھوں کا شعار ہے لہذا چھین منع ہے بے جا ہے۔	۳۳۷
۵۲۲	گھڑی کا چھین لوہے، تانبے، پتیل کا جائز ہے۔	۳۳۸
۱۲۴	سونے چاندی کے علاوہ کسی دھات کا چھین ناجائز نہیں۔	۳۳۹
۳۸۱-۳۸۲	جب یقینی طور پر انسان جان لے کر فلاں کام اسی وقت میرے ذمہ فرض ہے تو طاقت ہو تو ضرور کرے اگرچہ نماز میں ہو۔	۳۴۰
۳۸۱	نماز میں پتھلا کہ قبلہ اس طرف ہے تو ادھر پھر چلتے۔	۳۴۱
۳۸۱	کسی کو چھت سے گرے یا آگ میں جلنے یا پانی میں ڈوبنے کا خطرہ ہو اور اس نے نمازی کو فریاد کر دی تو نمازی پر نماز تو ٹوٹ کر مدد کرنا ضروری ہے۔	۳۴۲
۳۸۸	نابینا کسی اور سمت تخری سے نماز شروع کرے، بعد ازاں کوئی اسے قبلہ کی طرف پھیر دے تو اس کی نماز جائز ہے۔	۳۴۳
۳۸۹	ریض بوجہ غلبہ مرض رکوع سجود اور رکعتوں کا خیال نہیں رکھ سکتا تو اگر کوئی اسے ساتھ ساتھ بتا جائے اور وہ اس کے مطابق ادا کرتا جائے تو نماز جائز ہو سکتی ہے۔	۳۴۴
۳۹۴	لکھی ہوئی عبارت دیکھ کر نمازی سمجھ لے اور زبان سے نہ پڑھے تو نماز نہیں ٹوٹی۔	۳۴۵
۳۹۴	وہ تمام صورتیں جن میں نمازی کو خبر و علم اور تذکرہ حاصل ہو جائے لیکن وہ تکلم نہ کرے، مفسد نماز نہیں۔	۳۴۶
۳۹۴	کسی غیر کے کہنے یا آنے سے نمازی کا وہ کام کرنا جو جزو نماز نہیں، مفسد	۳۴۷

شمارہ	مسائل	صفحہ
۳۴۸	نماز نہیں جبکہ وہ کام قلیل ہو۔	۳۹۵
۳۴۹	نماز کو سلام کہا جائے تو ہاتھ کے اشارے سے جواب دے سکتا ہے۔	۳۹۶
۳۵۰	نماز کے آگے سے کوئی گزرنے لگے تو نماز کے اشارے سے تسبیح سے رک سکتا ہے۔	۳۹۶
۳۵۱	نماز کا پڑھنے والے کو انگلیوں کے اشارے سے بتانا کہ اتنی رکعتیں پڑھ چکے ہیں۔	۳۹۶
۳۵۲	مفسد نماز نہیں۔	۳۹۶
۳۵۳	نماز کی سرکے ساتھ ہاں یا نہیں کا اشارہ کر سکتا ہے۔	۳۹۶-۳۹۷
۳۵۴	کسی بات کا غفلتوں میں جواب دینا مفسد نماز ہے مگر جہاں حدیث پاک سے	۳۹۸
۳۵۵	بفرض اصلاح نماز اجازت ہے وہاں ہرگز مفسد نہیں۔	۳۹۸
۳۵۶	اذا کار سبحان اللہ اکملہ وغیرہ اگر بفرض جواب دے لے تو نماز فاسد و رذہ نہیں۔	۳۹۸
۳۵۷	وہ کلام جو جنس اذکار سے نہیں مطلقاً مفسد ہے۔	۳۹۸
۳۵۸	باب القنارۃ ۵۲۳—۵۵۰	
۳۵۹	بڑی سورت کو دو رکعتوں میں تقسیم کر کے پڑھنا بلا کر اہت جائز ہے قرآن اعادیت	۵۲۴-۵۲۵
۳۶۰	فقہ سے استدلال۔	
۳۶۱	فاتحہ کے بعد سورت یا تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت کا پڑھنا واجب ہے۔	۵۲۶
۳۶۲	نماز میں فاتحہ الکتاب کا پڑھنا واجب مگر مقتدیوں کو منوع ہے۔	۵۲۸
۳۶۳	فرضوں کی تیسری یا چوتھی رکعت میں فاتحہ کا پڑھنا ضروری نہیں۔	۵۲۸
۳۶۴	نماز فرض چونکہ اصل میں دو رکعت فرض ہوتی تھی لہذا آخری رکعتوں میں قنارت	۵۲۹
۳۶۵	ضروری نہیں۔	۱۲۵
۳۶۶	فاتحہ کے بعد مکمل سورت پڑھنا ضروری نہیں۔	۵۲۸
۳۶۷	افضل یہ ہے کہ فاتحہ کے بعد ہر رکعت میں مکمل سورت پڑھی جائے۔	۵۳۵



شمار	مسائل	صفحہ
۳۶۲	نماز میں دوران قنوت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پاک کے ساتھ دعوہ شریف پڑھا جائے تو نماز فاسد نہیں ہوتی۔	۵۳۶
۳۶۳	بعد از فاتحہ قنوت میں کوئی آیت دوبارہ پڑھی جائے تو نماز بلا کراہت درست ہے سجدہ سہو واجب نہیں۔	۵۳۸
۳۶۴	ان تتبعون الا سجلا کی جگہ ان هذه الاسجلا پڑھا گیا تو نماز فاسد نہ ہوگی	۵۳۹
۳۶۵	قنوت کی پہلی رکعت میں بعد والی اور دوسری رکعت میں اول کی سورت اگر قصداً پڑھی تو مکروہ ہے، نوافل و سن میں مکروہ نہیں۔	۵۴۰
۳۶۶	وتروں کی پہلی دو رکعتوں میں پچھلی اور تیسری میں پہلی سورت قصداً پڑھنا مکروہ ہو نا چاہئے۔	۵۴۱
۳۶۷	تراویح میں جب قرآن کریم شتم کرے تو دوسری رکعت میں بعد از فاتحہ سورہ بقرہ کی پہلی آیتیں تلاوت کرے۔	۵۴۱
۳۶۸	قدر مات جوزب الصلوۃ کے بعد امام آیت چھوڑ کر دوسری کی طرف منتقل ہو جائے اور کوئی مقتدی لغیر دے دے تو تحقیق یہ ہے کہ کسی کی نماز فاسد نہیں ہوگی خواہ امام لغیر لے یا نہ لے۔	۵۴۲
۳۶۹	معاذ اللہ انہ ربی کے بجائے معاذ اللہ ربی انہ پڑھا گیا تو نماز درست البتہ اگر قصداً پڑھا تو اچھا نہیں۔	۵۴۲
۳۷۰	قاری کے بھرنے کی چند صورتوں کی وضاحت۔	۵۴۲-۵۴۳
۳۷۱	سورہ مزمل پڑھتے ہوئے جب خیر التجدد تک پہنچا تو آخر سورہ جمعہ خیر من اللہی الایہ پڑھ لیا اس کی آٹھ مرتبیں ہیں تمام میں نماز درست ہے۔	۵۴۷



شمار	مسائل	صفحہ
۳۷۲	پہلی رکعت میں سورہ صفت اور دوسری میں البقرہ کا رکوع پڑھا، اگر قصداً کیا تو مکروہ ورنہ نہیں۔	۵۵-۵۴۹
۳۷۳	نمازی کا قمرہ میں بھول جانا اور غیر نمازی کا لقمہ دینا اس کی متعدد صورتوں کا	۳۹۳-۳۹۱
۳۷۴	بیان بسخ وضاحت فساد و عدم فساد نماز۔	۳۹۳
۳۷۵	نمازی قرآن کریم دیکھ کر پڑھے تو اس کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔	۳۹۳
۳۷۵	حافظ جو کہ بلا دیکھے پڑھے، دیکھ کر پڑھے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی۔	۳۹۳
باب الوتر والنوافل ————— ۵۵۱-۵۸۱		
۳۷۶	مستحب یہ ہے کہ نزدیک کو دو مسلمانوں کے ساتھ پڑھا جائے۔	۵۵۳
۳۷۷	ہر ترویج کے بعد چار رکعتوں کی مقدار ٹھہرنا مستحب ہے، اس وقت تسبیح پڑھے	۵۵۴
۳۷۸	یا قرآن کریم یا فضل یا چپ رہے۔	۵۵۴
۳۷۸	نماز تراویح میں ہر دو رکعت کے بعد تسبیح کے لئے بیٹھنا مکروہ ہے۔	۵۵۴
۳۷۹	ظہر اور جمعہ کی پہلی چار سنتوں کے پہلے قعدہ میں درود شریف اور تیسری رکعت کی ابتدا میں شمار اور اعوذ پڑھا جائے اور باقی سنتوں اور نفلوں میں پڑھا جائے۔	۵۵۶
۳۸۰	اگر تراویح اکٹھی چار رکعت پڑھی جائیں تو پہلے التحیات پر درود شریف اور تیسری رکعت میں سبحانک اللہم پڑھا جائے۔	۵۵۷
۳۸۱	محققین کے نزدیک جمعہ کی کچھلی چار سنتوں کے پہلے قعدہ میں درود پاک اور تیسری رکعت کی ابتدا میں شمار و تہود پڑھا جائے۔	۵۵۸
۳۸۲	افضل یہ ہے کہ نماز جمعہ کے بعد پہلے چار سنتیں بیگ لایم پھر دو سنتیں پڑھی جائیں۔	۵۵۸
۳۸۳	فرض عشاء کی جماعت سے رہ جانے والا وتروں کی جماعت میں شامل ہو سکتا ہے۔	۵۵۹-۵۶۲-۵۶۸-۵۶۱
۳۸۴	اکیلا فرض پڑھنے والا جماعت کے ساتھ تراویح پڑھ سکتا ہے۔	۵۶۱



صفحہ	سائل	نمبر
	دیر سے آنے کے باعث اگر کسی نماز کو پوری نہیں کر سکا تو جماعت و ترمیم شامل ہو سکتا ہے۔	۳۸۵
۵۶۱-۵۶۶		
۵۶۷	تراویح کا وقت فرض عشرہ کے بعد صبح صادق تک وتر سے پہلے اور پیچھے ہے۔	۳۸۶
	ایسی کوئی حدیث نہیں کہ نماز تراویح میں جبرائیل سامع ہوتے تھے، ایک دن ہند آئے	۳۸۷
۷۳۴	تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تراویح نہ پڑھائی۔	
۷۳۴	کسی معتد کتاب میں یہ نہیں کہ بلا سامع نماز تراویح نہیں ہوتی۔	۳۸۸
۳۴۴	نماز تراویح کی نیت میں عشرہ کا وقت کہنا ضروری نہیں۔	۳۸۹
	فضل، سنت اور تراویح میں مطلق نماز کی نیت کافی ہے البتہ احتیاط یہ ہے کہ	۳۹۰
۳۴۴	نماز تراویح میں تراویح کی نیت کرے یا سنت و وقت کی یا قیام اللیل کی۔	
	فخر کی سنتیں دوسری تمام سنتوں سے زیادہ مکملہ ہیں، حدیث فخر کی سنتیں تک کرو	۳۹۱
۱۲۱	اگرچہ نہیں گھوڑے روند ڈالیں۔	
	اجتہاد صحابہ و تابعین فخر کی سنتیں جماعت کے نزدیک ستون یا دیوار وغیرہ کی آڑ میں	۳۹۲
۱۲۲	ادافر ماتے تھے۔	
۱۲۲	یہ ضروری ہے کہ سنت فخر کی وجہ سے جماعت کلی طور پر فوت نہ ہو۔	۳۹۳
۱۲۲	مسئلہ مذکورہ میں دلیل مخالفت (إذا اقيمت الصلوة الخ) کا جواب۔	۳۹۴
	تحیۃ المسجد و تحیۃ الرضو کو فرض و سنن و نوافل میں ادا کرنا اور اس کے علاوہ	۳۹۵
۵۷۴	دیگر متعلقہ احکام کا تفصیلی فتوہ ہے۔	
	جنب، محدث، مجنون، نائم، مسکران، مہمی، حائض، نفسا بلکہ کافر آیت سجدہ	۳۹۶
۴۵۰	پڑھے تو سامع پر سجدہ تلاوت واجب ہو جاتا ہے۔	
۶۷۱-۶۷۳	انفلی نماز کی جماعت اگر تداوی کے بغیر ہو تو مکروہ نہیں۔	۳۹۷



شمار	سائل	صفحہ
	باب حجة السهو — ۵۸۳-۵۹۷	
۳۹۸	نماز جمعہ وعیدین میں ترک واجب سے سجدہ سہولازم ہو جاتا ہے، تو لب متاخرین کی وضاحت۔	۵۸۶
۳۹۹	فاتحہ کے بعد سورت یا اس کے عوض آیات اگر سہوانہ پڑھی جائیں تو نماز ہوگئی البتہ ترک واجب کی وجہ سے سجدہ سہولازم ہے۔	۵۸۸-۵۸۷
۴۰۰	سجدہ سہو کے متعلق فقہائے حنفیہ کا اختلاف ہے کہ ایک سلام کے بعد سہوا دو کے بہتر ایک سلام کے بعد ہے۔	۵۸۹
۴۰۱	فاتحہ کے بعد نام چار آیت کی مقدار پڑھ کر بھول گیا، فقرہ دیا گیا جو اسے سمجھ نہ آیا، وہ آیت چھوڑ کر اگلی طرف منتقل ہو گیا تو نماز درست ہے، سجدہ سہو نہیں۔	۵۹۰
۴۰۲	صبح یہ ہے کہ پہری نماز میں ایک آیت آہستہ پڑھنے پر سجدہ سہولازم ہو جائے،	۵۹۲
۴۰۳	عید کی تکبیریں سہوارہ جائیں تو سجدہ سہو سے نماز کامل ہو جاتی ہے۔	۵۹۴
۴۰۴	پہلی رکعت میں امام نے قرأت شروع کر دی، بعد فقرہ تکبیرات کہیں اور دوسری رکعت میں سہوا چار تکبیریں کہ دیں، سجدہ سہو کر لیا تو نماز ہوگئی۔	۵۹۶
	باب لؤۃ المسافر — ۵۹۹-۶۱۵	
۴۰۵	مسافر تعدۃ اولیٰ بیٹھ کر چار رکعت پوری پڑھاوے تو اس کی نماز اور مقیم مقتدیوں کی نماز کا حکم۔	۶۰۱-۵۸۳
۴۰۶	مسافر نے تقسیم کی اقتداء میں نماز شروع کر کے توڑ دی تو اُب دو رکعت پڑھے یا چار؟	۶۰۳
۴۰۷	جنگی قیدی چار رکعت والی فرض نمازوں میں ٹھہر کریں۔	۶۰۵
۴۰۸	مجاہد مفرودھن میں دوسرے مسلمانوں کی طرح نماز پڑھے۔	۱۲۵



شمار	مسائل	صفحہ
۴۰۹	آیات واحادیث و کلام فقہاء سے بہترین فتوے کے مسافر کے لئے اراے میں مستحسن مسنون ہے۔	۶۱۵-۶۰۹
	باب صلوٰۃ الجمعۃ والعیدین — ۶۱۶-۶۱۸	
۴۱۰	رسالہ "انوار النعمان الدولہ" نے جو تہ اسلئے نکا دولہ	۶۱۸-۶۵۴
	(نوٹ) اس رسالہ میں تیرہ مختلف مسائل ہیں، ان میں مسئلہ اولیٰ یہ ہے کہ جمعہ کے لئے شہر جامع شرط ہے۔	
۴۱۱	حنفی مذہب میں نہ چھوٹے گاؤں میں نماز جمعہ ہے نہ بڑے میں بلکہ نئے شہر میں بھی نہیں جب تک جامع نہ ہو۔	۶۲۱
۴۱۲	تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ آیت جمعہ میں امر عام مخصوص ہے بعض	۶۲۱-۶۲۳
۴۱۳	حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حدیث کے مطابق جمعہ کیلئے جامع شہر کی شرط ہے۔	۶۶۲
۴۱۴	مخالفین کی دلیل "حدیث جوائی" کا جواب۔	۶۲۳-۶۲۴
۴۱۵	چند احادیث سے اس بات کا ثبوت کہ اہل حوائی جمعہ مدینہ طیبہ میں پڑھا کرتے تھے	۶۲۵-۶۲۶
۴۱۶	متعدد اجمالی و تفصیلی فتوے کہ گاؤں میں جمعہ نہیں	
	شہروں میں ضروری ہے۔	۶۵۴-۶۶۶
۴۱۷	مسجد کا پختہ ہونا اور گاؤں کا شہر بننا جمعہ کے لئے مجوز نہیں۔	۶۹۷
۴۱۸	گاؤں میں فرضیت جمعہ کے انکار کرنے والے کو کافر کسانہ عظام و صاحبہ کلمہ	
	کافر کہنے کے مترادف ہے۔	۶۵۹
۴۱۹	اگر کوئی بزم خود دیہات میں جمعہ پڑھے تو فرض ظہر ضرور ادا کرے۔	۶۶۱
۴۲۰	جمعہ پڑھنے کی شرط۔	۶۶۳



ردیف	سائل	شمار
۶۶۵	احتیاط الظہر بعض وجوہ کی بنا پر صرف خواص کے لئے مستحب ہے۔	۴۲۱
۶۶۶	عورتیں نماز عیدین میں شریک نہیں ہو سکتیں۔	۴۲۲
۶۶۱-۶۶۰	گاوں میں نماز عیدین بلا تکبیرات نفل بجماعت پڑھے جاسکتے ہیں۔	۴۲۳
۶۰۵	جنگی قیدیوں پر نماز عید لازم نہیں۔	۴۲۴
۵۹۵	خطبہ جمعہ فرض اور شرط حجاز ہے اگر بلا خطبہ پڑھا جائے جائز نہیں۔	۴۲۵
۵۹۵	صرف ذکر اللہ سے خطبہ ادا ہو جاتا ہے اور قرآن کریم سے بھی۔	۴۲۶
۵۹۵	دوسرا خطبہ دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا، تمام مسلمانوں کے لئے دعا کرنا، حمد و ثناء اور صلوٰۃ کے ساتھ شروع کرنا نیز خلفاء راشدین کا ذکر کرنا خطبہ کے سنن و استحباب ہیں۔	۴۲۷
۵۹۵	تمام خطبہ عربی زبان میں ہونا سنت متواترہ ہے، اس کا خلاف برا ہے۔	۴۲۸
۶۶۴	خطبہ میں حصص ہاتھ میں لینا سنت ہے۔	۴۲۹
۳۰۰	خطبہ شروع ہونے سے پہلے آنے والا لوگوں سے گزر کر محراب کے قریب آسکتا ہے۔	۴۳۰
۳۰۱	بوقت خطبہ قوم کے لئے امام کی طرف منکرنا مستحب ہے۔	۴۳۱
۳۰۷	قرأت و خطبہ میں تعیلل ایہا میں سے اجتناب چاہئے۔	۴۳۲
۶۷۸	دارھی منڈوانے والے کی باجارت خطیب صاحب تقریر کی وجہ سے بالرشک چلا جانا اور جبہ چھوڑنا خود قابل نفرت ہے۔	۴۳۳
	مسائل ششہ ۷۲۷-۷۳۲	
۶۹۵	نماز کے سامنے اتنا دور سے گزرنے کا جائز ہے کہ باخوشوع جب جائے سجود پر نظر رکھے تو اس پر نظر نہ پڑے۔	۴۳۴



غزالی کا ۱۱/۱۱





شمار	مسئل	صفحہ
۴۳۵	نماز کو پیشانی رگڑنے کا نام دینا اور اس سے استنزار بدترین حرام ہے۔	۷۲۹
۴۳۶	لہجہ استنزار میں اللہ اکبر کہنا گناہ اور بے ادبی ہے۔	۷۳۱
۴۳۷	پابندی صوم و صلوٰۃ و حجہ کی وجہ سے محول کرنا حرکت کفریہ اور توہین شریعت ہے۔	۷۳۲
باب الجنازہ ————— ۷۷۹-۷۲۵		
۴۳۸	بالکل چھوٹا بچہ یا مرد یا عورت دونوں غسل دے سکتے ہیں۔	۷۸۱
۴۳۹	اقسام غسّے کی مکمل تشریح۔	۱۱۹
۴۴۰	اُن علامتوں کا بیان جن کی موجودگی میں غسّی کو مرد کا حکم ہے۔	۳۶۲
۴۴۱	غسّہ مرد کو مردوں کا اور غسّہ عورت کو عورتوں کا حکم ہے۔	۱۲۰
۴۴۲	غسّے کی شکل کو غسل یا تمکیر کرنے کی صورتیں۔	۱۲۱
۴۴۳	نماز جنازہ کی جن دعاؤں میں ضمیروں کی تذکیر و تانیث کا فرق ہے، غسّے کی شکل کے لئے مذکور شمار لائی جاتی ہیں۔	۱۲۱
۴۴۴	غلیبہ تذکیر کی وجہ سے غسّی کی شکل کہا جاتا ہے، غسّی کی شکل نہیں کہا جاتا۔	۱۲۱
۴۴۵	غسّے کی شکل کو دفن کرتے وقت عورتوں کی طرح پردہ کیا جائے۔	۱۲۱
۴۴۶	اس امر کا بیان کہ جنازہ غسل میں غسّی کو مرد شمار کیا جائے یا عورت نیز یہ کہ غسّی کی شکل کا حکم کیا ہے؟	۵۴۹
۴۴۷	ایسا مرد جو مصنوعی شہرہ بن جائے، غسل و جنازہ وغیرہ میں مرد ہی ہے۔	۵۴۹
۴۴۸	کلو گوزانیہ کا جنازہ پڑھا جائے۔	۶۸۱
۴۴۹	ایسے شخص کا جنازہ فرض ہے جو عمر بھر سقین کے ساتھ نماز پڑھتا رہا اور اس کا جو بیٹا ہو	۶۸۲
	شرعی شہادت سے ثابت نہیں۔	۶۸۲
۴۵۰	روزہ کی حالت میں مرنے والے کا جنازہ دوسرے اہل اسلام کی طرح ہے۔	۱۱۶

صفحہ	مسائل	شمار
۱۱۸	ہر نیک و بد مسلمان کا جنازہ پڑھا جائے۔	۴۵۱
۱۱۹	خود کشی کرنے والے کا جنازہ پڑھا جائے۔	۴۵۲
۵۴۹	ہر مسلمان کا جنازہ لازم ہے البتہ ڈاکو یا باغی جو دہشتی یا بیعت کے دوران قتل ہو جائے یا ایسا شخص جو اپنے باپ یا ماں کا قاتل ہو ان کا جنازہ نہ پڑھایا جائے۔	۴۵۳
۵۴۹	زنا چوری وغیرہ کو حلال جاننے والا شخص مسلمان ہی نہیں لہذا نہ تو اس کا جنازہ ہے اور نہ ہی اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جاسکتا ہے۔	۴۵۴
۶۸۶	بلار کو ع و سجدہ نماز پڑھنے والے اور قرآن پاک کے ۴۵ پاروں کے قائل کا جنازہ ستیروں کو پڑھنا جائز نہیں۔	۴۵۵
۶۸۸	سیدوں کے جنازہ میں شیعہ کی شمولیت سے اجتناب کیا جائے۔	۴۵۶
۶۹۱-۶۹۹	حدیث من صلی علی میت کی تشریح میں عبارت کبیری کی توضیح۔	۴۵۷
۶۹۵	نماز جنازہ میں پوچھنی تکبیر کے بعد فوراً دونوں ہاتھ کھول کر سلام کہے، نماز جنازہ میں چوتھی تکبیر کے ساتھ ہی دونوں ہاتھ چھوڑ دے پھر دونوں طرف سلام کہے۔	۴۵۸
۶۹۳	نماز جنازہ میں امام کے ساتھ ہنسی بخول کا حکم۔	۴۵۹
۶۹۵	بلا جنازہ یا بلا تکبیل غسل دفن کئے گئے کا جنازہ قبر پر پڑھنا فرض ہے۔	۴۶۰
۶۹۵	بلا ولی اقرب جنازہ پڑھ کر دفن کئے گئے کی قبر پر ولی اقرب جنازہ پڑھ سکتا ہے۔	۴۶۱
۶۹۳	قبرستان کے سامنے یا درمیان نماز جنازہ کی متعدد صورتیں اور ان کے لگ الگ احکام تفصیل تام نیز نجاست بلا حجاب یا بوجاب قریب ہونے کے احکام۔	۴۶۲
۶۹۳	نماز جنازہ کے فوراً بعد اور تدفین سے فاسخ ہو کر قبرستان کے باہر چالیس قدم تک دعا مانگنے کے حوازیں آیات و احادیث و اقوال ائمہ کے عزم سے ثبوت۔	۴۶۳
۶۹۳	بالخصوص دعا بعد جنازہ کا صحت ثبوت۔	۴۶۴



شمار	مسائل	صفحہ
۴۶۶	باخصوص دفن میت کے بعد وعاء کا حکم۔	۷۰۶
۴۶۷	سات دن تک میت کی طرف سے طعام کھلانے کا ثبوت۔	۷۰۸-۷۰۷
۴۶۸	وعاء بعد جنازہ۔	۷۱۲
۴۶۹	اگر قبرستان مشرق کی طرف ہے تو جنازہ لے جاتے ہوئے پاؤں جانب قبلہ کئے جائیں یعنی میت کا سر اُگے رہے۔	۷۱۳-۷۱۸
۴۷۰	قطب شمال کی طرف منہ کر کے قضاہ حاجت یا پاؤں کر کے سونا یا وقت غسل میت کے پاؤں کرنا جائز ہے۔	۷۱۳-۷۱۳
۴۷۱	میت کے لئے ایک قریب کی گئی سکن اسے دوسری قبر میں دفن کیا گیا تو پہلی قبر کوٹھی سے پڑ کیا جائے یا کسی اور میت کو اس میں دفن کر دیا جائے۔	۷۲۰-۷۲۱
۴۷۲	مزار تک ہونے کی وجہ سے صاحب مزار کو قبر سے نہ نکالا جائے۔	۷۲۱
۴۷۳	تکبیل دفن کے بعد قبر اکھٹینا، میت باہر نکالنا ممنوع و حرام ہے۔	۷۲۱
۴۷۴	میت کو امانت رکھنا پھر نکال کر دوسری جگہ دفن کرنا منع ہے۔	۷۲۲
۴۷۵	اسی مضمون کا ایک اور فقرہ۔	۷۲۳-۷۲۲
۴۷۶	قبر پر پھول بکھیرنا اور ماش وغیرہ ڈالنا مباح ہے۔	۷۲۲
۴۷۷	کتاب وصنت کا اطلاق عجت ہے۔	۱۱۶
۴۷۸	شرعاً اطلاق اتنا قوی ہوتا ہے کہ خصوصاً سبب یا خبر واحد اور قیاس سے بھی ترفع نہ ہو۔	۴۱۸
۴۷۹	عمر و اطلاق سے استدلال زمانہ صحابہ سے آج تک علماء میں شائع و نالغ ہے۔	۴۳۳
۴۸۰	نفی درود وحدیث نفی وجہ نہیں، نفی صحیح نفی حسن و ضعیف نہیں اور نفی مرفوع نفی موقوف نہیں۔	۳۰۶



شمار	مسائل	صفحہ
۲۸۱	فضائل اہمال میں ضعیف حدیث بھی مقبول ہے۔	۳۰۴-۲۳ ۵۰۵
۲۸۲	حدیث کو قوت حجت ہے۔	۳۰۹
۲۸۳	استحباب ضعیف حدیث سے بھی ثابت ہو جاتا ہے۔	۳۰۹
۲۸۴	حدیث شریک ہمارے اور جہوکے نزدیک حجت ہے۔	۳۳۵
۲۸۵	حضور کا فعل صحابی پر مطلع ہو کر منع نہ فرمانا دلیل جواز ہے۔	۲۲۳
۲۸۶	حکایت فعل مثبت عام نہیں ہوتی۔	۲۲۳
۲۸۷	فعل مثبت کے افراد متماثلہ میں قیاس جواز ثابت ہو سکتا ہے۔	۲۲۳
۲۸۸	صور عزم بلوی میں کسی حدیث کا بطور خبر واحد ہی پایا جانا القطع معنوی کی دلیل ہے۔	۲۷۵
۲۸۹	دیانات میں خبر واحد معتبر ہے۔	۲۷۸
۲۹۰	زیادة الشقة مقبولة۔	۲۰۹
۲۹۱	صحابی کا کنان فعل فرمانا حدیث مر فرع کے حکم میں ہے۔	۲۱۲
۲۹۲	شان نزول اگرچہ خاص ہو مگر مستبر عموم لفظ ہوتا ہے۔	۳۰۰-۱۵۹
۲۹۳	قرنی امام اعظم کے قول پر دیا جائے پھر امام ابو یوسف کے قول پر۔	۱۶۷
۲۹۴	ان الفاظ کا بیان جو مختلف فیہ مسائل میں ترجیح و افتاء پر وال ہیں۔	۱۶۷
۲۹۵	اس کا بیان کہ الفاظ افتاء میں سے کونسا لفظ کس پر مقدم ہے۔	۱۶۸
۲۹۶	بہ یفتی، الفتویٰ علیہ سے زیادہ نوکد ہے مع وجہ فریق۔	۱۶۸
۲۹۷	قول مر جرح کے ساتھ فتوے دینا جمل اور اجماع کی مخالفت ہے۔	۲۱۳-۱۸۰
۲۹۸	اختلافی مسائل میں منہی کرافتن داخل قول پر فتوے دینا چاہیے۔	۲۰۳
۲۹۹	منقول کے خلاف بحث معتبر نہیں۔	۲۵۷
۵۰۰	مافی السرائر مافی الشریح سے اور مافی الشریح مافی الفتاویٰ سے مقدم ہے۔	۲۵۷-۲۸ ۵۹۰



شمار	مسائل	صفحہ
۵۰۱	قنبرہ اور اس کے مصنف زاہدی اور قسطنطینی پر تبصرو۔	۵۹-۲۵۷
۵۰۲	سراج دماج ضعیف و غیر معتبر کتاب ہے۔	۲۳۷
۵۰۳	درختار، منہر، شرح عینی، الاشباہ والنظائر، قسطنطینی سے فتوے کا بیان۔	۲۹۲
۵۰۴	کبھی ایک مصنف کی غلطی کی وجہ سے بیس کتابوں میں غلطی آجاتی ہے۔	۲۹۲-۲۹۳ ۶۷۴-۶۷۵
۵۰۵	فتاویٰ حنبلیہ میں فقہ خانہ اُنس صد زیادہ غلطیات مذکور ہیں۔	۶۷۶
۵۰۶	”صل“ امام محمد علیہ الرحمہ کی کتاب کا نام ہے۔	۲۷۰
۵۰۷	مغفوم مخالف روایات میں معتبر ہے۔	۳۰۶
۵۰۸	اشیاء میں اصل اباحت ہے۔	۲۵۴-۲۵۵ ۲۷۷-۲۷۸-۵۱۹
۵۰۹	کراہت تحریمی ہو یا تنزیہی، بلا دلیل خاص ثابت نہیں ہو سکتی۔	۲۶۲
۵۱۰	ترک مستحب سے کراہت لازم نہیں آتی۔	۲۶۲
۵۱۱	تحقیق کامل کے سوا کسی چیز کو حرام یا مکروہ ماننے میں احتیاط نہیں بلکہ احتیاط اس کے	
	مباح ماننے میں ہے۔	۲۷۷-۲۷۸
۵۱۲	بلا علم فتوے دینے کے متعلق دو حدیں ہیں۔	۱۱۸
۵۱۳	ہر زمانہ میں اس زمانہ والوں کا عرف معتبر ہے۔	۲۱۳
۵۱۴	ثابت بالعرف ثابت بالنص کی مانند ہوتا ہے۔	۲۱۳
۵۱۵	لفظ ”لا“ جیسے حرام و مکروہ تحریمی کے لئے آتا ہے یونہی مکروہ تنزیہی اور خلاف الی	
	کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔	۵۶۲
۵۱۶	مکروہ تنزیہی حرام کا مقابل اور جائز ہوتا ہے۔	۶۷۲
۵۱۷	مکروہ تحریمی سے بچنا واجب ہے۔	۶۷۲
۵۱۸	بلا دلیل خاص شرعی کسی شے کو حرام و مکروہ کہنا جھوٹ و حرام ہے۔	۳۷۲



صفحہ	سائل	شمار
۳۴۳	بلا تحقیق و ثبوت کامل حرام و مکروہ کہنا انفرادی ہے۔	۵۱۹
۳۴۳	قوی گمان ممانعت نہ ہو تو تحقیقات کی ضرورت نہیں۔	۵۲۰
۳۴۴	اطلاق مطلق بمنزلہ نص ہے۔	۵۲۱
۴۱۶	فرض و حرام ایسی آیت یا حدیث متواتر سے ثابت ہوتے ہیں جو اپنے معنی پہلے عام کے ساتھ یقینی طور پر دلالت کرے۔	۵۲۲
۴۲۲	رعایت خلاف کے لئے کام کرنے کے استحباب کے مراتب دلیل مخالف کے قوت و ضعف کے لحاظ سے مختلف ہیں۔	۵۲۳
۴۲۶	ترک استحباب سے کراہت لازم نہیں آتی۔	۵۲۴
۳۰۵	المباحات تصدیقات بالنیات الصالحات۔	۵۲۵
۲۹۰	معاصر خلاف اصل ہے جب تک تطہیر ممکن ہو مگر حکم نہ کیا جائے۔	۵۲۶
۲۲۸	حقیقت ہی اصل ہے جب تک اس سے مانع نہ ہو مجاز کی طرف رجوع نہیں کیا جاتا۔	۵۲۷
۳۳۸-۳۳۶	اسماء و عنوانات کا اختلاف جبکہ معنوں و لفظی ایک ہو قطعاً مضر نہیں۔	۵۲۸
۳۳۸	مقلد اگر معتبر کتابوں کی نقل کے موافق دے تو اس کے فتوے کو نہ دیکھا جائے۔	۵۲۹
۴۲۶-۴۲۴	برعت حسنہ کی چند قسمیں۔	۵۳۰
۴۲۶	برعت سنیہ کی تعریفیں۔	۵۳۱
	متفرقات	
۵۹۲	بیٹھ و غیرہ سے بد فعلی کے ثبوت کے لئے دوا ایسے شاہ ضروری نہیں جنہوں نے فعل بد کا بعینہ مشاہدہ کیا ہو۔	۵۳۲
۵۹۳	بکری وقت مقرر سے پہلے بچہ گرا دے یا بلا لعل ہی دودھ اُتر آئے تو وہ دودھ حلال ہے۔	۵۳۳
۵۹۳	بکرے یا مینڈھے کا دودھ اُتر آئے تو وہ حلال ہے۔	۵۳۴



شمار	مسائل	صفحہ
۵۳۵	قتل کی جھکی بھوک، پیکس اور غشی کی تفصیل تام کر کہ درتوں میں روزے کا افطار	
۱۱۹-۱۱۶	مباح ہے لاکھن عورتوں میں ضروری ہے۔	
۱۱۶	بحالت روزہ، موت کے فضائل میں دو حدیثیں۔	
۵۳۷	روزے کی نیت کا وقت صلوٰۃ الکبرائے تک ہے یا زوال تک، فقہاء کرام کی مختلف	
۲۵۲-۲۵۳	عبارتیں جمع و جبر اختلاف۔	
۲۵۳	مسئلہ مذکورہ کے متعلق ضروری تنبیہ۔	
۵۳۸	قربانی کی کھالیں اور گوشت غنی یا غریب کو دیا جاسکتا ہے جبکہ بطور ضروری نہ ہو۔	۱۸۵
۵۳۹	فقیر مال زکوٰۃ کا مالک بن جانے کے بعد اسے تعمیر مسجد پر خرچ کر سکتا ہے۔	۱۸۸
۵۴۰	جنگی قیدیوں پر ماہ رمضان المبارک کے روزے فرض ہیں، ماہ رمضان ہی میں رکھیں	
۶۰۶-۶۰۵	تو بہتر، رخصت پر عمل کریں تو جائز، زوال عذر کے بعد قضاء لازم ہوگی۔	
۵۴۲	سفر حج والکے پاس پر خرچ نہیں تو اسے زکوٰۃ دینا جائز ہے لیکن اسے سلال کی	
۵۵۰	اجازت نہیں۔	
۵۴۳	بیع میں کوئی معیار قیمت معین نہیں کہ اس کی خلاف ورزی سے فساد لازم آئے	
۱۹۲	صرف باہمی رضامندی کافی ہے۔	
۲۰۰	اصحاب صفۃ کی تعداد تقریباً چار صد تھی۔	
۲۱۶	شعر اگرچہ کلام و فوائد پر مشتمل ہو تو یقیناً اچھا ہے۔	
۲۱۷	حضرت حسان کے چند اشعار۔	
۲۱۹	بری بات کو حج سے تشبیہ دینا اور حج، مدینہ منورہ یا مکہ مکرمہ سے استہزاء و کفر ہے	
۲۱۹	بطور استہزاء یا استحقاق کلمہ کفر کہنا کفر ہے گو شکم کا وہ اعتقاد نہ ہو۔	
۲۱۹	احکام شرع سے استہزاء کفر ہے۔	



شمار	سائل	صفحہ
۵۵۰	حرام کو حلال کہنا کفر ہے۔	۲۱۹
۵۵۱	بے نکاحی عورت اپنے پاس رکھنا بہت بڑا گناہ ہے۔	۲۱۹
۵۵۲	زنا بہت بڑا جرم ہے۔	۲۱۹
۵۵۳	زنا کی بہت بڑی سزا ہے جو حکام اسلام کا کام ہے، لوگوں کو چاہئے کہ قانون کے اندر رہتے ہوئے ایسے شخص کو توبہ کرنے پر مجبور کریں یا اس سے الگ تھلگ ہو جائیں۔	۲۱۹
۵۵۴	بیوی کے مرنے کے بعد اس کی ہمیشہ سے نکاح ہو سکتا ہے۔	۴۱۷
۵۵۵	دارھی منڈولنے والا صحیح روایت سے وعظ کرے تو جائز ہے۔	۶۷۸
۵۵۶	دارھی منڈوانا سخت گناہ ہے مگر کفر نہیں اس سے سید کے بیٹے چوبیس فرق نہیں پڑتا۔	۶۷۸
۵۵۷	صحیح النسب یعنی سادات اہل منت کے سروں کے تلج ہیں۔	۶۷۸
۵۵۸	سادات کو چاہئے کہ حضرات ائمہ اطہار رضی اللہ عنہم کی طرح شریعت کے مطابق دارھی رکھیں۔	۶۷۸
۵۵۹	شرعاً دارھی کا مشیت بھر رکھنا واجب ہے۔	۳۵۰
۵۶۰	مسوڑھے سے خون نکالنا مفسد روزہ نہیں۔	۳۵۰
۵۶۱	حضرت اویس قرنی کے والد کا نام عامر ہے۔	۳۵۰
۵۶۲	عشر یا نصف الحشر مثل پیداوار سے لیا جاتا ہے۔	۳۵۰
۵۶۳	عالم عامل کامل ولی صاحب کرامات کو مظہر عجائز نبوت کہنا جائز ہے۔	۳۵۲
۵۶۴	سرنے کی انگوٹھی مرد کو مفرد حضرت میں حرام ہے۔	۷۱۹-۷۱۸
۵۶۵	شرعاً پندرہ سال کا لڑکا بالغ ہو جاتا ہے اگرچہ احتلام نہ آئے۔	۳۵۹-۳۵۵



صفحہ	مسائل	شمار
۳۶۱	نکاح رجسٹرار ہونا کیسا ہے؟	۵۶۶
۲۶۹	حکمتِ ذبیحہ کے لئے دارح کا مسلمان عاقل ہونا کافی ہے۔	۵۶۷
۲۶۹	ولد الزنا جبکہ مسلمان بھودار ہے تو اس کا ذبیحہ ہلا کر اہمیت جائز ہے۔	۵۶۸
۳۱۱	بد مذہبوں کے مجلسوں میں جانا حرام ہے مگر مناظرہ وغیرہ کے لئے جائز ہے۔	۵۶۹
۳۶۵	حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھڑپڑنے کی نسبت کرنے والا بلیا میں مرتب ہے۔	۵۷۰
۳۱۵	مرتد کا کفر، یہود و نصاریٰ، ہندوؤں اور سکھوں کے کفر سے زیادہ بُرا ہے۔	۵۷۱
۳۱۶-۳۱۵	کفر کا لغوی اور شرعی معنی۔	۵۷۲
۳۶۶	مردار گائے یا بھینس کا جام تار کر بے تکلفی کے بعد بیچنا جائز ہے۔	۵۷۳
۳۱۹	اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی شان میں کلمات بے ادبی بولنا خبیث باتی کی دلیل ہے۔	۵۷۴
۳۲۰	حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما انبیاء و رسل کے بعد افضل البشر ہیں۔	۵۷۵
۳۲۰	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی اور واجب الاحترام ہیں۔	۵۷۶
۳۲۲	فرمانبردار بیوی کو سفر حج میں ساتھ لے جانا اور بے فرمان کو نہ لے جانا گناہ نہیں، حج جائز ہے کارِ ثواب ہے۔	۵۷۷
۳۲۳	کرکریوں کے عوض روپیہ لینا رشوت ہے۔	۵۷۸
۳۲۵	زنا کا بہتان لگانے والے کی سزا قرآن کریم نے اتنی کوڑے مقرر فرمائی۔	۵۷۹
۳۲۷	علاج کے لئے باؤلے کتے کے جگر کا حکم۔	۵۸۰
۳۲۹	عدت میں نکاح کرنے سے نکاح خواں کا نکاح ٹوٹتا ہے یا نہیں؟	۵۸۱
۴۹۴	دارحی منڈانا حرام ہے۔	۵۸۲
۴۹۴	دارحی شہت بھر رکھی جاتے۔	۵۸۳
۵۲۰	چاندنی کی انگوٹھی مرد کے لئے جائز ہے جبکہ زنہ یا فاسقانہ نظر کی نہ ہو۔	۵۸۴



شمار	سائل	صفحہ
۵۸۵	مردانہ طرز کا اور عورت مردانہ طرز کا جو تانہ پہنے۔	۵۲۰
۵۸۶	عینک، چھڑی، نایہ لگی ہوئی دستار اور اچکن وغیرہ استعمال کرنا جائز ہے۔	۵۲۱
۵۸۷	آیت سجدہ تلاوت کرنے والا سامع کے لئے بمنزلہ امام ہے۔	۳۸۳
۵۸۸	اہل اللہ کے عرس کا جواز۔	۶۳۰
۵۸۹	زیارت قبول کا جواز۔	۶۳۱-۶۳۰
۵۹۰	مسلمانوں کے اجتماع کا فائدہ۔	۶۳۱
۵۹۱	صاحب عرس سے استمداد کا جواز۔	۶۳۱
۵۹۲	طراقات، سلام اور مصافحہ کے فوائد۔	۶۳۲
۵۹۳	ضرورت تبلیغ۔	۶۳۲
۵۹۴	نیک کام کے لئے وقت مقرر کرنا۔	۶۳۳
۵۹۵	کھلے بندوں قوالی غیر مشروع ہے۔	۶۳۹
۵۹۶	گھڑولی منع ہے۔	۶۳۹
۵۹۷	طعام حاضر رکھ کر ٹپھنا شرعاً جائز ہے۔	۶۳۹
۵۹۸	ساتواں پسلم جب کہ در ثار بطیب خاطر کریں اور ان میں سے کوئی تعلیم و غیر حاضر ہو، مستحب ہے۔	۶۴۳
۵۹۹	فکر کا دیر سے پختہ بنانا اور روضہ بنانا بدعت صالحہ ہو تو جائز ہے۔	۶۴۳
۶۰۰	حضرت عقیل رضی اللہ عنہ نے ائمہ المؤمنین ائمہ حبیبہ رضی اللہ عنہا کا روضہ بنایا۔	۶۴۵
۶۰۱	مستطعم شرعی کے ہاتھ پاؤں چومنے کا ثبوت۔	۶۴۵
۶۰۲	جواز استعانت واستمداد بالخلق کا ثبوت۔	۶۴۶
۶۰۳	خاص استمداد و امداد بعد از موت کا ثبوت۔	۶۴۸



شمار	مسئل	صفحہ
۶۰۴	اگر پہلے مرشد کا انتقال ہو جائے تو دوسرے مرشد سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔	۳۶۳
۶۰۵	مرشد وہی ہو سکتا ہے جو عالم دین، سنی اور پابند شریعت ہو۔	۳۶۳
۶۰۶	داڑھی رکھنا ضروری ہے۔	۶۶۷
۶۰۷	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منافقوں کی شرارتوں پر مطلع ہو جاتے تھے۔ آپ چلیا	
۶۰۸	اگے دیکھتے تھے ویسا ہی پیچھے دیکھتے تھے۔	۶۶۹
۶۰۸	شہادت کا نصاب دو مرد ہیں یا ایک مرد اور دو عورتیں اور وہ بھی	
۶۰۹	پابند شریعت ہوں۔	۶۸۴
۶۰۹	درست نیت سے "اے علی مرتضیٰ مجھے بخش دے" کہنا جائز ہے۔	۶۸۴

تم الفہرین





تقریر سعید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سید احمد سعید کاظمی

مدرسہ سرکاری جہات اہل سنت پاکستان
مدرسہ سرکاری تنظیم المدارس (الہیست) پاکستان
مدرسہ شیخ الحدیث مدرسہ عربیہ الازہر العلوم ملتان

نمبر (مدرسہ) 30480
نمبر (کتاب) 74861

قادیانہ کالونی
پولیس لائن روڈ - ملتان

نور الخیرۃ جمادی الاخریٰ

سید سعید

الحمد لله الذي نور الافاق والاعطار واستار
بقوسه عالم الانوار والصلوة والسلام على حبيب
سيد البرار، نور الانوار، محمدا المختار و
آله وصحبه الاخيار، وبعد فيقول العبد الفقير
الى مولاي القدير، احمد سعيد الكاظمي الحصري قد
طالعته من بعض المقامات الفتاوى النورية
لا عظم الفقهاء المحسن العلامة فضيلته الشيخ
الحاج محمد استاذ العتبات مولانا الخیر محمد نور الله
النعمانی القادری الانواری شہسوار علومہ بازرعۃ و اعمار
غیوضہ طالعۃ فوجدتہا مزینۃ بالجزئیات الفقہیۃ مؤیدۃ
بالدلائل القویۃ موشحۃ بالعبارات الانبیۃ نجزاء اللہ عنا
عن سائر المسلمین جزاء رضنا موافقنا لنعیم مکاتبا الفضل
اصنعنا بطول بقائہ منہ و سر منہ منقذات الکلمات از تجالاما
طالعت الکتاب استعجالا و صلوات اللہ تعالیٰ علی حبیبه و آلہ وصحبہ
امنار دینہ و علما و شریعتہ اجمعین و انا الفقیر المذنب احمد سعید کاظمی
عفی عنہ و لولایہ مولای القوی



ترجمہ لفظ سعید

مب لغز نہیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے زمین و آسمان کے اطراف و اکناف کے منور فرمایا اور جس کے نور سے عالم انوار مستنیر اور روشن ہوا اور اس کے حبیب خاص جو نیکویں کے سرور، منبع انوار اور محمد مختار ہیں اور ان کی آل و برگزیدہ اصحاب پر تمام رحمتیں اور سلامتی نازل ہو۔

حمد و صلوة کے بعد قدرت و الحمولی کا عاجز محتاج بند احمد سعید کاظمی کہتا ہے کہ تمام فقہار سے عظیم تر، بہت زیادہ علم والے عالم پیشوا، اساتذہ العظام، الحاج مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی قادری (ان کے علوم کے سرچ ہمیشہ چمکتے رہیں اور فیوض کے چاند ہمیشہ طلوع رہیں) کے فتاویٰ سے نوریہ کے بعض مقالات کا، اچھی طرح مطالعہ کیا تو اسے جزئیات فقہیہ سے مزین مضبوط دلائل کے ساتھ ترمید اور نفیس عبارات سے آراستہ پایا، اللہ تعالیٰ ان کو ہماری اور تمام مسلمانوں کی طرف سے ایسی بہترین جزا عطا فرمائے جو اس کی نعمتوں اور فضل کے برابر اور مساوی ہو اور اپنے کرم و احسان سے ان کی دوزخی حیات کے ساتھ ہمیں نفع عطا فرمائے۔

میں نے یکلمات و سطوح جلدی میں لکھی ہیں جیسے اس کتاب کا جلدی میں مطالعہ کیا، اللہ تعالیٰ اپنے حبیب خاص پر اور آپ کی آل پر، آپ کے اصحاب، آپ کے دین کے امانتداروں اور آپ کی شریعت کے تمام علماء پر رحمتیں بھیجے

فقیر احمد سعید کاظمی

اسے اور اس کے والدین کو قوت و الامولی اپنی مغفرت سے نوازے۔



وقت مجدد

جامع تحول و متحول استاد الاسلامہ حضرت مولانا علامہ عطاء محمد ہندیا لوی
چشتی گورکھ پوری مدظلہ العالی، ہندیا سے ضلع سرگودھا



اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلَیْہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اٰہِلِہِمَا اَتَمَّ اَبَعَدُ:

ابتداءً افریش انسان سے حافی اور شیطانی قوتوں کی باہمی درپیش رہی ہے۔ ہر دور میں
ہر قوت کے رئیس نے اپنی قوت کا مظاہرہ کیا، باہسیل کے مقابلہ میں قابیل پیدا ہوا اور ابراہیم
علیہ السلام اور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلہ میں نمرود، موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ فرعون سے ہوا
توسید الانبیاء کا مقابلہ ایک بڑے فرعون ابولہب سے ہوا اور پھر برسرال کے بعد اللہ تعالیٰ نے
مجددین کی ایک عمت پیدا فرمائی جنہوں نے دین سے مطلقین کی بدعات کو نکال کر دین کی تجدید فرمائی۔
علمائے زمان مجتہدین کی ایک علامت یہ بیان فرمائی ہے کہ گزشتہ صدی کے

اختر اور آئندہ صدی کے ذل میں ان کے علم و رشد و ہدایت کا شہرہ ہوتا ہے۔ حضرت مولانا
احمد رانی انجیر شیخ الحدیث فقیر اعظم محمد نور اللہ صاحب قدس سرہ میں (مجدد ہونے کی اہم علامت
مدرجہ) ائمہ پائی جاتی ہے۔

یہ فقیر محرابیں سطور ایک مدرس ہے۔ تدریس کے بغیر دیگر کسی علمی مشغل سے
قاصر ہے لیکن فقیر اعظم محمد نور اللہ صاحب قدس سرہ اس امر کے کہ ان کی صحت قابل رشک نہ تھی بے شمار
صلہ صیتوں کے مالک تھے۔ بندہ یہاں آپ کی چند صلاحیتوں کی نشاندہی کرتا ہے :

اول

دارالعلوم خفیہ فریدیہ کی عالیشان تعمیر اور بہت بڑا کتب خانہ۔

دوم

اس دارالعلوم میں سینکڑوں دینی طلباء کی رہائش، کتابوں اور خورد و نوش کا انتظام
یعنی فقیر اعظم اس عظیم دارالعلوم کے ناظم اعلیٰ تھے اور کسی دارالعلوم کی نظامت
جتنی عظیم ذمہ داری ہے کہ دوسری طرف تو جو بہت مشکل ہے۔

سوم

حضرت فقیر اعظم اس دارالعلوم کے شیخ الحدیث تھے۔

چارم

آپ بلند پایہ مفتی بھی تھے اور آپ کا فتویٰ پاکستان کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی مقبول عام تھا۔

پنجم

چونکہ آپ سلسلہ عالیہ قادریہ کے مجاز تھے اس لئے مدرسین و متوسلین کا ایک عظیم حلقہ
رکھتے تھے اور متوسلین کی رشد و ارشاد کا بھاری بوجھ بھی آپ کے کانچوں پر تھا۔

ششم

تبلیغ دین کے لئے جلسوں اور کنونشنوں میں تشریف لے جاتے اور مہینوں کو محفوظ فرماتے۔



ہفتم

اہل سنت کی سیاسی اور مذہبی تنظیموں میں مجلس عاملہ اور شوراے کے رکن تھے۔

ہشتم

اکثر علماء و مشائخ کو دیکھا گیا ہے کہ ان کی اولاد یا تو علم سے محروم ہوتی ہے یا برائے نام عالم دین اور با دنیاوی علوم سے بہرہ ور لیکن فقیہ یا عظیم نے اپنے تمام بیٹوں کو علم دین کی اعلیٰ تعلیم دی۔

نہم

حضرت فقیہ اعظم ایک بلند پایہ مصنف بھی تھے چنانچہ فتاویٰ نور یہ اس کی بہترین مثال ہے فتاویٰ نور یہ کے مطالعہ سے آپ کا تجربہ علی واضح ہوتا ہے اور اس کی خصوصیت یہ ہے کہ مسائل نے اگر سوال میں اجمال سے کام لیا ہے تو مفتی اعظم نے سوال کی تمام شعبوں پر تفصیل سے بحث فرمائی ہے۔

فتاویٰ نور یہ میں جدید مسائل پر بھی بحث کی گئی ہے جو کہ ایک بہت بڑا کارنامہ ہے، ہو سکتا ہے کہ فتاویٰ کے بعض مسائل پر بعض علماء کو خلاف یا اختلاف لیکن اکثر مسائل باصواب کی دائینی ہی پڑتی ہے کیونکہ ہر عالم آدمی کی ہر تصنیف پر اختلاف اور اختلاف ہوتا آیا ہے کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے

فان رد فقد رد قبل الوف

کل واحد منهم حقیقاً بل بصفوف

”یعنی میری تحقیق اگر رد کر دی گئی تو کوئی علم کی بات نہیں ہے کیونکہ مجھ سے قبل ہزاروں کو رد کر دیا گیا اور یہ بڑا بھی ایسے تھے کہ ہر ایک ان تمام ضغوغ کا مقابلہ کرتا تھا“

اس وقت دارالعلوم خیرہ سریدہ کے ناظم اعلیٰ مولانا امجد علی محمد صاحب نور یہ زید



ہیں جو کہ بہتید عالم در علم دوست ہیں اور مفتی اعظم کے سجادہ نشین بھی ہیں۔
 ہر کسی خواہ کی یہی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے عظیم شہن کو کامیابی سے
 ہماری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِيْنَ يٰ اَرَبَّ الْعٰلَمِيْنَ

حررہ الفقیر مغل محمد چشتی گولڑوی



ایک انقلاب آفریں کتاب

فقیر العصر حضرت علامہ غلام رسول سعیدی دامت فیوضہم، شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی

فتاویٰ نوریہ سے پہلی بار میں اس وقت متعارف ہوا جب محترم عابد نظامیؒ سابق مدیر ضیائے حرمؒ نے مجھے اس کی پہلی جلد تصدیق کرنے کے لئے دی، یہ تبصرہ تو میں بعض وجوہات کی بنا پر نہ لکھ سکا لیکن یہ جلد میرے زیرِ ملاحظہ رہی۔ مجھ سے بعض اکا بر علماء نے یہ کہا کہ اس پر تبصرہ نہ لکھو کیونکہ بعض مسائل میں حضرت مصنف (رحمۃ اللہ) نے جو علماء سے اختلاف کیا ہے۔ مجھے عابد نظامیؒ کا یہ جلد آج بھی یاد ہے کہ حضرت فقیہ اعظم (قدس سرہ) نے جو لکھا ہے، سو سال بعد تمام علماء کا اسی پر اتفاق ہو گا۔

فتاویٰ نوریہ سے میری دلچسپی کی ایک خاص وجہ یہ ہے کہ مجھے زمانہ طالب علمی سے یہ بتایا گیا تھا کہ ہمارے نزدیک چلتی ٹرین کے سفر میں نماز جائز نہیں ہے۔ میرا ہر سال لاہور سے کراچی ٹرین میں سفر ہوتا تھا، میں لوگوں کو ٹرین میں نماز پڑھتے دیکھتا اور اس بات پر کڑھت کہ چلتی ٹرین میں نماز نہیں پڑھ سکتا اور یہ دنیا دار اور ڈاڑھی منڈے لوگ نماز پڑھ رہے ہیں اور اللہ کے مترکے ہوئے فرض کو بھلا رہے ہیں تا آنکہ میں نے پہلی بار فتاویٰ نوریہ میں اس مسئلہ پر میر جمل بحث پڑھی اور بے اختیار حضرت فقیہ اعظم (نور اللہ مرقدہ) کے لئے دل سے دعائیں نکلیں، میں نے اطمینان کا سانس لیا اور تشریح صمد کے ساتھ چلتی ٹرین میں نمازیں پڑھیں اور فرض عین کو قصداً ترک کرنے کے گناہ اور وبال سے بچا۔ جو مسلمان فرض نماز کو ادا کرنے کے



ذمہ داری کا احساس رکھتے ہیں اور فرائض کی قدر و قیمت سمجھتے ہیں اور قصد نماز ترک کرنے کے گناہ سے ڈرتے ہیں وہ یقیناً حضرت فقیہ اعظم کی اس شہداءانہ بصیرت اور اس علی خدمت کی اہمیت کو سمجھتے ہوں گے اور اس فتوے کے شائع ہونے کے بعد جتنے مسلمانوں نے حلیہ میں نمازیں پڑھی ہوں گی ان سب کی نمازوں کا اجر و ثواب حضرت فقیہ اعظم (دام اللہ نعینہ) کے فضل سے عمل کی زینت بنے گا۔ اس کے بعد میں دورہ حدیث کی تعلیم میں ہمیشہ طلباء کو حضرت فقیہ اعظم (نور اللہ رحمہ) کے دلائل کی روشنی میں حلیہ ترین میں نماز پڑھنے کی تلقین اور تبلیغ کرتا رہا اور جب اللہ تعالیٰ نے مجھے شرح صحیح مسلم لکھنے کی توفیق دی تو میں نے اس مسئلہ پر بہت زیادہ غور و خوض کیا اور مزید حوالہ جات کو تلاش کیا اور اس مسئلہ کو قرآن مجید احادیث صحیحہ اور عبارات فقہاء کی روشنی میں لکھا اور مانعین کے تمام شکوک و شبہات کے تفصیل اور مسکت جوابات لکھے لیکن مجھے اس حقیقت کا اعتراف بلکہ اظہار کرنے میں کوئی تاثر نہیں ہے کہ اس مسئلہ میں رہنمائی اور روشنی مجھے فتاویٰ نوریہ سے ہی ملی۔

دوسرے معرکہ آرا مسئلہ انتقال خون کا تھا۔ ہمارے عام علماء انتقال خون کو ناجائز کہتے ہیں لیکن میں سوچتا تھا کہ آج کے زمانہ میں انتقال خون علاج معالجہ کی ایک ناگزیر ضرورت ہے۔ جب کسی شخص کا کوئی بڑا آپریشن ہوتا ہے جب کوئی کسی گاڑی کے حادثہ میں زخمی ہو جاتا ہے اور جسم کا بہت سا خون بہہ جاتا ہے تو اس کے علاج اور بعض اوقات اس کی جان بچانے کے لئے انتقال خون (یعنی کسی دوسرے شخص کا خون اس کے جسم میں پمپنا، ناگزیر ہوتا ہے) اسی طرح جس شخص کو بلڈ کیفر ہو اس کا علاج ہی صرف یہ ہے کہ اس کے جسم کا سارا خون بدل دیا جائے۔

ہمارے عام علماء نے اس مسئلہ پر غور و فکر نہیں کیا بلکہ روایتی انداز میں انتقال خون کو ناجائز کہتے رہے۔ میں سوچتا تھا کہ ہمیں اس انسانی مسئلہ پر غور کرنا چاہئے تاکہ ہم میں نے پہلی بار اس کے جواز پر حضرت فقیہ اعظم (طاب اللہ ثراہ) کا مفصل فتوے پڑھا اور



میری ذہنی غلطی دور ہوئی میں اس مسئلہ پر مسلسل مطالعہ اور غور و فکر کرتا رہا اور جب اللہ تعالیٰ نے مجھے شرح صحیح مسلم لکھنے کی سعادت عطا کی تو میں نے اس مسئلہ کو بہت شرح و بسط کے ساتھ لکھا لیکن یہاں بھی میری فکری رہنمائی کا سبب حضرت فقیر اعظم (اسکنہ اللہ الجنۃ الفردوس) کا فتوے ہی بنا تھا۔

اسی طرح بعض مسائل میں تو اردو اور توافقی بھی ہوا مثلاً رمضان شریف میں تنہا فرض پڑھنے والے کے متعلق ہمارے ہاں یہ شہو ہے کہ وہ امام کی اقتدار میں نماز وتر نہیں پڑھ سکتا۔ اس مسئلہ میں شروع سے میری رائے یہی رہی ہے کہ ایسا شخص امام کے پیچھے وتر پڑھ سکتا ہے پھر میں نے دیکھا کہ فتاویٰ نور میں بھی یہ مسئلہ اسی طرح لکھا ہے اور میں نے اس کے بعض دلائل سے استفادہ بھی کیا اور شرح صحیح مسلم میں یہ مسئلہ بہت تفصیل سے لکھا، بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ حضرت پیر مہر علی شاہ گوٹروی (رحمۃ اللہ و قدس اسرارہ) کا بھی یہی فتوے ہے۔

حضرت فقیر اعظم (شکوۃ السامعیہ) کے زم سے میں پہلی بار اس وقت متعارف ہوا جب طالب علمی میں دوران سبقت ایک بار یہ مسئلہ چھڑ گیا کہ گرامام کی آواز لاؤ دسپیکر کے ذریعے مقتدیوں تک پہنچے تو آیا اس امام کی اقتدار میں نماز جائز ہے یا نہیں مجھے بتایا گیا کہ اس مسئلہ پر حضرت فقیر اعظم (رحمۃ اللہ علیہ) کا رسالہ "مکبر الصوت" چھپا ہوا ہے دیر رسالہ فتاویٰ جلد اول میں ہے لوگ اس مسئلہ پر اختلاف تو کرتے ہیں لیکن اس رسالہ کے دلائل کا جواب پیش کرنے سے قاصر ہیں اور یوں حضرت کی علمی وجاہت مجھ پر آشوب ہوئی اور اب تو نہیں کس سے زیادہ گزر گئے اور مانعین میں سے کوئی شخص تاحال اس رسالہ کے دلائل کا جواب نہیں لکھ سکا۔

میرے استاد صاحب حضرت مولانا عطاء محمد ہندیلوی (دعنا اللہ بطول حیاتہ) نے فرمایا ہیں کہ امام کا لاؤ دسپیکر کے ذریعہ مقتدیوں تک اپنی آواز پہنچانا زیادہ اولیٰ ہے کہ یونکہ اس طرح



بغیر کسی کراہت کے امام کی آواز مقتدیوں تک پہنچ جاتی ہے ورنہ مجتہدین کے کھڑے کرنے میں
بعض اوقات کراہت اور دشواری کا سامنا ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ فتاویٰ نوریہ ایک انقلاب آفرین کتاب ہے، اس میں
پیش آمدہ مسائل کا حل پیش کیا گیا ہے، یہ محققین، مدرسین اور مفتیوں کی رہنما ہے، طلباء کیلئے
فقہی معلومات کا انسائیکلو پیڈیا ہے اور عوام کے لئے دینی معلومات کا ایک بہت بڑا ذریعہ اور ماخذ
ہے۔ حضرت فقیر اعظم (رحمۃ اللہ علیہ) کے لائق صد فخر و فخر فرزند حضرت محمد محبوب اللہ نوری
دعید ختم، اپنی لگاتار محنت اور جانفشانی سے اس فتاویٰ کی دکش اور دہلر با طبعیت کر رہے
ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی کاوشوں کو ثمر آور کرے۔ ان کو حضرت والد گرامی (دعید اللہ فی حقہ) سے
کے فیوض سے نوانے سے اور فتاویٰ نوریہ کی برکات سے تابہد مسلمانوں کو مالا مال رکھے۔

علامہ رسول سعیدی
خادم الحیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی
۲۶ ذوالحجہ ۱۴۱۰ھ
۲۰ جولائی ۱۹۹۰ء





تحریر محمد مجتبیٰ الشافعی

عمرها و کعبه متجانسه می نالد حیات
آز بزم عشق تکیه و انامی راز آید برین

قبر نہا بادیکہ تا یک مرد حق پیداشود باز نیداندر خراسان یا اویس اندر قرض

حضرت نقیہ اعظم مولانا ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی علیہ الرحمۃ نسباً اراکین، مسلک حنفی اور مشرنا قادری تھے۔ آپ کے آباؤ اجداد صوفی مشرب، پاکیزہ سیرت اور صاحب دل بزرگ تھے۔ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا ابوالنور محمد صدیق قدس سرہ "م ۸۰ھ ۱۳۳۸ء" نے ایک کتاب کے سرورق پر حضرت علیہ الرحمۃ کا نام و نسب یوں تحریر فرمایا ہے

"علامہ دوران، قمامہ زمان محمد نور اللہ سلمہ ربہ بانی و مہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پوری ابن ننگ اسلاف، احقر العباد فقیر محمد صدیق ابن حضرت مولانا مولوی احمد الدین ابن سلطان التارکین مولانا محمد ابراہیم ابن مولانا مولوی جمال الدین

۱۔ سرورق "رسائل ابن عابدین" یہ کتاب راقم کی ذاتی لائبریری میں موجود ہے۔
۲۔ آپ کے آباؤ اجداد ملوث ضلع فیروز پور میں قیام پذیر تھے۔ آپ دل کے غنی اور بے ریا طبیعت کے انسان تھے۔ آپ کی ملکیت میں ساڑھے چار سو ایکڑ زمین تھیں۔ مگر محبت علم اور رضائے الہی کی خاطر جائیداد کو خیر باد کہتے ہوئے سکھوں کے عہد میں ہجرت کر کے ضلع اوکاڑہ کے ایک گاؤں میں آباد ہو گئے، اسی لئے آپ کو سلطان التارکین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

ابن مولانا حضرت حافظ محمد حبیب اللہ برقع پوش ملوثی فیروز پوری۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۶ رجب المرجب ۱۳۳۲ھ / ۱۰ جون ۱۹۱۴ء کو موضع سوجیکی ضلع اوکاڑہ میں ہوئی۔ ولادت سے قبل ہی خاندان کے بزرگوں کو ملت اسلامیہ کی اس عظیم شخصیت کے ظہور کی متعدد بشارتیں بذریعہ روئے صالحہ اور بوساطت اولیائے کرام مل چکی تھیں۔

تعلیم

حضرت علیہ الرحمۃ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد ذہدۃ الاصفیاء مولانا ابوالنور محمد صدیق چشتی علیہ الرحمۃ ”م“ ۱۳۸۰ھ / ۱۹۶۱ء اور جد امجد حضرت مولانا احمد الدین علیہ الرحمۃ ”م“ ۱۳۶۱ھ / ۱۹۴۲ء سے حاصل کرنے کے بعد سلف صالحین کی سنت کے مطابق طلب علم کے لئے سفر شروع کیا۔ آپ نے بڑی جانفشانی سے کام لیتے ہوئے متحدہ ہندوستان کے دور دراز مقامات پر جا کر متعدد علماء کرام سے علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل کی۔ اس سلسلے میں استاذ

لے موصوف بلند پتیہ عالم اور ولی کامل تھے۔ چہرہ انوار و تجلیات کا مرکز تھاروئے زیبا پر ہمیشہ حجاب رہتا اسی وجہ سے برقع پوش کے لقب سے مشہور ہوئے۔ تدفین کے بعد دوسرے روز ہی آپ کی مرقدا پاک کو لمبے لمبے سبزہ دار نے ڈھانپ لیا گویا بعد از وصال بھی اس محبوب بندے کی ادائے محبوبی کو باقی رکھا گیا۔

۱۰ مزید حالات کے لئے درج ذیل کتب کا مطالعہ کریں۔

(الف) حیات فقیہ اعظم (مولانا شبیر احمد ہاشمی) مطبوعہ لاہور ۱۹۸۳ء

(ب) انوار حیات (تذکرہ جلیلہ) مولانا ابوالنبیاء محمد باقر نورانی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء

(ج) تذکرہ فقیہ اعظم (ابوالاحسان) مطبوعہ لاہور ۱۹۶۴ء



العلماء حضرت مولانا فتح محمد جیبوی محدث بہاولنگری علیہ الرحمۃ ”م ۱۳۸۹ھ / ۱۹۶۹ء“ کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

حضرت علیہ الرحمۃ نے دوران تعلیم محنت لگن اور ذاتی مطالعہ سے وہ استعداد پیدا کی کہ اساتذہ بھی اس خداداد صلاحیت و لیاقت کے معترف تھے۔ اس ضمن میں آپ کے ہم جماعت حضرت علامہ جلال الدین صاحب جیون شاہی نے راقم سے اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

”میں آپ کو بچپن سے جانتا ہوں۔ میں نے آپ کو کبھی کھیتے ہوئے نہیں دیکھا بلکہ ہمیشہ محو مطالعہ ہی پایا۔ دوران تعلیم ایک دفعہ ہم دیوبندیوں کے مشہور مدرسہ مظاہر العلوم سارنپور میں گئے۔ یہاں کے قابل ترین اور تجربہ کار مدرس مفتی محمد اسد اللہ ان دنوں شش بازغہ پڑھاتے تھے۔ دوران سبق حضرت نے ایک اعتراض کیا مفتی مذکور نے جواب دیا حضرت نے پھر اعتراض کر دیا۔ اس طرح یہ سلسلہ کافی دیر تک جاری رہا۔ مفتی صاحب نے سبق ختم کر دیا۔ کافی دیر مطالعہ کرنے کے بعد اگلے روز پھر یہی سبق پڑھایا مگر حضرت کے تندو تیز اور مضبوط اشکالات کے جواب سے عاجز رہے۔ آخر مجھے (مولانا جلال الدین کو) مخاطب کر کے برملا یہ کہا

”تم میرے ہم پلہ ہو مگر تمہارے بھائی اور ساتھی مولانا محمد نور اللہ علم میں مجھ سے کہیں زیادہ آگے ہیں“

حضرت علیہ الرحمۃ علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل کے بعد حزب الاحناف لاہور تشریف لے گئے۔ جہاں شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا سید محمد دیدار علی شاہ الوری علیہ الرحمہ (م ۱۳۵۳ھ / ۱۹۳۵ء) اور مفتی اعظم پاکستان مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری علیہ الرحمہ (م ۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸ء) سے دورہ حدیث پڑھا۔ حضرت محدث الوری دورہ حدیث پڑھنے والوں کو



اکثر فرمایا کرتے۔

”اس بار تم مولانا محمد نور اللہ کی طفیل پڑھ رہے ہو“

دورہ حدیث مکمل کرنے کے بعد ۲۳ نومبر ۱۹۳۳ء ۶ شعبان ۱۳۵۲ھ کو سند فراغت و دستار فضیلت عطا کی گئی۔ اس موقع پر امام اہل سنت محدث انوری علیہ الرحمۃ نے آپ کو مطبوعہ سند کے علاوہ خصوصی اسناد سے بھی نوازا اور ابوالخیر کنیت عطا کی۔ بعد میں حضرت مولانا ابوالبرکات علیہ الرحمۃ نے آپ کو فقیہ اعظم کے لقب سے ممتاز فرمایا۔ غازی کشمیر مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری علیہ الرحمۃ (۱۳۸۰ھ ر ۱۹۶۱ء) نے بھی اپنے گرامی نامہ میں حضرت کے نام کے ساتھ فقیہ اعظم کا لقب تحریر فرمایا۔

جامع العلوم

حضرت فقیہ اعظم نور اللہ مرتدہ نے اپنی فطری ذکاوت و ذہانت سے زمانہ طالب علمی ہی میں علوم درسیہ کے متعدد علوم و فنون میں مہارت تامہ حاصل کر لی تھی۔ ایسے تمام علوم کی تعداد پچاس سے متجاوز ہے جن کی تفصیل یہ ہے

(۱) علم قرآن	(۲) علم حدیث	(۳) اصول حدیث	(۴) تفسیر
(۵) اصول تفسیر	(۶) فقہ (جلد ذاب)	(۷) اصول فقہ	(۸) عقائد
(۹) کلام	(۱۰) فرائض	(۱۱) رسم الاثناء	(۱۲) تصوف
(۱۳) سلوک	(۱۴) انشاق	(۱۵) سیر	(۱۶) شامک
(۱۷) اسماء الرجال	(۱۸) تاریخ	(۱۹) قراءت	(۲۰) تجوید
(۲۱) صرف	(۲۲) نحو	(۲۳) محاتی	(۲۴) بیان
(۲۵) بدیع	(۲۶) ادب	(۲۷) لغت	(۲۸) عروض و قوافی
(۲۹) فن تاریخ	(۳۰) منطق	(۳۱) فلسفہ	(۳۲) مناظرہ



(۳۲) ہندسہ	(۳۳) نبات	(۳۵) حساب	(۳۶) طب
(۳۷) توتیت	(۳۸) اشتقاق	(۳۹) تکبیر	(۴۰) نباتات
(۴۱) مثلثات	(۴۲) مربع	(۴۳) نظم و شعر عربی	(۴۴) نظم و شعر فارسی
(۴۵) نظم و شعر اردو، پنجابی (۴۶) جدل	(۴۷) تعبیر روایا	(۴۸) بیعیات	
(۴۹) فراست و قیافہ	(۵۰) سیاست	غیرہ وغیرہ	

مندرجہ بالا علوم میں نہ صرف یہ کہ آپ کو مکمل دسترس تھی بلکہ بعض پر تو آپ کی مستقل تصانیف موجود ہیں۔ مثلاً حدیث، فقہ، عقائد، صرف، نحو وغیرہ۔ دیگر علوم کے بارے میں آپ کی مہارت تامہ کا اندازہ آپ کی تصانیف سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

درس و تدریس

حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ نے تعلیم سے فراغت کے فوراً بعد درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس سلسلے میں آپ نے بنگلہ فاضلکا (بھارت) موضع واسوسالم، موضع سوچکی وغیرہ مقامات پر مدرسہ کی خدمات انجام دیں۔ کچھ عرصہ اپنے استاد گرامی حضرت مولانا فتح محمد صاحب محدث بہاولپور کے پاس ان کے مدرسہ مفتاح العلوم میں صدر مدرس رہے۔ ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء میں تحصیل دیپال پور کے ایک قصبے فرید پور میں دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے نام سے مدرسہ کی داغ بیل ڈالی۔ آپ کی قابلیت اور پر تاثیر تدریس کا شہرہ عام ہونے لگا۔ جملہ علوم و فنون درس نظامیہ کی تدریس کا کام انجام دیتے رہے۔ کسی بھی فن کا درس ہوتا طلبہ کے قلوب و اذہان میں عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع فروزاں کرتے چلے جاتے۔ اسی مقام پر ۱۳۳۳ھ/۱۹۱۴ء میں بخاری شریف سے دورہ حدیث کا آغاز فرمایا یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ دورہ حدیث کی اس پہلی جماعت میں دیگر تلامذہ کے علاوہ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد صدیق علیہ الرحمۃ بھی شریک درس تھے۔ طلباء کی بڑھتی ہوئی تعداد ایک عظیم



الشان علمی ادارے کی متقاضی تھی۔ جس کے لئے یہ جاگیر دارانہ ماحول مناسب نہ تھا۔ اس لئے آپ نے ۱۹۴۵ء تا ۱۳۶۴ھ کو بصیر پور میں ڈیرہ جمایا۔ یہ پسماندہ علاقہ خصوصاً وہ خطہ زمین جس پر اب دارالعلوم موجود ہے قزاقوں کا مسکن تھا۔ اس واوی غیر ذی زرغ کو اس عاشق مصطفیٰ نے اپنی شبانہ روز محنت، پیہم لگن اور جہد مسلسل سے عظیم یونیورسٹی بنا دیا۔ ذالک فضل اللہ یوحیہ من یشاء۔

آپ نے مسلسل پچاس سال قرآن، حدیث اور دیگر علوم و فنون کا درس دیا اسباق کی پابندی فرمائی۔ تدریس سے آپ کو بڑا شغف تھا۔ چنانچہ جب کبھی حرمین شریفین (زادہما اللہ شرفاً) میں حاضری کا موقع ملتا تو وہاں بھی تصوف و حدیث کا درس جاری رکھتے۔ اسی وجہ سے آپ محدث عرب و عجم کے لقب سے بھی مشہور تھے۔ ۱۹۷۶ء میں احقر کو بھی مسجد نبوی میں گنبد خضراء کے سایہ تلے آپ سے بخاری شریف پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

جب سنت یوسنی پر عمل پیرا ہوتے ہوئے جیل جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں بھی حدیث شریف پڑھاتے رہے۔ اسباق سے محبت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ۱۹۸۲ء میں آپ نے اپریشن کرایا زخم ابھی مندمل نہیں ہونے پائے تھے، نقاہت حد سے زیادہ تھی مگر آپ نے اس عالم میں بھی سلسلہ تدریس منقطع نہ ہونے دیا۔ یکم اپریل ۸۳ء کو شدید علیل ہوئے اس سے قبل یعنی ۳۱ مارچ کو بھی آپ نے باقاعدگی سے طحاوی شریف کا سبق پڑھایا گویا عمر بھر اپنے مرشد کامل کے بتائے ہوئے محبوب وظیفے۔۔۔۔۔ درس و تدریس۔۔۔۔۔ کا سلسلہ جاری رکھا۔

آپ سے فیض یافتہ حضرات آسمان علم پر آفتاب و متاب بن کر چمکے۔ ملک کے گوشے گوشے میں بلکہ بیرون ملک بھی آپ کے تلامذہ درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور افتاء و تبلیغ کے ذریعے رشد و ہدایت میں مصروف ہیں۔



بیعت و خلافت

تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے مرشد کامل کی جستجو کی۔ چونکہ درس و تدریس کا شوق تھا۔ اس لئے خیال پیدا ہوا کہ کہیں لمبے لمبے وظیفوں کا ارشاد نہ ہو جائے اس لئے آپ چاہتے تھے کہ ایسا رہبر ملے جو شریعت و طریقت کا جامع ہو۔ ۱۹۳۰ء میں آپ مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور کے سالانہ اجلاس میں شامل ہوئے تو حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (م ۱۳۶۷ھ ر ۱۹۴۸ء) سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ بس پھر کیا تھا آنکھ نے جو کچھ دیکھا دل نے اس کی تصدیق کی۔

ایک ہی بار ہوئیں وجہ گرفتاری دل

التفات ان کی نگاہوں نے دوبارہ نہ کیا

حضرت مفتی اعظم سید ابوالبرکات علیہ الرحمۃ کے مشورے سے حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت سے مشرف ہوئے۔ رہبر کامل نے خود ہی ارشاد فرمایا۔

”مولانا! آپ کا وظیفہ درس و تدریس ہے“

چنانچہ حضرت فقیہ اعظم نے عمر بھر اس وظیفہ کو حرجاں نہ بنائے رکھا۔

سیدی فقیہ اعظم رمضان المبارک ۱۳۶۱ھ کی تعطیلات میں مراد آباد حاضر ہوئے تو حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ نے آپ کو سلوک و معرفت کی منازل طے کرائیں، اپنے سلاسل حدیث کی اسناد اور مختلف اشغال و اعمال اور اوراد و وظائف کی اجازت سے نوازا۔۔۔۔۔ قلب منور کو مزید منجلی کیا۔۔۔۔۔ اور سلسلہ قادریہ کیلئے علاوہ دیگر سلاسل میں بھی اجازت و خلافت مرحمت فرمائی۔۔۔۔۔ اس تحریری اجازت نامے پر حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ نے ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۶۱ھ ”۲۸ ستمبر ۱۹۴۲ء بمذہبیر“ کی تاریخ درج فرمائی۔



صدر الافاضل علیہ الرحمۃ کے علاوہ حضرت کو اپنے استاد گرامی مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب الوری کی طرف سے بھی اسناد حدیث اور دیگر اعمال و وظائف اور سلاسل طریقت کی اجازت حاصل تھی۔ محدث الوری کو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز سے اجازت حاصل تھی۔

حضرت علیہ الرحمۃ کو اپنے دیگر اساتذہ حضرت مولانا ابوالبرکات قادری اور محدث بہاولنگری کی طرف سے بھی بہت سے عملیات اور مختلف سلاسل طریقت کی اجازت حاصل تھی۔

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ کی شخصیت اس قدر پرکشش تھی کہ ان کی خدمت میں حاضری دینے والا ہمیشہ کے لئے دام عقیدت و محبت میں گرفتار ہو جاتا۔ آپ سے متاثر ہو کر کئی بد مذہب اپنی بد عقیدگی سے تائب ہو کر مسلک اہل سنت کے مبلغ بنے۔ بے شمار لوگوں نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ آپ کے مریدین و معتقدین پاکستان کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی موجود ہیں۔

تفقہ فی الدین

حضرت فقیہ اعظم فتویٰ نوکی میں غیر معمولی مہارت رکھتے تھے آپ کی ذات مرجع خلافت تھی، ملک اور بیرون ملک کے لوگ استغاثات میں آپ کی طرف رجوع کرتے۔ فقہ میں آپ کو شخص کا درجہ حاصل تھا۔ ایک فقیہ اور مفتی کے لئے جن خصوصیات کا ہونا ضروری ہے وہ تمام تر آپ میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں۔

مولانا مفتی محمد حسین صاحب نعیمی چیئرمین مرکزی رویت ہلال کمیٹی نے فتاویٰ نوریہ کی تقریب تعارف منعقدہ ۲۷ جون ۱۹۸۰ء بمقام پاکستان نیشنل سنٹر لاہور میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا:



”مفتی کے لئے چار چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے: (۱) علمی وسعت (۲) ایمانی فراست (۳) دیانت (۴) تزکیہ نفس۔ یعنی طہارت ظاہر و باطن یہ چار چیزیں اگر مفتی میں ہیں تو وہ صحیح معنی میں رہنمائی کر سکتا ہے۔ حضرت فقیہ اعظم میں یہ چاروں تمام و کمال پائی جاتی ہیں۔“

فتاویٰ نوریہ کی چھ ضخیم جلدوں کے مطالعہ سے آپ کے تجربہ علمی، وسعت نظر، قوت استدلال، صلابت رائے اور فقہی بصیرت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اکثر و بیشتر فتوے اعلیٰ ترین تحقیقی مقالات کے معیار پر پورے اترتے ہیں جن میں بیسیوں مآخذ سے رجوع کیا گیا ہے۔ ایک استثناء کے جواب میں نمٹنا آپ نے خود تحریر فرمایا!

”بفضلہ تعالیٰ مجھے التزام ہے کہ جب کوئی مسئلہ پیش آئے تو متعدد معتدات مذہب ضرور دیکھ لیا کرتا ہوں۔“

اس قدر محنت اور تحقیق کے باوجود آپ نے عمر بھر کسی سے فتویٰ نویسی کے عوض ایک پائی بھی وصول نہ کی جو کچھ کیا محض رضائے الہی کے لئے کیا۔ اسی طرح درس و تدریس اور امامت و خطابت کے فرائض بھی عمر بھر بغیر کسی ادنیٰ معاوضے کے للہیت و خلوص کے ساتھ انجام دیتے رہے۔

مفتی کے لئے ضروری ہے کہ وہ دیانت دار ہو۔ اس پہلو میں بھی حضرت فقیہ اعظم ممتاز نظر آتے ہیں۔ یہاں آپ کے مکتوب کا ایک اقتباس نقل کیا جاتا ہے جو بظاہر بہت معمولی بات ہے مگر اس سے حضرت کی زندگی میں امانت و دیانت کے اہتمام کا پتہ چلتا ہے۔ آپ کے تلمیذ رشید مولانا فہید احمد صاحب نوری خطیب میاں چنوں نے ایک بار آپ کو مدینہ



عالیہ میں خط تحریر کیا۔ خط میں مدینہ عالیہ کے بہت سے حضرات (جن میں کچھ وکاندہ بھی تھے) کے نام سلام تحریر کر دیئے۔ حضرت علیہ الرحمۃ چونکہ زیادہ تر وقت حرم نبوی میں رہتے تھے، ظاہر ہے اس قسم کی باتوں کے لئے آپ کے پاس وقت نہ تھا لہذا اس دیانت دار فقیہ نے مولانا موصوف کے نام تحریر فرمایا:

”مولانا ضیاء الدین و فضل الرحمن صاحبان کو سلام عرض کر دیئے ہیں مگر باقی
 انجباب کے سلام آپ ہی کو واپس کرتا ہوں۔۔۔۔۔ آپ عجیب ہیں ایسی تکلیف
 اس ضعیف کو دینی نہیں چاہئے۔۔۔۔۔ دو کاندہوں کو کہاں تلاش کروں؟
 ۔۔۔۔۔ ان لوگوں کو آپ بالخصوص نام سے یاد نہیں رہ سکتے۔ یہاں تو ہر سال
 ہزاروں آتے ہیں۔ وہ کس کس کو یاد رکھیں اور میرے پاس ان حضرات کو
 تلاش اور پھر بڑی مشکل سے یاد دلانا اتنا وقت نہیں۔۔۔۔۔ سلام پہنچانے کے
 متعلق کہا جائے تو ضروری ہو جاتا ہے جو میرے لئے اہم پہاڑ سے بھی بڑا ہے۔“
 ایک فقیہ کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ طبقاتی کشمکش اور گروہی و جماعتی تعصب
 سے بالا تر رہے اور حق گوئی کا مظاہرہ کرے۔ چنانچہ آپ سے بوبلی کے دودھ کے بارے میں
 سوال کیا گیا کہ:

”ایک دیوبندی مولوی نے فتویٰ دیا ہے کہ اس کا کھانا ناجائز ہے۔“

اس کے جواب میں حضرت نے تحریر فرمایا:

”بلا شک و شبہ و ریب شرعاً حلال ہے، اس کا کھانا پینا جائز ہے۔۔۔۔۔ کسی دیوبندی مولوی کے اس فتوے سے کہ کھانا ناجائز ہے یہ حکم نہیں بدلتا کہ ناجائز ہو



جائے۔“ ۱۔

ایک اور فتویٰ کے جواب میں تحریر فرمایا:

”کسی دیوبندی کی سچی بات صرف اس لئے جھوٹی نہیں ہو سکتی کہ وہ دیوبندی کی بات ہے۔“ ۲۔

اس کے برعکس اگر اپنے کسی ہم مسلک سے کوئی تساہل ہوا تو اس کا بھی برملا اظہار فرما دیا۔ مثلاً اہل سنت کے ایک عالم کی طرف سے بھجوائے گئے ایک استفتاء میں حضرت کے نام پر لفظ محمد پر ”کا نشان لگا ہوا تھا اس پر یہ تنبیہ فرمائی:

”یہ جو مشہور ہے اور اس کی بنا پر آپ نے بھی میرے نام پر ”م“ لکھ دیا ہے یہ سخت ناجائز ہے۔۔۔۔۔ پھر حضور کے اسم مقدس کے ساتھ بھی یہ ”م“ لکھنا ناجائز ہے۔“ ۳۔

ایک عالم اور فقیہ پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ بلا تحقیق جواب نہ دے اور اگر کسی مسئلے میں تحقیق نہ ہو تو اس کی وضاحت کرنے اور اصل صورت حال کے برملا اظہار میں اپنی توہین محسوس نہ کرے جیسا کہ امام دارالہجۃ حضرت مالک بن انس سے ایک بار چالیس سوال دریافت کئے گئے مگر آپ باوصف اپنی جلالت علمی کے صرف چار کا جواب دے سکے اور چھتیس سوالات کے بارے میں فرمایا ”لا اوری“ ”ان کا جواب میری سمجھ میں نہیں آتا۔“ حضرت فقیہ اعظم کی ذات میں بھی یہی شان عجز و انکسار نظر آتی ہے۔ آپ اس وقت تک فتویٰ

۱۔ فتاویٰ نوریہ، حصہ سوم ۳۵۰

۲۔ فتاویٰ نوریہ، جلد اول ۶۷۷

۳۔ فتاویٰ نوریہ، جلد سوم ۱۱۶



نہ دیتے جب تک کامل تحقیق نہ ہو جاتی۔ ۱۳۷۱ھ میں آپ سے مولانا عبدالعزیز صاحب مہتمم مدرسہ احیاء العلوم پورے والہ نے تین سوالات کا جواب طلب کیا۔ پہلے دو سوالوں کا جواب آپ نے عطا فرمادیا مگر تیسرا سوال نماز میں لاؤڈ سپیکر کے استعمال کے بارے میں تھا۔۔۔۔۔ اس کے جواب میں حضرت نے فرمایا۔

”واللہ تعالیٰ اعلم“۔

بعد میں جب تحقیق کامل ہوئی تو اس مسئلہ پر ایک مستقل کتاب تحریر فرمادی۔ ایک مفتی عالم کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ مخلص ہو، تحقیق مسائل میں نفسانیت سے بالاتر ہو کر حق کی جستجو میں لگا رہے۔ صاحب فتاویٰ نوریہ اس پہلو سے بھی نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ ایک جگہ علماء کو دعوت فکر و عمل دیتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”کیا تازہ حوادث و نوازل کے متعلق احکام شرعی موجود نہیں کہ ہم بالکل محکم بن جائیں اور عملاً اغیار کے ان کافرانہ مزعومات کی تصدیق کریں کہ معاذ اللہ اسلام فرسودہ مذہب ہے۔ اس میں روزمرہ ضروریات زندگی کے جدید ترین ہزار ہا تقاضوں کا کوئی حل نہیں۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔۔۔۔۔ یہ حقیقت بھی اظہر من الشمس ہے کہ کسی ناجائز اور غلط چیز کو اپنے مفاد و منشا سے جائز و مباح کہنا ہرگز ہرگز جائز نہیں مگر شرعاً اجازت ہو تو عدم جواز کی رٹ لگانا بھی جائز نہیں۔ غرضیکہ خدا اور نفس پرستی سے بچنا نہایت ضروری ہے۔ کیا یہ اچھا ہو کہ ہمارے ذمہ دار علماء کرام محض اللہ کے لئے نفسانیت سے بلند و بالا سر جوڑ کر بیٹھیں اور ایسے جزئیات کے فیصلے کریں۔۔۔۔۔ مگر بظاہر یہ توقع تمنا کے حدود



طے نہیں کر سکتی۔ اور یہی انتشار آزاد خیالی کا باعث بن رہا ہے۔۔۔ فان اللہ وانا

الیہ راجعون“۔۔۔

ایک فقیہ اور مفتی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے دل میں صاحب شریعت کی
پختہ محبت ہو، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق سے اس کا قلب بھرپور ہو، وہ
ایمانیات اور اعتقادات میں متملب ہو۔۔۔ صاحب فتاویٰ نوریہ کی ذات میں یہ اوصاف
درخشاں نظر آتے ہیں۔ عشقِ نبوی نے آپ کو پختگیِ ایمان اور اتباعِ سنت و شریعت کی معراج
پر پہنچا دیا تھا۔ سرکار کی شان میں اونٹنی سی گستاخی کرنے والا بھی آپ کے نزدیک واجب القتل
تھا۔ فرماتے ہیں:

”دشمنشاہ کون و مکان حبیب رب رحمان محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان
پاک میں نازیبا الفاظ اور گالی بکنے والا انسان تمام مسلمانوں کے نزدیک کافر ہے
اور کافر بھی ایسا سخت کہ جو اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہو
جاتا ہے اور اس کی سزا یہ ہے کہ حاکم اسلام اسے قتل کر دے۔ یہ سزا اسلامی
حکومت کا فرض ہے۔۔۔۔۔ ایسے بد خواہان ملک و ملت کو شرعی سزائیں
لگائے اور پاکستان کے پاک وجود کو ایسے گندے اور ناپسند عناصر سے پاک
فرمائے“۔۔۔

مرجع العلماء

سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو جو اد مطلق نے بے پناہ فقہی بصیرت سے بہرہ ور فرمایا

لے فتاویٰ نوریہ، جلد سوم ۳۷۰

لے فتاویٰ نوریہ، جلد سوم ۳۳۰

لے فتاویٰ نوریہ، جلد اول ۲۰۹ تا ۲۱۱ (مضمون)



تھا۔ آپ کی اس خصوصیت کے پیش نظر آپ کے استاد گرامی مفتی اعظم پاکستان مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو فقیہ اعظم کالقب عنایت فرمایا اور سراج الفقہاء مفتی سراج احمد صاحب علیہ الرحمۃ (م ۱۳۹۲ھ / ۱۹۷۲ء) نے آپ کو فقیہ اعظم اور علم کا بحر ذخار قرار دیا۔

عام طور پر عوام الناس مفتیان کرام سے شرعی مسائل دریافت کرتے ہیں مگر حضرت فقیہ اعظم کی طرف رجوع کرنے والوں میں بڑی تعداد ان حضرات کی ہے جو بجائے خود محقق، مفتی، مصنف، مدرس، دانشور یا جید عالم دین تھے۔

مولانا محمد فیض الحبیب اشرفی فاضل دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور نے اس حوالے سے ”فقیہ اعظم۔ بحیثیت مرجع العلماء“ کے عنوان سے مقالہ تحریر کیا ہے ان کے فرائض کردہ اعداد و شمار کے مطابق فتاویٰ نوریہ کی چھ جلدوں میں ۱۹۳۱ استفتاءات ہیں جن میں ۶۵۵ استفتاءات عوام الناس کے ہیں جبکہ علماء و دانشور حضرات کے پیش کردہ استفتاءات کی تعداد ۲۷ ہے گویا استفتاء کرنے والوں میں ایک چوتھائی سے زائد تعداد علماء اور دانشوروں کی ہے۔

آپ کے ہم عصر اکابر علماء کرام آپ کی اجتہادی بصیرت اور تجربہ علمی کے قائل تھے جب کوئی اہم معاملہ پیش ہوتا تو علماء، آپ کی طرف رجوع کرتے جب ”خلافت معاویہ و یزید“ نامی رسوائے زمانہ کتاب شائع ہوئی تو اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے آپ کے استاد حضرت سید صاحب کی نظر آپ کی طرف اٹھی چنانچہ ایک گرامی نامے میں یوں تحریر فرمایا۔

”اگر آپ فقیہ اعظم ہوتے نکال کر اس کے رد کی ہمت کریں تو اس فتنہ کی روک



لے مقدمہ فتاویٰ نوریہ، جلد سوم ۶۵ (روایت مولانا ابوالعزیز محمد باقر نوری علیہ الرحمہ)

تھام ہو سکتی ہے۔" لے

صاحب ہمار شریعت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت علامہ عبدالمعطفی الازہری (م ۱۹۹۰) حضرت مولانا سید حسین الدین صاحب شیخ الحدیث جامعہ رضویہ، راولپنڈی اور دیگر علماء کرام نے ۱۹۷۶ء میں حج کے موقع پر عرفات میں آپ کے فتویٰ پر عمل کرتے ہوئے ظہر و عصر کی نمازیں جمع کر کے پڑھیں۔ راقم الحروف اس واقعہ کا عینی شاہد ہے۔ علامہ ازہری صاحب نے بھی اپنے ایک مکتوب میں اس کا ذکر کیا ہے۔

جس مفتی سید شجاعت علی قادری حج و فاقی شرعی عدالت آپ کی اجتہادی بصیرت کا یوں تذکرہ کرتے ہیں۔

”حضرت کا علم و حلم و ورع و تقویٰ، فقہیت و اجتہاد مسلمہ امور ہیں لیکن جس امر نے مجھے فکری اعتبار سے ہمیشہ ان کے قریب رکھا ہے وہ حالات حاضرہ کے جدید تقاضوں کا گہرا شعور اور مسائل عصریہ کا مجتہدانہ حل پیش کرنے کی اعلیٰ ترین صلاحیت کا ان میں موجود ہونا ہے۔“

ایک مرتبہ چیچیس سے زائد مسائل پر مشتمل ایک سوالنامہ فقیر نے پاکستان کے اکابر علماء کی خدمت میں ارسال کیا۔ جس میں انتقال خون، اعضاء کی پیوند کاری، ٹیوب بے بی وغیرہ جدید مسائل کے بارے میں رائے طلب کی گئی۔ حضرت مفتی صاحب (فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ) ان چند بزرگوں میں سے تھے جنہوں نے جواب کی زحمت برواشت کی بلکہ صحیح یہ ہے کہ پوری دلچسپی سے معقول و مدلل جوابات صرف آپ ہی کے تھے۔

لے مکتوب حضرت سید ابوالبرکات بنام فقیہ اعظم مخزونہ راقم الحروف

لے حیات فقیہ اعظم ۱۳۳۳ھ

لے مکتوب بنام مولانا شبیر احمد ہاشمی، محررہ ۶ مئی ۱۹۸۳ء



شیخ القرآن حضرت علامہ ابو الفضل والبیان مولانا غلام علی اشرفی اوکاڑوی دامت
برکاتہم العالیہ نے حضرت کی جلالت علمی کا تذکرہ یوں کیا۔

”اگر دیگر علماء اند او علم العلماء بود، اگر دیگران فضلاء اند او الفضل الفضلاء
بود، لوگ فقیہ اعظم کہتے ہیں۔ لیکن میں یہ کہنے میں کوئی باک نہیں سمجھتا کہ اگر
دیگران فقہاء اند او افتہ الفقہاء بود۔۔۔ اگر دیگران اصفیاء اند اور رئیس الاصفیاء
بودو اگر دیگران مشائخ اند او شیخ المشائخ بود۔۔۔ فتویٰ کے اندر اگر میں یہ کہوں
کہ وہ اصحاب ترجیح سے تھے تو مبالغہ نہیں ہوگا۔ ان کے فتوؤں کے اندر اجتہادی
شان ہے، مجتہدانہ بصیرت ان کو حاصل تھی، ویسے تو لابد للمفتی ان کیوں مجتہداً
ہر مفتی کے لئے مجتہد ہونا ضروری ہے لیکن حضرت فقیہ اعظم کے فتاویٰ کی اپنی
شان ہے۔ ان کی بعض تحقیقات سے کسی کو اختلاف ہو تو الگ بات ہے لیکن ان
کی نقابت اور ثابہت کے بارے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔“

انہی اوصاف کے پیش نظر شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی نے آپ کو ”آیت من
آیات اللہ“ کہا اور شہباز خطابت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ صاحب نے آپ کو دور حاضر کا
امام ابو حنیفہ قرار دیا۔

چنانچہ نماز میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال، انگریزی اور ہومیو پتی ادویات، جاں بلب
مریضوں کے لئے عطیہ خون، بچیوں کو لکھنے کی تعلیم دینے، ریل گاڑی اور ہوائی جہاز میں نماز

لے خطاب مورخہ ۱۹ مئی ۱۹۸۳ء بمقام دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور

لے روایت مولانا ابوالاسد محمد ہاشم علی فوری مدرس دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور و خطیب پاکستان مولانا
محمد عارف فوری قصوری مرید کے۔

لے مکتوب مولانا ابوالسور منظر احمد فوری قصوری بنام احقر مورخہ ۱۸ فروری ۱۹۸۳ء



رویت ہلال 'روزہ کی حالت میں انکشن' ہافاریہ 'لنمارک وغیرہ (جہاں سال کے پہلے دن ایسے آتے ہیں جن میں صرف اڑھ دو گھنٹے کی رات ہوتی ہے) میں نماز روزے اور دیگر تقریبات کے اوقات کا تعین 'جج کے لئے تصویر کا جواز' ایوپی دور میں عالمی قوانین پر مبنی پنجاب اسمبلی میں یکم سلی کے پیش کردہ بل پر تحقیقی رائے ایسے متعدد فتوے ہیں جن کے مستفین بھی ملکی وغیر ملکی علماء کرام اور دانشور حضرات ہی ہیں۔

ذوق شعرو سخن

حضرت علیہ الرحمۃ بلند پایہ فقیہ اور بحر عالم ہونے کے ساتھ ساتھ سخن فہم بھی تھے۔ آپ نے نعت گوئی کو بطور خاص اپنایا اور اپنے واردات قلبیہ اور جذبات عشق مصطفویہ کو اشعار کے سانچے میں ڈھالا۔ مختلف اصناف سخن میں وہ گل کاریاں کی ہیں کہ ذوق عش عش کر اٹھتا ہے اور وجدان جھوم جھوم جاتا ہے۔ آپ کا اکثر کلام فارسی میں ہے، تاہم عربی اردو اور پنجابی میں بھی نعتیں کہی ہیں۔ بیشتر کلام زمانہ طالب علمی کی یادگار ہے۔ آپ کا کلام آداب شرعیہ کی پاسداری کے ساتھ ساتھ محبت و شفقتی کا آئینہ دار ہے۔ آپ کی نعتیں بارگاہ حبیب خدا علیہ التیمۃ والثناء میں شرف قبولیت رکھتی ہیں۔۔۔۔۔ آپ کے ایک مرید حاجی رشید احمد صاحب نوری نے جو نہایت متقی اور متدین ہیں، راقم کو بتایا کہ مجھے خواب میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔۔۔۔۔ ایک محفل جمی ہے۔۔۔۔۔ نعت خوانی ہو رہی ہے۔ ایک فارسی نعت پڑھی گئی جس کا مطلع تھا۔

کے خدایا روئے زیبائے دریا منہم باز

از بہم دو قوس ابدیکش تا منہم باز

محفل پر عجیب کیفیت طاری ہے۔ نعت ختم ہوئی تو میں نے سرکارِ فداہ روحی کے حضور

عرض کیا کہ یہ نعت مجھے تحریر کروادیں۔ آقا حضور نے ارشاد فرمایا:



”یہ نعت تمہارے پیرو مرشد کی کسی ہوئی ہے ان سے جا کر لکھواؤ“
چنانچہ میں حضرت لقیہ اعظم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اپنے میاض سے نقل
کر دی۔ آپ کا اکثر کلام غیر مطبوع ہے کچھ حصہ ۱۹۵۴ء میں نعمائے بخشش کے نام سے طبع
ہوا۔

عشق مصطفیٰ علیہ التیمہ والثناء

حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ کی حیات مبارکہ کا امتیازی وصف عشق مصطفیٰ تھا۔
آپ بلاشبہ فنا فی الرسول اور فنا فی حب المدینہ تھے۔ آپ کی محفل میں حاضری سے شرف
یاب ہونے والے اس حقیقت نے بخوبی واقف ہیں کہ سرکار عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
پیارے شرمینہ منورہ کا ذکر آتے ہی مرغ نیم لہل کی طرح تڑپ اٹھتے۔ درس حدیث دیتے
ہوئے آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے اگلنے لگتے۔ ایسا محسوس ہوتا کہ محبوب پاک
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمال جہاں آرا کے دیدار میں محو ہیں۔ مولانا حافظ محمد اسد اللہ
نوری کے نام ایک مکتوب گرامی میں اس حقیقت کو یوں منکشف فرماتے ہیں:

”میرا تو بفضلہ تعالیٰ یہ عالم ہے کہ بصیر پور میں درس اسباق دیتے ہوئے مدینہ

عالیہ میں ہی حاضر معلوم ہوتا ہوں۔ گنبد خضراء پیش نظر رہے تو کوئی دوری نہیں

۔ تعلیم بھی نہایت ضروری کہ صوفی بے علم شیطان کا مسخرہ ہوتا ہے، ورنہ دل

یہی چاہتا ہے کہ ہر وقت مدینہ عالیہ حاضر کرے۔“ ۱۔

آپ کے دل میں حاضری مدینہ کی کتنی تڑپ تھی، اس کی بھلک آپ کی تحریروں میں جا
بجا دیکھی جاسکتی ہے۔ حضرت کے مرید خاص حاجی چودھری محمد اسحاق نوری متعدد بار حاضری



مدینہ میں حضرت کے ہم سفر ہے۔ وہ حاضری بارگاہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تھے کہ ان کے نام ایک مکتوب میں آپ نے تحریر فرمایا:

”حسرت آتی ہے کہ آپ کے ساتھ ان پاک پیاری گلیوں میں یہ فقیر بھی ہوتا تھا مگر کیا کروں کہ یہ نامرادی کے دن بھی قسمت میں تھے۔ گو تذکرہ تو وہیں کا رہتا ہے مگر ہوں تو دور و مبہور۔۔۔ حاجی صاحب! اس گدائے بے نوا کی جلدی حاضری کی اجازت لے کر آئیں اور بغداد شریف کی حاضری کی منظوری بھی لے کر آئیں۔۔۔ وہاں سب کچھ ملتا ہے۔“۔

جب ظاہراً حاضری میں تاخیر ہو جاتی یا حج و عمرہ کے دن قریب آتے تو آپ کی بے قراری اضطراب کی شکل اختیار کر جاتی۔۔۔ دیکھئے اپنے مرید عبدالرزاق مدنی کو ایک مکتوب میں دارننگی کی عجیب کیفیت میں لکھتے ہیں:

”حضرت مولانا قبلہ فضیلۃ الشیخ محمد ضیاء الدین احمد قادری مدظلہم سے نہایت نیاز مندانہ سلام عرض کریں اور خاص الخاص دعا کرائیں کہ یہ سگ بے بضاعت بھی مدینہ کی گلیوں کی زیارت کر سکے۔۔۔ حضرت خواجہ غلام فرید علیہ الرحمۃ چاچاں شریف والوں کا ایک شعر لکھتا ہوں کہ میرے دل کی حسرت کی آواز ہے

کوئی یار سینہ گھل وے دن بے گزرے

میرا جاوے نہ جوہن ڈھل وے دن بے گزرے

مدنی صاحب! خوب خوب بچوں کی طرح بلک بلک کر اور رورور کر دعائیں کریں اور التجائیں کریں۔۔۔ خدی بچے کے مہربان ماں باپ ضد پوری کر دیتے ہیں ہمت کریں میں



تو بالکل بے دست و پا ہوں۔۔۔۔۔ کچھ بھی نہیں کر سکتا نہ بچہ ہوں کہ ضد پر اڑ جاؤں۔۔۔۔۔
ہاں کرم ہی کرم درکار ہے۔“ لے

محبت و عقیدت کی ان وارفتگیوں کی جھلک جا بجا ان کی تحریروں میں دیکھی جاسکتی
ہے۔ چنانچہ مولانا الحاج غلام حسین نوری علیہ الرحمۃ (ساہیوال) کے نام ایک مکتوب میں
تحریر فرماتے ہیں:

”دلِ مدینہ عالیہ کے لئے بے قرار ہے۔۔۔۔۔ اور بے قراری بھی کیا اضطراب
ہے۔۔۔۔۔ ایک بدکردار، گناہ گار، نامہ سیاہ اور حالِ تباہ اگر اپنے مولانا ملک کی
بارگاہ بے کس پناہ میں فریادی بن کر حاضر نہ ہو تو اور کیا کرے؟ مجھے امید ہے کہ
ظاہری مایوسیوں کے باوجود کوئی صورت بن آئے گی۔“ لے

اور پھر کئی بار ایسا بھی ہوا کہ ظاہری بے سرو سامانی کے باوجود بارگاہِ حبیب سے بلاوا آ
گیا۔۔۔۔۔ ۱۹۶۲ء کو آپ نے دوسرے حج کی درخواست دی، قرعہ اندازی میں نام نہ
آیا۔۔۔۔۔ ذوالحجہ کا چاند نظر آگیا۔ بظاہر مایوسی و ناامیدی تھی مگر آپ یہی فرماتے کہ میں حضور
کے لطف و کرم سے ناامید نہیں ہوں۔۔۔۔۔ چنانچہ سرکار کی طرف سے عجب کرم ہوا کہ یکم
ذی الحجہ کو آپ تیلولہ فرما رہے تھے، خواب میں مشہور فقیہ مدینہ حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر
کی زیارت ہوئی۔ موصوف نے فرمایا ”میں حضور کے حکم سے آپ کو لینے آیا ہوں“، گویا فقیہ
اعظم پاکستان کے لینے کے لئے فقیہ مدینہ کو بھیجا گیا) بیدار ہوئے تو ذاکہ دفتر حج کی طرف سے
اطلاعی چٹھی لئے کھڑا تھا جس میں تحریر تھا کہ آپ کا فلاں نمبر کا تار ملا ہے لہذا آپ ۸ مئی ۱۹۶۲ء



لے مکتوب محررہ ۲۳ جون ۱۹۸۰ء / ۱۰ شعبان المعظم ۱۴۰۰ھ

لے مکتوب محررہ ۷ مارچ ۱۹۶۷ء

(۳ ذوالحجہ ۱۴۸۱ھ) کو کراچی پہنچیں۔۔۔۔۔ حالانکہ آپ نے کوئی تار نہیں دیا تھا۔ اس فیملی تار کا آج تک پتہ نہیں چل سکا۔ چنانچہ آپ عالم حرمین شریفین ہوئے اور حج و زیارت کی سعادت سے نوازے گئے۔

اس عاشق مصطفیٰ کی مسرت اس وقت دیدنی ہوتی جب انہیں بارگاہ حبیب پاک سے اذن حضوری مل جاتا چنانچہ حاجی رشید احمد نوری بھیٹی کو تحریر فرمایا:

”ستّرہ ستمبر کو بصیر پور سے (مدینہ منورہ) روانگی ہے۔ اس دن میری عید کا دن ہے۔“۔۔۔

پھر کوئی عزیز آپ کی علالت و نقاہت اور موسم کی حدت کے پیش نظر یہ عرض کرنا کہ:
ع گرمی ہے تپ ہے درو ہے کلفت سفر کی ہے
تو آپ اسے اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ العزیز کے ہم زبان ہو کر جواب دیتے:

ع ناشکر! یہ تو دیکھ عریمت کدھر کی ہے؟

چنانچہ حاجی رشید احمد نوری بھیٹی کے ایک خط کے جواب میں تحریر فرمایا:

”کل انشاء اللہ تعالیٰ روانہ ہو رہا ہوں۔ وللہ الحمد والمنة۔۔۔۔۔ آپ کی نصیحت بجا کہ کمزور ہوں اور گرمی بڑی ہے مگر مدینہ منورہ کی طرف منہ ہو تو کوئی خوف نہیں۔“۔۔۔

۱۹۶۰ میں پہلی بار آپ حج و زیارت کی سعادت سے مشرف ہوئے پھر مسلسل یہ کرم ہوتا

۱۔ مکتوب عمرہ ۱۳ اگست ۱۹۸۱ء

۲۔ مکتوب عمرہ ۱۵ جولائی ۱۹۷۹ء



رہا۔۔۔ آپ نے کتنے جج کئے؟ یہ تعداد خود ان کو بھی یاد نہ تھی ایک بار راقم کے استفسار پر فرمایا:

”گنتی یاد نہیں رکھی، اصل مقصود حاضری ہے جو ان کی نگاہ کرم سے ہو جاتی ہے“
ایک بار اس عظیم احسان کا تذکرہ یوں فرمایا:

”بچپن میں کہیں ایک نعت کہی تھی جس کا ایک شعر ہے:

میں صدقے خزانے بھرے تیرے مولا
کدی کاسے بھر دے تو نور گدا دے

میں نے اس دعائیہ شعر میں ”کاسہ“ کا لفظ استعمال نہیں کیا بلکہ ”کاسے“ کہا تھا“

چنانچہ ان کی بارگاہ سے کرم ہوتی جاتا ہے کہ بار بار بلا لیتے ہیں“

ایک مختلط اندازے کے مطابق آپ کو بیس مرتبہ حرمین شریفین کی حاضری نصیب

ہوئی۔ ۱۹۸۳ء میں بھی حاضری کا پختہ ارادہ تھا۔۔۔۔۔ چنانچہ احقر کے نام مدینہ منورہ میں

مکتوب گرامی ارسال فرمایا، جس میں اس خواہش کا ذکر ان الفاظ میں کیا:

”میرے لئے بھی آئندہ سال حاضری کی اجازت مانگتے آئیں یہ عرض کر کے

کلیکم بہستجیز فی الحضور“ لے

چنانچہ علالت سے پہلے پروگرام طے پا چکا تھا کہ رمضان المبارک کے بعد حاضری دی

جائے گی۔۔۔۔۔ ایام علالت میں آپ کے ایک مرید چوہدری محمد اسحاق صاحب نوری مدنی

عیادت کے لئے حاضر ہوئے۔ موصوف متعدد حاضریوں میں آپ کے رفیق سفر رہے ہیں، احقر

بھی حضرت کی خدمت میں حاضر تھا۔ نقاہت کا یہ عالم کہ زبان ساتھ نہیں دے رہی تھی مگر یہ



مفتیگو صاف سنائی دی۔۔۔ آپ نے چوہدری صاحب سے مخاطب ہو کر دریافت کیا۔

”مدینہ منورہ کب حاضر ہو گئے؟“ عرض کیا: ”رمضان شریف سے پہلے کا ارادہ ہے“
 فرمایا: ”میرا بھی یہی پروگرام ہے۔“ احقر نے عرض کیا: حضور! آپ کا پروگرام تو عید کے بعد کا
 بنے گا۔“ فرمایا: ”اب مدینہ شریف پہلے حاضری ہوگی۔ رمضان شریف سے بھی پہلے۔۔۔
 بہت جلد حاضری ہوگی“

اور واقعی سید ناغوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس مرید صلوٰۃ کو مکملہ ہائے
 وصال پلائے جانے کا مشرودہ جاں فزائیا گیا اور سرکار کی طرف سے حقیقی وصل کی نوید پہلے ہی
 آچکنی۔۔۔ ہاں رمضان المبارک سے بھی پہلے۔۔۔ بہت پہلے۔۔۔

محبوبانِ حق کی بارگاہ میں

حضرت قدس سرہ کو محبوب اکرم علیہ التیجۃ والتسلیم سے محبت کرنے والوں اور آپ کی
 راہوں کے راہی۔۔۔ اولیاء کرام اور مشائخ عظام سے بے پناہ محبت تھی۔ اس محبت و
 عقیدت نے اپنا رنگ دکھایا۔ ۱۳۹۹ھ ۱۹۷۹ء میں آپ عراق و شام کے راستے مدینہ پاک حاضر
 ہوئے اور بغداد شریف، کربلا معلیٰ، نجف اشرف، کوفہ، بصرہ، دمشق، حلب وغیرہ شہروں میں
 تشریف لے گئے جہاں متعدد مقبولانِ بارگاہ الہی کے درباروں پر حاضری دی۔ جن مزارات پر
 آپ حاضر ہوئے ان کی تفصیل یہ ہے۔

حضرات انبیائے کرام علی نبینا وعلیہم السلام: حضرت زکریا، حضرت یونس، روضہ مبارکہ
 سر اقدس حضرت یحییٰ علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین: سیدنا علی المرتضیٰ، امام عالی مقام سید الشہداء امام
 حسین، حضرت زبیر، حضرت طلحہ اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

تابعین واولیائے عظام رحمہم اللہ تعالیٰ: سیدنا غوث الاعظم جیلانی، امام اعظم ابو حنیفہ،



حضرت عباس بن علی، حضرت حسن بصری، حضرت محمد بن سیرین، حضرت موسیٰ کاظم، حضرت سری سقلی، حضرت معروف کرفی، سیدنا جنید بغدادی اور سلطان صلاح الدین ایوبی۔۔۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

علاوہ ازیں آپ دمشق کی جامع مسجد اموی میں بھی گئے اور بابل کے کھنڈرات اور عجائب گھر کا بھی مشاہدہ کیا۔

سیاسی بصیرت

حضرت فقیہ اعظم نور اللہ مرقدہ جامع الصفات شخصیت تھے۔ وہ بیک وقت بہترین مدرس بھی تھے اور اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک منتظم بھی۔۔۔ نعت گو شاعر بھی تھے اور بلند پایہ محقق و مصنف بھی، ژرف نگاہ مفتی بھی تھے اور شیخ کامل بھی۔۔۔ ان گونا گوں اوصاف کے ساتھ ساتھ جو او مطلق نے آپ کو سیاست میں بھی بڑی فراست سے بہرہ ور فرمایا تھا اگرچہ عملاً سیاست سے کنارہ کش رہے تاہم جب کبھی دین کی سر بلندی کے لیے قربانیوں کا موقع آیا تو قوم نے آپ کو مجاہدین کی صف اول میں پایا۔ چنانچہ آپ نے تحریک پاکستان میں اپنے مرشد اہی حضرت صدر الافاضل قدس سرہ العزیز اور دیگر اکابر علماء و مشائخ اہل سنت کے ساتھ مل کر اس تحریک کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کی خاطر نمایاں کردار ادا کیا۔

۱۹۴۶ء میں جب کانگریس اور مسلم لیگ کا انتخابی معرکہ ہوا تو آپ نے اپنا بھرپور اثر و رسوخ استعمال کیا۔ نتیجتاً اس حلقہ انتخاب میں مسلم لیگی امیدوار کو کامیابی ہوئی۔ جملہ کشمیر میں غازی کشمیر حضرت علامہ ابو الحسنات قادری علیہ الرحمۃ (م ۱۳۸۰ھ ر ۱۹۶۱ء) کے ساتھ مکمل تعاون کیا۔

۱۔ ان تمام زیارات کی تفصیل احقر کے نام آپ کے مکاتیب محررہ ۳، ۵ رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ

میں درج ہے



۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ نے پرزور حصہ لیا اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ آپ کو ایک سال قید ہامشقت کی سزائے گئی مگر تین ماہ بعد رہا کر دیے گئے ۱۹۷۴ء میں سانحہ رلویہ کے باعث جب دوبارہ تحریک ختم نبوت کا آغاز ہوا تو آپ نے تحفظ ناموس رسالت کا نعرہ بلند کیا اور اس تحریک میں ناقابل فراموش کردار ادا کیا۔

۱۹۴۸ء میں ملتان میں جمعیت علماء پاکستان کی تشکیل ہوئی، اس اجلاس میں حضرت بھی شریک ہوئے۔ آپ جمعیت کے اساسی ارکان میں سے تھے۔ اور جمعیت کی مجلس عاملہ و شورلی کے رکن بھی رہے۔ ۱۹۷۷ء میں خواص و عوام کے پرزور اصرار پر جمعیت علماء پاکستان کی طرف سے قومی اتحاد کے ٹکٹ پر نظام مصطفیٰ کے نفاذ اور مقام مصطفیٰ کے تحفظ کی خاطر واقعہ الیکشن میں حصہ لیا۔ یہ وہ وقت تھا جبکہ حکمران پارٹی کی مخالفت کرنا جان جو کھوں میں ڈالنے کے مترادف تھا مگر اس مرد مجاہد نے نعرہ قلندرانہ بلند کیا۔ مخالفت کی آندھیاں اٹھیں، بدتمیزی کے جھکڑ چلے، دھمکیوں کے طوفان اٹھے مگر جرات و استقلال کے اس کوہ گراں کے پائے ثبات میں زرا ابھر لغزش بھی نہ آئی۔ آپ کے الیکشن میں حصہ لینے اور کلمہ حق کہنے کی پاداش میں حکومت وقت نے کئی انتقامی منصوبے بنائے (جن کا دستاویزی ثبوت موجود ہے) مگر آپ نے تمام سازشوں کا مروانہ وار مقابلہ کیا اور ہر مقام پر ثابت قدمی کا مظاہرہ فرمایا۔

ملک کے دیگر مقلات کی طرح اس حلقہ انتخاب میں بھی وسیع پیمانے پر دھاندلیاں ہوئیں۔ دھاندلیوں کے خلاف ابھرنے والی تحریک کے نتیجے میں جبر و استبداد اور آمریت کا بت پاش پاش ہو گیا۔ نظام مصطفیٰ کی اس تحریک میں آپ کا مثالی کردار ہمیشہ دعوت و فکر و عمل و ریتا رہے گا۔ ۲۳ مارچ ۱۹۷۷ء کو ایک بہت بڑے جلوس کی قیادت کرتے ہوئے گرفتاری دی۔ سایہ وال سنٹرل جیل میں بھی اپنے مشن کو جاری رکھا اور درس قرآن کریم کے علاوہ قیدی طلباء و علماء کو بخاری شریف کا درس بھی باقاعدگی سے دیتے رہے۔



۱۹۷۸ء میں آپ کو جماعت اہلسنت پاکستان کا سینئر مرکزی نائب صدر مقرر کیا گیا۔ آخر

عمر تک آپ اس عہدے پر فائز رہے۔

اتباع شریعت

حضرت فقیہ اعظم نور اللہ مرقدہ کی پوری زندگی اتباع نبوی اور عشق مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم سے عبارت تھی۔ ان کا چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا غرض ہر ہر ادا سنت مصطفیٰ کے مطابق تھی۔۔۔۔۔ عبادت و ریاضت اور تقویٰ و طہارت میں منہم رفیع پر فائز تھے۔ فرائض و واجبات کے علاوہ سنن و نوافل کا وہ اہتمام کہ باید و شاید۔۔۔۔۔ بچپن ہی سے تہجد کی عادت تھی۔ جس پر عمر بھر مواظبت فرمائی۔ چنانچہ آپ کے ہم جماعت اور بچپن کے ساتھی حضرت علامہ جلال الدین جیون شانی علیہ الرحمۃ (م ۱۹۸۳ء) نے احقر کو بتایا کہ ”حضرت فقیہ اعظم کو میں نے گیارہ بارہ سال کی عمر میں بھی تہجد کا پابند اور عادی پایا“ آپ اپنے مریدین و معتقدین کو بھی پابندی سے تہجد ادا کرنے کی تاکید فرماتے۔ چنانچہ اپنے ایک مرید حاجی سکندر علی نوری کے نام تحریر فرمایا:

”نماز پنجگانہ اور نفل تہجد کا خیال آپ کے اہل خانہ بھی رکھیں اور اوراد و وظائف پورے کرتے رہیں“۔

ایک اور مکتوب گرامی میں مولانا مسعود احمد نوری بن مولانا زید احمد نوری خطیب گوجرانوالہ کے نام تحریر فرمایا:

”نمازیوں اور ہمسایوں کے ساتھ حسن سلوک و محبت سے رہا کریں، تہجد قضا نہ کیا



کریں۔" اے

”اپنے اوقات عزیزہ پڑھنے اور پڑھانے میں پورے کریں اور استقامت علی الشریعۃ کا خاص خیال رہے کہ اصل وہی ہے اور اسی میں مدارج عالیہ مضمر ہیں۔ خالق نے خوب کہا ہے۔

پس از سی سال این معنی محقق شد بہ خاقانی
کہ یکدم با خدا بودن بہ از ملک سلیمانی
حکیم سنائی نے بھی خوب سنائی ہے۔

غم دین خور کہ غم غم دین است
ہمہ غما فروتر از این است^۳

اسی طرح حضرت مولانا ابو الفضل محمد نصر اللہ نوری، مولانا ابوالفیاء محمد باقر نوری اور مولانا ابوالحق محمد رمضان نوری رحمہم اللہ تعالیٰ کے نام تحریر فرمایا:

”شریعت غرہ پر عمل پوری کوشش سے کرتے رہیں۔۔۔ ہر قسم کی خیانت سے پوری پرہیز رہے، خلوص و اخلاص و اتفاق سے وقت بسر کریں، یہ دنیا لعب و لہو ہی

۱۔ کتب عمرہ ۳، جنوری ۱۹۷۲ء

۱۰ مکتوب محرمہ ۶۶ رمضان المبارک ۱۳۷۳ھ



تو ہے۔“

شخصیت

حضرت نقیہ اعظم باوقار، بارعب اور پرکشش شخصیت کے حامل تھے۔ آپ بچوں پر رحمت، طلباء پر شفقت اور بزرگوں سے مودت فرمایا کرتے تھے۔ آپ کی زندگی حافظ شیرازی کے اس شعر۔

آسائش دو گیتی تفسیر این دو حرف است

با دوستان مروت با دشمنان مدارا

کا صحیح مصداق تھی۔ اخلاقیات میں صاحب خلق عظیم کے مظہر اتم تھے۔ شخصیت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو آپ کی ذات شرافت و منانت، جرأت و استقلال، ہمدردی و خیر خواہی، حلم و بردباری، بے لوثی و فرض شناسی، عالی ظرفی، علم و عمل، تواضع و انکساری، خدا ترسی اور پرہیزگاری کا مرقع تھی۔ آپ نے ۱۹۷۵ء میں اپنی جوان سال عالمہ فائدہ صابزادی کی وفات اور پھر ۱۹۷۸ء میں جوان سال عالمہ فضل محقق اور قابل ترین صاحبزادے مولانا ابوالفضل محمد نعر اللہ نوری علیہ الرحمۃ کے وصال پر جس صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا وہ تاریخ عزیمت کا درخشندہ باب ہے۔ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے موقع پر کتب احادیث میں حضور علیہ السلام و الصلوٰۃ کے طریق عمل کی منظر کشی کی گئی ہے۔ حضور کے اس قبیح اور مظہر نے اپنے عمل سے وہی سماں پیدا کر دیا کہ آنکھیں اشکبار تھیں اور زبان پر یہ کلمات جاری تھے۔

”ان العین تلمع والقلب يحزن ولا نقول الا ما يرضى ربنا وانا انظر انك يا ابراهيم



لمحزونون

”آنکھیں اٹکھار ہیں، دل ٹمکین ہے۔۔۔۔۔ مگر ہم ایسی کوئی بات نہیں کہتے

ہیں جو رضائے الہی کے خلاف ہو۔۔۔۔۔ اور ہم اے ابراہیم تیرے فراق سے

بڑے رنجیدہ ہیں۔“ لے

عاجزی و فروتنی آپ کے ماتھے کا جھومرا اور استغناء و توکل آپ کی زینت تھے۔ آپ
کبھی کسی امیر یا وزیر کے دروازے پر نہ گئے، جلب زر اور طلب دنیا سے پہلو تھی کی۔۔۔۔۔
انہیں بھروسہ تھا تو بس اپنے کریم، روف و رحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پاک
پر۔۔۔۔۔ حاجی رشید احمد نوری کے ایک خط کے جواب میں تحریر فرمایا:

”آپ نے رقم کی ضرورت دریافت فرمائی ہے تو اس کا جواب یہ ہے
کہ میں واقعی فقیر ہوں مگر کس کا؟ شہنشاہ دوسرا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کا۔۔۔۔۔ لہذا آپ کی رقم کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ خود ضرورت
کے مطابق بھیج دیتے ہیں یا بھجوا دیتے ہیں۔۔۔۔۔ میرا اکاؤنٹ تو مدینہ منورہ
میں ہے۔ میرا ایک شعر ہے۔

چوں وہابی و ہم بیزادی نمی داریم ما

چوں در اغنائے محبوب خدا یشتم باز“ لے

حب مصطفیٰ علیہ السّلام و التّحت و التّشاکی دولت ہی ان کا اصل سرمایہ تھا۔ جیسا کہ حافظ فیض
الرحمن کے نام تحریر فرمایا:

”دنیا دارا لھن اور بجن المؤمن ہے۔ اللہ تعالیٰ ایمان اور حب الحبيب
الا عظم صلی اللہ علیہ وسلم سے دل آباد رکھے تو سب کچھ حاصل ہے۔۔۔۔۔

لے مشکوٰۃ باب البكاء علی البیت

لے مکتوب عمرہ ۱۳، اگست ۱۹۷۲ء



لَوْ قُلْنَا اللَّهُ تَعَالَى "۱

وصال

حضرت فقیر اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے یکم رجب ۱۴۰۳ھ / ۱۵ اپریل ۱۹۸۳ء بروز جمعہ المبارکہ دوپہر ایک بجے وصال فرمایا اللہ وانا الیہ راجعون۔ — ملتان کے حافظ غلام حسین صاحب نے مجھے اپنا ایک خواب سنایا جو انہوں نے حضرت کے وصال سے ایک روز قبل دیکھا اس سے حضرت کی حقیقی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ حافظ صاحب موصوف نے بیان فرمایا:

”ایک وسیع سبزہ زار کے ایک حصے میں دریاں بہتی ہوئی ہیں اچانک ایک طرف سے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بمعہ صحابہ کرام عظیم الرضوان تشریف لارہے ہیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم دریوں کی بجائے سبزے پر جلوہ فرما ہو گئے اور یہ جملہ ارشاد فرمایا ”محمد نور اللہ ہو خادمنا۔۔۔ ہو خادمنا۔۔۔ یعنی محمد نور اللہ ہمارے خادم ہیں (تین مرتبہ) گویا آقا علیہ السلام سند قبولت سے نواز رہے ہیں۔ پھر حضور علیہ السلام نے حضرت کے لئے ایک لمبی دعا فرمائی“

اس سلسلے میں ایک اور واقعہ بھی قابل ذکر ہے آستانہ عالیہ حضرت شاہ مقیم علیہ الرحمۃ (حجرو شاہ مقیم) کے سجادہ نشین سید اعجاز علی شاہ صاحب قادری زید مجدہ نے راقم کو اپنا خواب سنایا جس سے بعد از وصال آپ کی بارگاہ حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم میں مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ شاہ صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ یکم رجب ۱۴۰۳ھ کی صبح میں نے آستانہ عالیہ حضرت شاہ مقیم علیہ الرحمۃ میں حاضر ہو کر حضرت علیہ الرحمۃ کے لئے دعا کی اور ساتھ



یہ صاحب مزار کی بارگاہ میں عرض کی کہ خصوصی توجہ فرمائیں کیونکہ حضرت مولانا کا ہم پر ایک بہت بڑا احسان ہے۔۔۔۔۔ چنانچہ دوپہر کے وقت خواب میں دیکھتا ہوں کہ میرے مرحوم بھائی کے ہاتھ میں سبز رنگ کی ایک دستار ہے جو انہوں نے مجھے دی اور کہا کہ رسول پاں صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ دستار دے کر آپ کے پاس بھیجا ہے کہ اسے مولانا کے سر پر رکھ دیں۔۔۔۔۔ میں نے اپنے بھائی سے پوچھا کہ حضرت صاحب کہاں ہیں انہوں نے بتایا کہ اسی کمرہ میں تشریف فرما ہیں۔ میں نے حضرت کو وہاں موجود پایا اور حضور فداہ روحی کی بھیجی ہوئی دستار آپ کے سر پر باندھ دی۔ کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا کہ :

”حضرت کو مدینہ منورہ روانہ کیا جا رہا ہے“

اگرچہ یہ خواب کی باتیں ہیں مگر راوی معتبر ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بصیرت سے نوازا ہے وہ یقیناً اس سے رہنمائی حاصل کریں گے۔

حضرت علیہ الرحمۃ کے وصال کی خبر قیامت اثر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ ٹیلیوژن اور ریڈیو پاکستان نے دو مرتبہ یہ خبر نشر کی۔ اخبارات نے صفحہ اول پر یہ جانکاہ خبر شائع کی۔ ہر طرف صف ماتم بچھ گئی۔ ملک بھر سے لوگ بصیر پور پہنچنا شروع ہو گئے۔ ۱۲ اپریل کو غسل دینے کے بعد حضرت کو دن کے گیارہ بجے دارالعلوم کے صحن میں رکھ دیا گیا۔ تین بجے تک مشتاقان دید و دیدار سے مشرف ہوتے رہے۔ آپ کا چہرہ انور پھول کی طرح کھلا ہوا تھا اور اس پر نورانیت اور مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ روزنامہ مشرق لاہور نے اپنی رپورٹ میں یوں

لے حضرت سجادہ نشین صاحب نے اس احسان کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ چند سال ہوئے ’میرے جوان سال بھائی سید امتیاز علی شاہ صاحب وفات پا گئے تو حضرت صاحب قبلہ باوجود علالت کے تشریف لائے اور جنازہ پڑھایا۔



تحریر کیا۔

”مولانا مرحوم کے چہرے کی مسکراہٹ دیکھ دیکھ کر لوگوں کا ایمان تازہ ہو رہا تھا“۔

س نشان مرد مومن پا تو گویم

چوں مرگ آید تبسم بر لب دوست

نماز ظہر کے بعد آپ کی چارپائی اٹھا کر دارالعلوم کی مسجد کے پچھلی طرف دارالفرقان میں رکھی گئی۔ غزالی زمان حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمۃ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کے جنازہ کا اجتماع تاریخی تھا دارالفرقان، مسجد اور دارالعلوم کے وسیع و عریض صحن کے علاوہ مسجد — ملحقہ تمام پلاٹ، چھتیں، گلیاں مخلوق خدا سے اٹی پڑی تھیں۔ روز نامہ جنگ ”۱۸ اپریل ۱۹۸۳ء“ نے جنازہ کا اجتماع ڈیڑھ لاکھ بتایا۔ تاہم محتاط اندازے کے مطابق دو لاکھ سے بھی متجاوز تھا۔ ملک بھر کے نامور علماء و مشائخ کا جم غفیر تھا۔ مولانا تائیں تصویر صاحب رقم طراز ہیں۔

”کم و بیش چالیس ہزار علماء و مشائخ عظام، اصفیاء و حفاظ کرام شریک جنازہ تھے ان خواص کے علاوہ عوام کا اندازہ لگانا قطعاً مشکل نہیں“۔

نماز جنازہ سے قبل غزالی زمان علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی نے اپنے پرورد خطاب میں فرمایا

”امام الفقہاء سیدی فقیہ اعظم کے وصال سے پورا ملک یتیم ہو گیا، ہم سب یتیم ہو گئے۔ علم و تقویٰ دفن ہو رہے ہیں“

لے روزنامہ مشرق لاہور، ۱۸ اپریل ۱۹۸۳ء

لے ترجمان اولیٰں، مرید کے، شمارہ رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ



دارالعلوم خفیہ فریدیہ بصیر پور کے مشرقی حصہ میں اس پیکر قدسی کو اپنے والد ماجد کے پہلو میں آغوشِ رحمت میں لٹا دیا گیا۔ آپ کی قبر مبارک میں لگنے والی کچی اینٹوں پر متعدد قرآن پاک ختم کئے گئے تھے۔ آپ کا مزار پر انوار مرجع خلافت ہے۔ رونہ مبارک کی عالی شان عمارت زیر تعمیر ہے۔ آپ کا عرس مبارک رجب المرجب کی پہلی اور دوسری تاریخ کو بڑی شان و شوکت سے منعقد ہوتا ہے۔ جس میں ممتاز علماء و مشائخ رونق افروز ہوتے ہیں۔

حضرت علیہ الرحمۃ کے سانحہ وصال پر اخبارات میں بے شمار تعزیتی بیانات شائع ہوئے۔ سینکڑوں خطوط موصول ہوئے اور بہت سے شعراء نے مناقب و قصائد اور قطعات تاریخ تحریر کئے۔ جن کے لیے ایک مستقل تالیف کی ضرورت ہے۔ ذیل میں چند مناقب درج کی جاتی ہیں

پیر طریقت حضرت خواجہ غلام فخر الدین سیالوی مدظلہ، (برادر گرامی شیخ الاسلام حضرت خواجہ قمر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ) سیال شریف نے فارسی نظم تحریر فرمائی

آں ابوالخیر زبدۂ اخبار بود اندر علوم کوہ وقار
تاجدار ولایت عرفاں در دیار علوم دیں سروار
سینہ گنجینہ اش زجب نبی دلش از ذوق و شوق دیں سرشار
رختش غرۂ زماہ رجب سال ہفتاد و دو ز عمر شمار
فخر آں بود چونکہ ”نور اللہ“

مرقد اوست ”منظر انوار“
۱۳۰۳ھ

سید رضی شیرازی رقم طراز ہیں:

آں فقیہ بے عدیل و بے نظیر رفتہ است از گلشن عالم چو پرو
تیرہ و تار است دنیاۓ علوم نیست در دنیا نقیبے ہم چو پرو



اے رضی سال وصال آل فقیہ "ہاں فقیہ اعظم ماریت" کو

متارنعت کو شاعر راجا رشید محمود مدح سرا ہیں:

فقیہ زماں صاحب ادب و عظمت رہے عمر بھر سادگی کی علامت
جو پوچھوں میں تاریخ تزیل ان کی تو ہاتھ کسے "فاضل پاک لطیف"

جناب قمرزدانی صاحب نے مادہ تاریخ پر مشتمل منقبت کے علاوہ نثر میں بھی تاریخ

نکالی ہے چند جملے یہ ہیں:

"فخصیت بے مثال" "عابد مغفور" "عالم یکتا علامہ محمد نور اللہ نعیمی نور اللہ مرقدہ"

فارسی اور اردو کے علاوہ حضرت علیہ الرحمۃ کے متعلق عربی میں بھی متنبہتیں کی گئیں۔

حضرت مولانا ابوالفیاء محمد باقر صاحب نوری رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سے تاریخی مناقب کے

جو ان کی تالیف "انوار حیات" میں چھپ چکے ہیں۔ ایک عربی منقبت کے چند اشعار ملاحظہ

ہوں۔

ہو شیخ الاسلام و تاج الشریعہ بل نفع التفتیح للہ درہ
بل مفرغ التذقیق واللہ سرہ طاف الوری و تفقد النسل عصرہ
فقیر و جیہ مفسر و محدث شفاء لامراض الیہ اطن نظرو
ذکی تقی عملہ و فقی ملہ و فی الحب حب محمد مقفی عمرہ

و قد اہم تاریخ رحلتہ الفیاء

"فقیہ اعظم یمن زمن" مرہ

اولاد امجاد

حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ کے ہاں پانچ صاحبزادے اور سات صاحبزادیاں نوکر

ہوئیں۔ جن میں دو صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں بیتہ حیات ہیں۔ صاحبزادگان کے نام یہ



ہیں:

- (۱) مولانا ابوالعطا محمد ظہور اللہ نوری
- (۲) مولانا ابوالفضل محمد نصر اللہ نوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸ء)
- (۳) صاحبزادہ محمد عبداللہ
- (۴) صاحبزادہ محمد اسد اللہ (یہ دونوں صاحبزادے کم سنی میں وفات پائے)
- (۵) راقم الحروف محمد محب اللہ نوری

تصانیف

حضرت نقیہ اعظم علیہ الرحمۃ صاحب تصنیف عالم دین تھے۔۔۔ تدریسی و انتظامی مصروفیات کے باوجود آپ نے کئی تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔ جن تصانیف کا علم ہوسکا وہ یہ ہیں

۱- ○ فتاویٰ نوریہ۔۔۔ چھ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔

- جلد اول: پہلا ایڈیشن مطبوعہ چٹان پریس لاہور ۱۹۷۴ء، دوسرا ایڈیشن ۱۹۸۱ء، تیسرا ایڈیشن مطبوعہ گنج شکر پرنٹرز لاہور ۱۹۹۱ء
- جلد دوم: پہلا ایڈیشن ملی پرنٹرز لاہور ۱۹۷۷ء، دوسرا ایڈیشن گنج شکر پرنٹرز لاہور ۱۹۸۸ء
- جلد سوم: پہلا ایڈیشن کبائٹ پرنٹرز لاہور ۱۹۸۳ء، دوسرا ایڈیشن گنج شکر پرنٹرز لاہور ۱۹۹۴ء
- جلد چہارم: گنج شکر پرنٹرز لاہور ۱۹۹۰ء
- جلد پنجم، ششم: (یہ دونوں جلدیں یکجا ہیں) پہلا ایڈیشن گنج شکر پرنٹرز لاہور ۱۹۹۰ء، دوسرا ایڈیشن گنج شکر پرنٹرز لاہور ۱۹۹۳ء

۲- رسالۃ الرموز ۱۳۳۹ھ / ۱۹۳۰ء غیر مطبوعہ

۳- انوار اتقن الدولہ فی اجوبۃ اسئلۃ فکادولہ تصنیف ۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء

۱۰ یہ رسالہ زمانہ طالب علمی کی یادگار ہے۔



۳۔ نویر فیئ الزوال بنور عدل فیئ الزوال (عربی) ۱۳۶۰ھ ر ۱۹۴۱ء مطبوعہ دین محمدی پریس لاہور

۵۔ قضاے سنت فجر

۶۔ انار استمرار الکفار فی اضرار النار ۱۳۶۰ھ ر ۱۹۴۱ء

۷۔ نور نعیمی ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ۱

۸۔ نور القوانین ۱۳۶۶ھ ۱۹۴۳ء مطبوعہ لاہور ۱۹۷۴ء

۹۔ عقود العسجد لعمار المساجد ۱۳۶۳ھ ۱۹۴۴ء

۱۰۔ مسئلہ سایہ ۱۳۶۶ھ/۱۹۷۳ء مطبوعہ لاہور

۱۱۔ افادۃ النشر اؤكد الامر ۱۳۷۰ھ ر ۱۹۵۰ء

۱۲۔ نعمائے بخشش المعروف دیوان نور مطبوعہ مقبول احمد پریس لاہور ۱۳۷۳ھ/۱۹۵۴ء ۲

۱۳۔ حرمت المصاہرہ ترغیب المناکحہ ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۶ء

۱۴۔ کبر الصوت ۱۳۷۵ھ ۱۹۵۶ء مطبوعہ اردو پریس لاہور ۱۹۵۶ء ۳

۱۵۔ ضمیمہ کبر الصوت ۱۳۷۸ھ ر ۱۹۵۹ء مطبوعہ لاہور آرٹ پریس لاہور



۱۔ یہ رسالہ دوسری بار ۱۹۷۹ء میں "بہر ویوں کا اصل روپ" کے نام سے شائع ہوا۔

۲۔ عربی فارسی 'اردو اور پنجابی منظوم کلام' جس کا اکثر و بیشتر حصہ زمانہ طالب علمی کی یادگار ہے۔ اردو اور پنجابی کا کچھ حصہ "نعمائے بخشش" کے تاریخی نام سے ۱۳۷۳ھ (۱۹۵۳ء) میں شائع ہوا۔ باقی غیر مطبوعہ ہے۔

۳۔ اس کتاب کا تاریخی نام کبر الصوت لیس فوت (۱۳۷۵ھ) ہے۔ دوسرا ایڈیشن مجمع ضمیمہ

۱۳۷۸ھ ر ۱۹۵۹ء میں خطیب پاکستان مولانا محمد شریف نوری علیہ الرحمۃ کے زیر اہتمام جمعیت اہل

سنت قصور نے شائع کیا۔

۱۶۔ تقبیل الابرارین عند ثانی الاذانین ، ۱۳۷۸ھ / ۱۹۵۸ء

۱۷۔ حدیث الحبيب ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء مطبوعہ اہلال پرپریس لاہور ۱۷۰

۱۸۔ حرمت زنا ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء مطبوعہ حمایت اسلام پرپریس لاہور ۲۰

۱۹۔ روزہ اور نیکہ ۱۳۸۲ھ / ۱۹۶۳ء مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء

۲۰۔ ابداء البشرى، تقبیل الصلوۃ فی الصلوۃ الکبریٰ ۱۳۸۹ھ / ۱۹۶۹ء مطبوعہ نثار آرٹ پرپریس لاہور ۱۹۶۹ء

۲۱۔ الافتاء فی جواز تعلیم الکتابۃ للنساء ۱۳۹۲ھ / ۱۹۷۲ء

۲۲۔ فوائد ظہوریہ (حواشی شرح جامی) غیر مطبوعہ

۲۳۔ حواشی صحیح بخاری غیر مطبوعہ (عربی)

۲۴۔ حواشی صحیح مسلم غیر مطبوعہ (عربی)

۲۵۔ حواشی جامع ترمذی غیر مطبوعہ (عربی)

۲۶۔ خطبات نوریہ (عربی) مطبوعہ ۱۹۸۴ء

۲۷۔ مکاتیب فقیہ اعظم غیر مطبوعہ

۲۸۔ مواظف فقیہ اعظم غیر مطبوعہ

۱۔ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن نثار آرٹ پرپریس لاہور سے ۱۹۷۲ء میں اور تیسرا ایڈیشن

جسارت پرپریس لاہور سے ۱۹۷۳ء میں طبع ہو کر انجمن حزب الرحمن کی طرف سے شائع ہوا۔

۲۔ اس رسالہ کا تاریخی نام ہے ”الجواب لاسئل کباب الغراب“ یہ جمعیت عالیہ اسلامیہ

لاہور (مؤتمر علماء پاکستان) نے شائع کیا۔ دوسری بار انجمن حزب الرحمن نے ۱۹۷۶ء میں شائع کیا۔

۳۔ یہ رسالہ مشرقی پاکستان سے آمدہ سوالات کے جواب میں تحریر کیا گیا۔ جو خطیب دار السلام

جامع مسجد مدینہ منصف گنج (بنگلہ دیش) کی طرف سے شائع ہوا۔



تحریر۔ محمد محبوب اللہ لوری

مرتب

پیشانی کشادہ، مطلع انوار۔۔۔۔۔ سر پر علم و فضل کی دستار۔۔۔۔۔ چہرہ پر نور۔۔۔۔۔
آنکھیں بادہ محبت سے مخمور۔۔۔۔۔ روئے تاباں پر سیاہ کھنی دائمی کی بہار۔۔۔۔۔ سنت
محبوب پروردگار۔۔۔۔۔ آواز گردار۔۔۔۔۔ لہجہ بادقار۔۔۔۔۔ خلیق و نمکسار۔۔۔۔۔
اعدائے دین کے لئے تنگی تلوار۔۔۔۔۔ بلند کردار۔۔۔۔۔ عابد شب زندہ دار۔۔۔۔۔ تحریر،
تقریر اور تدریس میں یکہ و طاق۔۔۔۔۔ زادہ اللہ، مستثنیٰ العلم والحمد کے صحیح مصداق۔۔۔۔۔
عاشق رسول۔۔۔۔۔ جامع معقول و منقول۔۔۔۔۔ نازش عجم و عمل۔۔۔۔۔ حرمت خلامہ
ابوالفضل۔۔۔۔۔ (علیہ الرحمہ)

نام نامی، اسم گرامی محمد۔۔۔۔۔ لقب نصر اللہ۔۔۔۔۔ کنیت ابوالفضل اور تاریخی نام
مرغوب علی تھا۔۔۔۔۔ ۱۳۵۸ھ، ۱۹۳۹ء کو ضلع اوکاڑہ کے ایک گاؤں ”فرید پور“ میں آپ
کی ولادت باسعادت ہوئی۔

آپ کے والد گرامی حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بیاض میں تاریخ ولادت
یوں درج فرمائی:

”تاریخ تولد محمد الملقب بنصر اللہ جعلہ اللہ اخراہ، خیر آمن اولیہ“

خمیس ہفتہ جمادی اولیٰ می بود قبیل شام نصر اللہ بنمود
محمد نام و ”مرغوب علی“ لقب چوں ”مرغوب محمد“ حی با ادب
چوں ”مظہر یاری“ و ”منظور الاعیان“ شدہ ”راغب محمد بی“ داں
ہمہ القاب تاریخی و وصفی ۱۳۵۸ھ نہاد لقب نصر اللہ، ۱۳۵۸ھ و ”حی“

آپ نے تمام تر تعلیم و تربیت اپنے والد گرامی کے زیر عمرانی حاصل کی۔ زمانہ طالب



علمی ہی میں تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ سند فراغت حاصل کرنے کے بعد مستقل طور پر تدریسی شعبہ سے منسلک ہو کر ترویج و اشاعت دین کی اہم ذمہ داری سنبھال لی۔۔۔۔۔۔
تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، صرف، نحو، ادب عربی وغیرہ کے علاوہ ریاضی، ہیئت، ہندسہ، منطق، فلسفہ اور کلام میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔۔۔۔۔۔ اندازِ تقریر ایسا سہل اور عام فہم تھا کہ ادق اور پیچیدہ مباحث معمولی ذہن رکھنے والے طالب علم کے دل و دماغ میں بھی مرتسم ہو جاتے۔۔۔۔۔۔

آپ کے سینے میں علم و فضل کا ایک بحر بے کنار موجزن تھا۔۔۔۔۔۔ ایک شفیق اور محنتی استاذ ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین صلاحیتوں کے حامل تھے۔ انہی اوصاف کے پیشِ نظر ۱۳۷۹ھ میں حضرت قیصر، تنظیم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصرپور کا نائب مہتمم مقرر فرمایا اور اسی موقع پر ”ابوالفضل“ کنیت سے نوازا۔۔۔۔۔۔

حضرت علامہ ابوالفضل علیہ الرحمہ ۲۸ مئی ۱۹۷۳ء کو دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے شعبہ تبلیغ انجمن حزب الرحمن کے صدر مقرر ہوئے۔۔۔۔۔۔ یہ آپ کی مساعی جیلہ کا نتیجہ تھا کہ انجمن ہڈانے بے سرو سامانی کے باوجود قلیل مدت میں کافی ترقی کی۔۔۔۔۔۔ ایک مجلہ ہر ماہ باقاعدگی سے شائع ہونے لگا جو بحمد اللہ تعالیٰ ”نور الحییب“ کے نام سے اب تک اسی آب و تاب کے ساتھ مطلق صحافت پر جگمگا رہا ہے۔۔۔۔۔۔

آپ نے فقہ حنفی کا عظیم انسائیکلو پیڈیا اور فتاویٰ رضویہ کے بعد برصغیر پاک و ہند میں سب سے عظیم و ضخیم فتاویٰ ”فتاویٰ نوریہ“ کی ترتیب و طباعت کے کٹھن مگر اہم کام کا بیڑا اٹھایا۔۔۔۔۔۔ اس طرح اس وقیع علمی ذخیرہ کی پہلی دو جلدیں ۱۹۷۳ء اور ۱۹۷۷ء میں منظرِ شہود پر جلوہ گر ہوئیں۔ یہ آپ کی تربیت و رفاقت اور باطنی توجہ کا اثر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس احقر کو بقیہ چار جلدیں مرتب کرنے کی سعادت بخشی۔۔۔۔۔۔ اب بحمد اللہ تعالیٰ فتاویٰ نوریہ مکمل شائع ہو چکا ہے۔

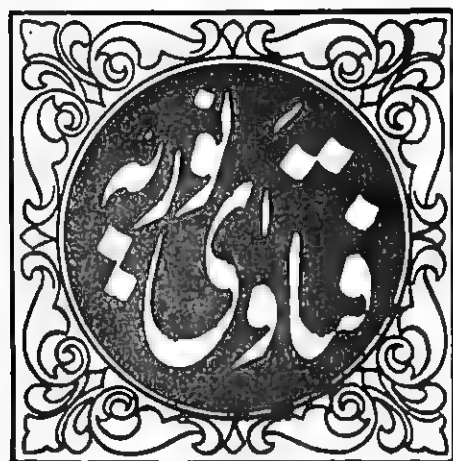
آپ، حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ کے دستِ حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ نوریہ میں بیعت سے مشرف ہوئے۔ آپ کی پوری زندگی اتباعِ نبوی اور عشقِ مصطفوی سے عبارت تھی۔ تقویٰ و طہارت اور عبادت و ریاضت میں اپنی مثال آپ تھے۔۔۔۔۔۔ علوم



دینیہ کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سیاسی بصیرت سے بھی نوازا تھا۔ آپ نے جمعیت علمائے پاکستان کے پلیٹ فارم پر تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء اور تحریک نظام مصطفیٰ ۱۹۷۷ء میں بھرپور کردار ادا کیا۔۔۔۔۔ آپ کے ہاں تین صاحبزادیاں اور چار صاحبزادے متولد ہوئے تین صاحبزادے بقید حیات ہیں۔ (۱) مولانا محمد فضل اللہ (۲) مولانا محمد لطف اللہ (۳) مولانا محمد الی اللہ (معلم ربہم تعالیٰ)۔

تدریسی و انتظامی مصروفیات کے باوجود آپ نے کئی تصنیفات یادگار چھوڑیں۔ فتاویٰ نصریہ کے علاوہ باقی رسائل و مقالات کو احقر نے ”سترو تقریریں“ کے نام سے مرتب کیا۔ جسے انجمن حزب الرحمن، شعبہ دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور نے جنوری ۱۹۸۹ء میں بڑے اہتمام سے شائع کیا۔ ۱۳ رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ / ۱۹ اگست ۱۹۷۸ء کو عین عالم شباب میں یہ آفتاب علم و فضل غروب ہو گیا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔





مَنْ يَرْدِ اللَّهُ بِخَيْرٍ أَيْفَقَهُمُ فِي الدِّينِ

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

”اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ خیر کا راوہ فرماتا ہے اسے دین کا

”نقص“ بنا دیتا ہے۔“

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



اللَّهُ مُحَمَّدُهُ مُحَمَّدُهُ مُحَمَّدٌ بِجَمَالِهِ وَجَلَالِهِ وَمُحَمَّدٌ اللَّهُ
مُحَمَّدُهُ بِجَمَالِهِ وَجَلَالِهِ أَحْمَدُ اللَّهُ رَبِّي وَأَعْبُدُ عَلَى رِسَالِهِ وَأُصَالِيهِ
وَأُصَلِّي وَأُسَلِّمُ عَلَى حَبِيٍّ أَحْمَدٌ قَدْ جُودَهُ وَنَوَالِهِ وَعَلَى آلِهِ أَنْجَالِهِ
وَأَشْبَالِهِ مَعَادِنُ كَمَالِهِ وَأَكْمَالِهِ وَعَلَى أَصْحَابِهِ أَحْبَابِهِ وَأَبْطَالِهِ

تعق زنة الفاعل من التحميد بمعنى تكثير الحمد وتكريره مبتدأ من غفرله
تعق زنة المفعول بمعنى توصف مبدل من - ومحمد علما بديل المكان من
و ليس بمل مع البديل خبر لمبتدأ أو لجملة خبر الجلالة وبتوضيح من هذا معنى
لجملة الثانية ايضاً من غفرله

تعجم النجل بمعنى الولد من غفرله

تعجم شبل وهو ولد الاسد من غفرله

عجم بطل وهو شجاع من غفرله

مَرَّيَا أَعْمَالَهُ وَأَحْوَالَهُ وَعَلَى الْمُتَفَقِّهَيْنِ فِي الدِّينِ مَظَاهِرَ إِيَّالِهِ وَ
 أَثْنَاءَ الْمُنْذَرِ الْمُكَفِّفِ مِنْ حَرَامِهِ وَحَلَالِهِ الْمُبَصِّرِ دَلَالَتَهُ
 وَاسْتِدْلَالَهِ لِيَبْلُغَ إِلَى كَمَالِهِ وَيُقْلِعَ فِي حَالِهِ وَمَالِهِ وَأَشْهَدُ أَنْ
 لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ فِي مُلْكِهِ وَاسْتِعْمَالِهِ وَأَنَّ
 مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَحَيِّبُهُ الْمُتَحَبِّبُ إِلَيْنَا بِأَمَالِهِ وَاسْتِمَالِهِ
 أَمَّا بَعْدُ فَهَذِهِ أَجْوِبَةٌ مُفِيدَةٌ لَا تُسْأَلُ عَنْ دِيْدَةٍ مِّنَ
 الْفَقِيرِ إِلَى إِلَهِ الْغَنِيِّ إِلَى الْخَيْرِ مُحَمَّدٌ نُورُ اللَّهِ الْتَعِيْمِي عَفَى عَنْهُ
 الْخَطَايَا وَهَيَّئْ مَا يَحْيِي وَيَرْضِي وَرَضِي عَنْهُ وَارْضِي

جميع المظهر الظرف المكان ١٣ منه غفرله

عنه الاصل الموضع والسياسة والاحسان فيها ١٣ منه غفرله

عنه الاصل الموضع والسياسة ١٣ منه غفرله

جميع المنذر المضاف المكلف اضافة لفظية بحذف النون ١٣ منه غفرله

جميع المبصر محذوف النون المضاف الى دلائله ومعطوف ١٣ منه غفرله

له مصدران اصلهما امالة واستمالة حذف التاء عنهما لانهما مثل اقام الصلوة ١٣

منه بحذف ضمير المفعول العائد الى ابي الخير ليكون الحذف شارة الى عدم وفناء

في نفسه كما قال تعالى كل شيء هالك الا وجهه ١٣ منه غفرله

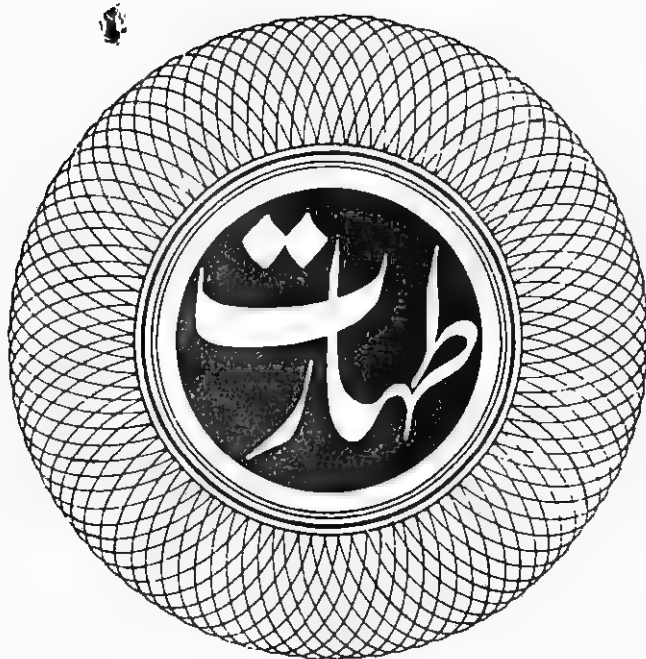
عنه جميع المرأة العرقية ١٣ منه غفرله

عنه لا يخفى ما في المتفقين من براعة الاستهلال وكذا في التكليف والحرام والحلال

والامتنان والابصار والدلائل والامتنان والابصار والاعمال وغير ذلك مما تقدم من

الاعمال والاحوال والسرائر والاكمال الى غيرها ما بدأ ١٣ منه غفرله







مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ
وَلَكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ
(المائدہ ۶۱)
’اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کچھ بھی رکھے بلکہ وہ تو تمہیں صاف ستھرا
کرنا چاہتا ہے۔‘

کتاب الطہارۃ

الاستفتاء

بخدمت اقدس حضرت علام مفتی اسلام فقیہ اعظم محدث بصیر پوری دامت برکاتہم العالیہ
السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ :-

ع ۱ : کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر میں مسئلہ کہ غسل خانہ میں بوقت غسل وضو کرنا جائز ہے؟ اور اسی وضو کے ساتھ نماز ادا کرنا یا تلاوت قرآن پاک کرنا جائز ہے یا نہیں؟
ع ۲ : غسل خانے کے اندر بوقت غسل کلمہ شریف پڑھنا جائز ہے؟ حالانکہ انسان ننگے جسم غسل کر رہا ہو؟
السلامت :- سکندر علی ازکندہ وال تحصیل دیپال پور ضلع ساہیوال ۱۷۹۵



والسلام ورحمۃ وبرکاتہ :-

ع ۱ : بوقت غسل وضو اول کرنا سنت غسل ہے کما فی احادیث البخاری و مسلم
اور جب شرعاً وضو ہو گیا تو نماز اور تلاوت قرآن پاک ہاتھ لگا کر لیتا جائز ہوگی بلکہ شرعاً غسل کا نام طہارت
کبریٰ ہے یعنی سب سے بڑی طہارت کیونکہ وضو سے غسل بڑا ہے اور جب صرف چھوٹی طہارت سے
جائز ہے تو بڑی سے کیونکر جائز نہ ہو؟

ع ۲ : غسل خانہ میں خصوصاً ننگے جسم کلمہ شریف یا قرآن پاک نہیں پڑھنا چاہئے۔ ہاں دل میں

تو ہر وقت کلمہ پڑھتا ہے مگر ظاہر پڑھنا ادب کے خلاف ہے ۔
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی
حبیبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔
رحمہم العزیز الکریم محمد نور اللہ تعالیٰ غفرلہ

الاستفتاء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین بارے میں مسائل کے کہ بعد از غسل میت کو کفن دینے کے بعد جب چار پائی اٹھا اٹھا کر تین..... منزل دیتے ہیں کہ شرع شریف میں اس کا کوئی ثبوت ہے؟ اس کا کوئی ثبوت ضرور تحریر فرمائیں۔
نمبر ۲: کیا نیت جنازہ کا جو وضو کیا گیا ہے اس وضو سے نماز فرض عین ادا کر سکتا ہے یا کہ نہیں؟
جواب عطا فرمائیں، اجر عظیم اللہ تعالیٰ سے حاصل کریں۔

السائل: حافظ دیوان علی وسید عبد الحمید شاہ چک نمبر ۱۵/۵ ایل
ڈاکخانہ خاص مدرسہ میاں جٹوں تحصیل خانیوال ضلع ملتان



ہمارے مذہب مہذب حنفی میں وضو کے لئے نیت شرط نہیں تو وضو بلا نیت ہی ہو جاتا ہے اور نماز جنازہ کی نیت تو ہے ہی نماز کی نیت، تو بطریق اولیٰ جائز ہو گیا۔ اور جب وضو ہو جائے تو اس سے سب نمازیں فرض و واجب اور سنت و اقل ادا ہو سکتی ہیں بلکہ تم جس میں نیت شرط ہے وہ بھی اگر نیت

نماز جنازہ سے کیا جائے تو اس سے بھی ہر فرض نماز بلا خلاف جائز ہے۔ فتاویٰ عالمگیری ص ۳۱۱ جلد ۱
میں ہے لوتیمم لصلوة الجنازة او لسجدة التلاوة اجزاء ان یصلی
به المكتوبة بلا خلاف کذا فی المحيط۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ
تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و صحبہ و بارک و سلو۔ یہ دوسرے سوال کا جواب ہے اور پہلا
سوال میں نہیں سمجھ سکا۔ یہاں ایسا کوئی رواج نہیں تفصیل سے لکھا جائے تو جواب دیا جاسکتا ہے انشاء اللہ
حضرت جواب میں ذرہ تاخیر ہو گئی۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ نفاذ گم ہو گیا اور کافی جستجو کے بعد کئی
دنوں کے بعد آج ملا ہے تو آج ہی جواب لکھ دیا ہے۔

عزہ الغیر البر الخیر محمد نور اللہ تعالیٰ عنہ

الاستفتاء

بخدمت شریف جناب مولانا مولوی ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب دام ظلکم العالی
السلام علیکم : زیادہ آداب کے بعد عرض ہے کہ چند ایک مسئلہ جات کا فتوے لکھ کر مشکور
فرمادیں، نہایت ہی مہربانی ہوگی۔

- نمبر ۱۔ نماز جنازہ کے وضو سے دوسری فرضی نماز جائز ہے یا نہیں ؟
 - نمبر ۲۔ روزے کے درمیان کوئی مسلمان آدمی فوت ہو جائے تو اس کا جنازہ کس طرح ہے ؟
 - نمبر ۳۔ خمر سے جنازہ کس طرح ہے ؟
 - نمبر ۴۔ نماز فجر کی سنتیں جماعت کے نزدیک کیسی ہیں اور کس طریقہ سے بہتر ہیں ؟
 - نمبر ۵۔ وضو پر وضو کر سکتا ہے یا نہیں ؟ جلدی ارسال فرمادیں۔ فقط والسلام مع الاکرام۔
- السالئل :- محمد منیر محمد شریف چک دلیک ڈاکخانہ بنگلہ دکن ضلع ساہیوال



ملکہ ۱ : نمازِ جنازہ کے وضو سے مراد وہ وضو ہے جو بنیت نمازِ جنازہ کیا گیا ، یا وہ ہے جس کے ساتھ نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ سائل نے تفصیل نہیں کی مگر شرعاً ہر طرح اس وضو سے دوسری تمام نمازیں نافذ فرضی جائز ہیں۔ پہلی صورت میں اس لئے کہ وضو میں نیت سرے سے شرط ہی نہیں تو اگر نمازِ جنازہ کی نیت سے بھی نہ ہوتا تب بھی اس سے سب نمازیں جائز ہوتیں لہذا طلاق اوامر الکتاب والسنۃ والاطلاق حجة مطلقة۔ اور بدائع صانع جلد ۱ وغیرہ میں ہے لا یشرط لهما (ای الرضوء والغسل) النیۃ اور دوسری صورت میں یوں کہ وضو کے ٹوڑنے والا صرف حدث ہی ہے ، بدائع صانع جلد ۲ وغیرہ میں ہے فالذی یقضه الحدث۔ اور نمازِ جنازہ کو کسی آیت یا حدیث یا کسی امام قدیم و حدیث نے حدث قرار نہیں دیا بلکہ ائمہ عظام نے صاف صاف فرمایا کہ قہر جو دوسری نمازوں میں مفسد نماز و وضو ہے ، نمازِ جنازہ میں مفسد وضو نہیں۔ بدائع صانع جلد ۱ وغیرہ میں ہے کافی صلوة الجنانۃ۔ سنن بیہقی ص ۳۱۳ جلد ۱ میں ہے کہ حضرت نافع جو بہت بڑے تابعی ہیں فرماتے ہیں کہ ہم نمازِ جنازہ پڑھتے تھے اور وضو نہ لوٹاتے تھے ونصلى عليه ولا نعبد الرضوء۔ اور ص ۳۱۳ جلد ۱ میں حضرت سعید ابن المسیب جو بہت بلند پایہ تابعی ہیں ان سے بیان سنت کے تحت ہے کہ نمازِ جنازہ سے وضو نہیں لوٹنا ولا وضوء علی احد من غیر ذلک ممن صلى عليه۔ نیز ص ۳۱۳ میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ نمازِ جنازہ چونکہ نماز ہے تو دوسری نماز کے لئے نئے وضو کی ضرورت نہیں قال اشعبا کنا فی صلوة ورجعنا الی صلوة فلا وضوء۔

ملکہ ۲ : دوسرے اہل اسلام ہی کی طرح ہے۔ سائل نے اس سوال میں بھی تفصیل نہیں کی کہ روزہ کی حالت میں فوت ہونا کس طرح ہے آیا وفات کا سبب روزہ ہے یا کوئی اور مرض یا عرض جیسے عموماً امراض وغیرہ سے بلا حالت صیام بھی موتیں واقع ہوتی رہتی ہیں اور روزہ کی سببیت کی بھی کئی صورتیں



ہیں مثلاً بیماری میں روزہ رکھا یا روزہ پر بیماری یا سخت بھوک یا پیاس طاری ہوگئی اور کوئی دوا ، غذا ، پانی میسر نہ ہو سکا ، یا میسر ہوا مگر اس گمان پر استعمال نہ کیا کہ روزہ پورا ہو جاتا ہے ، بھگت نہیں ہوا ہی کرتی ہیں اور قابل برداشت سمجھتا رہا کہ موت آگئی۔ اور ایسے ہی سفر یا ان صورتوں میں چانک غشی طاری ہوگئی ، کچھ سوچ ہی نہ سکا یا کسی ظالم نے مقیم تندرست کو مجبور کیا کہ ماہ رمضان شریف کا روزہ نہ رکھے یا توڑ دے ورنہ قتل کر دوں گا اور اس کے صبر کیا اور ظالم نے قتل کر دیا تو ایسی مب صورتوں میں وہ جنتی ہے کیونکہ اچھے کام روزہ پر اس کا خاتمہ ہوا۔ قرآن کریم میں معذرتیں کو فرمایا

و ان تصوموا خیر لکم یعنی تمہارا روزہ رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے۔ شرح الصدور ص ۱۱۱

کنز العمال جلد ۲۹ میں بحوالہ دہلی ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے کہ محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من مات صائماً اوجب اللہ له الصیام الی یوم القیمة یعنی جو روزہ کی حالت میں فوت ہوا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے قیامت تک روزہ ثابت کر دیتا ہے۔ شرح الصدور ص ۱۱۱

میں بحوالہ مسند امام احمد اور کنز العمال ص ۲۹ جلد ۲ میں بحوالہ بڑا حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بالفاظ متعارف ہے کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من ختم له بصیام یوم دخل الجنة " جس کا خاتمہ ایک دن کے روزے کے ساتھ یا بسبب ایک دن کے روزے کے ہوا بہشت میں داخل ہوگا۔ جامع الصغیر ص ۵۵۸ جلد ۲ میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بحوالہ مسند امام احمد و مستدرک حاکم بہ افادۃ التفسیر مرفوع حدیث شریف ہے من مات علی شیء بعثہ اللہ علیہ یعنی جو کسی کام پر مرے اللہ تعالیٰ اس کو اس کام پر اٹھائے گا۔ بحوالہ ائق ص ۲۸۳ جلد ۲ ، بدائع صنائع جلد ۲ بیان اعذار میں ہے والنظم منها بعضہا مبیح مطلق لا موجب کما فیہ خوف فی زیادۃ ضرر دون خوف المہلک۔ بحوالہ ائق ص ۲۸۸ جلد ۲

میں ہے معرفۃ ذلک باجتہاد المریض۔ بدائع ص ۲۹۹ جلد ۲ میں ہے واما الاکراہ علی افطار صوم شہر رمضان بالقتل فی حق الصحیح المقیم فمصرخص فالصوم افضل حتی لو امتنع من الافطار حتی قتل یشاب علیہ۔ اور اگر ان صورتوں میں اسوائے اکراہ ظالم کے اسے معلوم ہو گیا کہ روزہ پر قائم رہنا باعث ہلاک ہے اور دوا ، غذا ، پانی پر قادر بھی ہے یا مسافر و مریض کو ظالم مجبور کرے کہ روزہ نہ رکھے یا توڑ دے یا علواناً روزہ سنت و نفل کے متعلق ہوں کہے اور دھمکی دے کہ نہ ماننے پر قتل کر دے گا اور غالب گمان یاقین ہو کہ واقعی قتل کر دینا



تو شرعاً ضرورتوں میں اس پر لازم کہ جان بچانے کے لئے روزہ چھوڑ دے تو نہ چھوڑنے کی ضرورت میں گنہگار ہوگا۔ بدائع ص ۹۲ جلد ۲ میں ہے وما فیہ خوف الهلاک فهو مبیح مطلق بل موجب۔ ص ۹۷ جلد ۲ میں ہے واما العجوة والعطش الشديد الذی یخاف منه الهلاک الخ ص ۹۸ جلد ۲ میں ہے واما فی حق البماض والمسافر فالاکراه مبیح مطلق فی حقهما بل موجب (الحی ان قال) یا شمد۔ ہاں اگر اس مسئلہ سے ناواقف ہو اور ظاہر معنی ان تصور مواخیر لحد کی بنا پر جانے کہ شرعاً میرے اوپر روزہ پرفاقم رہنا لازم ہے یا کسی عالم نمائے علم نے فتویٰ دے دیا کہ روزہ پرفاقم رہنا ضروری ہے۔ بہر حال وہ اپنی دانست سے شرعی حکم کی تعمیل کرتا ہوا فوت ہو گیا تو ظاہر یہ ہے کہ معذور ہوگا کہ حدیث اسماء الاعمال بالنسب روایۃ البخاری مسج ۱ وغیرہ من اسماء الحدیث یعنی اعمال کے حکم نبیوں پر ہی ہیں اور حدیث البوداؤد ص ۹۵ ج ۲ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا من اختفی بغیر علمہ کان اشمہ علی من اختصہ یعنی جو بغیر علم کے فوتے دے گا تو گناہ اس کا فوتے دینے والے پر ہوگا۔ اور حدیث البوداؤد ص ۹۵ ج ۱ ابن ماجہ ص ۳۳، سنن بیہقی ص ۲۲۷، ج ۱ بامانید متعددہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے کہ ایک صاحب کو سفر میں نہانے کی ضرورت ہوئی حالانکہ وہ نہانے سے معذور تھے تو فوتے نے طلب کیا۔ ساتھیوں نے نہانے کا فتوے دیا وہ نہائے اور فوت ہو گئے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں یہ معروض ہوا تو فرمایا قتلوہ قتلهو اللہ یعنی ان فوتے دینے والوں نے اسے مارا اللہ انہیں مارے۔ وغیرہ احادیث کا یہی تقاضا ہے بلکہ علامہ طحاوی علیہ الرحمۃ حاشیہ مراقی الفلاح ص ۳۶ میں مرض کی وجہ سے قاتل نفس کے متعلق فرماتے ہیں لانہ فی الظاہر ربما یعد معدودا اور اگر معذور نہ ہو تو گنہگار ہوگا اور مسلمان گنہگار کا جائزہ بلا شک و شبہ و ریب تمام اہل سنت کے نزدیک جائز بلکہ فرض کفایہ ہے۔ شرح العقائد مع النقاد ص ۱۵ میں ہے ویصلی علی کل مبروف فاجرا ذامات علی الایمان والاجماع ولقولہ علیہ السلام لاتدعوا الصلوۃ علی من مات من اهل القبلة اور ایسے ہی عامہ معتبرات مذہب مہذب میں مصرح و مشرح ہے اور اگر اسے مسئلہ معلوم تھا اور قصداً نہ چھوڑا تو پھر بھی یہی حکم ہے کہ گنہگار ہے اور جائزہ جائز ہے۔ اور اگر اس نے اس لئے روزہ نہیں چھوڑا کہ خود کشتی کرنا چاہتا



ہے حالانکہ یہ صورت نہایت ہی ندرت رکھتی ہے تو پھر بھی اس کا جنازہ جائز ہے کہ خودکشی کرنے والے کا جنازہ جائز ہے کہ جنازہ حقوق اسلام سے ہے کما یدل علیہ صراح صحاح احادیث الصحاح وغیرہا وهو منطوق اسفار المذهب المہذب بالکلام دین نے مراۃ اس جزئیہ خودکشی کا بیان فرمایا ہے۔ "تویر الابصار، در المختار، رد المحتار ص ۱۸۱، فتاویٰ عالمگیری مستخرج وغیرہا میں ہے والنظر من الدمع المن من قتل نفسه ولو عمدا يغسل ويصلى عليه بله يفتي. چونکہ دشمنان دین جو ہمیشہ علمائے کرام کو بدنام کرنے کی چالیں چلتے ہیں سالانہ رمضان المبارک کی آمد پر ایسے من گھڑت افسانے مشہور کر دیا کرتے ہیں جن سے سادہ لوح اہل ایمان اسلام کے سامنے قدرتی طور پر ایسے سوالات آجایا کرتے ہیں لہذا اس سوال کے جواب میں بعض صورت کی قدر سے تفصیل کی گئی۔

مسئلہ : خسر یعنی جس میں زروادہ کی علامتیں پائی جائیں تو وہ حقیقتہً یا نر ہوتا ہے یا مادہ۔ اگر نر کی علامت سے پیشاب کرتا ہے تو وہ نر ہے اور اگر مادوں کی علامت سے کرے تو وہ مادہ اور اگر دونوں سے کرے تو جس سے پہلے کرے اس کا اعتبار ہے اور اگر دونوں سے برابر کرے تو وہ غنثی مشکل ہے فتاویٰ عالمگیری ص ۳۹۸، ج ۴، تویر الابصار، در المختار، رد المحتار ص ۱۸۱، ج ۵ میں ہے والنظر من الهندية ان الخنثى ما يكون له مخرجان (الان تالوا) فان كان يبول من الذكر فهو غلام وان كان يبول من الفرج فهو انثى وان بال منهما فالحكم للسبق كذا في الهداية وان يستويا في السبق فهو خنثى مشكل عند ابی حنیفہ رحمہ اللہ علیہ الخ اور یہ اشکال بلوغ سے پہلے تک ہے۔ عالمگیری کے اسی صفحہ میں ہے قالوا وانما يتحقق هذا الاشكال قبل البلوغ اور بعد بلوغ احکام، جامع، حیض، نفاس، ڈاڑھی، پستان، دودھ، حمل وغیرہ علامات کے لحاظ سے مرد یا عورت ہونا معلوم ہو سکتا ہے۔ ان کتابوں کے انہی صفحات میں ہے واما بعد البلوغ والادراك يزول الاشكال فان بلغ او جامع بذكره فهو رجل وكذا اذا لم يجمع بذكره ولكن خرج لحيته فهو رجل كذا في الذخيرة وكذا اذا احتلم كما يحتلم الرجل او كان له ثدي مستوي ولو ظهر له ثدي كثدي المرأة او نزل له لبن في ثدييه





او حاضر او حبل او امکن الوصول من الفرج فهو امرأة

اور اگر ان علامتوں میں سے کوئی بھی ظاہر نہ ہو یا علامات متعارضہ ظاہر ہوں یعنی کوئی مرد کی علامت اور کوئی عورت کی پائی جائے تو وہ بھی خنثی مشکل ہوگا انہی کتابوں کے انہی صفحات میں مگر ہند کے ص ۳۹۹ میں ہے وان لم تظهر احدی هذه العلامات فهو خنثی مشکل و کذا اذا تعارضت هذه المعالم کذا فی الهدایۃ۔ مگر مبسوط شمس اللامہ شرعی (جو ظاہر الروایۃ کی جامع ہے) میں ہے کہ بعد بلوغ خنثی مشکل نہیں رہتا کہ اگر اس میں ان علامات سے کوئی علامت نہ پائی جائے تو وہ مرد ہے۔ اس لئے کہ پستانوں کا عورتوں کی طرح نہ ابھرنا دلیل شرعی ہوگا اس کے مرد ہونے پر۔ ص ۳۰ ج ۳ میں ہے وان لم یکن له شیء من ذلك فهو رجل لان عدم نبات الشدین یكون دلیلا شرعیا علی انه رجل۔ اور یہ فتاویٰ عالمگیری کے ص ۳۹۹ ج ۴ میں بھی ہے۔ مگر اس صورت میں بھی یوں خنثی مشکل کے حکم میں ہو سکتا ہے کہ لوگوں پر واضح ہونے سے پہلے مر جائے۔ مثلاً ایک خنثی مشکل کو بلوغ سے پہلے لوگ جانتے ہیں اور وہ غائب ہو گیا۔ پھر بالغ ہونے کے بعد آیا اور آتا ہی قتل ہو گیا اور قاتل نے یا جانوروں نے سینے کا گوشت اتار لیا تو حکم یہ بھی خنثی مشکل ہوگا، جیسے بلوغ سے پہلے بچہ کی دونوں علامتیں نہ ہوں اور ناف سے پیشاب کرتا ہو تو وہ خنثی نہیں مگر خنثی مشکل کے حکم میں ہے۔ شامی ص ۳۳ ج ۵ میں ہے قوله او من عری الخ

(الحان قال) ویدل علیہ قول محمد هو عندنا والخنثی المثلک فی امرہ سواء۔ اور ایسے ہی اگر بعد بلوغ علامات متعارضہ پائی گئیں مثلاً مردوں کی طرح ڈاڑھی اترے اور عورتوں کی طرح پستان ابھرے تو مشکل ہوگا کما من الهندیۃ وغیرہا نیز شامی ص ۳۳ میں ہے قوله بعد تفرد اشکالہ ای تفردہ عندنا بعدنا بلہ کما لو رأینا له شدین ولحیۃ۔ بہر حال جس کا لڑکا یا مرد بڑا معلوم ہو گیا تو اس کا حکم وہی ہے جو لڑکے اور مرد کا حکم ہے اور جس کا لڑکی یا عورت ہو یا معلوم ہو گیا تو اس کا حکم انہی کا حکم ہے اور جس کے متعلق وضاحت نہ ہوئی تو وہ خنثی مشکل ہے تو اگر چھوٹا ہے اور حدیثیت کو نہیں پہنچا تو عورت مرد دونوں اس کو غسل دے سکتے ہیں اور کفن لڑکیوں کی طرح دیا جائے مگر ریشم وغیرہ کے کپڑے جو مردوں پر منع ہیں ان میں کفن نہ دیا جائے۔ اور اگر حدیثیت کو پہنچ چکا ہے یا بالغ ہے تو

اس کو غسل نہ دیا جائے بلکہ تیمم کر لیا جائے۔ پس اگر محرم مرد یا عورت مثلاً باپ، بھائی یا ماں بہن تیمم کر لے تو ہاتھ پر کپڑا پیٹنے کی ضرورت نہیں اور اگر طیر محرم ہے تو کپڑا لپیٹ کر تیمم کر لے اور کفن عورتوں کی طرح دیا جائے مگر ریٹم وغیرہ نہ ہو۔ درالمختار و شامی مشہج ۱ میں ہے و ییمم الخنثی المشکل لمصراہقا والذکفینہ فیغسلہ الوجال والنساء۔ فتاویٰ ہندیہ ص ۳۹۹ ج ۴ میں ہے وان مات قبل ان یتبین امرہ لم یغسلہ رجل ولا امراة الخ مشہج ۱ الخنثی یکفن کما تکفن المرأة احتیاطا و یجتنب العسیرین الی البتہ عالمگیری میں شمس الائمہ مدوانی سے ہے کہ ٹوکرے وغیرہ میں ڈال کر غسل دیا جائے یعنی پیتے پانی میں وہ ٹوکرہ ڈال کر ہلا دیا جائے کہ غسل ہو جائے۔ اور ہاتھوں سے غسل نہ دیا جائے۔ ص ۳۹۹ ج ۴ میں ہے وقال شمس الائمہ یجعل فی کوارۃ ویغسل مگر ظاہر الروایۃ پہلی ہی صورت تیمم والی ہے۔ بحر الرائق ص ۱۴۳ ج ۲ میں ہے والظاهر انه ییمم لہذا تیمم ہی کر لیا جائے اور نماز جنازہ میں وعائے مشہور تو مرد اور عورت کے لئے ایک ہی ہے اور دوسری دعائیں جو مسنون و مروی ہیں جن کی ضمنیوں کا تذکرہ تانیث میں فرق ہونا ہے یا غیر بالغ کی دعائیں تو ان کی تذکیر میں کوئی حرج نہیں کہ اصل تذکیر ہی ہے اور اسی لئے فقہائے کرام نے خنثی مشکل کے لئے الفاظ تذکیر ہی ذکر کئے ہیں مثلاً مشکل کہتے ہیں اور مشکل نہیں کہتے۔ شامی ص ۱۲۳ ج ۵ میں ہے لہ یقل مشکلة لانه لو تبیین احد الامرین فجاء علی الاصل وهو ان تذکیر یا اس لئے کہ جب دونوں احتمال ہیں تو بوجہ شرف تغلیب تذکیر ہو گئی۔ اسی میں ہے اولاً نہ لما احتمل الذکوة والافوتة غلب الذکیں اور اگر الفاظ تانیث استعمال کرے تو باوہل نفس یہی ہو سکتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے کل نفس ذائقة الموت۔ اور دفن کرتے وقت قبر پر عورت کی طرح پردہ کر لیں۔ درالمختار و شامی ص ۸۳۸ ج ۱ نیز مع المتن مشہج ۵ میں ہے والنظم من التنبیہ و تدبیب تسبیحیۃ قبرہ۔

مک ۱ فجر کی سنتیں سب سنتوں سے زیادہ مؤکدہ ہیں ان کی تاکید میں بکثرت اعاذیت وارد ہیں صرف ایک ہی بطور تبرک اختصار عرض کی جاتی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مرد و دو عالم علی اللہ تعالیٰ وسلم فرمایا الاستدعوہما وان طردتکم الخیل یعنی انکو



ترک نہ کرو اگرچہ تمہیں گھوڑے ورنہ ڈالیں (رداء ابو داؤد) مسئلہ ج ۱۰۔ ہیں دمجہ جامعہ مبارکہ امام
حضرت عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہم
جماعت کے نزدیک سنوں، دیوار وغیرہ کی آٹھ میں ادا فرمائی۔ اسنادہ الطحاوی

شرح معانی الآثار ۲۱۹، مسئلہ ج ۱۔ تو جماعت کے نزدیک بھی بشرط پر وہ ادا کرنا منبت امام
بنار اور علوم احادیث مرفوعہ کے ماتحت انداج کے باعث انثال اور دسٹن حبیب پاک صلی اللہ علیہ
وسلم ہوا لہذا حضرات تابعین نے بھی اس پر عمل فرمایا۔ چنانچہ شرح معانی الآثار مسئلہ ج ۱ میں حضرت
حسن بصری اور سروق وغیرہ سے مروی ہے اور کتب مذہب بہذب میں صراحت آیا۔ غنیۃ شریعہ
وغیرہ میں ہے لا یکرہ سنة الفجر اذا علم انه یدرک الرکعة الثانية او
التشهد علی ما فیہ من الخلاف اور مسئلہ ج ۱ میں مع المتن ہے وان یاتی بها اما
فی بیتہ و هو الافضل اور عند باب المسجد الخ ہاں یہ ضروری ہے کہ جماعت کی
طور پر فوت نہ ہو جائے یعنی کم از کم ایک رکعت اور ایک قول میں تشهد مل جانے کی قوی امید ہو کہ عبادت
نماز کی بہت بڑی تاکیدیں آئی ہیں اور حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اذا اقيمت الصلوة الخ
حدیث موقوف ہے ورنہ مؤول ہے اور اداسے مانع نہیں کما فی شرح معانی الآثار
۲۱۹ ج ۱۔ اور اس کا عموم یقیناً مراد نہیں ورنہ لازم آئے گا کہ ایک مسجد میں جماعت کھڑی ہو جائے
تو دوسری مسجد والے بھی ادا نہ کر سکیں اور نہ ہی معذور اپنے گھروں میں پڑھ سکیں بلکہ اسلامیان
روئے زمین کے لئے بندش ہو جائے بلکہ فقہاء و علماء کے جن و ملائکہ کے لئے بھی ممانعت ہو جائے
وذا مما لا یقول بہ احد۔ نیز سنن بیہقی مسئلہ ج ۲ میں یہ حدیث بہ اشتکال مندرج
فجر ہے وما اعترض البیہقی بہ اجاب عنہ العینی فی شرح البخاری
مسئلہ ۲ مفصلاً۔

۱۔ ہاں کر سکتا ہے اور کابر ثواب ہے۔ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ



ہر نماز کے لئے وضو تازہ فرمایا کرتے تھے۔ صبح بخاری مسک ج ۱ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم يتوضأ عند كل صلاة۔ اور یہ ضمین مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، طحاوی، بیہقی وغیرہ کی احادیث کثیرہ سے قطعی طور صراحت ثابت کہ اس پر بہت ثواب ہوتا ہے۔ سنن ابوداؤد صفحہ ۱، ترمذی مسک ج ۱، ابن ماجہ صفحہ ۳۵، طحاوی صفحہ ۱، بیہقی مسک ج ۱ میں سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے الفاظ متعارف ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من توضأ علی طهر كتب الله له به عشر حسنات یعنی جو طہارت پر وضو کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس وضو کے بدلے دس نیکیاں لکھتا ہے۔ ۱ احیاء العلوم مسک ج ۱ میں حدیث مرفوعہ تحریر ہے الوضوء علی الوضوء نور علی نور یعنی وضو پر وضو نور پر نور ہے۔ ۲ شامی مسک ج ۱ میں فرماتے ہیں وقال الحافظ ابن حجر حدیث ضعیف ورواہ رزین فی مسندہ۔ اور احادیث ضعیفہ فضائل اعمال میں بالاتفاق مقبول و معمول بہا ہیں وذا ظاہر من ان یشہر خصوصاً اذا تأیدت باحادیث صحاح و حسان۔ لہذا کتب مذہب مہذب خفیفہ میں صراحت مذکور کہ وضو پر وضو مستحب و ادب ہے۔ عالمگیر صفحہ ۱۷۱ میں ہے ومنہا الوضوء علی الوضوء۔ البتہ علماء کرام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ پہلے وضو کے ساتھ فرض یا نفل ادا کر لے تو دوسرا وضو مستحب ہے۔ شامی صفحہ ۱۱۱ میں شرح المصابیح سے ہے وانما یستحب الوضوء اذا اصلی بالوضوء الاول صلوة کذا فی الشریعۃ والقنیۃ اھ وھہنا زیادۃ بیان فانظر الشامی۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ وآلہ واصحابہ واولیاء

امتہ وعلماہ وملتہ وبارک وسلم

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الدین نعیمی غفرلہ

۷ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۵ھ بروز منگل



الاستفتاء

کیا ذراتے میں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں :-

نمبر ۱ : بعض حضرات گھڑی کے عین کو مندرجہ قرار دیتے ہیں کہ دھات کا استعمال جائز نہیں لیکن دیکھنا یہ ہے کہ گھڑی بھی تو دھات کی ہے اس کا جائز ہونا کیسے ثابت ہوا ؟

نمبر ۲ : ایک آدمی با وضو تھا لیکن برادر سے خارج ہو گئی تو وضو ٹوٹ گیا لیکن پھر دوبارہ وضو حجب کرتے ہیں تو وضو پورا کیا جاتا ہے اور استنجا نہیں کیا جاتا ، اس کی کیا وجہ ؟

نمبر ۳ : آدمی چلتی ہوئی ریل گاڑی پر سفر کر رہا ہے اور نماز کا وقت آگیا اور گاڑی میں کھڑا ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا کیونکہ منہ بھی قبلہ کی طرف درست نہیں رہتا تو کیا اس وقت بیٹھے ہو سکے بیٹھ کر نماز پڑھ لے یا پھر ریل گاڑی کا سفر ختم ہونے پر پھر دوبارہ ان نمازوں کا اعادہ کرے یا نہ ؟

نمبر ۴ : اگر امام کے پیچھے ایک مقتدی بانٹ ہو اور ایک بچہ نابالغ تو کیا اس طرح جماعت جائز ہے یا نہیں ؟

نمبر ۵ : فرضوں کی ایک آخری رکعت یا دو رکعت میں قرأت کیوں نہیں کی جاتی ؟

نمبر ۶ : ہوائی جہاز میں نماز کا حکم کیا ہے کیونکہ وہ ہوا میں ہوتا ہے ؟ پڑھنا اس میں جائز ہے یا قضا کرے ؟

نمبر ۷ : کیا جامد ایک رکعت نماز پڑھ سکتا ہے یا کہ نہیں ؟

الاسائل : مولوی مردان علی ۴۱ بیوی اک اک رجسٹرڈ ایڈریٹکریٹ کرچی ۹۰



۱۔ سونے ، چاندی کے علاوہ کسی دھات کا چین نا جائز نہیں کیونکہ شرعاً مانعت نہیں ۔

۷۰ : ہوا سے جسم آلودہ نہیں ہوتا لہذا استنجاء کی ضرورت نہیں اور شلوار دھونی بھی ضروری نہیں۔
 ۷۱ : گاڑی میں قبلہ رخ کھڑے ہو کر نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ میں خود ہمیشہ قبلہ رخ کھڑے ہو کر پڑھا کرتا ہوں البتہ اگر بیمار یا کمزور ہو تو بیٹھ کر بلکہ لیٹ کر بھی جائز ہے مگر قبلہ کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ نماز ضرور پڑھے اور اعادہ کی ضرورت نہیں۔

۷۲ : ہاں اس طرح نماز جائز ہے۔ بچہ بالغ کے ساتھ کھڑا ہو جائے۔ بالغ اگرچہ زیادہ ہو تب بھی ایک بچہ ساتھ ہی کھڑا ہوگا۔

۷۳ : نماز فرض اصل میں دو دو رکعت ہی فرض ہوئی تھی۔ اور جب بعد میں زیادہ کی گئی تو زائد میں تخفیف رکھی گئی اور قرأت ضروری نہ ٹھہری۔

۷۴ : ہوائی جہاز میں نماز جائز ہے گو ہوا میں ہوتا ہے مگر پھر بھی نمازی تو جہاز کے تختوں پر ہوتا ہے اور قطب نما وغیرہ سے قبلہ بھی معلوم ہو جاتا ہے اور جہاز کا سرکاری عملہ بھی تعادلات کرتا ہے۔

۷۵ : مجاہد دوسرے مسلمانوں کی طرح نماز ادا کرے مقیم ہے تو چار روزہ دو پڑھے۔
 واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على سيدنا محمد وآله واصحابہ واکرم

نوٹ : استفتاء میں ایک ہی سوال ہر نو یا قاعدہ دلائل لکھے جاتے ہیں مگر یہ سوالات کی فہرست ہے لہذا مختصر لکھا گیا۔

حقرہ الفقیر الراجی محمد نور اللہ النعمی مغفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس امر میں کہ چار مسجد سے پھولا ہوا چوبارہ آند ہوا ہے ایک فرقہ کہتا ہے کہ صرف بیس ڈول کافی ہیں۔ چوبہ میں اس سے زیادہ کسی کتاب میں نہیں آیا۔ دوسرا فرقہ کہتا ہے کہ تین سو ڈول لگالے جائیں۔ ان دو فرقہ سے کون سا فرقہ راہ راست پر ہے بینوا احل جو دین۔



فریق اول کا قول غلط ہے اور محض غلط ، تمام کتب فقہ متون و شروح فقہاری میں مصرع ہے کہ جو جانور خون جاری والا ، پھولا ہوا ، پھٹا ہوا ، خواہ چھوٹا یا بڑا چاہے سے برآمد ہو تو تمام پانی نکالا جائے غنیۃ الی میں شرح الآثار سے بسندہ عن علی ہے قال فی بدن وقعت فیہ فارة فماتت یشرح ما وہا یعنی حضرت مولانا علی مشکین کشارشاد فرماتے ہیں کہ اگر کوئی میں چوہا گر کر مر جائے تو تمام پانی نکالا جاوے " یہ ارشاد پھولے یا پھٹے کے متعلق ہے کما صرح بہ فی الغنیۃ اور اگر کنواں چشمہ دار ہو تو اس کے متعلق قول فیصل یہ ہے کہ جتنا پانی کنوئیں میں موجود ہو تمام کا قدر نکالا جائے اور اس تقدیر کا اندازہ کے متعلق کئی قول ہیں صاحب بدایہ و شرح الوقاء یہ وغیرہ نے اسے اختیار فرمایا ہے کہ وہ عدل جن کو پانی کی سمجھ ہو وہ جتنا اپنے اندازہ سے بتائیں اتنا پانی کھینچا جائے اور جو ہے نکلنے سے پہلے جب کہ یہ معلوم نہ ہو کہ کب گرا ہے تین دن رات کی نمازیں قضا کریں اور جو نمازیں نکالنے کے پیچھے اور پاک کرنے سے پہلے پڑھی گئی ہوں وہ بھی قضا کریں جب کہ اس پانی سے دھو کیا ہوا اور جس نے اس پانی سے غسل کیا ہو یا جس نے کپڑے برتن وغیرہ دھوئے ہوں وہ پاک کئے جائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علیہ التمسوا حکم۔

عزیز الفقیر ابو النجیم محمد نور اللہ العسیمی غفرلہ

الاستفتاء

قبلہ و کتب حضرت مولانا مولوی نور اللہ صاحب دامہ منکم السلام علیکم کے بعد معروض آنکہ چاہ مسجد والے میں پاخانہ نجاست پڑ گئی ہے تحریر ارسال خدمت ہے اس کے پاک کرنے کا کیا حکم ہے مسئلہ تحریر فرما کر سٹی سید و ولد سلطان محمد کے ہاتھ غایت فرمادیں۔
الراقم ، نور احمد سکندر اور ڈھ جاگیر





وعلیکم السلام : اصل یہ ہے کہ پہلے کجاست کا نکالنا ضروری ہے اور بہترین صورت طہیانِ دل کیلئے یہ ہے کہ قدرے کچھ وغیرہ بھی نکالا جائے اور پانی جس قدر ہوا نمازہ سے نکالا جائے تو پاک ہو جائے گا۔
واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ اتموا حکم جبلِ مجدہ ووصلی اللہ تعالیٰ علی
حبیبہ الاحکم الانور والہ وصحبہ وبارک وسلم

عزہ الغفر البواخیر محمد نور الدین النعمی غفرلہ

الاستفتاء

خلاصہ سوال طویل تحریری میاں سلطان محمود از نور پورہ - ایک کنواں غیر آباد آباد کیا گیا اگر مردہ ڈھائی ماہ تقریباً گزرے کہ اس میں ایک کھو تر اور دو نیول اور ایک سانپ گر کر مر گئے ہیں اور بڑی وغیرہ گل گئی ہے اور دس روز سے کنواں چل رہا ہے - ہم کہتے ہیں پاک نہیں ہوا اور مزارع کہتے ہیں پاک ہو گیا بیسوا تو حیدر و -
وخط سلطان محمود قلم خود



جب جانور مر کر مٹی ہو جائے تو کنواں صرف کل پانی نکالنے سے پاک ہو جاتا ہے بلکہ اگر ٹہری، بال یا اس قسم کے ہتھار
باقی رہیں تب بھی پاک ہو سکتا ہے اور جب آپ کو ٹہری وغیرہ کے گھنے کا علم ہو گیا جیسے سوال میں مذکور ہے اور کنواں

دس دن سے چل رہا ہے تو پاک ہو گیا لہذا ان اشخاص کو ننگ نہ کہیں ۔ ۳۰ منظر المظفر ۱۳۶ھ

حق العتبر الباقی منہ نور اللہ العسیٰ مغفر

الاستفتاء

محترم قلم مولانا مولوی صاحب نور اللہ صاحب دام اقبالہ

السلام علیکم حسب ذیل مسئلہ کا مضمون روانہ خدمت ہے جو کنواں کے پانی کے ناپاک ہونے کے متعلق ہے برائے کم نوازی جلدی وضاحت شرعی فرما کر جواب سے مشکور فرمادیں تاکہ اس کنواں کا پانی پاک کیا جائے اور استعمال میں لایا جاسکے۔ جزا بی لفاظہ حاضر خدمت ہے۔ آب کے فتویٰ پر آپ کے دستخط اور ہمہ ضرور لگا کر روانہ فرمادیں تاکہ سب لوگوں کو یقین پورا ہو جائے۔

ایک مسجد کے کنواں کے کھڑے کے بالکل نزدیک ساتھ ہی چلتی ہوئی گاؤں کے گندے پانی کی نالی ہے جس کے اندر پختہ یا خام روڑے اور پرانے جوتے یا دیگر چیزیں اس غلیظ نالی میں پڑی رہتی ہیں اور جب اس نالی کی صفائی کیجاتی ہے یہ چیزیں سب نکال کر باہر گلی میں ڈال دیجاتی ہیں جو گلی میں پڑی رہتی ہیں عصر کے وقت کی نماز کا سلام ادا کرنے کے فوراً بعد کنواں کے اندر کسی چیز کے گرنے کا کھڑکا ہوا جس کا اسی وقت پتہ کیا گیا تو نابالغ بچوں نے بتلایا کہ ان کے ایک ساتھی لڑکا نے پتہ نہیں کہ وہ پختہ روڑا تھا یا خام یا اور کوئی چیز تھی گلی میں سے اٹھا کر کنواں میں پھینک دی۔ چونکہ یہ سب نابالغ بچے ہیں ان سے پورا یقین اور تسلی نہیں ہو سکی کہ بچہ نے جو کنواں کے اندر چیز ڈالی ہے وہ کیا تھی؛ اب اس چیز کے کنواں کے اندر تسلی کر کے پہلے چیز کو نکلوا یا جاسے اور پھر کتنا پانی نکلوا یا جاسے یا چیز کا پتہ نہ کیا جاسے اور کنواں کے اندر ہی پڑی رہنے دیا جاسے اور پانی سارا نکال دیا جاسے تو کنواں پاک ہو جائے گا یا نہیں؛ جس طرح شریعت کا حکم ہے وضاحت فرمائی جاوے، مہربانی ہوگی۔

مستخط دعا گو سرواہلی شاہ از شہر فریدالعلیم خود





وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ ۱

یہ کنواں شرعاً پاک ہے۔ الاشبہ والظاہر ص ۸ میں ہے شک فی وجود النجس فالاصل بقاء الطہارۃ کہ جب پلید ٹٹے کے وجود کا شک ہو تو اصل طہارت کا باقی رہنا ہے۔ اسی بنا پر فقہی حاکم فہم القدر، بحر الرائق، شامی وغیرہ اکتب فقہیہ میں ہے کہ ہکری وغیرہ حلال جانہ زندہ کنوئیں میں گر جائے تو جب تک یقیناً اس پر نجاست نہ ہو، کنواں پلید نہیں ہوگا حالانکہ ایسی صورت میں بڑا شک ہوتا ہے کہ جانوروں کے دن وغیرہ پر پیشاب وغیرہ لگا ہو مگر اس کا اعتبار نہیں اور ایسی ہی بکثرت مسائل انہی کتابوں میں ہیں جن میں شکوک و شبہات کا اعتبار نہیں کیا گیا اور طہارت کا حکم دیا گیا ہے۔ اور اگر معلوم ہو جائے کہ پلید روڑا یا کپڑا یا لکڑی یا اس قسم کی کوئی پلید چیز کنوئیں میں گر گئی ہے تو وہ چیز نکال کر کنوئیں کا سارا پانی صحیح اندازہ کر کے نکالا جائے مگر وہ چیز اگر کنوئیں میں گم ہو جائے اور نکالنا مشکل ہو جائے تو کنوئیں کے سارے پانی نکالنے سے کنواں پاک ہو جائے گا کہ چیز نجی تبغاً پاک ہو گئی کیونکہ اس کی نجاست ذاتی نہیں بلکہ عارضی ہے۔ اصل میں تو یہ چیزیں پاک ہی ہیں۔ فقہی الحکیم ص ۱۱ جلد ۱ وغیرہ اکتب معتبرہ میں ہے والنظم منها ولو وقعت فی البئر خشبة نجسة او قطعة ثوب نجس وتعدر اخر اجها وتغیت فیها طهرت الخشبة والثوب تبعاً لطہارۃ البئر کذا فی الظہیریۃ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاعظم والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

مقرہ الفقیر البرا مجیر محمد نور اللہ المیمی مغفرلہ

یکم ذی الحجۃ المبارک ۱۳۸۶ھ ، ۶۶-۳-۱۳

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس کے ایک ترمذ جس میں آگ تھی اس میں کتا گہ کر مرا،
مرنے کے بعد لگا لایا گیا۔ آیا وہ تہور پاک ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا مساجدین۔



اگر تہور کے ساتھ کتے کی چربی یا کھال وغیرہ جز نجس لگی ہوئی ہے یا کچھ لگا تو نہیں گہر بدلو آتی ہے
توان دونوں صورتوں میں تہور پلید ہو گیا مگر ایسا پلید نہیں کہ پاک نہ ہو سکے۔ بلا شک و شبہ یقیناً پاک ہو سکتا
ہے۔ اس میں اتنی آگ جلائی جائے کہ چھٹی ہوئی چیز اور بدلو زائل ہو جائے۔ اور اگر صرف بدلو ہی ہے تو جب
دور ہو جائے خواہ دھوپ اور ہوا سے دور ہو پاک ہو جائے گا کہ تہور کا حکم زمین کا ہے اور زمین کے متعلق
یہ حکم کتب مذہب میں منصوص ہے۔ منیۃ المصلیٰ مع فنیۃ المستملیٰ، رد المحتار، در المختار، بحر الرائق،
فتاویٰ عالمگیری وغیرہ اسفار فقہ میں ہے والنظم من الهندیۃ الارض تطهر بالیس
وذہاب الاثر للصلوۃ لا للتیمم مکذا فی الکافی ولا فرق بین الجفاف
بالشمس والنار والریح والظل کذا فی البحر الرائق ویشارک
الارض فی حکمها کل ما کان ثابتا فیہا کالحیطان والاشجار والکلاء
والقصب مادام قائما علیہا آہ ایضا فیہا والنظم من الهندیۃ
واذا طهرت الارض بالجفاف ثم اصابتها السماء الصحيح انها
لا تعود نجسا ولورش طيها الماء وجلس علیہا لا بأس بہ مکذا فی
فتاویٰ قاضیخان علیہ الرحمة۔ بلکہ کتب مذہب میں مصرح کہ اگر پلید مٹی سے کوزے



وغیرہ بنائے جاتیں اور آگ میں پکائے جاتیں تو پاک ہو جاتے ہیں حالانکہ پلیدی ان کی ہر جزو میں موجود ہوتی ہے کہتے مذکورہ بالا اور فتاویٰ امام قاضی خان علیہ الرحمۃ میں ہے والنظم من الهندیۃ الطین النجس اذا جعل منه الكوز او القدر فطبخ فیکون طاهرا هلکذا فی المحيط وکذا اللبن اذا لبن بالماء النجس واحرق کذا فی فتاویٰ الفرائد بلکہ خاص تنور کا جزئیہ بھی موجود ہے۔ در المختار، فتاویٰ عالمگیری میں ہے والنظم منها اذا سعت المرأة التنور ثم مسحته بخرقۃ مبتلة نجسۃ ثم خبزت فیہ فان كانت حراۃ النار اكلت بلة الماء قبل الصق الخبز بالتنور لا یتنجس الخبز کذا فی المحيط۔ شامی، فتاویٰ امام قاضی خان میں ہے والنظم للامام الصبی اذا بال فی التنور او مسحت المرأة التنور بخرقۃ مبلولة بنجاسة ثم خبزت ان كانت قد بیست لم یبق بلها قبل الصق الخبز بالتنور لا یتنجس الخبز لان النار لما اكلت البلة صارت كالارض اذا بیست بالشمس وان الصقت الخبز بالتنور حال قیام البلة فالخبز نجس وقیل ان كان الخبز خبز حنطة او شعیر لا یتنجس وان كان الخبز خبز الارز او الجاوس یتنجس لان ذلك یتشبه اور اگر تنور کے ساتھ نہ کچھ لگا ہے نہ ہوا آتی ہے تو پاک ہے کہ پلیدی چیز کا دھواں گزرتے ہوئے پلیدی نہیں کر سکتا جیسے انسان کی ہوا کہ نجاست شکم کا بچا ہی تو ہے۔ فتح القدیر، عالمگیری، در المختار، بحر الرائق میں ہے والنظم للمحقق مرت الريح بالعدوات واصاب الثوب ان وجدت راسحتها تنجس وما یصیب الثوب من بخارات النجاسة قیل یتنجس وقیل لا وهو الصبیح عالمگیری میں ہے وکذا الحمام اذا حرق فیہ النجاسة فعرق حیطانها وکواها وتقاطر کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔ عالمگیری میں قیہ ہے سعر التنور بالاخشاء والارواث یکره الخبز فیہ ولورشه بالماء بطلت الکراهۃ کذا فی القنیۃ۔ اس کی بنا یا قول مروج پر ہے یا کراہت سے کراہت تنزیہ مراد ہے



جو صرف چھڑکاؤ سے زائل ہو جائی اور صورت مسئلہ میں ثواب "نور سر دسہ" جب ہٹا دیا جائے گا تو اس چھڑکاؤ کی بھی ضرورت نہیں لہذا اگر بدبو نہیں آتی تو حسب معمول "نور کو گرم کر کے بلا شہب استعمال کریں، بلا کمزوری روٹی پاک رہیگی اور احتیاط اس میں نہیں کہ خواہ غواہ شہبات پیدا کئے جائیں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم۔

جل جلالہ ربی و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ رسولہ صلی و آلہ واصحابہ وسلم۔

عزہ الغفر الہو الخیر محمد نور اللہ تعالیٰ غفرلہ

الاستفتاء

ایک مینڈک "نور" میں گر پڑے اور اس وقت روٹیاں تنور میں پک رہی ہوں اور مینڈک کا دھواں اُکو پہنچے یہاں تک کہ مینڈک جل کر راکھ ہو جائے تو شرع کے احکام کی رو سے وہ روٹیاں کھانی جائز ہیں یا ناجائز؟



اگر مینڈک کے دھوئیں کی برباد رنگت یا ذائقہ روٹیوں میں محسوس ہو تو قابل خوردنی نہیں اور اگر کوئی اثر محسوس نہیں تو کوئی حرج نہیں۔ فتح القدیر، عالمگیر، در المختار، رد المحتار، بحر الرائق میں ہے۔

من الفتحة مرت الریح بالعدرات واصاب الثوبان وجدت رائحتها تنجس وما یصیب الثوب من بخارات النجاسة قیل ینجسه وقیل لا وهو الصحیح۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم و صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ واصحابہ وسلم۔

عزہ الغفر الہو الخیر محمد نور اللہ تعالیٰ غفرلہ



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و ہادیان شرع محمدی اس بارے میں کہ اگر کسی تنور میں گدھا لگا کر تنور کی گرمی سے مر جائے تو کیا وہ تنور پاک ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اگر پاک ہو سکتا ہے تو وہ کونسی صورت ہے؟
بینوا تسوجروا۔

السائل : دوناماچی سکے چک نمبر ۳۰ سرف پڑی مہاراں والی ڈاک خانہ شیرگرٹھ
تحصیل دیپال پور ضلع ساہیوال۔



اگر تنور کے ساتھ گدھے کی چربی وغیرہ کوئی آلاش نہیں لگی اور بدبودار نہیں ہوا تو پہلے کی طرح پاک ہی ہے پلید بالکل نہیں ہوا اور اگر آلاش وغیرہ ہے تو وہ دور کر دی جائے، کھرپنے اور جلانے سے تو پاک ہو جائے گا کہ تنور مٹی سے بنا ہے اور مٹی کے ساتھ متصل مستقل ہے اور مٹی پاک ہے حدیث پاک میں ہے جعلت لی الارض مسجداً وطہوراً۔ قرآن پاک میں ہے صعیداً طیباً حتیٰ کہ اگر ایسی مٹی سے برتن بنائے جائیں جو پلید پانی میں گوندھی گئی ہے تو پکانے سے برتن پاک ہو جاتے ہیں۔ فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے الطین النجس اذا جعل منہ الکون او القدر فطین فیکون طاهراً هكذا فی المحيط۔ نیز اسی میں ہے اذا سعت المرأة التنور ثم مسحته بخرقه مبتلة نجسة شغیبت فیہ فان كانت حارة النار اكلت بلة الماء قبل الصاق الغبن بالتنور لا یتنجس الغبن بلکہ



فتاویٰ امام قاضی خان علیہ الرحمۃ میں ہے الصبی اذا ابال فی التنور او مسحت المرأة
التنور بخرقة مبتلة الخ اور یہ تو آفتاب سے بھی زیادہ واضح ہے کہ کپڑا گھڑے، لوٹے وغیرہ
تمام برتن آدمی میں پکاتے ہیں گو ہے الید وغیرہ کے ساتھ اور سب لوگ یہ برتن برتا کرتے ہیں۔ نہ پلید ہیں اور نہ ہی
کوئی پلید کہتا ہے تو تنور کو خواہ مخواہ کیوں ایسا پلید قرار دیا جائے جو جلانے سے بھی پاک نہ ہو سکے۔
واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جبل مجدہ اتموا حکم و صلی اللہ تعالیٰ
علی حبیبہ والہ وصحبہ و بارک وسلم (۱۶ محرم الحرام ۱۳۷۷ھ)
(نوٹ) قدرے تفصیلی فتاویٰ منگل پر گزر چکا ہے

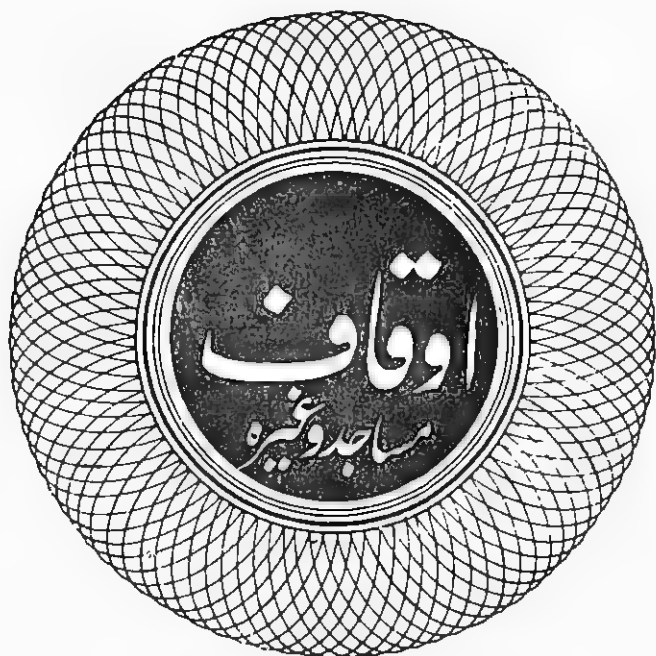
مترجم الغیبیہ ابو الجحیر محمد نور اللہ انیسوی غفرلہ

۱۶ ص ۱۲

۱۶ ص ۲۲

۱۶ ص ۹۲





إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنِ آمَنَ بِاللَّهِ
 وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى
 الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ (التوبة: ۱۸)
 اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے
 اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے
 نہیں ڈرتے۔

کتاب الوقف المساجد وغیرہا

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس میں کہ ایک چھوٹے گاؤں کے ایک چاہتے ہیں کہ اپنے گاؤں کی مسجد کو تبدیل کریں یعنی نئی مسجد تعمیر کریں اور پہلی مسجد کو اپنے تصرف میں لائیں۔ آیا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ کسی نے کہا ہے کہ بالشت بھر مسجد کی زمین کھود کر دفن کر دیں اور مسجد کی اس جگہ کو اپنے تصرف خاص میں لاسکتے ہیں، آیا یہ صحیح ہے؟ بینوا تو حیروا۔



یہ تبدیل ہرگز جائز نہیں کہ اس میں مسجد موجود کی تعطیل و تخریب ہے اور تعطیل و تخریب مساجد حرام اور سخت حرام ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسماءہ و سئل فی خبر ابیہا النبیہ (ترجمہ) اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو اللہ کی مسجدوں کو رد کے ان میں نام نہالے جانے سے اور ان کی دیرانی میں کوشش کرے، انہیں نہ پہنچا تھا کہ مسجدوں میں جائیں مگر ڈرتے ہوئے، ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں بڑا عذاب، نیز ارشاد فرماتا ہے کہ فی بیوت ادن اللہ ان شرع اللہ (ترجمہ) ان گھروں میں جنہیں بلند کر سنے کا اللہ نے حکم



دیا ہے " اللہ تبارک و تعالیٰ بلند کر لے گا حکم دے اور وہ چاہیں کہ پست کریں یہ کیوں کہ جائز ہو سکے۔ اور
بالتواتر والے کا قول بدلتا ذہول، سراسر حجاب و ضلالت ہے۔ ہرگز ہرگز شرع معلوم ہے اس پر کوئی
دلیل و سند نہیں لاسکتا اور نہ ہی ہے۔ پہلی آیت کے نیچے آ رہا ہے ائمہ کرام و فقہاء عظام فرماتے ہیں کہ مسجد
ہمیشہ کے لئے مسجد ہی ہے، بدل نہیں سکتی۔ اسفار بقہ ہادیہ وغیرہ میں ہے ومن اتخذ ارضہ مسجدا
لم یکن لہ ان یرجع فیہ ولا یربعہ ولا یورث عند اللہ بلکہ فقہائے کرام تصریح فرماتے
ہیں کہ اگر آبادی دیران ہو جائے، وہاں کوئی نہ رہے تو مسجد پھر بھی مسجد ہی ہے یہی منشی یہ ہے۔ جاتی،
فتح القدیر، بحر الرائق، شامی وغیرہ میں ہے والنظر من الفتح رد لو خرب ماحول
المسجد واستغنی عنہ، اسی استغنی عن الصلوۃ فیہ اهل
تلك المحلة او القرية بان کان فی قرية فخرت وحولت مزارع
یبقى مسجد اعلیٰ حالہ عند ابی یوسف و هو قول ابی حنیفہ و مالک
والشافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ وہ صرف بالشت بھر کہی مسجد سمجھے ہوئے ہے مگر عقلاً
و عقلاً یہ باطل اور محض باطل ہے دل سرو سے مسئلہ سرواب کو دیکھے کہ فقہائے کرام کیا کیا تفاسیر جلیلہ فرما
ہیں۔ فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ مسجد آسمان کی بلندی اور زمین کے نیچے تک مسجد ہی ہے اور یہ کہے کہ بالشت بھر
ہی ہے "ع" بہین تفاوت راہ از کجاست تا بہ کجا۔ شامی میں ہے قوله الی عنان السماء
بفتح العین و کذا الی تحت الشریٰ کما فی البیرونی عن الاسبغیانی۔
اور اگر مسجد موجودہ کو قائم رکھیں اور نئی مسجد تیار کریں جس سے مسجد موجودہ غیر آباد ہو تو پھر بھی ناجائز ہے
کہ مسجد کی تحلیل و دیوانی گناہ ہے جیسا کہ قرآن کریم سے ثابت ہو چکا واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ
اتم واحکم۔



حضرت الغفر البواکیر محمد نور اللہ انعمیٰ مغفر

۲۸ ذی الحجۃ المبارک ۱۳۵۹ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس میں کہ ایک گاؤں والوں نے اپنا گاؤں منتقل کر کے دوسری جگہ بنا لیا ہے اور وہاں کوئی نہیں رہا اور مسجد اس کی دیران ہو چکی ہے اس میں کوئی نماز نہیں پڑھتا تو اس کے شہتیرا در کٹریاں وغیرہ سامان اس نئے گاؤں کی مسجد میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔



اگر مسجد مذکورہ واقعی دیران ہو چکی ہے کہ اس میں کوئی نماز پڑھنے والا نہیں تو اس گاؤں والے اس مسجد کا سامان اپنے نئے گاؤں کی مسجد پر صرف کر سکتے ہیں۔ شامی ص ۴۱۹ جلد ۳ میں ہے والذی ینبغی متابعة المشائخ المذكورین فی جواز النقل بلا فرق بین مسجد او حوض کما افتی به الامام ابو شجاع والامام الصلوانی وکفی بهما قدوة لاسیما فی زماننا فان المسجد او غیره من رباط او حوض اذا لم یقل یاخذ انقاضه للصوص والمتغلبون کما هو مشاهد وكذلك اوقافه یا کلها النظار او غیرهم ویلزم من عدم النقل خراب المسجد الاخر المحتاج الی النقل الیه (والان قال، شرأیت الآن فی الذخيرة قال وفي فتاوی النسخی سئل شیخ الاسلام عن اهل قریة رحلوا و تداعی مسجدھا الی الخراب وبعض المتغلبة یستولون علی خشبھ وینقلون الی دورھم هل لو احد



لاهل البهجة ان يبسم الخشب بامرنا قاضي و يمسك الشمن
ليصرفه الى بعض المساجد والى هذا المسجد قال نعم الى اخره۔

(تمام)

قلوب الفقير الہا کیر محمد نور اللہ العی طفرہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کہ ایک مسجد کو شہید کر کے از سر نو تیار کرتے وقت مسجد بلند کرنے کے لئے کہ مسجد کا بلند کرنا تنظیم مسجد ہے اور صورت آمدن نقدی کے خیال سے اس خاص مسجد کی دکانیں بنائی گئیں اور ان دکانوں کی سطح پر مسجد بنا کرنا چاہتے ہیں اور آمدن دکانوں کی کرایہ وغیرہ مسجد پر ہی صرف کر نیکارا دہ کہتے ہیں، آیا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بسینوا توجہوا۔



مسجد کا بلند کرنا واقعی تنظیم مسجد ہے مگر مسجدیں دکانیں بنانا، کرایہ پر دینا مسجد کی بے حرمتی و امانت ہے جو شرعاً حرام اور سخت حرام ہے۔ افسوس بعض اہل اسلام کے جوصلے اتنے پست ہو گئے کہ خاندہ خدا کے اجزاء کرایہ پر دینے کو تیار ہو گئے یہ ہرگز ہرگز جائز نہیں، قرآن کریم کا ارشاد ہے ان المساجد لله مسجدیں خاص اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ فتاویٰ امام قاضی خان ص ۱۳ جلد ۴، بحر الرائق ص ۲۴۹ جلد ۵، فتح القدیر ص ۳۴ جلد ۵، فتاویٰ مالک ص ۳۴۹ میں ہے والنظم من الهندية قيم المسجد لا يجوز له ان يبني حوانيت في حد المسجد او في فناءه لان المسجد اذا جعل حائرتا ومسكنا تسقط حرمة و هذا لا يجوز يعني متولی مسجد کے لئے جائز نہیں کہ مسجد کی حد میں یا ضمن میں دکانیں بنائے اس لئے کہ مسجد جب دکان یا مسکن بنائی جاتے تو یہ اس کی بے حرمتی



ہے جو جائز نہیں۔ ”بحوالہ آئین صلاہ جلد ۲، فتاویٰ قاضی خان مسلك جلد ۴، درالانوار صلاہ جلد ۲، طبع مع روالحمائر میں ہے والنظم من البعس لا یجوز للقیم ان یجعل شیئا من المسجد مستغلا ولا مسکنا لیس نہیں جائز متولی کے لئے کہ بنائے مسجد کے کسی حصہ کو نفع کا لئے یا بسنے کی جگہ۔“ روالحمائر صلاہ جلد ۳ میں ہے والمراد من المسند ان یوجد منه شیء لا یجل عمارتہ یعنی اور مستغلی سے مراد یہ ہے کہ مسجد کا کوئی حصہ کرایہ پر دیا جائے کہ اس پر خرچ کیا جائے۔ فتاویٰ عالمگیری مسلك جلد ۲ میں ہے اذا اراد انسان ان یتخذ المسجد حوانیت غلۃ لمرمۃ المسجد او فنیۃ لیس لہ یعنی جب کوئی شخص ارادہ کرے کہ مسجد کے نیچے دکانیں بنائے یا ادپر کہ ان کی آمدن مسجد کی مرمت پر خرچ کرے تو اس کے لئے یہ جائز نہیں۔“

پس ان عبارات سے اس دشمن کی طرح واضح ہوا کہ ایسا کرنا شرعاً ناجائز اور سخت ناجائز ہے اور اس میں مسجد کی بے حرمتی ہے۔ اور مسجد کا بلند کرنا صرف اس پر موقوف نہیں کہ دوکانیں بنائی جائیں کیا دنیا بھر میں مسجد میں دوکانیں نہیں بنائی گئیں وہ بلند ہی نہیں یہ سخت نا فہمی کی بات ہے لہذا اس سے پرہیز لازم و نہایت ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتمروا حکمو و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد و آلہ و صحبہ و بارک و سلم۔

حذرہ الغفرۃ ابوالخیر محمد نور التسمائی غفرلہ

۶ رذی الحجۃ المبارک ۱۳۶۳ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ ایک مسجد جو ۶۰، ۷۰ سال سے آباد چلی آتی تھی، سیلاب کی وجہ سے اس کا مکان منہدم ہو گیا اور اسی طرح گاؤں کے بھی کئی مکان منہدم ہو گئے، اپنے اپنے مکان تو لوگوں نے بنائے اور گاؤں کو آباد رکھا مگر مسجد کو اسی حال پر چھوڑ دیا اور اس کے قریب ایک نئی مسجد بنائی شروع کر دی حالانکہ گاؤں چھوڑا ہے ایک مسجد بھی ابھی طرح آباد نہیں ہو سکتی چہ جائیکہ دونوں خصوصاً



وہ ہر اسی مسجد پر ٹھکستہ و خستہ چھوڑ دی ہے اور اس کے لئے کوئی امام اور پانی وغیرہ کا انتظام نہ ہوگا تو وہ نئی مسجد (جس میں ہر طرح کا انتظام ہوگا) کے بن جانے سے آباد نہ ہو سکے گی بلکہ دیران رہے گی تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟
 مائل : سبحان الدین از کوٹلی نور شاہ



قرآن کریم سورہ نور کا نورانی ارشاد ہے فی بیوت اذن اللہ ان ترفعہ قولی تحقیق یہ ہے کہ ان بیت سے مراد جمیع مساجد ہیں۔ لباب التأویل، حازن، معالم التنزیل وغیرہ تفاسیر معتبرہ میں ہے والنظم للسید ابی السعود والمراد بالبیوت المساجد کلاما اور اس رفع سے مراد رفع بنا ہے یا تعظیم، ارشاد العقل، لباب التأویل، معالم التنزیل، جل عن الکفرخی وغیرہ میں ہے والنظم من الارشاد والمراد بالاذن فی رفعها الامر ببیناتها رفیعة لا کسائر البیوت وقیل هو الامر برفع مقدارها۔ بہر حال اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ اسی مسجد مذکور کو ہی بنا کیا جائے اور اس کی عظمت کو بیا کیا جائے خصوصاً ایسی حالت میں کہ اپنے اپنے گھر دست کر لئے اور خانہ خدا پونہی دیران و برباد چھوڑ دیا اور اگر نئی مسجد علیحدہ بنائیں تو اس سے پہلی مسجد کا حق ادا نہیں ہو سکتا حالانکہ وہ مسجد قیام قیامت تک مسجد ہی ہے کما فی جمیع معتبرات المذہب المنیف منصوصاً بلکہ اس نئی مسجد کے بن جانے سے وہ محض دیران اور معطل پڑی رہے گی تو اندرین حالات نئی مسجد بنانا یہ کریمہ ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ الا یہ۔
 (ضوٹ، اصل فتاویٰ نور یہ میں بھی یہ جواب نامکمل ہے، کاتب پورا نقل نہیں کر سکا۔

فتوہ الغفران والکفر محمد نور الشماسی غفرلہ

نوٹ :- کچھ عرصہ قبل یہ مکمل فتویٰ پرانے کاغذات سے لاجسے جلد ششم مثلاً میں شامل کر دیا گیا ہے۔ (محمد عبد اللہ نوری) ۲۰/۹/۱۱

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کہ ایک گاؤں کو دو یا گئے گمراہ یا اور لوگ متفرق ہو گئے۔ اس گاؤں کی گرتی ہوئی مسجد کا سامان خشک پختہ، گارڈ رو وغیرہ مالکانِ وہ نے باجائز بنائیں مسجد اٹھا لیا کہ نئی مسجد کی تعمیر میں لگائیں تو کیا وہ سامان نئی مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ بھینوا تو جرحا۔
مسائل: میاں محمد امیر صاحب نمبر دار علیکے نو



جب گاؤں گر گیا اور مسجد بھی شہید ہو گئی اور دوبارہ آبادی گاؤں کی ظاہری صورت نہ رہی تو اجازتِ قاضی شرع یا حاکم اسلام سے اس مسجد کا سامان دوسری مسجد پر لگا سکتے ہیں پرانی ہو یا نئی بنائیں۔ درالختار میں ہے وعن الشافعي ينقل الى مسجد اخر باذن القاضي. شامی میں ہے والذی ينبغي متابعة المشايخ المذكورين في جواز النقل بلا فرق بين مسجد او حوض كما افق به ابو شجاع والامام الحلواني وكفى بهما قدوة لاسيما في زماننا فان المسجد او غيره من رباط او حوض اذا لم ينقل ياخذ انقاضه للصوم والتغلبون كما هو مشاهد بناء عليه جازي. والله تعالى اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم وصلى الله تعالى على حبيبہ النور المبين وعلى اله وصحبه اجمعين۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الدین نعمی غفرلہ



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کہ ایک مسجد ایک چاہ کے ساتھ مکان چاہ نے برائے نفع عوام جیسا کہ لوگ کنوؤں پر تعمیر کر دیتے ہیں تعمیر کر دی ہے اور دیانے میں چاہ مسجد کو شہید کر دیا ہے جس کو پنجابی میں اندریں الفاظ تعبیر کرتے ہیں (دریانے سمیت کھود دے سمیت نوں ڈھالیا ہے) امداس جگہ پر اب دریا چل رہا ہے تو اس مسجد کا سامان دوسری گاؤں والی مسجد میں خرید یا بغیر خرید کے استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں اور دیگر عمارات میں بھی استعمال کر لے لی اجازت ہے یا کہ نہیں؟ جواب بہ ثبوت کتب معتبرہ کے رسال فرما کر منوں و مشکور بننے کا موقع عنایت فرمادیں۔ بینوا توجہ روا۔



حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رحمۃً واسعة سے مروی ہے کہ ایسے مواضع ضرورت میں سامان دشہیر، بالے، انٹیں وغیرہ فروخت کر دیا جائے حاکم شرع کی اجازت سے اور قیمت کسی مسجد پر لگا دی جائے شامی ۱۳ جلد ۳ فیباغ نقضہ باذن القاضی و بصرف شمنہ الی بعض المساجد اور یہیں سے ظاہر ہے کہ وہ سامان بعینہ دوسری مسجد پر لگا دینا بطریق اولی جائز ہے۔ بالنتصریح مشائخ و ائمہ اعلیٰ نے بھی یہ جواز ذکر فرمایا ہے۔ شامی ۱۳ جلد ۳ میں ہے و بذلك تعلم فتویٰ بعض مشائخ عصرنا بطل و من قبلہم كالشیخ الامام امین الدین (الی ان قال، فمنہم من اذنی بنقل بناء المسجد (الی ان قال، و کفی بهما قدوة لاسیما فی زماننا الخ اور جب فروخت کرنا جائز ہو تو دیگر عمارات میں خرید کر لگانا بھی جائز ہوا مگر یہ خیال رہے کہ ایسی جگہ نہ لگائیں جو ناپاک یا حقیر ہو جیسے پانخانہ یا مولیٰ کے لئے مکان کہ آخر وہ سامان لائق ادب و العظیم ہے بلکہ مسجد کا کونرا بھی ناپاک جگہ نہ ڈالا جائے کما نص علیہ فی الدر



المختار قبيل باب المياه -

والله تعالى اعلم وعلمه جل مجده ، ثم واحكم وصلى الله
تعالى على حبيبہ والہ واصحابہ اجمعين وسلم -

عزوه الفقير البواختر محمد نور الله العباسي غفرله

١٦ محرم الحرام ١٣٤٣ هـ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و فضیلتان شرعیاتین اس مسئلہ میں کہ ہمارے گاؤں کے مقبرہ کی متعلق مسجد جو قدیم ایام
میں تھی پھر غریب آبادیاں وہ شہید ہو چکی ہے جس کے دوبارہ تعمیر کا سامان نہیں اور اسی مقبرہ میں خود روپہ والے
درخت ہیں جو مقبرہ ہی میں پیدا ہوئے تو کیا متولی بہ اتفاق آبادیاں وہ وہ درخت کاٹ کہ مسجد بنا سکت
ہے یا نہیں ؟

مستفتی : مولوی عبدالرحمن



ہاں جائز ہے خلاصۃ الفتاویٰ منہج جلد ۴ میں ہے فی مجموع النوازل اشجار فی
مقبرۃ یجوز صرفہا الی المسعبدان لم یکن وقفہا علی جہۃ اخری
فتاویٰ عالمگیری منہج جلد ۲ میں ہے سئل نجم الدین فی مقبرۃ فیہا اشجار هل
یجوز صرفہا الی عمارة المسجد قال نعم ان لم تکن وقفہا علی وجہ اخر
والله تعالى اعلم وعلمه جل مجده ، ثم واحكم وصلى الله تعالى



علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

قرۃ العقبین ابو الخیر محمد نواز الداعی غفرلہ ۵۹-۶۰

۲۵ ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ

الاستفتاء

بخدمت اقدس حضرت العلامة ناصر الاسلام فقید الاعظم مولانا الحاج ابو الخیر محمد نواز الداعی صاحب النعمی دامت برکاتہم
السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ۔

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین متین اندر میں مسئلہ کہ ایک قدیمی مسجد کو شہید کیا گیا اور اس سے حاصل شدہ
قدیمی پرانا اور بوسیدہ سامان فروخت کر کے اس کی جگہ اعلیٰ پائیدار مضبوط سامان اسی مسجد کے لئے خرید سکتے ہیں؟
کیونکہ اگر پہلا سامان بونہی پڑا رہنے دیا جائے تو اس کے ضائع ہو جانے کا قوی احتمال ہے۔ امید ہے کہ ہماری مشکل
کسانی فرمادیں گے۔ والسلام مع الاکرام۔

السائل: محمد نشاۃ الباش تصویری امام مسجد فردوس میٹر بزم ید کے ضلع شیخوپورہ



ہاں پرانا اور قدیمی و بوسیدہ یا غیر بوسیدہ سامان صورت مذکورہ میں بلاشبہ فروخت کیا جاسکتا ہے اس میں
کوئی حرج نہیں البتہ جو شخص خریدے وہ اتنا لحاظ رکھے کہ غسل خانہ پانچخانہ یا مولیشی خانہ میں وہ سامان نہ لگائے
کہ اس کے ادب کے خلاف ہے اسکی مکان میں لگا سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ
تعالیٰ علی سیدنا و منجوبنا الاعظم و علی الہ واصحابہ وبارک وسلم ابداً ابداً۔

قرۃ العقبین ابو الخیر محمد نواز الداعی غفرلہ ۵۹-۶۰

۲۶ ربیع الثانی المبارک ۱۳۸۹ھ



کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ ہمارے چک ۳۱/۱-بی میں مسجد کی تھی جو کہ شہید کردی گئی ہے اور پختہ بنانے کا ارادہ ہے۔ آیا جو کہ مسجد کی کچی اینٹ جو کہ پچیس ہزار کے قریب ہوگی۔ کیا ہم نیلام کر کے برائے مسجد سینٹ وغیرہ مسجد پر ہی صرف کر سکتے ہیں یا کہ نہیں؟ اور دیگر کٹڑی وغیرہ اجمیع متواتر احادیث کے ثبوت سے مفصل تحریر فرمائیں۔ فتویٰ آپ تحریر فرما کر سپردِ واک فرمادیں، مشکوک نہ ہو۔ اکثر علمائے گروہ و نواح نے ناجائز قرار دیا ہے کہ مالِ فروخت کر کے قیمت صرف کرنا جائز ہے۔ فرقانِ جمیعہ کی آیات اور احادیث مستواتہ کا بہن ثبوت ہو۔ جواب: فوری مطلوب ہے۔

از طرف اہالیان یک ۳۱/۱۵ بی ڈاک خانہ یک ۱۹/۱۵ بی فوجیانہ
تحصیل پاکستان ضلع ساہیوال نزدیکی شاہ کرم -



ایسی صورت میں جائز ہے کیونکہ بیعت بنانے کی صورت میں بعینہ وہ سامان تو مسجد پر صرف نہیں ہو سکتا اور یہ بھی رکھا جائے تو ضرور ضائع ہو جائے گا۔ حالانکہ مال کا ضائع کرنا ناجائز ہے۔ قرآن کی صریح آیات نے تو فضول خرچی اور سفہار کو مال دینے سے منع فرمایا ہے جانیکہ ضائع بنا دیا جائے اور صحیح حدیث شریف نے بھی اضافۃ المال سے منع فرمایا۔ دیکھو صحیح بخاری ۹۵۸ جلد ۲، اور بیکہ فروخت شدہ اشیاء کی قیمت اسی مسجد پر صرف کی جائے تو یہ حکم ان اشیاء کا ہی صرف کرنا ہے کیونکہ بدل، مبادلۂ کا عوض ہو تو ہے لہذا ہمارے فقہائے کرام نے اجازت فرمائی بایہ نفع اللہ پر ۳۱۶، شرح الوتایہ ۲۶۱، بحر الرائق ۲۶۶، زیلعی ج ۳، ۳۲۲، در المختار اور ثامی ۵۲۹ جلد ۳ وغیرہ میں بالفاظ مختار یہ ہے و ان تعذر اعادۃ عینہ الیٰ موضعہ

بیم وصرف ثمنہ الی المرمۃ صرفا للبدل الی المبدل.

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على سيدنا محمد وآله واصحابہ

وبارک وسلم.

۲۷-۹-۷۱ حضرت الغفریر الراحمین محمد نور اللہ تعالیٰ غفرلہ

۶ شعبان المعظم ۱۳۹۱ھ

(نوٹ) سوال ہمیشہ صاف صاف لکھا جائے۔ یہ سوال پورا صحیح نہیں لکھا گیا اور یہ بھی واضح نہیں کہ گروہ و نواح کے اکثر علماء ناجائز قرار دیتے اور قیمت کا صرف کرنا جائز بتاتے ہیں یا کیا کہتے ہیں بہر حال جو ناجائز بتائے اس سے آیات و احادیث صحیحہ متواترہ و غیر متواترہ سے ثبوت کیوں نہیں طلب کرتے۔ ناجائز ہونا بھی دلیل کا محتاج ہے۔ والسلام۔ (مفت غفرلہ)

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین دوبارہ تعمیر کردہ مسجد کے پہلے سامان کے منعلق جو دو حالتوں پر مبنی ہے۔
اولاً وہ سامان جو کسی صورت میں بھی استعمال کے لائق نہیں فقط ایندھن ہی ایندھن ہے کیا اس کو فروخت کر سکتے ہیں اور اس کی قیمت مسجد میں صرف کر سکتے ہیں یا کہ یونہی ضائع ہونے دیں؟

ثانیاً ایسا سامان جو استعمال کے لائق تو ہے لیکن اس مسجد میں کسی جگہ بھی صرف نہیں ہو سکتا کیونکہ دوسری مرتبہ مسجد کی تعمیر نے ڈیزائن پر کی گئی ہے کیا اس کو بیچ سکتے ہیں اور اس کی قیمت دوبارہ مسجد میں ہی صرف کی جائے اور کیا اس صورت میں مشتری خریدا ہوا سامان جہاں جی چاہے لگا سکتا ہے یا کہ بعض شرط و طر پر؟ اور یا کہ وہ سامان سرے سے بیچ ہی نہیں سکتے بلکہ کم اس مسئلہ کو بالتفصیل دلائل بینہ سے حل فرما کر ارسال فرمائیں اور ساتھ ہی اپنی مہربانی ثبت کریں تاکہ

لوگ ہمیں جلی فتوے کا طعنہ نہ دیں۔

سائل: میرزاں مقیم موضع فتوہ نزد بھگداری بازار آزاد کشمیر و تحصیل کوہ مری ضلع راولپنڈی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الْجَوَابُ
اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي التَّوْبَةَ وَالْظُّلُمَاتِ

پھر ان دونوں صورتوں میں وہ سامان فروخت کر کے قیمت مسجد پر صرف کرنا جائز ہے کیونکہ فروخت نہ کرنے کی صورت میں وہ سامان مال ضائع ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ مال کا ضائع کرنا پسند نہیں کرتا۔ صحیح بخاری شریف ص ۲ جلد ۱، اور مسلم شریف ص ۲ جلد ۲ کی حدیث مرفوعہ متفق علیہ میں ہے ان اللہ گره لكم ثلاثا قیل وقال واضاعة المال وكثرة السؤال لهذا قرآن کریم میں فرمایا کہ بے عقلوں کا مال ان کے پروردگار کو ضائع ہوتا ہے۔ ارشاد فرمایا ولا تتوا السفهاء اموالكم التي جعل الله لكم قیاما وارض قوههم الآية سورة النساء آیت ۵۔ پھر اس کے متعلق آیت میں بھی ہدایت فرمائی نیز فضول خرچی سے منع فرمایا اور فضول خرچی کرنے والوں کو شیطان کا بھائی بتایا۔ سورہ نمل اسرائیل آیت ۲۷ میں ہے ولا تبذر تبذیرا اور ۲۸ میں ہے ان السبذین كانوا اخوان الشیاطین تو آفتاب و ماہتاب کی طرح واضح ہوا کہ اضاعت مال ناجائز ہے۔ اور مسجد کا ایسا سامان جو مسجد پر حال و مال میں خرچ نہیں ہو سکتا چونکہ مال ہے اور اس کی اضاعت سے بچاؤ فروخت کرنے میں ہے لہذا فروخت کرنا جائز ہوا کہ ناجائز سے بچ سکیں بنا علیہ ہمارے مشائخ کرام احناف نے بھی اس کی اجازت دی ہے۔ ہدایہ، فتح القدیر ص ۲۳۱ جلد ۵، وقایہ شرح الوقایہ ص ۲۱۲ جلد ۲، بحر الرائق ص ۲۲۲ جلد ۵، ہمیں الحقائق ص ۳۲۵ جلد ۳، در المختار شامی ص ۵۲۹ جلد ۳ وغیرہ کتب مذہب و مذہب حنفیہ میں بالفاظ متعارف ہے والنظم من الهدایة وان تعذرا عاده عیت الى موضوع بیع و صرف ثمنه الى المرمۃ صرفا للبدل الى مصرف المبدل اور مشتری کو اختیار ہے کہ جہاں چاہے اسے لگائے کیونکہ یہ اس کا اپنا مال بن گیا۔ البتہ مولیٰ خزانہ یا میت الخلاء پر نہ لگائے اس لئے کہ اس کو مسجد کے ساتھ نسبت خاصہ ہے حالانکہ در المختار و شامی ص ۱۶۵ میں ہے کہ مسجد کا گھاس اور کوڑا ایسی جگہ نہ ڈالا جائے جو تعلیم میں مغل ہو فرمایا کہ حشیش المسجد و کناسۃ لا یملق فی



موضع بیخل بالتعظیم۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا

محمد و علی آلہ واصحابہ و بارک و سلم۔

عزیزہ الفقیر ابو الجحیم محمد نور اللہ انیسوی ہجری ۱۱۰۸-۱۱۰۹

الاستفتاء

بخدمت جناب مولانا صاحب دام اقبالہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

گزارش ہے کہ آپ برائے کرم واپس ڈاک فتوے سے مطلع فرمائیں کہ کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ جو چیز مسجد کے لئے وقف ہو اور مسجد میں استعمال کی جاتی ہو مثلاً پکھا وغیرہ وہ اور کسی جگہ میں استعمال کرنی جائز ہے یا نہیں؟ یا امام مسجد اپنے گھر میں کوئی چیز مسجد سے لیا کر استعمال کر سکتا ہے۔ مہربانی کر کے واپس فتوے دے کر مشکور فرمائیں۔

نیازمند، افرووس لیدرز کمپنی پیمبر لائن روڈ لاہور



آباد مسجد کے لئے وقف شدہ شے چراغ، پکھا وغیرہ جو مسجد میں استعمال کی جاتی ہو وہ اور کسی جگہ بھی استعمال کرنی جائز نہیں۔ قرآن مجید کا ارشاد مبین ہے ان المساجد لله کہ مسجدیں اللہ تعالیٰ کی ہیں۔ تو بلا اجازت شرعی کوئی شخص بھی مسجد کی کسی چیز کو کسی جگہ استعمال نہیں کر سکتا۔ فقہائے کرام نے بطور تمثیل تصریح فرمادی ہے کہ کوئی شخص مسجد کا چراغ اپنے گھر نہیں لے جاسکتا۔ خلاصۃ الفتاویٰ جلد ۱ ص ۲۲۹

فتاویٰ عالمگیری جلد ۵ میں بالفاظ متعارفہ ہے ، والنظم منها ولا یحمل الرجل سراج
 المسجد الى بيته بلکہ یہاں تک تصریح فرمادی کہ متولی مسجد کو بھی بہت حق حاصل نہیں۔ فتاویٰ قاضیخان
 ص ۱۷ ، خلاصۃ الفتاویٰ ص ۲۲۱ جلد ۱ ، بحر الرائق منہ جلد ۵ ، فتاویٰ عالمگیری ص ۳۳۹ جلد ۲ میں بالفاظ متعارفہ
 ہے متولی المسجد لیس لہ ان یحمل سراج المسجد الى بيته ، بلکہ یہاں تک
 تصریح فرمادی کہ چراغ مسجد جو مسجد میں نمازیوں کے لئے جلا یا گیا اس کی روشنی میں کتب شریعہ کا درس دینا جائز
 ہے مگر فرماتے ہیں کہ یہ صرف رات کی پہلی تہائی تک جائز ہے اور اس کے بعد رات میں چراغ مسجد پر مسجد میں
 بھی درس نہیں دیا جاسکتا۔ فتاویٰ قاضی خان ص ۱۷ ، البحر الرائق منہ جلد ۵ ، فتاویٰ عالمگیری ص ۳۳۸ جلد ۲ ،
 ص ۳۴۹ جلد ۲ میں ہے والنظم من الهندیۃ ان اراد انسان ان یدرس الكتاب بسراج
 المسجد (والی ان قال) وفي ما زاد على ثلث الليل لیس لہم تاخیر الصلوۃ فلا
 یكون لہم حق التدريس کذا فی الخانیۃ والظاهر انه دله یضمیر الواحد
 کما فی الكتب الاخر۔ اور دوسری اشیا کا بھی یہی حکم ہے کہ چراغ کی تفصیص کی کوئی وجہ نہیں بلکہ حکم نسبت
 مسجد کا ہے لہذا الاشباہ والنظائر ص ۱۵۵ میں فرمایا لا تجوز اعارة ادواته لمسجد اخر ، یعنی
 آلات مسجد عاریتہ کسی دوسری مسجد کو دینے جائز نہیں اور جب دوسری مسجد کے لئے جائز نہیں تو متولی یا امام
 اور خادم مسجد کے گھروں کے لئے کیوں کر جائز ہو۔ ہاں اگر کوئی چیز زائد از ضرورت آجائے اور محفوظ نہ رکھ
 سکے تبوں یا استعمال مسجد کے قابل نہ رہے یا خدا خواستہ مسجد سی بالکل ویران ہو جائے تو ایسی صورتوں
 میں بشرائط معلومہ شرعاً فروخت کر سکتے ہیں یا دوسری مسجد میں استعمال کر سکتے ہیں اور بعض صورتوں میں بعض
 ائمہ کو ام کے نزدیک دانت خود بھی اپنے تصرف میں لاسکتا ہے مگر یہ اجازت ہرگز نہیں کہ جو چاہے اپنے
 علم پر استعمال کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ و
 اصحابہ اجمعین و بارک وسلم۔

قرۃ العقبین ابو الخیر محمد زور اللہ النعمی غفرلہ ۶۲ - ۷ - ۲

۲۰ صفر المظفر ۱۳۸۳ھ



الاستفتاء

ہم نے گاؤں کے چوک میں ایک پختہ مالیشان مسجد بنائی ہے۔ سابقہ مسجد گاؤں کے ایک کونے پر واقع ہے جو کہ کچی ہے اور خستہ حالت میں ہے۔ ہم اسے سمار کرنا چاہتے ہیں۔ آپ تحریر کریں کہ اس مسجد کی کچی کہاں پر بیٹھیں۔ آیا اس جگہ آبادی ہو سکتی ہے یا نہیں؟

از طرف: سردار محمد صدیق ڈوگر پیر میں شاہ کیمہ ۶۶-۹-۸



جب مسجد مسجد بن جائے تو وہ ہمیشہ کے لئے مسجد بن جاتی ہے لہذا اسے سمار کرنا اور کچی بنانا شرعاً حرام ہے۔ قرآن کریم میں ہے: وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَسَّحِدَ اللَّهِ أَنْ يَذْكَرَ فِيهَا اسْمَهُ وَسُئِلَ فِي خُصَامِهَا (پہلو کو ۱۱۴) ترجمہ: اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نام خدا لئے جانے سے اور ان کی دیواریں میں کوشش کرے؟ لہذا اس مسجد کو مسجد کی شکل ہی میں آباد رکھا جائے اور سمار نہ کیا جائے اور نہ ہی کچی بنایا جائے۔ ہاں عمارت زیادہ خستہ ہو تو مرمت کر دی جائے یا تجدید کر دی جائے مگر رکھا مسجد ہی جائے تاکہ قرآن کریم کے ارشاد کی خلاف ورزی نہ ہو۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ الاعظم والہ و
اصحابہ وبارک وسلم۔

مفت محمد رفیع الرحمن صاحب مدظلہ العالی

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کہ ایک گاؤں کے زمینداروں نے اپنے



جائے ہیں۔ اور جب امام کا مکان بنا تو مجاہدت وغیرہ بھی اس میں ہو گئی، یہ سب اذہ و سئے قرآن کریم اور احادیث پاک اور فقہ شریف کے حکم سے ناجائز اور حرام و حرام ہیں، مسلمانوں پر لازم کہ اس بڑے ظلم سے اذائیں ورنہ اس سزا کا انتظار کریں جو پارہ اول میں بیان ہوئی ہے لہذا فی الدنیا خزی و لہم فی الآخرة عذاب عظیم" واسطے ان کے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں بڑا عذاب ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جبل مجدہ اتم و احکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و اصحابہ و بارئہ و سلم۔

مترجمہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ شامی غفرلہ

۲۷ محرم الحرام ۱۳۷۸ھ





مسجد کے کسی حصہ کو مسجد سے خارج کرنا منع ہے

أَحَبُّ الْبِلَادِ إِلَى اللَّهِ مَسَاجِدُهَا بِسْمِ
مسجدیں اللہ کے ہاں زمین کے مسجدوں سے بہتر ہیں

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں صورت کہ ایک گاؤں کی مسجد غام شہید کر کے پختہ تیار کی گئی اور پہلی مسجد کے صحن کا ایسا حصہ جو مسجد میں داخل تھا اور اس میں نمازیں باجماعت پڑھی جاتی تھیں مسجد پختہ کی محاذات سے چونکہ ایک طرف ہے لہذا اس میں سے بعض کو مسجد سے خارج کر دینا اور دوسری طرف سے آٹنا ہی داخل کر دینا تاکہ صحن تناسب ہو جائے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ ایک مولوی صاحب نے جواز کا فتویٰ دیا ہے جس کی نقل حاضر کی جاتی ہے، وقت جواب وہ نقل پیش نظر رہے۔ مبینوا مآجورین من رب العالمین۔



الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبي بعده وعلى اله
الاطهار وصحبه الخلد ام بعد : یہ جواب دو فصل پر مشتمل ہے فصل اول نوری جواب
سوال ، فصل دوم نوری جواب استدلال۔

فصل اول : مسجد کے کسی حصہ کو مسجد سے خارج کرنا شرعاً سخت ناجائز ہے جس کے عدم جواز پر قرآن کریم
کے نصوص جلیلہ و اعادیش علیہ و نقول مذہب مہذب تنفیہ شواہد عدل ہیں حضرت رب العالمین واحد قہار کا
فیصلہ اس کے متعلق سنئے ارشاد فرماتا ہے ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر
فیہا اسمہ وسعی فی خرابہا اولئک ما کان لہم ان یدخلوها الا

بخائفین لهم فی الدنيا خذی و لهم فی الآخرة عذاب عظیم۔ ترجمہ:
اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نام خدا لئے جانے سے اور ان کی دیواریں میں
کوشش کرے، ان کو لائق نہ تھا کہ مسجدوں میں جائیں مگر ڈرتے ہوئے، ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور
ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

یہ پڑھا کہ مسجد جمیع اجزاء مسجد ہے۔ مہبوط امام شریک جلد ۱۲ میں ہے ان المسجد مضم
السجود ونحوہ فی مفاتیح الغیب للامام الرازی وغیرہا اور اس حصہ کے خارج کرنے
میں اس میں نماز پڑھنے سے روکنا ہے جو ذکر اللہ سے روکنا ہے اور اس کی دیواریں میں کوشش کرنی ہے کہ خارج
کر دینے کی صورت میں مسجد ہی سے علیحدہ ہو جائے گا تفسیر طالین شریف ص ۱۵۱ میں ہے ومن اظلم
ای لا احد اظلم ممن منع مسجد اللہ ان یدکر فیہا اسمہ بالصلوۃ و
التسبیح وسعی فی خرابہا بالہدم او التعطیل ترجمہ: اور کون زیادہ ظالم یعنی نہیں
کوئی زیادہ ظالم اس سے جو روکے اللہ کی مسجدوں کو اس سے کہ ذکر کیا جائے ان میں نام اس کا ساتھ نماز اور
تسبیح کے اور کوشش کرے ان کی دیواریں میں گرانے اور معطل کرنے کے ساتھ۔ بیضاوی شریف ص ۱۰۱ میں ہے
ان یدکر فیہا اسمہ ثانی مفعولی منع وسعی فی خرابہا بالہدم او التعطیل
تفسیر ارشاد العقل شریف ص ۳۵۳ جلد ۱ میں ہے بالہدم او التعطیل اور اس آیت کا شان نزول اگرچہ خاص ہے مگر
حکم تمام مساجد کو عام ہے تفسیر ارشاد العقل شریف ص ۳۵۳ ج ۱ میں ہے وهذا المحکوم عام لكل
من فعل ذلك فی ای مسجد کان (ترجمہ) اور یہ حکم عام ہے ہر اس شخص کے لئے جو کہ اس کو کسی مسجد
کے ساتھ تفسیر بیضاوی شریف کے متن پر ہے عام لكل من خرب مسجدا او سعی فی
تعطیل مکان مرشح للصلوۃ (ترجمہ) عام ہے واسطے ہر اس شخص کے جو دیوارن کرے کسی مسجد کو اور
کوشش کرے ایسے مکان کے معطل کرنے میں جو نماز کے لئے تیار کیا گیا ہو۔ امام علاؤ الدین صوفی حازن اپنی تفسیر
لباب التاویل کے ص ۵۹۰ جلد ۱ میں ابن عربی علیہ الرحمۃ سے ناقل اندہ کل مسجد قال وهو
الصحيح لان اللفظ عام ورد بصيغة الجمع فتحصيه بعبعض المساجد
او ببعض الازمنة محال۔ یعنی بے شک یہ حکم ہر مسجد کا ہے فرمایا اور وہی صحیح ہے اس لئے کہ



بے شک لفظ عام ہے وار دہا ہے جمع کے مفید سے پس خاص کرنا اس کا بعض مساجد کے ساتھ یا بعض زمانوں کے ساتھ محال ہے " صادی علی الہلالین منہ جلد ۱ پر ہے ہذا عام لکل من منہ مساجد اللہ من ذکر اسم اللہ فیہا کان مسلماً او کاخذاً رتبعہ، یہ حکم عام ہے ہر اس شخص کے لئے جو روکے اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو ذکر کرے اللہ کے نام سے ان میں مسلمان ہو یا کافر " تفسیرات احمد رضا پر ہے انہما تدل علی ان ہدم المساجد وتخريہا ممنوع وكذا المنع عن الصلوة والعبادة وان كان مملوكاً للمانع وقد وعد الله تعالى عليه وشتم عليه الفقهاء وتمسكوا بهذه الآية (ترجمہ) بے شک یہ آیت ولایت کرتی ہے اور اس بات کے کہ بے شک گنا مسجدوں کا اور ویران کرنا ان کا منع کیا گیا ہے اور ایسے ہی روکنا نماز سے اور عبادت سے اگرچہ ہوائی کے ملک میں اور ضرور عذاب کی خبر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر اور طعن کیا ہے اس پر فقہاء نے اور دلیل بنایا ہے انہوں نے اس آیت کو "

دیکھا مولیٰ تبارک و تعالیٰ نے قومی دیا کہ وہ سب سے بڑا ظالم ہے اور اس کے لئے دنیا میں خواہی اور آخرت میں بڑا عذاب ہے تو ثابت ہوا کہ ایسا کرنا سخت ناجائز ہے۔ نیز قرآن کریم کا ارشاد ہے یا ایہا الذین امنوا اتحلوا شعاثر اللہ * اے ایمان والو! حلال نہ ظہر اللہ کے نشانوں کو " غمان منہ جلد ۲ میں ہے شعائر اللہ، شعائر اللہ و معالمہ دینہ ترجمہ "شعائر اللہ اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کے دین کے نشان ہیں" اور یہ ظہر من الشمس ہے کہ مسجد دین کے نشانوں میں سے ایک بہت بڑا نشان ہے چنانچہ باب التاویل ص ۱۱۱ جلد ۱ پر اس کو واضح طور پر فرمایا و نصہ کل ماکان معلماً لقربان یتقرب بہ الی اللہ تعالیٰ من صلوة و دعاء و ذبیحة فہو شعیرۃ من شعائر اللہ ہر وہ چیز جو نشان ہو واسطے ایسے کام کے جو نزدیک حاصل کیجائے ساتھ اس کے اللہ تعالیٰ کی طرف نماز ہو یا دعا یا ذبیحہ ہو تو وہ شعیرہ ہے شعائر اللہ سے " اور ایسے ہی معالم تشریل ص ۱۱۱ جلد ۱ میں ہے پس چونکہ مسجد نماز کا نشان ہے لہذا وہ شعائر اللہ میں داخل ہے اور شان نزول اگرچہ خاص ہو مگر معتبر عموم لفظ ہی ہوتا ہے چنانچہ نور الانوار ص ۱۱۱ میں ہے سیفۃ العام اذا وردت فی حق شخص خاص فی نص او قول الصحابۃ فان کانت کلاماً مستداً ولا



خلاف فی انہا عامۃ لجميع افرادہا ولا تختص بسبب خاص مدت فیہ
 "عام کا صیغہ جب وارد ہر خاص شخص کے حق میں کسی نص یا قولِ مسمایہ میں پس اگر ہوشیروغ کلام میں ،
 پس اس بات میں کوئی خلاف نہیں کہ بیشک وہ عام ہے اپنے تمام افراد کو اور خاص نہیں ہوتا
 ایسے خاص سبب سے جو اس میں وارد ہوا ہو ، بحر الرائق مسئلہ ۳۱ جلد ۱ ، در المختار ورد المحتار صفحہ ۵۵
 جلد ۱ ، فتح القدیر ص ۲۹۸ جلد ۱ میں ہے والنظم من الفتح العبرة لعموم اللفظ
 لا لخصوص السبب " اعتبار عام ہونے لفظ کا ہے نہ خاص ہونے سبب کا " تفسیر کبیر ص ۳۶
 جلد ۳ میں ہے اول الآیۃ اذا کان عاما واخرها اذا کان خاصا لم یکن
 خصوص اخر الآیۃ مانعاً من عموم اولها (ترجمہ) اول آیت کا جب عام
 ہو اور آخر اس کا خاص ہو تو اس کے آخر کا خاص ہونا اول کے عام ہونے سے مانع نہیں بنتا "
 نیز قرآن کریم سورۃ حج میں ارشاد فرمایا ہے ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی
 القلوب (ترجمہ) اور جو تعظیم کرے اللہ کے نشانوں کی تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے " لباب التاویل
 ص ۱۱ جلد ۵ میں ہے وقیل شعائر اللہ اعلام دینہ وتعظیمہا من تقوی
 القلوب ومثله فی معالم التنزیل ص ۱۱ جلد ۵ - نیز قرآن کریم سورہ نور کا نورانی ارشاد
 ہے فی بیوت اذن اللہ ان ترفع (ترجمہ) ان گھروں میں جہیں بلند کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے "
 قول محقق یہ ہے کہ ان بیوت سے مراد جمیع مساجد ہیں - لباب التاویل ص ۱۱ جلد ۵ میں ہے والمراد
 بالبیوت جمیع المساجد اور بیوت سے مراد تمام مسجدیں ہیں و
 ایسے ہی مقامات میں ہے " تفسیر کبیر ص ۲۸۸ جلد ۱ میں اسے ترجیح دی ہے حیث قال فلا ولی حمل
 اللفظ علی جمیع المساجد یعنی بہتر یہی ہے کہ اس لفظ کو تمام مسجدوں پر حمل کیا جائے " تفسیر
 ارشاد العقل ص ۲۱ جلد ۱ میں ہے والمراد بالبیوت المساجد کلہا " اور مراد ہر ت سے
 تمام مسجدیں ہیں " اور رفع سے مراد یا رفع بنا ہے یا تعظیم ، ارشاد العقل کے اسی صفحہ پر ہے والمراد



سہ یعنی اس بلند کرنے سے ان کی عبادت کا بلند کرنا مراد ہے کہ دوسرے مکانوں سے مسجدیں انہی ہوں اور یہی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد مساجد کی

بالاذن فی رفعها الامر ببناءها رفیعة لا کسائر البیوت وقیل هو الامر
برفع مقدارها۔ باب التأویل ص ۶۶ جلد ۵ میں ہے ان مترفع ای تمبخی وقیل تعظیم
ومثله فی المعالم (ترجمہ) ان مترفع سے مراد یہ ہے کہ بناء کی جائیں اور کہا گیا ہے کہ تعظیم کی جائیں
اور ایسے ہی معالم میں ہے۔

تفسیر کبیر میں یہ دونوں قول لکھ کر تیسرا قول یہ تحریر کیا کہ مراد مجموع ان دونوں چیزوں کا ہے حیث
قال فی ص ۲۵ ج ۶ وثالثها المراد بمجموع الامرین ونقله الشیخ الصاوی
فی ص ۳۱ ج ۳ (ترجمہ) تیسرا قول یہ ہے کہ مراد مجموع ان دونوں چیزوں کا ہے اور نقل کیا اس کو شیخ صاوی نے
بھی ص ۳۳ ج ۳ میں۔

بہر حال ہمارا مدعا اس آیت سے بین طور پر واضح ہے کہ اگر امر بالبناء مراد ہے تو خارج کر دینے کی
صورت میں بناء مفقود ہے لہذا ممنوع ہوا اور اگر تعظیم مراد ہے تو خارج کر دینا تعظیم کے منافی ہے لہذا ناجائز ہوا
اور اگر دونوں مراد ہیں تو دونوں طرح عدم جواز ثابت ہوا۔ نیز حضرت رب العالمین کا ارشاد ہے ان المساجد
للہ مسجدیں خاص ہیں واسطے اللہ تعالیٰ کے۔ عنایہ شرح ہدایہ ص ۲۴۴ جلد ۵، فتح القدر ص ۲۴۴ جلد ۵ میں
ہے والنظم للمحقق الکمال والمسجد خالص للہ سبحانه لیس لاحد
فیحق قال اللہ تعالیٰ وان المساجد للہ مع العلم بان کل شیء لہ
فکان فائدة هذه الاضافة اختصاصه به وهو بانقطاع حق کل
من سواہ۔

ترجمہ اور مسجد خالص ہے واسطے اللہ تعالیٰ سبحانہ کے نہیں ہے اس میں کسی کے لئے کوئی حق فرمایا اللہ تعالیٰ
لے اور بے شک مسجدیں خاص اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں باوجود یقین اس بات کے کہ بے شک ہر شے اسی کے
لئے ہے۔ پس فائدہ اس اضافت کا بڑا خاص ہونا اس کا ساتھ اس کے ہے اور وہ ساتھ منقطع ہونے

سہ فی الجمل ص ۲۹ ج ۳ وفی النکتی اذن اللہ ای امر ان مترفع ای تعظیم اور ترفع بالبناء

تدر الا ۱۳ النور طبع



حق ہر اس شخص کے ہے جو سوا اس کے ہے اور ہم مثل اس کے بجز الرائق مدارج جلد ۵ اور رد المحتار جلد ۳ میں بھی ہے۔

اور جب کسی کا کوئی حق نہیں تو بجز مسجد کے غارِ حج کرنے کا حق کیونکر ہو سکتا ہے؟

احادیث منیفہ

مسند امام الائمة سراج الائمة حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مسانید الامام الاعظم ص ۲۲۲ میں حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً ہے انہ صلی اللہ علیہ وسلم رأی رجلاً ینشد بعیراً فی المسجد فقال لا وجدت ان المسجد لما یسألہ (ترجمہ) بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا ایک آدمی کو جو دریافت کر رہا تھا کہ کون شہ ادنٹ کو مسجد میں پس فرمایا نہ پائے تو بیشک مسجد میں اسی چیز کے لئے ہیں جو بنا کی گئی ہیں واسطے اس کے؟ سنن ابن ماجہ ص ۵۷، صحیح مسلم ص ۲۱۴ جلد ۱، سنن کبریٰ بیہقی ص ۲۴۲ جلد ۲ میں حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً ہے۔ اور کتاب الآثار قاضی الشرق والغرب امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ ص ۱۹۹ میں حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً ہے والنظم من صحیح مسلم ان رجلاً نشد فی المسجد فقال من دعی الی الجمل الاحمر فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا وجدت انما بنیت المساجد لما بنیت (ترجمہ) بے شک ایک مرد نے دریافت کیا مسجد میں پس کہا کون پتہ دیتا ہے مجھے ادنٹ سرخ کا پس فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ پائے۔ تو بجز اس نیت کہ بنا کی گئی ہیں مسجدیں واسطے اس کے جو بنا کی گئی ہیں واسطے اس کے؟

سنن کبریٰ بیہقی ص ۲۴۲ جلد ۲، سنن ابن ماجہ ص ۵۷، سنن ابوداؤد ص ۵۷ جلد ۱، صحیح مسلم شریف ص ۲۱۴ جلد ۱ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے والنظم من صحیح مسلم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سمر رجلاً ینشد ضالاً فی المسجد فلیقل لا ردھا اللہ علیک فان المساجد لمرتبن



لہذا۔ (ترجمہ) فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کئے کسی مرد کو دریافت کرنا اپنی گم شدہ چیز کو مسجد میں پس چاہئے کہ کہے نہ واپس کرے اللہ تعالیٰ تجھ پر، اس لئے کہ بے شک مسجدیں نہیں بنا دی گئی ہیں واسطے اس کے

سرکارِ در عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احادیث مذکور میں عدم جواز نشد الضالۃ فی المسجد کی دلیل یہ بیان فرمائی کہ مسجدیں نشد ضالہ کے لئے بنا نہیں کی گئیں تو اس استدلال سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ جس کام کے لئے مسجدیں بنا نہیں کی گئیں اس کا کرنا مسجدوں میں ممنوع ہے چنانچہ مجمع البحار ص ۳۳۵ جلد ۳ میں ہے و بدخل فیہ کل مال ینزلہ المسجد (ترجمہ) ”اور داخل ہے اس حکم میں ہر وہ چیز جو نہیں بنا کی گئی مسجد اس کے لئے“ غنیۃ المستملی ص ۱۵ میں ہے فالحاصل ان المساجد بنیت لاعمال الاخرة مما لیس فیہ توہم اہانتہا وتلویتہا مما ینبغی التظلیف منہ ولم تنبئ لاعمال الدنیا ولولم یکن فیہ توہم تلویت واہانت علی ما اشار الیہ قولہ علیہ الصلوۃ والسلام فان المساجد لم تنبئ لہذا اس کا حاصل یہ ہے کہ بیشک مسجدیں آخرت کے ایسے کاموں کے لئے بنائی گئی ہیں جن سے مسجدوں کی بے ادبی یا آلودگی کا اندیشہ نہ ہو، دنیا کے کاموں کے لئے نہیں بنائی گئیں اگرچہ ان سے آلودگی یا بے ادبی نہ ہو، جیسے اشارہ کرتا ہے طرف اس کی قول حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا فان المساجد لم تنبئ لہذا۔



اور یہ حقیقت ماہِ نیم ماہ و مہر نیم روز کی طرح واضح کہ مسجدیں اس لئے نہیں بنائی جاتیں کہ ان کے حصے کاٹ کر جدا کئے جائیں تو احادیث مذکورہ کی تعلیل میں داخل ہو کر منع ہوا کہ مسجد کا حصہ مسجد سے علیحدہ کیا جائے۔ سبحان اللہ جب مسجد میں صرف دریافت کرنا گمشدہ شے کا اس لئے منع ہو کہ مسجد اس لئے نہیں بنی تو مسجد کا حصہ علیحدہ کرنا اور خارج کر دینا کیونکر جائز ہو سکے۔ کیا مسجد اس لئے بنائی گئی تھی کہ اس کے حصے الگ کئے جائیں گے اور خارج از مسجد کئے جائیں گے۔ سنن ابی داؤد ص ۱۱۱ جلد ۱ میں ہے عن ابی ہریرۃ قال ابو بکر ارادہ قد رفعہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

قال ان الحصاة لئن شئت الذي يخرجها من المسجد ابو هريرة ع
ابو برداء ہی کہتا ہے میرا غالب گمان ہے کہ حضرت نے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا بے شک لنگری ضرور اللہ کی قسم دیتی ہے اسے جو نکالنا ہے اس کو مسجد سے " سنن کبریٰ بیہقی ص ۱۴۴
جلد ۲ میں ہے عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ او عن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہما
قال ان حصی المسجد لئن شئت صاحبہا اذا خرج بہا من
المسجد ولا یخفی ان للموقوف فی مثل هذا حکم المرفوع
" مروی ہے ابی صالح سے کہ مروی ہے ابو ہریرہ سے یا کعب سے رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے، فرمایا بیشک
لنگریاں مسجد کی ضرور اللہ کی قسم دیتی ہیں اپنے نکالنے والے کو جب نکالے ان کو مسجد سے اور خفی نہیں
کہ بے شک موقوف کو اس کی شل میں حکم مرفوع کا ہے " توجہ مسجد کی لنگری اپنے نکالنے والے کو
اللہ کی قسم دیتی ہے کہ مجھے نہ نکال، تو مسجد کا طویل و عریض حصہ کیونکر گوارا کر سکتا ہے کہ اسے نکالا جائے
تو اس کا نکالنا کتنی بڑی بد اخلاقی ہے۔



الامامات السنیۃ فی الامارۃ القدسیۃ کے ملا پر حدیث قدسی ہے یقول اللہ عز وجل
یوم القیامۃ ایں جیسا فی فیقول الملائکۃ ومن ینبغی لہ ان یمکن
حبارہ فیقول عمار مساجدہ (ترجمہ) فرمائے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کہاں میں
پڑوسی میرے پس فرشتے عرض کریں گے اور کون ہو سکتا ہے پڑوسی تیرا، پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا میری
مسجدوں کے آباد کرنے والے " اخرجہ ابی نعیم عن ابی سعید - مشکوٰۃ شریف ص ۱۴۴
میں ہے عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احب
المبلد الی اللہ مساجدہا و ابغض المبلد الی اللہ اسواقہا (رواہ مسلم)
نیز مشکوٰۃ شریف ص ۱۴۴ میں حضرت ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طویل حدیث میں حدیث قدسی کا ارشاد
ہے شر البقاء اسواقہا و خیر البقاء مساجدہا ان دونوں حدیثوں کا
حاصل یہ کہ زمین کے سب حصوں سے بہتر مسجدیں ہیں اور سب سے بدتر بازار ہیں۔ اور ان کے علاوہ بکثرت
احادیث موجود ہیں جن میں سے بہت سے آداب و فضائل مساجد کی طرف راہنمائی فرمائی گئی جن میں حرم

تکرم و تعظیم مساجد کی طرف بلا گیا ہے اور وہ احادیث تمام کتب احادیث صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و سنن نسائی و سنن ابن ماجہ و جامع ترمذی و سنن کبریٰ سیوطی و مستدرک حاکم و غیرہ میں کثرت موجود ہیں بوجہ خوف طوالت تحریر نہیں کی گئیں اور اس تکرم و تعظیم سے صراحتہً بحکم دلالت النص ثابت ہوتا ہے کہ اہانت و تحریب و تقطیع مساجد منوع ہے۔ یہ کیا ظلم ہے کہ تناسب قائم کرنے کے لئے ایک حصہ الگ کیا جائے۔ یہ یوں ہوا کہ کسی کے باپ یا ماں کا اتفاقہ ایک کان جہاں وغیرہ میں کٹ گیا تو فرما بیڑا بیٹا کچے چونکہ ایک کان کٹ گیا لہذا تناسب نہ رہا میں دو سر بھی کاٹتا ہوں کہ تناسب قائم ہو جاتے اور ماں باپ کی تعظیم کا حکم تو ہے مگر کان کی تعظیم کا حکم نہیں لہذا میں ضرور کاٹوں گا! کیا کوئی عاقل اس کا یہ بکواس پسند کر سکتا ہے اور اسے جائز کہہ سکتا ہے؟

مذہب مہذب حنفیہ کا حکم

جب تک مسجد آباد ہے یا اس کی آبادی کا سامان رہے اور وہ موضع جس میں مسجد ہے آباد رہے جیسے صورت زیر بحث میں ہے تو ہمارے جمیع ائمہ کے نزدیک مسجد مسجد ہی رہتی ہے۔ مبسوط امام مرقی ص ۲۵۵ جلد ۱۲ میں ہے فقال محمد علیہ الرحمة اتخذ المسجد یلزم بالاتفاق۔ اس کے متعلق آگے اور بہت سے دلائل آ رہے ہیں بتوفیقہ تعالیٰ اور اگر وہ موضع ویران ہو جائے اور اس مسجد کی ضرورت نہ رہے یا مسجد ویران ہو جائے اور اس کی عمارت کا سامان نہ رہے اور لوگوں کو اس مسجد کی ضرورت نہ رہے کہ ایک اور مسجد بنا ہو گئی تو ان صورتوں میں اختلاف ہے۔ سیدنا امام اعظم و امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک ایسی صورتوں میں بھی وہ مسجد مسجد ہی رہے گی ہمیشہ قیام قیامت تک اور اسی پر فتویٰ ہے۔ درالمختار مطبوعہ مع رد المحتار ص ۳۱۳ جلد ۳ میں ہے ولو خرب ما حوله واستغنی عنه ببقی مسجد عند الامام والمثنی ابدًا الى قیام الساعة وبہ یفتی حاوی القدسی۔ ثانی ص ۵۱۳ میں ہے قوله عند الامام والمثنی فلا یعود میراثًا ولا یجوز نقلہ ونقل مالہ الی مسجد اخر سوا کانوا یصلون



فیه اولاً وهو الفتویٰ حاوی القدسی واکثر المشائخ علیہ
 معتبہ و هو الاوجه - اس کا حاصل یہ کہ حضرت امام عظیم اور امام ابو یوسف کے نزدیک
 ایسی مسجد میں کوئی نماز پڑھے یا نہ پڑھے مسجد ہی رہتی ہے اس میں وراثت جاری نہیں ہو سکتی اور نہ
 ہی کسی اور مسجد کی طرف وہ یا اس کا مال منتقل کرنا جائز ہے اور یہی فتویٰ ہے اور یہی از روئے
 دلیل زیادہ طاقتور ہے۔ اس کی تائید بحر الرائق جلد ۲۵ میں بھی ہے کہ فرمایا قال ابو یوسف
 هو مسجد ابدا الی قیام الساعة لایعود میراثا ولا یجوز نقله و
 نقل ماله الی مسجد اخر سواء کانوا یصلون فیہ او لا و هو
 الفتویٰ کذا فی الحاوی القدسی و فی المعتبہ و اکثر المشائخ
 علی قول ابی یوسف و رجح فی فتح القدیر قول ابی یوسف بانه
 الاوجه - نیز بحر الرائق جلد ۲۵ میں ہے الفتویٰ علی قول ابی یوسف فی المسجد
 ”فتویٰ قول ابی یوسف علیہ الرحمۃ پر ہے مسجد کے بارہ میں“ فتاویٰ عالمگیری جلد ۳۳۵ میں ہے قبل
 ہو مسجد ابدا و هو الاصح کذا فی خزائن المفتین (ترجمہ) کہا گیا ہے
 وہ مسجد ہے ہمیشہ اور یہی بہت صحیح ہے۔ ایسا ہی خزائن المفتین میں ہے ”نیز اسی صفحہ میں ہے و
 الفتویٰ علی قول ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ انہ لایعود الی ملک
 مالت ابدا کذا فی المصنعات“ اور فتویٰ قول ابی یوسف علیہ الرحمۃ پر ہے کہ بیشک
 وہ نہیں لڑتی ملک مالک کی طرف ہمیشہ ایسا ہی مصنعات میں ہے ”فتح القدیر جلد ۲۳۵ میں ہے
 یمقی مسجد اعلیٰ حالہ عند ابی یوسف و هو قول ابی حنیفہ رحمہما
 اللہ تعالیٰ و مالت و الشافعی رحمہما اللہ تعالیٰ“ باقی رہتی ہے وہ مسجد
 جیسی پہلے تھی امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کے نزدیک اور یہی قول ہے امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کا اور
 امام مالک اور امام شافعی علیہما الرحمۃ کا ”نیز اسی صفحہ میں ہے فالوجه انہ بعد
 تحقیق سبب سقوط الملك فیہ لایعود - یعنی دلیل کے لحاظ سے زیادہ
 قوی یہی ہے کہ بیشک وہ سقوط ملک کے سبب ثابت ہو جانے کے بعد واپس نہیں ہوتی۔“



نصوص مذکورہ سے بین طور پر واضح ہوا کہ تاجری مسجد کا قول ہی رائج دقویٰ ہے لہذا وجہ (۱۱) یہ
قول امام الامام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے اور فتاویٰ سرگرجیہ ص ۵۵، فتاویٰ عالمگیری ص ۲۳ جلد ۳،
بحر الرائق ص ۲۶۹ جلد ۶، در المختار مع رد المحتار ص ۶۵ جلد ۴، میں ہے والنظم من الدر یفتی
بقول الامام علی الاطلاق یعنی فتویٰ حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ کے قول پر دیا جائے۔
بحر الرائق ص ۲۶۹ جلد ۶، شامی ص ۶۷ جلد ۱ میں ہے یحل الافشاء بقول الامام بل یجب
وان لم نعلم من حیث قال "حلال ہے فتویٰ دینا قول امام اعظم علیہ الرحمۃ پر بلکہ واجب
ہے اگرچہ ہم یہ نہ جانیں کہ کس دلیل سے آپ نے فرمایا" بحر الرائق ص ۲۶۹ جلد ۶ میں ہے ان کان المفتی
یقلد الامام فنص امامہ وان کان اجتہاد یا کالدلیل القطعی "اگر
مفتی امام کی تقلید کرتا ہو تو اس کے امام کا ارشاد اگرچہ اجتہادی ہو مثل دلیل قطعی کے ہے۔"

(۲) یہ امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کا قول بھی ہے اور انہی کتب مذکورہ میں ہے والنظم من
الدر متصلاً بالاول ثم بقول الثانی "پھر قول ابو یوسف علیہ الرحمۃ پر" شامی میں ہے
قوله ثم بقول الثانی ای ثم اذا لم یوجد للامام رواية یؤخذ
بقول الثانی وهو ابو یوسف یعنی جبکہ نہ پائی جائے امام اعظم علیہ الرحمۃ کی کوئی روایت
تو اختیار کیا جائے قول ثانی کا اور وہ ابو یوسف ہیں۔"

(۳) اس قول میں شیخین علیہما الرحمۃ کا اجتماع ہے لہذا زیادہ اولیٰ و اخق بالافتد ہوا۔

(۴) اس قول کو ان الفاظ سے تزیج دی گئی ہے جو علامات افتاء سے ہیں بہ یفتی و ہستی
الاصح و ہوا الفتویٰ، اکثر المشائخ علیہ، ہوا الاوجه، الفتویٰ،
و المختار مع رد المختار ص ۶۵، ۶۶ جلد ۱، فتاویٰ خیر یہ ص ۲۳ جلد ۲ میں ہے والنظم من الدر اما

بلہ فتاویٰ عالمگیری ص ۲۳ جلد ۳، شامی ص ۶۷ جلد ۱، فتاویٰ تاجریان ص ۶۷ جلد ۱، والنظم للامام فضل الدین قال عبد اللہ بن
المبارک یاخذ بقول ابی حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ ۱۲، بلہ فتاویٰ سرگرجیہ میں ہے علی قول ابی حنیفہ ثم بقول
صاحبیہ ثم بقول ابی یوسف ثم بقول محمد ۱۲، عہ بلافاصلہ فیہما سوی السراجیۃ
فان فیہما مفاصلۃ مرت وذا الایض بالمقصود ۱۳، نور غفرلہ ۱۴ ص ۱۵



العلامات للافتاء فقوله وعليه الفتوى وبه يفتى وبه نأخذو
عليه الاعتماد وعليه عمل اليوم وعليه عمل الامّة وهو الصحيح
او الاصح او الاظهر او الاشبه او الواجب او المختار ونحوها مما
ذكر في حاشية البزدوى الى اخره وقال شيخنا الرملى في فتاواه و
بعض اللفاظ اكد من بعض فلفظ الفتوى اكد من لفظ الصحيح والاشبه
وغيرها ولفظ وبه يفتى اكد من الفتوى عليه شامى جلد ۱ میں ہے قوله
اكدم من الفتوى عليه قال ابن الهمام والفرق بينهما ان الاول يفيد المحصر
والمعنى ان الفتوى لا تكون الا بذلك والثاني يفيد الاصلية. نیز
در المختار مثلاً جلد ۱ میں ہے واذا ذيلت بالصحيح او المأخوذ به او به يفتى
او عليه الفتوى لم يفت بمخالفة. شامى مثلاً جلد ۱ میں ہے لم يحز الافتاء
بمخالفة. نیز شامى مثلاً جلد ۱ میں ہے وكذا لو كان احدهما قول الاكثرين لما
قدمناه عن الحاوى. اور یہ اس صورت میں ہے کہ جب دونوں قولوں کی تصحیح کی گئی ہو۔
شامى مثلاً جلد ۱ میں ہے والحاصل انه اذا كان لاحد القولين مرجح على
الاخر ثم صحح المشائخ كلاما من القولين ينبغي ان يكون المأخوذ به
ما كان له مرجح لان ذلك المرجح لم يزل بعد التصحيح فيبقى فيه
زيادة قوة لم توجد في الآخر. اور حاصل یہ ہے کہ بیشک جب ہوا سطر ایک دو قولوں
کے دوسرے پر کوئی مرجح پھر تصحیح کریں مشائخ ان دونوں قولوں کی تو لائق یہ ہے کہ اختیار کیا جائے وہ
قول جو ہوا اس کے لئے کوئی مرجح، اس لئے کہ بیشک یہ مرجح باقی ہے تصحیح کے بعد تو باقی رہے گی اس
میں زیادتی قوت کی جو دوسرے میں نہیں پائی گئی اور جب دوسرے قول کی تصحیح ہی نہ کی گئی ہو جیسے
کہ اس مسئلہ میں اور یہ الفاظ ترجیح بھی موجود ہیں تو بطریق ادنی راجح ہوگا تو جب تاہم مسجد ہی راجح و مفتی بہ
ہوئی تو صورت زیر بحث میں خدا نخواستہ اگر دیرانی بھی ہو جاتی تب بھی اس حصے کو چھوڑنا جائز نہیں تھا کہ
مسجد ہمیشہ کے لئے مسجد ہی ہے چہ جائیکہ مسجد بفضلہ تعالیٰ آباد اور آبادی کا سامان موجود اور گاؤں آباد تو



اس صورت میں ہمارے تمام ائمہ کے نزدیک مسجد مسجد ہی ہے تو اس کا ٹکڑا کیسے الگ کیا جاسکتا ہے اور اگر تناسب ہی قائم کرنا ہو تو اس کے لئے ایک اور جائز طریقہ بھی ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ دوسری جانب سے اس حصہ کے برابر بڑھا دیں اس میں تناسب بھی قائم ہو جائے گا اور مسجد کی فراخی بھی ہو جائے گی اور مسجد کی فراخی نظر شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام میں محبوب ہے جس کا مسجد بنانا کرنے والوں کو امر فرمایا۔ سنن بیہقی ص ۲۳۷ جلد ۲ میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من يقوم قد اسسوا مسجدا لیبنوه فقال ادسعوہ تملوہ۔ قال فادسعوہ (ترجمہ) بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرے کہ انہوں نے بنیا در کھی تھی مسجد کی تاکہ بنا کر کریں اسے پس فرمایا فراخ کر داسے پُر کرو گے اسے فرمایا رادای نے پس فراخ کیا انہوں نے مسجد کو۔“

فصل دوم نوری جواب استدلال

مولوی صاحب نے کہا کہ کل وقف شدہ کا بعض جدا کر لینا جائز ہے۔ اس دعویٰ پر دلیل تمیز یہ ہے کہ عظیم بیت اللہ سے ہے مگر بیت اللہ سے جدا ہے۔ وجہ تسمیہ عظیم کی یہ ہے کہ لانہ حطیم من بیت اہی کسر سعی حجد لانہ حجد ای منع آگے صحیح بخاری و صحیح مسلم کی حدیث کا بعض نقل کیا لان قومک قد قصرت بہم النفقة فاخرجوہ من البیت۔

میں کہتا ہوں یہ دلیل اصلاً دعوے کے مطابق نہیں کہ دعوے تو یہ تھا کہ وقف کا بعض جدا کر لینا جائز ہے۔ اس جدا کر لینے سے مراد اگر یہ ہے کہ صرف درمیان میں ایک حد قائم کی جائے اور دونوں جیسے پہلے تھے ویسے ہی وقف رہیں مثلاً ایک مسجد کی دو مسجدیں بن جائیں تو مولوی صاحب کے مدعا کے موافق نہیں کہ مدعا اس حصے کا مسجد ہونے سے نکال کر صحن میں داخل کر دینا ہے تو لامحالہ اس جدا کر لینے سے مراد یہی ٹھہرے گا کہ مسجد ہونے سے جدا کر لینا جائز ہے تو اب دلیل مدعا سے بالکل ہی بیگانہ ہے کہ عظیم مسجد سے خارج نہیں ہوا کہ مسجد الحرام کعبہ شریف کے ارد گرد گھیرے ہوئے ہے اور عظیم مسجد الحرام میں ہی ہے مولوی صاحب اتنا تواجیوں سے بھی دریافت کر سکتے تھے ہر ایک حاجی بتا دینا کہ عظیم مسجد الحرام میں داخل ہے یا کعبہ شریف کا



نفسہ ہی دیکھ لیتے انفسہ ہی بنا دینا کہ حلیہ مس شریف میں داخل ہے۔ ذرا شامی ملاحظہ کیا، کو کیجئے کہ اس میں
 ہے۔ اور مسجد الحرام میں ہے۔ وہ مسجد جو گھیرنے والی ہے اس کو؟ یہاں کی مسجد کے شریف بیت
 راجح ہے چنانچہ اسی طرف میں ہے الکعبۃ و ماحولہا من المسجد الکعبۃ شریف اور وہ
 اور گرد ہے اس کے مسجد سے، بلکہ حطیم کا جتنا مقدس تریش نے کعبہ شریف کے مکان سے خارج کیا تھا
 شرعاً کعبہ شریف میں ہی داخل ہے اگرچہ صورتہ خارج ہے اخراجہ من البیت، جس سے وہی بیت
 نے استدلال کیا ہے اس اخراج سے اخراج ضروری مراد ہے۔ اور حکماً داخل بیت بنے بیٹھے بقعہ پہلے بیت اللہ تھا
 بتنا ہی اب بھی ہے صرف مکان بناتے وقت قریش نے مکان سے خارج کر دیا تھا۔ اس مدعا پر اگر ضرورت
 دلیل ہے تو حبر اللہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے توڑے طلب کر دو کہ جو یعنی حطیم بیت اللہ میں داخل ہے
 یا نہیں، ابھی توڑے صورتہ اثبات میں ملے گا۔ دیکھئے مستدرک حاکم منہ ۲۷ جلد ۱، سنن کبریٰ یاقی منہ ۲ جلد
 میں ہے عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال الحجر من البیت لکن رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طاف بالبیت من ورائہ قال اللہ تبارک و تعالیٰ
 و یطوفوا بالبیت العتیق قال الحاکم و ہذا حدیث صحیح الاسناد۔
 صحیح الامام ابی ہریرۃ علیہ الرحمۃ ۱۳۳ جلد ۱ طبع جدید برقی میں ہے باب یطوف من وراء الحجر فانه من
 البیت نیز منہ ۱۳ میں ہے مالک انہ سمع ابن شہاب یقول انی سمعت بعض
 علماءنا یقول ما حجر الحجر و طاف الناس من ورائہ الا ارادة ان
 يستوعب الناس الطواف بالبیت۔ دیکھا سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور عالم
 مدینہ امام مالک اودان کے استاد الامام علیہم الرحمۃ کا فتویٰ یہی ہے کہ حطیم بیت اللہ سے ہے اور اسی وجہ
 سے حاکم و مدعا علی اللہ علیہ وسلم نے طواف حطیم کے باہر سے فرمایا جیسا حدیث مستدرک و یقینی سے
 سن چکے حالانکہ حکم طواف بیت کا ہے اور یہی استدلال سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہے اور صحیح
 امت کا یہی مذہب ہے چنانچہ مولانا سے سن چکے۔ اور سنن ابوداؤد شریف ۲۵۵ جلد ۱، سنن کبریٰ
 یاقی منہ ۲ جلد ۱، سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے ولا طواف الناس من



وراء الحجر الا لذلک - اور کتب مذہب مذہب حنفیہ کی تصریحات عالیہ بھی گونج رہی ہیں کہ طوافِ حطیم کے اوپر سے کیا جائے بلکہ خود میرے محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحتاً ارشاد فرمایا کہ حطیم بیت اللہ سے ہے چنانچہ صحیح بخاری شریف ص ۲۱۵ جلد ۱ صحیح مسلم شریف ص ۲۳۱ جلد ۱ مسند ابوداؤد طیالسی ص ۱۹۸، سنن کبریٰ بیہقی ص ۸۹ جلد ۵ میں سیدنا ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے والنظم من صحيح البخاری عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت سألت النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الجدار من البيت هو قال نعم - سنن ابی داؤد ص ۲۰۷ جلد ۱ مسند ابوداؤد طیالسی ص ۲۱۹، جامع ترمذی ص ۱۱۱، سنن نسائی ص ۲۵۸ جلد ۲، سنن بیہقی ص ۱۵۸ جلد ۵ والنظم من النسائی عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت كنت احب ان ادخل البيت فاصلى فيه فاخذ رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم بیدی فادخلنی الحجر فقال اذا ادت دخول البيت فصلی ههنا فانما هو قطعة من البيت - سنا میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا فوسی کہ حطیم بیت سے ہے، حطیم بیت اللہ کا قطعہ ہے اس میں نماز پڑھنی ایسی ہے جیسی بیت اللہ میں نماز پڑھنی۔

اب روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ اخرجوہ من البيت سے مراد اخراجِ صوری ہے اور شرعاً داخل ہے تو معلوم ہوا کہ وقف مسجد کا ٹکڑا مسجد سے علیحدہ نہیں ہوا۔ عجیب کہ مولوی صاحب کی نظر سے ایسے مرتجعاتِ ارشاداتِ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم جو آفتاب سے بھی زیادہ چمک رہے ہیں، پوشیدہ رہے اور اخرجوہ من البيت نظر آگیا حالانکہ جن صفحات میں اخرجوہ من البيت تھا انہی میں یہ بھی تھا کہ من البيت شرح الوقایہ میں جو فرمایا حطیم من البيت ای کمر اس سے مراد بھی کمرِ صوری ہے کہ اسی ص ۲۳ میں حدیث شریف لائے جس میں ان الحطیم من البيت ہے اور شرح الوقایہ ص ۲۸۱ جلد ۲ میں اقرار کیا کہ سیدنا غیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وقف کعبہ لازم ہے حیث قال اما عندهما فالوقف لازم وعليه الفتوى والاصل فيه وقف الخلیل صلوات اللہ علیہ الکعبۃ دیکھا تو وہ وقف کعبہ کو لازم مان رہے ہیں۔ اور بیہبوط مرقی ص ۳۱۰ جلد ۲ میں بھی لکھی ہے۔ فتح القدر ص ۲۷۷



جلد ۵ میں مہر علماء سے نقل فرمایا کہ زمین کعبہ شریف مسجد نبیؐ سے خارج نہیں ہے حیث قال واستدل ابو یوسف وجہہ سور العلماء علی عدم خروج موضعہا عن المسجدینہ۔ افسوس کہ مولوی صاحب کو صحابہ کرام اور علماء عظام وائمہ کرام اور نبیوں اکرام صلی اللہ علیہم و آلہم و سلم کے تمام نظرنہ آئے، نظر آیا تو ایک انصر جبرہ من البیت نظر آیا اور پھر طرفہ یہ کہ انصر جو اکیضمیر کو نہ دیکھا کہ کس جماعت کی طرف عائد ہے اور صیغہ ماضی بھی نہ دیکھا، اگر ضمیر اور صیغہ پر غور کرنے تو اس سے ہرگز استدلال نہ کرنے مگر یہ اظہر من الشمس ہے، شاید دیدہ و دانستہ ہی اپنا مدعا ثابت کرنے کے لئے چہم پوشی کر گئے جو بدترین خیانت ہے اور یہی احتمال ان کی چشم پوشی کا احادیث شریفہ کے متعلق بھی ہے۔

اچھا میں واضح کرتا ہوں کہ یہ ضمیر قریش کی طرف عائد ہے اور زمانہ ماضی سے وہ زمانہ مراد ہے جس میں وہ کافر تھے تو حاصل یہ پٹھہ کہ قریش نے زمانہ کفر میں خارج کیا۔ افسوس انہا کفار سے استدلال کیا جاتا ہے جس کا صریح مطلب یہ ہوا کہ چونکہ کفار نے ایسا کیا لہذا ہم بھی کر سکتے ہیں۔ اور یہ عذر بھی ہرگز نہیں ہو سکتا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی تقریر فرمائی بلکہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا صریح رد فرمایا اور اصلی بنیاد پر بنا فرمائے اور حطیم کے داخل فرمانے سے عذر فرمایا کہ وہ نئے نئے مسلمان ہوتے ہیں۔ ان کے دلوں میں شبہات پیدا ہوتے کا خطرہ ہے ورنہ گرا کر بنیاد ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بنا کر دیتا۔

یہ مضمون احادیث صحیح بخاری ص ۲۱۵ جلد ۱ صحیح مسلم ص ۳۲۹ جلد ۱، سنن کبریٰ بیہقی ص ۵۵ جلد ۵، مستدرک حاکم ص ۳۸ جلد ۱، مسند ابوداؤد طیالسی ص ۱۹۸، سنن نسائی ص ۳۳۲ جلد ۲، مؤطا امام مالک علیہ الرحمۃ ص ۳۱ سے مستفاد ہے۔ حدیث مسند ابی داؤد کے کلمات یہ ہیں عن عائشۃ قالت سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الحیدر تعنی الحجر امن البیت قال نعم قالت قلت فما منہم ان یدخلوها البیت قال عجز قومک عن النفقة قالت قلت فلم جعلوا بابہ مرتفعاً حتی



قال فصل ذلك قومك ليدخلوا من شاءوا ويمنعوا من شاءوا
لولا قومك حديث عهد بجاهلية وانا اخاف ان تشكك قلوبهم
لادخلت ما تركوا الزقت بابہ بالارض۔ بلکہ شرح الوثایہ من جلد ۳۳ باب اس
حدیث کے آخر میں انا اور زائد روایت کیا۔ ولین عشت الی قابل لافعلن۔ ذالک یعنی
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "اور ضرور اگر میں دنیا میں اتنے سال تک رہا تو ضرور کروں گا اسکو"
فراتے ہیں فلعہ یعش یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف فرمانہ رہے اور آپ کا وصال شریف
ہو گیا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم فی الدنیا والاخرۃ۔

بلکہ اگر مولوی صاحب غور کرتے تو یہ دلیل ہرگز نہ لکھتے کہ یہ ان کی دلیل تو سن نہیں سکتی جیسے واضح ہو چکا
ہاں ہمارے مدعا کی دلیل ہے کہ کفار نے ایسا کیا اور سرکار نے اسے پسند نہ فرمایا تو مولوی صاحب نے
ہمارے مدعا کی دلیل ذکر کی نہ کہ اپنے مدعا کی، اس کا نام ہے ہیبت حق اور عبودۃ نور اللہ سبحانہ و تعالیٰ۔
مولوی صاحب کی دوسری دلیل یہ ہے کہ اسے کفر الدقائق ص ۲۰ میں وہ عبارت یہ ہے اذا
جعل شیئا من طریق مسجد ص ۷۷ کعکسہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ جائز نقل کرنا بعض
مسجد کا اور اس کا جو متعلقات مسجد سے ہو۔ پھر ثانی ص ۳۲ جلد ۳ سے نقل کیا شد نقل عن خا حل
زادہ عن العتابة اذا كان الطريق ضيقا والمسجد واسعاً لا یحتاجون
الی بعض تجوز الزیادة فی طریق المسجد لان کلمة للعامة۔

میں کہتا ہوں عبارت شامی کا ایک وہ حصہ نقل کیا جو ان کے مدعا کا مزید ہوا اور آگے پیچھے کچھ بھی نہ دیکھا
مگر کہ "قرن در المختار میں موجود ہے اور در المختار میں اس کا معنی بیان کیا اور شامی علیہ الرحمۃ نے اس پر تنقید
کی۔ مولوی صاحب نے کسی بات پر نظر نہ کیا اور اپنی طرف سے ترجیح کر کے یہ نتیجہ نکالا کہ جائز ہے نقل کرنا بعض
مسجد کا۔ اگر اس پر نظر کرتے جو در المختار میں اس کا مطلب بیان ہوا یا علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے بیان فرمایا تو سمجھ
لیتے کہ نتیجہ "کعکسہ" کا نہیں بلکہ اس کا عکس ہے مگر مطلب تو مدعا ثابت کرنا ہے، صبح ہے جبکہ الشیخ
یعمی ویسم۔ شیخ! در المختار میں ہے کہ عکسہ اسی کجی از عکسہ فہوما اذا



جعل فی المسجد ممزاً لنعرف اهل الامصار فی العوامع اور لکھم
 کا یہی معنی بحر الرائق شرح کنز الدقائق ص ۲۵۵ جلد ۱۰ اور منہ الخفاقین ص ۲۵۵ میں بیان فرمایا اس سے ظاہر ہوا
 کہ مسجد کا کوئی حصہ مسجد سے علیحدہ نہیں کیا جاتا بلکہ مسجد کے بیچ میں ہی سے گزرنے کی جگہ مقرر کریں جیسے فی
 المسجد ممزک فی " ظرفیت کو ظاہر کر رہی ہے اور اس سے مراد یہ نہیں کہ سڑک میں داخل
 کیا جائے یا مسجد میں سڑک بنائی جائے چنانچہ در المختار، بحر الرائق، منہ الخفاقین میں پہلی عبارت کے متصل
 ہے والنظم من البحر والرمز و جان کل احد ان یمر فیہ حتی
 الکافر الا الجنب والحاتض والنفساء لیس لہن ان یدخلوا فیہ الدواب۔ دیکھا جنب و حائض و نفساء کا استثناء اور چار پایوں کے ذیل
 کرنے سے روکنا صاف بتا رہا ہے کہ وہ جگہ مسجد سے خارج نہیں ہو جاتی اور عام سڑک نہیں بن جاتی ورنہ
 جنب وغیرہ کا استثناء کیوں کیا جاتا کہ عام سڑک میں جنب وغیرہ گزر سکتے ہیں اور چار پائے سڑکوں میں ہی
 چلائے جاتے ہیں بلکہ لیس لہن فی موضعہ صراحت بتا رہا ہے کہ وہ باقاعدہ مسجد میں داخل ہے
 کہ "موضع" سے مراد وہ موضع ہے جہاں ذکر کیا گیا ہے کہ جنب و حائض و نفساء مسجد میں داخل نہ ہوں جیسے
 کہ تمام اسفار نقہ میں موجود ہے اور شامی علیہ الرحمۃ نے تو اس کے مسجد سے خارج نہ ہونے کی تصریح کر دی۔
 شامی ص ۲۳۱ جلد ۲ میں ہے وتسقط حرمة المرور فیہ للضرورة لکن لا تسقط
 عنہ جمیع احکام المسجد فلذا لریجن المرور فیہ لجنب ونحوہ
 کما مر یعنی مسجد میں سے گزرنے کا جواز ہے ضرورت کی وجہ سے وہ معاف ہو جاتا ہے اور یہ نہیں کہ
 تمام احکام مسجد کے ماقبہ ہو جائیں۔

دیکھا اس جگہ کے لئے باقی تمام احکام مسجد ثابت مان رہے ہیں اور تمام احکام مسجد کے مسجد ہی کے
 لئے ثابت ہوتے ہیں تو ثابت ہوا کہ وہ جگہ مسجد میں داخل ہے اور خارج نہیں ہوتی اور یہ جواز المرور بھی
 ضرورت کے وقت ہی ہے مطلقاً نہیں۔ در المختار مطبوع مع الشرح ص ۱۴۱ جلد ۱، خلاصۃ الفتاویٰ ص ۲۲۹
 جلد ۱، بحر الرائق ص ۲۵۵ جلد ۲، فتاویٰ عالمگیری ص ۱۴۱ جلد ۱ میں ہے والنظم من البندیۃ
 رجل یمر فی المسجد ینتھظ طریقاً ان کان بفیس عذر لا یجوز و



بعد ریجوز اور جب مذکور کی وجہ سے گزرے تو تحیۃ المسجد ادا کرے ہاں اگر دن میں کئی مرتبہ گزرے تو ایک مرتبہ ہی تحیۃ المسجد کا پڑھنا کافی ہے چنانچہ خلاصۃ الفتاویٰ جلد ۲۲، ۱، بحر الرائق صفحہ ۳۵۱ جلد ۲، فتاویٰ عالمگیری جلد ۱، شامی صلاہ جلد ۱ میں ہے والنظم للشامی ویصلی کل یوم تحیۃ المسجد مرة - یعنی جبکہ کئی مرتبہ دن میں گزرے تو چاہئے تو یہ تھا کہ ہر مرتبہ تحیۃ المسجد جو ادب دخول ہے، ادا کرنا اگر اس کو ایک ہی مرتبہ کافی ہے کہ ہر مرتبہ ادا کرنے میں حرج ہے۔ شامی میں ہے ای اذا تکرر دخوله تکفیہ التحیۃ مرة - خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے لما ضیہ من الحرج - اس سے بھی ثابت ہوا کہ وہ گزرنے کی جگہ مسجد سے خارج نہیں ہوتی ورنہ تحیۃ المسجد پڑھنے کی کیا ضرورت تھی کہ تحیۃ المسجد دخول مسجد ہی کے لئے ہے نہ شرک میں گزرنے کے لئے۔ اور فتاویٰ عالمگیری جلد ۲ سے بھی یہی بات واضح ہو رہی ہے کہ وہ جگہ عام شرک نہیں بنتی بلکہ جنب و حائض و نفسار کے سوا صرف لوگوں کے لئے گزرنے کی جگہ ہوتی ہے نظم یہ ہے ان اودا ان یجعلوا شیتا من المسجد طریقا للمسلمین فقد قیل لیس لهم ذلک وانه صحیح کذا فی المحيط اذا جعل فی المسجد ممرافاته یجوز لتعارف اهل الامصار فی الجوامع و جاز لكل واحد ان یمر فیہ حتی الکافر الا الجنب والحائض والنفساء لیس لهم ان یدخلوا فیہ الدواب کذا فی التبین۔

دیجھا طریق کے عدم جواز کا صحیح ہونا نقل کر کے ممر کا جواز نقل کیا تو معلوم ہوا کہ اس عبارت میں طریق سے مراد عام شرک ہے اور ممر سے مراد صرف گزرنے کی جگہ ہے ورنہ خواہ مخواہ تعارض لازم آئے گا۔

اب علامہ شامی کی سنئے، وراختار میں ”کلمہ“ کا مطلب جو انہوں نے بیان کیا ہو ما اذا اجلس فی المسجد ممر لتعارف اهل الامصار فی الجوامع۔ اس پر علامہ شامی علیہ الرحمة منہ جلد ۲ فرماتے ہیں لانہ لم ذلک فی جوامعنا ”ہم اس کو اپنی جامع مسجدوں میں نہیں جانتے“ حاصل اس کا یہ پتہ ہوا کہ وراختار کی یہ دلیل غلط ہے لہذا مدعا جس کی بناء دلیل پر ہوتی ہے وہ بھی ایسا ہی ہوا، ہاں اپنی طرف سے ”کلمہ“ کا حاصل معنی دو صورتوں میں بیان فرمایا ہے۔ پہلا یہ کہ مسجد سے



مراد ایسی مسجد ہے جس کے دور دراز سے ہوں اور لوگ اس مسجد میں سے گزر رہے ہوں۔ فرماتے ہیں نعم تعارف الناس المردوفی مسجد له بابان۔ پھر اس ضرورت کا مکروہ ہونا بجا الرائق سے نقل کیا ، فرماتے ہیں وقد قال فی البعد وکذا یکره ان یتخذ المسجد طریقا وان یمدخله بلا طهارة۔ حاصل اس کا یہ ہوا کہ ”کلمہ“ سے مراد صرف مسجد میں سے گزرنا ہے، یہ نہیں کہ مسجد گزرنے کی جگہ مقرر کی جاوے اور یہ گزرنا گوجاڑ ہے مگر بلا ضرورت مکروہ ہے اور مکروہ بھی تحریم ہے جیسے درالختار میں ہے۔ اور فتاویٰ عالمگیری وغیرہ سے ”لایجوز“ گزر چکا۔ اور اس کی تفسیر یہ ہے وہ حدیث جو سنن ابن ماجہ شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے قال صلی اللہ علیہ وسلم فخصال لا تنبغی فی المسجد لا یتخذ طریقا الحدیث اور اگر ضرورت کی وجہ سے گزرنا ہو تو مکروہ نہیں جیسے گزر چکا، مگر تحجیم المسجد پڑھے۔

دوسرے یہ کہ مسجد سے مراد نفس مسجد نہیں بلکہ صحن مسجد ہے اور طریق سے طریق عام مراد نہیں بلکہ وہ مسقف بیرکین مراد ہیں جو جامع مسجدوں کے صحن میں بنائی جاتی ہیں کہ بارش وغیرہ کے وقت ان میں نماز کے لئے چلا جاتے یا جامع مسجد سے باہر جانے کے لئے نہر ایک چلنے والے کے لئے عام مرثک کی طرح اور شاید یہی مراد ہے اور جس کو مسجد کی طرف چلنے کی ضرورت ہو تو صرف اس جگہ چلے تاکہ نمازیوں سے دور ہو اور تاکہ اس صورت میں مکان کی بھی بہت برسی تنظیم ہو۔ علامہ کی عبارت یہ ہے نعم یوجد فی اطراف صحن الجوامع رواقات مسقوفة للمشی فیها وقت المطر ونحوہ لاجل الصلوة او للخروج من الجامع لا للمرور المارین مطلقا کالطریق العام ولعل هذا هو المراد فمن كان له حاجة الى المردوف المسجد یمر فی ذلك الموضع فقط لیکن بعیدا عن الناس و لیکن اعظم حرمة لمحل الصلوة فتأمل۔

علامہ علیہ الرحمۃ نے اس پہلے معنی کو پسند نہ فرمایا اور مزبور قرار دیا کہ بجا الرائق سے اس کے متعلق یکوہ نقل فرمایا اور اس معنی اخیر کو ترجیح دی ہے کہ فرمایا لعل هذا هو المراد اور اس پر دو دلیلین قائم ہیں اول یہ کہ اس صورت میں گزرنے والا نمازیوں سے دور ہوگا اور باعث تشویش نہ بنے گا بخلاف پہلی



صورت کے کہ نمازی بھی مسجد ہی میں نماز پڑھتے ہیں اور گزرنے والا بھی مسجد ہی گزرتا ہے تو لامحالہ باعث تشویش ہوگا۔ اور دوسری دلیل یہ کہ اس صورت میں محل نماز یعنی مسجد کی بہت بڑی تعظیم ہے کہ اس میں سے گزرنے سے بچنا ہے اور تامل فرما کر ایک سوال و جواب کی طرف اشارہ فرمایا۔ سوال یہ ہے کہ عکسہ کا حاصل معنی ما قبل کے لحاظ سے یہ ہے جعل شیء من المسجد طریقاً یعنی مسجد کا کچھ حصہ راستہ بنایا جائے اور اس صورت میں جس کو آپ ترجیح دے رہے ہیں مسجد کا حصہ راستہ نہیں بنتا بلکہ صحن مسجد کا حصہ راستہ بنتا ہے۔ اور جواب اس کا یہ ہے کہ عرف عام میں صحن مسجد بڑی لفظ مسجد کا اطلاق کیا جاتا ہے کہ فلاں مسجد میں کٹھاں ہے، فلاں مسجد میں نل ہے، فلاں مسجد میں حجرے ہیں، فلاں مسجد میں درخت ہے وغیرہ محاورات میں صحن مسجد کو مسجد سے تعبیر کیا جاتا ہے کہ یہ تمام چیزیں صحن مسجد میں ہی ہوا کرتی ہیں نہ نفس مسجد میں بلکہ بعض احکام میں صحن حکماً مسجد ہے غنیۃ المستملی ص ۵۵، بحر الرائق ص ۳۹۳ جلد ۱، فتاویٰ عالمگیری ص ۳۴۹ جلد ۲ میں ہے والنظم من الهندیۃ والفناء تبع المسجد فیکون حکمہ حکم المسجد کذا فی محیط السرخسی اور یہی وجہ ہے کہ خادم مسجد جیسے مسجد میں دکان اور بیچنے کا مکان نہیں بنا سکتا ایسے ہی صحن مسجد میں بھی نہیں بنا سکتا۔ فتاویٰ قاضیخان ص ۳۳۴، بحر الرائق ص ۳۴۹ جلد ۵، فتاویٰ عالمگیری ص ۳۴۹ جلد ۲ والنظم من الهندیۃ قیم المسجد لایجوز لہ ان یجفی الحوانیت فی حد المسجد او فی فناءہ لان المسجد اذا جعل حانوتا او مسکنا تسقط حرمتہ و هذا لایجوز والفناء تبع المسجد فیکون حکمہ حکم المسجد کذا فی محیط السرخسی۔

علامہ طہریا الرحۃ نے جو یہ معنی بیان فرمایا اس صورت میں متعارض عبارتیں موافق ہو جاتی ہیں اور حتی الامکان تعارض کی صورت میں توفیق ہی کی جاتی ہے لہذا یہ صورت بہتر ہوئی عبارت متعارضہ کا توافق یوں ہوگا کہ جن عبارتوں میں یہ آتا ہے کہ مسجد کو طریق بنانا جائز نہیں اور بیشک یہ صحیح ہے اور وہ عبارتیں بکثرت موجود ہیں اور مولوی صاحب نے ان کو خود غرضی سے پس پشت ڈال دیا



مثلاً شامی میں ہے کہ تانا خانانہ میں ثناوی ابی الیث سے ہے وان اراد اهل المحلة ان یجعلوا شیئاً من المسجد طریقاً للمسلمین فقد قلیل لیس لهم ذلك و ان صحیحہ سبحان اللہ ایہ علامہ ابی الیث کی تصحیح ہے جن کا علیشان آفتاب سے بھی زیادہ عیاں ہے۔ اور ایسے ہی ثناوی عالمگیری مشک جلد ۳ بقیہ تصحیح سے ہے اور محیط کا علوم مرتبہ بھی غیر غنی۔ درالمختار میں ہے کما بان جعل الامام الطریق مسجداً لا عکسہ لجواز الصلوة فی الطریق لا السرد فی المسجد۔ علامہ شامی اسکو صحیح کر کے ۳۱۵ جلد ۳ پر فرماتے ہیں یعنی ان فیہ ضرورة وہی انہم لو ارادوا الصلوة فی الطریق لم یجوز فکان فی جعلہ ضرورة بخلاف جعل المسجد طریقاً لان المسجد لا ینخرج عن المسجدية ابدالہم یجوز لانه یلزم السرد فی المسجد۔

ان عبارتوں میں عدم جواز کو ترجیح دی گئی اور دوسری عبارتیں ان کے مقابل ہیں جن میں جواز ہے جیسے ”کلمہ“ وغیرہ، تو ان میں بظاہر تعارض ہے مگر اس دوسرے معنی کی صورت میں تعارض اٹھ گیا کہ جن عبارتوں میں عدم جواز ہے ان میں مسجد سے مراد حقیقہ مسجد ہے اور جن میں جواز ہے ان میں مسجد سے مراد صحن مسجد ہے تو اب تعارض نہ رہا لہذا یہی معنی راجح ہے اور علامہ شامی علیہ الرحمۃ کا و المتون علی الثانی فکان هو المعتقد فرمانا ہمارے اصل مدعی کے منافی نہیں کہ متون کی عبارت کا راجح معنی علامہ کی نظر میں یہ دوسرا معنی ہی ہے۔ اور مولوی صاحب کا شامی سے عتاب یہی عبارت نقل کر کے یہ کہنا کہ یہی عبارت درالمختار ۳۱۵ جلد ۲ اس لئے کہ راستہ میں نماز پڑھ لینی جائز ہے، محض غلط اور بے اصل حوالہ ہے۔ درالمختار میں نہ ہی یہ عبارت ہے اور نہ ہی اس کے ہم معنی، بلکہ جس عبارت کا یہ ترجمہ کیا اس تمام عبارت کا معنی یہ ہے کہ طریق کو امام مسجد بنا سکتا ہے اور مسجد کو طریق نہیں بنا سکتا۔ درالمختار مع المتن کی پوری عبارت یہ ہے جعل الامام الطریق مسجداً لا عکسہ لجواز الصلوة فی الطریق لا السرد فی المسجد۔ اور شامی علیہ الرحمۃ نے بھی اس عبارت کا ۳۱۵ پر یہی معنی بیان فرمایا چنانچہ ابھی گذر چکا۔ سبحان اللہ!



یہ ہے تاہم غیبی اور نصرت لایہی کہ مولوی صاحب نے محض بے اصل حوالہ دے کر اپنا مطلب بنانا چاہا مگر وہی عبارت ہمارے مدعا کی دلیل صریح بن گئی۔

مولوی صاحب کی تیسری دلیل

یہ ہے کہ برجندی شرح وقایہ جلد سوم ص ۱۱۱ میں ہے اذا استغنی المسجد فباعه اهل المسجد بامر القاضی حبان وان باعوه بنفیس امره قال بعضهم یرجی ان یجوز والصحیح انه لا یجوز الا فی موضع لم یکن هناك قاضی۔ کتب فقہیہ اس تصریح سے مالا مال ہیں کہ وقف مسجد کی بیع نہیں ہو سکتی۔ احادیث شریفہ بکثرت فرما رہی ہیں کہ وقف کی بیع نہیں ہو سکتی اور مسجد بھی وقف ہی ہے۔ ان تصریحات جلیلہ کے مقابلہ میں یہ عبارت معتد نہیں ہو سکتی کہ تمام تصریحات کو چھوڑ کر ایک عبارت شاذہ پر عمل کیا جاوے بحر الرائق ص ۳۴ جلد ۶ میں ایک عبارت قاضی خان علیہ الرحمۃ کے متعلق فرمایا ولا اعتبار بها مع صریح النقل عن الاثمة الثلاثة تو صرف ائمہ ثلاثہ کی صریح نقل کی مخالفت کو عبارت قاضی خان کو جو فقہ النفس ہیں ساقط کر دینے والا قرار دیا اور یہ عبارت برجندی تو ائمہ ثلاثہ اور دوسرے تمام ائمہ کی صریح نصوص کے مخالف ہے تو کیوں کہ پایہ اعتبار سے ساقط نہ ہوگی اور مرتبہ امتداد پر کیسے فائز ہوگی؟ سنئے! احکام الوقف ص ۱۱۱ میں امام ہلال بن یحییٰ رانی جو شاگرد امام ابو یوسف و امام زفر ہیں، فرماتے ہیں فقد رأینا الرجل یجعل داره مسجداً لله تعالیٰ لا یباع ولا یورث ولا یتوہب۔ ہدایہ مع الفتح و فتح القدیر و عنایہ ص ۳۳۲ جلد ۵، در المختار و رد المحتار ص ۳۳۵ جلد ۳، کنز الدقائق مع بحر الرائق و بحر الرائق ص ۳۲ جلد ۵ میں ہے والنظم من الهدایة و اذا صح الوقف لم یجوز بیعہ ولا تملیکہ فتح القدیر اور بحر الرائق میں ہے ہو باجماع الفقہاء اور دلیل چہارم کے جواب میں عدم جواز بیع کے اور نصوص فقہیہ کہ ہے میں انشاء المولیٰ تعالیٰ۔ اب احادیث مانعہ البیع سنئے !

صحیح بخاری ص ۳۸۹ جلد ۱، صحیح مسلم ص ۳۸۹ جلد ۲، سنن ابی داؤد ص ۳۲۲ جلد ۲، جامع ترمذی ص ۱۶۹



جلد ۱، سنن نسائی ص ۱۲۷ جلد ۲، سنن کبریٰ ہیثمی ص ۱۵۹ جلد ۶ میں متعدد اہماد و روایات لفظ الناقضین کے ساتھ مذکور ہیں۔
 اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہیں کہ آپ نے خیبر میں زمین پائی تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہِ فیکس پناہ
 میں حاضر ہوئے۔ پس عرض کی، میں نے زمین پائی اور ہرگز کوئی مال اس سے زیادہ نفیس نہیں پایا۔ پس کیا
 فرماتے ہیں حضور، اس کے متعلق فرمایا اگر چاہو تو بندہ کر واصل اس کا اور صدقہ کر داس کو، پس صدقہ کیا حضرت
 عمرؓ نے، کہ بیشک شانِ بے نہ بیجا جائے اصل اسکا اور نہ بریک جائے اور نہ ورثہ بنایا جائے والنظم من
 صحیح البخاری قال صلی اللہ علیہ وسلم ان شئت حبست اصلها
 وتصدقت بما خصصت عمن انہ لا یباع ولا یوہب ولا یورث تحبیل اصل
 سے مراد وقف کرنا ہے جو بیچنے اور ہبہ کرنے جانے سے بند کیا جائے۔ اس سبب سے
 حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تصریح فرمادی لا یباع ولا یوہب ولا یورث۔ اور سنن کی ایک
 روایت سے یہ صراحت مستفاد ہے کہ اس میں ہے فحبس اصلها ان لا یباع ولا یوہب
 ولا یورث بلکہ سنن کبریٰ ہیثمی ص ۱۵۹ جلد ۶ کی ایک حدیث میں یہ ہے فقال النبی صلی اللہ
 علیہ وسلم تصدق باصلہ لا یباع ولا یوہب ولا یورث ولكن ینفق
 ثمرہ۔ اور اسی مضمون کی دو مرفوع حدیثیں سنن ۱۶ پر ہیں اور اگر اس عبارت پر جندی کی بناء امام محمد
 علیہ الرحمۃ کے قول عود الی ملکت البانی پر ہو اور استغفار سے مراد وہی استغفار ہو تو اس بناء کے شکل
 ہونے کے علاوہ وہ قول مرجوح ہے اور مرجوحیت اس کی پانچ وجوہ سے ثابت ہو چکی اور جب مبنی مرجوح تو یہ عبارت
 جو اس پر بناء مبنی لاحوالہ مرجوح ہوئی اور قول مرجوح کے ساتھ قوت دینا جہل اور اجماع کو بھٹاڑا نہ ہے۔ درالمتار
 میں تحریر اور رد المحتار میں تقریر اسے الحکم والفتی بالقول المسوجہ جہل وسخو
 للاجسام۔ اور اگر مرجوح نہ بھی ہو تب بھی مولوی صاحب کو مفید نہیں اور اس استغفار و خراب سے مراد
 تو موضع کا دیران ہو جانا یا مسجد کا دیران ہو جانا ہے حالانکہ آبادی کا سامان نہ ہو جیسے کہ گذر چکا اور صورتِ زیر
 بحث میں یہ بات تحقق نہیں کیونکہ گاؤں آباد ہے اور وہ مسجد بھی آباد ہے اور آبادی کا سامان موجود ہے افسوس
 مسجد کا حصہ الگ کر لے کے لئے کتنے فلوڑے دیئے اختیار کئے مگر غلط کاری کا حاصل لا حاصل ہے اور حق
 ہی حق ہے۔



مولوی صاحب کی چوتھی دلیل یہ ہے کہ برجنڈی شرح وقایہ محل جلد ۳ و شرط ان تبدیل بہ اسی صرح عند الی یوسف شرط ان یستبدل الواقف بذلک ارضا اخری اذا شاء اذ فیہ تعویل الی ما یكون خیرا۔ میں کہتا ہوں اس دلیل کو آپ کے مدعا سے کوئی لگاؤ نہیں۔ مولوی صاحب یہ شرط استبدال جو امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کے نزدیک صحیح ہے یہ اس وقت صحیح ہے جب وقف کرتے وقت واقف شرط کرے اس لئے کہ اسی وقت اس کا اختیار ہے۔ اور جب وقف کرے تو اب اس کا ملک ناکل ہو گیا لہذا بعد میں شرط کرنا باطل ہے۔ فتاویٰ قاضی خان ص ۴۱، بحر الرائق ص ۲۲۲ جلد ۵، خلاصۃ الفتاویٰ ص ۲۱۳ جلد ۲ میں ہے والنظم للامام قاضیخان علیہ الرحمة واجموا علی ان الواقف اذا شرط الاستبدال لنفسه فی اصل الوقف یصح الشرط والوقف ویملک الاستبدال اما بدون الشرط اشار فی السیرانہ لا یملک الاستبدال۔ نیز فتاویٰ قاضی خان ص ۴۱، بحر الرائق ص ۲۲۲ جلد ۵، فتاویٰ عالمگیری ص ۳۳ جلد ۲ میں ہے والنظم من الهندیة ولو كان الوقف مرسلًا لم یذكر فیہ شرط الاستبدال لم یکن له ان یبیعها ویستبدل بها وان كانت ارض الوقف سبغة لا ینتفع بها کذا فی فتاویٰ قاضیخان۔ تو کیا آپ یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ اس مسجد کے واقف نے وقف کرتے وقت یہ شرط کی تھی کہ مسجد کا استبدال کر دوں گا شرعی طریق سے اس کا ثابت کرنا بہت ہی مشکل ہے اگر ثابت ہو بھی جائے تب بھی آپ کو مفید نہیں کہ اس مسجد کا واقف توفیق ہو چکا اور جب واقف اپنے لئے شرط استبدال کرے تو اس سے دوسرے کے لئے حق استبدال نہیں چنانچہ فتاویٰ عالمگیری وغیرہ میں اس کی تصریحات موجود ہیں۔ یہ صواب مانے دیجئے۔ یہ محنت شرط استبدال تو مسجد کے علاوہ دوسرے اوقاف میں ہے اور وقف مسجد میں اگر شرط استبدال کرے تو مسجد مسجد بن جاتی ہے اور وہ شرط استبدال باطل ہے۔ شامی ص ۲۹۹ جلد ۳، فتاویٰ عالمگیری ص ۳۳ جلد ۲ میں ہے وفی وقف الخصاص اذا جعل ارضه مسجدًا و بناه و اشهد ان له ابطاله و یبعه فہو شرط باطل و یكون مسجدًا۔ احکام الوقف امام ہلال شاگرد رشید امام ابو یوسف علیہ



الرحمۃ کے مسئلہ میں ہے قلت رأیت رجلاً جعل دارہ مسجداً لله علی ان له ان یبیعہ فیستبدل بہ قال المسجد حائز والشروط باطل ولا یمکن له بیعہ - مبسوط امام شریعی ص ۱۲۹ جلد ۱۲، غنیایہ شرح ہدایہ ص ۴۳۹ جلد ۲، کفایہ شرح ہدایہ ص ۴۴۰ جلد ۲ میں ہے والنظم من المبسوط المسجد اذا شرط الاستبدال بہ او شرط ان یصلی فیہ قوم دون قوم فالشروط باطل واتخاذ المسجد صحیح - اور جب یہ ثابت ہو کہ مسجد میں شرط استبدال صحیح نہیں تو اگر بالفرض شرط استبدال ہوتی اور واقف خود موجود ہوتا تب بھی استبدال نہیں کر سکتا۔ ذرا استدلال کرتے وقت دلیل اور غیر دلیل میں امتیاز کرنا چاہیے۔ عجب کہ لوگ مفتی ہی مفتی بن جاتے ہیں اور اپنے منہ مخفق و مدقن کہلاتے ہیں مگر اب تک دلیل وغیرہ دلیل میں امتیاز نہیں۔

مولوی صاحب کی پانچویں دلیل قاضی خان ص ۱۱۱ جلد ۲ میں متولی المسجد اذا جعل المنزل الموقوف علی المسجد مسجداً فصلی الناس فیہ سنین ثمرتک الصلوۃ فیہ واعید منہ مستقلاً جاز لان المتولی وان جعلہ مسجداً لا یصیر مسجداً۔

مولوی صاحب کی یہ دلیل بھی پہلی دلیلوں کی طرح مدعا سے محض بیگانہ ہے۔ شاید استدلال کرتے وقت مولوی صاحب کا ذہن کہاں پرواز کر جاتا ہے۔ یہ عبارت قاضی خان علیہ الرحمۃ لکھ کر خود ہی اس کا جواب دے دیا کفی اللہ المؤمنین القتال۔ مولوی صاحب خود ہی اس کا ترجمہ یہ کرتے ہیں، کیوں کہ متولی کے بنانے سے موقوف علیہ مسجد نہیں بن جاتی بلکہ وہ موقوف علیہ ہوتی ہے، مولوی صاحب متولی کے بنانے سے موقوف علیہ مسجد نہیں بنتی تو اس میں نماز چھوڑ دینا اور دوبارہ منزل و مستقل بنادینا نہیں مضار و نہ آپ کو مفید، ہاں اگر وہ منزل مسجد بن جاتی اور پھر دوبارہ منزل بنائی جائز ہوتی تو آپ کو مفید ہو سکتی تھی کیونکہ آپ کا مدعا مسجد کے ٹکڑے کو الگ کرنے کا جواز ہے نہ غیر مسجد کو غیر مسجد بنانا اور یہ بھی بتلا دوں کہ متولی کے بنانے سے وہ منزل مسجد کیوں نہیں بنتی۔ شاید پھر ہی مولوی صاحب کے ذہن مبارک میں اس عبارت کا اصلی مفہوم آجائے۔ مولوی صاحب مسجد وقف ہے اور وقف کے شرائط



میں سے ایک شرط ملک واقف ہے۔ فتاویٰ عالمگیری جلد ۳۱ میں شرائط وقف کے بیان میں ہے
ومنہا الملك وقت الوقف اور متولی جب کہ مالک نہیں تو وقف نہیں کر سکتا لہذا اس کے
مسجد بنانے اور مسجد نام رکھنے سے منزل موقوف جو اس کے ملک میں نہیں مسجد نہیں بن سکتی۔

مولوی صاحب کی اگر کچھ دلیلیں صحیح ہو جائیں تو مسجد کا صرف حصہ ہی نہیں بلکہ تمام مسجد کو
چھوڑ دینا اور بیچ دینا جائز ہو جائے گا کہ یہ تمام کے متعلق ہیں اور جب یہ دلیلیں ان کو پسند ہیں اور
اسی لئے ان کو دلیل بنایا، تو ثابت ہوا کہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام مسجد کو چھوڑ دینا، بیچ دینا اور
مسجد کو منزل مستقل بنالینا جائز ہے، اور اس سے بڑا اور کوئی ناسطلم ہے مگر ان دلیلوں کو مدعا سے
کوئی لگاؤ ہی نہیں، صحیح ہونا تو درکنار، واللہ الحمد! مسلمانو! اللہ انصاف کی آنکھیں کھولو اور اپنے
دلوں کو تنظیم مساجد سے مالا مال کرو۔ کسی کے کہنے اپنے رب کے گھروں سے منہ پھیر لینا کتنی سخت نا انصافی
ہے۔ واللہ المہادی و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد و
والہ و اصحابہ و بارک وسلم امین برحمتک یا ارحم الراحمین و
آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین۔

عفو الغیر الراجح محمد نور اللہ العسیمی غفرلہ

۱۰ رجب المرجب ۱۳۶۳ھ

الجواب هو الموفق للصواب والمشتغل على غاية التحقيق والتدقيق

الفقیر محمد چراغ دین مدرس دارالعلوم حنفیہ فریدیہ لیسبرو

الاستفتاء

نمبر ۱: کیا فراتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر مسئلہ کہ اہل وہ نے مسجد کی تعمیر کے لئے کچھ رقم
جمع کی ہے کیا اس رقم سے اس مسجد کے امام صاحب کا رہائشی مکان بنا سکتے ہیں؟
نوٹ ۱۔ کچھ رقم برائے تعمیر مسجد دھڑت کی جمع کی گئی ہے۔ ۲۔ کچھ رقم لوں نے برائے تعمیر مسجد کو دی ہے۔

۳۔ یہ اعطاء امام مسجد کا مسجد ایریا سے ملحقہ ہے مگر امام مسجد کا ذاتی نہیں بلکہ گاؤں والوں نے مشترکہ امام مسجد کو دیا ہے، نیز یہ اعطاء سرکاری ہے۔

نمبر ۲: ہمارے گاؤں کا پرانا طریقہ چلا آتا ہے کہ قربانی کی کھالیں امام مسجد کو بطور معاوضہ دی جاتی ہیں کیونکہ امام صاحب کی مستقل کوئی تنخواہ مقرر نہیں کیا گیا تھا لہذا امام مسجد کو دینی جائز نہیں یا نہیں، بجز الہ بیان فرمایا کہ ہو گا۔

نوٹ: (حاجی غلام محمد صاحب جو یہ سوال لاتے ہیں) نے کہا ہے کہ مسجد کی تعمیر مکمل ہو چکی ہے اور اب جمع شدہ رقم یا جو نئی جمع ہو ضروریات مسجد پانی وغیرہ کے انتظامات کے لئے ہے۔

انظر: اہل بیان جک ۵۸/۵ ایل گنوں مورخہ ۳-۴-۵



۷۔ ہاں اسی مسجد کے امام صاحب کا رہائشی مکان بنا سکے ہیں کیونکہ تکمیل تعمیر کے بعد ضروریات مسجد میں سے امام اول نمبر میں ہے کیونکہ مسجد کی صرف ظاہری تعمیر کا کوئی اعتبار نہیں جب تک کہ اس کی معنوی اور حقیقی تعمیر نہ ہو حتیٰ کہ مسجد کے لئے روشنی پانی وغیرہ کے وسیع تر انتظام سے امام کی ضروریات مقدم ہیں۔ فتاویٰ عالمگیری جلد ۳۲ میں ہے الذی یبدأ من ارتفاع الوقف عمارتہ شرط الواقف امر لا شمر الی ما هو اقرب الی العمارۃ واعمل للمصلحتہ کالامام للمسجد والمدرس للمدرسة یصرف الیہم بقدر کفایتہم ثم السراج والبسط کذلک الی الخ والمصالح فتاویٰ شامی جلد ۳ میں ہے وهو عمارتہ المعنویۃ الی ہی قیام شعائره (شعر کما فی الہندیۃ) بحوالہ اثنی عشر جلد ۵ میں بھی اسی طرح ہے پھر جلد ۵ میں ہے ان الشعائر الی تقدم فی الصرف مطلقا بعد العمارۃ الامام والخطیب (الی ان قال) ویلحق بثمان



الزيت والحصرش من ماء الوضوء او اجرة حملہ او كليلة لعلہ
من البر الى الميضة۔

مطل : قربانی کی کمالیں غنی اور غریب دونوں کو دے سکتے ہیں جبکہ دینا مزدوری کے طور پر نہ ہو اور اگر نہ ہو
یا تحواہ کے طور پر ہو تو جائز نہیں، تو آپ لوگ غور کر لیں کہ امام مسجد کو کس نیت سے دیا کرتے ہیں۔ اگر
معاوضہ یعنی تحواہ ہے تو جائز نہیں اور جس نے اس نیت سے دیا ہے اس کی قربانی میں نقص پڑ گیا
جس کا دور کرنا ضروری ہے اگرچہ بہت پرانی ہو چکی ہو۔ اور اگر معاوضہ بایں معنی ہو کہ ہمارے امام صاحب
مسجد کی رونق اچھی کرتے ہیں اور ہمارے بچوں کو دینی تعلیم دیتے ہیں اور نماز وغیرہ کا اچھا انتظام کرتے
ہیں لہذا کسی اور شخص کی بہ نسبت امام کو عطیہ اور ہبہ کے طور پر دینا زیادہ مناسب ہے کیونکہ ایسا دینا
شخص اس امداد سے نیکی کرتا ہے تو یہ تعاون علی البر بن گیا جو یقیناً جائز ہے جس کا حکم قرآن کریم میں ہے
وتعاونوا علی البر والتقویٰ پتہ ۵۔۱۰ اور فرمایا هل جزاء الاحسن الا
الاحسان پتہ ۶۔ اور بالخصوص قربانی کے متعلق ہے فکروا منها و اطعموا القانم
والمعتر پتہ ۷۔ اور جب کہ قربانی کے گوشت اور چام کا ایک ہی حکم ہے تو امام مسجد کو بھی دے
سکتے ہیں کس "القانع والمعتر" میں بھی داخل ہے۔ فتاویٰ عالمگیری ص ۸۷ جلد ۲ میں ہے و
یحب منها ما شاء للغنی والفقیر یعنی انسان اپنی قربانی میں سے جو چیز چاہے
(چام ہو یا گوشت) فقیر اور غنی کو ہبہ کر سکتا ہے۔

یہ مسئلہ بڑا واضح ہے مگر افسوس کہ اس کے گزرے زمانے میں لوگوں کی ذہنیت کچھ اس طرح
کی ہو گئی ہے کہ دینی کام کرنے والے افراد کے متعلق بلاوجہ شکوک و شبہات پیدا کئے جاتے ہیں، کیا
دینی کام کرنا ایسا جرم ہے کہ جو عطیہ کسی عام مسلمان کو دیا جاسکتا ہے وہ دینی کام کرنے والے کے لئے
آجائز ہو جائے، اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و
مولانا محمد و آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ العسیمی غفرلہ

۲۹ ربیع الثانی ۱۳۹۰ھ ۵۰۔۵۱



الاستفتاء

(نوٹ) فتویٰ ذیل دسمبر ۱۹۶۱ء ماہیت امرالک راولپنڈی میں شائع ہوا۔

ملک پاکستان موضع کھوڑ میں ایک آئل کمپنی اہل کتاب نصاریٰ تاجروں سے متعلقہ اہل کتاب کے ساتھ کسب تجارت میں چند مسلمان بھی شامل ہیں۔ کمپنی مذکورہ بالا نے ملازمین کے ساتھ بھد کیا ہوا ہے کہ وہ ان کی اجتماعی آسائش زندگی کے لئے ضروریات بہم پہنچانے کے ذمہ دار ہیں جیسا کہ ہسپتال، بجلی، پانی، مسجدیں وغیرہ قبل ازیں یہاں ایک مسجد ۱۹۲۰ء سے تعمیر شدہ تھی اس کی مرمت پانی، بجلی وغیرہ کی ضروریات کمپنی پوری کرتی رہی ہے اور اب پورے مسجد کمرہ مستحقہ حال قابل تعمیر ہو رہا ہے۔ اب کچھ قسم عوام مسلمانوں نے چندہ کے ذریعہ فراہم کی ہے اور کچھ رقم کمپنی مذکورہ دے رہی ہے۔ کیا کمپنی کے اس عطیہ سے مسجد بنوائی جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ منجانب: تعمیر کمیٹی جامع مسجد کھوڑ

الجواب

مسجد کے لئے چندہ یا مسجد کے لئے اگر زمین وقف کی جائے تو اس کے لئے شرط یہ ہے کہ دیئے والے کی نیت قربت کی ہو اور ظاہر ہے کہ نصاریٰ وغیرہ بھی مسجد وغیرہ پر خرچ کرنے کو قربت اور نیک کام سمجھتے ہیں تو ان کی امداد سے مسجد تعمیر کرنا جائز درست ہے اس میں کوئی مضائقہ نہیں خصوصاً جب کہ کمپنی والوں نے پہلے وعدہ بھی کر لیا ہو کہ ہم تمہاری ضروریات کے کفیل ہوں گے۔ شامی میں ہے وان یكون قربة فی ذاته فتعین ان هذا شرط فی وقف المسلم فقط بخلاف الذمی لما فی البحر وغیرہ ان شرط وقف الذمی ان یكون قربة عندنا وعندهم كالوقف علی الفقراء وعلی مسجد القدس فقط والله اعلم۔ دستخط سید مسعود علی قادری مفتی مدرسہ انوار العلوم ملتان (مہر)



۲۶ جولائی ۱۹۶۱ء

- ۲۔ الجواب صحیح ودا لمحبیب نجیح شاہ محمد عارف الدقادی ۵۹/بی
- ۳۔ المجیب مصیب الحق ظاہر



فقیر قادر بخش عفی عنہ دربار عالیہ میرہ شریف - ۲ - المجیب مصیب و

جواب حق حررہ عبدہ المذنب ارشاد حسین نوری چودہ شریف - ۵ - الجواب صعبہ دعا گزانی
نور محمد خطیب جامع مسجد کالاباغ تعلیم خود - ۶ - الجواب صعبہ فقیر مولوی عبدالرحمن پوپل تحصیل تلمک -
۷ - الجواب صعبہ مولوی غلام سرور خطیب جامع کمرشانی غازی کشمیر - ۸ - المجیب مصیب
جواب حق حررہ مولوی عبدالرحمن عفی عنہ -

اس پر فقیر ابوالخیر انجیبی غفرلہ نے یہ خط لکھا -

مخدومی سیدی حضرت مولانا مفتی برید عوعلی شاہ صاحب قید ظلم

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ، مزاج گرامی !

فقیر باخیریت ، امید کہ مزاج سامی بھی بخیر ہوں گے۔ معروض کہ حضرت کا قوسے ماہنامہ مالک راہ پبلیٹی
جلد ۱۲ شمارہ ۱۲ دسمبر ۱۹۹۱ء کے ۳۳۲ پر شائع ہوا ہے جس پر دارالافتاء کی مہر اور کمی حضرت کی تصدیقیں بھی ہیں۔
اس میں حضرت کا ارشاد ہے نصاریٰ وغیرہ بھی مسجد وغیرہ پر خرچ کرنے کو قربت اور نیک کام سمجھتے ہیں تو ان کی امداد
سے مسجد تعمیر کرنا جائز و درست ہے ہمیں کوئی مضائقہ نہیں۔ ” پھر بطور استدلال شامی سے ہے ان شرط
وقف الذمی ان یکون قربة عندنا وعند هم کالوقف علی الفقراء
او علی مسجد القدس “ محض نیاز مندانہ حیثیت سے معروض کہ فقیر کی نظر قاصر میں یہ قوسے
نعرانی کا محتاج ہے قرآن کریم میں تعمیر مساجد کے متعلق واضح ہدایت ہے انما یعمروا مسجد اللہ
من امن باللہ والیوم الآخر و اقام الصلوة الذینہ اور یہ بھی واضح کہ مسجد قدس جو ان کی
خصوصی ملی مسجد حیثیت قبلہ ہے ، کے وقف پر قیاس کرتے ہوئے یہ کہنا کہ دوسری مساجد پر خرچ کرنا یا وقف کرنا بھی
ان کے نزدیک قربت اور نیک کام ہے ، قیاس مع الفارق ہے۔ بخود شامی طیبہ الرحمة ہی تعزیر فرماتے ہیں کہ دوسری
مساجد پر خرچ کرنا صرف ہمارے نزدیک قربت ہے لینی ان کے نزدیک قربت نہیں۔ ” منہ الخائف علی البحر الرائق
مفلک بلکہ میں ہے الظاہر ان هذا شرط فی وقف الذمی فقط لیخرج
مالہ کان قربة عندنا فقط کو وقف علی الحج والمسجد وما کان



قربة عندهم فقط كالوقف على البيعة بخلاف الوقف على مسجد
القدس فانه قربة عندنا وعندهم فيصح ولو كان ذلك شرطا
لكل وقف لزم ان لا يصح وقف المسلم على الحج والمساجد لانه
قربة عندنا فقط ^{بغير عقد الدرية صلا} بلدا من زوايا ان وقف اهل الذمة
لا يجوز الا اذا كان قربة عندنا وعندهم حتى لو جعل داره مسجدا
للمسلمين لا يجوز وانما جاز وقفهم على مسجد القدس لان ذلك
قربة عندهم ^{ہند ۳۵۰ جلد ۱} وخطاوی علی الدر من ۵۵۰ جلد ۱ میں بھی یہی مسئلہ جعل
الدار مسجد للمسلمین منسل ہے، تو ثابت ہوا کہ نصاریٰ ہر ایک مسجد پر خرچ کرنے کو قربت
اور نیک کام نہیں سمجھتے تو ان کی اس امداد سے تعمیر مسجد بلا مضائقہ کیونکر درست ہوگی؛ پھر اس نازک دور میں (جب کہ
عیسائیوں کی ریشہ و انیاں اور عیسوی سرگرمیوں میں نقطہ ارتقا پر پہنچ چکی ہیں) عوام اہل اسلام کو یہ کہنا کہ عیسائی ہماری جدوں
پر خرچ کرنے کو قربت اور نیک کام سمجھتے ہیں، عوام کے لئے کسی غلط فہمی کا باعث بھی بن سکتا ہے۔ البتہ یہ کہا جاسکتا
ہے کہ اس کفنی والے نصارے اپنے مسلم ملازمین سے کئے گئے معاہدہ کی بنا پر ان کی ضروریات کے لئے یہ یہ
ان کے ملک میں کر دیں تو وہ مسلمان اپنے ارادہ اور اختیار سے اپنا روپیہ جانتے ہوئے تعمیر مسجد پر خرچ کریں تو
درست ہے جیسے کہ فقیر مالِ زکوٰۃ کے مالک بننے کے بعد تعمیر مسجد میں خرچ کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ
اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔ امید کہ ضرور
توجہ فرماتے ہوئے اصلاح فرمائیں گے یا پھر فقیر کے شبہات زائل فرمائیں گے وذا ایضا اصلاح
فالْمَقْصُودُ هُوَ الْاَصْلَاحُ۔ والسلام ۱۳۸۱ھ ۱۳۰۶-۱۳۰۷

حقہ الغیر الوالحین محمد زواللہ انبیا غفرلہ

اس خط کے جواب میں حضرت مولانا علامہ سید مسعود علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مندرجہ
ذیل گرامی نامہ صادر فرمایا کہ یا دلف صالحین تازہ فرمادی۔

مخدومی و محترمی حضرت مولانا الحاج مولانا نور اللہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ

و علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

گرامی نامہ موصول ہو کر عزت افزا ہوا جناب والا نے جو اس نیازمند کو غلطی پر مطلع فرمایا اس کا بے حد ممنون ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے حقیقت یہ ہے کہ میں نے صرف شامی کے حوالہ کو دیکھ کر یہ مسئلہ لکھ دیا اور مسجد اقصیٰ پر دیگر مساجد کو قیاس کر لیا۔ اب حضرت نے جو جزئیات تحریر فرمائے ان سے یہ مسئلہ واضح ہو گیا لیکن سوال کے دیکھنے سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ کپنی والوں نے عام مسلمانوں کو ردیہ بے عطیہ کے طور پر دے دیا تو اب اگر مسلمان اس ردیہ کو مسجد کی تعمیر پر خرچ کریں گے تو وہ درست ہوگا جیسا کہ جناب نے بھی آخر میں تحریر فرمایا ہے کہ اگر تکلیف کر دیں اور مسلمان اپنے اختیار سے اپنا ردیہ جانتے ہوئے صرف کر دیں تو درست ہے علاوہ ازیں یہ کہ اگر بالفرض کپنی والے مسلمانوں کو تکلیف ہی نہ کریں اور خود مسجد بنائیں تو شرعاً اس کا حکم کیا ہوگا؟ میرے نزدیک یہ ہے کہ نصاریٰ ہمارے مسائل کے مکلف نہیں ہیں لہذا اگر انہوں نے ایسا کر دیا یعنی مسجد تعمیر کر دی تو اگرچہ وہ مسجد کے حکم میں نہ ہو لیکن نماز پڑھنا بہر حال اس میں جائز رہے گا۔ اس میں آپ کی کیا رائے ہے؟

اب آخر میں مختصراً بطور پر جناب سے یہ عرض ہے کہ آپ تحریر فرمائیں کہ اب اس کی اصلاح کس طور پر کی جائے؟ مجھے افسوس ہے کہ مولانا عارف اللہ شاہ صاحب دیگر تصدیق کنندگان نے اس پر کوئی توجہ نہ کی اور مولانا نے بغیر میری اطلاع کے اس فتوے کو شائع بھی فرمادیا۔ میں نے ان کو بھی خط لکھا ہے امید ہے کہ جناب سے مطلع فرمائیں گے انہوں میں پھر جناب کا بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

نیازمند: سید مسعود علی قادری مفتی مدرسہ انوار العلوم

۲ جنوری ۱۹۶۲ء

اس گرامی نامہ کے جواب میں فقیر نے یہ تحریر کیا۔

بقیۃ السلف حجۃ الخلف حضرت مولانا مفتی سید مسعود علی صاحب قادری لازالت علماہم المتلانیۃ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ : مزاج گرامی !



عنایت نامہ لے یا دیسلف کو تازہ کر دیا۔ اس حوصلہ افزائی نے مجھے غلصانہ طور پر ممنون بنا دیا ،
فجر اکرم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء ، حقیقت یہ ہے کہ یہ دنیا زمند کوئی مفتی یا مفتی نہیں مگر بعض مصالحہ شرعی کی بناء
پر کبھی کبھی عرض کرنا پڑتا ہے جو آپ ایسے حضرات کی بندہ نوازیوں سے قابل قبول بھی بن سکتا ہے ۔
حسب الحکم استفسارات کے متعلق معروض کہ یہ صحیح فرمایا کہ نماز پڑھنا بہر حال اس میں جائز رہے گا جبکہ
ارشاد پاک جعلت لی الارض مسجدًا و طہورًا وارد ہے تو اس میں کئی بڑے کی گنجائش
ہی کیا ؟ اور پھر یہ بھی صحیح ہے کہ نصارے اپنے آپ کو ہمارے مسائل کے مکلف نہیں سمجھتے مگر ہم تو ضرور
مکلف ہیں ہمیں یہ اجازت کہاں کہ انہیں اپنی مساجد پر مسلط کر دیں اور وہ خود تعمیر کریں یا ان کی
وکالت میں ہم تعمیر کریں۔ ارشاد ہوتا ہے ما کان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللہ
شاہدین علی انفسہم بالکفر۔ اور اگر کسی سبب سے وہ ایسا کر دیں یعنی مسجد
تعمیر کر دیں تو دو صورتیں ہیں :

۱۔ یہ کہ وہ زمین کا ٹکڑا جس پر تعمیر ہوتی ہے پہلے سے شرعی طور پر مسجد بنایا گیا ہو جیسے کہ ظاہر سوال
یہی ہے تو چونکہ اصلانہ مسجد ہے ہی وہی بقعہ جو تحت الشری سے عنان السماء تک ہے قیامت تک کے
لئے مسجد بن چکا ہے تو کسی بے جا تصرف سے اس کی مسجدیت پر کیا اثر ہو سکتا ہے ؟
۲۔ یہ کہ وہ بقعہ بھی نصارے کے ملک میں ہو اور وہ اس پر مسجد نما مکان تعمیر کر دیں اور صراحتہ مسجد کا
نام دیتے ہوئے اجازت نماز بھی دے دیں تو وہ مکان تب بھی شرعاً وقف اور مسجد نہیں بن سکتا مگر جب
نصاری وہ مکان اہل اسلام کے ملک بیٹیا یا بہنہ کر دیں یا مسلمان بطور غنیمت حاصل کر لیں اور مالک ہونے
کے بعد اپنی طرف سے وقف کر دیں اور مسجد بنائیں تو شرعاً مسجد بن جائے گا وذا ظاہر کا
غبار علیہ اصلاً۔

مسئلہ زیر بحث میں کہنی والوں کے رویہ دینے کا جو ذکر ہے میرے خیال میں وہ تو کلیل و تملیک
کے دونوں افعالوں کا محتمل ہے مگر جب بھلا اللہ تعالیٰ وضاحت ہو گئی اور سب صورتیں تفصیلاً سامنے آئیں
تو مسئلہ زیر بحث اس دشمن کی طرح واضح ہو گیا ۔ والسلام مع الاکرام ۔ ۶۲-۱-۶۱

حذوہ الغفیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ



الکستفتا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید ایک ذی علم سنی اور دیندار انسان ہے۔ اکثر حصہ اپنی عمر کا تعلیم و تعلم اور خدمت اسلام پر صرف کیا ہے۔ زید کی مدت سے یہ تمنا تھی کہ اپنی تمام عمر سلسلہ تعلیم و تعلم اور خدمت اسلام میں آذائے طریق پر صرف ہو لیکن یہ سلسلہ تعلیم و تعلم اور خدمت اسلام بغیر استقلال اور اطمینان اور آزادی کے قائم نہیں رہ سکتا بلکہ چل ہی نہیں سکتا۔ استقلال اور اطمینان کی فقط یہی صورت ہو سکتی ہے کہ میں اپنی زمین ملک میں مسجد اور مدرسہ وغیرہ بناؤں تاکہ آزاد ہو کہ بعد خدمت اسلام کر سکوں اور بعد میرے میری اولاد بھی اسی سلسلہ کو جاری رکھے اور خدمت اسلام میں مصروف رہے چنانچہ زید نے حکومت موجودہ ریاست ہماول پر صوبہ بننے سے پہلے کو اس مضمون کی درخواست دی کہ:- جناب عالی اگر تشریف ہے کہ سائیکل زمین فلاں لہر فلاں برائے مسجد مدرسہ و ضروریات مدرسہ قیہ عطا فرمائی جائے حکومت نے درخواست منظور کی اور زید سے قیمت لے کر زمین زید کو عطا کی اور پٹہ زمین کا دیا۔ رجسٹری اور انتقال بھی بنام زید کیا۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید نے جو اپنی گرہ سے قیمت دے کر زمین خریدی ہے۔ اس قیمت سے کہ میں زمین میں مسجد و مدرسہ بناؤں گا اور ضروریات اس سے پورا کرتا رہوں گا تاکہ آزاد ہو کہ خدمت اسلام کر سکوں اور حکومت نے بھی اس خیال پر کہ زید زمین کا ذخیرہ کے لئے لے رہا ہے، قیمت میں رعایت کی اور زمین زید کو دے دی۔ کیا یہ زمین ملک زید تصور ہوگی یا ملک مدرسہ اور مسجد انتقال بنام زید کرنے سے حکومت مخطی قرار دی جائے گی۔ بیجا الحجاب بحوالہ الکتاب توجہ دانی یوم الحساب۔



بنا برحمت سوال چنانچہ میں قطعاً گنجائش شک و شبہ دریب نہیں کہ احل اللہ البیع اور

رعایت بھی جرم نہیں کہ شرعاً مطہر لے کوئی معیار قیمت معین ہی نہیں فرمایا کہ اس کی خلاف ورزی سے بطلان و فساد ثابت ہو صرف تراویح کافی ہے الا ان تکن تحبارة عن سواض اور وہ پائی گئی حکومت کا زید کی درخواست پر باقاعدہ مطلع ہو کر اس کے بیک ادا وہ کی بنا پر رعایت کرنا، تو یہ بھی مقاصد شرع مطہر کے ماتحت ہی ہے و تعاونوا علی البر والتقویٰ ۲ وان استنصروکم فی الدین فعلیکم النصرا اور جب بیع و رعایت شرعاً جائز ہوئی تو حکم بیع یعنی ملک شتری یقیناً لزوماً مرتب ہوگا کما لا یخفی علی من لدن ادنیٰ من سوا سفار المذهب المذهب فضلاً عن فاضل پس اس و شمس کی طرح واضح و لائحہ کہ شرعاً زید ہی مالک بنا تو انتقال و رجسٹری زید کے نام ہی ہوں گے اور حکومت مصیب ہے بلکہ اصابت کا اعلیٰ درجہ تو یہ تھا کہ ایسے سخی سرگرم خادم اسلام کے لئے بلا معاوضہ انتظام کیا جاتا۔ شرعاً مطہر نے تو نیک کام کرنے والوں کو زکوٰۃ جس میں ملک شریعت ہے) کا مستحق قرار دیا کہ ارشاد ہوا و فی سبیل اللہ۔ اور اس مسئلہ میں مسجد و مدرسہ کے مالک کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ حکومت نے معاوضہ لے کر بیع کی اور وقف بلا معاوضہ اور بلا ملک ملک مخلوق ہے اور زید نے اپنے لئے خرید کی تو اس کی طرف سے بھی یہ خرید وقف نہیں البتہ اسے اختیار ہے جب چاہے وقف کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ وصحبہ و بارک وسلم۔

عزیز الغفران الحاج محمد نور الشامی رحمہ اللہ

الاستفتاء

چھ مہینے غائب تھے دین دریں مسئلہ کہ حکومت کی ملوک زمین میں اس کی اجازت کے بغیر مسجد تعمیر کی گئی ہے جہاں عام نماز ادا کرتے ہیں اسے تقریباً بیس برس کا عرصہ ہو چکا ہے۔ اب حکومت اس کے متبادل اس کے بہت ہی قریب اس قدر جگہ مسجد تعمیر کر لئے دیتی ہے اور پہلی جگہ کو اپنے کسی تصرف میں لانا چاہتی ہے جہاں بلا اجازت مسجد تعمیر ہے۔ بایں حالت پہلی جگہ پر مسجد کو شرعی کیا حیثیت حاصل ہے؟ آیا وہ شرعاً مسجد ہے؟ کیا

حکومت یا کسی اور شخص کی ملکوت زمین میں مالک کی اجازت حاصل کئے بغیر مسجد بنانی جائے مالک یا حکومت اس جگہ سے مسجد کو ہٹا دینے کی شرفا ہمارے ہے! بینوا اوجبوا۔

نیا زمند: نیا زاحمد قادری ہشتی رضوی خادم مسجد نوروی رضوی معرفت
مالدھری انجینئرنگ کینی نزد پانی سبزی منڈی لائل پور ۱۷-۵-۶۹



وقف کے لئے وقف کرنے کے وقت مالک ہونا شرط ہے۔ قنادی عالمگیری ص ۳۱۵ جلد ۲ میں
شرائط وقف میں ہے ومنہا المالك وقت الوقف لئلا کسی کی زمین میں مسجد کی شکل بنا کر مسجد
سے شرفا مسجد نہیں بن سکتی اور مالک اٹھا دینے کا یقیناً حق رکھتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى
اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و علی آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الغیر ابو الجحیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۹ صفر المظفر ۱۴۳۸ھ ۱۷/۹/۲۰۱۷

الاستفتاء

نقل اندہ جہتی از دفتر دائرہ کثیر وقف املاک پنجاب لاہور

بخدمت ۱۔ مولانا خطیب جناب مولانا امین الحق صاحب بادشاہی مسجد لاہور معرفت ناظم مساجد لاہور

۲۔ ذول خطیب مولانا عبدالقادر صاحب ذول خطیب ملتان زولن بمقام خانیوال

۳۔ مولانا نور اللہ صاحب مہتمم جامع فریدیہ بھیر پور ساہیوال

(پہلی نمبر ۱۰ اوقاف (۱۳۳) ۱۸ دسمبر ۱۹۱۷ء)



مضمون لتوی در بار جامع مسجد چک خیل روڈ لاہور

مسجد بعنوان بالاسرکاری محکمہ نزول کے دفعہ تعدادی ۱۶ مرلہ اقدہ نمبر ۳۱۱-۳۱۲-۳۱۳ اور ۳۱۴-۳۱۵-۳۱۶
من موضع مزنگ واچھو تحصیل و ضلع لاہور میں رہنمائی کی گئی ہے۔ اس مسجد کو تعمیر کرنے سے پہلے ناہی گورنمنٹ کی
منظوری حاصل کی گئی ہے اور نہ ہی زمین کی قیمت نا حال حکومت کو ادا ہوئی ہے جس کی بازاری قیمت مبلغ
دو ہزار روپیہ فی مرلہ ہے لیکن اس کے مقابلہ میں انجمن جامع مسجد مذکورہ میں فی مرلہ ادا کرنا چاہتی ہے۔
محکمہ بورڈ آف ریلوئیز اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ انجمن مذکورہ ناجائز فاضل ہونے کی بنا پر کسی رعایت کی مستحق نہیں ہے
اور اس قسم کی مساجد میں مطابق ہدایت نبوی نماز ادا کرنے سے باز رکھا گیا ہے۔ اندر اس حالت محکمہ بورڈ
آف ریلوئیز پنجاب لاہور نے استدعا کی ہے کہ اس معاملہ کو علماء و صاحبان کے اجلاس میں پیش کر کے حسب
ذیل امور پر ان کا فتوے حاصل کیا جائے :-

۱- کیا ان مساجد میں نماز ادا کرنی جائز ہے جو کہ حکومت کی اجازت کے بغیر نزول (سرکاری) زمین پر اور بلا ادائیگی قیمت زمین تعمیر کی گئی ہیں؟

۲- کیا ناجائز قابضانِ رقبہ سرکاری زمینوں پر کسی رعایت کی مستحق ہیں اور کیا ان کو بازاری قیمت سے کم شرح پر اس رقبہ کو خریدنے کا حق حاصل ہے یا کہ نہیں ؟

لہذا بذریعہ مقررینہ ہذا آپ کی خدمت میں التماس کیجاتی ہے کہ آپ اس بارہ میں جہاں تک ممکن ہو جلد اپنی گزارشات کا اظہار کر کے جواب سے مشکور فرمایا جائے۔

فٹینٹ کرنل عزیز احمد خان ڈائریکٹر وقف اہلاک پنجاب



مل ۱۰ اس میں شک نہیں کہ انجمن جامع مسجد کو باقاعدہ اجازت و تصفیہ کے بعد مسجد تعمیر کرنی چاہئے تھی مگر اس میں بھی شک نہیں کہ انجمن مسکن سے طاقتور نہیں کہ حبرا زمین چھین کر قبضہ کر لے اور یہ زمین مقصود کہلائے

اور اس میں بھی ٹک نہیں کہ زمین کے ایسے تمام پاک قطعات عام ازیں کہ سرکاری ہوں یا غیر سرکاری، جو بھی فارغ پڑے ہوں ان پر نماز یقیناً جائز ہے اجماعت سے ہو یا تنہا، قرآن کریم میں ہل الاطلاق ہے حیث ماکتم فاولوا وجوہکم شطرہ سورۃ البقرہ آیت ۱۱۵ اور ۱۱۶ (ترجمہ) اے مسلمانو! تم جہاں کہیں بھی ہو اپنا منہ (نماز ادا کرتے ہوئے) اسی کی طرف کرو۔ بکثرت اعاویث صحیحہ میں جو متعدد صحابہ کرام سے بخاری و مسلم وغیرہ کتب معتبرہ میں مروی ہیں ان میں تصریح ہے کہ تمام زمین نماز ادا کرنے کے قابل ہے چنانچہ صحیح مسلم ۱۹۱ جلد ۱ میں یہ عبارت مبارکہ ہے جعلت لنا الارض کلہا مسجداً ہمارے لئے زمین ساری کی ساری مسجد بنا دی گئی ہے یعنی نماز کے قابل بنا دی گئی ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ انٹینس یا سینٹ، لوہا، بجری یا تعمیر مسجد اس خدا داد حق کو اٹھا نہیں سکتے تو ثابت ہوا کہ ایسی مساجد میں نماز ادا کرنی جائز ہے منوع نہیں۔

ع ۲ : ایسے تابعین جو باغی نہیں بلکہ اپنی حکومت کے رحم و کرم پر امید کرتے ہوتے اپنے رب جل و علا کی عبادت کے لئے ایک مکان بنا چکے ہیں وہ رعایت کے مستحق ضرور ہیں۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے تفادوا علی البر۔ سورہ مائدہ آیت ۲ (ترجمہ) نیکی پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور یہ بھی ارشاد ہے الذین ان مکناہم فی الارض اقاموا الصلوۃ سورۃ الحج آیت ۱۱۰ یعنی ہمارے برگزیدہ بندے وہ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین پر حکومت عطا کریں تو نماز قائم کریں تو معلوم ہوا کہ اسلامی حکومت کی زمین علامت اقامۃ الصلوۃ ہے۔ پھر یہ بھی دیکھنا ہے کہ ہماری عوامی حکومت اس کوشش میں ہے کہ ہزار ہا مالکان اراضی سے ہزار ہا ایکڑ زمین اراضی لے کر مزارعین کو دے دیوے یعنی ایک ایک غیر مالک مزارع کو ہزاروں مرلے اراضی صرف اس کی ذاتی انفرادی ضرورت کے لئے مہیا کرے تو کیا حکومت کا یہ فرض نہیں کہ خود اپنی لازمہ زمین کے محدود مرلے کی ضرورت کے لئے عوام اہل اسلام کو دے خصوصاً جبکہ حکومت نے مزارعین کی بید نظمی حکماً روک دی ہے اور سابقہ مقدمات پر کاروائی بند کر دی ہے تو کم از کم اپنی اراضی کے تابعین و رقبہ زیر مساجد کو بھی اتنی رعایت سے محروم نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و علی آلہ واصحابہ وسلم۔

حرمہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعمی نغفر لہ ۲۴ رذی الحجۃ الحرام ۱۳۹۱ ۱۰/۲

سلسلہ اورینٹل انڈیائی تحریک کے لئے بھی سامعی جاری ہیں تو انتہائی عبادت گاہ کے لئے بھی ضرورت ہے ۱۲ مئی ۱۹۵۵

الاستفتاء

کہا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندرین مسئلہ کہ ایک گاؤں متروکہ غیر مسلم مہاجرین کے آباد ہوئے اور اپنی ضرورت کے مطابق شاعلات دیہ میں ایک مسجد بنائی جس طرح عام طور پر مہاجرین نے غیر مسلم متروکہ دیہات و قصبات میں بنائی ہیں اور حکومت کی طرف سے بھی ضرورت مند مہاجرین کو حسب ضرورت مساجد بنانے سے ممانعت نہیں کی گئی۔ اب بعض عوام کہتے ہیں کہ وہ مسجد شرعی مسجد نہیں۔ اسکی مرمت وغیرہ پر جو روپیہ خرچ کیا جائے اس کا کوئی خاص ثواب نہیں، تو آیا ان کا قول صحیح ہے یا نہیں؟
بیٹو! توجہ کرو۔

سائل: شبیر محمد ولد دین محمد از گڑھ فتح شاہ ڈاکخانہ خاص تحصیل سمندری ضلع لاہل پر



جو چیز کفار سے بدون جنگ حاصل ہو مثلاً ڈاکر، گھبرائے ہوئے بھاگ گئے تو وہ مصالح اہل اسلام کے لئے ہی ہے۔ میزان شرعی ۱۸۵ جلد ۲، رحمة الامة ۱۸۵ جلد ۲ میں علی الترتیب ہے او ما ترکوه فزعا و هروبا و ما ترکوه فزعا و هروبا۔ انہیں میں مذہب امام عظیم علیہ الرحمۃ کا بیان ہوا جمیعہ لمصالح المسلمین۔ بحوالہ ۱۸۵ جلد ۲ میں ہے و بناء المساجد النفقة علیہا ذکرہ قاضی خان فی فتاویٰ من کتاب الزکوٰۃ فقد افاد ان من المصالح بناء المساجد و النفقة علیہا الخ الخ۔ یعنی اہل اسلام کے انور و نفاہیہ سے مسجدوں کا بناء کرنا اور ان پر خرچ کرنا سب سے بہتر و غیر مسلم کا ایسا مال استعمال کیا جاتا ہے بلکہ جنگ سے مفتوحہ علاقوں میں مسلمان مسجدیں بناتے چلے آئے ہیں اور یہ



ہماری مسجدیں جو قدیم سے چلی آتی ہیں پہلے پہلے یہ بھی مفتوحہ اور کفار کے متروکہ علاقوں میں ہی بنائی گئی ہیں۔
 آج تک ان پر کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ قرآن کریم نے فرمایا انما یعمر المسجد
 اللہ من امن باللہ والیوم الآخر الا یہ کہ مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو ایمان لائے اللہ
 تعالیٰ اور پچھلے دن پر تو روزِ نیر و زار ماہِ نیم ماہ کی طرح روشن ہوئی ہو کہ ان بعض عوام کا کہنا بالکل غلط
 ہے اور باطل ہے اور وہ مسجدِ شری مسجد ہے اس کا بنانا اور اس پر خرچ کرنا اسی ثواب کا حامل ہے جو ایک
 شریعی مسجد پر مرتب ہوتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ
 وصحبہ وبارک وسلم

مقرہ الغیر الہ الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۲ جمادی الآخر ۱۴۳۳ھ بوقتِ عصر

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین شرع متین اندریں مسئلہ کہ ہمارے ہاں گورنمنٹ کی کالونی میں عوام نے
 اپنے چنڈے سے ایک مسجد تعمیر کرنی چاہی تو حکومت نے اس شرط پر اجازت دی کہ جب گورنمنٹ اپنی طرف سے
 مسجد بنوائے گی تو اسے گرانما ضروری ہوگا۔ اب حکومت نے اس جگہ ایک بہترین مسجد بنوائی ہے مگر مابقہ مسجد
 کا سامان نہیں خریدا اور نہ ہی لگایا ہے اب ہمارے کسی ساتھی یہ کہتے ہیں کہ مسجد کا سامان مسجد کے سوا اور
 کہیں نہیں لگ سکتا اور اس سے کوئی اور مکان تعمیر کرنا بھی ٹھیک نہیں کیا یہ صحیح ہے؟ بھوالہ کتب صحیحہ
 جواب عنایت فرمائیں کیا ہم اسے فروخت کر کے رقم کو اسی مسجد کے دوسرے اخراجات پر لگا سکتے ہیں؟
 نیازمندہ علمائے ربانی، مسرور احمد قلم خطیب مدین مسجد وحدت کالونی ملتان



ہاں واقعی مسجد کا سامان مسجد کے سوا اور کہیں نہیں لگ سکتا اور اس سے کوئی اور مکان تعمیر کرنا بھی

کہ اس سامان سے میری شان یا بیت الخلاء نہ بنائے کہ وہ نسبت الی المسجد سے قابل احترام ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وعلیٰ آلہ واصحابہ
وبارک وسلم۔

محرم الغیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ
۲۱ محرم الحرام ۱۳۹۳ھ ۲۵-۲-۶۳

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے عظام دین مبین و مقنن کرام شرع متین اندر میں مسئلہ کہ ایک مولوی صاحب عالم دین نے ایک مسجد کی بناء ڈالی اور اس کے ساتھ کچھ زمین متعلق کرائی کہ اس زمین پر حجرہ جات وغیرہ تعمیر کر کے تعلیم و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیں گا چنانچہ وہ درس و تدریس میں مشغول رہے لیکن بوجہ کم مائیگی حجرہ جات وغیرہ تعمیر نہ کر سکے۔ بعد ازاں مولوی صاحب فوت ہو گئے اور تعلیم کا یہ سلسلہ موقوف ہو گیا۔ قیام پاکستان کے بعد ایک قاری صاحب اس مسجد میں تشریف لائے۔ انہوں نے اس مسجد میں قرآن کریم حفظ کرانے کا ایک مدرسہ جاری کیا۔ طلباء کی زیادتی اور مدرسہ کی کامیابی دیکھ کر انہوں نے اس متعلقہ زمین پر دو کانات تعمیر کروانے کا سلسلہ اس غرض سے شروع کیا کہ ان دو کانات کی آمدنی مدرسین کی تنخواہ اور باہر سے آئے ہوئے طلباء کے اخراجات اور مسجد کی ضروریات مثلاً امام مسجد کی تنخواہ اور خادم مسجد کی تنخواہ یا صفیں خریدنا وغیرہ کی ادائیگی میں صرف کی جائے گی اور ان دو کانات کے اوپر درس گاہیں اور طلباء کی رہائش کے لئے کمرے بنائے جائیں گے اور انہوں نے پبلک اور عوام سے چنڈہ کی اپیل کی اور عوام نے چند سے دئے اور تعاون کیا حتیٰ کہ دو کانات اور دو کانات پر درس گاہیں تعمیر ہو گئیں اور ان دو کانات کی آمدنی حسب غرض قاری صاحب مسجد اور مدرسہ کی ضروریات پر مشترکہ طور پر خرچ ہونے لگی بعض حضرات طلباء کے لئے شبہ عدم حواذ کرتے ہیں،

صہ دارالافتاء دارالرشامی ۱۴۵۵ھ بمطابق

کو مسجد کا گھاس اور کوڑا ایسی جگہ نہ ڈالا جائے جہاں میں غل ڈالے ونصہ کہ کشیش المسجد وکنست لایلیق
فی موضع یغل بالاعظیم ۱۳ منہ غفرلہ

آیا یہ مشترکہ اخراجات جائز ہیں یا نہیں؟ اور ان دکانات کے ادھر والے کمروں میں طلباء کی تعلیم اور رہائش جائز ہے یا نہیں؟ بیڑا تو جردا۔

المستفتی: غلام رسول غفرلہ الاحول کس طرح ننگری



یہ اخراجات اور طلباء حفظ قرآن کریم کی رہائش و درس قسطاً جائز ہیں جن کے جواز میں اصلاً گنجائش مشکوک و شبہات نہیں۔ اراضی متعلقہ مسجد میں طلباء کی رہائش کے لئے مکان بنانا بالتواتر ثابت ہے۔ اصحاب صفہ کا صفہ مسجد نبویہ کی متعلقہ اراضی میں ہی تھا اور وہ تقریباً چار سو کی تعداد میں رہائش پذیر تھے پھر آج تک بلا تکثیر منکویہ سلسلہ بالتواتر جاری ہے کہ مسجد کے متعلقہ مکانات میں طلباء رہائش پذیر ہو چکے ہیں اور جب وہ مکانات متعلقہ کا استعمال طلباء کے لئے جائز ہے تو ان مکانات کا کرایہ جو محض منافع ہے کیونکر حرام ہو سکتا ہے؟ اور اہل یان اسلام کے تعاون مذکورہ سے دکانات وغیرہ تعمیر ہونا اور اس کا ذخیرہ میں مستقل چونا تصاویر و غلی البس والتقویٰ کی تفریح سے بقیہ جائز بلکہ اس ارشاد ربانی کی تعمیل ہے۔ تعجب ہے کہ حضرت رب العالمین جل و علا تو ایسے طلباء کو کرام پر خرچ کرنے کا صریح حکم فرماتے کہ للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ لا یستطیعون ضرباً فی الارض یحسبهم الجاہل اغنیاء عن التعفف انہ انما یریدون فی حق میں نازل فرمائی حالانکہ العبرة لغوم اللفظ قاعدہ مسلمہ ہے، اور آج اس کے جواز میں ہی شبہ کئے جاتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جہل مجددہ اتم و احکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ واصحاب صفہ و باریک و سلم۔

مفتی العظیم الرابح محمد نور الدین نعمی غفرلہ

۲۶ رجب المرجب ۱۴۲۶ھ

الاستفتاء

جناب والا شان مولوی نور اللہ صاحب دامت برکاتہ
سلام و نیاز کے بعد التماس ہے کہ کچھ سامان پہلے زمانے سے ہی ایک گروہ سے کاٹھیر کی شکل میں پڑا
ہوا ہے جس کی سرکار کسٹم سے کوئی ممانعت نہیں آئی۔ اب وہ سامان مسجد کی تعمیر میں استعمال ہو سکتا ہے یا
نہیں، والسلام۔

بندہ : نور بخش سیکنڈ ماسٹر ٹیچر تحصیل دیپال پور

۲۲-۸-۲۸



بائیک و شبہ و ریب ایسا سامان تعمیر مسجد میں لگایا جاسکتا ہے۔ میزان شعلانی، رحمۃ الامہ، فتاویٰ قاضی،
فتاویٰ عالمگیری، رد المحتار وغیرہ اسفار مذہب مہذب میں ہے کہ کافر کا وہ مال جو بغیر قبائل لیا گیا ہو اس کا مصرف
مصارح اہل اسلام ہے۔ میزان و رحمۃ الامہ کے یہ الفاظ نص صریح ہیں اور مستزکوہ خیر عا و ہر دیا
اور رحمۃ الامہ میں ہر دیا ہے۔ غنائیہ، رد المحتار، ہندی میں ہے والنظم من المہندیۃ والی
بناء الریاطات والمساجد۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم و صلی اللہ
تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ وصحبہ و بارک و سلم۔

عقدہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ
دیکم شوال الحکمہ ۱۳۴۷ ہجری المقدر

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرعیاتین اس مسئلہ میں کہ ایک عالم فاضل حدیثی مکمل نے اپنی دو ٹکڑہ زمین میں سے بڑے ٹکڑے کو وقف لکھا اور مصارف وقف فقراء و مساکین و دلباء و مسافرین لکھے اور یہ بھی لکھا کہ اس اراضی موقوفہ کو فقیر نے اپنے گھر سے خریدا ہوا ہے کسی کی اس میں شرکت نہیں ہے اور آئندہ میرے ورثہ وار و اقربا سے کوئی دعویٰ دار نہ ہو اور اس کا یہ فقیر کا ثواب القیامت واقف کو پہنچتا ہوا باعث نجات بنے اور دوسرے ٹکڑے چھوٹے کو وقف نہیں لکھا بلکہ متعلق وقف لکھا پھر اسی چھوٹے ٹکڑے کو فرخت کر کے رقم وصول شدہ کو اپنی حیات میں مصارف حصہ موقوفہ پر صرف کر دیا اور حصہ موقوفہ میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہ کیا بلکہ صبر حیات متول امین خیر خواہ مخلص کی تقرری میں کوشاں رہے مگر کامیابی نہ ہوئی۔ بالآخر ایک صاحب کو وصی بنا دیا کہ جس صاحب کو متولی لائق منظم سمجھے مقرر وقف کر دے اور اسی حالت پر واقف کا انتقال ہو گیا۔ اب قابل دریافت یہ امر ہے کہ شرعاً اراضی موقوفہ کے وقف لازم ہونے میں چھوٹے ٹکڑے کی بیع مذکورہ کرنے سے نقصان لازم آتا ہے یا نہیں؟ بینوا ماجورین بالدلائل والبراین // ربیع الثانی ۱۳۶۱ھ



بالحکم بڑے ٹکڑے کا وقف ہونا جائز و صحیح و لازم ہے۔ فتح القدیر ص ۲۷۲ جلد ۵ میں ہے والحق مترجم قول عامة العلماء بلزوم لان الاتحادیث والأثار متطافرة علی ذلك قولاً كما صرح من قوله علیه الصلوٰۃ والسلام لا یباع ولا یشترک فی الخدم و تکرر هذا فی احادیث کثیرة واستمر عمل ائمة من الصحابة والتابعین ومن بعدهم علی ذلك الخ بحر الرائق ص ۱۹



جلد ۱ میں ہے والاخذ بقول ابی یوسف واحوط واسهل ولذا قال فی المحيط
ومشائخنا اخذوا بقول ابی یوسف شرغیا للناس فی الوقف۔
شرح الوقایہ جلد ۲ میں ہے وبفتی بقول ابی یوسف۔ والتمار میں ہے والاخذ بقول
الثانی احوط واسهل۔ بحروفی الدرر وصدر الشریعة وبہ یفتی
واقره المصنف۔ بحجراتی ورد التمار ملکہ جلد ۳ میں ہے فی الفتح ان قول ابی یوسف
اوجہ عند المحققین۔ اور یہ پُر ظاہر کہ لفظ "بیفتی" "افتویٰ علیہ" سے بہت تاکید
والاسہ۔ در التمار میں ہے ولفظ بہ یفتی اکد من الفتویٰ علیہ۔ ثانی ملکہ
جلد ۱ میں ہے قال ابن الہمام والفرق بینہما ان الاول یفید الحصر
والمعنی ان الفتویٰ لا تكون الا بذلك اور اس میں شک نہیں کہ لزوم وقف ہی
غرض واقف وقرار وغیرہم موقوف علیہم کے حق میں ارتق واصل ہے۔ اور ثانی ملکہ جلد ۳ میں ہے
وینبغی ان یکون مطمع نظره (ای المفتی) الی ما هو الارفق والاصلح
پس اس کا خلاف مرجوح ہوا اور مرجوح کے ساتھ فتوے دینا جہل اور مخالفت اجماع ہے۔ در التمار
میں ہے وان الحكم والفتی بالقول المرجوح جہل وخرق للاتباع۔
ثانی ملکہ جلد ۱ میں ہے (قوله بالقول المرجوح) کقول محمد مع وجود
قول ابی یوسف اذا لم یصحح او یقول وجہلہ۔ اور یہاں قول ابی یوسف علی الرحمة
مسادی قول ثالث بلکہ قوی ہے کہ اس کے لئے لفظ "بیفتی" موجود ہے کما مر من الدر۔
اور چھوٹا کچھ واقف نے وقف نہیں لکھا بلکہ متعلق وقف لکھا تھا۔ اور پُر ظاہر کہ متعلق سے منابر سے کو
کہا کرتے ہیں تو اس کی بیع سے لزوم وقف اراضی موقوفہ میں نقصان متصور نہیں ہو سکتا خصوصاً جبکہ
واقف عالم فاضل صوفی کامل نے اس ٹکڑے کے متعلق وقف ہونے کا معنی خود عملاً بیان فرما دیا کہ
اسے فروخت کر کے اصلاح اراضی موقوفہ پر خرچ کیا۔ اگر بضر غلط متعلق وقف کا معنی ملحق بالوقف
ہوتا تو وہ ایسا ہرگز نہ کرتا اور پھر جن حیات تک اس اراضی موقوفہ کے لئے متولی امین خیر خواہ کی تلاش
اور تقریر وقف اور تقریر صاف صاف بتا رہا ہے کہ واقف ہر کوشش سے آخر عمر تک کار بند رہا



اور پھر وراثت و اقرباء کو بایس کرنا نہایت ہی ثبوت لزوم کا صراحتہ پتہ دیتا ہے انہذا اراضی موقوفہ مذکورہ کا
وقف بلاشبہ لازم آتا ہے۔ **هَذَا مَا عِنْدِي مِنَ الْعِلْمِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ وَعِلْمُ**
اَتَمُّ وَاحْكُم وصلی اللہ تعالیٰ علی المحبوب الاکرم والہ وصحبہ
وسلم۔

طرحہ انصاریہ لیا کچھ محکمہ نور اللہ العالی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس صورت مسئلہ میں ایک شخص عالم فاضل عونی
کامل لاولد تھے انہوں نے اپنی عین حیات میں اپنی جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کو وقف حبہ اللہ برائے خدمت
مسافراں و طلباء دیا و خدا اشخاص کو دیا لکھ دیا اور باضابطہ اس تحریر وقف پر گواہاں کے دستخط بھی موجود ہیں۔
(۲) واقف موصوف نے کچھ مدت اپنے انتقال کے پہلے اپنے پیرزادہ کو مختار کل وصی رد و بدو مجلس عام
اس امر کا مقرر فرمایا کہ جس صاحب کو آپ لائق دیانت و ایمان سمجھیں متولی وقف ہذا کا بنا دیں۔ وہی متولی عند
اللہ و عند الناس مقبول ہوگا اگر اس ایضاً کی تحریر واقف کی طرف سے نہیں ہے مگر زبانی سپردگی رد و بدو
اکثر اشخاص ہے اور وقف نامہ بھی اپنے ہاتھ کا تحریر شدہ کسی مجلس عام میں اپنے پیرزادہ کو دیدیا تھا۔
(۳) پیرزادہ مختار کل وصی نے واقف موصوف کے بعد حسب فرمان واقف ایک شخص کو لائق و دیانت دار
سمجھ کر متولی قابض متصرف ہذا کا بنا دیا۔ اب قابل دریاقت یہ امر ہے کہ نمبر اول میں وقف جائیداد موافق شرعیت
جائز ہے یا نہیں؟ نمبر دو میں واقف موصوف کا اپنے پیرزادہ کو مختار کل وصی بنانا شرعاً جائز ہے یا
نہیں؟ نمبر تین میں اس مختار کل کا کسی کو متولی قابض متصرف وقف ہذا بنانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟
نیز اس صورت میں مختار کل کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو متولی وقف ہذا کے بنانے کا حق شرعاً حاصل
ہے یا نہیں؟ بنیاداً تو حسب رد۔



بلاریب و قف مذکور جائز و صحیح بلکہ لازم ہے۔ فتح القدر ص ۳۲ جلد ۱ والحق مترجم قول
عامۃ العلماء بلزومہ لان الاحادیث والأشیا متظافرة علی ذلك
قولاً كما صبح من قوله عليه الصلوة والسلام لا یورث الاخوان
مكره هذا فی احادیث كثيرة واستمر عمل الأمة من الصحابة
والتابعین ومن بعدهم علی ذلك الخ بحر الرائق ص ۱۹ جلد ۱ والاخذ بقول
ابی یوسف احوط واسهل ولذا قال فی المحيط ومشائخنا اخذوا
بقول ابی یوسف رحمه الله تعالى۔ ودر المختار ص ۵۵ جلد ۳ میں ہے والاخذ بقول
الثانی احوط واسهل بحرو فی الدرر و صدر الشریعة و بیہ یفتی و
اقره المصنف بحر الرائق ص ۱۹ جلد ۱، ودر المختار ص ۵۵ جلد ۳ میں ہے فی الفتح ان قول
ابی یوسف رحمه الله تعالى اوجه عند المحققین اور متقول جب وقف میں تابع
عقار ہو تو جائز الوقف ہے۔ فتح القدر ص ۳۳ جلد ۱ والحاصل ان وقف المنقول تبعاً
للعقار یجوز۔ شامی ص ۵۵ جلد ۳ میں ہے اما تبعاً للعقار فهو جائز بلا خلاف
عندهما كما مر۔

۲۔ مختار کل وصی بنائش را بلاشبہ مشروع و جائز ہے جس کے جواز پر صدر اکتب شرعی کی شہادتیں موجود
ہیں۔ ہدایہ ص ۶۸ جلد ۱ طبع مسطغانی، غنایہ ص ۳۶۹ جلد ۱ مصر، تکرر الجرم ص ۴۰ مصر، ودر المختار ص ۱۱ جلد ۱
کشوری وغیرہ اسفار فقہ میں ہے والنظم من الدرر اوصی الی زید ای جعله وصیا
وقبل عنده صحح اور ایضاً لفظ سے ہوتا ہے جو مشروط بالتحریک نہیں۔

۳۔ جب پرزادہ وصی وغیرہ عام ہے تو عدم تحریر سے نقصان پذیر نہیں ہو سکتا۔ شامی ص ۱۱۲ جلد ۱



میں ہے و یصح هذا التعلیل بحمل لفظ یدل علیہ نیز اسی میں غانیہ وغلامہ
 وغیرہا کتب مقبرہ و معتبرہ ہے انت وصی اوانت وصی فی مال او سلت الیک الاولاد
 بعد موتی و بعد اولادی بعد موتی و قم بلوان ہم بعد موتی
 او ما جری معدی هذه الالفاظ یكون وصیا۔ اور صریحاً مذکورہ فی السؤال
 میں لفظ وصی باقاعدہ پائے گئے ہیں تو یقیناً وہ پیرزادہ وصی بن گیا تو محالہ اس کا تصرف جائز و نافذ
 ہوگا ورنہ وصی و مختار عام کس چیز کا نام ہے بلکہ بعد واقف اسی کا حق ہے۔ تنویر الابصار و در المختار
 جلد ۵۶۳، بحر الرائق ص ۳۳۵ جلد ۵ میں ہے و النظم من الدر و متنہ روایت
 نصب القیم الی الواقف شمولوصیہ، لقیامہ مقامہ و قدرہ فی رد المختار
 جلد ۵۶۳، تو اس کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کو حق تولیت کیسے حاصل ہو سکتا ہے۔ وصی کے
 اختیارات قاضی اسلام بلکہ قاضی القضاۃ سے بھی وسیع ہیں۔ بحر الرائق ص ۳۳۵ جلد ۵، شامی جلد ۵ میں ہے
 فان كان الواقف میتاً فرضیہ اولى من القاضی الخیر القاضی القضاۃ داخل
 فی اطلاق القاضی خصوصاً علی تحقیق الشیخ الزین البعد ان المراد
 من القاضی هو قاضی القضاۃ۔ اور ایسے ہی وصی واقف کے باپ سے بھی مقدم ہے۔
 درایہ ص ۶۸۳ جلد ۴، شرح الوقایہ ص ۳۸۶ جلد ۴، تكملة البحر ص ۳۶۹ جلد ۴، در المختار
 میں ہے و النظم من الهدایۃ قل و الوصیہ، حق بمل الصغیر من
 الجد ان قال و لنا ان بالایضاء تنتقل ولاية الاب الیہ فكانت
 ولايته قائمة معنی فیقدم علیہ کالاب نفسه۔



الحاصل وقف مذکور جائز و لازم ہے اور وصی بنانا شرعاً جائز اور تسلیم وصی سے جو یہاں موجود ہے
 لازم ہو جاتا ہے اور وصی کا تصرف حسب ایضاً لازم ہے جب تک وصی خود یا وصی وصی موجود ہے کسی
 اور کو حق تولیت حاصل نہیں اگرچہ وہ قاضی القضاۃ یا واقف کا باپ ہی کیوں نہ ہو۔ ہذا ما عندی
 من العلم و اللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اشرف و احکم و صلی
 اللہ تعالیٰ علی المحبوب النور المعلی و اللہ و صعب مصداق الہدی

و بارک و سلو۔

حزقہ الغفر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

بخدمت فیض درجت فیض اہرام سیدی وندی وامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ۔

آپ کی توجہ خصوصی سے خدا کے فضل و کرم سے یہاں پر خیریت ہے۔ امید ہے حضور والا بھی بخیریت ہوں گے۔ ڈاکٹر محمد حسن صاحب سے ان کی غیر عارضی کیوجہ سے ملاقات نہیں ہو سکی بلکہ ملاقات مفصل حالات درج کر دوں گا انشاء اللہ العزیز۔ مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات مطلوب ہیں۔ امید ہے حضور والا باوجود اپنی کثیر مصروفیت کے ایسی ڈاک جوابات سے خورسند فرمادیں گے۔

نمبر ۱: ”اتحاد المسکن و استقبال القبلة شرط فی الصلوۃ غیر نافذ“ کے پیش نظر طبعی ریل گاڑی میں فرض نماز کی ادائیگی کیسی ہے؟ بصورتِ نعم مندرجہ بالا عبارت کا مطلب کیا؟ بصورتِ لاکشتی و جہاز میں کیا جواز؟ ریل گاڑی، بیل گاڑی، کشتی و جہاز ایک ہی حکم میں ہیں؟

نمبر ۲: تنزیہ بعد اذان کا ثبوت عبارت فقہائے کرام کے علاوہ احادیث سے نہیں ملتا ہے بصورتِ نعم حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے تنزیہ کرنے والوں کی مساجد میں نماز کیوں نہ ادا کی اور انہیں پتئی کیوں فرمایا؟

سائل مگہ در ۱۱ الہیہ منقولہ راصدشتہ بقلم خود ساہیوال ۵۷-۱۲-۱۳



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الجواب
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي التَّوْبَةَ الطَّوْبَةَ

مس : چلتی ریل گاڑی چلتی کشتی کے مشابہ ہے کہ دونوں کسی جانور کے کیپنے سے نہیں بلکہ ہوا و کھاپ کے ذریعہ سے چلتی ہیں اور کشتی باوجود یکہ پانی کے اوپر چلتی ہے اور زمین یا کسی ایسی ٹھوس چیز پر نہیں چلتی جس پر بلا واسطہ سجدہ یا قیام ہو سکے مگر پھر بھی اس میں نماز فرض بھی جائز ہے بحکم احادیث مرفوعہ و موقوفہ مستدرک و سنن بیہقی و دارقطنی وغیرہ اور یہی متون و شروح و حواشی و فتاویٰ فقہیہ سے ثابت ہے بلکہ یہ امر بھی مفرح ہے کہ کنارہ نزدیک ہوا درائر کر زمین پر پڑھ سکتا ہو تب بھی بیچہ کشتی میں پڑھ سکتا ہے کما فی المبسوط

۲۔ جلد ۲ والخلاصة ص ۱۹۱ جلد ۱ والسراجیة ص ۱۰۰ والهندیة ص ۱۰۰ جلد ۱ وغیرہا

کشتی رواں میں جواز نماز کی تعلیل فقہائے کرام نے یہ فرمائی کہ کشتی کا چلنا اس کے سوا کہ طیرت منسوب نہیں تو منافاتی نماز نہیں بخلاف جانور کے کہ اس کا چلنا حکما سوار کا چلنا ہے۔ بدائع ص ۱۰۰ جلد ۱ تبیین الحقائق ص ۲۱۰ جلد ۱، خلاصۃ الفتاویٰ ص ۱۹۱ جلد ۱ میں ہے والنظم لملک العلماء علان سیرھا غیر مضاف الیہ فلا یكون منافیا للصلاة بخلاف الدابة فان سیرھا مضاف الیہ نیز تلاوت بدائع ص ۱۸۱ میں ہے بخلاف السفينة فانها المتجمل بمنزلة بجلی الراكب لخروجهما عن قبول تصرفه فی السیر والوقوف ولہذا اضيف سیرھا الیھا دون راکبھا قال اللہ تعالیٰ حتی اذا كنتم فی الفلك وجبرین بہم وقال اللہ تعالیٰ وہی تجری بہم فی موج کالجبال فلم یجعل تبدل مکانھا تبدل مکانہ۔ بناء علیہ فقہائے کرام نے منافات قرار دیا کہ چلتی کشتی جواز نماز میں بمنزلہ زمین ہے اور اپنے سوار کے حق میں کمرے کی طرح ہے۔ بدائع ص ۱۰۰ جلد ۱ میں فرمایا لان السفينة بمنزلة الارض۔ تلاوت بدائع ص ۱۸۱ میں ہے بیل مکانہ ما استقر



ہو فیہ من السفینۃ من حیث الحقیقۃ والحکمہ وذلك لم یبتدل رای
بسیرہا۔ مبسوط مسد جلد ۲، بدائع مسد جلد ۱، بحر الرائق مسد جلد ۲، شامی مسد جلد ۱ میں بالفاظ
مقارنہ ہے السفینۃ فی حقہ کالبتیت۔ مبسوط مسد جلد ۲ میں اور وضاحت سے فرمایا لان
راکب الدابة لیس له موضع قرار علی الارض وراکب السفینۃ له فیہا
موضع قرار علی الارض فالسفنۃ فی حقہ کالبتیت الاتری انہ لا یجربہا
بل ہی تجری بہ قال اللہ تعالیٰ وہی تجری بہم فی موج کالجبال الخ
نیز تلاحظ فتح القدیر ص ۴۵ جلد ۱، فتاویٰ قاضی ان ص ۴، مبسوط مسد جلد ۲، خلاصۃ الفتاویٰ ص ۱۸۹ جلد ۱،
در المنہج ص ۱۵۹ جلد ۱، ہندیہ ص ۱۹ جلد ۱ میں ہے والنظم للمحقق سیرا السفینۃ لا یوجب
اختلاف المكان والمجلس۔

تو اس شمس کی طرح واضح و ہدیدہا جوا کہ کشتی، کشتی سوار کے لئے بمنزلہ زمین اور کرے کی طرح ہے اس کا
چلنا مکان اور سوار کے تبدیل کا موجب نہیں تو چلتی ریل، ریل سوار کے لئے بھی بمنزلہ زمین اور کرے کی طرح ہوگی بلکہ
ریل میں تو پانی میسا کوئی حائل بھی نہیں جس پر براہ راست قیام و سجدہ وغیرہ نہ ہو سکے بلکہ ایسی ٹھوس پشت بنی
پر چلتی ہے جو تسفل بہرہ کبر و مقصور نہ ہو سکتی۔ بلکہ نعمائے کرام نے بالتفصیل ایسی گاڑی پر جس کا کوئی
حصہ جانور پر نہ ہو، حوازی نماز فراتس کی تصریح فرمادی۔ فتاویٰ فقہیہ النفس امام قاضی خان ص ۸۲، فتح القدیر
مسد جلد ۱، تبیین الحقائق مسد جلد ۱، بحر الرائق ص ۶۵ جلد ۲، ہندیہ مسد جلد ۱، تنویر الابصار، شامی
مسد جلد ۲ میں بکلمات مقارنہ ہے والنظم للشامی عن التتارخانیۃ عن
المحیط لوصلی علی العجلۃ ان کان طرفہا علی الدابة وہی تسیر
تجوز فی حالۃ العذر لہ فی غیرہا وان لم یکن طرفہا علی الدابة
جانت۔ اور اسوائے تزییر کے ان سب کی تحریر ہے کہ ایسی گاڑی پر نماز بمنزلہ نماز بہر سریر ہے والنظم
لہ ایضا وہو بمنزلۃ الصلوۃ علی السریاں بمنزلۃ الصلوۃ علی السیر۔ کا
تطابق و توافق ”بمنزلۃ الارض“ اور ”لہ موضع قرار علی الارض“ اور ”فی حقہ
کالبتیت“ کے ساتھ عدم تبدل مکان و مجلس بوقت سیر کو اور زیادہ واضح و نمایاں بنا رہا ہے کما لا یخفی



على من خدم كلمات القوم -

بفصلہ ذکر من لعلے ماہ نیم ماہ اور ہر نیم روز کی طرح واضح ہوا کہ ریل رواں میں فرض جائز ہیں اور شرط اتحاد امکان کے قطعاً مافی نہیں رہا استقبال قبلہ تو وہ بوقت قدرت مزدوری ہے، قبلہ و شریعہ کرے اور اگر ریل سمت قبلہ سے بدل آئے تو قبلہ کی طرف پھر جائے کہ گاڑی و کشتی میں یوں پھیرا جاسکتا ہے وان لم یقدر فلا یکلف الله نفسا الا وسعها۔ مبسوط مسجلہ ۲، ہندیہ مسجلہ جلد ۱ وغیرہ میں ہے والنظم من المبسوط يلزمه التوجه الى القبلة عند افتتاح الصلوة وكذلك كلما دارت السفينة يتوجه اليها لانها في حقه كالبيت -

اور چلتی گاڑی میں جواز نماز کی تفسیری دلیل یہ ہے کہ اگر مسافر کو اتارنے میں جان کا یا بیمار ہونے یا بیماری بڑھنے کا یا درندہ یا دشمن کا خطرہ ہو یا اتنا کمزور ہے کہ بغیر امداد کے اتر نہیں سکتا یا سوار نہیں ہو سکتا یا سخت بڑھا یا مریض ہے یا سامان چوری ہونے کا یا گاڑی چلنے یا جگہ رککنے کا خطرہ ہو تو ایسی صورتوں میں ایسی چلتی گاڑی پر نماز جائز ہے جو جانور کے کندھے پر ہو یا خود نمازی ہی جانور پر ہو۔ فتاویٰ عالمگیری مسجلہ جلد ۱، کبیری ۲۶۹، ۲۷۰، بحر الرائق مسجلہ ۶۵ تا ۶۷ جلد ۲، فتح القدیر مسجلہ جلد ۱، خلاصۃ الفتاویٰ مسجلہ جلد ۱۹، فتاویٰ قاضیخان مسجلہ ۸۲ والنظم من الهندية ومن الاعذار ان يخاف لو نزل عن الدابة على نفسه او على شيا به او دابته لصا او سبعا او عدوا او كانت الدابة جموحا لو نزل عنها لا يمكنه الركوب الا بمعين الخ اور اس کی تفسیل فانیہ وفتح وکفایہ میں بکلمات مختارہ یہ ہے فحينئذ هذه الاعذار تجوز المكتوبة على الدابة لقوله تعالى فان خفتكم فرجالا اور کسانا۔ اور جب جانور یا اس کی اٹھائی ہوئی چلتی گاڑی پر جائز ہوئی تو ریل گاڑی پر بطریق اولیٰ جائز ہوگی وذا احبلى من ان يحبلى۔ بلکہ مسافر ریل گاڑی کو چونکہ غالباً ان میں سے بعض عذرا وخطرے لائق برا کرتے ہیں اور ایمپشن پر رکنے کے وقت مسافروں کا اتارنا چڑھنا باعث تشویش و تعویق ہوا کرتا ہے حالانکہ حکم برفالب وظنہ عموماً لگایا جاتا ہے اور اسی وجہ سے کنارے کے قریب چلتی کشتی پر یا وجود کچھ انکر زمین پر چڑھ سکتا ہو



کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنی جائز ہے کما سرول الجواب من الکتب العديدة معتبرة
توریل پر بھی مطلقاً جائز ہوگی۔ اور جب سفر جائز ہے اور انسان پابند حوائج و ضروریات ہے اور نماز نہ پڑھ سکا کہ ادائیگی بھی لازم
ترک کر کے لا یتکلف الله نفسا الا وسهما و ما فی معناهما من الایات و الاحادیث اور
وما جعل علیکم فی الدین من حرج و ما فی معناہما و زید الله بکم
اليسر ولا یزید بکم العسر و غیرہما من الایات و الاحادیث الدین
یسر اور یسر و لا تتفروا و غیرہما جائز ہوگا اور اسی بنا پر فقہ میں قصر شروع ہوا نیز اصول
فقہ میں محقق ہر جہاں کہ وقت نماز معیار نہیں بلکہ ظرف ہے اور اس کی وہی جز بہب و وجوب ہے جس کے ساتھ ادا
متصل ہو حرامی مستحکم و غیرہ میں ہے والنظم منہ فكان ظرفا لامعيارا والی
ان قال فوجب ان يجعل بعضه سببا و هو الجزء الذى يتصل به
الاداء فان اتصل الاداء بالجزء الاول كان هو السبب والا ينقل السبب
الى الجزء الذى يليه۔

توجہ چلی گاڑی میں سفر نماز شروع کرتے تو اسی وقت بہب و وجوب منعقد ہوگا حالانکہ اترا یا بحث ہلاک
ہے تو یقیناً معذور بنا تو نماز جائز ہوگی اور انتظار کشیں لازم نہیں کما یستدین من اختیار الشاخی
حيث قال منها ان المسافر اذا عجز عن النزول عن الدابة لعذر من
الاعذار المارة وكان على رجاء زوال العذر قبل خروج الوقت كالمسافر
مع ركب الحج الشريف هبل له ان يصلي العشاء مثلا على الدابة
او المحمل في اول الوقت اذا خاف من النزول ام يؤخر الى
وقت نزول الحجاج في نصف الليل لاجل الصلوة والذي يظهر
لی الاول لان المصلي انما يكلف بالاركان والشروط عند ارادة
الصلوة والشروع فيها وليس لذلك وقت خاص ولذا جاز له
الصلوة بالتيمم اول الوقت وان كان يرجو وجود المارة قبل خروجه

منه ولا مانع منه بفسخ يساوى الامر بالصلوة ۱۲ من سفر له۔



وعللوه بأنه قد ادا ما بحسب قدرت الموجوده عند اعتبارها
وهو ما اتصل به الاذاع

رجی سائل کی پیش کردہ عبارت اتحاد المكان واستقبال القبلة شرط في الصلوة غير النافذة " تو سائل نے
ہوشیاری سے کام لیا ہے یا اس کی محض لاعلمی ہے ورنہ اس کا باقی حصہ عند الامکان لایسقط الالبدر شامی جلد ۲
جلد ۱ ہی سائل کے بعض اشکالات کا حل کر رہا ہے اور بحری جہاز تو سفینہ ہی ہے، رہا ہوائی تو اس میں بھی جائز
ہی ہے کہ کشتی کی طرح " بمنزلة الارض " اور " کالیت " ہے۔ زمین اور اس کے درمیان پالی کی طرح ایک ایسا عنصر
ہے جو خود ترقیام وغیرہ کے قابل نہیں مگر جو اس پر اثر رہا ہے وہ قابل ہے ولا تنس ما مر من الاعذار
المجوزة وغیرہا فانہا تجری ابضا اور پل گاڑی وغیرہ کا فرق اسی جواب سے واضح
ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ احمد واحکم وصلى الله تعالى على
حبیب والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

موضوعہ الرحا دے الاخرے ص ۱۴۸

۲ : نیست حسنه سے سستی و غفلت دور کرنے کے لئے بعد اذان جائز و مقسم ہے کہ یہ شمیریت جماعت نماز کے
لئے بلانا ہے تو دعوت الی اللہ تعالیٰ بنا جو نہایت ہی مقسم ہے حضرت رب العالمین مل و علا کا حکم مبین ہے و
من احسن قنولا ممن دعا الی اللہ الایۃ اور امر بالمعروف ہے حالانکہ ارشاد ہے کنستم
خیرا ما اخرجت للناس تا مرون بالمعروف الایۃ اور یہی پر تعاون ہے و
قد قال اللہ تعالیٰ وتعاونوا علی البر والتقوی۔ اور ان کے سوا کثرت آیات
متظاہرہ و متظاہرہ اور احادیث متوافرہ و متکاثرہ سے یہ معانی روز روشن کی طرح ثابت ہیں۔ لہذا فقہائے
کرام نے مقسم فرمایا۔ مبسوط ص ۱۳۱ جلد ۱، ہدایہ، کفایہ ص ۲۱۴ جلد ۱، فتاویٰ قاضی خان ص ۳۲، بدائع
ص ۱۴۸ جلد ۱ تبیین الحقائق ص ۱۴۱ جلد ۱ وغیرہ میں بالفاظ متقاربہ ہے استحسنت المتأخرون
التثویب فی الصلوات کلہا لظہور التوائی فی الامور الدینیۃ غایہ ص ۱۴۱
جلد ۱ شامی ص ۱۳۱ جلد ۱ وغیرہ میں اس کے عرف و دراج پڑ جانے سے استدلال کی طرف حدیث مرفوعہ
عنہی و ما رآہ المسوفون حسنا فہو عند اللہ حسن ذکر کرتے ہوئے اشارہ



فرمایا۔ نیز مبسوط مسئلہ جلد ۱، بدائع مسئلہ جلد ۱، سر اجیہ ۹، کفایہ مسئلہ جلد ۱، خلاصۃ الفتاویٰ مسئلہ جلد ۱،
تبيين الحق ۲۴ جلد ۱، بحر الرائق مسئلہ جلد ۱، مجمع الانهر مسئلہ جلد ۱، در المنطقہ مسئلہ جلد ۱، ہندیہ مسئلہ جلد ۱،
بیان توثیب میں ہے ما نعارضوہ حالانکہ رد المحتار مسئلہ جلد ۲ و ۳ و ۴ اور رسائل شامی مسئلہ

جلد ۲ اور بحر الرائق مسئلہ جلد ۱ میں کافی سے ہے والاحکام تبخنی علی العرف فیعتبر
فی کل عصر عرف اہلہ۔ نیز شامی مسئلہ جلد ۳ میں ہے وفی شرح البیری
عن المبسوط ان الثابت بالعرف کالثابت بالنص اور مانعت توثیب میں کوئی
حدیث صحیح متصل مرفوع حقیقی یا بحکی ایسی نہیں ملتی جو مطلقاً مانعت ثابت کرے بلکہ باخصیص بھی نہیں اور وہ
حدیث مرفوع حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو یککلمات متعارفہ بین ترمذی مسئلہ جلد ۱، اور بہیقی مسئلہ جلد ۱ میں ہے
امر بلال ان یشوب فی صلوۃ الصبح ولا یشوب فی غیرہا تراویح حدیث صحیح و
متصل نہیں پہنچے فرماتے ہیں وهذا ايضا مرسل فان عبد الرحمن بن
ابی لیلی (الراوی عن بلال) لم یلق بلالا۔ اور ترمذی فرماتے ہیں و ابو اسرائیل
(الراوی عن الحكم) لم یسمع هذا الحديث من احکم۔ نیز ابواسرئیل کے
متعلق فرماتے ہیں و لیس بذلک القوی عند اہل الحدیث۔ اور ثنائی اس توثیب
سے مراد عند الجہود وہ توثیب ہے جو اذان کے درمیان ہو، ترمذی فرماتے ہیں والذی فسر ابن
المبارک واحمد ان التوثیب ان یقول المؤذن فی صلوۃ الفجر الصلوۃ
خیر من النوم فمن قول صحیحہ اور بنین پہنچتی کی تیسری حدیث مسند کے آخر میں ہے فكان
یقول (ای بلال) فی اذا نضحی علی الفلام الصلوۃ خیر من النوم نصب
الرأیہ ۲۴۹ جلد ۱ میں ہے وقال الباقر (ای غیر اصحابنا) هو قوله فی الاذان
الصلوۃ خیر من النوم تو ثنائی علیہ اس حدیث کا تعلق توثیب مسئلہ عنہ کے ساتھ سرے سے ہے
ہی نہیں اور ہمارے فقہائے کرام کے نزدیک گواہ اس توثیب سے مراد توثیب بعد اذان ہی ہے مگر یہ



حکم معلول بہ علت خاصہ وجوداً اور عدماً ہے اور وہ ہے غفلت و تکاسل تو چونکہ اس پاک زمانہ میں لازمی غفلت سے پاک نئے البتہ وقت فجر میں احتمال تھا تو اس میں امر آیا اور باقی نمازوں میں مالمست نگر چونکہ رفتہ رفتہ لوگوں میں غفلت و سستی پیدا ہو کر پڑھتی گئی تو وہ علت سب نمازوں کے وقتوں میں پائی گئی تو اسی حدیث کا تقاضا ہوا کہ ازالہ غفلت کے لئے سب نمازوں میں تثنیہ ہو علمائے کرام نے جو امانہ شریعہ منین ہیں، ہائر و مستحسن کا فتوے دیا۔ بدائع مشکلاً جلد ۱ میں ہے ان مشائخنا قالوا لا بأس بالتثنیہ المحدث فی سائر الصلوات لغرض الغفلة علی الناس فی زماننا وشدة ركونهم الی الدنیا و تمہا و منهم بامور الدین فصار سائر الصلوات فی زماننا مثل الفجر فی زمانہم فكان زیادة الاعلام من باب التعاون علی البر والتقوی فكان مستحسناً مبوطاً مشکلاً جلد ۱ میں ہے واما المتأخرون فاستحسنوا التثنیہ فی جمیع الصلوات لان الناس قد ازداد بہنم الغفلة و قلما یقومون عند سماع الاذان فیستحسن التثنیہ للمبالغة فی الاعلام ومثل هذا یختلف باختلاف احوال الناس اور ہدایہ وغیرہ سے لظہور التوائی فی الامور الدینیۃ سن بی چکے اور یہیں سے واضح ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تثنیہ ظہر پڑاؤ حضرت مولانا رضی اللہ تعالیٰ عنہ تثنیہ عشرہ پر کیوں نماز پڑاؤ ہوئے چونکہ اس زمانہ میں لوگ غافل و تکاسل نہیں تھے اور تثنیہ غفلت پیدا ہونے کا سبب بنتی تھی تو اس سبب کی بنا پر نماز پڑاؤ ہوئے بحکم لایعوانوا علی الاثم والعدوان اور جب وہ بات نہ رہی بلکہ غفلت پیدا ہو گئی تو اب تثنیہ چونکہ غفلت پیدا نہیں کرتی بلکہ پیدائشہ غفلت کا ازالہ کرتی ہے تو تعاونوا علی البر والتقویٰ کے تحت مستحسن بن گئی اور یہی ہمارے فقہائے عظام فرما رہے ہیں کما سمعتہ من رسل شامی مشکلاً جلد ۲ میں ہے المسائل التی اختلف حکمها لاختلاف عادات اهل الزمان و احوالہم الی لا ید للمجتہد من معرفتها وھی



کثیرہ جدا لیکن استقصاؤہا

تنبیہ

سائل کے الفاظ ”تثویب کر لے والوں کی سجاد میں نماز کیوں نہ ادا کی“ اس کے تساہل و التماثل یا لاعلمی کا پتہ دیتے ہیں ورنہ تجاہل عارفانہ ہے کہ ان حضرات کے سامنے صرف ایک ایک تثویب کرنی والا مؤذن تھا اور صرف ظہر یا عصر کی تثویب تھی اور حضرت مولانا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اس کے اخراج من المسجد کا حکم دیا تھا نہ کہ خود باہر تشریف لے گئے اور نہ یہ کہ اس مسجد میں نماز ادا نہ کی۔ اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق بھی صراحتہً اس مسجد میں نماز ادا کرنے کا ذکر نہیں۔ بخاری جلد ۲۱۲ جلد ۱ وغیرہ میں ہے روى ان عليا رضى الله تعالى عنه راي مؤذنا يثوب في العشاء فقال اخرجوا هذا المبتدع من المسجد وروى مجاهد قال دخلت مع ابن عمر مسجد ايصلى فيها الظاهر فسمع مؤذنا يثوب فغضب وقال قم حتى نخرج من عند هذا المبتدع فاخبرهم - والله تعالى اعلم وعلمه جل محبده اتم واحكم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ انیسوی غفرلہ

۱۳۷۷ھ جمادی الاخریٰ

الاستفتاء

نمبر ۱ : اشکاف میں حجامت ہوا کتنا ہے یا نہیں ؟

نمبر ۲ : نقیص پڑھنی مسجد میں جائز ہے یا نہیں ؟

نمبر ۳ : حضرت حسان لے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں جو شعر عرض کئے ہیں وہ کرنے

ہیں ؟ اور کتاب کو لسی ہے ؟

اللہ نکل آپ کا فرزند پیارا عجب الجمال عظمیٰ ہند



۱۔ : حمایت ہونا سنت ہے اور سنت میں اگر کتنا ہے جبکہ مانعت نہ آئی ہو کہ اصل اہت
ہے۔ ہاں مسجد میں ناخن، بال نہ کریں ومن ادعی الخلاف فعليه البيان بالسبعان
۲۔ : ہاں جائز بلکہ مستحب و سنون ہیں، شعر اگرچہ کلام اور فوائد پر مشتمل ہو تو یقیناً اچھا ہے۔ یہ مضمون
اتنی حدیثوں سے ثابت ہے کہ جمع کی جائیں تو ضخیم کتاب بن جائے لہذا صرف ابوداؤد ص ۳۲۸ جلد ۲
کی ایک حدیث پر اکتفا کیا جاتا ہے ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال
ان من الشعر حکمة اور نعتیں یعنی وہ اشعار جن میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات مبارکہ
اور دشمنوں کی بدگوئی کا رد ہو، یقیناً حکمت میں داخل ہیں اور ان کا پڑھنا اور سننا تعظیم رب تعالیٰ اور تعظیم
محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے تو وہ یقیناً جائز ہیں۔ قرآن کریم فرماتا ہے ورفعت لک ذکرت
ابوداؤد ص ۳۲۵ جلد ۲ میں ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت حسان کے لئے مسجد میں منبر رکھا
کرتے تھے جس پر کھڑے ہو کر حضرت حسان مخالفوں کا شعر و دل میں رو پڑھا کرتے تھے اور جبریل علیہ السلام
ان کی امداد کرتے رہتے تھے کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یضع
لحسان منبراً فی المسجد فیقوم علیہ فیہجی الحدیث بخاری ص ۳۱
جلد ۱ میں ہے باب الشعر فی المسجد اور اس میں حضرت حسان کی حدیث ذکر کی فتح الباری
۳۳۵ جلد ۱ میں ہے واذا کان حقاً جاز فی المسجد کسائر الکلام الحق ولا
یمنم منه۔ یعنی علی البغوی ص ۳۱۰ جلد ۲ میں ہے ان الشعر الحق لا یحدم فی المسجد
غرضیکہ نعتوں کا مسجد میں پڑھنا حدیث و آیات و احادیث سے ثابت ہے، یہ چند کلمات بطور نمونہ ذکر کئے۔



جلد ۲ میں حضرت حسان کے قصیدے کے تیرہ اشعار ہیں جو حضور کے ارشاد کے تحت حضرت حسان نے سائے جن میں سے یہ تین ہیں۔

مہجوت محمد افلجبت عنہ وعند اللہ فی ذالک الجزاء
مہجوت محمد ابناً تقیاً رسول اللہ شیمتہ الوفاء
فان ابی و الدقی و عری لعرض محمد منکرم و قاء
اور حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اور بھی شاعر صابی تھے جو تعین پڑھا کرتے تھے۔ مولیٰ تبارک
تعالیٰ محبوب کے ثنا خوانوں سے بنائے۔ -
بارک و سلم۔

محرم الغیر ابو الجحیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۷ ماہ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ

الاستفتاء

نوٹ : مولانا قاضی غلام محمود صاحب خطیب جامع مسجد عبید گاہ نیا محلہ جہلم کے خط میں یہ سوال آیا تھا۔

تاریخ ۶۵-۱۱-۲۰

اگر مسجد کے صحن میں قبر ہو اور خوب ڈھکی ہوئی ہو تو صنف میں اگر بالکل محاذی اور سامنے رہے
تو کیا حرج ہوگا؟ بصورت حرج کے کیا صنف میں وہ جگہ پیچھے میں کھلی چھوڑ دی جائے کرے؟



”مسجد کے صحن میں قبر خوب ڈھکی ہوئی ہو“ سے کیا مراد ہے۔ اگر غلاف یا غلاف جیسی کسی چیز سے
ڈھکی ہوئی ہو جیسے مزارات شریفہ پر غلاف ہونے میں تو ظاہر یہی ہے کہ یہ کھلی قبر کے حکم میں ہے اور اگر نالوں

یاد برادران حبیبی کسی چیز سے ڈھکی ہو تو قطعاً حرج نہیں کہ صرف شرہ ہی جب کافی ہے تو ایسا نماز مائل کہیں کافی نہ ہوگا اور پونہی اگر نمازی کے آگے اتنی دور ہو کہ شائع نمازی کی نظر نہ پڑے تو پھر بھی کوئی حرج نہیں، شامی ص ۱۱۶ جلد امیں ہے لا تکرہ الصلوۃ فی جہۃ قبر الا اذا کان بین یدیه بعیث لوصولی صلوۃ الخاشعین وقم بصرہ علیہ کما فی جنائز المفردات۔ اور یہی مستفاد ہے ہندیہ ص ۱۵۵ جلد ۱ کی اس عبارت کا ان کانت القبور ما وراء المصلی لا یکرہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

قرۃ العقیقۃ البرکات محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۳ شعبان المعظم ۱۳۸۵ھ ۲۵-۱۱-۲۶

الاستفتاء

نمبر ۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین شرع طہین اس مسئلہ میں کہ ایک دیہات کی چھوٹی سی مسجد میں چند آدمی عشا کی نماز ادا کر رہے تھے، دو آدمی ادرا آگئے، جگہ تنگ ہوئے کیوجہ سے بیٹھ گئے کہ کس بقعہ نمازی نماز پڑھ لیں ہم بعد میں پڑھیں گے اور بیٹھتے ہی مسخریاں شروع کر دیں۔ ایک نمازی نے روکا بھی مگر وہ برابر اپنے فعل کو ادا کرتے رہے، بعد میں خود بھی نماز ادا کی مگر بعد از فراغت بھی مسخریاں جاری رہیں۔ آخر کار سونے کا طائر اُگیا اور سونے کی ترکیبیں ہونے لگیں۔ اسی اثنا میں سٹی ناچھانے سٹی غلام رسول سے کہا (جو ایک طالب علم اور چھوٹا بچہ ہے) کہ تم آج رات میرے پاس سو جاؤ تو میں تمہیں ٹیکہ (یعنی لکڑی کا تال) پر سوار کر کے چ کر اگر لاؤں مدینہ کی، امکہ معظمہ کی؟

نمبر ۲۔ ایک شخص سٹی گل محمد نے ایک عورت خرید کی ہے جس کے نکاح کا ثبوت نہیں ہے، ہر چند کوشش کی گئی ہے کہ اگر کوئی ثبوت مل جائے کہ کنواری ہے، بیوہ ہے، مطلقہ ہے یا منکوحہ ہے مگر کوئی پتہ نہیں چلا اسے کہا گیا ہے کہ اسے دفع کر دے، اپنے گھر سے نکال دو، وہ ہاں جی، ہاں جی کرتا ہے مگر نکالنا نہیں۔ تقریباً



تین ماہ کا عرصہ گزر چکا ہے۔ اگر نہ لکائے تو اس کے لئے کیا حکم ہے اور اگر لکال بھی دے تو عتا عرصہ وہ منحل کرتا رہا ہے اس کی بھی کوئی سزا ہے یا نہیں! مفعیل ارشاد فرما دیں۔

السائل، الحاج عبدالحی صاعب، برادر خور دہلوی، شیخ احمد بیٹی اور سیر زمین



علی : ان شخصوں نے بڑا ظلم کیا۔ مسجد میں تو مباح دنیاوی گفتگو ہی ٹیکوں کو نقصان پہنچاتی ہے چہ جائیکہ ہنسی نغول اور بیہودہ باتیں کی جائیں۔ پھر اس شخص کے مٹی غلام رسول کو شراکت آمیز لفظ کہنے اس کی شعاوتِ قدیہ کی دلیل ہیں یہ لفظ صریح کفر ہیں، بری بات کو ج کے ساتھ تشبہ دینی، یہ حج کے ساتھ اور مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کے ساتھ استہزاء ہے اور بد فعلی جو سخت حرام ہے اس کو ملال ظاہر کرنا یہ سب کفر سے خالی نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری جلد ۲۸ میں ہے المہازل والمستہزی اذا تکلم بکفر استغنافا واستهزاء ومزاحا یكون کفرا عند الكل وان كان اعتقاده خلاف ذلك۔ نیز فتاویٰ عالمگیری جلد ۲۸ میں ہے الاستہزاء باحکام الشرع کفر کذا فی المحيط۔ اس شخص پر فرض ہے کہ فوراً دل سے توبہ کرے اور نئے سرے سے اسلام لائے اور دوبارہ نکاح کرے کہ اس کا پہلا نکاح فاسد ہو چکا اور اگر نہ مانتے تو مسلمانوں پر لازم کہ اس سے بالکل الگ تھلگ ہو جائیں اور اسے یوں الگ کر دیں کہ جیسے دودھ سے سکمی نکال کر پینے کی جاتی ہے۔ قرآن کریم میں ہے ولا تترکوا الی الذین ظلموا۔ پھر اس کی سزا بہت ہی سخت ہے مگر اسلامی حاکم کا کام ہے۔ آپ لوگ پنچایت طور پر قانونِ وقت کے لحاظ سے جتنی سزا دے سکیں، دیں حتیٰ کہ مجبور ہو کر توبہ کرے۔

مس : وہ شخص بھی بڑا مجرم ہے بلا نکاح عورت کو اپنے پاس رکھنا بہت بڑا گناہ ہے اور پھر استعمال (یعنی زنا)، کرنا اگرچہ ایک مرتبہ ہی ہو بہت برا جرم ہے اور اس کی سزا بھی بڑی سخت ہے جو حکام اسلام

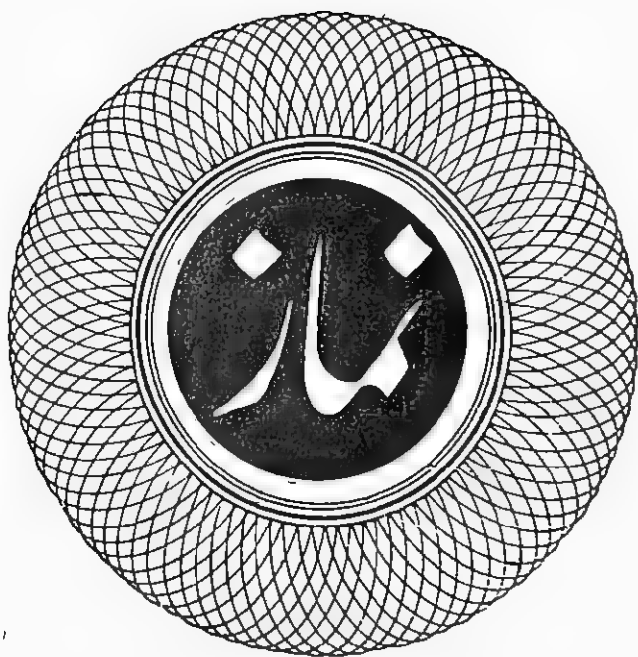


کا کام ہے آپ لوگ دائرہ قانون کے اندر رہتے ہوئے اسے مجبور کریں کہ مدتی دل سے توبہ کرے
اور اس عورت کے متعلق صحیح ثبوت مہیا کرے اور اگر پیچھے نکاح نہ ہو تو نکاح کرے ورنہ گھر سے
لکال دے۔ اگر نہ لکالے تو بایک کٹ کر دیں کہ مجبور ہو کر نکال دے یا کم از کم آپ لوگ تو اس کے
شر سے محفوظ رہیں گے۔ حدیث پاک صحیح مسلم وغیرہ میں ہے من رآی منك منکر افلیغیدہ
بیدہ (الحديث) قرآن کریم میں ہے یا ایہا الذین آمنوا علیکم
انفسکم (الاية) واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی
حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

عزیز الفقیر البواخیر محمد نور الشانی غفرلہ

۲۶ رجبی المحرم المبارک ۱۳۸۲ھ ۲۵/۳





إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا

(النساء)

بے شک نماز مسلمانوں پر فرض ہے اپنے اپنے مقرر وقت پر

بَابُ الْأَوْقَاتِ



ظہر و عصر کے اوقات معلوم کرنے کے لئے ایک نا تحقیق

كِتَابُ الصَّلَاةِ

بَابُ الْأَوْقَاتِ

تَنْوِيْهُ فَيِّ الزَّوَالِ بِنُورِ عَدَلٍ فَيِّ الزَّوَالِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ شَهِيدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا
دَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِآذَنِهِ وَسَيِّدًا حَكِيمًا وَبِهِ بَلَاءٌ وَاسْطَةُ أَوْبَهُانُ
الْبَصَائِرُ وَالْأَبْصَارُ تَنْوِيْرًا وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى مَنْ أَبْدَعَهُ مُحَقِّدًا
مُحَقِّدًا مُحَبِّبًا مُحَبِّبًا رَوْفًا رَحِيمًا نَصِيرًا أَظْهَرَ أَفْقَازًا
فَأَعَادَ بِفَيْئِهِ إِلَى فَيْئِهِ الْجَنَّةَ فَلَا يَمُوتُونَ فِيهَا شَمْسًا وَلَا زَمْهَرِيرًا

لَهُ اللَّامُ لِلْإِسْتِغْرَاقِ ١٢ مِنْ غُفْرَتِهِ لَهُ الْإِضَافَةُ لِلْعَهْدِ ١٣ مِنْ غُفْرَتِهِ لَهُ أَيْ شَسَا مَنِيْرًا كَمَا فِي
قَوْلِهِ تَعَالَى سَرَّاجًا وَهَاجِبًا فَهُوَ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْوَرٌ بِنَفْسِهِ الشَّرِيفَةِ بِتَجْلِيَاتِهِ
الزَّاهِرَةِ وَعِنْدَ غَيْبِيَّتِهِ الظَّاهِرَةِ بِوَسْطَةِ أَقْمَارِهِ وَنُجُومِهِ الْمُقْتَبِسِينَ
مِنْ أَنْوَارِهِ وَعِلْمُوهِ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ الْمَاضِينَ وَالْعُلَمَاءِ وَالْفُقَهَاءِ مِنَ الصَّحَابَةِ
وَالْتَّابِعِينَ وَالْأُخَرِينَ اللَّاحِقِينَ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ وَلَنَعْمَ مَا قَالَ الْعَلَامَةُ الْهَوَاسِي
بِرَدِّ اللَّهِ مُنْذِرِيْعِهِ حَيْثُ قَالَ هُ فَإِنَّ شَمْسَ فَضْلِهِمْ كَوَاكِبُهَا - يَظْهَرُ أَنْوَارُهَا لِلنَّاسِ فِي الظُّلُمِ
وَلِهَذَا السَّرَامُ تَمَامٌ فَاسْتَغْنَى بِالْإِصْبَاحِ عَنِ الْمَصْبَاحِ ١٤ مِنْ غُفْرَتِهِ لَهُ عَلَى زِنَةِ الْمَفْعُولِ بِالْمَعْنَى
الرَّوْصَى ١٥ مِنْ غُفْرَتِهِ لَهُ عَلَى زِنَةِ الْفَاعِلِ ١٦ مِنْ غُفْرَتِهِ لَهُ أَيْ الْمَفْعُولُ مِنْ مَقَابِلِ فَانْزِلْهُ عَلَى
اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْكَمَالِ الدِّينِيَّةِ وَالْدُنْيَوِيَّةِ ١٧ مِنْ غُفْرَتِهِ لَهُ أَيْ لِيَفِيئَهُ بَعْدَ
الْحَشْرِ وَالْمَاضِي بِاعْتِبَارِ تَعَقُّقِ وَقُوعِهِ الْحَقِّي ١٨ مِنْ غُفْرَتِهِ -



وعلى ظلاله واحبابه الله واصحابه وفيثله الافخم الاكرم ابنه
الغوث الاعظم وعظم وفخم وسلم تسلياً كثيراً كثيراً
وبعد فيقول العبد المتوسل بمولاه ابو الخير محمد المدعو
بنور الله الحنفى القادرى النعمى نور الله ربه وقواه
انه مريض ونص على ان وقت الظهر ينتهى ببلوغ ظل كل
شئ مثله عندهما ومثليه عنده رضى الله تعالى عنهم
سوى فيئ الزوال في عامة المتون الموضوعة لنقل
المذهب وقيل في كثير من الشروح والفتاوى بطل يكون
للشئ عند الاستواء شمالاً او جنوباً ولكن الظل الاستوائى
لا يبقى على قدره بل ينتقص في زمان وينتفى في آخر ويجث
اخر بعد انتفائه في الجهة الأخرى في اخر قبل ميورة
المثلين وذا محسوس معين لا يخفى على معين ولذا
ترى في بعض الازمنة الشمس تاخذ الحيطان الشمالية



له أى فيئ الزوال ١٢ منه غفرله لله فترك حقيقة فيئ الزوال بلا مانع عنها
وعنى المجاز بدون علاقة معتدة بها وايضاً لا معنى على هذا لاضافة فيئ
الى الزوال ١٢ منه غفرله لله فيبلغ مثليه اذا صار كله مثليه على القدر مثلاً
اذا كان الشئ سبعة اقدام والظل الاستوائى تسعة اقدام فيصير مثليه
اذا صار ثلاثاً وعشرين قدماً هذا هو الظاهر من كلام اكثرهم ومنصوص
عليه في كتب بعضهم وقال بعضهم اذا صار بعد الظل الزوالى من رأس الاستوائى
قدر مثلى الشئ يصير مثليه وهذا مع ارتكابه المجازين ومخالفته للاستثناء و
صعوبة معرفته لان الاحتياج غالباً يحدث اخر الوقت فمن اين يعرف موضع
رأس الاستوائى لا يستقيم ايضاً بل يصير المثلان على هذا التفسير في اكثر
ايام السنة قبل المثلين بقدر ويظهر القدر في الصيف وائل الخريف واواخر الربيع
ظهوراً بيناً كما يتبين مما سياتى قريباً ان شاء الله تعالى ١٢ منه غفرله لله أى بدون
انتفاء باعتبار المفهوم المخالف المعتبر في الكتب والمخاطبات ١٢ منه غفرله

من المساجد وامثالها في بلادنا وذلك لان حركة الشمس
في اكثر البلاد عمائية فاد اطلعت ترتفع مائلة الى الجنوب
الى الاستواء وبعده الى الشمال في البلاد الشمالية وفي الجنوبية
على العكس كما لا يخفى على اولى النهى فبقدر هذا ينتقص الظل
بعد فيلزم على هذا التفسير ان يكون اوائل وقت العصر
داخل في وقت الظهر او اخر الظهر في العصر فعلم
ان هذا التفسير غير مستقيم والتفسير الصحيح
المستقيم باعتبار منطوقه الحقيقي انه ظل كل شئ
بعد الدلو بميلان الشمس عن مسامتة خط المشرق
والمغرب جنوبا او شمالا لانه لا يلزم المحذور وهو
فيئ حقيقة والمراد من الزوال امان والشمس عن
مسامتة خط المشرق والمغرب جنوبا او شمالا واما
زوالها عن نصف النهار واما ما كان فالزوال على معناه
الحقيقي وازافة الفيئ اليه اضافة المسبب الى مبه
فان الزوال بالمعنى الاول سبب وجود هذا الفيئ
وبالمعنى الثانى سبب تسمية الموجود بالفيئ والازافة
عهدية على الثانى لانه يكون في هذا الوقت فيئان مختلفان
باعتباره احدهما باعتباره وحده والاخرهما باعتباره

له في مجسم البحار اصله الرجوع فاد فيئ ومنه قيل للظل الكمال فيئ لانه رجوع من الكبر الى
جانب الشرق وفي التفسير الكبير والفيئ في اللغة هو رجوع الشئ الى ما كان عليه من قبل ولهذا قيل
لما تنسخه الشمس من الظل شم يعنى فيئ وفي رد المحتار رقله فيئ بمعنى ان شئ وهو الظل
بعد الزوال سمي به لانه فاد اى رجوع من جهة المغرب الى المشرق وما قبل الزوال انما
يسمى ظللا وقد يستعمل به ما بعده ايضا ولا يسمى ما قبل الزوال فيئا اصلا سراج ونهر
وفي الصراح ما به زوال كزوال الشمس فاقاب باشد ١٢ منه غفر له



مع الاول واللام للعهد على الاول والحقيقة هو الاصل
لا يصار الى السجبان الا لما نفع عنها وههنا الامانة ولا ممانان
بل موانع عن المحباز وممانع واحد يكفي في ترك
الاصل فكيف لا يجب ترك الخلف عند الموانع فثبت
بنص منطوق المتن الحقيقي ما قلنا وما في المتن و
لو مفهوم ما مقدم على ما في الشروح والفتاوى ولو منصوصا
وان الله الهادي وهو الموفق ولهذا لم يصغ الشيخ المحقق
المصدق زين الملة والدين ابن نجيم رحمه الله تعالى
في بحره الى ما قالوا بل صرح بخلافه حيث قال ناقل
عن السراج الوهاج .

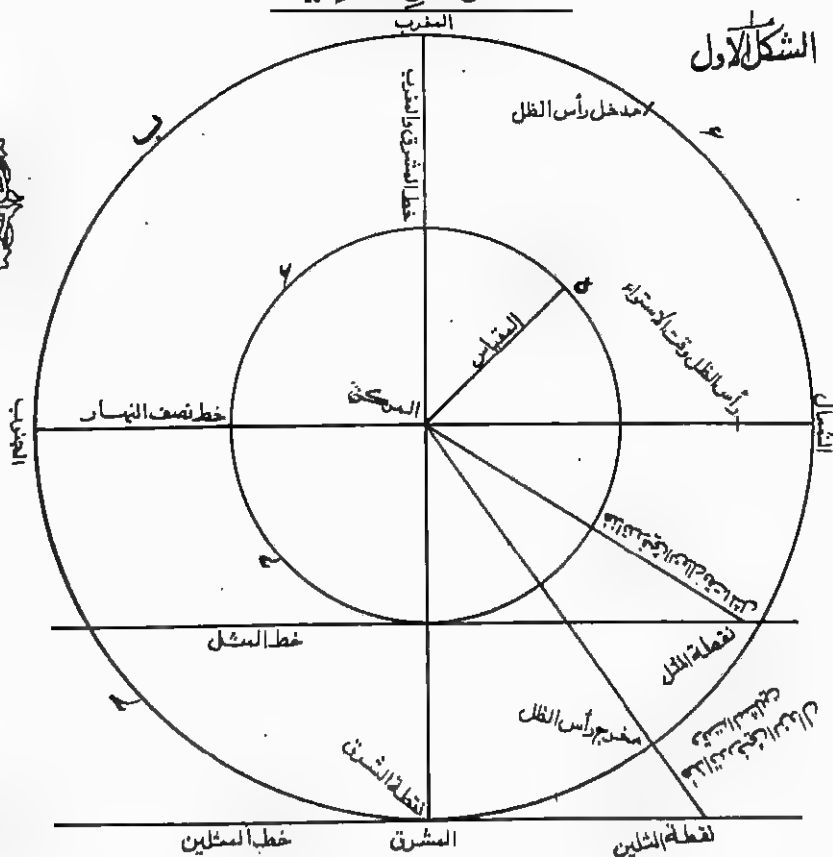
والفئ في اللغة اسم للظل بعد الزوال سمي فئاً
لانه فاء من جهة المغرب الى جهة المشرق اى رجع وبه
اندفع ما قيل ان الفئ هو الظل الذى يكون للاشياء
وقت الزوال انتهى وهذا نص في ما قلت كما ترى فيعتبر
الظل دون ما كان من الفئ وقت قياس المثل والمثلين
كاشا ما كان واين ما كان وان انعدم فيه فالكل فان
قلت اذا كان الفئان مختلفين فلا يعلم قدره فكيف يسقط
عند القياس قلت لترسم الدائرة الهندية بيان تسوى
الارض جدا لترسم عليه دائرة بـ بـ جـ ولينقسم مقياس
قدر ربع قطرها على عين مركزها وظاهر ان ظل
رأسه اول النهار يكون خارجا عن الدائرة فيدخل فضع
على المدخل علامة وكذا يخرج اخر النهار فضع
علامة على المخرج ايضا وصلى منتصفى قوسى محيطها



بخط مستقيم وهذا خط نصف النهار ماؤه على المركز
البنة وارسم ايضا قطرا يقاطعه بالزوايا القوائم وذا خط
المشرق والمغرب وليسم خط مستقيم ماؤه على نقطة
الشرق بحيث يكون بعده عن خط نصف النهار في الجهتين
متساويا ولنسمه بخط المثليين وايضا تخط مستقيما
متقاطعا لنصف خط المشرق والمغرب منصفه الى شرقيا
ولنسمه بخط المثلي و لترسم دائرة اثره على مركز
الاولى هكذا

الدائرة الهندية

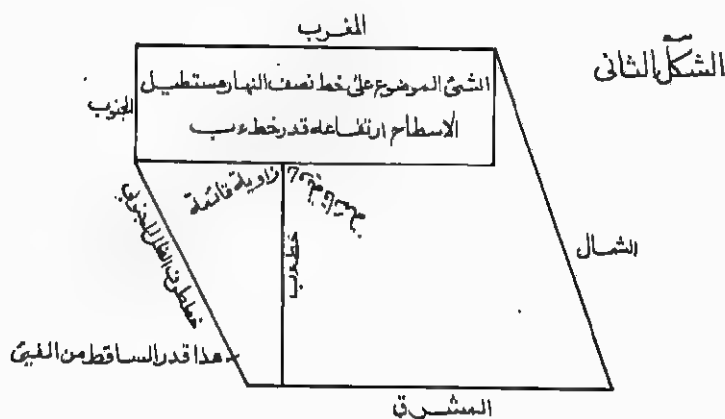
الشكل الاول



فاذا بلغ ظل رأس المقياس على خط نصف النهار فذا وقت
الاستواء ولتعلم على نقطة البلوغ فاذا صار ظل الرأس
شرفيا عن هذا الخط دخل وقت الظهر فاذا بلغ خط المثل
فهذا وقت صيرورة ظل كل شيء مثله لانه لا ييب في ان
فيئ الزوال انما هو باعتبار بعد الشمس وميلانها عن
مسامته خط المشرق والمغرب والا لم يختلف في عصر
ما ولا مصر ما ولا اثر لميلانها عن المسامته الا ميلان الظل
عن عين خط المشرق والمغرب الى الجانب المخالف لميلانها
وعند عدم ميلانها يكون المثل ببلوغ الظل خط المثل
لان بعده من هذا المبلغ الى المركز ربع قطر دائرة عب ج
وهو قدر المقياس فلا بد ايضا عند الميلان ان يكون المثل
ببلوغه خط المثل وقد فيئ الزوال في هذا الوقت ما بين
خط المثل ومحيط دائرة ع ح من الظل لان الزائد بميلان
الشمس هو هذا القدر لانه عند عدم الميلان يكون
المثل ببلوغ الظل محيطها لان بعد المحيط من المركز بمثل
المقياس وعند الميلان لا يصير ببلوغ المحيط بسبب الميلان
بل ببلوغه خط المثل فعلم ان الزائد بالميلان قدر ما
بين المحيط والخط فاذا بلغ خط المثليين فهذا وقت صيرورة
ظل كل شيء مثليه والدليل يتبين مما سبق وما بين خط
المثليين ومحيط ع ب ج قدر فيئ الزوال في هذا الوقت بنحو ما مر
وبالجملة فكلما ابدت معرفة قدر الظل والفيئ فحصل رأس



الظل بنصف خط المشرق والمغرب الشرق بخط مستقيم
 بحيث تحدث قائمة بتلاقيهما وارسم على مركز عرب ج
 دائرة يمر محيطها على نقطة التلاقى فقدر الظل ما بين
 المركز والمحيط من الظل وقدر الفيء ما بين المحيط و
 هذا الخط وطريق الخبر ايسر لمعرفة الفيء وهو ان
 يؤخذ شئ عريض طويل خشبة او غيرها يكون سطحها
 الفرقاني والتحتاني مستويين متوازيين ويوضع على خط
 نصف النهار بحيث يكون احد طرفيه الى الجنوب واخرها
 الى الشمال على الارض المستوية بحيث تحدث من تلاقى سطح
 الشرق مع سطح الارض زاوية قائمة فاذا حدث الظل في
 الجانب الشرقي دخل وقت الظهر فوق الاعتبار يخط
 مستقيم عب فان كان مثل عرضه الشرق مرة فمثل و
 ان مرتين فمثلان ولا حاجة الى اسقاط الفيء لسقوطه بنفسه
 وان شئت معرفة قدر الساقط فاسقط من خط طرف الظل
 الشمالي او الجنوبي مثله فما بقى فهو قدر الفيء هكذا -



وان كان طرفا الظل الجنوبي والشمالي مستويين بخط و ب فهذا
 زمان انعدام الفيء والظل قد يكون مستطيلا وقد يكون مربعا
 وقد يكون معيناً وفي وقت ما شبيها بالمعين والدلائل مما لا
 على الفطن وبعضها متبينة مما ذكرنا فلذا طوبى لكشعاعن
 ذكرها وايضاً لا يخفى ما استبان من طرق المعرفة مما ذكرته
 وهذا اخر ما اردنا ولقد استراح القلم من تحرير المرام
 يوم الاربع تسعة وعشرين المحرم الحرام سنة ستين وثلاثمائة
 بعد الالف من هجرة من تم به الالف صلى الله تعالى عليه و
 سلم والمامل من الكرام ما هو معمول الكرام ان لا يبادر بالانكار
 من دون الاستبصار فان وجد صواباً يطلعني مشاباً وان خللا و
 زلا فلا يمل عن الاخبار ايضاً مللاً وان استتصر وكم في الدين
 فعليكم النصر ان اريد الاصلاح ما استطعت وما توفيقي الا بالله
 عليه توكلت واليه انيب والله يعلم المفسد من المصلح حسبي
 الله ونعم الوكيل واخبر وعوانا ان الحمد لله رب العالمين وصلى
 الله تعالى على سيد الاولين والاخرين خاتم النبيين وآله وصحبه
 وحزبه اجمعين -



قوله الغفران الخبز محمد زور الشافعي غفر له

یہ سالہ مشرقی پاکستان سے آمدہ استفادہ کے جواب میں تحریر کیا گیا



نماز عید نصف النہار حقیقی تک ادا کی جا سکتی ہے

محترم المقام حضرت مولانا صاحب قبلہ رحمہم العالی

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ :-

براہ کرم سوالات کے جوابات تحریر فرما کر رہیں کرم فرمائیں یہاں یہ مسئلہ مندرجہ نہایت معرکہ الادار بنا ہوا ہے جس پر سخت لے دے ہو رہی ہے جو ابی لغافہ مرسل خدمت ہے، رجسٹرڈ روانہ فرمائیں جس کے لئے مزید بچاؤس پیسے کے ٹکٹ جو ابی لغافہ پر چسپاں کر دئے گئے، آنحضرت کو ڈاک خانہ سے ایک رسید رجسٹری لے لی۔ فقط والسلام

چشم براہ :

محمد عید الکرم قادری لکھنؤ غفرلہ مدرسہ عزیز جلالیہ اسلامیہ ڈاک خانہ ملکت گنج
ضلع فرید پور (مشرقی پاکستان)

الاستفتاء

کیا فراتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین حسب ذیل مسائل میں کہ معتبر کتابوں سے



معلوم ہوتا ہے کہ :

نمبر ۱ : نمازِ عیدین کا آخری وقت نصف النہار حقیقی تک ہے۔ اگر نصف النہار حقیقی نماز کے اندر داخل ہو جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی، اس بارہ میں صحیح مسئلہ کیا ہے؟ مکمل تحقیقی دلائل سے توضیح فرمائیں، ایک صاحب کا کہنا ہے کہ ضحوة کبرے یعنی نصف النہار شرعی نماز کے اندر داخل ہونے ہی نماز فاسد ہو جائے گی، یہ قول کہاں تک صحیح ہے؟

نمبر ۲ : ان معتبر کتابوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ٹھیک دوپہر کو یعنی صرف نصف النہار حقیقی کے وقت ہر قسم کی نمازیں ممنوع ہیں لیکن صاحب موصوف کا کہنا ہے کہ نصف النہار شرعی سے نصف النہار حقیقی تک ایک طویل وقت تک ہر قسم کی نمازیں ممنوع ہیں۔ اس مسئلہ میں معتبر مکمل قطعی وظنی دلائل سے وضاحت فرمائیں۔

نمبر ۳ : زوال اور استوار کی کیا تعریف ہے؟ نیز صاحب موصوف نے جو استوار کو ایک طویل وقت یعنی نصف النہار شرعی سے نصف النہار حقیقی تک بتلاتے ہیں، قطعی اور ظنی معتبر مکمل دلائل سے اس کی حل فرمائیں۔ بینا اھذہ المسائل بالادلة الواضحة و توجروا عند الله بالاجور الكاملة و بالله التوفیق والسلام۔

چند معتبر کتابوں کی مزید عبارتیں یہ ہیں :-

(۱) زوال کی تعریف :-

لغایہ شرح ہایہ و فی المبسوط طریق معرفۃ الزوال ات

ینصب عود مستوی فی ارض مستویۃ فما دام ظل العود فی النقصان علما ان الشمس فی الارتفاع لم یزل بعد و ان استوی الظل علم انه حال الزوال فاذا اخذ الظل فی الزیادۃ علم انها زالت فیخط علی رأس الزیادۃ فیکون رأس الخط الی العود فیئنی الزوال۔

(۲) اوقات مکروہہ :-

فی البدایہ، لاتجوز الصلۃ عند طلوع الشمس



ولا عند قيامها في الظهر ولا عند غروبها (ح) ولا عند قيامها في ظهيرة أى وقت وقوف الشمس في نصف النهار - في شرح الوقاية : ولا يجوز صلاة وسجدة تلاوة وصلاة جنانة عند طلوعها وقيامها وغروبها الاصريومه - مجتمعا لانهم : منع عن الصلاة وسجدة التلاوة وصلاة الجنانة عند الطلوع والاستواء والغروب الاصريومه - قد روى لا يجوز الصلاة عند طلوع الشمس ولا عند غروبها الاصريومه ولا عند قيامها في الظهر - منية المصلى : الاوقات التي تكرر فيها الصلاة فخمسة ثلاثة منها يكره فيها الفرض والتطوع وذلك عند طلوع الشمس وعند غروبها الاصريومه ووقت الزوال - مراقى : الاوقات المكروه اولها عند طلوع الشمس الى ان ترتفع وعند استوائها الى ان تنزل وعند اصفرارها الى ان تغرب ويصح اداءها وجب فيها مع الكراهة كجنانة حضرت وسجدة اية تليت فيها كما صح عصر اليوم عند الغروب.

(٣) انتهاء وقت نماز عيدين :-

في الهداية : واذا حلت الصلاة بارتفاع الشمس دخل وقتها الى الزوال واذا زالت الشمس خرج وقتها لان النبي صلى الله عليه وسلم كان يصلي العيد والشمس على قيد رمح او رمحين ولما شهدوا بالهلال بعد الزوال امر بالخروج الى المصلى من الغد (ح) امر بالخروج من الغد ولو كان الاداء بعد الزوال لم يكن للتأخير معنى - في شرح الوقاية : ووقتها من ارتفاع ذكاء الى زوالها (ح) قوله الى زوالها المراد بالزوال الاستواء



فقد یطلق علیه الزوال للمحاورۃ والفاية ههنا خاتمة عن المغیا فان وقت استواء الشمس على نصف النهار ليس بوقت لها فاعلم بعدہ ادنی ان لا یكون وقتا۔ مجتمعا الانہر، وقت صلوة العیدین من ارتفاع الشمس قدر رمح ورمحین الى استواء الشمس والفاية غیر داخلۃ فی المغیا فاذا استوی الشمس على نصف النهار خرج وقت صلوة العید۔ قد روی، فاذا حلت الصلوة بارتفاع الشمس دخل وقتها الى الزوال فاذا زالت الشمس خرج وقتها (ح) قوله الى الزوال أى قبل نصف النهار لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم كان یصلی العید والشمس على قید رمح اور محین وقوله فاذا زالت الشمس خرج الخ لما روی انہم لما شہدوا بالہلال بعد الزوال امر بالخروج الى المصلی من الغد ولوحان الاداء بعد الزوال لم یکن للتأخیر معنی۔ کبیری مجتبیٰ، وابتداء وقت صلوة العید من ارتفاع الشمس قدر رمح اور محین الى زوالہا بالابنہ، تا پیش انذوال وقت نماز عیدین است (ح) و مراد ان زوال عین نصف النهار است مجازا کہ مبداء زوال می باشد نہ انتقال آفتاب از خط نصف النهار جانب مغرب کہ آل ابتداء سے وقت ظہر است۔

المستفی



محمد کمال الدین غفرلہ امام دارالسلام جامع مسجد مقام ملفت گنج
ڈاکٹر احسانہ ملفت گنج، ضلع فرید پور (مشرقی پاکستان)
مورخہ یکم ربیع الاول ۱۳۸۹ھ

سہ لمجاہدہ العبارۃ فی الکبیری ۱۲ ابو الخیر النعمی غفرلہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله الذي جعل الليل والنهار خلفة لمن اراد ان يذكر او اراد شكورا وارسل نبيه و نجيته وصفيه محمد صلى الله تعالى عليه وسلم لتعبد ربنا في جميع الاوقات عسودا ودهودا وجعل لنا العيدين ووسّعت وقتها ليزيدنا بهجة وسرورا وتفضل بالدعوة العظيمة من الذكر والصلوات والضحايا الى ما بعد الضحوة الكبرى فصلى الله تعالى على حبيبہ الاعلى وعلى الہ واصحابہ مصابيح الهدى وبارک وسلم دائما ابدا في الآخرة والاولى۔



عیدین کی نماز کا آخری وقت واقعی نصف النہار حقیقی تک ہے۔ اگر نماز عیدین حقیقی نصف النہار ہو جائے تو فاسد ہو جائے گی اور ضحوة کبرئے کا دخول مفسد نہیں بلکہ ضحوة کبرئے میں عیدین اور باقی قسم کی نمازیں بلا شک و شبہ و ریب یقیناً جائز ہیں۔ یہ جواز قرآن کریم کی آیات کثیرہ اور بکثرت احادیث شہیرہ اور تصویف فقہیہ وغیرہ سے روز روشن کی طرح ثابت ہے۔

الآیات الشریفة

۱ : وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى

الْمُشْعَبِينَ ﴿٥٠﴾ (البقرة)

۲ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ

رَحِيمٌ الصَّابِرِينَ ﴿٥٣﴾ (سورة البقرة)



ان آیتوں میں نماز سے مدد لینے کا حکم دیا گیا ہے چنانچہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جب کوئی سخت مہم پیش آتی تو نماز میں مشغول ہو جاتے کمافی احادیث اب داؤد وغیرہ وقد ذکرھا المفسرون فی التفساسین یہ امر استمعینا مطلق ہے اور انسان ہر وقت محتاج ہے اور استغانت کا ضرورت مند ہے لہذا ہر ایسے وقت میں یہ استغانت جائز ہے جس میں نماز پڑھنے سے اللہ تعالیٰ یا اس کے نائب اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ممانعت نہ ہو اور یونہی الصلوة بھی طلق ہے لہذا ہر نماز سے استغانت جائز ہے اور چونکہ ضحوة کبرئے سے نصف النہار حقیقی کے قبل تک کسی نماز سے کوئی آیت یا حدیث منع نہیں فرماتی لہذا لہ جائز ہوگی اگرچہ نماز بعد ہو۔

۳- اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاَعْبُدْنِیْ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِکْرِیْ ۝ (سورة طہ)

اس میں حکم ہے کہ میری یاد کے وقت نماز قائم کرو۔ تفسیر درمثور ص ۲۹۳ جلد ۴ طبع مصر میں ہے اخرج احمد وعبد بن حمید والبخاری ومسلم وابوداؤد وابن مردويه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اذا وقد احكم عن الصلوة او شغل عنها فليصلها اذا ذكرها فان الله قال اقيم الصلوة لذكرى۔ یعنی محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی تمہارا نماز سے سوجائے یا غافل ہو جائے تو جب اسے یاد کرے پڑھ لے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اقيم الصلوة لذكرى۔

اور اس مضمون کی اور حدیثیں بھی کتب احادیث و تفاسیر میں بکثرت ہیں۔ یہ امر بھی مطلق ہے اور نماز بھی مقید نہیں تو ہر ایسے وقت میں پڑھ سکتا ہے جس میں شرعاً کوئی ممانعت نہ ہو اور چونکہ نصف النہار حقیقی سے پہلے نماز عید سے منع نہیں فرمایا گیا تو یقیناً جائز ہوگی۔ اور اسی آیت کی دلالت النص سے یہ بھی یقیناً ثابت ہے کہ اگر کسی واقعی عذر کی وجہ سے نماز میں دیر ہو جائے تو وقت کے آخری حصہ میں بھی ادا کرنا جائز ہے وذا ظاہر من ان یظہر۔

۴- اِنَّ آيَةَ الذِّیْ یَسْتَهْیِیْ عِبْدًا اِذَا صَلَّی ۝ (سورة العلق)

ان دو آیتوں میں نماز پڑھنے سے منع کر لے کی مذمت ہے لہذا کسی وقت میں کسی شخص کو نماز پڑھنے



سے جبکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب، کرم علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع نہ کیا ہو، اپنی طرف سے منع کرنا ناجائز ہے
وحيث لا منعم عن صلوة العسدين في الضحوة الكبرى فتجوز ولا يجوز ان
يمنع عنها

الاحاديث المنيفة

۱۔ حضرت عقب بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان ساتھیوں میں سے کسی کو نہ دیکھا جو اپنی طرف سے منع کرنا ناجائز سمجھے
وہم ہمیں ان میں نماز پڑھنے سے یا اپنے مردوں کو ان میں دُفن کرنے سے منع فرماتے تھے جب سورج چمکتا
ہوا طلوع ہوتا ہے حتیٰ کہ بند ہو جائے اور حین يقوم قائم الظہیرۃ حتی تمیل الشمس
جب کھڑا ہو جاتا ہے اور پہرہ کا کھڑا ہونے والا حتیٰ کہ سورج ڈھلے۔ اور جب جھکے سورج غروب کے لئے خفی کہ
غروب ہو جائے۔ (صحیح مسلم ۲۷۷ جلد ۱ ص ۱۷۷ المطابع، سنن ابی داؤد ۴۷۷ ص ۱۷۷ المطابع، نسائی ۹۵،
مسند جلد ۱ ص ۱۷۷، ترمذی ۱۷۷ ص ۱۷۷ المطابع، ابن ماجہ ۴۷۷ جلد ۱، شرح معانی الآثار طحاوی ص ۲۷۷
جلد ۱ رحیمیہ بی، ابوداؤد طیالسی ۳۵۷ دائرة المعارف، بیہقی ۴۷۷ جلد ۲ دائرة المعارف، دارمی ۲۷۷
جلد ۱ طبع المدینۃ المنورة)

امام حمی استنوری شرح میں فرماتے ہیں قرلہ حین يقوم قائم الظہیرۃ
الظہیرۃ حال استواء الشمس ومعناه حین لا یبقی للقائم فی
الظہیرۃ ظل فی المشرق ولا فی المغرب۔ لسان العرب ص ۲۷۷ جلد ۱ طبع بیروت،
نہایہ ص ۳۲۷ جلد ۳ طبع مصر، الدر النثر ص ۳۲۷ جلد ۳ طبع مصر ہے قام قائم الظہیرۃ
ای قیام الشمس وقت الزوال من فولہم قامت بہ دا بیتہ ای وقفت
والمعنی ان الشمس اذا بلغت وسط السماء ابطأت حركة الظل الى
ان تنزل فیحسب الناظر المتأمل انها قد وقفت وهي سائرة
لکن سیرا لا یظهر لہ اثر سریر کمما یظهر قبل الزوال وبعده
وینال لذلك الوقوف المشاہد قام قائم الظہیرۃ۔ مرقاۃ ص ۴۲۷ جلد ۱
امدادیہ لبنان، میں ہے قلت هذا هو المعتمد قال الطییب الشمس اذا بلغت



وسط السماء ابطأت حركة الظل الى ان تزول فيتخيل للناظر المتامل انها وقفت وهي سائرة قلت قال تعالى وَشَرَى الْجِبَالُ تَحْسَبُهَا حَبَا مَذَّةً وَهِيَ كَمَثَرُ الدُّخَانِ والله تعالى اعلم بالصواب قال النووي معناه حين لا يبقى للقائم في الظهيرة ظل في المشرق والمغرب قال ابن حجر الظهيرة هي نصف النهار قائمها اما الظل وقيامه وقوفه من قامت به دابته وقفت والمراد بوقوفه بطؤ حركته الناشئ عن بطئ حركة الشمس حينئذ باعتبار ما يظهر للناظر ببادي الرأي والا فهي سائرة على حالها واما القائم فيها لانه حينئذ لا يميل له ظل الى جهة المشرق ولا الى جهة المغرب انتهى ما في المرقاة - زهر الربيع شرح سنن نسائي للسيوطي عليه الرحمة ١٥٠ جلد ١ میں ہے قائم الظهيرة قائم الظل الذي لا يزيد ولا ينقص في رأي العين و ذلك يكون منتصف النهار حين استواء الشمس وقال في النهاية اي قيام الشمس وقت الزوال للشرح منہدی علی النسائی ١٥٠ جلد ١ میں ہے ای یقف الذی یقف عادة عند الظهيرة حسب ما یرى ویظهر فان الظل عند الظهيرة لا یظهر له حركة سريعة حتی یظهر بمראی العين انه واقف - نیز اسی شرح منہدی ٢٨٣ جلد ١ میں ہے ای یقف ویستقر الظل الذی یقف عادة عند الظهيرة حسب ما یرى فان الظل عند الظهيرة لا یظهر له حركة سريعة حتی یظهر بمראی العين انه واقف وهو سائر حقیقة والمراد عند الاستواء اور یونی شرح صحیح بخاری کرامی ١٤٠ جلد ١٣ ، فتح الباری ٢٨٤ جلد ١ ، معنی ٥٢٢ جلد ١ ، قسطلانی ١٠٤ جلد ١ ، منہدی علی البخاری ١٥٠ جلد ٢ میں بھی ذرا اختصار سے ہے ۔

ان عبارات کا حاصل یہ ہے کہ عین دوپہر کے وقت جب سورج وسط السماء میں پہنچتا ہے تو سائے



کی حرکت سورج ڈھلنے تک آہستہ ہو جاتی ہے تو غور کرنے والے کو بھی یہ گمان ہوتا ہے کہ سورج ضرور ظہر گیا ہے حالانکہ وہ چل رہا ہوتا ہے مگر اس چلنے کا ایسا ظہر نہیں ہوتا جیسے ذوال سے پہلے اور چمچے ظاہر ہو کر تا ہے اور سورج کے اس ٹھہر جانے کو جو صرف ظاہری نظر سے معلوم ہوتا ہے قاضی الظہیرۃ کہا جاتا ہے اور اس وقت کھڑا ہونے والے کا سایہ مشرق کی طرف باقی نہیں رہتا اور نہ ہی مغرب کی طرف ہوتا ہے یعنی سورج وسط سماء میں سر کے اوپر برابر ہوتا ہے۔ مرقاة میں فرمایا وذلک کلام کسایۃ عن وقت استواء الشمس فی وسط السماء طحاوی علی المراتی مثل طبع مصر میں اس حدیث کے ماتحت فرمایا وهو وقت الاستواء فالمعنی عند استوائها حتی تذول تبیین الحقائق مث طبع مصر میں ہے اذا وقف ای الظل ولم ینقص ولم یزد فہو قیام الظہیرۃ۔ اس کا حاصل بھی وہی ہے۔ اس حدیث سے واضح طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ نصف النہار حقیقی یعنی جس وقت سورج سر پر ہو صرف اسی وقت نماز ناجائز ہے اور اس سے پہلے ناجائز نہیں۔



۲۔ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث طویل میں ہے کہ محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبح کی نماز پڑھو، پھر نماز سے رک جاؤ حتیٰ کہ سورج طلوع کرے اس حد تک کہ بلند ہو جائے۔ اس لئے کہ سورج شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان طلوع کرتا ہے اور اس وقت کافر سورج کے لئے سجدہ کرتے ہیں ثمصل فان الصلوة مشہودۃ محضوۃ حتی یتقل الظل بالرمح ثم اقصر عن الصلوة فان حیث ینذ تسجرجہنم پھر نماز پڑھو اس لئے کہ نماز مشہودہ محضوۃ ہے یعنی فرشتے اس نماز میں حاضر ہوتے ہیں اس حد تک کہ سایہ نیزنے کے ساتھ مستقل ہو جائے پھر نماز سے بند ہو جاؤ اس لئے کہ اس وقت جہنم بھڑکایا جاتا ہے پس جس وقت سایہ ڈھلے تو نماز پڑھو اس لئے کہ وہ نماز مشہودہ محضوۃ ہے حتیٰ کہ عصر پڑھو پھر نماز سے بند ہو جاؤ حتیٰ کہ سورج ڈوب جائے اس لئے کہ وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان ڈوبتا ہے اور اس وقت کافر اس کو سجدہ کرتے ہیں۔ "اسلم شریعت ص ۲۷۶ جلد ۱، سنن بیہقی ۷۵۵ جلد ۲) علامہ

نوری فرماتے ہیں معنی يستقل الظل بالرمح ای يقوم مقابلہ فی جہۃ الشمال لیس مائلا الی المغرب ولا الی المشرق و ہذہ حالت الاستواء ونقل عنہ القارئ علیہ الرحمة فی المرقاة المفہدہ مقرا۔

مجمع البحار کشوی ص ۱۶۸ جلد ۳ میں ہے بمعنی یرتفع الظل معہ ولا یقع منہ علی الارض شیء اذ الباء بمعنی فی ای یرتفع فی الرمح۔ اور کلمہ مجمع البحار ص ۱۶۸ میں ہے یرتفع الظل معہ ولا یقع علی الارض منہ شیء من استقلت السماء ارتفعت الخ اور یونہی مرقات ص ۱۶۸ جلد ۳ میں بھی ہے نیز مرقات میں ہے ای حتی یرتفع الظل مع الرمح او فی الرمح و لم یبق علی الارض منہ شیء۔ نیز اسی میں ہے قال ابن الملک یعنی لم یبق ظل الرمح۔ نیز مجمع البحار ص ۱۶۸ جلد ۳، نہایہ ص ۳۳ جلد ۳، الدر النثر ص ۱۶۸ جلد ۳ میں بالفاظ متقاربہ ہے والنظم من النہایۃ ای حتی یبلغ ظل الرمح المغروس فی الارض ادنی غایۃ القلۃ والنقص لان ظل کل شیء فی اول النہار یكون طویلا ثم لا یزال ینقص حتی یبلغ اقصرہ وذلک عند انتصاف النہار۔ نیز نہایہ اور مجمع میں ہے والنظم منہا و ہذا الظل المتناہی فی القصر هو الذی یسمی ظل الزوال ای الظل الذی تنزل الشمس عن وسط السماء وهو موجود قبل الزیادۃ نیز مرقات میں فرمایا وروی حتی یستقل الرمح بالظل ای یرفع الرمح ظلہ فالباء للتعبدیۃ وعلی الروایتین هو محجاز عن عدم بقاء ظل الرمح علی الارض وذلک یكون فی وقت الاستواء۔

ان سب عباراتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ حتی یستقل الظل بالرمح سے مراد یہ ہے کہ ایسا نیزہ جس کو زمین میں بالکل سیدھا گاڑ دیا جائے اور سورج کے بند ہوتے ہوئے اس کا سایہ مغرب کی طرف سے کم ہوتا ہوتا بالکل مٹ جائے اور مغرب و مشرق دونوں سمتوں میں سایہ نہ ہو تو یہ وقت نماز منع ہونے کا ہے۔ البتہ اس وقت صرف شمال کی طرف ہی عموماً سایہ رہتا ہے جس کو ظل الزوال



یافئ الزوال کہا جاتا ہے جو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ اور ان کے حوالی میں بعض دلوں میں نہیں پایا جاتا۔
 حدیث پاک میں بالخصوص نیز سے اور سائے کا ذکر اس لئے فرمایا کہ عرب کی عادت تھی کہ وقت
 کی پہچان کے لئے اپنے نیروں کو زمین میں سیدھا گاڑ دیتے تھے پھر ان کا سایہ دیکھتے تھے۔ مرتبہ مسئلہ
 جلد ۳ میں ہے وتخصیص الرمح بالذکر لان العرب كانوا اذا اردوا معرفة
 الوقت وكذا وادما هم في الارض شغلوا نظرهم الى ظلهم۔ اور تہا یہ، در تہر،
 جمع لہجہ کی مذکورہ عبارت میں ظل الرمح المنسوب في الارض الخ میں بھی اسی عادت عرب
 کی طرف اشارہ ہے۔ یہ ایسی عوامی دانش گھڑی ہے جس میں کسی کی بیشی کا احتمال تک بھی نہیں، اس کی چال
 بروقت صحیح رہتی ہے اور بالکل عام فہم ہے۔ الحاصل اس حدیث پاک سے مس وشمس کی طرح واضح ہو رہا
 ہے کہ صرف نصف الزمان حقیقی کے وقت ہی نماز ناجائز ہے اور اس سے پہلے ضحوة گہری میں جو نماز پڑھی جائے
 وہ جائز و مقبول ہے۔ اس نماز کے لئے رحمت کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں نیز اسی حدیث میں سنن
 ابوداؤد ص ۱۸۱، سنن بیہقی ص ۲۵۵ جلد ۲ میں حتی يستقل الظل بالرمح کے عوض
 حتی يعدل الرمح ظلہ ہے۔ اس کا حاصل معنی بھی وہی ہے۔ اور سنن ابن ماجہ ص ۳۹۶
 میں اسی حدیث میں حتی يقوم العمود على ظلہ ہے جو معنی مذکور کی اور زیادہ وضاحت
 کرتا ہے۔ نیز اسی حدیث شریف میں ثم حصل فان الصلوة مشهودة محضوۃ کی بجائے
 سنن ابوداؤد اور سنن بیہقی کی دوسری روایت میں صل ماشئت فان الصلوة مشهودة
 مکتوبہ ہے۔ ابن ماجہ میں ثم حصل ما بدا لك ہے، ان کلمات مبارکہ ثم حصل ماشئت
 اور ما بدا لك میں ضحوة گہری میں جو نماز اور عموم نماز کی تصریح ہے۔

۳۔ حضرت صفوان بن عطل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر سوال
 کیا کہ رات اور دن کے وقتوں میں کیا کوئی ایسا وقت ہے جس میں نماز مکروہ ہو؟ تو حضور نے فرمایا ہاں جس
 وقت صبح کی نماز پڑھو تو سورج کے طلوع تک نماز نہ پڑھو اس لئے کہ سورج شیطان کے دو پیگوں کے دریاں
 طلوع کرتا ہے ثم حصل فالصلوة محضوۃ متقبلة حتی تستوی الشمس
 علی رأسك كالرمح فاذا كانت علی رأسك كالرمح فبدء الصلوة فان



تلك الساعة تسجد فيها جهنم وتفتح فيها ابوابها حتى تزيغ الشمس عن حاجبك اليمين. یعنی بعد ازاں نماز پڑھو اس لئے کہ وہ نماز معصومہ متقبلہ ہے حتیٰ کہ سورج تمہارے سر پر نیزے کی طرح برابر ہو جائے، پس جب تمہارے سر پر نیزے کی طرح ہو تو نماز چھوڑ دو، اس لئے کہ بیشک وہ ایسا وقت ہے جس میں جہنم بھڑکایا جاتا ہے اور اس کے دروازے کھولے جاتے ہیں حتیٰ کہ سورج تمہارے دائیں ابرو سے ڈھل جائے۔ پس جس وقت ڈھل جائے تو اس وقت کی نماز معصومہ متقبلہ ہے حتیٰ کہ عصر پڑھو، پھر نماز چھوڑ دو سورج ڈوبنے تک (ابن ہبیرہ رحمہ اللہ) یہی حدیث مستند کلمہ چارم دائرہ معارف اور سنن بیہقی ۴۵۵ ج ۲ طبع الدائرہ میں بالکل انہی کلمات مبارکہ کیساتھ ملتی جلتی ہے جس کے متعلق حاکم نے فرمایا صحیح الاسناد اور علامہ ذہبی نے فرمایا صحیح، اور یحییٰ مسند امام احمد ۳۱۶ طبع بیروت اور مجمع الزوائد طبع بیروت ج ۲۲۲ میں ہے جس کے کلمات متعلقہ ہیں فاذا طلعت فصل فان الصلوة محصورة متقبلة حتى تعدل على رأسك مثل الرحا واسكن متعلق مجمع میں فرمایا رواه عبد اللہ بن زید الدائری فی المسند ورجالہ رجال الصحیح الخ نیز مجمع الزوائد ۲۲۲ جلد ۲ میں بھی یہ حدیث مذکور ہے جس میں فاذا دنت للزوال فارہا ہے قال فی المجموع رواه الطبرانی فی الکبیر ورجالہ موثقون۔ اس حدیث پاک سے بھی یہی ثابت ہو رہا ہے کہ عین دوپہر کے وقت نماز ناجائز ہے اور اس سے پہلے جائز اور ایسی مقبول ہے کہ اس کے لئے فرشتے حاضر ہوا کرتے ہیں۔



۴۔ مسند امام احمد بن حنبل ۳۳۳ جلد ۲ حضرت مرہ بن کعب یا کعب بن مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ ان کے سوال پر حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا رات کی نماز مقبول ہے صبح کی نماز ادا کرنے تک پھر نماز (نفل) نہیں حتیٰ کہ سورج طلوع کرے اور ایک یا دو نیزے کے قدر ہو جائے شمس الصلوة مقبولة حتى يقوم الظل قيام الرمح شمس الصلوة حتى تنزل الشمس یعنی ایک دو نیزہ سورج بلند ہو نیکی بعد نماز مقبول ہے حتیٰ کہ سایہ نیزہ کے کھڑا ہونے کی طرح کھڑا ہو جائے، سایہ مشرق و مغرب میں نہ ہو، پھر نماز نہیں حتیٰ کہ سورج ڈھلے پھر نماز مقبول ہے حتیٰ کہ عصر پڑھ لی جائے پھر سورج کے غروب ہونے تک نماز نہیں۔ پھر اسی مسند طبع مصر کے ج ۲۲۲ میں حضرت کعب بن مرہ سے بغیر کسی شک کے بعینہا یہی کلمات مبارکہ ثم الصلوة مقبولة الخ میں اور مجمع الزوائد ۲۲۵ ج ۲ میں اس حدیث کے ذکر کرنے کے بعد ہے دو احمد من طریقین

احدہما ہذہ والاخری عن سالم عن رجل عن کعب بن صفة
البہزی من غیر شک وقال حتی یصلی الصبح بدل حتی یطلع الصبح
وکذلک رواہ الطبرانی فی الکبیر ورجالہ رجال الصحیح الا ان الاسناد

الثانی فیہ رجل لم یسم .

۵ حضرت عبداللہ الصنابحی سے ہے دو صحابی ہیں یا جلیل ، لغز تابعی ، کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک سورج طلوع کرتا ہے حالانکہ اس کے ساتھ قرن شیطان ہوتا ہے پس جب بلند ہو تو الگ ہو جاتا ہے پھر اذا استوت قارنہا جس وقت استواء کرے (یعنی بالکل سر پر آجائے)

تو اس کے نزدیک ہو جاتا ہے پس جس وقت ڈھل جائے تو الگ ہو جاتا ہے پھر جس وقت غروب کے قریب ہو جائے تو نزدیک ہو جاتا ہے پس جس وقت ڈوب جائے تو الگ ہو جاتا ہے ونبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الصلوة فی تلك الساعات اور حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

ان وقول میں نماز سے منع فرمایا رواہ الامام مالک فی الموطا بطبع رحیمہ ص ۲۰ و

الامام محمد فی الموطا (طبع بیروتی) صف ۱ والبیہقی فی السنن ص ۳۵ جلد ۲

والامام الشافعی فی الام (طبع مصر) مسند امام احمد ص ۳۳۸ ابن ماجہ ص ۳۹ جلد ۱ میں اس حدیث

میں اذا استوت قارنہا کی بجائے فاذا كانت فی وسط السیما قارنہا ہے

جو مترادف کا معنی اور زیادہ واضح کر رہا ہے۔ ابن ماجہ کے محشی نے لکھا ہے فی الزوائد

اسنادہ مرسل ورجالہ ثقات۔ نیز زرقانی شرح موطا بطبع مصر ص ۳۶ جلد ۱ میں ہے ان

الحديث صحيح بلا شك اذ رواه ثقات مشاهير وعلى تقدير

انه مرسل فقد اعتضد باحاديث عقبه وعمرو وقد صححهما

مسلم كما رأيت وبحديث ابی هريرة۔ نیز اسی میں ہے قال یحییٰ بن معین

عبداللہ الصنابحی روی عنہ المدنیون یشبه ان له صحبة وقال ابن

السکین یقال له صحبة مدنی اور یونہی تہذیب التہذیب ص ۱۹۷ جلد ۶ دائرة المعارف

میں ہے۔ اور جس طرح ان کے صحابی یا تابعی ہونے میں اختلاف ہے یونہی ان کے نام میں بھی اختلاف ہے کہ



عبداللہ ہے یا عبدالرحمن کما فی التہذیب وغیرہ، اور کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ ابن ماجہ میں روایت ہے، اور باقی حضرات کی روایت میں عبداللہ ہے مگر یہ اختلاف قلماً مضرباً نہیں کہ اقدیر میں ماہیت پر تو کیا ہے کہ کوئی حرج نہیں اور پوچھی تالیبی ہوئے کی صورت میں بھی کیونکہ وہ جلیل القدر ہیں، اقرب التامیذ میں ہے ثقہ من كبار التابعین، اور یہ تو مسلم ہے کہ المرسل حجة عندنا اور امامنا، واثبات کمالاً جبکہ معنوں و معنی ایک ہر قطعاً مضرب نہیں، اور زرقانی نے اس حدیث کی تصحیح بالتحلیل کی ہے کما مر وقد استدلل به فقہاءنا المظام کما فی المبسوط والبدائع والفتح والکبیری فعلیہ الاعتماد۔

۴۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کن انہی عن الصلوة عند طلوع الشمس وعند غروبها ونصف النهار رواہ الطحاوی فی شرح معانی الآثار ص ۲۷ جلد ۲، نیز مجمع الزوائد ص ۲۷ جلد ۲ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے واذا انصف النهار فتحت لها ابواب جہنم رواہ الطبرانی فی الکبیر و اسنادہ حسن۔ اس نصف النہار سے بھی نصف النہار حقیقی ہی مراد ہے لان الاحادیث یفسد بعضها بعضاً۔ بہر حال ان احادیث شریفہ سے روز روشن کی طرح ثابت ہوا کہ نصف النہار حقیقی کی وقت ہی نماز ممنوع ہے اور نصف النہار حقیقی سے پہلے جائز ہے اور باعث ثواب ہے اگرچہ بخیر کبرے میں ہی ہو اور یہ حکم عام ہے تو نماز عید کو بھی شامل ہے۔

التَّصَوُّصُ لِفَقْهِيَّهِ

انہی احادیث مبارکہ کے حکم سے ہمارے امام غفرلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک نماز نصف النہار حقیقی ہی میں مکروہ تحریمی ہے۔ ہمارے فقہائے نظام نے اس وقت کو چار مختلف عنوانوں سے ذکر فرمایا ہے:

۱۔ عند قیام الشمس فی الظہیر (جو حدیث حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ سے مستفاد ہے)۔

۲۔ عند استواء الشمس (جو حدیث صناعی وغیرہ سے مستفاد ہے)

۳۔ عند الانصاف (جو حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ سے مستفاد ہے)

۴۔ وقت الزوال (جو حضرت صفوان بن معطل کی روایت طبرانی اور حدیث عقبہ بن عامر کے بموجب

وغیرہ میں اس حدیث کے کلمات میں وعند ذوالہا حتی تزول ہے، سے ماخوذ ہے،

مختصر القدوری ص ۱۷۱ مع لطایع، متن ہدایہ تجلیاتی ص ۶۸ میں ہے لا تجوز الصلوة عند

طلوع الشمس ولا عند قیامها فی الظہیرة ولا عند غروبها۔ ہدایہ

میں فرمایا لحدیث عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ثلاث

اوقات نہانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نصلی وان نقبر

فیہا موتانا الخ وقرره فی فتح القدیر ص ۲۰۱ جلد ۱ طبع مصر بذكر حدیث

عقبہ والصناعی وایضا قرره فی الکفاية والعناية شرحی الہدایة

ص ۲۰۱ جلد ۱ طبع مصر والجمرة النيرة ص ۱۷۱ جلد ۱۔ نیز فتاویٰ مرہیہ ص ۱۷۱ میں ہے

عند طلوع الشمس وقیام الظہیرة والغروب۔ وقایہ مع الشرح طبع غلام رسول لاہور

ص ۱۷۱ جلد ۱، نقایہ مطبوع مع جامع الرموز کشوری ص ۱۷۱ میں ہے عند طلوعها وقیامها و

غروبها شرح وقایہ ص ۱۷۱ جلد ۱ میں ہے واما سائر الصلوات فلا یجوز فی

الاقوات الثلاثة لحدیث النہی۔ بدائع ص ۲۹۵، ۲۹۶ جلد ۱ طبع مصر میں ہے والثانی

عند استواء الشمس الی ان تزول۔ اور احادیث حضرت عقبہ اور صناعی سے استدلال فرمایا

کنز الدقائق اسلام پریس لاہور ص ۱۷۱، غرور در مسیح طبع دار السعادة، ملتی الاثر ص ۱۷۱، مطبوع عامرہ مصر،

مع الشرعین میں ہے والنظم منه عند الطلوع والاستواء والغروب۔

ملتی الالبخر ص ۱۷۱ میں فرمایا ای وقت وقوف الشمس فی نصف النهار۔ در میں فرمایا

للنہی الوارد عنہا فی الحدیث الخ۔ عینی شرح کنز ص ۱۷۱، تبیین الحقائق ص ۱۷۱ جلد ۱ میں حدیث

حضرت عقبہ بن عامر سے استدلال فرمایا۔ بحر الرائق ص ۱۷۱ جلد ۱ طبع مصر میں فرمایا لما رواہ الجماعة

الا البخاری من حدیث عقبہ بن عامر الیہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ



پھر فرمایا والنہی فی حدیث عقبہ من الاول فكان الثابت بہ کراۃ التحرم
بعد ازاں حدیث مناجی سے بھی استدلال فرمایا۔ نورالایضاح اور مرآۃ الفلاح مثلاً طبع مفرغ لاماشیۃ
المططاوی میں ہے (و) الثانی «عند استواشہا» فی بطن السماء (الی ان تنزل)
علامہ مططاوی نے فرمایا وعلامتہ ان یمتنع الظل عن القصر ولا یأخذ فی
الطول، پھر مرآۃ میں حضرت ابن عارضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے استدلال فرمایا جس میں ہے وعند
ذوالہا مططاوی نے اس کی شرح میں فرمایا ای قرب ذوالہا وهو وقت الاستواء
فالمعنی عند استواشہا حتی تنزل۔ کبیری شرح نمبر ۲۲۳ میں ہے عند
طلوع الشمس واستواشہا وغروبہا۔ تنویر الالبصار ص ۳۹ مطبوع مع الدربح صحیح
میں ہے مع شروق واستواء وغروب۔ مططاوی علی الدرر ص ۱۸۰ جلد اول طبع مصر میں ہے:
قولہ واستواء ای استواء الشمس فی کبد السماء۔ اور مططاوی ص ۱۴۳
جلد اول میں کبد السماء کی تفسیر یہ ہے ای وسط السماء بحسب ما یظہر لنا
فتاویٰ قاضی خان ص ۳۵ کشوری، خلاصۃ الفتاویٰ ص ۶۹ مطبوعہ قصیر خوانی بازار پشاور میں ہے وعند
الانتصاف الی ان تنزل الشمس نیز خلاصۃ الفتاویٰ ص ۶۸، غنیۃ المصلی ص ۱۴ میں ہے
والمنظم من الخلاصۃ الصلوۃ فی وقت طلوع الشمس والزوال
والغروب بیکہ۔ فتاویٰ جالگیر ص ۱۵۸ میں ہے الاوقات السکر وہ من الزوال و
تغیر الشمس للغروب اور طلوعہا کبیری ص ۲۳۵ میں حضرت عقیب بن عامر اور مناجی کی حدیث
سے استدلال فرمایا ہے۔

ان فقہوں فقہیہ سے ماہ نیم ماہ و مہر نیم روز کی طرح نمایاں ہو رہا ہے کہ ہر قسم کی نمازیں اوقات شکر میں
مکروہ تحریمی ہیں اور نصف النہار میں یہ کراہت صرف اس وقت ہے جب کہ سورج اور سایہ قائم معلوم
ہوتے ہیں اور سورج وسط سما میں سر رہے ہوئے ہے جبکہ مشرق یا مغرب میں سایہ بالکل نہیں ہوتا جیسے کہ عادت
شریفہ سے ثابت ہوتا ہے۔ احادیث اصول ہیں اور نصوں فقہیہ فروغ اور کوئی فرع اپنے اصل کے خلاف
نہیں ہوتی تو یہاں بھی نصف النہار حقیقی ہی میں کراہت ثابت ہوتی ہے اور یہ بھی نظر رکھ کر روایات فقہیہ



میں تخصیص بالذکر کر کے مساوی حکم کی نفی کرتی ہے۔ شرح الوقایہ جلد ۲ میں ہے لا خلاف فی ان التخصیص بالذکر فی الروایات یدل علی نفی للحکم عماعداہ لہذا ضحوة کبرئیں میں جواز ثابت ہوا اور ضحوة کبرئیں میں کراہت کا حکم کسی کتاب میں ہرگز نہیں۔ اور قنبدہ و قنبدہ فی غیر معتبر میں اور کسی مناکح کا احتمالی رنگ میں کہنا جس کا معنی ہی غلط ہو، حکم نہیں بن سکتا کما سیجی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

یہ نصوص فقہیہ تو عام ہیں اور ہر قسم کی نماز کے متعلق ہیں۔ اب نماز عید کے متعلق بالخصوص نصوص فقہیہ پیش کی جاتی ہیں اور چونکہ اس مسئلہ میں عید اور باقی نمازوں کا ایک ہی حکم ہے تو اس لحاظ سے پہلی نصوص کی طرح ان سے بھی تمام نمازوں کا وہی حکم عام ثابت ہو رہا ہے جو جب نمازوں کو شامل ہے یعنی وقت استواء میں کوئی نماز بھی جائز نہیں اور اس سے پہلے جائز ہیں۔

بدائع صناع ۲۷۹ جلد ۱، فائدہ قاضی خان ۸۵، خلاصۃ الفتاویٰ ص ۲۱۱ جلد ۱، سراجیہ ۱۵۱ میں بالفاظ متقارب ہے والنظم من البدائع وقت صلوة العید من حیث تبیض الشمس الی ان تنزول۔ کنز الدقائق ص ۵ طبع المی بخش لاہور مع تقریر الشرح، ملتقی الکبر مع تقریر الشرحین ص ۱۷ جلد ۱، نور الایضاح مع تقریر الشرح والحاشر ص ۳۳، دقایق تقریر الشرح ص ۲۰ جلد ۱، نقایع مع تقریر القسستانی ص ۱۲، قسستانی ص ۱۲ میں ہے والنظم من الکثر وقتہا من ارتفاع الشمس الی ذوالہا۔ قدوری مع تقریر الجویہ ص ۱۱۱ جلد ۱، غرر مع تقریر الدرر ص ۱۳۱ جلد ۱، تنویر الابصار مع تقریر الدرر والشمی ص ۹۹، متن ہدایہ مع تقریر الہدایہ ص ۱۵۱ جلد ۱، فتح القدر ص ۱۲ جلد ۲، بحر الرائق ص ۱۶۲ جلد ۲، شامی ص ۳۴۷ وغیر میں ہے اذا حلت الصلوة بارتفاع الشمس دخل وقتہا الی الزوال۔ مراقی الفلاح میں (الی قبیل ذوالہا، ہے۔ قسستانی، وراختار، طوطاوی علی الدرر ص ۱۶۲ جلد ۱، شامی ص ۹۹ جلد ۱، ملتقی الکبر ص ۱۵۱ جلد ۱ میں ہے ای الی ما قبل زوال الشمس والغایۃ غیر داخلۃ فی المغنی بقریۃ ما مر ان الصلوة الواجبۃ لمتجز عند قیامہا۔ شامی ص ۹۹ جلد ۱، طوطاوی ص ۱۵۲ جلد ۱ میں ہے وهذا یرشد الی ان المراد بالزوال الاستواء واطلق



عليه للمجاورة۔ قدوری، جوہر ۱۲ جلد ۱، در المنطقہ ۱۳ جلد ۱، در المختار شامی ۱۹ جلد ۱،
طحاوی ۱۳ جلد ۱، بحر الرائق ۲ جلد ۱ میں ہے فاذا زالت الشمس خرج وقتها
امام طحاوی شرح معانی الآثار ۲۲ جلد ۱ میں فرماتے ہیں اخره زوال الشمس وكل
قد اجتمع على انها اذا اتصلت يومئذ حتى زالت الشمس لاتصلی
بقية يومها۔ اور یونہی اور بھی صد اجزییات فقہیہ اس کی صریح دلیل ہیں جن میں ”زوال، زالت،
سزول الشمس“ کے الفاظ ہیں مثلاً شہادت زوال کے بعد آئی یا زوال سے پہلے ایسے وقت میں آئی کہ نماز کی
جمع نہ ہو سکیں یا اگر تھا اور سلام کے بعد ظاہر ہوا کہ نماز بعد زوال کے ہوئی، تو دوسرے دن پڑھے، یا امام نے
یلا وضو نماز پڑھی اور زوال سے پہلے ظلم ہوا تو عادیہ کرے اور بعد کو ہو تو دوسرے دن پڑھے اور یونہی ذبح و قربانی
وغیرہ کے جزئیات جو متفرق طور پر قدوری، عالمگیر، جوہر، نیزہ، صغیری، کبیری، غفر، نور الایضاح،
در المختار، طحاوی، شامی، تستانی، قاضی خان، ہدایہ، تبیین الحقائق وغیرہ اکتب فقہیہ میں مذکور ہیں
والنظم من الهندية تؤخر صلاة عيد الفطر بعد الزوال الى الغد
اذا منعهم من اقامتها عذر بان غم عليهم الهلال وشهد عند
الامام بعد الزوال او قبله بحيث لا يمكن جمع الناس قبل الزوال
او صلاها في يوم غيم فظهر انهما وقعت بعد الزوال نیز ہی میں ہے ومن
ذبح بعد العلم لا يجوز ذبحه حتى تنزل الشمس اور اس زوال سے مراد
استواء ہے جو حقیقی زوال کے قبل یا قبیل ہوتا ہے، مجاورت کے لئے مجازاً استواء کو زوال سے تعبیر کیا گیا اور اس
استواء سے مراد نصف النہار حقیقی ہی ہے کہ استواء کا حقیقی معنی وہی ہے اور مجاز کا سلسلہ یوں نہیں چلتا کہ زوال
سے مراد استواء اور استواء سے مراد ضحہ کبرئے ہو کہ اس میں تضاد ہے۔
ان شاء اللہ تعالیٰ۔



چودھویں صدی سے پہلے کسی کتاب فقہ میں تفصیص یہ نہیں ملا کہ انتہائے وقت عید ضحہ کبریٰ
سے یا استواء و زوال ہے جو ہم نے ضحہ کبرئے ہے۔ نیز ہمارے فقہائے کرام کی عادتِ مستمرہ ہے کہ ایسے مواضع
میں بعض حضرات ضرور متنبہ فرمادیا کرتے ہیں چنانچہ روزہ ماہ رمضان اور مذہبین و نفل کے وقت نیت

کے متعلق قدوری وغیرہ کتب معتبرہ و مستبرہ میں ہے کہ زوال تک جائز ہے چنانچہ قاضی خان ۹۵، بدائع صناع ۸۵ جلد ۲، قدوری ۶۹، خلاصۃ الفوائد ۲۵۱ جلد ۱ میں بالفاظ متقارب ہے والنظم من القدوری فان لم ينو حتى اصبح اجزأته النية ما بينه وبين الزوال توسا پر ہدایہ ۱۹۲، ۱۹۱ جلد ۱، فتح القدر ۲۳۴ جلد ۲، غرر ۱۲۴ جلد ۱، وقایہ شرح الوقایہ ۲۰۵ جلد ۱، بحر الرائق ۲۰۱ جلد ۲، تبیین الحقائق ۳۵۱ جلد ۱، نور الایضاح، مراقی، طہادی ۳۸۹، شامی ۳۸۹ جلد ۲، مفت الخائف، بحر الرائق ۲۰۱ جلد ۲ وغیرہ میں ہے والنظم من الشاخی وعدل عن تعبیر القدوری والمجموع وغیرہما بالزوال لضعفه لان الزوال نصف النهار من طلوع الشمس ووقت الصوم من طلوع الفجر كما في البحر عن المبسوط قال في الهداية وفي الجامع الصغير قبل نصف النهار وهو الاصح لانه لا بد من وجود النية في أكثر النهار ونصفه من وقت طلوع الفجر الى وقت الضحوة الكبرى لا وقت الزوال فتشترط النية قبلها للتحقق في الأكثر وفي شرح الشيخ اسمعيل ومن صرح بانه الاصح في العتابية والوقاية وعزاه في المحيط الى السرخسی وهو الصحيح كما في الكافي والتبيين - اه

دیکھئے پہلے قول کا بلا حجاب رد کر رہے اور دوسرے قول (کہ ضحوة کبرئے تک نیت کا وقت ہے) کو اجماع بلکہ صحیح قرار ہے ہیں مگر نماز عید یا دوسری نمازوں کے متعلق ایسی تصریح کسی ایک معتد کتاب میں بھی نہیں اور بالخصوص عید کے متعلق تو بکثرت "الی الزوال" کا لفظ ہی ہے بلکہ تفساتی تک بھی "الی الزوال" ہی کہہ رہے ہیں کما مراد کسی نے یہ نہیں کہا کہ "الی الزوال" صحیح نہیں بلکہ "الی المضحوة الكبرى" صحیح یا صحیح یا اولیٰ ہے بلکہ اشارہ تک بھی نہیں کیا بلکہ لطف یہ ہے کہ کسی ایک نے بھی مسئلہ روزہ میں یوں تطبیق نہیں کی کہ زوال سے مراد ضحوة کبرئے ہے اور یہ جو بھی نہیں سکتا کیونکہ ضحوة کبرئے اور زوال کے درمیان کافی انفصال ہے تو عبادت برائے نام بھی نہیں بلکہ تصریح فرماتے ہیں کہ قبل الزوال کا معنی ضحوة کبرئے



نہیں بن سکتا۔ بمسوط ص ۶۲ جلد ۳ میں ہے و اذا انقضت قبل الزوال لم يوجد هذا المعنى ان الزوال اور نصف النهار والی دو معادلوں کا مقابلہ کرنے ہوئے صاف صاف فرما رہے ہیں کہ نیت روزہ کے متعلق "الزوال" کہنا غیر اولیٰ، غیر صحیح، ضعیف، غیر صحیح ہے تو مسئلہ نماز میں تطبیق کہ "الزوال" سے مراد صغیر کبریٰ ہے، کیسے ہو سکتی ہے اور پھر کسی نے یہ کیا بھی نہیں کہ زوال سے مراد صغیر کبریٰ یا حقیقی نصف النهار ہے۔

نیز مسئلہ روزہ میں اس اختلاف کی بناء اس پر ہے کہ عمل کی بناء نیت پر ہے جو ادل میں ہونی ضروری ہے اور اگر ادل میں نہ ہو تو اکثر حصہ میں تو ضرور ہونی چاہئے اور نہار کے اکثر حصہ میں نیت تب ہی پائی جاتی ہے جبکہ صغیر کبریٰ سے پہلے ہو کیونکہ نہار صوم طلوع صبح صادق سے شروع ہوتا ہے اند چونکہ یہ مبنی نماز میں جاری نہیں ہو سکتا چنانچہ ہدایہ میں بھی ہے بخلاف الصلوة والحج، تو بلا وجہ صیام پر نماز کا قیاس کرتے ہوئے صغیر کبریٰ کو انتہائے وقت قرار دینا مناسب نہیں۔ روزہ کا دن صبح صادق سے شروع ہوتا ہے تو اس کا نصف صغیر کبریٰ ہے مگر نماز کے یہ اوقات ثلاثہ طلوع شمس سے شروع ہوتے ہیں تو ان کے دن کا نصف، نصف النهار حقیقی ہی ہے اور صغیر کبریٰ نہیں۔

تنبيه

مسئلہ روزہ میں صغیر کبریٰ اس لفظ نصف النهار سے مستفاد ہے جو امام محمد علیہ الرحمۃ کی جامع غیر میں واقع ہے یعنی اس "النہار" سے مراد نہار شرعی لیا گیا ہے مگر انہی حضرت امام محمد علیہ الرحمۃ کی جامع کبریٰ میں وہی لفظ "الزوال" ہے جو اس پر دال ہے کہ اس "النہار" سے مراد نہار عرفی ہے تو اس سے پٹنے تول کی تعمیع ہوتی ہے حتیٰ یتفق کلاما الامام علیہ الرحمۃ فی المسئلة الواحدة ولا یختلف۔ جامع کبریٰ میں ہے ولو قال لله علی ان اصوم غداً فاصبح من الغد لا یسوی الصوم شرعاً قبل الزوال اجزاء وان لم یوا تطوعاً فہو مما اوجبه اور اندر میں صورت "جواز نیت الی الزوال" کامل یعنی وہ آیت اور حدیثیں ہیں جو ہمارے فقہائے عظام نے ذکر فرمائی ہیں کما فی البدائم وغیرہا



اور یہ بھی نہیں کہ ہمارے اکثر حصہ میں نیت پائی جاتے۔

بہر حال روزہ کے متعلق یہ دو قول ہیں۔ ایک طرف مشائخ کرام کی کثرت ہے تو دوسری طرف قائلین
عظام کی عظمت و جلالت۔ پھر یہ بھی قابل غور ہے کہ اگر بالفرض جامع صغیر و جامع کبیر کی عبادتیں متعارض ہوں تو
ترجیح اسی کو ہے جو جامع کبیر میں ہے۔ بحر الرائق مشاہدہ میں ہے ان الحمام الصغیر صنفہ
بعد الاصل فمافیہ هو المعول علیہ۔ شامی علی الدرر ص ۶۵ جلد ۱ میں ہے دفع
باب العیدین من البحر والنهر ان الحمام الصغیر صنفہ محمد
بعد الاصل فمافیہ هو المعول علیہ ثم قال فی النهر سبی الاصل
اصلاً لانه صنف اولاً ثم الحمام الصغیر ثم الکبیر ثم الزيادات
کذا فی غایۃ البیان۔ اور ثلاثین شامی ص ۱۰۶ جلد ۱ میں ہے وقال فی البحر فی باب صلوة
العید عن غایۃ البیان سبی الاصل اصلاً لانه صنف اولاً ثم الحمام
الصغیر ثم الکبیر ثم الزيادات انتهى وقال ان الحمام الصغیر
صنفہ محمد بعد الاصل فمافیہ هو المعول علیہ انتهى اقول
ولذا بعینہ اقول فمافی الحمام الکبیر هو المعول علیہ۔ تو روز روشن کی
طرح واضح ہوا کہ روزہ میں بھی ہمارے عرفی کا اعتبار ہے چہ جائیکہ نماز میں معتبر نہ ہو۔

فائدہ

.. ضحوة کبرئے میں کراہت نماز وہ بھی صرف احتمال کے رنگ میں عبد اعلیٰ برجنزی نے شرح النقایہ
میں ذکر کی ہے کما نقل عنہ الشامی فی ص ۳۲۴ جلد ۱، اور حموی نے شرح اشباہ
ص ۵۶۱ میں اس کی نسبت قہستانی کی طرف کی ہے مگر اس میں یہ ملا نہیں۔ اور طحاوی ص ۱۸ جلد ۱ میں
حموی سے منقول ہے اور قہستانی نے ص ۳۵۵ میں وثوق سے اس کی نسبت ائمہ خوارج کی طرف کی ہے۔
اور علامہ شامی نے بھی قہستانی سے اس نسبت کو نقل کیا ہے۔ نیز شامی علیہ الرحمۃ نے اس کے متعلق قنویہ سے بھی
نقل کیا ہے۔ علامہ شامی کی پوری عبارت یہ ہے :

وفی شرح النقایۃ للسیر حندی قد وقع فی عبارات الفقہاء



ان الوقت المذكور هو عند انتصاف النهار الى ان تزول الشمس ولا يخفى ان زوال الشمس انما هو عقيب استصاف النهار بلا فصل وفي هذا القدر من الزمان لا يمكن اداء صلوة فيه فلمعل المراد انه لا تجوز الصلوة بحيث يقع جزء منها في هذا الزمان او المراد بالنهار هو النهار الشرعي وهو من اول طلوع الصبح الى غروب الشمس وعلى هذا يكون نصف النهار قبل الزوال بزمان يعتد به استعمل ونوح وحموى وفي القنية واختلف في وقت الكراهة عند الزوال فقل من نصف النهار الى الزوال لرواية ابي سعيد عن النبي صلى الله عليه وسلم انه نهى عن الصلوة نصف النهار حتى تزول الشمس قال ركن الدين الصباغى وما احسن هذا لان النهى عن الصلوة فيه يعتمد تصور ما فيه وعزافى القهستانى القول بان المراد انتصاف النهار المعرفى الى اشمه ما وراء النهار وبان المراد انتصاف النهار الشرعى وهو الضحوة الكبرى الى الزوال الى اشمه خوارزمي ٣٣٣، جلد ١ فالتق السمع واستمع بقلب شهيد۔

اولاً برجنڈی نے صرف اس شب کی بنا پر کہ نصف النہا حقیقی کا وقت اتنا کم ہے کہ اس میں نماز ادا نہیں ہو سکتی اور نہ ہی "کافاضا ہے کہ ادا ممکن و مقدور ہو صرف ایک احتمال کے رنگ میں لعل" کے ساتھ دوسرے مرتبہ میں یہ کہا اور المراد بالنهار هو النهار الشرعی تو اس سے تمام کتب متقدمین و متاخرین، متون و شروح و فتاویٰ کا صریح حکم کیسے بدل سکتا ہے۔ برجنڈی تو برجنڈی



ہیں حضرت ابن ہمام سب سے مجتہد حضرات کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ ان کی ایسی ابحاث ہونقول کے خلاف ہوں، معتبر نہیں۔ شامی ۲۵۵ جلد ۱ میں ہے وقد قال العلامة القاسم لا عبرة بابحاث شیخنا یعنی ابن الہمام اذا خالفت المنقول نیز شامی منہا جلد ۱ میں ہے البحث فی المنقول غیر مقبول اور یہ بھی مسلم ہے کہ ما فی المتن مافی الشروح پر مقدم ہوتا ہے اور مافی الشروح مقدم ہوتا ہے مافی الفتاویٰ پر، شامی ملا جلد ۱ میں ہے ما فی المتن مقدم علی ما فی الشروح وما فی الشروح مقدم علی ما فی الفتاویٰ۔ تو ایکنیٰ بر جہدی کا محض احتمالی قول تمام متون و شروح و فتاویٰ پر کیے مقدم ہو سکتا ہے اور قنویہ و قہستانی تو متون و شروح و فتاویٰ کے مقابلہ میں کیا آسکتی ہیں جبکہ وہ محض غیر معتبر اور ضعیف اور ناقض الاعتقاد ہیں۔ زاہدی مصنف قنویہ معتزلی ہے اور قہستانی اس کا خوش چین ہے۔ کشف الظنون ۱۳۵۵ جلد ۲ طبع تہران میں قنویہ کے متعلق ہے۔ مشہورۃ عند العلماء بضعف الروایۃ و ان صاحبہا معتزلی اور قہستانی کے متعلق ۱۹۴۲ جلد ۲ میں ہے انما کان دلال الکتب فی زمانہ ولا کان یعرف بالفقہ ولا غیرہ بین اقرانہ و یؤیدہ انہ یجمع فی شرحہ ہذا بین الغث والسمین والصحیح والضعیف من غیر تحقیق ولا تصحیح و تدقیق فهو کحاطب اللیل جامع بین الرطب والیابس فی النیل۔

یہی علامہ شامی عقود الدریہ ۳۵۱ جلد ۲ طبع مصر میں فرماتے ہیں نقل الزاہدی لایاض نقل المعتربات النعمانیۃ فانہ ذکر ابن وہبان انہ لایلتفت الی ما نقلہ صاحب القنیۃ یعنی الزاہدی مخالف للفقہاء عدم ما یعضدہ نقل من غیرہ ومثلہ فی النہر ایضاً۔ نیز اسی میں ہے والقہستانی کجارف سیل وحاطب لیل خصوصاً واستنادہ الی کتب الزاہدی المعتزلی



رسائل ابن عابدین ص ۱۳۱ جلد اطبع الاستاذ میں ہے ومن الكتب الغريبة ملا مسکین شرح الكنز والقہستانی لعدم الاطلاع على حال مؤلفيهما او لنقل الاقوال الضعيفة كصاحب القنية۔ اور اس سے پہلے ہے الكتب المتأخرة خصوصاً غير المحررة كشرح النقاية للقہستانی۔ بعد ازاں فرمایا لایجون الافتاء من هذه الكتب الا اذا علم المنقول منه والاطلاع على ماخذها اور برہنہ شامی علی الدرر ص ۱۵۱ جلد ۱ میں بھی ہے۔ طحاوی علی الدرر ص ۳۱۱ جلد ۱ میں ہے ان القنية ليست من كتب المذهب المعتمدة فلا يعارض ما في الفتح والنهاية والعناية اور مسئلہ زیر بحث میں توفیق و قہستانی کی نقل صرف فتح و نہایہ و عناية کے خلاف نہیں بلکہ جمیع متون و شرح و فتاویٰ متقدمین و متأخرین کے سراسر منافی ہے تو کیونکر معتبر ہو۔

ثانیاً :- برجہدی کا احتمال اور توفیق و قہستانی کے نقل صرف لفظ نصف النہار سے ہی ماخوذ ہیں یعنی وہ "النہار" سے مراد نہاد شرعی جیسے ہیں حالانکہ ائمہ و شارح مذہب کے کلمات مبارکہ میں صرف لفظ نصف النہار ہی نہیں بلکہ الفاظ استواء الشمس اور قیام قائم الظہیر اور وقت الزوال "بھی بکثرت وارد ہیں کما صر، حالانکہ ان سے ضحہ گہری مراد نہیں لیا جاسکتا کما صر، اور جب یہ سب کلمات ایک ہی چیز کے متعلق ہیں تو نصف النہار کا ایک ایسا معنی جو ان دوسرے کلمات کے مخالف ہو، کس طرح مراد لیا جاسکتا ہے تو ثابت ہوا کہ وہ احتمال و نقول محض فلفظ ہیں اور قابل التفات نہیں۔

ثالثاً :- وہ صرف متون و شرح و فتاویٰ کے خلاف ہی نہیں بلکہ احادیث مبارکہ کے بھی خلاف ہیں کما صر، اور اکثر احادیث میں لفظ نصف النہار نہیں بلکہ وہ کلمات مبارکہ ہیں جن میں ان کی تاویل چل ہی نہیں سکتی، زاہدی اور قہستانی جیسوں کی کیا حیثیت جبکہ امام الامام عظیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے حضرات فرماتے ہیں اذا صح الحديث فهو مذهبي پھر صرف احادیث ہی نہیں بلکہ آیات سابقہ کے بھی خلاف ہے۔

رابعاً جس کو وہ نہاد شرعی کہتے ہیں وہ روزہ کے لحاظ سے تو نہاد شرعی ہے مگر ان اوقات ثلاثہ متعلقہ نماز کا نہاد شرعی تو وہی ہے جس کو وہ نہاد عرفی بنا رہے ہیں کیونکہ ان سب احادیث "نہی" میں کلمات



طلوع وغروب اور استنوا یا قائم الظہیر وغیرہ کی تصریح ہے اور طلوع وغروب بالافتاق ملین ہیں تو اگر انبار سے نماز شرعی ہی مراد لینا ہے تو وہ نماز شرعی مراد لیں جو متعاقب اوقات ثلاثہ ہے نہ کہ نماز شرعی عیسائی مراد لیں کہ یہاں نیت روزہ زیر بحث نہیں اور نہ ہی نماز عیسائی کے ساتھ لفظ نماز شرعی کی تفسیر کسی آیت یا حدیث سے ثابت ہے حتیٰ کہ نماز صلاتی یا اوقاتی پر اس کا اطلاق ناجائز ہو بلکہ اکثر احادیث میں تو لفظ "النسار" ہے ہی نہیں۔

خامساً وہ شب جس پر برجذی کا احتمال اور قبضہ و تستانی کے نقل یعنی وہ سرے سے غرض لے جا اور پاؤں ہوا ہے کیونکہ نبیؐ کی بنسبت امرامکان و قدرت ادا کا زیادہ تقاضا کرتا ہے۔ امر میں عمل مطلوب ہوتا ہے اور منہی میں کف یعنی رک جانا، اور عمل رک جانے کی بنسبت قدرت کا زیادہ تقاضا کرتا ہے حالانکہ امر کے متعلق اہل اصول نے تصریح فرمائی کہ صرف قدرت ممکنہ ہی کافی ہے اور اس کا بھی صرف توہم ہی شرط ہے چنانچہ نماز کا ایسا آخری وقت جس میں صرف "اللہ اکبر" ہی کہا جاسکے، اس میں رک کا بالغ ہوجانے یا کافر اسلام لائے یا حاضر و نفاہ پاک ہوجانے یا دیوانہ بھیش پائے تو ان پر بالشرط معتبرہ نماز لازم ہوجاتی ہے یعنی وہ اقیام الصلوٰۃ کے مخاطب ہوجاتے ہیں کیونکہ ایسے کم وقت میں اگرچہ عادتہ نماز ادا نہیں ہو سکتی مگر اس کا امتداد متوہم ہے کیونکہ اللہ رب العالمین سورج کو ٹھہرا کر ایسے کم وقت کو طویل بنا سکتا ہے تو ادا ہو سکتی ہے۔

حسامی و جمیع ص ۴۱، منار اور نور الانوار طبع سراحدین لاہور ص ۴۹، شرح المنار لابن الملک طبع عامرہ ص ۵۳، ۵۴، شرح المنار لابن الجینی طبع عامرہ ص ۵۲، افاضۃ الانوار شرح المنار اور اس کے حاشیہ نسبت الاسرار للعلامہ ابن عابدین الشامی ص ۳۳، ۳۴ طبع مصر، تحریر اور اس کی شرح تفسیر التحریر ص ۴۴ طبع مصر، تیقح، توضیح تلوخ مشجلہ طبع مصر میں بالفاظ متعارفہ ہے والنظم للحسامی جعل القدرة الممكنة شرطاً للوجوب الاداء (الحی ان قال) والشرط کونه متوہم الوجود لا کونه متحقق الوجود فان ذلك لا یسبق الاداء و لهذا قلنا اذا بلغ الصبح او اسلم الکافر فی اخر الوقت تلزمه الصلوٰۃ لجواز ان یتظهر فی الوقت امتداد بتوقف الشمس کما کان لسلیمان علیہ السلام الخ تو یہی وقت استنوا کم ہونے کے باوجود متوہم الامتداد ہے تو سورہ بقرہ



بن سکتا ہے لہذا وہ شبہ زائل ہو گیا۔

سادساً اس نہی سے مطلوب کف عن الصلوة ہے یعنی نماز کے ادا کرنے سے رک جانا اور یہاں یاغفل ہے جو زمان طویل کا تقاضا ہی نہیں کرتا بلکہ اگر اس وقت استواء سے پہلے نماز شروع کرنے والا استواء ہوتے ہی نماز سے رک جائے یا استواء کے وقت نئے سرے سے نماز شروع کرنے سے پرہیز کرے تو دونوں طرح اس نہی کا تقاضا پورا ہو جاتا ہے۔

الحاصل مکمل نماز ادا کرنے کے لئے قنات وقت ضروری ہے، کف عن الاداء کے لئے اتنے وقت کی ضرورت نہیں وذا مما لا غبار علیہ اصلاً مگر وہ حضرات نہی عن الصلوة الکاملة بجمیع اجزائہا من اولہا الى اخرہا سمجھ بیٹھے حالانکہ یہ صیغہ نہیں۔ دوسرے لفظوں میں ان حضرات نے "الصلوة" کو بمعنی مفعول تصور کر لیا اور بجمع اجزائہا مراد لیا حالانکہ یہ مصدر بمعنی فعل ہے۔ اگر مصدری معنی میں نہ لیں تو "الصلوة" فعل نہیں بنے گا تو نہی عن الافعال الشرعیۃ کا حکم یعنی مقدور العبد ہونا اس پر عادی نہیں ہوگا تو وہ شبہ خود بخود نائل ہو جائے گا کہ اس کی بنا پر ہی اس پر ہے کہ نصف النہار تحقیقی کا وقت اتنا تنگ ہے کہ اس میں فعلی صلوۃ سامنیں سکتا، اور جب "الصلوة" کو بمعنی مصدر لیا جائے تو اداء جمیع الصلوة کی طرح ادا بعض الصلوة بھی اس کا مصداق بنے گا حالانکہ بعض کا اداء ضرور مقدور ہے تو وہ شبہ مٹ گیا اور یوں بھی یہ شبہ باطل ہے کہ اگر "نہی عن الصلوة بجمیع اجزائہا" مراد ہو تو بعض الصلوة کا پڑھنا جائز ہوگا کہ وہ منہی عنہ نہیں اور جب بعض اجزاء کا پڑھنا جائز ہوا تو ایسی نماز عید یا قضا کے فرض و واجب جو اس وقت نہی سے پہلے شروع کی جائے اور نماز کے اندر وقت نہی آجائے، فامد نہ ہو کہ یہ بعض ہے اور بعض سے نہی ہی نہیں اور یہ نہی لفظ نماز جو پہلے سے شروع کی ہو وہ مکروہ نہ ہو اور ایسے ہی وہ نماز قضا یا واجب و لفظ جو اس وقت نہی میں شروع کرے اور ظہر کے وقت میں ختم کرے تو اس میں بھی کوئی حرج نہ ہوتا کیونکہ نہی بعض سے ہے ہی نہیں حالانکہ یوں نہیں بلکہ پہلے کی شروع کردہ نماز بھی وقت نہی کے داخل ہونے سے فامد یا مکروہ ہو جاتی ہے اور یہ نہی نماز کا وقت نہی میں شروع کرنا بھی ناجائز ہے اگرچہ وقت ختم ہونے کے بعد ہی پوری کرے، تو معلوم ہوا کہ بجمع اجزائہا والی قید فلفظ ہے لہذا برجہدی کا پہلا ثبوت ہی درست ہے کہ لعل المراد انہ لا تجوز الصلوة



بحیث یقع جزء منها فی هذا الزمان (ثانی ۳۳۴)، تو اقبال رنگ میں لعل
 کہنا درست نہیں اور علامہ طحاوی نے تو اس شبہ کے جواب میں فرمایا ہے یسکن تصویرها بان
 میكون مشوع قبل الاستواء ثم طرأ الاستواء فی اثنا عشر قبل
 القعود قد التشبه فانہ بذلك یفسد الفرض و یکن الغفل
 محکومہا یعنی اس وقت استواء بمعنی نصف النہار حقیقی میں ادائے نماز کی صورت یوں بنائی جاسکتی ہے کہ
 استوار سے پہلے نماز شروع کی جائے۔ پھر نماز کے اندر قعود قدر الفشہد سے پہلے استواء طحاری ہو جائے۔ اس
 لئے کہ بے شک طحاری ہونے سے فرض نامد ہو جاتا ہے اور نفل مکروہ ہو جاتے ہیں۔ نیز مرقاۃ جلد ۳
 میں ہے قال ابن حجر وقت الاستواء المذکور وان کان وقتا ضیقا
 لا یسم الا التحریمة فیحرم تعدد التحريم فیہ یعنی وقت استوار
 بمعنی نصف النہار حقیقی اگرچہ وقت تنگ ہے اور پوری نماز کو سما نہیں سکتا مگر بے شک کبیر تحریر میں کو سما سکتا
 ہے تو نماز کا قصد اشروع کرنا اس میں حرام ہوگا۔ اور ان دونوں جوابوں سے ثابت ہوا کہ نماز جمیع اجزا ہما
 کا امکان الاداء فی الوقت ضروری نہیں بلکہ پہلے سے شروع کردہ پر استواء طحاری ہو جائے یا وقت استوار
 میں شروع کی جائے تب بھی مورد ہی بن جاتی ہے۔



صالحاً وہ احادیث شریفہ جن سے نصف النہار میں نہی عن الصلوة ہے انہی احادیث سے ضحوة
 کبرے میں نماز پڑھنے کا جواز روز و رشتہ کی طرح واضح ہو رہا ہے کما مر، بلکہ احادیث شریفہ نہایت دو
 تین چار میں تو اس نماز کو مشہودہ محضورہ متقبلہ فرمایا گیا ہے یعنی وہ نماز ایسی جائز ہے کہ اس کے لئے
 رحمت کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور وہ مقبول بارگاہِ عزت ہے کما مر بالتفصیل، تو اگر
 نصف النہار سے مراد ضحوة کبرے ہو تو لازم آتا ہے کہ ان حدیثوں میں سے ہر ایک حدیث کا ایک حصہ
 دوسرے حصہ سے متعارض ہے یعنی پہلے حصے میں تو ضحوة کبرے میں نماز کا جائز و مقبول ہونا بیان ہوا اور دوسرے
 حصے میں اسی نماز کا ناجائز ہونا وذا باطل قطعا لا یجوز فی کلہما عاقل فضلا عن
 کلام سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

ثامناً اگر بالفرض ضحوة کبرے میں جواز نماز آیات و احادیث اور اقوال ائمہ و مشائخ مذہب ہے

ثابت نہ بھی ہوتا تب بھی بلا دلیل کراہت ثابت نہ ہوتی کیونکہ اہل السنۃ والجماعت کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ "اشاریں اہل اباحت ہے" بلکہ ہمارے مشائخ عظام نے تصریح فرمائی کہ کراہت تحریمی ہوتی نہیں بلکہ دلیل خاص ثابت نہیں ہو سکتی۔ اختصاراً صرف ثنائی ہی کی عبارت پر اکتفا کر لیا جاتا ہے۔ ثنائی مسئلہ جلد ۱ میں ہے لایلزم من ستول المستحب ثبوت الکراہۃ اذ لا بد لہا من دلیل خاص نیز یہ بھی ہے لایلزم منه ان یكون مکروہا الا بنہی خاص لان الکراہۃ حکم شرعی فلا بد لہ من دلیل اور ۵۹۷ جلد ۱ میں مکروہ تحریمی کے متعلق فرماتے ہیں :
انه فی رتبۃ الواجب لایثبت الاسباب یثبت بہ الواجب یعنی بالنہی الظنی الثبوت او الدلالۃ۔

تاسعاً علی سبیل ارشاد معنان، نصف النہار حقیقی کے بعد گوبلا فصل زوال شمس ہو جاتا ہے اور حقیقتہً وہ وقت اتنا کم ہوتا ہے کہ اس میں نماز ادا نہیں ہو سکتی مگر چونکہ ہماری نظروں میں اس وقت سورج یا سایہ حرکت سے ٹھہرا ہوا معلوم ہوتا ہے حتیٰ کہ غور و تامل سے دیکھنے والا بھی ٹھہرا ہوا ہی محسوس کرتا ہے تو فی الواقع نصف النہار حقیقی ہونے سے ذرا پہلے ہی نصف النہار کا ظن ہو جاتا ہے جو ذرا بعد تک بھی رہتا ہے اور فی الواقع زوال ہونے سے ذرا بعد ہی زوال کا ظن ہوتا ہے چنانچہ بعض نے تو یہ قول بھی کر دیا کہ سورج حقیقتہً حرکت سے تھوڑی دیر کے لئے بند ہو جاتا ہے مگر یہ صحیح نہیں، سورج حرکت کرتا رہتا ہے اور کمال



۳۵ قوت القلوب شریف جلد ۱ میں ہے کہ ضروری ہے کہ عروبہ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبریل امین علیہ السلام سے فرمایا کہ زوال ہو گیا ہے تو جبریل نے عرض کی "لا نعم" یعنی نہیں ہوا ہاں ہوا "تضرع فرمایا یہ کس طرح؟ تو عرض کی کہ میرا نعم عرض کرنے کی عادت میں سورج نے آسمان میں ڈیڑھ لاکھ میل کا فاصلہ طے کیا ہے و نصلا و قد دروی فی الخبران السبی صلی اللہ علیہ وسلم سال جبیدیل علیہ السلام فقال هل زالت الشمس فقال لا نعم فقال کیف هذا فقال بین قولی للک لا نعم قطعتم فی الفلک خمسین الف شمس۔ علیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتاویٰ رضویہ جلد ۲ میں ۳۵۷ سے ۳۵۸ تک وقت باہن ظہر و عصر کے متعلق یہ تفصیل افادہ فرمایا ہے جو وقت زوال و قبل زوال کے مابین میں بھی باقاعدہ جاری رہتا ہے۔ فرماتے ہیں "وقت ظہر و دخل سمعہ خواہ ایک اس کی حقیقت واقعہ کا ادراک طاقت بشری سے خارج ہے (اللی ان قال، ولہذا شقہ ذنبن سے کچھ پہلے اور کچھ بعد تک عام غفلت کے نزدیک وقت مشکوک ہے، اسی کو وقت بین الوقتین کہتے ہیں اس میں نظر بظاہر کسی مالت مشک و ہتی ہے، کبھی بغائے قلب ادل کبھی حول وقت آؤ گمان کرتی ہے"۔

عروج کے باعث حرکت کا ظہور نہیں ہوتا لہذا رد و تامل سے بھی قائم و دائم ہونے کا ظن ہوتا ہے۔ مرقاة
جلد ۳ میں ابن الملک کا قول نقل کیا تو کون الشمس واقفة عن السیر وثبت
فی کبد السماء لحظة ثم تسیر وقیل یظن انها واقفة قلت هذا
هو المعتمد قال الطیبی الشمس اذا بلغت وسط السماء ابطأت
حركة الظل الى ان تنزل فیتخیل للناظر المتأمل انها وقفت
وهی سائرة الى اخر ما من المرقاة۔

حدیث ۱ کے تحت نووی، نہایہ، وزئیر، جمع، لسان العرب وغیرہ اسے بھی تفصیلاً گزر چکا ہے
اور حضور محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اس قیام شمس کا اعتبار فرمایا ہے کہ حین یقوم قائم
الظہیر فرمایا ہے یعنی جتنے وقت تک قائم معلوم ہوتا ہے نماز ممنوع ہے۔ نہایہ وغیرہ میں اسی
اعتبار کے لحاظ سے تشریح ہے، تو اس ظاہری وظنی وقت نصف النہار میں اتنی وقعت ہے کہ در حرکت
نماز ادا ہو سکتی ہے تو رجندی، قستانی، ناہری کا وہ شبہ برے سے ہی زائل ہو گا واللہ تعالیٰ
الحمد والمنا۔

تنبیہ

رمائل ابن عابدینؒ میں یہی علامہ شامی فرماتے ہیں قلت وقد يتفق نقل
قول فی نحو عشرين کتاباً من کتب المتأخرین ویكون القول خطأ
اخطأ به اول واضع له فیاق من بعده ویقله عنه وهكذا ينقل
بعضهم عن بعض۔ پھر علامہ فرمایا ولهذا الذی ذکرناه نظائر كثيرة
اتفق فیها صاحب البحر والنهر والمنع والدر المختار وغیرہم
وهی سہو منشأها الخطأ فی النقل او سبق النظر۔ تومسکہ زیر بحث کا حرف
چھوکتا ہوں میں آجانا اور وہ بھی بعض میں صرف احتمال رنگ میں اور بعض میں رد کے ساتھ اور ان کی بعض
بالکل غیر مشورہ یا غیر مقبرہ میں تو یہ کیونکر مقبول و معتد ہو سکتا ہے؟ بہر حال وہ شبہ اور اس پر مبنی احتمال و
اقوال سب باطل ہیں اور بلا شک و شبہ و ریب ضحوة کبرئے میں اور اس کے بعد نصف النہار حقیقی تک



طویل وقت مندرج فی السؤال میں تہریم کی نماز میں یقیناً جائز و روا اور باعث ثواب ہے، بڑا عطا نہیں اور عین
کا آخری وقت بھی یقیناً نصف النہار تحقیقی ایک ہے۔ اگر نماز عید میں نصف النہار تحقیقی کا وقت ہو جائے تو
فاسد ہو جائے گی مگر ضحوة کبرے کے داخل ہونے سے فاسد نہیں ہوتی بلکہ ضحوة کبرے ہونے کے بعد بھی
نماز عید یقیناً جائز ہے بلکہ بعض صورتوں میں اس کا پڑھنا واجب و لازم ہو جاتا ہے، مثلاً شہادت دینے
آئی کہ ضحوة کبرے سے پہلے نہیں پڑھی جاسکتی، یا امام نے نماز پڑھائی اور ضحوة کبرے ہونے پر ظاہر ہوا کہ
وضو نہیں تھا یا جسم یا لباس پر درہم سے زائد نجاست لگی ہوئی تھی تو اعادہ لازم ہوا، تو ایسی صورتوں میں
ضحوة کبرے کے داخل ہونے پر بھی نصف النہار تحقیقی سے پہلے پڑھنا ضروری و واجب ہے لاسہ
وقت العید بتصریحات جمیع کتب المذہب حتی الشامیة والقہستانی
کما مر ولا یجوز تاخیر الصلوة عن وقتہا بلا عذر اور اس جواب سے یہی واضح
ہو گیا کہ استوار سے نصف النہار شرعی صیامی مراد نہیں بلکہ شرعی صلواتی یا اوقاتی ہے جس کو نصف النہار تحقیقی و عرفی
بھی کہا جاتا ہے یعنی جس وقت سورج سر پر ہو اور مشرق و مغرب میں سایہ معدوم ہو جسے مجازاً بوجہ تجارت
زوال بھی کہا جاتا ہے ومن اراد زیادة تفصیل المقال وتحقیق الحال فعلیہ
برسالتنا فی الزوال و شرحہ تیسیر المقال۔

الحمد لله! کہ تمام سوالات کے جواب بقدر ضرورت تفصیل سے تحریر ہوئے، فاما کان
صواباً فمن الله تعالى بمسئله و كرمه و ما كان خطأ فمضى ومن الشيطان
فرحوا الله تعالى فاضلا متدينا دلنى على الخطأ والنسيان وما
ابرى نفسى ان النفس لامارة بالسوء الامار بحمرى ان ربى غفور
رحيم واسمى الجواب بابداء البشرى بقبول الصلوة فى
الضحوة الكبرى جملة الله تعالى البشرى فى الحيوۃ الدنيا
والاخرى وما ذلک على الله تعالى بعزیز۔

والله تعالى اعلم وصلى الله تعالى على سيدنا و محبوبنا محمد



وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

مقرہ الغفرانہ الحاج محمد نور اللہ انصاری غفرلہ
۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۹ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز فجر کے بعد قبل طلوع آفتاب
قضا فرض نماز ادا کر سکتا ہے یا نہیں؟ مسئلہ با دلیل تحریر فرماویں، حوالہ کتاب بھی ہو۔
آپ کا شمار گو: سب آستانہ خادم حقیر برقیہ خادم الفقراء عبدالحکیم غفرلہ از موضع بریت
متصل جوبلی لکھا منتظر الجواب۔

(۱۴ ماہ ذی الحجہ ۱۳۶۵ھ)

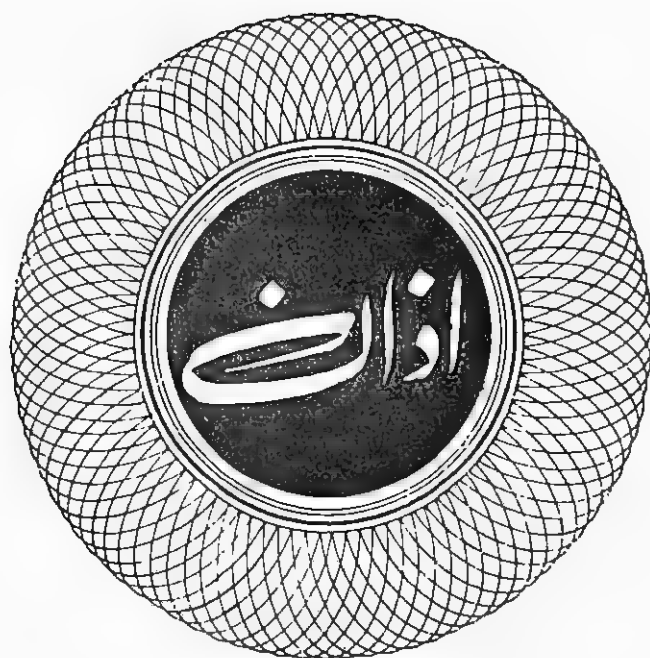


بلاشبہ طلوع صبح سے طلوع آفتاب تک قبل از نماز فجر اور بعد از نماز فجر فرض نماز کی قضا ادا کر سکتا
ہے۔ تمام کتب فقہ تصریحات جلدیہ سے گونج رہی ہیں۔ ہدایہ منک جلد ۱، فتاویٰ عالمگیری ص ۲ جلد ۱، درالمختار ص ۱

۳۳۸ جلد اول میں ہے والنظم من الاولی ولا بأس بان یصلی فی ہذین
الوقتین الفوائت الخ والمولى المتعال اعلم وعلمه حبل محبده
اتموا حکم والصلوة والسلام علی حبیبہ الاکرم الانور
وعلى اله واصحابہ وبارک وسلم.

عزہ الفقیر الی الخیر محمد زور الشما سی غفرلہ





بَابُ الْإِذَاانِ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کیا ولد الزنا کا مذہب اور اس کی اذان جائز ہے یا نہیں؟ باوجودیکہ صلوة و صوم کا پابند ہے اور مدرسہ بھی کچھ پڑھا ہوا ہے اور دوکانداری کرتا ہے ظاہراً تو احوال اچھے ہیں مگر ریش بریدہ ہے اور اس کی والدہ لے بعدہ توبہ کر لی ہے اور نکاح کر لیا ہے۔ اب یافت طلب امر یہ ہے کہ اس میں حق حق بیان کر دیں۔

السائل: علم الدین ولد حاجی غلام فرید قوم رنگریز مٹھی اسٹیشن و سارے والا ضلع ساہیوال



حکمت و حیر کے لئے شرف اذان کا مسلمان عاقل ہونا کافی ہے۔ فتاویٰ عالمگیری جلد ۳ میں ہے فہمنا ان یكون عاقلاً نیز اسی میں ہے ومنہا ان یكون مسلماً الخ تو ولد الزنا جبکہ مسلمان سمجھا رہا ہے پابند صوم و صلوة ہے تو اس کی ذمہ داری کراہت جائز ہے اور ایسے ہی اس کی اذان بھی جائز ہے اور ولد الزنا جو کچھ سے مکروہ بھی نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری جلد ۳ میں ہے ویجوز اذان العبد فی القصد وی و اهل البغاة و ولد الزنا لا الهان قالوا لمن غیر کراہة البتہ اگر ریش بریدہ مشہور ہے کہ رکعت والا ہے تو فاسق ہوا اور اسن وجہ سے اس کی اذان مکروہ ہوگی۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے و



بیکرہ اذان الفاسق - واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
والہ وصحبہ وسلم

مفت اعظم پاکستان محمد رفیع الرحمن صاحب مدظلہ العالی

۱۰ محرم الحرام ۱۴۴۲ھ

الاستفتاء

کیا قرأتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے اذان کے متعلق کہ مؤذن اذان مسجد سے باہر کتا ہے یعنی مسجد کے بیچے متصل ایک کھوہ ہے اور اس میں رہائش بھی ہے اور اس جگہ میں لاؤڈ سپیکر بھی فٹ کر کے رکھا ہوا ہے اور آبادی بھی صرف اذان کے لئے کی ہے کیا وہاں اذان کہنی جائز ہے یا نہیں؟ اما غفرلہم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کیا فتوے ہے مفصل جواب سے نوازیں۔ اہل سنت و جماعت جواب دیکر شکور ذراویں السائل : محمد ضیف نظامی مدینہ مسجد محراب پور تحصیل کنڈیارو ضلع نواب شاہ



شرنا اس صورت میں کوئی حرج نہیں۔ اذان کہی ہی مسجد سے باہر جاتی ہے۔ ہمارے مذہب حنفی میں بھی یہی لکھا ہے۔ فتویٰ مستملی ۳۶۲، فتح القدیر ۲۱۵ جلد ۱، خلاصہ الفتاویٰ ۲۹ جلد ۱ میں ہے والنظم منها فی الاصل وینبغی ان یؤذن علی المنذنة او خارج المسجد ولا یؤذن فی المسجد یعنی محل میں ہے کہ لائق یہ ہے کہ اذان منارہ کہی جائے یا مسجد سے باہر اور مسجد میں اذان نہ کہی جائے اور (۱) امام محمد علیہ الرحمۃ تلمیذِ کرام حضرت امام اعظم علیہما الرحمۃ کی کتاب کا نام ہے جو مذہب حنفی کی نہایت مستند کتاب ہے، بہر حال اذان کہی ہی مسجد سے باہر جاتی ہے اور منارہ یعنی نماز کی جگہ سے باہر ہی ہوتا ہے تو متصل کنواں

پر اذان کہنے میں کیا حرج؟ بلاشبہ جائز ہے اور محبوب پیار سے صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک زمانے میں بھی مسجد کے باہر ایک بہت اونچے مکان پر حضرت بلال اذان دیا کرتے تھے۔ سنن ابوداؤد وصحیح مسلم میں ایک صحابی انصاری کی روایت ہے کان بیتی من اطول بیت کان حول المسجد فكان بلال یؤذن علیہ الفجر یعنی میرا گھر مسجد پاک کے آس پاس تمام گھروں سے اونچا تھا تو حضرت بلال اس پر فجر کی اذان کہا کرتے تھے اور منارہ کو (مذنب بھی اسی لئے ہی کہتے ہیں کہ وہ اذان کے لئے اونچا بنایا جاتا ہے اور مسجد کے متصل مسجد سے باہر جوتا ہے اور یونہی جمعہ کی دوسری اذان بھی مسجد سے باہر ہی کہی جاتی ہے امام کے سامنے مسجد کے دروازہ پر چمپ نیچے حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے بھی مسجد کے باہر دروازہ پر ہوا کرتی تھی) ابوداؤد شریف ص ۱۵۱ میں حضرت سائب بن یزید سے ہے کان یؤذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعة علی باب المسجد وانی بکرو و عمر یعنی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب آپ منبر پر جمے کے دن جلوہ گر ہوتے تھے تو مسجد کے دروازہ پر اذان کہی جاتی تھی اور یونہی حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سامنے بھی اور یہ سامنے والی اذان تو برقرار رہی اور اس سے پہلے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ منورہ کے بازار کے ساتھ مکان زوراء پر اذان کا حکم دیا۔ ابوداؤد کے اسی صفحہ میں ہے فلما کان خلافة عثمان وکثر الناس امر عثمان بالاذان الثالث فاذن بہ علی الزور اعینی جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت ہوئی اور لوگ پہلے سے بھی زیادہ ہو گئے تو آپ نے جمعہ کے دن پہلی اذان کا حکم دیا تو وہ اذان زوراء پر کہی گئی۔ بہر حال روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اذان جمعہ کی تو زیادہ دوسری مسجد سے باہر ہی کہی جاتی ہے، منارہ پر ہوا کسی دوسرے مکان پر مقصور نمازیوں کو سنانا اور خبردار کرنا ہے اور وہ نماز مسجد سے باہر ہی ہوتے ہیں تو جس مکان سے وہ اچھی طرح سن سکتے ہیں وہاں اذان ہونی چاہئے اور ہر مسجد سے اہل راہ حجتہ المبارکہ کی دوسری اذان جو امام کے سامنے ہوتی ہے وہ سامنے ہی دروازہ پر سنت کے مطابق کہی جاتے اور کچھ پرند کہیں کہ سامنے نہ رہے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں مفتیان و علمائے دین وریں مسئلہ کہ آیا کہ اذان ثانی جمعہ مسجد کے اندر پڑھنی جائز ہے کہ نہیں؟
حوالہ کتب سے تحریر فرما کر جواب سے مشرف فرمادیں بیٹھنا شوجہ و۔
السائل: الفقیر محمد یار خطیب جمہ یک ۸۴ھ ۱۹ ایل حنفہ شیخ فاضل



مسجد کے اندر پڑھنی جاتے فتاویٰ قاضی خان ص ۳۹ جلد ۱، خلاصۃ الفتاویٰ ص ۳۹ جلد ۱، فتاویٰ عالمگیری ص ۲۹
جلد ۱ میں ہے لا یؤذن فی المسجد (ترجمہ مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے) اور ابو داؤد و شریعت میں
ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب منبر پر جمعہ کے دن جہوہ فرماتے تو حضور کے سامنے مسجد کے دروازے پر
اذان کی جاتی۔ اور ایسے ہی حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے بھی، تو ثابت ہوا کہ اذان ثانی جمعہ
بھی مسجد کے باہر ہونی ضروری ہے۔ ہاں اگر اول سے مسجد میں اذان کے لئے مسجد بنانے سے پہلے ہی جگہ اذان کی معین
بنائی جو دیوار مسجد میں الماری کی طرح ہو تو اس میں جائز ہے کیونکہ وہ جگہ حکماً مسجد سے باہر ہوگی۔ واللہ تعالیٰ
اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و صحابہ و بارک و سلم۔

مترجم الفقیر ابو الجحیم محمد نور اللہ نعمی غفرلہ

۱۴ ربیع الثانی ۱۳۸۷ھ ۲۵-۷-۶۷

الاستفتاء

بخدمت گرامی تذکرہ مہنظم حضرت مولانا محمد نور اللہ صاحب



السلام علیکم کے بعد عرض مندرجہ ذیل ہے برائے کرم اس مسئلہ کا جواب بحوالہ قوی جلد دوم از لکھنؤ شریعت دور
فرمائیں — نماز جمعہ کی اذان ثانی مسجد کے اندر ہوئی چاہئے یا نہ؟ فقہ و حدیث نبوی سے جواب منتقل ہو ،
جواب مسئلہ مندرجہ بالا کا تفصیل سے ہو ، مسجد کے اندر ہونے سے مطلب ہے کہ مسجد کے مکان کے اندہ اذان ہوئی ضروری
ہے یا کہ باہر احاطہ مسجد میں جیسے کہ اذان اول ہوتی ہے ۔

السائل : مولوی درمحمد بستی صادق آباد موضع کوٹ قاضی ڈاکٹر کرم پور بہمنہ دہلوی

ضلع ملتان -

۲۲-۱۲-۶۳



جمعہ کی اذان ثانی امام کے سامنے سنت ہے اور اذان اول دوسری نمازوں کی اذانوں کی طرح منارہ یا
بند مکان پر دیجاتی ہے جس کی تفصیل کتب فقہ میں ہے مگر امام کے سامنے کا یہ مطلب نہیں کہ مسجد کے مکان
کے اندر یا باہر مکان کے سامنے نماز کی جگہ پر ہو بلکہ نماز کی مقرر کردہ جائے مسجد جو اصلہ و ہی مسجد ہے اس میں
نزدی جائے بلکہ اس جگہ سے باہر کہی جائے پھر خواہ مکان کے دروازہ میں ہو یا بیرونی مسجد کے دروازہ پر ہو
یا مکان کی شرعی دیوار میں الماری نماز جگہ میں ہو جو امام کے سامنے ہو حدیث صحیح بخاری وغیرہ میں ہے من باب
کان و حیاہ المنبر ، من البراد و میں ہے کان یؤذن بین یدی رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعة
علی باب المسجد و ابی بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم فتادی تاضیان
مسجد ، خلاصۃ الفتاویٰ ملکہ جلد ۱ ، فتاویٰ مالکیر ملکہ جلد ۱ ، بحوالہ الق ۲۵۵ جلد ۱ میں ہے لا یؤذن
فی المسجد ، فقہیہ شرح فیہ میں ہے الاذان انما یكون فی المسندۃ او خارج
المسجد - فتح القدیر ملکہ جلد ۲ میں ہے لکراہۃ الاذان فی المسجد - بہر حال اذان ثانی



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ۔ وَاللَّهُ تَعَالَى اعْلَمُ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى حَبِيبِهِ وَالْوَ
وَصَحْبِهِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ۔

محرمہ الغفران برائے محمد نور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
۱ شہان المعظم ۱۳۸۳ھ ۲۶-۱۲-۲۳

الاستفتاء

نمبر ۱۔ آیا کہ جب جمعۃ المبارک کی جو دوسری اذان کہی جاتی ہے تو اس اذان کا جواب دیا جائے یا کہ نہیں اور
اس دوسری اذان کے بعد اور خطبے سے پہلے اس اذان کی دعا مانگی جائے یا کہ نہیں؟
نمبر ۲۔ آیا کہ جب نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے تو جب امام سلام کہتا ہے اور دائیں طرف منہ پھرتا ہے تو
اس وقت دائیں ہاتھ کو چھوڑ دینا چاہئے اور جب بائیں طرف سلام کہتا ہے تو بائیں ہاتھ چھوڑ دینا چاہئے
یا کہ دونوں طرف سلام کہہ کر ہاتھ چھوڑے جائیں؟
السائل: جناب محمد یار صاحب خطیب امام مسجد یک ۲۹۷/۲ ربیع ب، ڈاکخانہ یک ۹/ربیع ب
تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ ضلع لائل پور



۱۔ ہاں اس اذان کا جواب بھی جائز ہے اور بعد ازاں دعائے اذان بھی جائز ہے کہ اجابت

سہ جہاں کا رٹ پڑا جواب النعم والصلوٰۃ "لکھا ہے اور دوسری "اللہ تعالیٰ اعلم" کی جگہ "اللہ تعالیٰ اعلم" اور دوسری پاک و صلی

ملی حبیب وسلم " لکھا ہے کہ ادب کا یہی تقاضا ہے ۱۲ منہ مفرقہ

اذان و دعا کی حدیثیں مطلق ہیں اپنے اطلاق سے اذان ثانی کو بھی شامل ہیں اور بالخصوص اس اذان کے جواب کی حدیث صحیح بخاری ۲۵۵۱ جلد ۱ میں بڑے واضح طور پر موجود ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ شروع خطبہ سے پہلے پہلے ایسا کلام جو دنیاوی نہ ہو۔ ہمارے امام عظیم علیہ الرحمۃ کے نزدیک بلاکراہت جائز ہے۔ طوطاوی علی المرقی ۲۱۴ میں ہے انما یکرہ ماکان من جنس کلام الناس اما التسبیح وغیرہ فلا۔

۲۔ نماز جنازہ میں چوتھی تکبیر تک ہاتھ باندھے جائیں بعد ازاں دونوں ہاتھ چھوڑ دے اور پھر دونوں سلام کہے۔ خلاصۃ الفتاویٰ ۲۲۵ جلد ۱ میں ہے فالصحيح انه يحل السيدین ثم یسلم تسلیمتین هكذا فی الذخیرۃ۔ (ترجمہ) صحیح یہ ہے کہ نماز جنازہ پڑھنے والا دونوں ہاتھ کھول دے پھر دونوں سلام کہے، اس طرح ذخیرہ میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ نجل محبہ اتم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

مولانا صاحب آئندہ مسئلہ کے لئے کارڈ بھیجا کریں بلکہ لفافہ ہرنا چاہئے۔

حضرہ الغفرۃ ابو الجحیم محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

۶۱-۱۱-۱۰





جمعہ کی اذان ثانی میں انگوٹھے چومنے کا حکم

الاستفتاء

نمبر ۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کہ جمعۃ المبارک کی اذان ثانی کے بعد دعا مانگنا جائز ہے؟

نمبر ۲: اذان ثانی کا جواب جائز ہے؟ نام پاک آنے پر انگوٹھے چومنے جائز ہیں؟ اگر یہ امور جائز ہیں تو بعض کتابوں میں جو حدیث پاک اذا خرج الامام فلا صلاة ولا سلام کے تحت عدم جواز لکھا گیا ہے اس کا کیا جواب ہے؟

نمبر ۳: مشکوٰۃ شریف باب حریم مکہ حریمہا اللہ تعالیٰ ص ۲۳۴ مع لطائف پر ہے عن حابر قال سألت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن الضبع قال هو صید ویجعل فیہ کبشا اذا اصابہ المحرم رواہ ابو حاتم و ابن ماجہ والداحمی کی وضاحت فرمادیں، عین نوافل شریعت ہوگی۔

مستفتی: منظور احمد غفرلہ مدرس العلوم عالیہ عربیہ مدینہ مسجد ماہرِ جلال

(جواب ص ۲۸۱ پر ملاحظہ کریں) ۱۳۰۵ھ ہجری المقدس

۱۰۔ یہ استفتاء تین سوالوں پر مشتمل ہے پہلے دو سوالوں کا حضرت مصنف علام رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفصیلی جواب دیا ہے جب کہ تیسرے سوال کا جواب فتاویٰ نوریہ کے قلمی نسخے میں بھی درج نہیں ہے۔۔۔ اس دو مرتبے سوال میں مذکور حدیث پاک میں "بجو" کے شکار کا ذکر ہے۔ سائل کے استفسار کا مقصد غالباً یہ ہے کہ اگر بجو شکار ہے تو پھر کیا اسے کھانا حلال ہے؟

(باقی اگلے صفحے پر)

بقیہ ماشیہ گزشتہ صفحہ

جو ابا معروض کہ صید یعنی شکار سے مراد ایسے وحشی جانور ہیں جو ملتقنا انسانوں سے غیر ماؤس ہوں پٹانچہ نیل گائے اور ہرن وغیرہ شکار ہیں اور گائے، بکری وغیرہ شکار نہیں۔ بحالت احرام خشکی (جنگل) کا شکار منع ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔ حرم علیکم صید البر ما دمتم حرما (المائدہ 96) یعنی حرام ہے تمہارے لئے خشکی کا شکار جب تک تم احرام میں رہو۔ وحشی جانور کا شکار کر بیٹھے تو جزاء لازم ہے۔ البتہ کو، پیل، چوہا، کانٹے والا کتا، بچھو اور سانپ کو حضور علیہ السلام نے مستثنیٰ قرار دیا لہذا محرم یا غیر محرم کے لئے حرم یا غیر حرم میں بطور عادت ابتداء حملہ کرنے والے ان موذی جانوروں کے قتل کی اجازت ہے۔ اسی طرح وہ جانور یا درندے جو اکثر و بیشتر عادتاً حملہ کرنے میں پیل نہیں کرتے (جیسے بچو، لومڑی وغیرہ) حملہ آور ہوں تو ان کو بھی قتل کیا جاسکتا ہے۔ حدیث مذکور میں حضرت جابر کے سوال کا مقصد یہ ہے کہ کیا بچو ان موذی جانوروں میں سے ہے جن کا قتل معاف ہے۔ یا یہ شکار ہے جس پر کفارہ و جزا لازم آتی ہے؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ بچو شکار ہے محرم جب اس کا شکار کرے تو اس کے عوض چھترادے دے۔



شکار کا لفظ احناف کے نزدیک تمام وحشی جانوروں کو شامل ہے خواہ ان کا گوشت حلال ہو یا حرام۔ لہذا اس حدیث پاک میں بچو کو شکار کہنے سے اس کی حلت ثابت نہیں ہوتی۔ مشکوٰۃ شریف کی محولہ بالا حدیث سے اگلی حدیث میں ہے، حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بچو کے بارے میں دریافت کیا تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ”اویاکل الصبح احد“ کیا کوئی بچو بھی کھاتا ہے؟ (یعنی کوئی مسلمان اسے کھانا پسند نہیں کرتا۔) نیز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر کیل دار جانور کو ناجائز قرار دیا ہے اور بچو بھی کیل دار جانور ہے لہذا اسے کھانا منع ہے۔

(محمد محب اللہ ٹوری)



الحمد لله الذي بذكره تطمئن قلوب الذين يذكرون الله
قيلصا وقعودا و على جنوبهم وقال بكرمه يا ايها الذين
آمنوا اذكروا الله ذكرا كثيرا فان الذكر ناسي عيوبهم وصلى
الله تعالى على من رفع ذكره وجعله ذكرا من ذكره وجعل اثار
الصلوة عليه غرضا من بحره وعلى الله واصحابه المتأدبين
بآدابه -

امور مذکوره سوال بلا تشک و تشبہ و گنجائش ریب شرعا جائز بلکه مستحسن و مطلوب ہیں۔ الطلاقات و عمرات
ایمت سکاثره و احادیث متظافره و اجماع ائمہ و جمیع امت سے جواز حسن و دعا و درویشی سے بھی زیادہ واضح و
جو یہاں ہے کما بیضاہ فی فتا وانا۔ اور اطلاق و عموم سے استدلال سلف و خلف سے شائع و ذائع
ہے اس کا انکار مجہوش و خرد کا انکار ہے کما بیضاہ محبذ المائۃ الحاضرة علیہ
الرحمة فی اقامة القيامة منک و بذل الجواز مستحسن و غیرہا
من تصانیف المنیفة و فتاویہ الشریفۃ قولہ لا محالہ یہ دعا بھی جائز و مستحسن
ہی ہوگی۔ پھر اس دعا کی ابتداء بالخصوص درود پاک سے ہے اور درود پاک کا اختصار فرمانِ فرقان میں
اور قرآن احادیث شریفہ و اجماع سے ہر وجہا تم ثابت بلکہ یہ دعائے مخصوص احادیث مرفوعہ سندہ کتب

عہ الاسمی ہائے قدیمہ کرامت میں اس کا ذکر عام فرمایا۔ شامی منک ہدایا میں ہے قولہ و یدعو الخ (الحرم) ای بعد ان
یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اسارواہ مسلم و غیرہ اذا سمعتم المؤذن الخ اور بالخصوص یوم حرمہ اکرار
کے سبب حاکم و اعلیٰ من المسائل فیہ راہی یوم الجمعۃ فان صلی تکریر معروضۃ علی۔ مرفوعہ اکرار

مکلف جلد ۳۳۳ منہ خضر لہ



معتودہ صحاح ستہ وغیرہ ثابت، مثلاً، اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما يقول ثم صلوا علی فانه من صلی علی صلوة صلی اللہ علیہ بہا عشر اثم صلوا اللہ لی الوسيلة فانہا منزلة فی الجنة لا تنبغی الا لعبد من عباد اللہ وایچوا ان کون انا هو فمن سأل لی الوسيلة حلت علیہ الشفاعة رواہ مسلم ۱۶۶ جلد ۱ عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص، اس امر صلوا اور سلموا کا عموم پورہ نظریت اذا سمعتم اور نصیت لام المؤذن مستمع اذان ثانی پر بھی حاوی، لہذا محال یہ درود دعا یقیناً مستحسن و مطلوب بنے بلکہ بالخصوص خود محبوب محرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس اذان جمعہ کے بعد دعا حدیث صحیح سے ثابت کما صرح بہ الفتاوی رضویہ ۴۶۳ جلد ۲، حالانکہ اصل حدیث مخصوص ہے لقولہ تعالیٰ لقد کان لحکم فی رسول اللہ اسوة حسنة الایۃ تو جب تک کسی دلیل خاص سے اس کو خاصہ سید کریمین صلی اللہ علیہ وسلم ثابت نہ کیا جائے اس وقت تک ہمارے لئے بھی جائز حسن و سنون ہی رہے گی چر جائیکہ کرم صلوا اور سلموا خصوصیت کے نامی میں نیز یہ درود دعا جو اب اذان سب ذکر اللہ میں اور ذکر اللہ کا اتحسان صد آیات مبارکہ اور صد اذکار احادیث متبارکہ سے آس و شمس سے بھی زیادہ نمایاں ہے اور صرف جواز و اتحسان ہی نہیں بلکہ بلاحدہ مدد بکثرت کرتے رہنے کے بکثرت احکام کتاب و سنت سے نہایت ہی عیاں و تاباں ہیں مثلاً قال اللہ تعالیٰ یا ایہا الذین امنوا اذکروا اللہ ذکر اکثیرا اور حدیث عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا یزال لسانک و طبا بذكر اللہ تعالیٰ ابن کثیر ۴۹۵ جلد ۲ بحوالہ احمد و ترمذی و ابن ماجہ و نیز اسی میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اذکروا اللہ ذکر اکثیرا کی تفسیر میں ہے ان اللہ تعالیٰ لم یفرض علی عبادہ فریضة الا جعل لہا حدا معلوما ثم عذرا لہا فی حال العذر غیر الذکر فان اللہ تعالیٰ لم یجعل



لہ حد یا ینتہی الیہ ولم یعذر احدا فی ترکہ الا مغلوبا علی ترکہ فقال اذکروا اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبکم باللیل والنہار فی البر والبحر و فی السفر والحضر والغنی والفقر والسقم والصحة والسرو والملانۃ وعلی کل حال۔ اور جب بلاحد وعتد تمام حالات میں ذکر اللہ مستحسن و مطلوب ہوا تو لا محالہ یہ اذکار درود و دعا و جواب اذان بھی جائز ہوتے آلا ان ینعم منافع خاص۔ اقامۃ القیامۃ مثلاً میں ہے، مطلق ذکر الہی کی خوبی قرآن و حدیث سے ثابت، تو جب کبھی کہیں کسی طور پر خدا کی یاد کی جائے گی بہتری ہوگی۔ ہر خصوصیت کا ثبوت شرع سے ضرور نہیں مگر پانچ خانہ میں بیٹھ کر زبان سے یاد الہی کرنا منویہ کہ اس خاص صورت کی بزائی شرع سے ثابت ہے بلکہ جواب اذان و دعا و درود کی طرح بالخصوص بھی بکثرت احادیث مرفوعہ صحاح ستہ وغیرہ اسے صریح ثابت جس کی مثال مسلم سے گزر چکی۔ وہ احادیث اتنی عام ہیں کہ ان کا ظاہری تعاضل ان اذانوں کے جوابوں کو بھی ثابت کرتا ہے جو کسی نماز کے لئے نہیں جیسے اذان نوملود شامی جلد ۳۶۹ میں ہے بقی هل یجیب اذان غیر الصلوۃ کالاذان للمولود لہ ارہ لاشمتنا والظاہر نعم ولذا یلتفت فی حیعلتہ کما مر و هو ظاہر الحدیث نیز اسی جلد ۳۶۹ میں یوں بھی بیان عموم ہے ویظہر لی احبابہ الکمل بالقول لتعدد السبب و هو السماع۔ اور انہی احادیث کے حکم عام کی بنا پر ہمارے بعض فقہائے کرام اور ائمہ عظام نے جواب اذان میں احابت قولیہ کا جواب اختیار فرمایا۔ بدائع صناعۃ جلد ۱، بحرالائق جلد ۲، شلبی علی الاطبع جلد ۱، در المختار جلد ۳، ہندیہ جلد ۲ وغیرہ میں ہے والنظم من الدر والظاہر وجوبہا باللسان لظاہر الامر فی حدیث اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول الخ اور سنن علی البخاری جلد ۲ میں ہے احتج بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم فقولوا "اصحابنا ان احبابہ المؤذن واجبة علی السامعین لدلالۃ الامر علی الوجوب اور بعض حضرات نے مستحب فرمایا کہ یہ امر استحبابی ہے۔ شامی جلد ۳ میں امام محمد ہی سے ہے ان الامر للاستحباب



والسند (الی ان قال) وبہ تاہد ما صرح بہ جماعة من اصحابنا
من عدم وجوب الاحیابة باللسان وانہا مستحبة (الی ان قال)
والذی ینبغی تحریرہ فی ہذا المحل ان الاحیابة باللسان
مستحبة۔

بہر حال استحباب سے کم کسی کا قول نہیں تو ثابت ہوا کہ اذان ثانی کا جواب کم از کم مستحب ضرور
ہے بلکہ حدیث مرفوع صحیح بخاری سے صراحت ثابت کہ خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر اس اذان کا
جواب دیا۔ صحیح بخاری مسئلہ جلد ۱ میں ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر پر تشریف فرما تھے ،
مؤذن نے اذان شروع کی پس کہا اللہ اکبر اللہ اکبر تو حضرت معاویہ نے فرمایا اللہ اکبر اللہ اکبر پھر
کہا اشدان لا الہ الا اللہ تو حضرت معاویہ نے فرمایا وانا پھر کہا داشہدان محمد رسول اللہ تو حضرت
معاویہ نے فرمایا وانا پھر جب اذان پوری ہوئی تو حضرت معاویہ نے فرمایا ایہا الناس انی
سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ہذا المجلس حين اذن
المؤذن يقول ما سمعتم منی مقالتي یعنی اے لوگو! بیشک میں نے سنا ہے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مجلس پر جبکہ مؤذن نے اذان دی فرماتے ہوئے وہ جو تم نے میرا کہنا مجھ سے سنا ہے
اور پہلے گزر چکا کہ اصل عدم التخصیص ہے جو یہاں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس جواب دینے
سے بھی صراحت ثابت ہو رہا ہے لہذا عینی علیہ الرحمۃ اس حدیث کے فوائد میں فرماتے ہیں وفیہ اجابة
الخطیب للمؤذن وهو علی المنہج او خطیب کے لئے جائز ہوا تو دوسرے حاضرین کے لئے
بھی ضرور جائز ہوگا لعدم الفارق والمانع اور یونہی تقییل الایہامین بھی جائز و متفق کہ یہ عزائم مجرب
عظیم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہے اور حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم آیات متواترہ و امارت متظاہرہ سے یقیناً



۲۱۳
۴
مہ کیا سیجی عن الطحطاوی الاستدلال بهذا الحديث علی جواز کلام الفیر الدنیوی

ثابت، تو انہیں الاسباب میں ضرورت ثابت ہوئی وذا میں لایکھنی وقد بینہ بما لا مزید
عابہ السہد ورضی اللہ تعالیٰ عنہ فی منہ العین ونہج السلامة
وغیرہا، ربی وہ حدیث پاک اذ اخبر الامام فلا صلوة ولا کلام لو اس نے اللہ تعالیٰ بہا بن
اور درود و دعا و جواب اذان و اذکار کا حرام ہونا ثابت نہیں ہو سکتا کہ اس کا عموم و اطلاق اس معنی کہ ہر نماز
اور ہر کلام حرام ہو ہرگز ہرگز مراد نہیں، کیا اذان اور خطبہ کلام نہیں؟ اور نماز جمعہ نماز نہیں؟ کیا صاحب ترتیب
پر نماز قاسم کی قضا لازم نہیں؟ کیا خروج امام کے ساتھ تمام جہان میں نماز و کلام سے بندش ہو جاتی ہے یا کم از
کم صرف روئے زمین پر؟ نہیں نہیں بلکہ کسی ایک قلم میں بلکہ ایک طاقت یا ایک شریاک کم از کم ایک مد میں ہی
حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔ پھر وقت خروج سے قیامت تک کے لئے ثابت ہے یا کسی ایک صدی کے لئے یا
کم از کم سال، یا یہ بھی نہیں تو ایک مہینہ یا مہینہ یا کم از کم اسی دن کے آخر تک ثابت رہتی ہے، ہرگز نہیں، تو
ثابت ہوا کہ اس نماز و کلام ممنوع سے مراد خاص نماز اور خاص ہی کلام ہے، نماز میں تو کوئی نزاع نہیں اسذا
بیان کلام پر اکتفا ہے فاسمع بقلب شہید جمع یہ ہے کہ اس کلام سے مراد حاضرین مسجد کی
دنیاوی کلام ہے۔ عنایہ شرح ہدایہ جلد ۲، کفایہ مشہد جلد ۲، بحر الرائق جلد ۲، شامی مشہد
جلد ۱، طحاوی علی المراتی جلد ۲، ۳۱۲ میں بالفاظ متقاربہ ہے والنظم للشامی (قوله ولا کلام)
ای من جنس کلام الناس اما التسیح ونحوہ فلا یکرہ وهو الاصح
طحاوی علیہ الرحمۃ نے یہ اور فرمایا ومن شہد قال فی البرہان وخروجہ قاطع
للکلام ای کلام الناس اھ فاعلم بہذا انہ لا خلاف بینہم فی حیوان

عہ ہجرت ۱۵۰ جلد ۲ وغیرہ میں مصرعہ کہ یہ حالت امام کو بھی شامل ہے اطلاق فی النظم فشمع الامام ۱۲۰ صہ وقد
مسیح بالذہب قاضی خان علیہ الرحمۃ وغیرہم ۱۲ للعبہ یعنی وہ کلام جو مرتبہ الامام یا نظم سورہ ہے بل لفظ ۱۱ صہ
شامی حلیہ جلد ۲ میں فرماتے ہیں قال الامام الحافظ العلاء متع محمد بن طہر لولہ الخفی فی بعض رسائلہ
ان اطلعات الفقہاء فی الغالب مقیدۃ بقیود یعرفها صاحب الفہم المستقیم الممارس اللغہ وانشاء یسکتون اعقادا
علی صحتہ فہم الطالب اور یہی جلد ۳ صہ ۳۱۲ میں فرماتے ہیں ۱۲ منظر



غیر الدنیوی علی الاصح و یحمل الکلام الوارد فی الاثر علی الدنیوی
و یشہد لہ ما اخرجہ البخاری ان معاویۃ احباب المؤمنان الی اخر
ما ذکر الطحاوی لضاف صاف ثابت ہوا کہ اذکار وغیرہ سے یہ حدیث مانع نہیں۔ پھر یہ
بھی دیکھا ہے کہ یہ حدیث مذکور سوال قابل استدلال بھی ہے۔ فتح القدیر جلد ۲، مطاوی علی
المراقی ص ۳۱، شامی ص ۴۷ جلد ۱، مرقاۃ مفصل جلد ۳ میں ہے ان رفعہ غریب والمعرف
کونہ من کلام الزہری یعنی اس کا مرفوع ہونا ضرور غریب ہے اور وہ کچھ جڑ بھانا گیا ہے یہ
ہے کہ یہ زہری تابعی کا کلام ہے۔ نصب الراہ ص ۲۲ جلد ۲ میں ہے قلت غریب مرفوعا
قال البیہقی رفعہ وہم فاحش انما ہو من کلام الزہری
یعنی میں کہتا ہوں کہ مرفوع ہونے کی حیثیت سے غریب ہے، امام بیہقی نے فرمایا اس کا رفع دہم ظاہر
ہے تو زہری ہی کا کلام ہے۔ غنیۃ المستملین میں ہے وانما العنستدل بما استدل
بہ فی السہادیۃ وغیرہا و ہواذا اخرج الامام فلاصلۃ
ولا کلام لان رفعہ غریب والمعروف کونہ من کلام الزہری
یعنی ہم نے ہرگز دباہ وغیرہ کے متدل بہ اذا اخرج الامام فلاصلۃ ولا کلام سے مراد اسے
استدلال نہیں کیا کہ اس کا رفع غریب اور معروف ہی ہے کونہ ہی کا اپنا کلام ہے۔ ان حضرات کا اس
حدیث کے متعلق رفع غریب اور المعروف الخ فرمانا صاف صاف بتا رہا ہے کہ یہ غریب بمعنی شاذ ہے اور
شذوذ اقسام طعن فی الحدیث سے ہے۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مقدمہ مشکوٰۃ ص ۱۱
ہے والغریب قد یقع بمعنی الشاذ ای شذوذ اہو من اقسام
الطعن فی الحدیث۔ پھر لطیف مزیدیہ کہ امام زہری تابعی نے بھی بعضی یہ کلمات نہیں فرمائے۔
فتح القدیر، نصب الراہ، غنیۃ، مرقاۃ میں متصل ہی فرمایا رواہ مالک فی المطا
قال خروجه یقطع الصلۃ و کلامہ یقطع الکلام یعنی امام مالک نے موطا میں
اس کہ روایت فرمایا کہ زہری نے فرمایا کہ امام کا ٹکنا نماز بند کر دیتا ہے اور امام کا بولنا کلام بند کر دیتا ہے۔ نصب الراہ میں یہ اور فرمایا و
عن مالک رواہ محمد بن الحسن فی مسوطا کہ امام محمد علیہ الرحمۃ نے اس کو



امام مالک علیہ الرحمۃ نے اپنے مؤطا میں روایت فرمایا۔ امام زہری کا یہ کلام پوہنی مؤطا امام مالک ملاحظہ
طبع دارالاشاعت، مؤطا امام محمد ملاحظہ طبع یوسفی میں ہے۔ پھر یہ بھی قابل غور ہے کہ زہری تابعی یوں فرماتے
کیوں ہیں؟ تو مؤطا امام مالک اور مؤطا امام محمد اور سنن بیہقی مسک جلد ۳ طبع حیدرآباد، سے صراحتاً مستفاد
کہ امام زہری کا یہ ارشاد اپنے استاد حضرت ثعلبہ بن مالک کے بیان مسند سے مستفاد ہے والنظم من
موطا مالک۔ مالک عن ابن شہاب عن ثعلبہ بن ابی مالک القرظی
انہ اخبرہ انہم کانوا فی زمن عمر بن الخطاب یصلون یوم
الجمعة حتی یشرب عمر بن الخطاب فاذا خرج عمر وجلس
على المنبر اذن المؤذنون قال ثعلبہ جلسنا نتحدث فاذا سکت
المؤذنون وقام عمر یشرب انصتنا فلم یتکلم منا احد قال ابن
شہاب فخرج الامام یقطع الصلوة وکلامه یقطع الکلام۔ بکرام
ابو جعفر طحاوی شرح معانی الآثار جلد ۱۲ میں اور امام بیہقی سنن بیہقی جلد ۳ میں اپنی اپنی سندوں
سے ابن شہاب زہری سے راوی کہ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ثعلبہ بن ابی مالک نے یہ خبر دی والنظم
عن الطحاوی عن ابن شہاب قال اخبرنی ثعلبہ بن ابی مالک
القرظی ان یجلس الامام على المنبر یقطع الصلوة وکلامه
یقطع الکلام وقال انہم کانوا یتحدثون حین یجلس عمر
ابن الخطاب على المنبر حتی یسکت المؤذن فاذا قام عمر
على المنبر لم یتکلم احد حتی یقضى خطبتيه کتبتہما ثم اذا
نزل عمر عن المنبر وقضى خطبتيه نکلموا۔

علامہ عینی مدظلہ العالی جلد ۳ طبع عامہ میں اس کے متعلق فرماتے ہیں اخرجہ الطحاوی
ایضاً باسناد صحیح۔ یہ حضرت ثعلبہ صحابی ہیں یا تابعی جو زمان فیض ترمذی حضرت فاروق اعظم

عہ اقرب الشیخ مسک میں ہے مختلف فی معیتہ وقال العجلی تابعی ثقة ۱۲

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خبر دیتے ہیں کہ ان کے منبر پر جلوہ فرا ہوئے کے وقت جمعہ کے دن اختتام اذان تک انہم کا نوا ایٹھ دسٹون یعنی بے ٹک وہ حاضرین گفتگو کرتے رہتے تھے اور یہی خبر دیتے ہیں کہ امام کا منبر پر بیٹھنا نماز بند کر دیتا ہے اور امام کا بولنا دخلہ دینا کلام بند کر دیتا ہے و لا شک فی وفور الصحابة فی زمنہ المقدس وانہم لایسکتون علی باطل رضی اللہ تعالیٰ عنہم فسقط ما قبل هذا استدلال بالسکوت۔ تور و روشن کی طرح ثابت ہوا کہ اس حدیث سے حرمت کلام قبل الخطبہ پر استدلال نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے کلمات مؤثوق بہا جواز کلام کی صریح دلیل ہیں اور جب جواز کلام ثابت ہوا تو اس کلام سے مراد ہمارے نزدیک کلام متعلق باخرت ہے تاکہ اس کے متعارض نہ ہو جو حضرت مولیٰ علی اور ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ وہ امام کے نکلنے کے بعد نماز اور کلام پسند نہ فرماتے تھے لتتفق کلما قسم ولا تتعارض پھر نظر فقہی نے حکم فقہی اذا خرج الامام فلا صلوة ولا کلام کا مبنیٰ یہ پایا کہ خروج امام خطبہ کے لئے ہوتا ہے اور استماع خطبہ فرض اور اذان ثانی مقدمہ مسنونہ ہے تو اگر حاضر مسجد نماز شروع کر دے یا دنیاوی کلام تو ہو سکتا ہے کہ امام خطبہ شروع کر دے اور استماع فوت ہو جائے۔ بسوط مسند جلد ۲ میں ہے فیجعل بعد الخروج كالشارح فیہا من وجہ۔ شامی ۱۹۹ جلد ۱ میں ہے ینتظرون خروج الخطیب متہیون لسماعہ۔ پھر جب خطبہ شروع نہ کیا اور اذان شروع ہو گئی تو وجہ وجہ شرعی نے بتا دیا کہ اختتام اذان تک خطبہ ملتوی ہے تو اب وہ انتظار بھی اتنی دیر تک نہ رہی تو کلام اخروی بطریق اولیٰ جائز ہوئی لا تنفاعة علة المنع۔ اور یہی جب امام نے دعائے اذان شروع کی تو حاضرین کو بھی فرصت و عامل گئی، یہ تو صرف وقت قبل الخطبہ ہے۔ ہم بفضلہ و کرمہ تعالیٰ اس کی نظیرین خطبہ میں ثابت کرتے ہیں صحاح ستہ وغیرہ کی احادیث صریحہ کثیرہ باصرا لمرکعتین لجائی وقت



عہد کما فی البدانہ ۱۲ عہدہ یہ ایسا کلام ہے جو طول پکڑ سکتا ہے اور جو غفلت سہاوت پر سکتا ہے اور اخروی کلام ایش غفلت نہیں اور امام کے کھڑے ہوتے ہی بند ہو سکتا ہے نہ ان فائدہ کہ وہ بلا تشدد خاص تک پہنچے اختتام پذیر نہیں ہو سکتی فاستنص

الخطبة مروی ہیں حضرت امام شافعی ان کی بنا پر مجزؤ نماز میں مگر ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک وہ ان خطبہ میں بوجہ فرضیت استماع و انصات نہیں پڑھ سکتا تو ان احادیث کثیرہ کا ایک جواب مستقل یہ دیا کہ ہو سکتا ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آنے والے کے لئے اس کے نماز سے فارغ ہونے تک خطبہ بند فرما دیا ہو۔ مبسوط ص ۲۹ جلد ۲، تبیین الحقائق ص ۸۸ جلد ۱، کبیری ص ۲۳۹، فتح القدیر ص ۳۷ جلد ۱، نصب الرایہ ص ۲۳ جلد ۲، عمدة القاری ص ۳۱۳ جلد ۳، مرقاة ص ۲۵۳، ۲۵۹ جلد ۳ میں ہے والنظم من الفتح لجواز كونہ قطع الخطبة حتى فرغ وهو كذلك رواه الدارقطی فی سننہ من حدیث عنید بن محمد بن محمد بن العبدی الخ تو روز روشن کی طرح معلوم ہوا کہ جب ایک وقت مقرر تک خطیب خطبہ دائرہ بند کر دے تو اس دوران میں نماز جائز ہے تو کلام بطریقِ اولیٰ جائز ہوگی لعدم الفارق مع عدم لزوم امتدادہ كالصلوة۔

اور علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ کی نظر میں اولیٰ یہ کہ ان حدیثوں کو وقت قبل الخطبہ پر محمول کیا جائے مرقاة ص ۲۵۳ جلد ۳ میں فرماتے ہیں فلا دلی ان یقال معنی قوله یخطبای یریدان یخطب وليس قوله امسك عن الخطبة نصا فی قطع الخطبة لاننا نقول المراد امسك عن شروعها۔

بہر حال مقصود واضح ہے۔ نیز دورانِ خطبہ میں جب خطیب کا رکعتا متیقن ہو جائے تو مراحۃ جواز کلام کلام عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت ہے جو سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دورانِ خطبہ میں عین صحابہ کرام میں عرض کیا اور کسی نے قطعاً انکار کیا فکان ذا اجماعاً منہم بمثل ذلك الحال رواه الاثمة مالک فی الموطا ص ۳۷ ومحمد فی الموطا ص ۳۷ والبیہقی

عہ ۱۱۱ نے فرمایا ہوا الظاہر ۱۲ عہ عمدة القاری ص ۳۱۳ جلد ۳ میں ہے الجواب الثانی ان ذلك كان قبل نشروہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الخطبة وقد بوب النسائی فی سنة الکبریٰ علی حدیث سلیک قال باب الصلوة قبل الخطبة ثم اخرج عن ابی الزبیر عن جابر قال جاء سلیک القطفانی ورسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قاعد علی المنبر الحدیث ۱۲ ص ۱۱۱



مسند مسلم ص ۲۵۷ والترمذی ص ۶۵ مطہر علیہ وغیرہم عن ابن عمر
وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین والنظم من الامام محمد
ان رجلا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعثن بن عفان
دخل المسجد يوم الجمعة وعمر بن الخطاب يخطب
الناس فقال اية ساعة هذه فقال الرجل انقلبت من السوق
فسمعت النداء فما زدت على ان توضأت ثم اقبلت فتال عمرو
الموضوع الحديث اور اس کی نظیر نمازیں اذا امن الامام فامنوا رواہ البخاری
ص ۱۱۱ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال - ابتاعنا نزلت
نماز فرض ہے مگر تین امام کے وقت امرتین ہے ، تو ماہ نیم ماہ و مہر نیم روز کی طرح واضح ہوا کہ جواب
اذان جاتے ہے ۔ اور جب امام دعائے اذان کرے تو مقتدی بھی کر سکتے ہیں ۔ نیز یہ حکم فقہی کراہت کلام
بعد خروج الامام اس لئے ہے کہ وہ وقت انتظار خطبہ ہے ، مبسوط سے سن چکے فیجعل بعد الخروج
کالشارع فیما من وجہ تو یہ نظیر منتظر نماز ہے جو شرعاً حکم نماز میں ہے لایزال احدکم
فی صلوة ما كانت الصلوة تحبسہ رواہ البخاری ص ۱۱۱ عن ابی ہریرۃ
منرفوعاً حالانکہ منتظر نماز پر کلام اخروی محکومہ نہیں حالانکہ وہ حکم نماز میں ہے تو منتظر خطبہ پر کیوں کہ وہ
ہوئی ؟ تو لائحہ تحقیق یہی ہے کہ جن آثار سے کراہت کلام ثابت ہو رہی ہے ۔ اس کلام سے مراد کلام دنیوی
ہے اور جن دلائل کثیرے جواز ثابت ہو رہے تو وہ کلام اخروی کا ہے ۔ پھر نصوص مجوزہ کی کثرت و
مراحت کا بھی یہی تقاضا ہے اور اصل انعام تعارض اور توفیق و تطبیق ہی ہے ۔ غیہ المستفی مسئلہ میں ہے
اذہی (المعارضۃ) خلاف الاصل فلا یحکمربہا الا عند عدم امکان التوفیق پھر ص ۱۱۱ آیت
متعارفہ و اعادیش متظاہرہ اور اقوال متکاثرہ عامہ و خاصہ جو قیود و حدود سے بالاتر ہیں وہ بھی مجوزہ اذکار و
ادعیہ و اجابت قولیہ اذال ہیں کما ، تو کیا چند آثار موقوفہ و مختلفہ سے نصوص متواترہ منسوخ ہو سکتی ہیں



ہیبت بہیات ، ہرگز نہیں ہرگز نہیں ۔ احادیثِ اجابت و ادعیۃ اذان جو صحاح و صراح میں کیا وہ سب صحابہ کرام کے ساتھ مخصوص ہیں کہ وہی مخاطب ہیں لہذا ہمیں اجازت نہ ہو ، یا صرف ملک عرب کی اذانوں کے لئے یا اذانہائے مؤذنین محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ، یا ان میں سے کسی ایک کی اذانوں ، یا ان اذانوں سے کسی ایک اذان کے ساتھ مختص ہوں ، یا کسی خاص زمانے یا قوم کے مؤذنین کے متعلق ہو ، کیا غالباً ولید کی اذانیں قابلِ اجابت و عار ہیں یا نہیں ؟ الی غیر ذلک من الصور العامة والخاصة المتجاونة الکف الوف الکف اللوف ۔ بالاتفاق ایسے بے سرو پا دور خیالات خام اور اداہم ناقص قطعاً قابلِ سماع نہیں کہ وہ احادیث یقیناً عام و شامل ہیں اور صوتِ مسئلہ بھی اسی عموم کے تحت داخل اور یہ اسے شامل ،

اذان علی القبر جو کسی نماز کے لئے نہیں اور اس کے متعلق شامی ص ۳۵۵ جلد ۱ میں ردہ ابن حجر اور ص ۸۳ جلد ۱ میں کلاسیسن ہے ۔ اس کا جواز فضائل ذکر و دعا و درود کی آیات و احادیث اور احادیث متعلقہ اذان سے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے ” اذان الاجر نے اذان القبر “ میں ثابت فرمایا ہے جو جائز و مسلم ہے مگر سخت ترین حیرت یوں دہن گیر کہ وہی دلائل آیات و احادیث اور احادیث اذان اس اذانِ واقعی و خصوصی نماز کی اذان ہے کے جواب و دعا ثابت کرنے سے قاصر کہ جاتے ہیں فانا لله وانا الیہ راجعون ۔ فقیر نے آج تک امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کسی کتاب میں باوجود کثرتِ مطالعہ قطعاً نہیں پایا کہ امور مذکورہ سوالِ ناجائز ہیں اور آیات و احادیث ان کے اثبات سے قاصر ہیں بلکہ ایسا کوئی اشارہ تک نہیں ملاحظہ بعض حضرات نے در المختار کے حوالہ سے فرمایا کہ اس اذان کا جواب مقتدیوں کے لئے ناجائز ہے تو ۔۔۔۔۔۔ عبارت در المختار کی متیقح و

عہ بابائرتِ حرم مسیح میں حکم نفی مسجد میں اذان کنا مکروہ ہے ، کے عموم سے استلزام فرماتے ہوئے کہ یکم ہر اذان کے لئے ہے فقہ کی کسی کتاب میں کوئی اذان اس سے مستثنیٰ نہیں ۔ اذان ثانی جمہوری اسی میں داخل ہے حالانکہ احادیثِ اجابت و دعا نے اذان عام میں کوئی اذان ان سے مستثنیٰ نہیں ، اذان ثانی عبداس میں داخل ہے ۔ کیا عموم احادیثہ علوم کلام شائع جنس طاعت بھی نہیں رکھتا ؟ اور ساتھ ہی کتب فقہ کا عموم بھی بلا استثناء ہی ہے کیا صرف ہر اذان کی دسے سب کو اڑا دے گی ! ہرگز نہیں ! منہ مغفر



جواب ہی اس کا جواب ہے۔ درمختار ص ۳۲ جلد ۱ مطبوع مع الشامی میں ہے قال ویلغی ان لا یجیب بلسانہ اتفاقا فی الاذان بین یدی الخطیب۔ شامی میں ہے (قولہ قال اعی فی النہر۔

تو اس عبارت درمختار کا حاصل یہ ہوا کہ صاحب نہرنے نہر میں فرمایا چاہئے کہ جواب نہ دے زبان سے بالاتفاق اس اذان میں جو خطیب کے سامنے ہوتی ہے تو اولاً اس چاہئے "ے صاف ثابت ہو رہا ہے کہ یہ منقول فی المنہر نہیں بلکہ صاحب نہر کی رائے ہے جو مذہب نہیں بن سکتی وذا ظاہر جہدا علی من رأى کلمات القوم بلکہ خود صاحب نہرنے تصریح فرمائی کہ میں کہتا ہوں کہ ما سیجی عن المنحة پھر یہ رائے بھی اسی قدر ہے کہ جواب نہ دینا چاہئے اور یہ نہیں فرمایا کہ ناجائز ہے تو اس سے ناجائز سمجھنا جائز نہیں۔ غالباً اسی بناء پر درمختار میں جب ان لوگوں کا بیان کیا جن پر جواب اذان نہیں تو اس کی طرف اشارہ تک بھی نہ کیا۔ درمختار ص ۳۶ میں یجیب من سمع الاذات کی شرح میں ہے لاحاضنا ونفسا و سامع خطبة و فی صلاة جنازة و جماع و مستراح المحض و نفاس والی عورت اور خطبہ سننے والے اور نماز جنازہ پڑھنے والے اور جو جماع میں مشغول یا قصائے حاجت میں ہوں پر واجب نہیں، تو معلوم ہوا کہ صاحب درمختار کو یہ مختار نہیں کہ منظر خطیب پر بھی جواب نہیں چہ جائیکہ ناجائز بتائیں۔

ثانیاً۔ اس رائے کا مبنی دوسری رائے ضعیف پر ہے کہ عند الامام الاظم قبل الخطب کلام اخری بھی مکروہ ہے وقد بینا فساد المبنى والمبنى على الفساد فاسد مطاوی علی الدر ۱۸۹ میں ہے ولكن سیاتی ان الاصح جواز الادکار عند قبل شروع فی الخطبة فلا مانع من الإجابة ثالثاً یقل درمختار صحیح بھی نہیں بلکہ کاتب نے "لا تجب" کو بگاڑ کر "لا یجیب" لکھ دیا ہے۔ منہ المختار ص ۲۵ جلد ۱ میں ہے قال فی النہر اقول ینبغی ان لا تجب باللسان



عہ وقد اختلط الامر علی صاحب الدر والا فالمنقول عن النہر کما فی المنحة والطحاوی علی المراقی

"لا تجب" فانصح الحق واستبان وقد کتبت هذا علی هامش الشامی ۱۲ منہ غفرلہ

اتفاقاً علی قول الامام فی الاذان بین یدی الخطیب وان تجب
بالقدم الخ اور یہی طحاوی علی المراقی مسئلہ میں بھی نہر سے لا تجب ہے جس کا معنی یہ بنا
کہ صاحب نہر الفائق نے نہر الفائق میں فرمایا کہ میں کہتا ہوں چاہے کہ زبان کے ساتھ بالاتفاق اجابت
اذان واجب نہ ہو الخ اور جب منقول عنہ میں نفی وجوب اجابت ہے اور نفی جواز اجابت نہیں تو اس
سے ناجائز سمجھنا کسی طرح جائز نہیں، وجوب خاص اور جواز عام ہے اور ارتقار خاص مسئلہ زیر ارتقار
عام نہیں۔

رابعاً بلکہ الجواز سمجھا رہا ہے بحسب المفہوم المخالف المحتبر فی الروایات
کما فی الدر والشاحی مسئلہ جلد ۱ وغیرہما اور یہاں تو سیاق و سباق کلام نہر کا تقاضا ہی
یہی ہے کہ وہ وجوب اجابت قویہ اور عدم وجوب کے متعلق اختلاف حلوانی اور غیر حلوانی پر فرماتے
ہیں ما لا یخفی علی من راى واماماً ینفعہم من علی قول الامام "فسو
الکراہۃ وہی لاتنافی الجواز فافہم تو عبارت در سے عدم جواز پر استدلال غلط
در غلط بنا۔

خامساً اگر واقع میں "لا تجب" نہ ہونا اور "لا یجیب" ہی ہونا اور اول میں "لا ینبغی" بھی
نہ ہونا تب بھی اس کا معنی نفی وجوب بن سکتا ہے، بقرینۃ السیاق، شامی علیہ الرحمۃ یہیں در المختار
کے اس "لا یجیب" کے متعلق جو اجابت اقامت کے حق میں ہے، یہی معنی ممکن بتاتے ہیں و
یمکن حملہ علی نفی الوجوب بدلیل قول الخلاصۃ لیس علیہ
جواب الاقامۃ۔

سادساً یہ صرف در المختار اور نہر الفائق کا بیان ہے اور صرف ان دونوں پر فقہی سرے سے جائز ہی
نہیں تو یوں بھی وہ "جائز نہیں رہتا۔ علامہ شامی علیہ الرحمۃ رد المحتار ص ۱۱۷ جلد ۱ اور ثلثین مسئلہ

عدم الاستحباب عند الحلوانی ۱۳ عہد اس قسم کے تفسلات بے ادبی نہیں جتنے مذاہم اہل السنۃ والجماعۃ علی قدر
الافتقار منہ فی فتاویٰ ضریہ شریعہ میں اکابر فقہائے کرام اور شایخ عظام کے اسمائے مبارکہ ذکر کر کے تفسلات کے ہیں صرف جلد اول ہی ایک ہزار
نورینہ لیس تک میں مثلاً ثلثین ضریہ ص ۱۱۷ جلد ۱ میں ہے فظہر ان ما وقع فی مسئلۃ الجنب المدکورۃ فی الغایۃ الشریفۃ من قولہ

(باقی اگلے صفحہ پر)



میں فرماتے ہیں والنظم من الاول لایجوز الافتتاح من الكتب المختصرة
كالنهر وشرح الكنز للعینی والدرا المختار شرح تنویر
الابصار نیز رسائل کے اسی صفحہ میں فرماتے ہیں لاثقة بما یفتی به اکثر اهل
زماننا بمجرد مراجعة کتاب من الكتب المتأخرة خصوصاً
غیر المحررة كشرح النقایة للقستانی والدرا المختار و
الاشباه والنظائر ونحوها فانها لشدة الاختصار والایجاز
كادت تلحق بالالغاز مع ما اشتملت علیه من السقط في النقل
في مواضع كثيرة وترجیع ما هو خلاف الراجح بل ترجیح
ما هو مذهب الغیر مما لم یقل به احد من اهل المذهب
نیز اسی صفحہ میں ہے وقد يتفق نقل قول في نحو عشرين كتاباً من
كتب المتأخرين ويكون القول اخطأ به اول واضع له
فیأتی من بعده وينقله عنه وهكذا ينقل بعض عن بعض
پھر اسی کی کئی نظیریں بنا کر فرماتے ہیں ولهذا الذي ذكرناه نظائر كثيرة
اتفق فيها صاحب البحر والنهر والمنع والدرا المختار
وغیرهم وهي سهو منشأها الخطأ في النقل او سبق النظر
نہیت الحق تو معلوم ہوا کہ صرف در المختار اور نہر پر اعتماد کرتے ہوئے اگر ان میں عدم جواز اجابت
مذکورہ صراحت بھی ہوتا تب بھی اس پر فتوے نہیں دیا جاسکتا تھا چہ جائیکہ اس عبارت مستدل بہا
جسے حسب القواعد جواز مفہوم ہو رہا ہے۔



فقہ حاشیہ گزشتہ صفحہ

احداث اولہ یحدث سبق قلم من الامام الاجل فقیہ النفس معہ اللہ تعالیٰ رحمة واسعة ورحمنا به فی الدنیا و
الآخرة امین ولاغر وغلک جواد کبوة وکل صارم نبوة ولا عصاة الا کلام الالوهیة شر النبوة ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰ ۱۰۰۱ ۱۰۰۲ ۱۰۰۳ ۱۰۰۴ ۱۰۰۵ ۱۰۰۶ ۱۰۰۷ ۱۰۰۸ ۱۰۰۹ ۱۰۱۰ ۱۰۱۱ ۱۰۱۲ ۱۰۱۳ ۱۰۱۴ ۱۰۱۵ ۱۰۱۶ ۱۰۱۷ ۱۰۱۸ ۱۰۱۹ ۱۰۲۰ ۱۰۲۱ ۱۰۲۲ ۱۰۲۳ ۱۰۲۴ ۱۰۲۵ ۱۰۲۶ ۱۰۲۷ ۱۰۲۸ ۱۰۲۹ ۱۰۳۰ ۱۰۳۱ ۱۰۳۲ ۱۰۳۳ ۱۰۳۴ ۱۰۳۵ ۱۰۳۶ ۱۰۳۷ ۱۰۳۸ ۱۰۳۹ ۱۰۴۰ ۱۰۴۱ ۱۰۴۲ ۱۰۴۳ ۱۰۴۴ ۱۰۴۵ ۱۰۴۶ ۱۰۴۷ ۱۰۴۸ ۱۰۴۹ ۱۰۵۰ ۱۰۵۱ ۱۰۵۲ ۱۰۵۳ ۱۰۵۴ ۱۰۵۵ ۱۰۵۶ ۱۰۵۷ ۱۰۵۸ ۱۰۵۹ ۱۰۶۰ ۱۰۶۱ ۱۰۶۲ ۱۰۶۳ ۱۰۶۴ ۱۰۶۵ ۱۰۶۶ ۱۰۶۷ ۱۰۶۸ ۱۰۶۹ ۱۰۷۰ ۱۰۷۱ ۱۰۷۲ ۱۰۷۳ ۱۰۷۴ ۱۰۷۵ ۱۰۷۶ ۱۰۷۷ ۱۰۷۸ ۱۰۷۹ ۱۰۸۰ ۱۰۸۱ ۱۰۸۲ ۱۰۸۳ ۱۰۸۴ ۱۰۸۵ ۱۰۸۶ ۱۰۸۷ ۱۰۸۸ ۱۰۸۹ ۱۰۹۰ ۱۰۹۱ ۱۰۹۲ ۱۰۹۳ ۱۰۹۴ ۱۰۹۵ ۱۰۹۶ ۱۰۹۷ ۱۰۹۸ ۱۰۹۹ ۱۱۰۰ ۱۱۰۱ ۱۱۰۲ ۱۱۰۳ ۱۱۰۴ ۱۱۰۵ ۱۱۰۶ ۱۱۰۷ ۱۱۰۸ ۱۱۰۹ ۱۱۱۰ ۱۱۱۱ ۱۱۱۲ ۱۱۱۳ ۱۱۱۴ ۱۱۱۵ ۱۱۱۶ ۱۱۱۷ ۱۱۱۸ ۱۱۱۹ ۱۱۲۰ ۱۱۲۱ ۱۱۲۲ ۱۱۲۳ ۱۱۲۴ ۱۱۲۵ ۱۱۲۶ ۱۱۲۷ ۱۱۲۸ ۱۱۲۹ ۱۱۳۰ ۱۱۳۱ ۱۱۳۲ ۱۱۳۳ ۱۱۳۴ ۱۱۳۵ ۱۱۳۶ ۱۱۳۷ ۱۱۳۸ ۱۱۳۹ ۱۱۴۰ ۱۱۴۱ ۱۱۴۲ ۱۱۴۳ ۱۱۴۴ ۱۱۴۵ ۱۱۴۶ ۱۱۴۷ ۱۱۴۸ ۱۱۴۹ ۱۱۵۰ ۱۱۵۱ ۱۱۵۲ ۱۱۵۳ ۱۱۵۴ ۱۱۵۵ ۱۱۵۶ ۱۱۵۷ ۱۱۵۸ ۱۱۵۹ ۱۱۶۰ ۱۱۶۱ ۱۱۶۲ ۱۱۶۳ ۱۱۶۴ ۱۱۶۵ ۱۱۶۶ ۱۱۶۷ ۱۱۶۸ ۱۱۶۹ ۱۱۷۰ ۱۱۷۱ ۱۱۷۲ ۱۱۷۳ ۱۱۷۴ ۱۱۷۵ ۱۱۷۶ ۱۱۷۷ ۱۱۷۸ ۱۱۷۹ ۱۱۸۰ ۱۱۸۱ ۱۱۸۲ ۱۱۸۳ ۱۱۸۴ ۱۱۸۵ ۱۱۸۶ ۱۱۸۷ ۱۱۸۸ ۱۱۸۹ ۱۱۹۰ ۱۱۹۱ ۱۱۹۲ ۱۱۹۳ ۱۱۹۴ ۱۱۹۵ ۱۱۹۶ ۱۱۹۷ ۱۱۹۸ ۱۱۹۹ ۱۲۰۰ ۱۲۰۱ ۱۲۰۲ ۱۲۰۳ ۱۲۰۴ ۱۲۰۵ ۱۲۰۶ ۱۲۰۷ ۱۲۰۸ ۱۲۰۹ ۱۲۱۰ ۱۲۱۱ ۱۲۱۲ ۱۲۱۳ ۱۲۱۴ ۱۲۱۵ ۱۲۱۶ ۱۲۱۷ ۱۲۱۸ ۱۲۱۹ ۱۲۲۰ ۱۲۲۱ ۱۲۲۲ ۱۲۲۳ ۱۲۲۴ ۱۲۲۵ ۱۲۲۶ ۱۲۲۷ ۱۲۲۸ ۱۲۲۹ ۱۲۳۰ ۱۲۳۱ ۱۲۳۲ ۱۲۳۳ ۱۲۳۴ ۱۲۳۵ ۱۲۳۶ ۱۲۳۷ ۱۲۳۸ ۱۲۳۹ ۱۲۴۰ ۱۲۴۱ ۱۲۴۲ ۱۲۴۳ ۱۲۴۴ ۱۲۴۵ ۱۲۴۶ ۱۲۴۷ ۱۲۴۸ ۱۲۴۹ ۱۲۵۰ ۱۲۵۱ ۱۲۵۲ ۱۲۵۳ ۱۲۵۴ ۱۲۵۵ ۱۲۵۶ ۱۲۵۷ ۱۲۵۸ ۱۲۵۹ ۱۲۶۰ ۱۲۶۱ ۱۲۶۲ ۱۲۶۳ ۱۲۶۴ ۱۲۶۵ ۱۲۶۶ ۱۲۶۷ ۱۲۶۸ ۱۲۶۹ ۱۲۷۰ ۱۲۷۱ ۱۲۷۲ ۱۲۷۳ ۱۲۷۴ ۱۲۷۵ ۱۲۷۶ ۱۲۷۷ ۱۲۷۸ ۱۲۷۹ ۱۲۸۰ ۱۲۸۱ ۱۲۸۲ ۱۲۸۳ ۱۲۸۴ ۱۲۸۵ ۱۲۸۶ ۱۲۸۷ ۱۲۸۸ ۱۲۸۹ ۱۲۹۰ ۱۲۹۱ ۱۲۹۲ ۱۲۹۳ ۱۲۹۴ ۱۲۹۵ ۱۲۹۶ ۱۲۹۷ ۱۲۹۸ ۱۲۹۹ ۱۳۰۰ ۱۳۰۱ ۱۳۰۲ ۱۳۰۳ ۱۳۰۴ ۱۳۰۵ ۱۳۰۶ ۱۳۰۷ ۱۳۰۸ ۱۳۰۹ ۱۳۱۰ ۱۳۱۱ ۱۳۱۲ ۱۳۱۳ ۱۳۱۴ ۱۳۱۵ ۱۳۱۶ ۱۳۱۷ ۱۳۱۸ ۱۳۱۹ ۱۳۲۰ ۱۳۲۱ ۱۳۲۲ ۱۳۲۳ ۱۳۲۴ ۱۳۲۵ ۱۳۲۶ ۱۳۲۷ ۱۳۲۸ ۱۳۲۹ ۱۳۳۰ ۱۳۳۱ ۱۳۳۲ ۱۳۳۳ ۱۳۳۴ ۱۳۳۵ ۱۳۳۶ ۱۳۳۷ ۱۳۳۸ ۱۳۳۹ ۱۳۴۰ ۱۳۴۱ ۱۳۴۲ ۱۳۴۳ ۱۳۴۴ ۱۳۴۵ ۱۳۴۶ ۱۳۴۷ ۱۳۴۸ ۱۳۴۹ ۱۳۵۰ ۱۳۵۱ ۱۳۵۲ ۱۳۵۳ ۱۳۵۴ ۱۳۵۵ ۱۳۵۶ ۱۳۵۷ ۱۳۵۸ ۱۳۵۹ ۱۳۶۰ ۱۳۶۱ ۱۳۶۲ ۱۳۶۳ ۱۳۶۴ ۱۳۶۵ ۱۳۶۶ ۱۳۶۷ ۱۳۶۸ ۱۳۶۹ ۱۳۷۰ ۱۳۷۱ ۱۳۷۲ ۱۳۷۳ ۱۳۷۴ ۱۳۷۵ ۱۳۷۶ ۱۳۷۷ ۱۳۷۸ ۱۳۷۹ ۱۳۸۰ ۱۳۸۱ ۱۳۸۲ ۱۳۸۳ ۱۳۸۴ ۱۳۸۵ ۱۳۸۶ ۱۳۸۷ ۱۳۸۸ ۱۳۸۹ ۱۳۹۰ ۱۳۹۱ ۱۳۹۲ ۱۳۹۳ ۱۳۹۴ ۱۳۹۵ ۱۳۹۶ ۱۳۹۷ ۱۳۹۸ ۱۳۹۹ ۱۴۰۰ ۱۴۰۱ ۱۴۰۲ ۱۴۰۳ ۱۴۰۴ ۱۴۰۵ ۱۴۰۶ ۱۴۰۷ ۱۴۰۸ ۱۴۰۹ ۱۴۱۰ ۱۴۱۱ ۱۴۱۲ ۱۴۱۳ ۱۴۱۴ ۱۴۱۵ ۱۴۱۶ ۱۴۱۷ ۱۴۱۸ ۱۴۱۹ ۱۴۲۰ ۱۴۲۱ ۱۴۲۲ ۱۴۲۳ ۱۴۲۴ ۱۴۲۵ ۱۴۲۶ ۱۴۲۷ ۱۴۲۸ ۱۴۲۹ ۱۴۳۰ ۱۴۳۱ ۱۴۳۲ ۱۴۳۳ ۱۴۳۴ ۱۴۳۵ ۱۴۳۶ ۱۴۳۷ ۱۴۳۸ ۱۴۳۹ ۱۴۴۰ ۱۴۴۱ ۱۴۴۲ ۱۴۴۳ ۱۴۴۴ ۱۴۴۵ ۱۴۴۶ ۱۴۴۷ ۱۴۴۸ ۱۴۴۹ ۱۴۵۰ ۱۴۵۱ ۱۴۵۲ ۱۴۵۳ ۱۴۵۴ ۱۴۵۵ ۱۴۵۶ ۱۴۵۷ ۱۴۵۸ ۱۴۵۹ ۱۴۶۰ ۱۴۶۱ ۱۴۶۲ ۱۴۶۳ ۱۴۶۴ ۱۴۶۵ ۱۴۶۶ ۱۴۶۷ ۱۴۶۸ ۱۴۶۹ ۱۴۷۰ ۱۴۷۱ ۱۴۷۲ ۱۴۷۳ ۱۴۷۴ ۱۴۷۵ ۱۴۷۶ ۱۴۷۷ ۱۴۷۸ ۱۴۷۹ ۱۴۸۰ ۱۴۸۱ ۱۴۸۲ ۱۴۸۳ ۱۴۸۴ ۱۴۸۵ ۱۴۸۶ ۱۴۸۷ ۱۴۸۸ ۱۴۸۹ ۱۴۹۰ ۱۴۹۱ ۱۴۹۲ ۱۴۹۳ ۱۴۹۴ ۱۴۹۵ ۱۴۹۶ ۱۴۹۷ ۱۴۹۸ ۱۴۹۹ ۱۵۰۰ ۱۵۰۱ ۱۵۰۲ ۱۵۰۳ ۱۵۰۴ ۱۵۰۵ ۱۵۰۶ ۱۵۰۷ ۱۵۰۸ ۱۵۰۹ ۱۵۱۰ ۱۵۱۱ ۱۵۱۲ ۱۵۱۳ ۱۵۱۴ ۱۵۱۵ ۱۵۱۶ ۱۵۱۷ ۱۵۱۸ ۱۵۱۹ ۱۵۲۰ ۱۵۲۱ ۱۵۲۲ ۱۵۲۳ ۱۵۲۴ ۱۵۲۵ ۱۵۲۶ ۱۵۲۷ ۱۵۲۸ ۱۵۲۹ ۱۵۳۰ ۱۵۳۱ ۱۵۳۲ ۱۵۳۳ ۱۵۳۴ ۱۵۳۵ ۱۵۳۶ ۱۵۳۷ ۱۵۳۸ ۱۵۳۹ ۱۵۴۰ ۱۵۴۱ ۱۵۴۲ ۱۵۴۳ ۱۵۴۴ ۱۵۴۵ ۱۵۴۶ ۱۵۴۷ ۱۵۴۸ ۱۵۴۹ ۱۵۵۰ ۱۵

فائدہ

”خروج اذا خرج الامام“ سے کیا مراد ہے ؟ اس کے متعلق بعض حضرات نے ”صعود المنبر“ فرمایا ہے یہی صحیح الحقائق مسئلہ ۲۲ جلد ۱، یعنی علی الکفر ۳۴، غنیۃ المستملی ۱۵۱ میں ہے والنظم من العیدی ومعنی خروج اذا صعد علی المنبر اور بعض نے یہ تفصیل فرمائی کہ اگر امام حجرہ میں ہو تو اس سے نکلنا ورنہ منبر پر چڑھنا۔ در المنشیٰ مسئلہ ۱ جلد ۱، در المختار مسئلہ ۱ جلد ۱، طحاوی علی المراتی ۳۱۱، بحر الرائق ۱۵۵ جلد ۲ میں ہے والنظم من البحر ان الامام ان کان فی خلوة فالتقاطع انفصاله عنها وظهوره للناس والافتیام للصعود۔ اور در تحقیق ان دو تفسیروں میں کوئی اختلاف نہیں کہ جن حضرات نے صرف صعود علی المنبر کہا وہ اپنے اقابیم کے لحاظ سے فرماتے ہیں جہاں امام کے لئے خلوت گاہ نہیں اور جن حضرات نے تفصیل فرمائی تو ان کی نظریں وہ علاقے بھی ہیں جہاں امام کے لئے خلوت گاہ ہوتی ہے بحر الرائق میں ہے وفی شرح المجمع عبارة الخروج واردة على عادة العرب من انهم يتخذون للامام مكانا خاليا تعظيما لشانه فيخرج منه حين اراد الصعود هكذا شاهدناه في ديارهم والقاطع في ديارنا يكون قيام الامام للصعود۔

اور وہ جو سراج الراج سے ہے فان لم یکن فی المسجد مقصورة یخرج منها لم یعتک القباۃ والذکر الا اذا قام الامام الی الخطبة۔ اس ”قام الامام الی الخطبة“ سے مراد یہ ہے کہ وہ قیام کرے جو بعد از معمولات و تہنیتی الی الخطبة ہوتا ہے اور اس معنی کا قرینہ ”الی“ انتہائیہ ہے اور دوسرا قرینہ اس کے بعد میں ہے فاذا صعد الامام المنبر جلس ”قار“ کے ساتھ آنا اور اس بنا پر یہ معنی بھی اس تفصیل معنی کے مطابق ہو جائے گا۔

البتہ فقیر کی نظر قاصر ہے تفصیلی معنی خروج میں ایک اور شق بھی ہونی چاہیے۔ اور تفصیل یوں ہو کہ اگر امام ایسی خلوت گاہ ہو جو داخل مسجد ہے اس کا دروازہ مسجد میں کھلتا ہے تو اس سے نکلے اور اگر



ایسی غلوت گاہ میں نہ ہو اور مسجد سے باہر ہو تو مسجد میں داخل ہو اور اگر قبل از وقت اذان ثانی ہی مسجد میں بیٹھا ہے تو منبر پر چڑھے اس کی وجہ ظاہر کہ اولین امام امام الاممہ سعید عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں جو حجرہ مبارک سے باہر تشریف لاتے تو اتصال باب معلی کے باعث حجرہ سے باہر تشریف لانا ہی مسجد میں داخل ہونا تھا۔ مرقاة شرح مشکوٰۃ جلد ۲ میں ہے فاذا خرج الامام ادا نفسه عليه الصلوة والسلام فالمراد الخروج الحقيقي من الحجرة الشريفة۔ اور جو امام باہر سے آتا ہے تو اس کا مسجد میں داخل ہونا مکراہ و دعاء عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس داخل ہونے کی صورت میں ہے جو حجرہ مبارک سے خارج ہونا تھا۔ لہذا ایسا داخل ہونا اسم خروج کا مصداق بن سکتا ہے اور اگر پہلے سے ہی مسجد میں ہو تو چونکہ ایسا دخول نہیں ہوتا، اور وقت سے پہلے بندش صحیح ہے اور حرج شرعاً مخرج تو اس کا منبر پر چڑھنا مکراہ و دعاء عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تشریف آوری کے معنی میں ہو گا کہ چڑھنے سے ہی تعیین الوقت ہوتا ہے۔ اسی مرقاة میں ہے: او المعنى اذا ظهر الامام بدخوله الى المسجد او بطلوعه على المنبر۔



۱۔ علامہ شامی علیہ الرحمۃ کا مرقاة جلد ۱ میں فرمانا واحبابہ الاذان حينئذ مكروه تروہ بھی قابل استدلال نہیں کہ یہ تو صاحب و زکی متابعت میں ان کے کلام فالترقية المتعارفة الخ کی توجیہ کے ضمن میں فرما رہے ہیں جس کا منی والخلاف فی کلام يتعلق بالآخرة اما غیرہ فیکرہ اجماعاً علیہ علائکہ علامہ شامی علیہ الرحمۃ خود اس کے خلاف صرف ایک ہی صفحہ پہلے تفریح فرما چکے ہیں (اما قوله ولا كلام) اسی من جنس کلام الناس اما التسبیح ونحوہ فلا یکرہ وهو الاصح۔ غنیہ شرح ہدایہ جلد ۳ میں ہے ید بہ ما سوى التسبیح ونحوہ علی الاصح وقال بعضهم كل كلام كما یشرع ہدایہ جلد ۳ میں مبسوط شیخ الاسلام سے بحوالہ جلد ۱۵۵ میں نمایہ اور غنیہ سے طحاوی علی المراتی جلد ۳۱۱ تا ۳۱۲ میں بحر سے ہے والنظم له اختلف المشاء علی قول

الامام (ای) ابی حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کما فی الکفایۃ والبحر)
فی الکلام قبل الخطبۃ فقیل انما یکرہ ما کان من جنس کلام
الناس انما التسمیۃ ونحوہ فلا وقیل ذلک مکروہ والا دل اصح
علامہ طحاوی اس کے متصل فرماتے ہیں ومن ثم قال فی البرہان وخروجہ
قاطعہ للکلام ای کلام الناس عند الامام احواس پر متفرع فرماتے ہیں فاعلم
بہذا انه لا خلاف بینہم فی جواز غیر الدنیوی علی الاصح
ویحمل الکلام الوارد فی الاشتغال الدنیوی ویشہد لہ ما اخرجہ
البخاری ان المعاویۃ احباب المودن بین یدیہ الحدیث۔ علامہ
یعنی اس کی شرح ص ۲۹۵ جلد ۲ میں فرماتے ہیں وفيہ احبابۃ الخطیب للمؤذن وهو
علی المنبر تو معلوم ہوا کہ صاحب دُرکا والخلاف فی کلام یتعلق بالاخذۃ
اور یونی اما غیرہ فیکرہ اجماعاً فرما شامی وغیرہ مذکورین کی نظر میں معنی غیر محقق ہے
اور اس "اجماعاً" سے اجماع ائمہ کرام تو کیا اجماع جمیع مشائخ مذہب بھی مراد نہیں درخت اختلاف مشائخ علی
قول ابی حنیفہ "کا کیا معنی؟ البتہ اس "اجماعاً" سے مراد صرف بعض علماء کا اجماع ہو سکتا ہے جو ہمارے
اوپر کسی صورت میں بھی حجت نہیں۔ اس کی نظیر در المختار اور شامی کے ص ۳۰ میں گذر چکی رویجبیب
الاقامۃ) ندبا اجماعاً۔ شامی نے فرمایا (قوله اجماعاً) قید لقوله ندبا ای
ان القائلین باجابتہا اجمعوا علی السند ولم یقل احد منهم
بالوجوب کما قیل فی الاذان فلا ینافی قوله وقیل لا فافہم
وہاں "قیل لا" قرین ہے تو یہاں "یکرہ اجماعاً" سے کچھ آگے صاحب دُرکا اذنیوا

مہ وکذا فی البیانۃ للعبقری علی الہدایۃ ص ۱۱۱ ۱۲ من فقرہ

عہ فی الطحطاوی علی الدرر ص ۱۸۹ ۱۹۰ وقال ان الاصح ہوا الذکا عندہ ای الامام الاعظم علیہ الرحمۃ قبل شروق

فی الخطبۃ فلا مالہ من الاجابۃ (ای) اجابۃ الاذان الثانی بین یدی الامام) قالہ رد النقل الدرر ص ۱۲



واحد بعد واحد فرمانا قرینہ ہے کہ سنت اذان تو پہلی سے ادا ہو گئی باقی لازمہ ہیں اور جائز بھی ہیں کما
سیجی بفضله تعالیٰ تفصیل ما۔

بیر علامہ شامی باب الاذان میں فرماتے ہیں کہ اجابت اذان کا سبب سماع اذان ہی ہے تو میری
نظر میں پہلی اور دوسری سب اذانوں کی اجابت قولیہ کا ہونا ظاہر ہے و یظهر لی اجابت الکلی
داعی الاذان الاول والثانی بالقول لتعدد السبب وهو السماع
بلکہ وہ تو اسی سبب اجابت (سماع الاذان) کی بار پر ظاہر احادیث اجابت کا تعاضل اس حد تک عام ہوتا ہے
ہیں کہ اذان غیر نماز کو بھی شامل ہے اور اس کا جواب بھی دینا چاہئے (چہ جائیکہ نماز خصوصی کی اذان کا جواب
دیا جائے) فرماتے ہیں هل یجیب اذان غیر الصلوۃ کالاذان للمولود
لمارہ لاسمتنا والظاہر نعم ولذا یلتفت فی حیثیتیہ کما
مر وهو ضاہر الحدیث۔ پھر احتمال پر احتمال الا ان یقال ان ال فی
للعبد ہیں قطعاً مقرر نہیں کہ اذان نماز کے سوا کوئی معمول نہیں تو نہایت ہی نمایاں ہوا کہ علامہ شامی
علیہ الرحمۃ کے نزدیک کلام اخروی اور جواب اذان مکروہ ومنوع نہیں تو یہ جملہ (اجابت الاذان حیثیۃ
مکروہتہ) محض متابعت و مماشات دہریں ہے و کمالہ من نظیر فی کلام الشراح
والمحشین۔ پھر علامہ کا یہ جملہ اس اذان ثانی کے متعلق ہے جو تلقین مرقی پر مترتب ہوتی ہے کہ
ان کی رائے قوی یہ ہے کہ وہ تلقین (جو اذان سے پہلے آواز کے ساتھ ہوتی ہے) ہی اصل اذان بن جاتی
اور وہ اذان جسے مؤذن باقاعدہ اذان سمجھتے ہوئے لہجہ اذان میں ادا کرتا ہے جواب اذان بن جائیگا
فرماتے ہیں والظاہر ان مثل ذلک یقال ایضاً فی تلقین المرقی
الاذان للمؤذن والظاہر ان الکراہۃ علی المؤذن دون المرقی
لان سنت الاذان الذی بین یدی الخطیب تحصل باذان
المرقی فیکون المؤذن مجیب الاذان المرقی واجابت الاذان
حیثیۃ مکروہۃ الخ

اور جب یہ باقاعدہ اذان ظاہر اس تلفظ کلمات اذان کا جواب ہونے کی وجہ سے مکروہ



ہے جو مرقی محض غرض تلقین سے ادا کرتا ہے تو اذان جماعت میں جو خطیب کے سامنے اذانوں کے ہی لہجہ میں برنیت اذان ہوتی ہے۔ دوسری اور تیسری بطریق اولیٰ ممنوع ہوئی چاہئے حالانکہ شامی علیہ الرحمۃ کے نزدیک مکروہ قطعاً نہیں بلکہ جائز ہیں اور حدیث موقوف متعلق بالقول سے مؤثوق ہیں اور سیدی عبد الغنی نابلسی قدس سرہ السامی سے اس کی تائید نقل فرماتے ہیں۔ اسی رد المحتار میں ہے "قال الرملى في حاشية البحر والمعارف صريحاً في جماعة الاذان (الى ان قال) ففيه دليل على انه غير مكروه لان المتوارث لا يكون مكروهاً وكذلك نقول في الاذان بين يدي الخطيب فيكون بدعة حسنة اذ ما راها المؤمنون حسنة فهو حسن آھ ملخصاً | قول وقد ذكر سیدی عبد الغنی المسئلة كذلك اخذاً من كلام النہایۃ المذكور پھر تصنیف رد المحتار کے بعد بقول الذییر کے میں یہی دہراتے ہوئے فرماتے ہیں اما الاذان الاول فقد صرح في النہایۃ بان المتوارث فيه اجتماع المؤذنين الى ان قال، وكذلك الذي بين يدي الخطيب المتوارث كونه بجماعة فهو مثله غير مكروه بدعة حسنة اذ ما راها المسلمون الخ اور ان اذانوں اور مؤذنون کے تعدد کا تذکرہ قدوری ص ۳۳، ہدایہ، کفایہ ص ۳۳ جلد ۲، غنیۃ المستمل ص ۵۲ میں نمایاں طور پر ہے والنظم من الهدایۃ واذن المؤذنون بین یدي المنبر بذلك خبری التوارث بلفظ یرکہ رد المحتار میں فرماتے ہیں (و یؤذن ثانیاً (بین یدیہ) ای الخطیب افاد بوحدة الفعل ان المؤذن اذا کان اکثر من واحد ادنو او احدا بعد واحد ولا یجتمعون کما فی الحبلائی والتمرتاشی ذکرہ القہستانی۔

توزیر و روشن کی طرح واضح ہوا کہ بوقت اذان ثانی کلامِ آخری مکروہ نہیں بالمخصوص کلمات الاذان کا ناظر جائز ہے اور جواب اذان میں بھی یہی ہوتا ہے۔ ہاں جماعت مؤذنین کا معاً یا متعاقباً



بلند آواز سے ادا کرنا چاہئے کہ زمانِ سعادت تو امانِ شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں روایات مشہورہ سے ثابت نہیں بلکہ بخاری وغیرہ سے صراحتہً توحدِ مودن ثابت لہذا اس کا حجازِ ثمارت اور حدیث ما راہ المسلمون سے ثابت کر رہے ہیں فاتضح الحق واستبان۔ ماضی قریب کے متبعِ عالم اور ذکی فاضلِ عمدۃ الرعاہ حاشیہ شرح الوقایہ مثلاً جلد میں فرماتے ہیں واما الکلام فانما یکرمہ من قبل شروع الخطبۃ الدنیوی لا الدینی کا لاذکار والتسبیح و بعد الشروع فیہا یکرمہ مطلقاً ہذا هو الاصح کما فی النہایۃ وغیرہا فلا تکرہ [حاجۃ الاذان الذی یؤذن بین یدی الخطیب وقد ثبت ذلک من فعل معاویۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی صحیح البخاری ولادعاء الوسیلۃ الماثور بعد ذلک الاذان ہذا عند ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تنبیہ

یہ وہی عمدۃ الرعاہ ہے جس سے فتاویٰ رضویہ ص ۲۹ جلد ۲ میں اسی اذان ثانی بین یدی الخطیب کے دروازہ مسجد پر ہونے کے متعلق خود اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے استدلال فرمایا ہے و نصب۔ یہاں تک کہ اب زمانہ حال کے ایک عالم مولوی عبدالحی عجب لکھنوی عمدۃ الرعاہ حاشیہ شرح وقایہ ص ۲۲۵ جلد ۲ میں لکھتے ہیں الخ نیز کاسر السفیہ الواہم کے ص ۱۵۰ میں ان کے متعلق فرمایا ذکی، طباع، عالم، پھر تعجب کہ اذا خرج الامام فلا صلوة ولا کلام سے تقبل الایہا میں جس کی حرکت قلیۃ تعظییم کی ممانعت کیے مقصود ہوتی ہے حالانکہ ہمارے فقہائے کرام نے ہمارے ائمہ ثلاثہ کی تصریح نقل فرمائی کہ خطبہ شروع ہونے سے پہلے پہلے آنے والا چل کر لوگوں سے گزر کر محراب کے قریب آسکتا ہے رفتاؤے خانہ ص ۸۵، وراختار مع تقریر انشائی ص ۴۲، جلد ۱، بحر الرائق ص ۱۵۰ جلد ۲، مانگیری ص ۱۵۰ جلد ۲، فنیۃ المستمل ص ۵۲ میں ہے والنظم ہنما والحانیۃ



والہندیۃ ذکر الفقیہ ابو جعفر عن اصحابنا لایس بالخطی
مالیماخذ الامام فی الخطبة ویکره اذا اخذ لان المسلم
ان یتقدم ویدنو من المحراب اذا لم یکن الامام فی الخطبة
لیقسم المکان علی من یرجی بعده وینال فضل القرب من
الامام (والہ ان قال) اما من جاء والامام یرخطب فعلیہ ان
یسبق فی المسجد لان مشیہ وتقدمہ عمل فی حال الخطبة
نیز ہمارے حضرات نے تصریح فرمائی کہ قوم کے لئے مستحب ہے کہ امام کی طرف منکرے بوقت خطبہ
غنیۃ المستملی ص ۲۵۵ اور دوسری کتب ممتدہ میں ہے والنظم من الغنیۃ فی المبسوط
یستحب للقوم ان یرتقبوا الامام عند الخطبة وعن ابی حنیفہ
انہ کان اذا فرغ المؤذن من اذانه ادار وجہہ الی الامام و
عن عدی بن ثابت کان علیہ السلام اذا خطب استقبلہ اصحابہ
بوجہہم ذکرہ ابن بطال فی شرح البخاری لکن الرسم
الان انہم یرتقبون القبلة للخرج فی تسویۃ الصفوف
لکثرة النحام کذا فی شرح الہدایۃ للسروجی۔

جب اتنی حرکات کثیرہ جائز ہیں تو اس قلیل میں کیا حرج؟ بالانکہ تعظیم محبوب معظم علی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم ہے جو مطلقاً مطلوب شرعی ہے جب کہ نہی خصوصاً نہ آئے لہذا جائز و محسن ہے واللہ تعالیٰ
اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلى الله تعالى
محبوبنا الاکرم ما اذن واجیب اذان ودعی له بالوسیلۃ فی الجنان

عے ثانی ص ۱۲۴ میں ہے المشہور اطلاق اصحابنا علی استئنا الشلاشۃ ابی حنیفہ

ومناہیہ کما ذکرہ فی شرح الوہابنیۃ ص ۱۳ من غلطہ



کلمات مبارکہ ہیں۔ واللہ ورسولہ اعلم بحلالہ ولہ وحدہ وصلی اللہ علی حبیبہ اللہی الانبیاء بعدہ۔

عزہ الفقیر الیہ الخیر محمد نور اللہ نعمی طہرہ

۳۴ ص ۳۰۴

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں اذان یا اور مجلہ حضور پر کورسید
یوم النور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام نامی اور اکرم سامی لیا جائے اور سامع اپنے دونوں انگوٹھے چمکے
تو کیا یہ فعل جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو نص حدیث شریف سے دلیل دے کر تحریر فرمادیں،
بینوا توجروا۔

المستفتی :- سلطان احمد اختر عزیز پوری پبلک نمبر ۴۵/۴۱



اہل السنۃ والجماعت کا مذہب ہے، وقرآن کریم و احادیث حبیب محبوب عظیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے
واضح طور پر ثابت ہے کہ اہل اختیار اجماعت ہے یعنی جب تک شرعاً مطہر کسی شی کی حرمت و کراہت ثابت نہ ہو
تو اسے حرام و مکہرہ نہیں کہہ سکتے، قرآن کریم کا ارشاد ہے عفی اللہ عنہا۔ اس کی تفسیر میں تفسیر خازن
مجلد ۲ ص ۲۱۱ میں ہے عن سلمان قال سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن اشیاء فقال الحلال ما احل اللہ فی کتابہ و
الحرام ما حرمہ اللہ فی کتابہ و ما سکت عنہ فهو مما
قد عفی عنہ فلا تتکلفوا۔ اور یونہی تفسیر کبیر ۲۵۹ جلد ۳، معالم التنزیل ۲۵۲ جلد ۲



سفن ابن ماجہ ۲۳۹، سنن الترمذی ۲۱۹۰ جلد اول وغیرا میں ہے، اور ہدایہ مطبوعہ مع الشرح عنایہ شرح ہدایہ، فتح القدیر ۲/۲۸۱ جلد ۲، منہج النائق ۱/۱۸۱ جلد ۱، شامی ۵/۱۸۱ جلد ۱ میں ہے کہ اصل اشیاء اہل حق ہے، شامی کے یہ لفظ ہیں وصرح فی التحریر بان المختار ان الاصل الاباحۃ عند الجمهور من الحنفیۃ والشافعیۃ اھ و تبعہ تلمیذہ العلامة قاسم و جرمی علیہ فی الہدایۃ من الحداد و فی الخانیۃ من او اسئل الحضرة والاباحۃ۔

تور نور روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ انگوٹھوں کا چرنا اصل میں کم رکم مباح ضروری ہے کہ شرع مطہر سے اس کی مانعت نہیں آئی اور جب نیت تعظیم محبوب عظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو ہے جاتے ہیں تو مستحب عبادت بن جاتا ہے حضرت عمر فاروق عظیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں انما الاعمال بالنیات صحیح بخاری شریف کی پہلی حدیث یہی ہے اور ایسے ہی سند امام حضرت سیدنا الامام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سب سے پہلی حدیث یہی ہے کہ الا انما الاعمال بالنیات حضرت امام قاضی عیاض مالکی ثقافت شریف ۲/۲۸۱ جلد ۲، حضرت شیخ الامام الکمال ابن العلام فتح القدیر ۲/۲۸۱ جلد ۲، علامہ شیخ محمد طاہر محج الجار ۲/۲۸۱ جلد ۲، علامہ شامی علیہ الرحمۃ رد المحتار ۲/۲۸۱ جلد ۲، امام محی الدین ابوزکریا نووی شافعی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں والنظم لذی الشرف المباحات تصیر طاعات بالنیات الصالحات اب محمد تعالیٰ کھل گیا کہ تقبیل الایہامین تعظیم کم المحبوب صلی اللہ علیہ وسلم شرع اطری میں جائز و مستحب ہے۔ نیز قرآن کریم صحیح طور پر ثبات اور حدیث شریف اور ائمہ قدیم و حدیث سے بھی کئی بیش محبوب طالب و مطلوب کی تعظیم و اجلال و شرفانیت ہی ضروری و لا بدی ہے قرآن کریم کا ارشاد ہے لتؤمنوا باللہ ورسولہ و تعذروہ و توقروہ۔ معالم ۱/۲۵۹ جلد ۱ میں ہے (و تعذروہ) اہی تعینوہ و تنصروہ (و توقروہ) تعظموہ و تغفمہوہ ہذہ الکنایات راجعت الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و نحوہ فی الخازن و ایضاً فیہ و التعزیر نصرمع التعظیم ثقافت شریف ۲/۲۸۱ جلد ۲ میں ہے قال ابن



عباس تعرضہ تجلوه و قال المبرد تبالفوا في تعظيمه . بمع البسار
مسک ۱۱۰ جلد ۲ میں ہے تعظیمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افضل القرب
اور اصول کا مسئلہ قاعدہ ہے کہ المطلق یجبر علی اطلاقہ ترجو قول فعل تعظیم پر ہال ہوگا
وہ کم از کم جائز و محسن ضرور ہوگا لہذا فتح القدر مسک ۱۱۰ جلد ۲ ، فتاویٰ عالمگیری مسک ۱۱۰ جلد ۲ میں ہے کل
ما کان ادخل فی الادب والاجلال کان حسنا پس تقبل الایہامین جو مال العظیم
ہے ضرور جائز و محسن ہوئی ۔

نیز حدیث میں وارد ہے کہ ما راہ المسلمون حسنا فہو عند اللہ
حسن اور تقبل الایہامین کو اہل اسلام حسن چاہتے ہیں اور نفی درود حدیث مرفوع صحیح خاص بخزیمین
نفی وجود صحیح نہیں اور ایسے ہی نفی صحیح سے نفی حسن و ضعیف نہیں ہو سکتی اور وہ بھی نقلاً عن المال متین
اور یہی نفی مرفوع سے نفی موقوف نہیں ہو سکتی اور موقوف بھی حجت ہے ۔ غائد مجمع البحار ط ۵ قولنا
لم یصح لایلزم منه اثبات العدم الخ تفسیر کبیر مسک ۲۳۶ جلد ۲ میں ہے عدم
الوحدان لایدل علی عدم الوجود ۔ غفیر فیہ میں ہے مذهب الصحابی
حجۃ یجب تقلیدہ ۔ فتح القدر مسک ۱۱۰ جلد ۲ میں ہے والاستحباب یشبت
بالضعیف غیر الموضوع بلکہ حدیث صحیح کی نفی صاف صاف بتاتی ہے کہ حدیث حسن یا
ضعیف مرفوع یا موقوف صحیح ثابت ہے کہ مفہوم مخالف روایات میں ضرور بالضرور معتبر ہے ۔ در الخمار میں
المفہوم معتبر فی الروایات اتفاقاً ومنہ اقوال الصحابة ۔ شامی
مسک ۱۱۰ جلد ۲ میں ہے انہ فی الروایات ونحوها معتبر باقسامہ حتی
مفہوم اللقب ، پس براہی کا " لم یصح فی المرفوع " کہنا ثبوت بطریق مذکورہ کا صاف
طور پر پتہ دیتا ہے لہذا شامی علیہ الرحمۃ نے تقبل الایہامین کو مستحب بھی لکھا اور قولی براہی بھی نقل کیا ۔ مسک ۱۱۰ جلد ۲
میں ہے یشتب ان یقال عند سماع الاولی من الشہادۃ صلی اللہ
علیک یا رسول اللہ وعند الثانیۃ منہا قدۃ عینی بل یا رسول اللہ

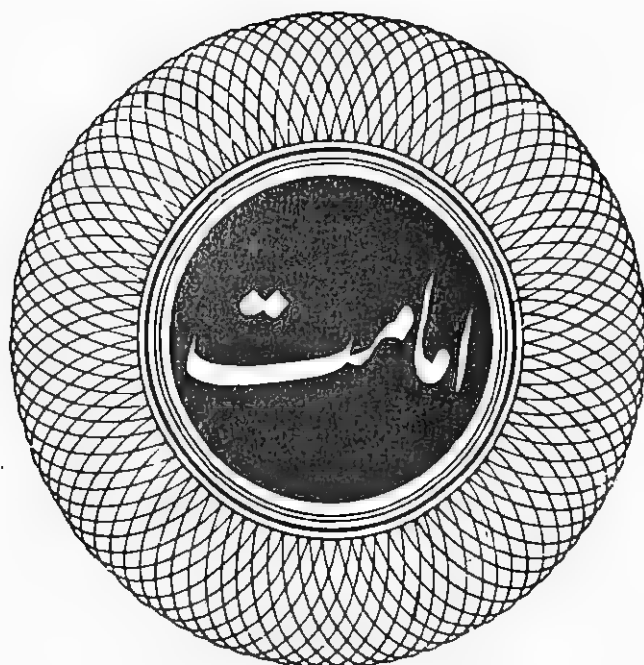


ثم يقول اللهم متعني بالسمع والبصر بعد وضع الابهامين
على العينين فانه عليه السلام يكون قائدا له الى الجنة كذا
في كنز العباد اوقستاني ونحوه في فتاوى الصوفية وفي كتاب
الفردوس من قبل طه ابراهيم الحديث -

میر العین منہ میں موضوعات ملاحظی قاری علیہ الرحمۃ سے منقول ہے قلت و اذا ثبت رفعہ
الى الصديق رضى الله تعالى عنه فيكفي العمل به لقوله عليه الصلوة
والسلام عليكم يسنتي وسنة الخلفاء الراشدين - معارج النيرة ص ۱
دکن اول میں ہے ”گویند وقت اذان در عین استماع اشہدان محمد رسول اللہ صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم برسدند وانگشت بر دیده نهادند نیز سنت آدم علیہ السلام است و
احادیث در فضل آل آورده اند“ اور دواہیہ کے نزدیک بھی سنت ہی ہونا چاہئے کہ ان کا اپنا حکم ہستی زیور کے
صک پر کہتا ہے ”سنت وہ فعل ہے جس کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم الخ نے کیا ہو اور
گنجوی براہین کے صک پر کہتا ہے ”جو شے باوجود شرعی قرون ثلاثہ میں موجود ہو وہ سنت ہے مگر عجب کہ اسکا انکار
کرتے ہیں اور فرمان باری تعالیٰ اجل جلالہ ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب هذا
حلال وهذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب سے نہیں ڈرتے۔ مگر ان کا مذہب
ہی یہی چاہتا ہے کہ تعظیم محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روکا جائے۔ چنانچہ براہین صاف میں روئے
زمین کا ظلم شیطان لعین کے لئے تو رشید احمد نے مان لیا اور سرکارِ بدو عالم دانائے ماکان و میکان سے نفی کیا
بلکہ اسی صفحہ میں دیوار کے پیچھے کے ظلم سے بھی انکار کیا اور وہ بھی حدیث موضوع سے۔ بہر حال یہ ثابت ہوا کہ
تقبیل الابهامین عند ذکر الامم الشریف ضرور بالضرور جائز و مستحب ہے الا ان یمنع مانع کالخطبة
والقراءة فیہ متنہ ہناک خصوصاً لا مطلقاً۔ واللہ و رسولہ
اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و صحبہ وسلم۔

عقود الغفران بالبحر المحمود نور اللہ علی غفرانہ





بَابُ الْإِمَامَةِ

الاستفتاء

بِسْمِ اللَّهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى حَامِدُهُ وَصَلَّى

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ولیوں، مرزائیوں،
الچریتوں، شیعوں کے جلسوں میں جانا کیسا ہے؟ اور امر معروف میں مل جل کر کام کرنا کیسا ہے؟
اور اعلیٰ حضرت بریلی شریف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کیا مسلک تھا؟ یاد رہے کہ ان سے مل کر کام کرنے سے
عوام یہی سمجھیں گے کہ سب یکے مسلمان ہیں اور ان کے اختلاف جزوی فردی ہیں۔ سب کے نیچے
نمازیں جائز ہیں، صرف حلوسے مانڈے کا اختلاف ہے۔ بینوا تو جبراً
المستفتی: محمد عبدالغفور بہاروی، غفرلہ خطیب وزیر آباد



اجلاس الہی ابتداء وارتداد میں بحالت اختیار دیدہ و ناستہ شریک ہونا ناروا و حرام محض ہے

لہذا ما قلت هذا لان الذهاب قد يجوز لغرض المناظرة والرد واذالة الاشراك من غرض

اکیہ کر یہ فلا تتعد بعد الذکر می مع القوم الظالمین وغیرہ آیات مشکاثرۃ
احادیث متوافرہ کا یہی تائیدی تقاضا ہے جس پر ائمہ سلف و خلف کا اطلاق قوی دلیل ہے جسے امام
اہل السنۃ والجماعت مجدد و مائتہ حاضرہ عظیم البرکۃ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تصانیف جلیلیہ
جمیلہ میں ماہ نیم ماہ و مہر نیم روز سے بھی زیادہ واضح و ہونیدا فرمادیا حتیٰ کہ وصایا شریف میں بھی اس کا ہر ذور
اعادہ فرمایا۔

اور سوال کی شق ثانی "امر معروف میں بل جل کر کام کرنا کیسا ہے؟" نہایت ہی مجمل ہے حتیٰ کہ
معروف کی تفصیل بھی غیر معروف ہی رہی کہ شرعی مراد ہے یا عرفی یا لغوی؟ اجمالی جواب یہ ہے کہ صورت
کثیرہ میں حکم و لائحہ مشارالہا اختلاف عرام ہے اور بکثرت ایسی صورتیں بھی ہیں کہ تنقیر قلبی کے ساتھ اختلاف
صوری کی تحمل ہر سکتی ہیں مثلاً دورِ حاضر میں سفر و ادارہ افعالِ حج میں اکثر اختلاف ہو جاتا ہے ملکی فوج
میں بھی شمولیت ممنوع نہیں، جہاد و کشمیر وغیرہ بھی جائز ہے۔ قال اللہ تعالیٰ لا یکلف
اللہ نفسا الا وسعہا۔ ما جعل علیک فی الدین من حرج
الا ان تتقوا منهم تقۃ ابو سعود ص ۳۳ جلد ۲، نیشاپوری ص ۳۱۱ جلد ۳ میں بالفاظ
مقاربہ ہے والتظم له وخص لهم فی موالا تهم اذا خافوهم والمراد
بتلك الموالاة محالفة ومعاشرة ظاهرة والقلب مطمئن
بالعداوة والبغضاء وانتظار من وال المانع من قشر العصا و
اظهار الطویۃ كقول عیسیٰ علیہ السلام کن وسطا و امش
جانبا۔ اور ایسے ہی روح البیان ص ۲۱۱ جلد ۲ میں ہے الا فیہا شق العصا بدل
قشر العصا۔ اور قول کلمۃ اللہ علی نبینا وعلیہ السلام کی تشریح میں فرمایا امی کن فیما بینہم
صورة وتجنب عنہم سیرۃ احکام القرآن ص ۲۱۱ جلد ۲ میں امام ابو بکر جصاص خفی فرماتے
ہیں وهذا هو ظاهر ما یقتضیہ اللفظ وعلیہ الجہہ ہر من اهل العلم



عہ النجۃ المومنین ص ۱۱۱ جلد ۱، اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے مگر صورت ضروری گراہ قال تعالیٰ الا ان تتقوا منهم تقۃ

وقال تعالیٰ الا من اکره وقلوب مطمئن بالايمان ص ۱۱۱ جلد ۱

نیز اسی میں فرمایا: فہذہ الہی والأشار دالۃ علی انہ ینبغی ان یعامل الکفار بالغلظۃ والجفوة دون الملاطفۃ والملاینۃ ما لم تکن حال یخاف فیہا علی تلف نفسہ او تلف بعض اعضاءہ او ضرر اکبیرا یمحقہ فی نفسہ فانہ اذا خاف ذلک حجاز لہ اظہار الملاطفۃ والموالاة الخ روح البیان ص ۲۷۲ میں ہے: واذا کان الرجل مبتلی بصحبۃ الفجار فی سفرہ للحج او للغزاء لای ترک الجلاعة بصحبۃہم ولکن یمکرہ بقلبہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

محمد بن اقصیٰ الباجی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۴۲۶ھ
بروز بدھ بوقت عصر

الاستفتاء

(مقدمہ کے حالات یعنی بیان) ہمارے پاک میں پہلے ایک امام رکھا ہوا تھا، اس امام میں کئی ایک خامیاں تھیں مثلاً جھوٹ بھی بول دیتا تھا، خفیہ سو بھی لے لیتا تھا، جھوٹی شہادت بھی دے دیتا تھا اور ایک دفعہ معاذ اللہ! یہ بھی کہہ دیا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک دفعہ ۸۰ آئے انکے خاطر جھوٹ بولا تھا۔ یعنی ایسی ایسی خامیاں تھیں چنانچہ گاؤں والوں نے اس امام کو نکال دیا کہ اس کے پیچھے جاری نماز نہیں ہوتی اور اس کی جگہ ایک سید امام جو اپنے علم کے مطابق عالم بھی تھا اور فقی بھی تھا، لے آئے اور پاک والوں نے اسے قبول کر لیا اور نماز اس کے پیچھے پڑھنی شروع کر دی۔ اس کے بعد دین گھر اس امام کے بھی خلاف ہو گئے کہ اس کو بھی نکال دو، ان کا اصل مقصد یہ تھا کہ وہی پہلے والا امام آجائے۔ ان ہی غصوں نے اس کو جواب دیا تھا کہ یہ امام ٹھیک نہیں ہے اس کو نکال دو۔ پھر ان آدمیوں میں سے ایک کا نام کہ پیم بخش ہے اس نے حسد شروع کر دیا کہ یہ حاجی صاحب لائے ہیں



اس کو بالکل نہیں رہنے دینا، امام پر یہ بات لگادی کہ اس نے مراد گائے یا بھینس کا چمڑا اتارا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس نے چمڑا ضرور اتارا تھا اور رنگ کے بیچ دیا تھا، اور ایک دوجھوٹے الزام لگاتے اور لوگوں کو بھڑکایا کہ اس امام کو نکال دو جو کہ مید تھا، اور لائیں گے، حاجی صاحب ان کو خیربول دیا کہ ہماری طرف سے جواب ہے باقی لوگوں سے کہ چھوڑو بسیدام صاحب نے آدان پارٹی کر پوچھا، ان نے کہا کہ ابھی نماز پڑھا کر دیکھو ان لوگوں نے۔ ۱۲ دن نہیں بتایا اور چوپارٹی خسہ کرتی تھی کہ مید صاحب کے پیچھے بھی نہیں جوتی ان نے وہی پہلا امام لاکر مسجد میں کھڑا کر دیا اور دو جماعت ہونے لگی۔ چار یا پانچ دن دو جماعت ہوتی رہی، آخر ایک دن مغرب کی نماز پڑھنے کے واسطے گئے اور میں بھی ساتھ ہی تھا تو ہم لوگ نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور شاہ صاحب کو بلالہ نماز کراؤ، تو بات پر کہ یہ بخشش نے کہا کہ ہم جماعت نہیں ہونے دیں گے چنانچہ اس نے مصطلے کو اٹھا کر دوسری طرف پھینک دیا جس پر کہ امام نے کھڑے ہو کر نماز پڑھائی تھی اور یہی کہنا رہا کہ ہمارا پہلا جماعت نہیں کر اسے گا اور تمہارے امام کو بھی جماعت نہیں کرانے دیں گے تو ہم پھر مسجد کے صحن سے باہر مصطلے لے گئے اور کہا کہ ہم یہاں جماعت کرالیں گے تو اسی کریم بخشش نے وہاں سے بھی مصطلے اٹھا کر لاند پھینک دیا اور مغرب کی نماز نہیں ہونے دی اور سب لوگوں نے الگ الگ نماز پڑھی اور اس کو روک بھی لیتے، اس نے مسجد کے باہر چند آدمی جو کہ بے نماز تھے اٹوائی کے واسطے کھڑے کئے ہوئے تھے۔



یہ مقدمہ کے پورے حالات ہیں اس مقدمہ کا صحیح فیصلہ لکھ کر بھیج دیں اور کریم بخشش پر کوئی جرم لگتا ہو تو وہ بھیج دیں اور حدیث کا حوالہ دیں اور لکھیں کہ اس کو کیا تعزیر لگنی چاہئے، اس کا جلدی سے جلدی جواب دیں اور فتوے پورا صحیح لکھ کر بھیج دیں اور یہ جو کاغذ ہے ساتھ بھیج دیں تاکہ فیصلہ کرنے کے وقت سب کو سنا دیں کہ جو ٹی بات کوئی نہیں ہے، مصطلے اٹھا کر پھینکے والے کریم بخشش کے ساتھ ایک اور آدمی بھی تھا اس کا نام یاد نہیں ہے، اس میں کوئی غلطی نہیں ہے، یہ مصطلے امام کا درد خدا اٹھا کر پھینکا گیا۔ یہ مقدمہ میرے سامنے ہوا ہے۔

سائن : صدیقی بشیر احمد نوری کانسٹنٹن والا لاہور سے اسٹیشن ٹو بہریک سنگھ



اگر یہ سوال اور حالات امام سابق صحیح اور واقعی ہیں تو وہ امام بد لگام اہل اسلام کا امام قطعاً نہیں سکتا

جھوٹ بولنا، جھوٹی شہادت دینا، سود لینا، یا ایسے جرم ہیں کہ ان میں سے کوئی ایک کسی ایک مرتبہ کسی سے ظہور پذیر ہو تو اسے بلا توبہ امام بنانا مکروہ تحریمیہ ہے چہ جائیکہ وہ ان تین بڑے جرموں کا عادی مجرم تحریم تھا جیسے سائل کے الفاظ "بول لیتا تھا" "لے لیتا تھا" "دے دیتا تھا" سے ظاہر ہے مگر وہ تو حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف دغائش بدہن جھوٹ بولنے کی نسبت کر کے اور وہ بھی اس خبیث اہلن کے ساتھ کہ آٹھ آٹھ کی خاطر کہا یا یا ہو گیا اور دائرہ اسلام سے بالاجماع خارج ہو گیا اور مرتد ہو گیا، اس کا کفر یہود و نصاریٰ اور ہندوؤں سکھوں سے بھی زیادہ بدتر ہے کہ کلمہ گو ہو کر مرتد ہوا، اللہ رب العالمین نے فرمایا والذین یؤذون رسول اللہ لہم عذاب الیم پند تکم "وہ جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں، ان کے لئے دردناک عذاب ہے" نیز فرماتا ہے ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والآخرۃ واعد لہم عذابا مہینا پند تکم "بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں، اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے"

اللہ عزوجل ایذا سے پاک ہے، اسے کون ایذا دے سکتا ہے؟ مگر اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے شان میں گستاخی کو اپنی ایذا فرمایا اور ان کے سوا اور بہت سی آیات سے اور احادیث سے حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بے ادب و گستاخ کا خائب و خاسر و مردود ہونا اظہر من الشمس ہے وراختار شامی کے مستند جلد ۳ میں قتادے بزاز یہ و دررشفاسے اور فتاویٰ خیرہ مستند جلد ۱ وغیرہ میں ہے والنظم من الشاحی علیہ الرحمة اجمع المسلمون ان شاتمہ صلی اللہ علیہ وسلم کافر ومن شک فی عذابہ وکفرہ کفر "تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جو شخص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان پاک میں گستاخی کرے وہ کافر ہے اور جو اس کے کفر میں یا معذب ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے" شامی جلد ۳ میں ہے ان محجردنسبة الکذب الیہ صلی اللہ علیہ وسلم کفر صرف جھوٹ کی نسبت حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کفر ہے بلکہ کفر کہتے ہی اسے ہیں کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹ کی نسبت کسی ایسی چیز میں کرے جس کا لانا



کے متعلق حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "هلا انتفعتم بجلدہما" تم نے اس کے چام کے ساتھ کیوں نہیں نفع اٹھایا " قالوا انہما میتة " صحابہ کرام نے عرض کیا جے شک یرموا رہے " قال انما حرم اکلہما " حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ مردانہ کافرت کھانا ہی حرام کیا گیا ہے " اور اس کے سوا بہت حدیثوں سے ثابت کہ مردانہ چام رنگے سے پاک ہو جاتا ہے اور اس سے ہر طرح کا نفع اٹھایا جاسکتا ہے " اس میں کوئی حرج نہیں ، تو سید صاحب اس الزام سے بھی پاک ہیں ۔

باقی رہا کہ یم بخش کا جماعت سے روکنا اور مصیبتی باہر پھینک دینا ، یہ بہت بڑا غلم ہے اور مسجد کو خیر آباد کرنا ہے جس کی سزا دنیا میں ذلت و رسوائی اور آخرت میں بڑا عذاب ہے ۔ پاپ گناہ میں ہے ومن اظلم ممن منع مسلجہ اللہ ان یدخلوها الا خائفین لہم فی الدنیا ولہم فی الآخرۃ عذاب عظیم " اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجد کو روکے ان میں نام فدا لئے جانے سے اور ان کی دیرانی میں کوشش کرے ، ان کو نہ پہنچا تھا کہ مسجدوں میں جائیں مگر ڈرتے ہوئے ، ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے " باقی رہی تعزیر تو وہ بہت ہی زیادہ سخت ہے اور حاکم اسلام ہی لگا سکتا ہے ۔ البتہ االیان اسلام پر لازم اس کو مجبور کریں کہ ان عادتوں سے باز آجائے اور نیک بن جائے ، آپس میں برادری کے لوگ بائی کاٹ وغیرہ سے ڈرا دھمکا کر بہت کچھ دے سکتے ہیں ۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم ۔

حقہ الغنیۃ الراکبۃ محمد نور اللہ النعمی عفرلہ

مورخہ ۶ صفر المظفر ۱۳۷۸ھ



الکستفاء

علمائے دین و شرع متین ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنے اور اسے صحیح العقیدہ خفی تصدیق کرنے کے متعلق کیا فرماتے ہیں جس کے چند عقائد و اعمال ذیل میں درج ہیں :-

۱۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب کے متعلق گستاخی کے الفاظ استعمال کرتا ہے مثلاً یہ کتاب ہے کہ وہ معاذ اللہ کوڑھے ہو کر مرے تھے۔ اس کے باوجود لوگوں کے سامنے صحیح خفی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔

۲۔ اپنے آپ کو بے ایمان کہتا ہے، خطبہ کے دوران کئی بار اس نے کہا ”میرے جیسے کئی بے ایمان ملاں ہیں۔“

۳۔ مسجد سے خاصی آمدنی کے باوجود روٹیاں مانگتا ہے۔

۴۔ چھوٹی موٹی چیزوں کی چوری کا الزام کتاب بھی کر لیتا ہے۔

۵۔ خود کو سید کہلانے کے باوجود قربانی کی کھالیں گاؤں کے سربراہان کو لوگوں کے ذریعے دباؤ ڈال کر حاصل کرتا ہے۔

۶۔ لوگوں کو ایسے تعویذ دینے سے بھی گریز نہیں کرتا جو دوسروں کی موت کا بن سکتے ہیں۔

ان افعال ذمیر کے باعث مجھ اس سے سخت نفرت ہے کیوں کہ رد کئے پر بھی وہ نہیں رکتا۔ اس لئے میں نے اس کے پیچھے نماز پڑھنا ترک کر دیا ہے۔ براہِ نوازش یہ بھی تحریر فرمائیں کہ میرا یہ فعل حق بجانب ہے یا نہیں؟ بینوا تو جبراً۔

السائل

محمد الدین الیف اے (مولوی فاضل) بریٹش کونسل پرائمری سکول
بھٹنہ سوہاگیاں۔



اگر یہ سوال صحیح اور واقعی ہے کہ وہ شخص اپنے آپ کو بے ایمان کہتا ہے تو وہ امام قطعاً نہیں بن سکتا، اسے مسجد کا آباد کرنا، اس میں بیٹھنا بھی جائز نہیں ہے بلکہ منصب امامت کے لائق ہو، بے ایمان کافر ہوتا ہے اور کافر کے متعلق رب العالمین فرماتا ہے مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْبُدُوا مَسَاجِدَ اللَّهِ شَاهِدِينَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِم بِالْكُفْرِ أُولَٰئِكَ مُشْرِكُونَ كَوْنِهِمْ يَهْنَأُ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ مُجْزِيهِمْ قَابِضٌ فَلَا يَمُوتُونَ (سورۃ التوبہ) امام اہل سنت والجماعت مجددِ مائتہ حاضرہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق اس کے ایسے کلمات استعمال کرنا اس کے خبیث باطنی کی دلیل ہے اور چوری جیسے قیل کام گداگری اور فتنہ آمیز تلویحات یہ سب اسی خبیث باطنی کا نتیجہ ہیں، ایسے شخص کے پیچھے نماز قطعاً جائز نہیں اور نفرت نہایت لازم ہے آپ نے اپنا فرض ادا فرمایا آپ حق بجانب ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ سيدنا محمد وعلى اله وصحبہ وبارک وسلم۔

عزہ الغفران ابو الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۲ اشوال المکرم ۱۳۸۴ھ ۱۵-۱-۶۸

الاستفتاء

علامہ زمان فقیر دوراں شیخ الحدیث و مہتمم صاحب جامعہ تحفہ فریدیہ لکھنؤ دامت برکاتہم
سلام سندن : حسب ذیل استفتاء میں اردو سے شرع کیا ارشاد ہے ؟
لبر، چٹھوس حضرت علی کریم اللہ وجہہ کو حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بالکل افضل سمجھتے
وہ سنی ہو سکتا ہے ؟ کیا اس کی اقتدار میں نماز جائز ہے ؟

نمبر ۱ جو شخص حضرت معاد بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو واجب الاحرام نہ مانے بلکہ آپ کی شان میں گستاخی کرے اور فاسق ایک کہے کیا وہ سنی ہے اور کیا اس کے پیچھے سنی کی نماز جائز ہے! اپنی اتوجروا! مخلص، محمد سرور قادری رحمہ اللہ دارالعلوم نوشہرہ رضویہ صاحب پٹر
خطیب نور المساجد پیر پیر دلہنی ۶۹-۹-۱۶ء



عالی جناب حضرت قادری صاحب فیدلہم السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ۔ اہل السنۃ والجماعت کا یہ عقیدہ اظہر من الشمس ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما بعد الانبیا و الرسل افضل البشرین اور یونہی حضرت معاد بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما صحابی اور واجب الاحرام ہیں لہذا ایسے شخص کے پیچھے سنی کی نماز مکروہ تحریمیہ اور واجب الاعداء ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و علی آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

فتوہ الفقیر البواکیر محمد نور الشماعی غفرلہ

۲۳ رجب المرجب ۱۳۸۹ھ ۶۹-۱۰-۶۹

الاستفتاء

بخدمت اقدس حضرت مولانا مولوی صاحب دام فیضکم العالمیہ

۱۔ یہ مستفتی حضرت مفتی امام سرور قادری (حال مستم جامعہ رضویہ ماڈل ٹاؤن لاہور) ہیں کیونکہ اس عرصے میں موصوف مسجد نور المساجد چیمپ ولفی کے خطیب رہے ہیں۔

(محمد محب اللہ نوری)

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ ۱ ایک آدمی ایک گاؤں کا پیش امام ہے اور اس کی دو بیویاں ہیں۔ ایک بیوی کے لئے نفقہ دیکھنی دیتا ہے اور دوسری بیوی کے لئے نفقہ دیکھنی نہیں دیتا اور نہ وہ طلاق دیتا ہے، اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟ آیا وہ آدمی کس حال میں مقصر ہوگا، کافر یا مسلمان یا فاسق وغیرہ؟ اب وہ حج کا ارادہ کرتا ہے اسی بیوی کو جس کے لئے نفقہ دیکھنی ہے اپنے ساتھ لے جاتا ہے، آیا اس کی حج ہوگی یا نہیں؟ ثواب وغیرہ کے متعلق بھی لکھیں (نص قرآن و حدیث کی روش سے جواب)۔

المستفتی: پیشوا علی شاہ جیسو کے گوردنہ ڈاک خانہ جیٹھ پور
تحصیل دیپال پور ضلع ساہیوال



سائل نے نہایت اجمال سے کام لیا ہے۔ ایسے مسائل میں پوری تفصیل سے سوال کرنا چاہیے۔ اللہ رب العالمین کا حکم ہے وَعَاشِرُوهُنَّ يَوْمَ الْعُرُوفِ یعنی عورتوں سے اچھا برتاؤ کرو۔ اور یہ بھی قرآن کریم کا ارشاد ہے اَلرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى الْاَيْسَاءِ یعنی مرد افسر ہیں عورتوں پر۔ اور حدیث پاک میں تو حقوق زوجین کو بڑی تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے تو جو بھی غاوند ہو یا بیوی دوسرے کے حق بلا و جلد نہ کرے تو وہی مجرم ہے تو اگر وہ شخص اپنی فرمانبرداری اور وفاداری بیوی کو نفقہ دیکھنی سے محروم رکھتا ہے تو گنہگار ہے اور اگر بیوی اس کے گھراؤ نہیں ہوتی اور بے فرمان ہے تو بیوی گنہگار ہے اور طلاق دینا بھی ہمیشہ مرد پر چھوڑا یا خدا میں لازم نہیں ورنہ قلع کی صورت میں مرد گنہگار ہوا حالانکہ قرآن کریم گنہگار نہیں بتانا بلکہ فرماتا ہے فَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَا يُقِيْمَا حُدُودَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا اخْتَدَتَا بِهٖ یعنی اگر تمہیں خطر ہو کہ مکیاں بیوی اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہ رکھیں گے تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں اس میں

جو بدلہ دیکر عورت چھٹی لے۔

اور ایسے مسائل میں کسی کو کافر نہیں کہا جاتا بلکہ جو زیادتی اور ظلم کرے وہ فاسق کہلاتا ہے اور فاسق کو امام مسجد نہ بنایا جاسکتا۔ مگر یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ زیادتی خاوند کی ہے یا بیوی کی، یہ تو آج کل کے جاہلوں کا عام رواج بن گیا ہے کہ مولویوں پر بہانے بنانا کہ اعتراض شروع کر دیتے ہیں حالانکہ قرآن کریم فرماتا ہے
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا أَكْثِيرَ مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ أَشْمُ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبِ بَعْضُكُم بَعْضًا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ
 گمانوں سے بچو، بیشک بعض گمان گناہ سے ہیں اور عیب نہ ڈھونڈو اور ایک دوسرے کا نگہ نہ کرو۔ اور یہ بھی سچ کا ارادہ کرنا یا فرمانبردار بیوی کو ساتھ لے جانا جرم نہیں، اور بے قران بیوی کو ساتھ نہ لے جانا بھی گناہ نہیں، ایسی صورت میں سچ جائز ہے اور کاذب ثواب ہے، ہاں اگر خاوند ظالم ہو تو ثواب میں فرق آسکتا۔
 وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى حَبِيبِهِ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ

محرمہ الغفر المبارک محمد نور اللہ العظیمی غفرلہ

۱۳ رمضان المبارک ۱۴۸۳ھ (۶۴ - ۶۵ - ۶۶)

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس میں کہ ایک شخص نے اپنی دوا رکیوں کے عوض چھ سو روپیہ لے کر نکاح کر لیا حالانکہ اس کو اس کے باپ نے منع کیا اور وہ نہ مانا آیا۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے اور اس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟

سائل

مولوی سلطان محمود اذ موضع ہٹا کر منتقل ہو چکی لکھا۔



اگر صورت مسکھ یہی فی الواقع ہے تو شخص مذکور کی امامت مکروہ تحریمیہ ہے۔ مقتدیوں پر واجب کہ طاقت ہونے ہوئے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں، اس کو امامت سے علیحدہ کر دیں کہ شخص مذکور سخت فاسق ہے، اس نے جو روپیہ لوگوں کے عوض لیا ہے وہ رشوت ہے چنانچہ بجالاؤ، فساد فی عالمگیری میں اس کی تصریح ہے، باپ کا حکم ماننا خصوصاً جب حکم شرع پر پابندی کا حکم کرے نہایت ضروری اور فرض اہم ہے اور اس شخص نے نہ مانا تو سخت فاسق ہوا اور فاسق کی امامت کا یہ حکم اسفاً اطمینان فقہ میں مشرح و مصرح ہے ہاں صحیح طور پر تو یہ کرے تو اس کی امامت میں اس وجہ سے کوئی کد بہت نہیں۔
واللہ تعالیٰ اعلم وعلماہ جل مجدہ اتم واحکم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ وصحبہ وسلم۔

مفت محمد رفیع الرحمن صاحب مدظلہ العالی

(۱۶ جولائی ۱۳۹۰ھ)

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی لڑکی منکوحہ کو سسرال کے ناجائز تنگ کرنے کے باعث اپنے گھر ٹھہرا لیا ہے، تو کیا اندریں صورت زید امامت نماز کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا و جسد۔



اگر صورت مسکھ واقعی درست اور صحیح ہے تو زید بلاشبہ امامت کر سکتا ہے کہ ناجائز تنگ کرنا ظلم ہے اور



سوال وضاحت طلب ہے، زید کا پیشوا کیسا ہے؟ اگر سنی صحیح العقیدہ عالم باعمل اور قسبی عالم و عارف ہے تو یکم ان العلماء و رشتہ الائنبیاء علیہ ظاہری و باطنی کے لحاظ سے زید نے اپنی نیا زندگی کے لوگ کہا ہے تو کیوں جائز نہیں؟ اور اس کی اقتدا میں نمازیں کیوں ناردائیں؟ اور اگر بے علم و بے عمل طالب نیاتے وزیر متبع ہوئے نفسانی اور پس روشنیاطی ہے اور یہ عقیدہ ہے تو یہ شعر ناجائز و سخت ترین جرم میں، اور ایسے کی امامت درست نہیں اور خطابت ناروا، خود معاملات و واقعات کے مطابق سمجھ سکتے ہیں اور یہیں خود بھی عمل کی از ضرورت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ و آلہ و صحبہ و بارک وسلم۔

عزوه الفقير الى الخیر محمد نور السامعی غفرله

(P-9-40)

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اندر میں مسکد کہ زید نے باؤ لے کئے کا جگر نکھرایا تاکہ باؤ لے کئے کے کاٹے جیسے کہ علاج کا کھلا دے، پھر کھلایا نہیں۔ اب دریافت طلب اس پر ہے کہ زید یا اس وجہ از دوسرے شرعیت محمدی گنہگار ہے یا نہیں؟ اور اس کے پیچھے نہ انا کر ہے کہ نہیں؟ بنیو انوجہ دوا۔

السائل : احقر فيض احمد چشتي چاك ۲۶۹/۲۰۰۸ ذوالحجۃ طبعه عالميگر

تخصیص فورٹ عباس ضلع بہاولنگر (۶-۵-۶۷)



زید نے اگر کسی نیک، دیندار طبیب یا ڈاکٹر کے کہنے سے بطور علاج وہ جگر کھلانا چاہا تھا جو مسلم عام ہے اور یہ بتاتا ہے کہ اس کا اس کے ماسوا کوئی اور علاج نہیں اور موت کا صبح اور واقعی خطرہ ہے تو اس کی اجازت ہو سکتی ہے مگر جہاں تک واقعات کا تعلق ہے ایسا عاقلانہ ناممکن ہے تو اس بنا پر اس نے غلط اور ناجائز و حرام کا ارادہ کیا مگر فریغ کیا۔ اب دیکھا جائے کہ اگر اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اس نے یہ ارادہ بدلا ہے تو اس کے لئے نیکی کبھی گئی کما فی الحدیث المتفق علیہ اور اگر کسی اور وجہ سے نہیں کھلایا تو اس ارادہ پر تو یہ سے گناہ معاف ہو سکتا ہے تو امامت کے لائق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاکرم و آلہ و صحبہ و جاملہ وسلم۔

عزیز الفقیر الراجی محمد نور اللہ ایسی غفرلہ

۱۲ - ۵ - ۹۷

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و متقین شہرہ متین اندریس مسند کہ ہمارے گاؤں کا پہلا امامت ہو گیا ہے اور اس کا لڑکا جو کہ انگریزی تعلیم یافتہ اور سیر بھی رہ چکا ہے، نمازی بھی قضا کرتا ہے اور واپس بھی منڈواتا ہے، اور زمانہ کی بھی بدعات ہے، کیا وہ امامت کا مستحق ہے؟ بیڑا تو جس کا مستفتی

سرحد و بیابان پور ضلع ٹنکڑی



دارھی منڈوانا، زمانا کاسی، نمازوں کا انشاء کرنا، یہ بہت بڑے عیب ہیں ورنہ اگرچہ نبی کریم اور اودوسر
ہونا کوئی عیب نہیں، اگرچہ مذہب و جات سوال صحیح اور واقعی ہیں تو شخص مذکور اپنے عادات و عبادت و حرکات و سکنات کے
سبب مجرم و بدکار و فاسق ہے، امامت نماز کے منصب رفیع کا منازاد نہیں اور اس کے عین نماز کو تحریم
ہے اس کا امام بنانا ناروا و گناہ ہے، امام بنانا تعلیم ہے اور وہ شرعاً تعلیم کا متفق نہیں بلکہ واجب الایمان ہے
تبیین الحقائق ص ۱۳۲ جلد ۱، مرآۃ الفلاح ص ۱۸، شامی ص ۵۲۳ جلد ۱ میں ہے والنظم للزیلعی
لان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیہ وقد وجب علیہما الامانۃ
شرعاً غنیۃ المستمل ص ۴۹، طحاوی علی المراقی ص ۱۸، شامی ص ۵۲۳ جلد ۱ میں ہے والنظم
للطحطاوی ومفادہ کون الکراہۃ فی الفاسق تحریمۃ غنیۃ
اضافہ فرمایا وفيہ اشارۃ الی انہم لو قدموا فاسقاً یا ثمنون، ایسے بڑے
کو مسلمان برا جانتے ہیں اور حدیث پاک میں ہے کہ اس شخص کی نماز بارگاہ الہی میں مقبول نہیں جو قوم کا امام ہے
حالانکہ وہ اسے برا جانتے ہوں ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یقول ثلثۃ
لا یقبل اللہ منہم صلوۃ من تقدم قوماً وھم لہ کارھون (الحديث)
رواہ ابوداؤد ص ۱۷ جلد ۱ عن عبد اللہ بن عمر ورضی اللہ تعالیٰ عنہما وصکت
علیہ وکذا ابن ماجہ ص ۱۷۱، سنن ترمذی ص ۱۷۱ جلد ۱ میں حضرت ابوامرؤۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں شخصوں کی نماز ان کے کاروں سے نہیں گزرتی (یعنی
قبول نہیں ہوتی) ان میںوں سے ایک یہ بیان فرمایا امام قوم وھم لہ کارھون لہذا وہ امامت
کے قابل نہیں واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جس مجدہ اتم واحکم وصلى
اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ ایک عورت جو اپنے خاوند کے ساتھ لڑ کر اپنے میکے آگئی اور تین ماہ پورے ہونے پر خاوند نے طلاق دی تو ایک امام مسجد نے اپنی لاعلمی سے سمجھا کہ چونکہ عورت عرصہ تین ماہ سے اپنے خاوند سے الگ ہے لہذا اس طلاق کی عدت گزر گئی، تو اس نے طلاق کے دن ہی نیا نکاح پڑھا دیا تو اس امام مسجد کا اپنا نکاح ٹوٹ گیا یا نہیں؟ اور اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ اور امام مسجد اپنی غلطی کا مقرر ہے اور تائب ہو یا چاہتا ہے۔ بیذا تو جبر و (نوٹ) عورت بدخل بہت ہے۔

اساکی : غلام حسین نوری البصیری خطیب چک ۵۵ گزین ضلع منٹھری



عدت وقت طلاق سے شروع ہوتی ہے۔ اس امام مسجد نے بڑی سخت غلطی کی، اس پر لازم تھا کہ علمائے کرام سے دریافت کرنا، مگر اس فعل حرام کے سبب وہ کافر نہیں ہوا اور نہ ہی اس کا نکاح فاسد ہو کر وہ غلط فہمی کا شکار ہوا ہے، اگر دیدہ و نسبتہ حلال جانتے ہوئے کرتا تو کفر اور فساد نکاح کا حکم دار ہوتا قرآن کریم میں ہے **وَمَا تَوَلَّوْا خِذْنَ أَنْ نَسِينَا** او اخطاؤنا اور عادیث شریفہ میں ہے **رفع عن امتی الخطیۃ و الشیان**، اور جب وہ توبہ کرنا چاہتا ہے تو کہہ سکتا ہے اور توبہ سے گناہ مٹ جاتے ہیں، قرآن کریم میں ہے **الامن تاب و امن و عمل ملاحا** فاولئك یبدل الله سیئاتهم حسنات، حدیث پاک میں ہے **ان العبد اذا اعترف شتم تاب تاب الله علیہ**۔ بہر حال امام مسجد توبہ کر سکتا ہے بلکہ توبہ کرنا فرض ہے بحکم توبی **الی الله توبت لصلوھا** اور جب تائب ہو جائے تو امام بھی بن سکتا ہے ہاں وہ



عدت میں کیا گیا نکاح شرعاً نکاح نہیں، عورت و مرد پہ لازم ہے کہ بالکل الگ الگ ٹھکانے اور پورے پورے پرہیز سے لڑیں اور عدت پوری ہو جائے تو حسب دستور شریعت نکاح صحیح کر سکتے ہیں و اللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و اصحابہ و ہمارے وسلم۔

مفت اعظم پاکستان محمد رفیع الرحمن صاحب مدظلہ (۲۶ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ)

الاستفتاء

بخدمت جناب حضرت تقيتدين عظم علامہ ابو الخير محمد نور الله صاحب مدظلہ العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ : مزاج شریف !

مندرجہ ذیل مسئلہ زیر بحث ہے لہذا التماس ہے کہ ہدایہ، قرآن و حدیث سے مسئلہ ذیل کا صحیح جواب عنایت فرمائیں :-

مولوی دلی محمد ولد حاجی فتح دین اراکس سکس چک ۱/۲۔ اہل تحصیل اداکڑہ ضلع منٹگمری جواہل حدیث فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں پیش نام فرقہ مذکورہ چک ہذا میں جنہوں نے اپنے مکان متروکہ ضلع فیروز پور کا کلیم فارم پہلے دس ہزار کا اور بعد ازاں ترمیم کر کے سترہ ہزار روپے سے زائد رقم کا منظور کرالیا ہے چونکہ ہم اس کی برادری اور اس کے سابقہ موجودہ گاؤں کے رہنے والے ہیں، ہم ان کے مکانات وغیرہ دیگر حالات سے بخوبی واقف ہیں، ان کے مکانات متروکہ اٹھائی تین ہزار روپے سے زیادہ مالیت کے کسی طرح بھی نہیں تھے۔ چونکہ پیش نام مذکور نے گورنمنٹ کو دھوکا دیکر اور جھوٹ بول کر ناجائز طور پر اپنا کلیم فارم منظور کرالیا ہے، لہذا کیا ایسے دھوکا باز اور جھوٹے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ مبینہاً تو جہدوا من رب العالمین۔

المستفتیان : باشندگان چک نمبر ۲/۱ اہل ضلع منٹگمری

نشان انگوٹھا عبدالغنی ولد فرید قوم اراکس + نشان انگوٹھا عمر بن ولد بلاتی قوم اراکس +
نشان انگوٹھا رشید ولد عبد الرحمن قوم اراکس +

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الْجَوَابُ
اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْتَوَّاعِينَ

اگر سوال صحیح اور واقعی ہے تو پیش امام مذکور بہت بڑا بدکار ہے جس نے دیدہ دانستہ کئی مرتبہ جھوٹ اور دھوکا کا ارتکاب کیا اور اب بھی اسی بدکاری پر اڑا ہوا ہے۔ سترہ ہزار سے زائد روپے کی محبت میں گرفتار ہے اور توبہ نہیں کرتا اُس کے ان جرموں کی شامت و قباحت بکثرت آیاتِ قرآنِ کریم اور صد ہا حدیثوں سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہے۔ جھوٹے اور دھوکا باز کو تو کافر قریں بھی میسر جانتی ہیں تو قومِ مسلم کیڑ بکڑا جانے، لہذا ہر مسلمان قوم ایسے بدکار کو ضرور برا جانتی ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ ایسے شخص کی نماز اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا جو ایسی قوم کا امام بنے جو اُسے برا جانتی ہے ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یقول ثلاثۃ لا یقبل اللہ منہم صلوۃ من تقدیم قوما و ہم لہ کارہون الحدیث رواہ ابوداؤد صحیحاً عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما و سکت علیہ و کذا ابن ماجہ ۶۹۔ یہ بھی حدیث میں آیا کہ ایسے شخص کی نماز اس کے سرے بالشت بھر بھی بلند نہیں ہوتی عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ثلاثۃ لا ترفع صلوٰتہم فوق رؤسہم شبراً رجلاً اَمْ قوما و ہم لہ کارہون الحدیث رواہ ابن ماجہ۔ ۷۰ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ نیز حدیث میں ایسے پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لعنت آئی ہے لمن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رجلاً اَمْ قوما و ہم لہ کارہون الحدیث رواہ الترمذی صحیحاً عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حدیث سے یہ بھی ظاہر ہے کہ ایسے شخص کی نماز اس کے کانوں سے بھی نہیں گزرتی (قبول نہیں ہوتی) قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثلاثۃ لا تحبوا صلوٰتہم اذا نہم العبد الا بق حتی یرجع و



امروۃ بائت و زوجها علیہا ساخط و امام قوم و ہم لہ کارہون
رواہ الترمذی جلد ۱ عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ - نیز حدیث
میں مرفوعاً ہے کہ نبیوں کو امام بناؤ اس لئے کہ امام تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان وفد واسطے،
ہوتے ہیں اجعلوا انتمکم خیارکم فانہم وفدکم فیما بینکم و
بین اللہ عز و جل رواہ الدارقطنی جلد ۱ عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ
عنہما و کذا البیہقی جلد ۳ - نیز حدیث میں ہے کہ جب تمہیں یہ پسند ہو کہ تمہاری نماز قبول
کی جائے تو تمہارے نیک تمہارے امام نہیں کہ وہ تمہارے وفد ہیں تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان
اذا سرکم ان تقبل صلواتکم و علیکم خیارکم فانہم وفدکم و
فیما بینکم و بین ربکم رواہ الدارقطنی (جلد ۱) عن مرثد بن
ابی مرثد الغنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعاً و کذا الحاکمی
المستدرک جلد ۳ - یہی حدیث میں ہے کہ اگر تمہیں اپنی نمازوں کا صاف اور پتھر بنانا
خوش کرے تو اپنے نبیوں کو آگے کرو (امام بناؤ) ان سرکم ان تزکوا صلواتکم فقد ہوا
خیارکم (الخطیب عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ - کنز العمال جلد ۴ - نیز صحیح بخاری
جلد ۴ کی حدیث ہے عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یق من فاجر مومن الا
ان یقہرہ بسلطانہ یخاف سیفہ اوسطہ رواہ ابن ماجہ
یعنی کوئی بدکار کسی مومن کا امام ہرگز نہیں بن سکتا مگر یہ کہ بدکار مومن پر اپنی حکومت سے غالب آجائے
مومن اس کی تلوار یا کوڑے سے ڈرے



ان احادیث کی روشنی میں بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ ایسا فاجر فاسق ہرگز ہرگز امامت کے لائق
نہیں، اہل البیان اسلام اپنے اختیار سے اُسے بالکل امام نہ بنائیں، اگر امام ہوتے ہوتے ایسے پاڑ
بیٹے تو طاقت والوں پر لازم کہ اسے امامت سے ہٹا دیں۔ قرآن کریم تو بُروں کے پاس بیٹھنے سے بھی
منع فرماتا ہے، چہ جائیکہ ان کو امام رکھا جائے فَلَا تَقْعُدُوا بَعْدَ الذِّكْرِی مَعَ الْقَوْمِ

الظَّالِمِينَ (سورة الانعام)

اور بھی بہت سی آیات و احادیث سے روزِ روشن کی طرح ثابت کہ کُہلوں کا ساتھ نہ لےنا بے جا اور
نیکیوں کا ساتھ اچھا ہے ہاں کسی ظالم بادشاہ وغیرہ سے جان کا خطرہ ہو تو اجازت ہے مگر وہ محکم ہر جگہ جاری
نہیں، ایسے خطرے کے وقت تو اَلْاَمَنُ اُکْرِهَہٗ وَقَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاَدِمِ مَکَانَ
سے اجازتِ خاصہ بھی آئی ہے مگر حجب البیاسحتِ خطرہ نہ ہو تو قطعاً اجازت نہیں۔ قرآن کہ ہم سے ثابت
کہ جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلایا جائے گا یَوْمَ نَسْذَعُ کُلَّ اَنَامٍ مِّمَّا مَکَانِہِمْ
(سورہ نبی اسرائیل) تو لازم کہ کسی بدکار کو امام نہ رکھا جائے کہ اس کے ظاہری معنی کی زد سے بچاؤ ہو سکے۔ نیز ایسا
بدکار شرعاً تعزیر و تدبیل کا مستحق ہے اور امام رکھنا تو قیروز تعظیم ہے تو طاقت ہوتے ہوئے اسے امامت سے
الگ کرنا ضروری ہے، پھر الگ کرنے میں یہ مصلحت بھی ہے کہ نہ اندوہ پیشیان ہو کر تائب ہو جائے۔ ظہال
ایسے بدکار کو منصبِ امامت سے الگ کرنا بشرطِ طاقت ضروری ہے واللہ تعالیٰ اعلم
وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

مترجم الغفر ابو الخیر محمد نور الدین النعمی غفرلہ

۳ صفر ۱۳۶۹ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ہمیں کہ فاسق کا خود بخود اپنی طاقت سے امام نماز بن جانا یا طاقت
دالوں کا اسے امام بنانا جب کہ اسے حق بالامامت موجود ہو کیسا ہے؟ پھر اس صورت میں جو نمازی بوجہ
مجبوری اس جماعت میں شامل ہوں کہ اگر شامل نہ ہوں تو فتنہ و فساد کا صحیح خطرہ ہو یا خطرہ تو نہ ہو مگر کسی اور
مسجد میں امام تنہی کی اقتدار حاصل نہ کر سکتا ہو یا کوئی اور حق بالامامت ہو ہی نہ تو ان کی نماز کا کیا حکم ہے اور اگر
دوسری مسجد میں امام تنہی کی اقتدار حاصل کر سکتا ہو تو کیا کرے، بنیوا التوحید!



فاسق کا حق بالامامت کی موجودگی میں طاقت یا اثر دے سونے سے امام بن جانا یا اصحاب اقتدار کا امام بنادینا شرعاً سمحت ناجائز اور ظلم مبین ہے جبکہ کسی خفدار کا حق غصب کرنا شرعاً ناجائز اور ظلم ہے تو امامت نماز کا شرعی حق جو اس حق بالامامت کے لئے حاصل ہے بلکہ تمام نمازیوں کی اقتدار بالحق کے حقوق فائدہ مند سے سبوح و قدوس میں غصب کرنے کی وجہ سے ظلم و ناروا نہ ہوں گے، کیا اللہ رب العالمین جل و علا نے یہ حکم محکم نہیں فرمایا ان الله يامرکم ان تؤدوا الامنات الی اهلها۔ کیا احادیث ابن ماجہ و ابوداؤد و ترمذی میں صراحت یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ ایسے شخص کی نماز قبول ہی نہیں ہوتی جو ایسی قوم کا امام بن جائے جو اسے ناپسند کرتی ہو، کیا یہ ارشاد نہیں فرمایا اجعلوا امتکم حیار کسر، اسی موضوع پر اور بھی کافی حدیثیں ہیں وقد مر البعض فی هذه الفتاوی۔

فقہائے کرام نے بھی مکروہ تحریمیہ فرمایا ہے بحوالہ اربع جلد ۳۳۳ جلد ۱، و المختار، طحاوی علی الدرر ص ۲۲۲ جلد ۱، شامی ص ۲۵۵ جلد ۱ میں ہے والنظم من الدر مع التنویر رتو آم قوم و ہم لہ کرحون ان الکراہتہ لفساد فیہ او لانہم احق بالامامت منہ کرہ لہ ذلک تحریماً۔ نیز قدوری ص ۲۵۴، ہدایہ ص ۱۱۱ جلد ۱، فقیر و کبیری ص ۲۵۵، مسبوط ص ۲۵۵ جلد ۱ میں ہے والنظم من القدوری بیکرہ تقدیم العبد الاعرابی و الفاسق۔ کبیری ص ۲۵۴، طحاوی علی الدر ص ۲۲۲ جلد ۱، شامی ص ۲۵۵ جلد ۱ میں ہے والنظم للحلجی حلیم الرحمن کراہتہ تقدیم (ای الفاسق) کراہتہ تحریم۔ تو ایسے امام اور مقتدیوں پر لازم کہ ایسی مکروہ تحریمیہ نمازوں کا اعادہ کریں یعنی دوبارہ بلاکر استداد کرتے ہوئے سبکدوش نہیں۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ اصل فرض ادا ہو جاتا ہے للدلائل الاثبتہ مگر اعادہ لازم ہے للکراہتہ التحریمیۃ بنسار علی الدلائل الماضیۃ۔ باقی وہ نمازی جو سوال کی کچھلی مقول میں مذکور ہیں ان سب کی



نمازیں جائز ہیں اور واجب الاعادہ نہیں، البتہ ان میں سے بعض کی نمازیں مکروہ منہی ہیں جن کا اعادہ مستحب
 کما مستتبین، قرآن کریم میں ہے واکرعوا مع الراکعین "نمازیوں کے ساتھ نماز ادا کیا کرو"
 یہ امر ظاہر ہے اور یہاں کوئی مقتضائے کراہت تحریم نہیں تو نمازیں بلا شہ جائز ہیں، احادیث شریفہ میں مکرر
 اس اطلاق کی تائیدیں اور تصریحات جواز موجود ہیں۔ سنن ابوداؤد ص ۸۸، سنن بیہقی ص ۱۲۱ جلد ۲، سنن ابوداؤد
 سے اور سنن داؤد ص ۱۸۴، جلد ۱ میں حضرت ابوداؤد، حضرت ابوالدرداء، حضرت ابن عمر، حضرت علی
 رضی اللہ عنہ بن اسحاق اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بارائید مذکورہ اور کلمات متعارفہ متعارفہ
 مرفوعہ میں ہے صلوا خلف کل بر وفاجر۔ ان اسانید سے طریق کھول عن ابی حریرة
 کے سب راوی ثقہ ہیں البتہ یہ سب جو ہمارے نزدیک اور جمہور کے نزدیک مقبول اور حجت ہے فتح القدیر
 ص ۳۵۵ جلد ۱، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۴۹ جلد ۲، کبریٰ ص ۴۹ میں فرمایا والنظم منہ انہ مرسل
 وهو حجة عندنا وعند مالک وجہود الفقہاء اور باقی اسانید ضعیف ہیں
 مگر کثرت طرق سے درجہ حسن وقبول پر فائز ہیں فتح القدیر ص ۳۵۵ جلد ۱، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۴۹ میں ہے
 وقد روی هذا المعنى من عدة طرق للدارقطني وابی نعیم والعقيلي
 كلها مضعفة من قبل بغض الرواة وبذلك يرتقي الى درجة
 الحسن عند المحققين وهو الصواب۔ شرح سفر السعادة ص ۵۳ میں ہے
 "وبالجملة دے احشیث حدیث ظنی وازحشیث اجماع قطعی"، پھر یہ اطلاقات آیت و احادیث صحابہ کرام
 اور تابعین کرام کے دستور العمل سے اور واضح ہو رہا ہے۔ مبسوط ص ۱۵۵ جلد ۱، بدائع ص ۱۵۵ جلد ۱، کفایہ
 علی الہدایہ ص ۳۵۵ جلد ۱، زیلعی اور بیہقی ص ۱۳۵ جلد ۱ وغیرہ میں ہے والنظم للسرخسی علیہ
 الرحمة لان الصحابة والتابعين كانوا لا يمتنعون من الاقتداء
 بالحجاج في صلوة الجمعة وغيرها مع ان كان افسق اهل زمانه
 سنن بیہقی ص ۱۲۱ جلد ۲ میں حضرت عبداللہ بن عمر کے اقتداء بالحجاج وغیرہ باقاعدہ اسنادوں سے بیان کرنے کے



بعد عبد الکریم زکاء سے اسناد روایت کیا | درکت عشرۃ من اصحاب النبی صلی
 اللہ علیہ وسلم کلہم یصلی خلف ائمتہ الجور۔ نیز کسی میں امام محمد باقر
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسناد روایت کیا ان الحسن والحسین کا نا یصلیان خلف
 مروان قال فقال ما کا نا یصلیان اذا رجعا الی منازلہما؟ فقال
 لا والله ما کا نا یزیدان علی صلوۃ الاثمتہ۔ ملا علی قاری شرح فقہ اکبر شریف میں
 فرماتے ہیں وکان ابن مسعود وغیرہ یصلون خلف الولید بن عقبہ
 وکان یشرب الخمر، مرقۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۳، حدیث والصلوۃ واجبۃ
 علیکم خلف کل مسلم برا کان او فاجبرا وان عمل الکبائر،
 کہتے ہیں بعد ذکر کلام ابن ہمام متعلقہ تشریح و تحمین حدیث فرمایا وقال ابن حجر ویوافق خبر
 الدارقطنی اقتدوا بكل بر وفاجر وهو ان کان مرسلًا لکنہ
 اعتضد بفعل السلف فانہم کانوا یصلون وراء ائمتہ الجور
 وروی الشیخان ان ابن عمر کان یصلی خلف الحجاج
 وكذا کان انس یصلی خلفہ ایضا واحتمال الخوف یمنعہ
 ان ابن عمر کان لا یخافہ لان عبد الملک کان ممثلاً
 لما یامرہ بـ ابن عمر فیہ وفي غیرہ ومن شمر کان
 یجعل امر الحجج لہ ویامر الحجاج باتباعہ فیہ
 بہاری جلد ۱۱ میں بالاسناد ہے کہ عبید اللہ بن عدی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت
 میں حاضر ہوئے حالانکہ آپ حضور ﷺ سے تو عرض کیا ہمیں امام فقہ (یعنی بانغیر) کا سرغنہ کنا بن بشر نماز پڑھا تا کہ
 اور ہم حرج سمجھتے ہیں، تو آپ نے جواب دیا الصلوۃ احسن ما یعمل الناس
 فاذا احسن الناس فاحسن معہم واذا اساء فاجتنب
 اساءتہم۔ یعنی ملا جلد ۱۱ اس کی شرح میں فرماتے ہیں وفيہ ان الصلوۃ خلف
 من تکرہ الصلوۃ خلف اولی من تعطیل الجماعة، اور ص ۶۵



میں محیطے لوصلی خلف فاسبق او مبتدع یكون محسنا الشواب
الجماعة ذکر فرمایا ہاں ہ عبدالحق علیہ الرحمۃ اسی حدیث عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تحت اشترطت الجماعت
مکملہ میں فرماتے ہیں ” ودریں دلیل است در گذاردن نماز خلف ہر بر و فاجر چنانکہ مذہب اہل سنت
جماعت است “ مرثاۃ مکملہ جلد ۲ میں ہے و فیہ دلیل علی جواز الصلوٰۃ
خلف الفرقة الباغیة و کل فاجر عالمکہ اس وقت سائل وغیرہ کو
باغیوں سے کوئی کشتی کم کا خطرہ نہیں کہ وہ تو صرف سیدنا ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درپے ایثار تھے۔
انہی احادیث و دستو صحابہ کرام و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے باعث ہمارے ائمہ دین اور فقہاء
متکلمین حضرات بھی فرماتے ہیں ۔

فقہ اکبر شریف میں حضرت سراج الامہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد پاک ہے والصلوٰۃ
خلف کل بر و فاجر من المؤمنین جائزۃ : مائل قادی علیہ الرحمۃ اس کی شرح
مکملہ میں اس کی دلیل دہی حدیث اور علی صحابہ قرار دیتے ہیں نیز اسی صفحہ میں مفتی سے نقل کرتے ہیں سئل
ابو حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ عن مذہب اہل السنۃ والجماعۃ
فقال ان تفضل الشیخین ای ابابکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ
عنہما وتحب الختین ای عثمان وعلیا رضی اللہ تعالیٰ
عنہما وان تری المبع علی الخفین وتصلی خلف کل
بیر و فاجر اور یہی شرح ابوالفتحی ص ۲ میں ہے ۔ فتاویٰ قاضی خان ص ۳۴ میں ہے و
من شرائط اہل السنۃ والجماعۃ ان یرى الصلوٰۃ خلف
کل بر و فاجر فتاویٰ شرح عقائد ص ۱۱ میں ہے وتجاوز الصلوٰۃ خلف
کل بر و فاجر التکمیل الدیان ص ۱۱ میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ” و
يجوز الصلوٰۃ خلف کل بر و فاجر جماعت در نماز از دست نباید داد و مقید
بامام متقی و متورع نباید بود و بجماعت آل فضیلت جماعت کہ بے شبہ از سنن مکررہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
آلہ وسلم است ترک نباید کرد و اکل قدر کہ آنحضرت را تاکید در التزام جماعت واجتماع و ایلاف بود در جماعت



دیگر نمونہ اگر مرد سے صالح و متقی برائے امامت پیدا شود بہتر والہر کہ بہت نماز بہاعت گزار دوسرے پر کہ
ناسق بود لیکن طبقہ متفق و مجرب بکفر نگردد و علم باحکام و احکام نماز و قدر بہر مجرب باصلوہ انظر ان یادداشت
باشد لا نیز شرح سفر السعادة ص ۱۵۰ میں فرمایا "وہلایہ اہل امامت و جماعت ہاں اجماع کردہ و
در کتب عقائد آں را ذکر کردہ و آں را از علامات سنت و جماعت دانند؟"

اسی حدیث کے ذکر میں حضرت ابو الشکور سالمی رضی اللہ عنہ تہمید شریف "مسائل میں چالیس
جلیل القدر تابعین (جو کہ ایک ایک یاد دہاں اہل بد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زیارت کر چکے
ہیں) سے ایک حدیث مرفوعہ اس مدعی کی نقل کرتے ہیں جس میں ہے "اشہدوا الصلوات
الخمس و الجمعة بالجمعة مع حل امام - بحرفہ ظاہر الخواتم من بیوط
رضی اللہ عنہ جلد ۱ میں ہے ویجبونہ امامۃ الاعلیٰ و الاعلیٰ و الاعلیٰ و العبد و ولد النبا

و الفاسق و غیرہم احب الی حضرت محمد بن عبد اللہ علیہ الرحمۃ کا یہ وغیرہم
احب الی "فرمان روز روشن سے بھی دھخ دلیل ہے کہ ایسی صورت میں کہ امت تحریر قطعاً نہیں کر
"احب" کا مقابل جائز و محبوب ہوتا ہے اور مکروہ تحریمی ناجائز ہوتا ہے البتہ مکروہ تنزیہی بن سکتا ہے
کردہ بھی جائز ہوتا ہے اور محبوب بن سکتا ہے لہذا بحر الرائق ص ۱۳۹ جلد ۱ میں مجتبیٰ و معراج الدرایہ سے، پھر شامی
ص ۲۳۵ جلد ۱ میں فرمایا والنظم من البحر و هذه الکراهۃ تنزیہیۃ لقولہ

فی الاصل امامۃ غیرہم احب الی - و المتفق ص ۱۵۰ جلد ۱ بطحاوی علی الدر ص ۲۳۳ جلد ۱
میں ہے والنظم لہ اقولہ تنزیہیۃ، اسی فی الكل لقول محمد فی الاصل
امامۃ غیرہم احب الی، فلاصۃ الفوائد ص ۱۴۵ جلد ۱ میں بھی "وغیرہم احب الی"

فرمایا - جاثع ص ۱۵۰ جلد ۱ میں ہے وغیرہم اولی - تو معلوم ہوا کہ یہ مکروہ تنزیہی ہی ہو سکتا ہے
جو احب اور اولی کا مقابل ہوتا ہے اور یہ صورت امامت جس کا ذکر ہوا ہے صورت تقدیم نہیں بلکہ صورت تقدم
ہے کیونکہ تقدم کا معنی آگے ہونا ہے اور امامت کا معنی امام بننا یعنی وہ لوگ ناسق و غیرہ خود بخود آگے
ہو جائیں اور امام بن جائیں اور یہ امر انہیں کہ امام بنائے جائیں - بحر الرائق ص ۱۳۹ جلد ۱، شامی ص ۲۳۵ جلد ۱
میں ہے والنظم من البحر فالماصل انہ یکرہ لہم لواء التقدم



میوۃ و تعجبوا القوم عن منعه تکلم الناس فيه قال بعضهم
فی صلوۃ الجمعة یقتدی به ولا یترك الجمعة بامامتہ
لان فی الجمعة لا یوجب غیروہ ومن شرائط السنۃ و
الجماعۃ ان یرى الصلوۃ خلف کل بر و فاحبر و اما
فی غیر الجمعة من المكتوبات فهو بسبیل من ان یتحول
الی مسجد اخر ولا یأثم بذلك لان قصده الصلوۃ
خلف تنقی خلاصہ کے یہ لفظ ہیں و الفاسق اذا کان یؤم الجمعة و عجز
القوم عن منعه قال بعضهم یقتدی به فی الجمعة ولا یترك
الجمعة بامامتہ و فی غیر الجمعة بسبیل من ان یتحول
الی مسجد اخر ولا یأثم بذلك اور فتح القدیر میں خلاصہ ہے، ہنہ
میں فرمایا و الفاسق اذا کان یؤم یوم الجمعة و عجز القوم عن منعه
قال بعضهم یقتدی به فی الجمعة ولا یترك الجمعة بامامتہ
و فی غیر الجمعة یجبون ان یتحول الی مسجد اخر ولا یأثم
به هكذا فی الظہیریۃ تریہ " بسبیل من ان یتحول " اور (لا یأثم
بذلك) اور " یجبون " واضح کر رہے ہیں کہ وہ امر انتقال الی مسجد آخر " وجوبی قطعاً نہیں لہذا خانہ
خلاصہ، فتح القدیر وغیرہ میں ہر تہیہ مذکورہ کے بعد متصلاً فرمادیا و النظم من الفتح و لو
صلی خلف فاسق او مبتدع احسن ثواب الجماعۃ ہاں کراہت
تہذیبیہ ضروری ہوگی جو موجب اعادہ نہیں، پھر جمعہ اور غیر جمعہ کی تقریب اس بنا پر ہے کہ پہلے زمانہ جمعہ میں
تعمد نہیں ہوتا تھا یعنی شہر میں ایک ہی مسجد میں قائم کیا جاتا تھا لہذا کسی اور مسجد میں مل نہیں سکتا تھا اور
دوسری فرس نامی شہر کی اور مسجدوں میں بھی ہوتی ہیں لہذا مشائخ کرام نے تصریح فرمادی کہ اگر جمعہ بھی
تعمد ہو تو دوسری مسجد میں اقتدائے متقی میں ادا کرے اور فاسق کے پیچھے مکروہ ہوگا۔ فتح القدیر بحر الرائق
شامی زہبی میں ہے و علی هذا فیکرہ فی الجمعة اذا تعددت اقامتہا



فی المصر علی قول محمد وهو المفتی بہ لانه بسبیل من
التحول حیث ینفذ - اور تفریق کی اس بناء سے روز روشن کی طرح واضح کہ اگر دوسری فرض نمازیں بھی
کسی اور مثنیٰ کی اقتدا میں ادا کر سکتا ہو کہ اس آبادی میں مسجد نہ ہو ہی ایک، یا اور مسجد ہو مگر امام مثنیٰ نہ ہو تو وہ فرض
نمازیں بھی جمعہ کی طرح اس امام کی اقتدا میں ادا کرے کہ یہاں بھی جمعہ کی طرح وهو بسبیل من
التحول الی مسجد اخر نہیں پایا گیا حالانکہ اسی پر مدار ہے اور یہ تو کسی نے نہیں فرمایا کہ کیلا
پڑھ لے یا اپنے گھر میں جماعت قائم کر لے، اور حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس میں
نماز با جماعت مسجد میں ادا کرے کی تاکید ہے اس کا بھی یہی تقاضا ہے بلکہ انہی تصریحات غائیہ وغیرہ کے
مفہوم مخالف کے لحاظ سے جو کتب فقہ میں متغیر ہے (کما فی الشامیہ وغیرہا)
یظاہر ہے کہ اگر اس صورت میں اس کی اقتدا میں نماز پڑھے تو گنہگار ہوگا اور جائز نہیں ہوگا اور شامی
اور بحر الرائق سے بالفاظ متقاریر گزری چکا کہ فان امکن الصلوٰۃ خلف غیرہم فہو
افضل والا فلا اقتدار اولی من الانفداد، نیز بحر الرائق ص ۲۳۹، و المختار، شامی ص ۵۲۵
میں ہے والنظم من البحر وینبغی ان یکون محل کراہۃ الاقتداء
بہم عند وجود غیرہم والا فلا کراہۃ کما لا یخفی، شامی
نے "غیرہم" کی تفسیر میں فرمایا ای من ہوا حق بالامامۃ منہم
اس تقریر سے یہ بھی واضح ہوا کہ جزئیہ مذکورہ میں یصلیٰ اور یقتدی اور لا یتزک
الجمعتہ بامامتہ کے امر نہی و جوبی ہیں اگر خلاف درزی کرے گا تو گنہگار ہوگا، چنانچہ
ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے اسے ابتداء قرار دیا، شرح فقہ اکبر ص ۱۸ میں فرمایا فمن ترک
الجمعتۃ والجماعۃ خلف الامام الفاجر فہو منبتدع
عند اکثر العلماء والصحیح انہ یصلیہا ولا یعیدہا۔

عقیدہ "اور یقتدی" مفاد کے میں نے مجھے امر میں اور لا یتزک مفاد میں بھی نہیں ہے کما لا یخفی
علی الفقہاء ۱۳ منہ غفلہ



تنبيه

لا يلزم من كراهة التقديم تحريما ان يكون الصلوة
خلفه على الاطلاق مكروهة تحريما لانه ليس بواجب
الاهانة مطلقا كالكافر حتى لا يعظم بنوع تعظيم من
السلام والغسل والجنابة والدفن في المقابر وامثاله
كيف لا وهو مؤمن مسلم والاسلام يعلى ولا يعلى فلا يلزم
من كراهة تعظيمه بالتقديم ان يكون صلوة غير المتقدمين
خلفه تعظيما مكروها وذا ظاهر من الدلائل المتقدمة
ظهور تاما وقد قال الطعطارى في حاشية الدرر مت ١٣٣ جلد ١
” وظاهر ما في البحر حيث خص التحريم بالامام للحديث
السابق ان الكراهة في حقهم تنزيهية “ وايضا عدم الاهتمام
بالامور الدينية ليس بلائهم كل فاسق وكذا احتمال عدم الاهتمام
لا يستلزم كراهة الصلوة خلفه تحريما فان امثال هذه الظنون
وان اعتبرت في التقديم فلا يعتب بمطلقا فان الاصل في المسلم
عدمه فتذكر السائل التى لم يعتبر المشائخ الظاهر
البين فيها انظر مسئلة الحيوان الحى الواقع في البئر في
الخانية والفتح والبحر وغيرها من اسفار المذهب
المهذب كما في الشامية ملا جلد ١ ، قال في البحر وقيدنا
بالعلم لانهم قالوا في البقر ونحوه يخرج حيا لا يجب
نزع شيء وان كان الظاهر اشتغال بولها على افخاذاها
لكن يحتمل طهارتها بان سقطت عقب دخولها ماء كثيرا
مع ان الاصل الطهارة اه ومثله في الفتح وايضا فيها وفي



الخانیة لو وقعت الشاة وخرجت حية سينزع عشرون
دلواً لتسكين القلب لا للتطهير حتى لو لم ينزح وتوضأ جاز
وكذا الحمار والبغل لو خرج حياً ولم يصب فيه الماء وكذا
ما يوكل لحمة من الابل والبقر والغنم والطيور والدجاجة
المحبوسة اهـ ومثله في مختارات النوازل.

والله تعالى اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم وصلى الله
تعالى على سيدنا محمد وعلى اله وصحبه وبارك وسلم

مقره الغدير البراءة محمد نور الله تعالى

الاستفتاء

عائى شرعية واجى شرک و بدعت و مفتیان عظام دین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جناب مولانا مولوی
محمد نور اللہ صاحب دام اقبالہ۔

السلام علیکم ورحمۃ ربکاۃ و مغفرۃ :- بعد آداب و نیاز کے عرض ہے کہ فرمائیے کہ ایک پانچ وقت نماز پر
پابندی کرنے والا یعنی پانچوں نمازیں باقاعدہ اور وقت پر ادا کرنے والا اگر ہر روز دو یا ایک نماز قضا کر دے یا
کے پیچھے نماز باجماعت پڑھے تو آیا نماز کا ثواب ملے گا یا نہیں جو پیش امام ہر روز دو نمازیں قضا کرے یا صبح
کی نماز پڑھ لے اور ظہر عصر کی چھوڑ دے ، آیا اس امام کے پیچھے صاحب ترتیب کی اقتداء صحیح ہے یا نہیں جو حضرت
اس کا حوالہ دینا ، دیگر تراویح کی نیت میں عشاء کا وقت کہنا ضروری ہے یا نہیں ؛ یعنی تراویح کی نیت تحریر
فراویں ، ہمارا ہمت جھگڑا رہتا ہے ، آپ فیصلہ کر دیں کہ نماز تراویح میں نیت کس طرح مستحب ہے ، اور
حضرت صاحب دونوں مسئلے تحریر فرما کر مجھ جیسے جاہل کا مغالطہ نکال دیں ، میں آپ حضور کا بڑا مشکور ہوں گا
چونکہ ہمارے پیش امام کہتے ہیں کہ تراویح وقت نماز عشاء کہنے کے بغیر تراویح ہوتی ہی نہیں ، حوالہ دینا واجباً
عرض ہے کہ جناب تحریر فرمادیں :-

السائل : فاکس محمد اسلم عاجز سائن شاہر بلوچ ۱۰-۶۳-۱۱





علیک السلام ورحمۃ وبرکاتہ ومنظرہ ۱۔

یہ شخص قطعاً بلا غدر ایک نماز فرض کسی ایک دن نہ پڑھے تو وہ فاسق ہے چہ جائیکہ ہر روز ایک یا دو نمازیں قضا کرے ایسے شخص کے سخت فاجر و فاسق ہونے میں کوئی شک نہیں اور علماء تصریح فرماتے ہیں کہ فاسق کی اقتدار مکروہ ہے اور یہ بھی تصریح کرتے ہیں کہ مکروہ تحریمی ہے اور مکروہ تحریمی کا حکم یہ ہے کہ اس کا دوبارہ پڑھنا واجب ہے لہذا ایسے شخص کی اقتدار سے پرہیز کی جائے۔ شامی ۵۲۳ جلد ۱ میں ہے واما الفاسق فقد علوا کراہۃ تقدیمہ لانہ لا یرحم لامردینہ و بان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیہ وقد وجب علیہم اہانتہ شرعاً (الی ان قال، مشی فی شرح المنیۃ علی کراہۃ تقدیمہ کراہۃ تحریم۔ نیز ۲۲۵ میں درالختار سے ہے کل صلوة ادیت مع کراہۃ تحریمہ تجب اعادةہا تراویح کی نیت میں عشر کا وقت کہنا بالکل ضروری نہیں، تراویح سے ہی وہ نماز جو عشاء کے وقت میں پڑھی جاتی ہے اور زبان سے نیت ہر نماز میں صرف مستحب ہے اور دل کی نیت ضروری ہے نفل اور سنت اور تراویح میں مطلق نماز کی نیت کافی ہے البتہ احتیاط یہ ہے کہ تراویح میں تراویح کی نیت کرے یا سنت وقت کی یا قیام الیل کی (یعنی اس رات بھر سے ہو کہ نماز پڑھنے کی) فتاویٰ عالمگیری جلد ۳ میں ہے ویکفی مطلق النیۃ للنفل و السنت و التراویح هو الصحیح کذا فی التبیین و هو ظاہر الجواب و اختیار عامۃ المشائخ کذا فی التجنیس و الاحتیاط فی التراویح ان ینوی لالتراویح او سنت الوقت او قیام اللیل۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ

لہ کار و پر والوں تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم کہ اسے کا یہی تقاضا ہے ۱۲ منظرہ



علیٰ حبیب والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

نوٹ :- مسائل دریافت کرنے کے لئے کارڈ نہیں بھیجنا چاہئے بلکہ لغافہ میں لغافہ بھیجنا چاہئے۔

محرمہ الغفران ابو الجحیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص حافظ قرآن ہے، اس کے اوپر اہل و عیال کا بہت بوجھ ہے، گھر کے دس افراد کھانے والے ہیں اور کوئی کمانے والا نہیں ہے، وہ شخص نابینا بھی نہیں ہے لیکن صرف نظر فقوڑی کمزور ہے، دور کی چیز نہیں دیکھ سکتا نزدیک سے دیکھ سکتا ہے، مجبوری کی وجہ سے دیل گاڑی میں سوال کرتا ہے، نظر کی کمزوری کی وجہ سے کوئی کام نہیں کر سکتا گزشتہ سال ماہ رمضان شریف میں مسجد قادری میں اس نے قرآن پاک ختم کیا ہر سال کہیں نہ کہیں رمضان شریف میں قرآن پاک سناتا ہے۔ گزشتہ سال جب اس نے یہاں مسجد قادری میں تراویح پڑھائیں تو کسی نے بھی اعتراض نہیں کیا اب بھی پیش امام کے غیر حاضر ہونے کی وجہ سے نمازی حضرات اس حافظ قرآن کو نماز پڑھانے کے لئے آگے کھڑا کرتے ہیں اور اس حافظ قرآن کو دو چار مرتبہ کہتے ہیں تب نماز پڑھاتے ہیں وہ خود یہ کہتے ہیں کہ کوئی اور صاحب نماز پڑھائیں تو بہتر ہوگا لیکن کوئی صاحب تیار نہیں ہوتے۔ ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی کیونکہ یہ حافظ قرآن گاڑیوں پر سوال کرتا ہے، مانگنے کو وہ خود بھی پسند نہیں کرتا، مجبوری کی وجہ سے سوال کرتا ہے لہذا براہ کرم اس نزاع میں احکام شرع سے واضح طور پر بعد دلائل و حکم شرعی سے مطلع فرمائیں بینین! تسجداً۔

السائل ۱۔

محمد عنایت اللہ منظم مسجد قادری دستگیر و طبعیہ آباد سندھ





نماز ہو جاتی ہے اس میں کوئی شک و شبہ نہیں، حدیث شریف میں ہے منلو اخلت کل
سرو و فاجس۔ ہاں یہ بھی واضح ہے کہ اس حافظ صاحب کا غیر ہی بہتر ہے کیونکہ منصب امامت
نہایت اعلیٰ و ارفع ہے اور گدگری اگرچہ اصل میں ضرورت پر مبنی ہو مگر مد ضرورت پر اکتفا عاۃً بڑا
مشکل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاکرم
والہ وصحبہ وسلم

عزیز الغریب الراجح محمد زور الشامی مفتی

۱۲ رجب المرجب ۱۳۸۸ھ، ۹/۱۰/۹۸

الاستفتاء

کیا فراتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین، اندر میں مسئلہ کہ دارہی منڈالے والا امام مسجد بنانا جائز
ہے؟ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟
السائل: بشیر احمد پیر سیکول چک ۲۳/ایس۔ پی کھرپہ ۱۹-۲-۵۹



منصب امامت بہت ہی بڑا دینی منصب ہے۔ دارہی منڈالے والا فاسق اور گنہگار اس بلند منصب



کے لائق نہیں لہذا اسے امام نہ بنایا جائے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمیہ ہے لہذا اس کا ٹوٹنا واجب ہے کہا
 ہومتبین من کتب المذهب المہذب - واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جملہ التسمیاء
 احکم وعلیہ اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم -
 قرۃ العقیقۃ البرکات محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

۱۱ رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بحوالہ حاشیہ مندرجہ ذیل کے کہ بوقت عدم موجودگی امام الحنفی و دیگر قائل اہم
 علی سبیل السنۃ کسی ایسے آدمی کی اقتدار کر لی جاوے جس کی دائرہ قیضہ سے کم ہو ضرورت وقتیہ کے مد نظر بطریق صلوات
 خلف کھل مبرو فاجبر الخ اقتدار کر لیوں تو کیا اس صورت میں بھی بسبب مسئلہ مشہورہ ادائیگی
 بصورت کراہت موجب اعادہ ہے یا کہ نہ ؟

نوٹ : نماز جمعی - مینوا بالحوالۃ توجیہ بالکمالۃ -

الجواب الموفق للصدق والصواب

بشرط صحت وصدق مسئلہ مستولہ پوجہ ضرورت شخص مذکور کے پیچھے نماز صحیح ودرست بلکہ اولیٰ ہے ،
 فان قلت فما الاقتضیۃ ان یصلی خلف هؤلاء والانفراد قیل اما فی حق الفاسق
 فالصلوۃ خلف اولی (بعد الرائق) پس جبکہ نماز درست ہوئی اور کراہت پائی نہیں گئی تو پھر اعادہ کیسے ؟

محکم النبی صدر مدرس جامعہ نورانیہ نظامیہ دیر آباد

(اس سوال و جواب پر مستدرجہ ذیل جواب لکھا گیا -)



اگر واقعی ضرورت وقتیہ شرعیہ کی بناء پر اقتدار کیا گیا ہے تو بلا گنجائش شک و شبہ دریب جائز و روا ہے

اللہ رب العالمین جل و علا کا ارشاد میں ہے وَاذْكُرُوا مَعِ الرَّاكِعِينَ وَالْاِطْلَاقِ حُجَّةٌ
بِمَنْزِلَةِ النَّصِّ حَتَّى لَا يَتَخَصَّصَ بَخْبَرِ الْعَاهِدِ وَالْقِيَّاسِ كَمَا نَصَّوْا
عَلَيْهِ قَاطِبَةً پھر اس اطلاق کی تائید حدیث صلوا خلف کل بر وفاجہ سے ہو رہی ہے ،
جس کا معنی صحیح و ثابت ، متعدد صحابہ کرام سے مراد ، سنن ابوداؤد اور بیہقی و دارقطنی وغیرہ میں باسانید کثیرہ
مردی اور اہل السنۃ والجماعہ کے نزدیک مجمع علیہ ہے اور صحابہ کرام اور سلف صالحین کے دستِ راہِ عمل سے موثوق ہے
ہے کما لا یخفی علی من خدَم کلمات الاشمۃ الکرام اصلاً
یعنی کہ ملا علی قاری شرح فقہ اکبر شریف ملا میں حضرت امام الامامہ سراج الامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد
والصلوة خلف کل بر وفاجہ من التومنین حاشیۃ کے تحت
فرماتے ہیں فمن ترک العجمۃ والجماعۃ خلف الامام الفاجہ
فہو مبتدع عند اکثر العلماء والصحیح انہ یصلیہا ولا
یحیدھا۔ پھر تعجب ہے کہ جب کوئی اور قابلِ امامت علی سبیل السنۃ موجود ہی نہیں تو کراہت و اعادہ کا
شبہ ہی کیوں جاتا ہے ؟



بحر الرائق ص ۳۴۹ جلد ۱ ، در المختار ، شامی ص ۵۲۵ جلد ۱ میں ہے والنظم من البحر
وینبغی ان یکون محل کراہۃ الاقتداء بہم عند وجود غیرہم
والا فلا کراہۃ کما یشخف شامی نے غیرہم کی تفسیر میں فرمایا : ای من ہو
احق بالامامۃ منهم ، نیز بحر و شامی میں بالفاظ متعارف ہے فان امکن الصلوة خلف
غیرہم فہو افضل والا فلا اقتداء اولى من الانفراد۔ پھر تعجب بالائے
تعجب یہ کہ یہ صورت ہے ہی نماز جمعہ کی ، حالانکہ اس کی ادا موقوف برجماعت ہے اور چونکہ فرض کا موقوف علیہ
فرض ہوتا ہے لہذا یہ جماعت بھی فرض ہوگی اور اقتدار ضروری ہوگا یہاں تک کہ مشائخ کرام نے مطلقاً تصریح
فرمادی کہ اگرناہق زبردستی امامت کراتا ہے اور منع نہیں کر سکتے تو اس کی اقتدار میں جمعہ ادا کیا جائے جبکہ
کسی اور احق بالامامت کی اقتدار حاصل نہ ہو سکتی ہو ، فتاویٰ تاضی خان ص ۳۳ ، خلاصۃ الفتاویٰ ص ۵۱ جلد ۱ ،
فتح القدیر ص ۳۳ جلد ۱ ، مغنیۃ المستفتی ص ۴۹ ، مہذب ص ۴۵ جلد ۱ ، مجمع الانہر ص ۵۱ جلد ۱ ، شامی ص ۵۲۵ جلد ۱ ،

تبيين الحقائق ۱۳۵ جلداً ، بحر الرائق ۳۴۹ جلد میں ہے والنظم منه ان العناسق اذا تعذر منع يصلى الجملة خلفه ۔

تو ماہ نیم ماہ و مہر نیم روز کی طرح واضح ہوا کہ صورت سوال میں اقتدار روا ، بلکہ ضروری تھا اور کوئی ایسی کراہت جو موجب اعادہ بنے قطعاً نہ تھی لہذا یہ اقتدار موجب اعادہ نہیں ، ہاں اس میں شک نہیں کہ بلا ضرورت شرعیہ فارسی کی تقدیم مکروہ تحریمی ہے کما صرحوا بہ والتفصیل فی الفتاویٰ علی النومیۃ

(نوٹ) : ظاہر سوال یہ کہ اس امام وقت کی دائرہ قیضہ سے کم کتر اتنے رہنے کے سبب سے ہے اور وہ تائب بھی نہ ہوا ورنہ اگر دائرہ طہی پوری ہوئی ہی نہ ہو یا تائب ہو گیا تو کیا حرج ؟ بلکہ اگر سرے سے غلط ہوئی نہ تائب بھی است بلا کراہت جائز جب کہ کوئی اور مانع نہ ہو ۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ واصحابہ وسلم ۔

مقرہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشانی نعمی فخرہ

۲۴ جماد الاخری ۱۳۸۱ھ ۶۱-۱۲-۳

الاستفتاء

مندرجہ ذیل مسائل بھی تحریر فرمادیں تو مہربانی ہوگی :

نمبر ۱ : امام مذکور دائرہ غشی شمشازی رکھنا ہے تو جب کبھی وہ جماعت کرتا ہو ، بعد میں اگر مجھے شامل ہونا جائز

ہے یا نہیں حالانکہ میں نے اسے سمجھا دیا ہے مگر وہ نہیں مانتا بلکہ کہتا ہے شرعی ہے ہی یہی ؟

نمبر ۲ : مسوڑے سے خون نکلنے سے روزہ فاسد ہوتا ہے یا نہیں ؟

نمبر ۳ : اسیں قرنی کے والد ماجد کا کیا تلے ؟

نمبر ۴ : گندم و دیگر غلہ کو عشر یا نصف عشر کھانے کی گندم رکھنے کے بعد کو پے یا تمام کے حساب سے ؟

الساکن : ابو طیب غلام رسول فاروقی از یک ۱۰/ اسیں پنی



: آپ پر بیزکریں اور محتاط بھی رہیں یعنی کوئی ایسی صورت نکالیں کہ وہ سمجھ جائیں اور فساد بھی نہ ہو۔
 : ہاں شرعاً دائمی کاشت بھر رکھنا واجب ہے۔ صحیح مسلم جلد ۱۲۹، سنن ترمذی جلد ۲، نسائی جلد ۲۴۹
 جلد ۲، ابن ماجہ جلد ۲۵۵ میں "عشر من الفطوق" کی حدیث میں ہے واعفاء اللحية صحیح بخاری جلد ۵۵۸
 جلد ۲، مسلم جلد ۱۲۹، ترمذی جلد ۲، نسائی جلد ۲۴۹ میں بروایات متعددہ ابن عمر سے
 مرفوعاً وارد ہے وقروا اللحية، اعفوا اللحى، اوغروا اللحى بلکہ مسلم میں ابو ہریرہ سے مرفوعاً
 ادخوا اللحى بھی آیا ہے۔ اور مسلم و ترمذی نے ابن عمر سے یہی روایت کیا ان رسول الله صلى
 الله تعالى عليه وسلم امر باحفاء الشوارب و اعفاء اللحى اور امر و جوب
 کے لئے ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ دائمی بڑھانا نہایت ضروری ہے اور کٹنا بالکل جائز ہی نہ ہوتا مگر دوسری احادیث
 سے معلوم ہوا کہ کاشت بھر سے زائد کٹنا جائز ہے تو کاشت بھر رکھنا ضروری ہوا، شاہی جلد ۳۵۹ میں ہے
 وهو ان يقبض الرجل على اللحية فما زاد منها على قبضة قطعه كذا
 ذكره محمد في كتاب الاشارة عن الامام قال وبه نأخذ فتح القدير جلد ۲
 جلد ۲، بحر الرائق، والتمنا زشامی میں ہے والنظم من الدرر واما الاخذ منها وهى دون ذلك
 كما يفعله بعض المخاربة ومخنة الرجال فلم يبع احد حاصل يركب
 سے کم کرنا کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں ہے۔

۲۸۔ مسطور سے خون نکالنا منسوخ صریح نہیں وذا ظاہر جلد ۱۔

۲۹۔ حضرت خیر القیین سیدنا اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا نام عامر ہے کساف تعقیب التہذیب

وغیرہ۔

۳۰۔ عشر النصف العشر کل پیداوار سے لیا جاتا ہے کما صرح به الفقهاء الکرام



قاطبة وهو حکم الکتاب والسنة لعموم کلمة ما - والله تعالى اعلم وصلى الله على حبيبہ وآلہ واصحابہ واهلک وسلم .

رحمۃ الفقیر الہامی محمد نور الدین النعمانی فہرہ

۲۲ رمضان المبارک ۱۳۷۴ھ

الاستفتاء

علامہ زماں بہیقی و درالشیخ الحدیث فقیہ اعظم حضرت قبلہ مفتی ابوالخیر محمد نور الدین صاحب نجفی مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ ۱۔ برائے مہربانی درج ذیل مسئلہ تفصیلاً تحریر فرمائیں ۱۔

مسئلہ ۱۔ دائری منڈانا ایک مٹھی سے کم تر شونا کیسا ہے اور اس کی امامت کیسی ہے بعض کہتے ہیں کہ ایک مٹھی دائری رکنا کہیں صحیح حدیث سے ثابت نہیں مفسلاً تحریر فرمادیں۔

مسئلہ ۲۔ ایک مولوی نے ایک امام مسجد کے نام کے ساتھ ”منظر الجواز نبرت“ لکھا ہے ایسے لکھنے والے کے متعلق شرعاً کیا حکم ہے ؟

مسئلہ ۳۔ مسجد میں بیٹھ کر جھوٹی قسمیں اٹھا کر لوگوں میں فتنہ و فساد پھیلانا کیسا ہے ؟ فقط والسلام

ناچیز : غلام سرور جادوی خطیب جامع مسجد غوثیہ رضویہ کالائیکٹ فوجی ملز بہلم

۱۸ ربیع الاول ۱۳۹۰ھ



السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ ۱۔ مزاج گرہی !

آپ کے مسئلہ سائل فقہانہ تفصیل جدید نہیں ان پر بہت کچھ لکھا گیا ہے ہمیں میں کسی شک و شبہ کی

گنہگار نہیں اعفایہ البھیک مکمل و مفصل تحقیق العاصم حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رسالے لسنہ العنصر فی اعفاء البھیک میں بکثرت آیات و احادیث کی روشنی میں دیکھیں ، اور ایسے کی امامت مکروہ ہے۔ اپنے اختیار سے امام بنانا اور اس کی اقتدار مکروہ تحریمی ہے اور اگر کسی کا بنایا ہوا ہے اور نمازی کو اس کے ہٹانے کا اختیار نہیں تو تنزیہی ہے۔ ہذا هو عطا التحقیق۔ اگر امام مسجد واقعی عالم عامل کا بل و مکمل معلم و مبلغ پابند سنت ہے اور ول صاحب کرامات تو ایسا عالم منظر العجاز نیرت ہی ہوتا ہے یعنی حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے اعجاز کے ظہور کا ذریعہ ہے تو شرعاً جائز ہے ، اور اگر اس کے خلاف ہے تو خلاف کے مقدار پر ناجائز ہے مسجد میں بیچ کر جھوٹی قسمیں اٹھانی جو فتنہ و فساد کا ذریعہ ہو نہایت ہی سخت حرام ہے جس کا استعمال کفر ہے جھوٹی قسم اٹھانا قرآن کریم کے احکام سے منافی ہے چنانچہ ایسی قسم فتنہ و فساد بھی پھیلانے کا جائیکہ مسجد کے اندر ہو ، واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاکرم و علیٰ آلہ و اصحابہ و بارک وسلم۔

مرو الغفر البواکھ محمد نور اللہ تعالیٰ عنہ

(۲۴ ربیع الاول شریف ۱۳۹۰ھ ، ۶-۵-۱۳۱)

الاستفتاء

نمبر (۱) ہمارے محلہ شمالی کی مسجد گلاب شاہ کے خزانچی میاں محمد گلزار صاحب داڑھی کتر دانتے ہیں جو کہ ایک مشت سے کم ہر جاتی ہے۔ امام صاحب اور ناچیز کی عدم موجودگی میں امامت کے لئے خود کو کھڑے ہو جاتے ہیں یا کسی دوسرے داڑھی کتر دانتے والے کو کھڑا کر دیتے ہیں اور بعض وقت مردوی صاحب کے آدمی کو کھڑا کر دیتے ہیں ، داڑھی کے اعتبار سے وہ بھی ناقص تھا ہے ، اگر انہیں داڑھی پوری کرنے کے لئے کہا جائے تو بے دریغ کہتے ہیں کہ ہم داڑھی کو استر سے صاف کرادیں گے اور ہم داڑھی منڈے کے پیچھے نماز پڑھیں گے ، ہماری نماز ہو جاتی ہے۔ ایسے آدمی کے لئے کیا حکم ؟ اور ایسا آدمی مسجد اہل سنت میں خزانچی رہ سکتا ہے یا نہیں ؟

(ب) ایک دوسرے آدمی جو کہ مقامی نہ تھے باہر کسی جگہ امامت کراتے اور داڑھی کتر دانتے ہیں جو کہ ایک



مشت سے کم ہے امامت کے لئے کھڑا کر دیا۔ جب انہیں دائی کے بارے میں کہا گیا کہ دائی کتر والے والے کے بیچے نماز مکروہ تحریمی ہے تو بہت جرات سے بولے، دائی ذرغون کی تھی، دائی سکوں کی ہے! اعمال نیت پر ہیں ایسے آدمی کے لئے شرعی حکم فرما دیں جس نے دائی کا یہ استراجم کیا؟

(ج) شخص مذکور میاں گلزار صاحب ایک نئی بات خاندان اہل چشت کے ذمہ کہتے ہیں کہ خاندان اہل چشت کے نزدیک پوری کرنا منع ہے، باقی دائی کی کوئی قید نہیں، یہ کہاں تک درست ہے؟

سوال ۱۷ حضور والا! امام صاحب کی عدم موجودگی میں جبکہ امام صاحب دو چار دن چھٹی جاتیں اور انتظامیہ مسجد کی دوسرے آدمی کا انتظام نہ کر سکے اور وقت جماعت تمام آدمی بے ریش یا دائی کتر والے والے موجود ہوں تو ایسی صورت میں کیا ان آدمیوں کے کسی کو امامت کے لئے کھڑا کر سکتے ہیں، کیا یہ امامت جائز ہے یا نہیں؟ کیا اس نماز کا دہرا واجب ہے یا نہیں؟ شرعی حکم سے مطلع فرمادیں۔

السائل: محمد نور الہی مرزا، رضا ہومیو پیتھال بخشی مارکیٹ جہلم



و علیکم السلام ورحمۃ و برکاتہ ۱۔

واقعی ایسا شخص خرابی نہیں ہونا چاہئے مگر شرعی حکم بھی نہیں لگا سکتے کہ نہ رہے، دائی مثلاً نے یا کتر اگر ایک مشت سے کم رکھنے والے کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے اور بظرف کرنے کی طاقت رکھنے والے شخص کی نماز اس کے اقتدار میں مکروہ تحریمی ہے اور واجب الا عادیہ ہے اس میں مقامی یا غیر مقامی کافر نہیں، پھر یہ جرات کفر ذرغون اور سکوں کی دائی کی طرف نسب کر کے دائی پر استہزار کیا جائے، نہایت ہی ظلم اور فسق و فجور ہے۔ حضرات چشت اہل بہشت کی طرف ایسی بات منسوب کرنی بھی بدترین جھوٹ اور سخت افتراء ہے، اپنے جیسے فاسق کی اقتدار میں نماز ادا کرنے کا بھی وہی حکم ہے یعنی فرض ادا ہو جائے گا اور نماز واجب الا عادیہ ہے البتہ اگر قدرتی طور پر دائی نہ ہو یا آذہ بالغ ہو اور ابھی دائی الہی نہیں تو وہ امام بن سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ



تعالیٰ علیٰ حبیبہ و سیدنا محمد و آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔
(نوٹ) مزید استفسارات کے لئے آپ اپنے شہر کے مفتی حضرت مولانا غلام محمّد صاحب طیبیؒ کو کہہ دیں کہ یہ طرف رجوع فرمایا کریں۔ والسلام۔

۲۵/۹/۷۱ عہدہ الفقیر البرا کبیر محمد نور اللہ انعمیٰ غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک امام مسجد کی دایمگی مسجد میں آؤ وہ بیچے سے کتراتا ہے اور دائرہ ہی پر سیاہ رنگ کا خضاب لگاتا ہے کیا وہ امامت کے قابل ہے یا کہ نہیں، کیا خضاب سیاہ رنگ کا لگانا جائز ہے یا نہیں؟ کیا اس کے بیچے نماز جائز ہے یا نہیں؟
السائل: محمد شریف تعلیم خود ۱۱-۱۲-۱۳



دائرہ ہی شت بھرے کم کو فی حرام ہے اور لیونہی خضاب بھی ناجائز ہے، ایسے شخص کو امام بنانا ناجائز ہے
کما فی اسفار المذہب المہذب الحنفی۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی
اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

عہدہ الفقیر البرا کبیر محمد نور اللہ انعمیٰ غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پورے اٹھارہ سالہ لڑکے کے بیچے نماز باجماعت ہو سکتی ہے کہ نہیں



حالانکہ وہ لڑکا کتنا ہے کہ مجھے احتلام آتا رہتا ہے اور اب تک دماغی نہیں اتڑی اور بڑا خوبصورت نہیں، بینوا
موجہ روا۔

سائل ۱۔ غلام رسول اعظم خود



بصورتِ محبتِ سوال وہ لڑکا شرعاً بالغ ہے۔ تمام ائمہ دین کے نزدیک تنزیہ الالباع میں ہے بلوغ
الغلام بالاحتلام والاحتبال والانسزال۔ نیز اسی میں ہے فان لم يوجد
فيهما فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة سنة بيفتي وقدره
في الدر وقال الشافعي في العتبية هذا عندهما وهو رواية عن
الامام وبه قالت الاثمة الثلاثة وعند الامام حتى يتم له
ثمانى عشرة سنة ولها سبع عشرة سنة لهذا لما اس کے پیچھے ذکر است
جائز ہے، شامی میں ہے (قوله وكذا ذكره خلف امرد) الظاهر انہا تنزیہیۃ
ایضاً والظاهر ایضاً کما قال الرحمتی انہ المبراد بـ الصبیح الوجه
لانه محل الفتنة۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جبل محبہ اتم و
احکم وصلى الله تعالى على جنبيه والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

قرہ الفقیر الہدیٰ الخیر محمد زکریا الشافعی غفرلہ

۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ بمقترب ظہر

الاستفتاء

بخدمت اقدس جناب قلم کوثرین و کعبہ دارین والد صاحب دامت برکاتکم
السلام علیکم کے بعد گزارش ہے کہ آپ کے فرمان کے مطابق آج مؤرخہ ۲۹ شعبان المعظم ۱۳۵۹ھ کو نیکی
بہاول پہنچے، بات چیت ہونے کے بعد انہوں نے یہ کہا ہے کہ حافظہ نذیر احمد صاحب بغیر دائرہ کے ہیں
اور اس کے پیچھے ہماری نماز ہوگی یا نہیں، یہ حضرت صاحب قلم سے لکھا کر لے آؤ۔ تو اب فقیر آپ کی
خدمت میں عرض کرتا ہے کہ مہربانی فرما کر تحریر فرمادیں کہ جائز ہے یا نہیں؟ حضور کی عین نوازش ہوگی۔
آپ کا کترین غلام : عبد النبی منیر احمد نوری لفظ خیر ساکن بہاول داس
تحصیل دیپالپور ضلع فتحگڑی



ہاں جائز ہے جبکہ امام بالغ ہو۔ شرط امامت بالغین سے ہے کہ امام بھی بالغ ہو۔ نور الایضاح،
مراقی الفلاح حاشیہ الطحاوی میں ہے والنظم من السنن والبلوغ اور یہ شرط کسی آیت یا حدیث
یا کتاب فقہ میں ہرگز ہرگز نہیں کہ بالغ ہونے کے بعد دائرہ بھی اتر چکی ہے تو نماز جائز ہے ورنہ نہیں، جو یہ
کہے کوئی دلیل لائے اور کسی معتبر کتاب سے دکھائے کہ نماز ناجائز ہے۔ قوم کے نوجوان ہونہار مافظوں
کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ قرآن کریم سنائیں تو حکم و تعان و اعلیٰ النبر والتقویٰ انہیں موقع
دینا چاہئے کہ یہ عبادات انجام دے سکیں یہ کہ اسے منع کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی
اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

مقرہ الفقیر الراجح محمد نور اللہ النعمی غفرلہ



الاستفتاء

مفتیان دین و شرع متین شریعت میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک لڑکا جس کی پیدائش ۱۹۴۷ء (۱۶ سال) میں ہوئی اور وہ ایک سال سے قرآن مجید کا حفظ ہو چکا ہے اور دو یا تین جماعت سکول بھی پڑھا ہوا ہے اور اس کو ایک سال سے احکام بھی آتا ہے چونکہ اس کو داڑھی ابھی نہیں اتری اس لئے چہرہ عورتوں کی مانند ہے، لڑکا رنگ کا سا ٹولا ہے۔ ایک دیوبندی صاحب نے کہا ہے کہ اس کے پیچھے نماز منع ہے کیونکہ اس کا چہرہ عورتوں کی طرح صاف ہے۔ اس کے بارے شریعت میں کیا فرماتے ہیں نیز دیوبندی صاحب کہتا ہے کہ فرض نماز ہرگز نہیں ہوتی، اس کے پیچھے نفل نماز ہو سکتی ہے۔ اس کے بارے میں بھی تحریر فرما کر مشکور فرماویں آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔ امید ہے کہ آپ میری بروئے شریعت مدد فرما کر تحریر کا جواب دیں گے۔

السائل: محمد عنایت محمد دار و لوط (۱۳-۱۲-۲۰)



شرعاً بلاشبہ اس لڑکے کو امام بنانا جائز ہے کہ شرعاً یقیناً وہ بالغ ہے جب ۱۹۴۷ء میں پیدا ہوا ہے تو اس کی ۱۶ سال سے بھی یقیناً نائذ ہے کہ شرعی سال انگریزی سال سے تقریباً دس دن کم ہوتا ہے تو اگر ۱۹۴۷ء کے تخمین میں بھی پیدا ہوا تو تب بھی تقریباً ساڑھے سولہ سال بنتا ہے حالانکہ شرعاً پندرہ سالہ لڑکا بالغ ہو جاتا ہے اگرچہ سے احکام نہ آئے اور اس لڑکے کو تو احکام بھی سال کا آتا ہے تو وہ یقیناً بالغ ہے کما فی الدر و الشامیۃ و المہندیۃ و غیر ہا من الاسفار المذہبیۃ اور داڑھی کا اترنا امامت کی شرط کس امام کے نزدیک قطعاً نہیں بلکہ اطلاق قرآن کریم اور حدیث پاک سے کئی وجوہ سے اس کی امامت



جائز ہے۔ وہ دیوبندی منع بنایا کوئی باطل بلکہ علم اور جاہل علوم ہوتا ہے یا پھر اس کے دل میں کوئی عناد یا فساد ہے کسی دیوبندی کی کتاب میں بھی یہ الفاظ نہیں لکھا کہ دائری کا اثرنا شرط ہے نودہ کہوں بلا وجہ کہتا ہے، دیکھئے قرآن کریم میں ہے و ارکعوا مع الراکعین (پس اللہ) یعنی نمازیوں کے ساتھ نماز پڑھو؟ اس آیت سے جماعت و امامت ثابت ہو رہی ہے اور اس کا اطلاق اس جماعت و امامت کو بھی یقیناً شامل ہے جس کا امام بالغ ہو مگر دائری نہ انہی ہو والاطلاق فی حکم النص عندنا کما نصوا علیہ فی الاصول اور مسلم شریف ص ۲۳۱ جلد ۱، البداوی ص ۸۶ جلد ۱، نسائی ص ۱۲ جلد ۱، ترمذی ص ۳۲ جلد ۱، ابن ماجہ ص ۲، مسند رک حاکم ص ۲۳۲ جلد ۱، دائری ص ۱۲۱ میں محبوب پیارے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث پاک بالغاً متقارب ہے ویؤم القوم اقربہم لکتاب اللہ یعنی قوم کی امامت کے شان میں سے قرآن کریم کو زیادہ پڑھنے والا ہے حالانکہ حافظہ دوسروں سے زیادہ پڑھنے والا ہوتا ہے۔ بلکہ حدیث پاک میں یہاں تک آیا والصلوة واجب علیکم خلف کل مسلم یعنی نماز اسے مسلمانو تمہارے اوپر لازم ہے ہر مسلمان کے پیچھے رواہ ابو داؤد ص ۳۲۳ جلد ۱ کتاب الجہاد باب فی الغزو مع امیر الجہاد سنن بیہقی ص ۱۲ جلد ۲، تو کیا وہ حافظہ جو گاؤں کے لوگوں سے قرآن کریم زیادہ پڑھنے والا ہے اور مسلمان اور سنی ہے اس کے پیچھے نماز جائز نہ ہوگی؟ ناجائز کہنا قرآن کریم اور حدیث پاک کے خلاف ہے اور یونہی کتب فقہ مذہب حضرت امام اعظم ابو حنیفہ بلکہ مذاہب اربعہ سب کے خلاف ہے کسی ایک امام نے بھی یہ شرط نہیں لگائی کہ دائری اکی ہوئی ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں بلکہ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک سات آٹھ سال کا بچہ بھی نماز نفل اور فرض دونوں میں امام بن سکتا ہے مگر دوسرے ائمہ فرماتے ہیں کہ بالغ ہونا شرط ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لڑکے کی امامت سے منع فرمایا ہے جب کہ اسے اختلاف نہ آیا ہو۔ ان کی حدیث کے لفظ یہ ہیں ونہانا را حیدر المؤمنین عمر بن الخطاب ان یؤمنا الا المحتمل۔ (صحیح بخاری ص ۲۹۷ جلد ۲) اور یونہی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث کشف الغمہ ص ۱۳ جلد ۱ میں ہے لا یؤم الغلام حتی یتعلم اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلمات پاک یہ ہیں لا یؤم الغلام حتی تنجب علیہ الحدود۔

ان سب کا ماحصل یہ کہ اختلاف آنے سے پہلے لڑکا امام نہیں بن سکتا مگر تعجب کہ یہ چودھویں صدی دیوبندی



یہ کہتا ہے کہ اختلاف آنے کے بعد بھی امام نہیں بن سکتا جس کی دائرہ بھی نہ اگی ہو مورت کے حکم میں نہیں اگرچہ بالغ نہ بھی ہوا ہو اور یہی وجہ ہے کہ لوگوں کی صف بالغوں کے پیچھے ہوتی ہے اور مردوں سے آگے۔ پھر شرعی مسئلہ ہے کہ مورت مرد کے ساتھ جماعت میں کھڑی ہو جائے تو مرد کی نماز ٹوٹ جاتی ہے مگر لڑکا کھڑا ہو جائے تو نہیں ٹوٹی بلکہ ایسا لڑکا ہو تو حکم ہے کہ مردوں کے ساتھ کھڑا ہو اور جب بالغ ہو جائے تو بالغوں کے ساتھ ہی ضرور کھڑا ہوگا تو مورت کے حکم میں کیسے ہوا؟ ہاں اگر کوئی لڑکا ایسا ہو جو بڑا ہو مورت ہو جس کی صورت بڑی دکھش ہو کہ برے اور ذلیل لوگ اسے دیکھ کر شیطانی اور سوائی خیالات میں پڑتے ہوں تو ایسے بالغ لڑکے کی امامت خلاف اولیٰ ہے یعنی بہتر نہیں مگر ناجائز بھی نہیں۔ شامی ۵۲۵ جلد ۱ میں ہے الظاهر انہا تنزیہیۃ ایضاً والظاهر ایضاً کما قال الحمق ان المراد بالصباح الوجہ لانہ محل الفتنة پھر اسی میں ہے علت الکراہۃ خشية الشهوة وهو الاظهر۔ فتح القدیر ۳ جلد ۱ میں ہے و مرجعہا (ای کراہۃ التنزیہ) الخلاف الاولیٰ۔

بہر حال ایسے بالغ حافظ لڑکے کا امام بننا فرضی و نفلی سب نمازوں میں شرعاً یقیناً جائز ہے جبکہ وہ صحیح معنی میں مسلمان ہو۔ ہاں اگر ایسے لوگ جو حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بے ادب اور گستاخ ہوں یا جھوٹ کے پیچھے کسی اور نبی کے آنے کے قائل ہوں یا کوئی اور کفریہ عقیدہ رکھیں تو ان کی امامت فرض اور نفلی کسی نماز میں بھی جائز نہیں اگرچہ وہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کریں اور دائرہ یاں بڑی بڑی رکھیں، جب ایمان نہیں تو کچھ بھی نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

مترجم الفقیر الیٰ الحقیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۳۸-۱۴-۶۳

الاستفتاء

بجندہ رفیع گنجور رفیع سب جناب مفتی صاحب مدظلکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی بازار میں دکان ہے اس کے

بیزیر کوئی شرعی مانع نہیں، کیا اس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ بینوا و قومہ و امن رب العالمین۔



مسلمان شرعی موافق سے مبرا بلائنگ کوشش و ریب امامت کر سکتا ہے۔ ہاں ان میں دوکان ہونا بلا وجہ ماننیہ ہو سکتا۔ تجارت بلا شمشہ جائز ہے قرآن کریم میں ہے الا ان تکن تعبانہ عن ستراض اسبابناہ کی ذات میں کوئی خرابی نہیں، جب محراب شریعت سے مجتنب رہے تو "مشئی فی الاسواق" منافی نبوت بھی نہیں چر جائیگر یہ امامت صغریٰ، واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و اصحابہ و بارک و سلم۔

عنه الفقير اليه الخ محمد نور السدوسي غفرله

۴۱ ربيع الثاني ۱۳۶۷

الاستفتاء

کیا فراتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ موجودہ جبریل نواح کوئی مسلمان لیکر جبریلاری کا کام کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر کوئی امام یا خطیب موجودہ جبریل لیکر جبریل کی کام کرے آیا اس کا وعظ و خطبہ سننا اور اس کے چیکے انہ پڑھنا اور دوسرے شرعیات ہائے دین پر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بیسوا! تو حبرو!۔

مسئله ۱۱۱

نادر می "عبدالحکیم بدیس جامع صدیقیہ لکھنؤ شیعہ لاہور ۲۳/۹/۲۳





باقاعدہ حدود اسلام کی پوری پوری پابندی کرتے ہوئے کر سکتا ہے ہاں اگر کوئی لاکر خواں ناجائز نکالے
یا رشوت وغیرہ لے تو یہ ناجائز ہے در اسکا وبال اسی پر ہے مگر جو ایسا ذکر سے تو وہ مجرم نہیں بلکہ پابندی مذکورہ کے ساتھ
یہ کام کرنا متحسن ہے اگر کوئی مسلمان یہ کام نہ کرے تو کیا اہل اسلام کے نکاحوں کا رجسٹرار کوئی غیر مسلم مقرر کیا
جائے؟ یہ عجیب سا سوال ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ
واصلہ وسلم۔

مترجمہ الغفر الہو الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۹ جمادی الآخر ۱۳۸۶ھ ۲۵-۹-۹۶

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ زید جو باقاعدہ مرد و پادشہ ہے اور مرد
مردوں والا عضو رکھتا ہے، عورتوں والا عضو برائے نام بھی نہیں اور نہ ہی پستان عورتوں کی طرح ابھرے ہوئے
ہیں مگر اس کے مردانہ عضو میں سوراخ ہے جس سے پیشاب آتا ہے اور احتلام مردوں کی طرح ہوتا ہے اور
منی بھی مردانہ عضو سے اسی سوراخ سے خارج ہوتی ہے تو کیا ایسا شخص شرعاً مرد ہے اور مردوں کا امام بن سکتا
ہے یا فتی ہے اور مردوں کا امام نہیں بن سکتا؟ مینا توجہ۔

مستفتی

مولوی محمد اسحاق از لہجہ ۱۲۰۵ھ ۱۳۰۰

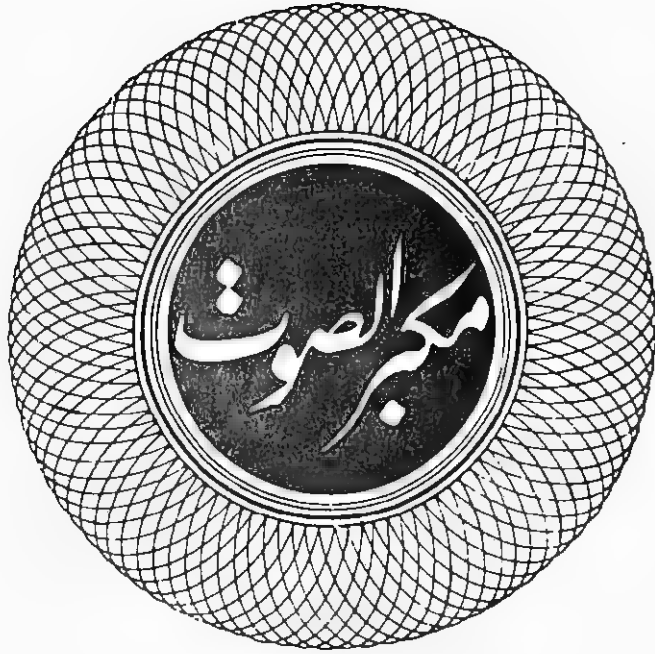


ایسا شخص بلا شک و شبہ یقیناً مرد ہے اور ختنی بالکل نہیں، شرفائے وہ انسان ہے جس کے مردانہ اور
 زنانہ دونوں عضو ہوں یا دونوں ہی نہ ہوں۔ فتاویٰ عالمگیری جلد ۳۹ میں ہے یجب ان یسلم بان
 الختن من یكون له مخرجان قال الباقی رحمہ اللہ تعالیٰ اولایكون له
 واحد منهما اور یہی تمام کتب معتبرہ مذہبیہ میں ہے اور مردانہ عضو کے موراخ درمیانہ سے پیشاب آنا بھی کوئی
 مضرت نہیں بلکہ یہ تو واقعی ختنی کے حق میں بھی مرد ہونے کی دلیل ہے کہ مردانہ عضو سے پیشاب آئے۔ فقہائے کرام
 نے اس کو مطلقاً مرد ہونے کی دلیل قرار دیا ہے اور یہی احادیث شریفہ سے بھی ثابت ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے
 فان كان يسول من الذكر فهو غلام۔ اور مردوں کی طرح اختتام آنا یا پستانوں کا عورتوں کی
 طرح نہ ہونا جو ان کے حق میں مرد ہونے کا نشان ہے فتاویٰ عالمگیری وغیرہ میں ہے و کذا اذا احتلم
 كما يحتلم الرجل او كان له شدة مستود الى ان قالوا لان عدم نبات الثديين
 كما يكون للنساء دليل شرعي على انه رجل كذا في المبسوط
 لشمس الانعام السرخسی اور دارمی بھی مردانگی کی دلیل خاص ہے۔ فتاویٰ مذکورہ وغیرہ میں ہے
 خرجت لجمعية فهو رجل كذا في الذخيرة ملائکہ زید کا زمانہ عضو برائے نام بھی نہیں
 تو یہ چیزیں اس کے حق میں اس کی واقعی مردانگی کے نشان کیوں نہیں بنتیں تو روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ زید
 مرد ہے تو اس کی امامت مردوں کے لئے جائز ہوگی جس میں کسی شک و شبہ کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں، و
 اللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جبل مجدہ اتم و احکم و صلی اللہ تعالیٰ
 علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

مترجم الفقیر البراک محمد نور اللہ صاحبی غفرلہ

۲۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۹ھ





لاؤ سپیکر میں نماز جائز ہے

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ
اور اللہ نے تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی
(الحج، آیت ۷۸)

لاؤڈ پیکر لگا کر نماز پڑھانے کے جواز میں یہ معرکہ الاراء رسالہ سیدی حضرت فقیہ اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۱۳۷۵ھ، ۱۹۵۶ء میں تحریر فرمایا۔۔۔۔۔ اور حق یہ ہے کہ تحقیق کا حق ادا کر دیا۔

ہر چند کہ یہ ایک خالص علمی تحقیق تھی مگر علمی و تحقیقی انداز میں اس کا جائزہ لینے کی بجائے بعض حلقوں نے اسے تعصب کی نظر سے دیکھا اور اس تحقیق کو بہت بڑا ”جرم“ قرار دیا۔ اس وقت غازی کشمیر حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت فقیہ اعظم سے فرمایا:

”مولانا آپ کی تحقیق انیق لائق تحسین ہے۔۔۔۔۔ ایک وقت آئے گا کہ تمام علماء کرام لاؤڈ پیکر لگا کر نماز پڑھائیں گے اور آپ کا فتویٰ تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ نہ ہو گا۔“

شیخ القرآن حضرت علامہ عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا:

”میں خود ہی کمبر الصوت کی تقریظ ہوں۔۔۔ انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب بہت سے علماء سے تقاریظ حاصل کر کے روانہ کروں گا“

حقیقت ہے کہ یہ مدلل و مبرہن رسالہ اپنے موضوع پر نہایت ہی جامع ہے۔ وفاقی شرعی عدالت کے جج مفتی سید شجاعت علی قادری رقم طراز ہیں:

”لاؤڈ پیکر کے مسئلہ پر (حضرت فقیہ اعظم کا) فتویٰ آپ کی فصاحت علمی کا منہ بولا ثبوت ہے اور فقیر کی نگاہ سے جتنے فتاویٰ اس موضوع پر گزرے ہیں، ان سب میں مدلل ہے۔۔۔۔۔ کسی نئی چیز کو خلاف اسلام قرار دے دینا بڑا آسان کام ہے



مگر حکم شرع دریافت کر لیتا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔

(مکتوب محررہ ۶ مئی ۱۹۸۳ء)

حضرت علامہ غلام رسول سعیدی، شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی فرماتے ہیں:
"لوگ اس مسئلہ میں اختلاف تو کرتے ہیں لیکن اس رسالہ "کبر الصوت" کے
دلائل کا جواب پیش کرنے سے قاصر ہیں۔۔۔۔۔ اب تو بیس برس سے زیادہ گزر
گئے اور مآلعتین میں سے کوئی شخص تاحال اس رسالے کے دلائل کا جواب نہیں
لکھ سکا۔"

(تقریظ محررہ ۲۶ ذوالحجہ ۱۴۱۰ھ، ۲۰ جولائی ۱۹۹۰ء)

حضرت فقیر اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ نے للہیت و خلوص کے ساتھ اس موضوع پر قلم
اٹھایا۔ کبر الصوت کا اختتامیہ ملاحظہ ہو:

"حضرات علمائے کرام و فقہائے عظام کے حضور پر زور معروض کہ مسئلہ زیر بحث
کے متعلق براہ کرم قیمتی آرائے عالیہ سے ضرور مطلع فرمائیں اور بصورت
اختلاف دلائل تحقیقیہ شرعیہ و مذہبیہ کی روشنی میں رہنمائی کی سعی جمیل
فرمائیں۔ بفضلہ و کرمہ تعالیٰ مجھے قبول حق سے قطعاً عار نہیں اور اعتراف خطا بھی
دشوار نہیں۔۔۔۔۔ ہاں محض لکیر کا فقیر بننا اور دلائل شرعیہ کے خلاف محض
فحشیتوں کے سامنے جھک جانا یا توہمات باطلہ و اشتباہات عاطلہ کا شکار ہو جانا میں
کیا آپ کی انصاف پسند نظریں بھی پسند نہیں فرمائیں۔ خدا را اپنی بھاری ذمہ
داری کا احساس فرمائیں اور حق خوب ظاہر و واضح کر دکھائیں۔"

(کبر الصوت (پہلا ایڈیشن ۳۹)

یہ رسالہ پہلی بار "کبر الصوت لیس فوٹ" کے تاریخی نام ۷۵ھ ۱۹۵۶ء میں
اردو پریس لاہور سے چھپ کر انجمن حزب الرحمن بصیر پور کی طرف سے شائع ہوا فردری
۱۹۵۹ء میں اس کا ضمیمہ چھپا۔۔۔۔۔ ازاں بعد ۷۸ھ ۱۹۵۹ء میں یہ مکمل رسالہ ترتیب



جدید کے ساتھ خلیفہ پاکستان علامہ محمد شریف نوری قصوری نے لاہور آرٹ پریس لاہور سے چھپوا کر جمعیت اہل سنت قصور کی طرف سے شائع کیا۔۔۔۔۔ سیدی فقیہ اعظم نے اس کا انتخاب اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے نام کیا:

"یہ چھوٹا سا مجالہ چونکہ حضرت امام اہل السنۃ والجماعت حامی سنت، ماحفی بدعت، عظیم البرکت، کریم اللغات، مجدد مائۃ حاضرہ، اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خصوصی فیوض و برکات سے ہی مستفاد ہے۔ لہذا ان ہی کے نام نامی واسم سانی سے منتسب کرنے کا شرف حاصل کرتا ہوں۔

ظ۔ مگر قبول الحمد ہے عز و شرف

الفقیہ ابو الخیر النعمانی غفرلہ

۷۷ ردی القعدۃ المبارک کہ ۷۸ ۷۳ھ

۱۹۷۳ء میں جب فتاویٰ نوریہ حصہ اول پہلی بار شائع ہوا تو سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں حوالہ جات کا اضافہ فرما کر فتاویٰ نوریہ میں شامل کر دیا۔

محمد محب اللہ نوری

۹ اگست ۱۹۹۱ء



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کہ اگر امام امامت سے پہلے لاؤڈ سپیکر نصب کرادے کہ تکبیر تحریرہ و استغاثات سے وہ مقتدی جو دور ہوں مطلع ہوتے رہیں تو کیا شرعاً ان مقتدیوں کی نماز ہوگی جو لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ مطلع ہو کر افعال نماز میں متابعت امام کرتے رہے ہیں؟ بعض علماء کرام فساد نماز کا حکم لگاتے ہیں کہ لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ جو آواز سنائی دیتی ہے وہ نئی آواز ہے اور صدا ہے اور امام کی آواز نہیں تو یہ ”من لم يدخل في الصلاة“ کا اقتدار بنی جو مفسد نماز ہے کما قال الشافعی ایک بہت بڑے عالم نے تو اسے جزیئہ صریحہ لاؤڈ سپیکر کا حکم دیا ہے اور ایسے ہی ”تلقن من الحادج“ بنتا ہے یعنی جو نماز میں شریک نہیں اس سے افعال نماز کی ادائیگی میں استفادہ ہے اور یہ بھی مفسد ہے۔ ایک بہت بڑے اور مشہور مدرسے کے صدر المدرسین نے کہا ”نماز میں کسی ایسے شخص کی آواز سے جو داخل نماز نہ ہو، استفادہ کرنا باتفاق فقہاء مفسد نماز ہے،“ صدائے سجدہ تلاوت کی آیت سنی جائے تو ساری پر سجدہ لازم نہیں آتا تو معلوم ہوا کہ ان مقتدیوں کی نمازیں فاسد ہیں اور اگر امام ہی کی آواز ہو تو پھر بھی چونکہ اس میں جہر مفرط پایا جاتا ہے جو مفسد نماز ہے لہذا نمازیں نہ ہوں اور لاؤڈ سپیکر کا استعمال نماز میں حرام ہے جو کرے اس پر توبہ فرض ہے، تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ لاؤڈ سپیکر پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ کیا قرآن کریم سے باوجود دعوائے ”تسبیحاً لكل شیء“ اس کا کوئی حل نہیں ملتا؟ اعاذ باللہ شریف سے کوئی ہدایت نہیں ملتی؟ پھر جابر امت اور اجتہاد مجتہدین سے بھی واضح ثبوت نہیں ملتا؟ بینوا ما جور دین من رب العالمین۔

السائل : ابو انصر گول چکری ٹنگری



بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي نزل الكتب تنبيها لكل شيء
وتفصيل الكتاب : وبشر عباده الذين يستمعون القول فيتبعون
احسنه في كل باب : اولئك الذين هداهم الله واولئك
هم اولوالالباب : وصلى الله تعالى وسلم على حبيب الذي
علمه ما لم يكن يعلم وكان فضله عليه عظيما بلا رتيا ب :
فانبا بما كان وما يكون الى يوم الحساب : فحفظ من حفظ و
نسى من نسى ليصيب مجتهد والصواب : ثوابا على ثواب :
وعلى الم خير ال واصحابه خير اصحاب : كلما قدر رسوال
وحرر جواب : بنصوص الكتاب والسنة واجماع الامة واجتهاد
الائمة واضح الخطاب :



ہمک وشبہ وگمانش دیب قرآن کریم اور احادیث طیبہ اور اجماع عملی و نقول مذہبیہ فقہیہ سے اس کا
جواز انتاب بے حجاب سے بھی زیادہ واضح رہے نقاب ہے تفصیل جواب سے قبل ان مقدمات ضروریہ
پر نظر فائز نہایت ضروری ہے ۔

مقدمہ اول

اشیا میں اصل اباحت ہے،

اشیا میں اصل اباحت ہے یعنی جب تک دلائل شرعیہ کسی شے کی حرمت و ممانعت ثابت نہ ہو جہاں دوازہ الاستعمال رہتی ہے، استعمال کر لے و لے کر پھر ٹھکانے کوئی گرفت نہیں کہ وہ معاف ہے۔ قرآن کریم نے صاف صاف فرمادیا عَنِ اللَّهِ عَنْهُنَّ (المائدہ) ترجمہ ۱ "اللہ انہیں معاف کر چکا ہے" سنن ترمذی ۲۱۸۱ جلد ۱، ابن ماجہ ۲۴۹۹ میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں الحلال ما احل اللہ فی کتابہ والحرام ما حرم اللہ فی کتابہ وما سکت عنہ فهو معاف عنہ ترجمہ ہلال وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن پاک) میں حلال کیا اور حرام وہ جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام فرمادیا اور جس کا کچھ ذکر نہ فرمایا تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے معاف کردہ چیزوں سے ہے یعنی اس کے کرنے پر کچھ گرفت نہیں۔ سنن بیہقی ۱ جلد ۱ میں ہے فقد عفا عنہ اور اسی کے ۱۲ جلد ۱، مستدرک ۳۵۷ جلد ۲ میں ہے وما سکت عنہ فهو عافیۃ فاقبلوا من اللہ العافیۃ فان اللہ لم یکن نسیتا ترجمہ ۲ "اور جس چیز کا ذکر نہ فرمایا تو وہ معاف ہے پس اللہ تعالیٰ سے معافی قبول کرو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ بھولنے والا نہیں" پھر یہ آیت پڑھی "وما کان ربک نسیتا یعنی تمہارا رب بھولنے والا نہیں؟" حاکم نے اس حدیث کو صحیح الاسناد فرمایا۔ اور ذہبی نے تصحیح برقرار رکھی، سنن ابی داؤد ۱۸۳۱ جلد ۲، مستدرک ۱۲ جلد ۲ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث منقولہ میں ہے فهو عفو کہ وہ معاف ہے؛ قال الحاکم صحیح علی شرط الشیخین و اقربہ الذہبی۔



حدیثی الاشیاء میں ہے عافیۃ کما صحبتہ و ذکرکون لہا البندہ مکروہ را و سلامت الی بیاری و بلاد و مکروہات و درجہ اولیٰ و دوم



اور ان کے علاوہ اور آیات متعددہ و احادیث کثیرہ سے بھی یہ قاعدہ روز و رشتن کی طرح ثابت ہے، مفسرین کرام و شارح عظام کی تصریحات بھی یہی فرماتی ہیں اختصاراً صرف شامی کی ایک ہی عبارت پر اکتفا کیا جاتا ہے ۱/۱۰۰ جلد ۱ میں ہے و صرح فی التصریح بان المختار ان الاصل الریاحۃ عند الجمهور من الحنفیۃ و الشافعیۃ و تبعہ تلمیذہ العلامة قاسم و حبر علی فی المہدایۃ من فصل الحداد و فی الخانیۃ من ادائل الحضر و الاباحۃ جس کا خلاصہ یہ کہ جو احناف اور شوافع کے نزدیک مختار یہ ہے کہ بلاشبہ اہل اباحت ہے، امام اہل السنۃ و الجماعت علی حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بکثرت اپنے مبارک رسالوں اور فتوؤں میں اس قاعدہ مبارکہ کی توضیح و تصریح فرماتی ہے مثلاً فتاویٰ افریقیہ ص ۱۰۰ میں فرمایا ”جواز کو یہی کافی ہے کہ شرعاً ممانعت نہیں جس چیز کو اللہ و رسول حل و علا و علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منع نہ فرمائیں اسے منع کرنا خود شارع بنا اور نئی شریعت گھڑنا ہے“ پھر کافی دلائل کے بعد منہ میں فرمایا ”اللہ عزوجل فرماتا ہے مَا اَشْكُمُ الرَّسُولُ فَعِذُوهُ وَ مَا نُنْهِكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا“ جو کچھ رسول تمہیں عطا فرمائیں، وہ لو، اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز رہو“ تو معلوم ہوا کہ جس کا حکم دیا نہ منع کیا وہ نہ واجب نہ گناہ، اور فرماتا ہے عزوجل یا ایہا الذین احنوا لا تستعجلوا عن اشیاء ان تبدلکم تسوکم و ان تستلوا عنها حین یُنزل القرآن تبدلکم عفا اللہ عنہا و اللہ غفور حلیم ایمان الہی دیکھو وہ باتیں کہ ان کا حکم تم پر کھول دیا جائے تو تمہیں برا لگے اور اگر اس زمانے میں پوچھو گے جب تک قرآن نازل رہا ہے تو تم پر کھول دیا جائے گا، اللہ انہیں معاف کر چکا ہے اور اللہ بخشنے والا حلیم والا ہے“

یہ آیت کریمہ ان تمام حدیثوں کی تصدیق اور صاف ارشاد ہے کہ شریعت نے جس بات کا ذکر نہ فرمایا وہ معافی میں ہے جب تک کلام مجید اتر رہا تھا احتمال تھا کہ معافی پر شا کر نہ ہو کہ کوئی پوچھتا تو اس کے سوال کی شامت سے منع فرمادی جاتی اب کہ قرآن مجید اتر چکا، دین کامل ہو گیا، اب کوئی حکم نیا آنے کو نہ رہا جتنی باتوں کا شریعت نے نہ حکم دیا نہ منع کیا، ان کی معافی مقرر ہو چکی ہیں اب تبدیلی نہ ہوگی۔ وہاں جو کہ اللہ کی معافی پر اعتراض کرتا ہے، مردود ہے، واللہ الحمد! احکام شریعت مسئلہ ۱۹ میں فرمایا ”اصل اشیاء میں ہمارا



جنت ہے قال تعالیٰ خلق لكم ما فی الارض جمیعاً لعلکم تشارعون کسی ماریض سے اس
اصل کا زوال ثابت نہ ہو کہ اصل ہی کے لئے رہے گا۔ محرام المذنب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں
بہ نأخذ ما لم نعرف شیئاً حراماً بعینہ ۔

مقدمہ ثانیہ

بلا دلیل خاص شرعی کسی شے کو حرام و مکروہ کہنا جھوٹ و حرام ہے

بلا دلیل خاص شرعی کسی شے کو حرام و مکروہ کہنا جھوٹ اور حرام ہے اور حضرت رب العالمین جل و علا پر
افزار ہے۔ قرآن کریم میں ہے وَلَا تَقْبَلُوا إِلَیْهَا تَصِفُ السَّبْتَ کَذِبَ هَذَا حَلَالٍ
وَهَذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْکَذِبَ إِنَّ الَّذِینَ یَفْتَرُونَ عَلَى
اللَّهِ الْکَذِبَ لَا یُفْلِحُونَ ترجمہ : اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے
اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو، بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں، ان کا بھلا نہ ہوگا۔ فتاویٰ رضویہ
جلد ۲ میں ہے جب کسی کو کسی شے پر منع و انکار کرتے اور اسے حرام یا مکروہ یا ناجائز کہتے سنو، جان لو
کہ باوثبوت اس کے ذمہ ہے جب تک دلیل واضح شرعی سے ثابت نہ کرے اس کا دعویٰ اسی پر مردود اور
جائز و مباح کہنے والا بالکل سبکدوش کہ اس کے لئے تمسک بہ اصل موجود ہے، اقامۃ التقامہ ص ۲۱ میں
فرمایا "ہاں تم جو ناجائز و ممنوع کہتے ہو تم ثبوت دو کہ خدا و رسول نے ان چیزوں کو کہاں ناجائز فرمایا ہے ؟
اگر ثبوت نہ دو اور انشاء اللہ تعالیٰ ہرگز نہ دے سکے تو اقرار کرو کہ تم نے شرع مطہر پر افزار کیا ان الَّذِینَ
یَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْکَذِبَ لَا یُفْلِحُونَ سبحان اللہ! المسند کا مطالعہ ہم سے ہشامی
ص ۱۱۱ جلد ۱ میں بجز الان سے ہے وَلَا یُزَلِّمْ مَنْ تَرَكَ الْمُسْتَحَبَّ ثُبُوتَ الْکَرَاهَةِ
اِذَا بَدَّلَهَا مِنْ دَلِیلٍ خَاصٍّ، ثنابی فرماتے ہیں اقول و هذا هو الظاهر
اذا شبهت ان النوافل من الطاعات كالصلوة والصوم ونحوهما
فعلمها اولی من ترکها بلا عارض و لا یقال ان ترکها مکروہ تنزیہاً۔
فلامر یہ کہ کراہت تنزیہیہ بلا دلیل خاص ثابت نہیں ہو سکتی۔ یہ مقدمہ بھی پہلے کی طرح بکثرت آیات و



امادیت و تصریحات ائمہ عظام سے اس و شمس کی طرح ثابت ہے مگر اختصار مطلوب ہے۔

مقدمہ ثالث

بلا تحقیق و ثبوت کامل حرام و مکروہ کہنا افتراء ہے

بلا تحقیق و ثبوت کامل حرام و مکروہ کہنا افتراء ہے امام اہل سنت والجماعت کے کلمات طیبات میں ہی سنئے
 احتیاط اس میں نہیں کہ نئے تحقیق بالغ و ثبوت کامل کسی شے کو حرام و مکروہ کہہ کر شریعت مطہرہ پر افتراء کیجئے بلکہ
 احتیاط اباحت ماننے میں ہے کہ وہی اصل متیقن اور بے حاجت مبتین خود مبتین ہسیدی عبد الغنی بن سیدی
 اسماعیل قدس سرہما الجلیل فرماتے ہیں لیس الاحتیاط فی الافتراء علی اللہ تعالیٰ
 باشیات الحرمة او الکراهية اللذین لا بد لهما من دلیل بل
 فی القول بالاباحت التي هی الاصل وقد توقف النبی صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم مع انہ هو المشرع فی تحریم الخمر الام الخبائث
 حتی نزل علیہ النص القطعی اھ وآشرہ ابن عابدین فی الاشریۃ
 مقررہ (فتاویٰ رضویہ صفحہ جلد ۲) ترجمہ: یہ کچھ احتیاط نہیں کہ کسی چیز کو حرام یا مکروہ کہہ کر خدا
 تعالیٰ پر افتراء کر دو کہ حرمت و کراہت کے لئے تو دلیل درکار ہے بلکہ احتیاط اس میں ہے کہ اباحت مانی جائے
 کہ اصل وہی ہے اور ضرورت تو تھک فرمایا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شراب کے حرام فرمانے میں حتیٰ کہ حضور
 پر نفس قطعی اتزی باوجودیکہ وہی مشرب ہیں اھ اور علامہ شامی نے کتاب الکشمیریہ میں اسے نقل کر کے
 مقرر رکھا۔

مقدمہ رابعہ

توئی گمان ممانعت نہ ہو تو تحقیقات کی ضرورت نہیں

امام اہل سنت والجماعت کے پاکیزہ کلمات میں ہے "جب تک خاص اسی شے میں جیسے استعنا
 کرنا چاہتا ہے کوئی مظنہ توہین و ممانعت کا نہ پایا جائے تفتیش و تحقیقات کی بھی ضرورت نہیں مسلمان



کو رہا ہے کہ اصل محل وطہارت نہ بر محل کرے اور ممکن و یحتمل و شاید و لعل کو مجھ نہ دے۔
 فلا حقیقة لاحرمۃ الا مع العلم لان الاصل الحل ولا یلزم السوال
 عن شیئ حتی یطلم علی حرمتہ و ینحقی بہا فیحرم علیہ
 (فتاویٰ رضویہ جلد ۲) ترجمہ: حقیقہ میں ہے حرمت نہیں مگر جبکہ یقینی طور پر ثابت ہو اس لئے کہ
 اصل حلال ہونا ہی ہے اور انسان پر کسی چیز کے متعلق دریافت کرنا بھی لازم نہیں، اس حد تک کہ اس شیئ
 کی حرمت پر اطلاع پائے اور ٹھوس ثبوت حاصل کر لے تو اس پر حرام ہوگی۔ نیز ص ۹۹ میں ہے و فی
 الحقیقة لاحرمۃ الامر العلم لامع الشک والظن لان الاصل
 فی الاشیاء الحل یعنی حقیقہ میں ہے کہ یقین حرمت کے سوا شک یا گمان کے ساتھ حرمت
 ثابت نہیں ہو سکتی کیونکہ اشیا میں اصل حلال ہونا ہی ہے۔ بلکہ قرآن کریم میں صریحاً ارشاد فرمایا یا ایہا
 الذین امنوا لا تسئلوا عن اشیاء (المائدہ) کہ اے ایماندارو! چیزوں سے سوال نہ کرو
 یہ اور اس کے سوا متعدد آیات و احادیث سے بھی یہ مقدمہ ثابت ہے۔

مقدمہ خامسہ

اطلاق مطلق بمنزۃ نص سے

اطلاق مطلق بمنزۃ نص ہے یعنی کسی امر کو کسی قید سے مقید نہ کرنے کا یہ مطلب ہے کہ اس امر کی ادائیگی
 اس قید پر موقوف نہیں اس کا ہونا نہ ہونا یکساں ہے مثلاً کوئی کہے پانی پلا اور یہ کہے کہ پیالے میں، تو
 پیالے میں پلایا جائے یا گلاس یا کوزے میں ہر طرح پلانا پایا گیا، حکم اقامت نماز بلا مصلیٰ زمین پر پڑھنے
 کی قید سے مطلق ہے تو زمین پر پڑھی جائے یا نہ ہر طرح حکم ادا ہو جاتا ہے اور یونہی یہ قید بھی نہیں کہ اذان
 سن کر ہی نماز قائم کر دو اذان کے سننے پر نماز موقوف نہیں بلکہ نمازی بہرہ یا دور ہو کہ اذان سن نہ سکے
 یا سرے سے ہو ہی نہ، تب بھی نماز کا ادا کرنا معتبر ہے حتیٰ کہ جماعت جمعہ میں بھی شامل ہو جائے تو فرض ادا

ہو جائے گا۔ اصول الشاشی ص ۱۶۹، تنقیح وتوضیح ص ۱۶۹، وغیرہ میں ہے والنظم لصدور الشریعة حکم المطلق ان یجبری علی اطلاقہ نیز تنقیح وتوضیح ص ۱۶۹ میں ہے (ولنا قوله تعالى لا تسئلوا عن اشياء ان تبدلکم تسؤلکم) فہذہ الایۃ تدل علی ان المطلق یجبری علی اطلاقہ۔ تھریا لا اصول مع الشرح ص ۱۳۳ جلد ۱ میں ہے اصل العمل بہ (ان یجبری علی ما صدق علیہ) المطلق (من المقیدات) بیان لما یحیی ان یحمل علی اطلاقہ بحیث امکن للمکلف ان یأقی بما شاء من افرادہ سواء کان ذلک المقید المنصوص او غیہ ہ فیکون کل فرد من افراد المطلق معجزیاً عما ہو الواجب علیہ ان سب کا حاصل یہ کہ مطلق کو اپنے اطلاق پر رکھا جاتا ہے یعنی وہ تمام افراد جن پر مطلق سچا آتا ہے ان میں سے مکلف جسے چاہے ادا کر سکتا ہے کسی ایک فرد کے ادا کرنے سے بری الذمہ ہو جاتا ہے۔

مقدمہ سادسہ

صوت و صدا کی تعریفیں بمع فوائد ضروریہ

صوت و صدا کی تعریفیں بمع فوائد ضروریہ مواقف و شرح مواقف وغیرہ سے مکرر الصوت کی طبع اول میں درج ہوئیں تھیں مگر بعد ازاں امام اہل السنۃ والجماعت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رسالہ مبارکہ ”الکشف شافیا فی حکم فونوجہرافیا“ سے منقولہ حضرت مولانا حشمت علی صاحب دہلوی ص ۱۲۹ میں غرض تعریفیں بمع فوائد جو نہایت ہی جامع و مانع و مفید ہیں، ہفتہ وار رضوان لاہور، ۱۲ دسمبر ۱۹۴۹ء ص ۵ میں غنیمت بارودہ کی صورت میں دستیاب ہوئیں لہذا تیر کا وہی نقل کی جاتی ہیں۔ ایک

صہ اس رسالہ کا صوت پہنچنے کے بعد اصل رسالہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ ”الکشف شافیا“ بھی چھپ کر اکیس ج میں صوت و صدا کا بیان ص ۵۲ تک ڈی ایمیل سے ہے جس کا متن نیز رضوان سے منقول ہے کہ اس وقت یہ رسالہ ”الکشف شافیا“ چھپا نہیں تھا بلکہ چھپا ہوا تھا

منہ غفرلہ



جسم کا دوسرے جسم سے بقوت ملنا جسے قرق کہتے ہیں یا سختی بدامیہ کہ "قلع" کہلاتا ہے جس ملا لطیف مثل
نہو یا آب میں واقع ہوا اس کے اجزائے مجاورہ میں ایک خاص شکل و کیفیت لانا ہے اسی شکل و کیفیت سے
کا نام "آواز" ہے۔ اس صورت قرق کی قرق ہے کہ زبان و گلو نے منظم و قریب لکھ کی حرکت ہوائے دہن
کو جاکر اس میں اشکال حریفہ پیدا کرتی ہے۔ یہاں وہ کیفیت مخصوص اس صورت خاصہ کلام پرینتی ہے جسے
قدرت کا ملنے اپنے مطلق بندوں کے ساتھ خاص کیا ہے۔ یہ ہوائے اول یعنی جس پر ابتداء وہ قرق قطع واقع ہوا
جیسے صورت کلام میں ہوائے دہن منظم اگر عجیب ہوائے گوش سامع ہوتی تو ہمیں وہ آواز سننے میں آجاتی مگر ایسا نہیں
لہذا حکیم عدوت حکمت نے اس آواز کو گوش سامع تک پہنچانے یعنی ان مشکلات کو اس کی ہوائے گوش میں بننے
کے لئے سلسلہ تدریج قائم فرمایا۔ ظاہر ہے کہ ایسے نرم و ندر اجسام میں تحریک سے موج بنتی ہے جیسے تالاب میں
کوئی پتھر ڈالو۔ یہ اپنے مجاور اجزائے آب کو حرکت دے گا، وہ اپنے مقارب کو جہاں تک کہ اس تحریک
کی قوت اور اس بانی کی لطافت اقتضائے یہی حالت بلکہ اس سے بہت زائد ہوا میں ہے کہ وہ لہنت و
رطوبت میں بانی سے کہیں زیادہ ہے لہذا قرق اول سے کہ ہوائے اول متحرک و متشکل ہوتی تھی اس کی جنبش نے
برابر والی ہوا کو قرق کیا، اس سے وہی اشکال ہوائے دوم میں نہیں اس کی حرکت نے متصل کی ہوا کو دھکا دیا
اب اس ہوائے سوم میں مرسم ہوئیں، یہی ہوائے حصہ بدر و جہ تدریج ایک دوسرے کو قرق کرتے اور ہر قرق
وہی اشکال سب میں بنتے چلے گئے یہاں تک کہ سوراخ گوش میں جو ایک پٹا بچھا اور پردہ کھنچا ہے۔ یہ وہی سلسلہ
اس تک پہنچا اور وہاں کی ہوائے متصل نے متشکل ہو کر اس پٹے کو بچایا۔ یہاں بھی بوجہ جہت بھری ہے اس
قرق نے اس میں بھی وہی اشکال و کیفیات جن کا نام آواز تھا، پیدا کیں اور اس ذریعہ سے لوح مشترک میں قسم
ہر کہ نفس ناظر کے سامنے حاضر ہوئیں اور محض بلین اللہ تعالیٰ اور اک سمعی حاصل ہوا۔

الغرض ہر شے کا سبب حقیقی ارادۃ اللہ تعالیٰ ہے، بے اس کے ارادے کے کچھ ممکن نہیں۔ وہ ارادہ
فرماتے تو اصل کسی سبب کی حاجت نہیں مگر عالم اسباب میں حدود و آواز کا سبب مادی یہ قرق قطع ہے اور اس
کے سننے کا وہی تدریج و تدریج قرق طبع ہوا جو جسے متحرک کی قرق سے ملا مجاورہ میں شکل و کیفیت مخصوصہ بنی تھی کہ شکل حریفہ
ہوتی تو وہی الفاظ و کلمات تھے نہ اور قسم کی آواز، اس کے قرق نے بھر لطاقت اس مجاورہ جنبش بھی دی۔ اس کی



جنش نے اپنے متصل کو قرع کیا اور وہی ٹپکا کہ یہاں اس میں بنا تھا اس میں انزگیا پہنی آواز کی کاپیاں ہوتی چلی گئیں، اگرچہ بقا فصل بڑھتا اور دوساں زیادہ ہوتے چلے جاتے ہیں، تموج قرع میں صنعت آتا جاتا ہے اوٹھپا ہلکا پڑ جاتا ہے وانداد دور کی آواز کم سنائی دیتی ہے اور حرف صاف سمجھ میں نہیں آتے یہاں تک کہ ایک حد پر تموج کو موجب قرع آئندہ تھا ختم ہو جاتا ہے اور عدم قرع سے اس کی کاپی برابر والی ہو اس میں نہیں انزتی، آواز میں تک ختم ہو جاتی ہے۔ یہ تموج ایک مخروطی شکل پر پیدا ہوتا ہے جس کا قاعدہ اس متحرک و محرک اول کی طرف ہے اور اس کے تمام اطراف مقابلہ میں جس طرح زمین سے مخروط ظلی اور آنکھ سے مخروط شعاعی نہیں بلکہ جس طرح آفتاب سے مخروط بنوری نکلتا ہے کہ ہر جانب ایک مخروط ہوتا ہے بخلاف مخروط ظلی کے کہ مقابل جرم اور مخروط شعاعی بصیر کے نہ تمام سمت مواجہ میں بنتا ہے۔ ان مخروطات تموج ہوائی کے اندر جو کان واقع ہوں ایک ایک ٹپک سب تک پہنچا، سب اس آواز کو سنیں گے بھپوں کی تنداد سے آواز متعدد نہ سمجھی جائے گی۔ یہ کوئی نہ کہے گا کہ ہزاروں آوازیں تھیں کہ ان ہزاروں اشخاص نے سنیں بلکہ یہی کہیں گے کہ وہی ایک آواز سب کے سننے میں آئی۔

اس تقریر سے بھلا اللہ تعالیٰ منکشف ہو گیا کہ :-

۱۔ آواز اس شکل و کیفیت کا نام ہے کہ ہوا یا پانی وغیرہ جسم نرم و تر میں قرع و قلع سے پیدا ہوئی۔

۲۔ اس کا اور تمام حادث کا سبب حقیقی محض ارادہ الہی ہے، دوسری چیز اصلاً و مؤثر نہ موقوف علیہ اور آواز کا ظاہری و مادی سبب قریب قلع و قرع ہے۔

۳۔ مننے کا سبب بجائے گوش کا متشکل بہ شکل آواز ہونا ہے اور اس کے تشکل کا سبب ہوائے خارج متشکل کا اسے قرع کرنا اور اس قرع کا سبب بذریعہ تموج حرکت کا وہاں تک پہنچنا۔

۴۔ ذریعہ حدوث قرع و قلع ہیں اور وہ آتی ہیں، حادث ہوتے ہی ختم ہو جاتے ہیں اور وہ شکل و کیفیت جس کا نام آواز ہے، باقی رہتی ہے تو وہ معدت ہیں جن کا معلول کے ساتھ رہنا ضروری نہیں۔

۵۔ آواز ضرور کان سے باہر بھی موجود ہے بلکہ باہری سے منتقل ہوتی ہوئی کان تک پہنچتی ہے۔

۶۔ آواز گندہ کی صفت نہیں بلکہ بلا شکیت کی صفت ہے ہوا ہوا یا پانی وغیرہ آواز گندہ کی حرکت قلعی و قرعی سے پیدا ہوتی ہے وانداد اس کی طرف اضافت کی جاتی ہے۔



۷ جبکہ وہ آواز کندہ کی صفت نہیں بلکہ ملا متکیف سے قائم ہے تو اس کی موت کے بعد بھی باقی رہا کرتی ہے۔
۸ الغلطیاء تخرج النعیم سماں کا باعث ہو سکتا ہے نہ النعیم صوت کا بلکہ جب تک وہ تشکل باقی ہے، صوت باقی ہے۔

۹ دوبارہ تخرج ہو تو اس سے تجدید سماں ہوگی نہ کہ آواز دوسری پیدا ہوئی جبکہ تشکل وہی باقی ہے۔
۱۰ وحدت آواز وحدت نوعی ہے کہ تمام امثال متحدہ میں وہی ایک آواز مانی جاتی ہے ورنہ آواز کا شخص اول کہ مثلاً ہوائے دہن متکلم میں پیدا ہوا کبھی نہیں سمجھ سکتا اس کی کاپیاں ہی چسپتی ہوئی ہمارے کان تک پہنچتی ہیں اور اس کو آواز کا سننا کہا جاتا ہے، گندہ کے اندر یا پہاڑ یا پچھنی گچ کے درہ دیوار کے پاس اور کبھی صحرایں جتنی خود اپنی آواز دلپٹ کر دوبارہ سنائی دیتی ہے جسے عربی میں ”صدأ“ کہتے ہیں۔

اس بیان فیض تو امان سے صاف صاف ثابت ہوتا ہے کہ صدأ اسی وحدت نوعیہ کی بناء پر وہی پہلی آواز ہی ہے کہ تخریج صدأ میں صراحت فرمادیا کہ ”خود اپنی آواز دلپٹ کر دوبارہ سنائی دیتی ہے“ پھر یہ دوبارہ سنائی دینا اگر تخرج اول ہی کی بناء پر ہے جیسے بعض نے فرمایا، تو مدعی ثابت، اور اگر دوبارہ تخرج تازہ اسی کیفیت سے متکیف ہو کر آیا ہے تو پھر بھی وہی آواز باقی کہ انکشاف میں دوبارہ فرمادیا کہ دوبارہ تخرج ہو تو اس سے تجدید سماں ہوگی نہ کہ آواز دوسری پیدا ہوئی۔ رہا نسبت صدأ کا بلند ہونا تو وہ منابریت کی دلیل نہیں کہ بلند و پست ہوتا تو اس شکل و کیفیت (آواز) کی دو متواتر صفیں ہیں جو بدلتی رہتی ہیں ان کے بدلنے سے نفس کیفیت میں فرق نہیں آتا۔ مشاہدہ شاہد اور اعلیٰ حضرت سے اس کی تفصیل بھی سن چکے کہ بولنے والے کے نزدیک آواز اونچی ہوتی ہے اور در در کم سنائی دیتی ہے حالانکہ اس دور والی پست آواز کو قطعاً غیر نہیں کہا جاتا تو صدأ کو چونکہ بلند ہونے کے کیوں غیر کہا جائے۔ رہا سجدۂ تلاوت کا واجب نہ ہونا تو یہ حضرت امام عظیم یا ان کے کسی تلمیذ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جمیعین کا بظاہر قول نہیں بلکہ تخریج متفقہ نہیں ہی ہے اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد ”ہمارے علماء لغزج کرتے ہیں کہ اس کے سننے سے سجدۂ تلاوت واجب نہیں“ میں فقط ہمارے علماء کا فرمانا بھی یہی ظاہر کرتا ہے ورنہ اپنی عادت کریمہ کے مطابق اوصاف جلیلہ والقاب جمیلہ سے ائمہ کرام کا نام لینے۔ پھر اس کے تخریج ہونے کے باوجود بطور استدراک اس کی ایک توجہ فرمادی اور یہ قطعاً نہ



فرمایا کہ صدا پہلی آواز کا بغیر ہے لہذا سجدہ واجب نہیں ہوتا بلکہ حضرت مولانا ابوالفتح محمد حشت علی خان صاحب باوجودیکہ لاؤڈ سپیکر پر نماز کے فائل نہیں مگر اپنے قنوی کی توسط دوم مندرجہ رضوان، جنوری ۱۹۵۰ء ص ۱۱ کے پہلے کالم میں امام اہل سنت والجماعت کے بیان سابق سے نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ گنبد کی گونج اور اس آواز سے سنی ہوئی آواز دونوں صدا ہونے میں برابر ہیں۔ پھر تفسیر کالم میں لاؤڈ سپیکر سے سنی گئی آواز کے متعلق صراحت فرماتے ہیں ”دہی اصل متکلم کی آواز ہے خواہ پہلی ہی ہوا اسے لئے ہوئے پٹ آئی یا اس آواز کی کاپی دوسری میں اتار گئی“ تو درود روشن کی طرح واضح ہوا کہ ان کی نظر میں بھی صدا اور لاؤڈ سپیکر سے سنی گئی آواز پہلی ہی آواز ہے، البتہ لاؤڈ سپیکر سے سنی گئی آواز کو صدا کہنا حقیقت و اصل کے خلاف دکھائی دیتا ہے۔ صدا میں قوت و افح سے آواز پٹ کر سنائی دیتی ہے اور اس میں قوت برقیہ آفندہ پیکر و فون میں جمع کر کے چھوٹے سے سوراخ سے بذریعہ مضبوط تار کے سپیکر کے تنگ منفذ سے سپیکر میں پہنچا کر نشر کر دیتی ہے۔

الحاصل صدا میں قوت و افحہ آواز کو پہلی ہی طرف واپس وکیل دیتی ہے اور لاؤڈ سپیکر میں قوت آفندہ جمع کر کے (بکس صدا) اگلی طرف نکال کر نشر کر دیتی ہے تو صدا کا عکس صدا کیسے بن سکتا ہے پھر چونکہ قوت آفندہ صوت کے نقل و حرکت میں بھری ہوئی بکسٹ اشکال و کیفیات (جن میں سے ایک ایک مستقل آواز ہے) کو جمع کر دیتی ہے لہذا بہت بلند ہو کر سنا جاتا ہے اور یونی صدا میں قوت و افحہ دفع میں اشکال و کیفیات کثیرہ کو ملا دیتی ہے تو اس میں بھی بلند سنا جاتا ہے، بہر حال سپیکر سے سنی گئی آواز امام ہی کی اصل آواز ہے۔

مقدمہ سابعہ

صدا اور سپیکر سے سنی گئی آواز متکلم ہی کی آواز ہوتی ہے

مقدمہ سابعہ سے درود روشن کی طرح روشن ہوا کہ صدا متکلم کی اپنی ہی آواز ہے اور یونی لاؤڈ سپیکر سے سنی گئی آواز بھی متکلم کی ہی آواز ہوتی ہے بالوحدة المعتبہ فی الصوت، اور اگر بالفرض غیر ہی ہو تو تب بھی سننے والے کے لئے یہ تاثر ضرور پیدا کرتی ہے کہ متکلم یقیناً یہی کلمات ادا کر رہا ہے کہ متکلم کے بولے

عہ چنانچہ متکلم اگر بیک وقت دونوں کے قریب نہ کہے تو آواز کا گیننا صاف صاف معلوم ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ متکلم چاہے جو جگہ سے تب بھی لاؤڈ سپیکر کے چاروں طرف سے سمجھ میں ہو کہ وہ کونسی جگہ سے کونسا کلمہ پڑھا رہا ہے ۱۱ منہ غور

بغیر یہ آوازیں بالکل نہیں آسکتیں اور اگر حقیقت واقعہ کا انکار کر لے ہوتے ہی رٹ لگائی جاسے کہ یہ آواز آدابہ
مذہب کی غیر ہے جو الفاظ مشکلم پر دلالت بھی نہیں کر سکتی تو ایسے مدعی کے قول پر یہ آواز محض لغو اور شذوہ و شعب اور
لغو و لعب بنے گی تو لازم کہ اذان و وعظ و قرآن خوانی میں بھی اس کا استعمال ناجائز و حرام بنے اور واجب المآثر
ہو کہ قرآن خوانی اور وعظ و اذان میں بھی شور و شغب اور لغو و لعب قطعاً جائز نہیں، یہ تو کفار و کفر کا شیعہ
نازیبا تھا قرآن کریم فرماتا ہے و قال الذین کفروا لا تسمعوا لهذا القرآن
والغوا فیہ لعلکم تغلبون۔ اور فرماتا ہے و اذا نادیت الی الصلوة
اتخذوها ہزوا ولعباً ما لکم اذان وغیرہ میں سب استعمال کر رہے ہیں تو معلوم ہوا کہ سب
کے نزدیک آواز مشکلم پر اطلاع کا واضح ذریعہ اور بلاشبہ ٹھوس دلیل ہے۔ الحاصل لاؤ و سپیکر سے سنی گئی آواز
یقیناً تکبیرات کا پتہ دیتی ہیں اور یہ کتاب انتقالیہ امام کی یقینی دلیل میں۔

مقدمہ ثانیہ

آنکھ کان وغیرہ حواس خمسہ

آنکھ، کان وغیرہ حواس خمسہ درجی خبریں اور عقل پر سب ذرائع ہیں جن سے یقینی علوم حاصل ہوتے ہیں،
متن شرح العقائد میں ہے اسباب العلم للخلق ثلثة الحواس السلیة
والخیر الصادق والعقل۔ شرح میں ہے ان العلم عندهم مقابل
للظن اور تصریحات جلیلہ کتاب و سنت سے بھی یہی روز روشن کی طرح واضح و ہریدہ ہے اور یہ بھی پُر ظاہر کہ
یہ ذرائع دوران نما میں بھی کارآمد رہتے ہیں، آنکھ وغیرہ کھلے رہتے ہیں اور خبریں بھی پہنچتی رہتی ہیں اور عقل مجتہد
رہتی ہے ورنہ دیوانہ پر تو کچھ فرض ہی نہیں لہذا سہو امام کی صورت میں مقتدی لقمہ دے سکتا ہے اور امام لے
سکتا ہے تو معلوم ہوا کہ نازیبا لغو و اسباب امام و مقتدی کا ان ذرائع سے استفادہ ہونا اتمام نماز کے لئے مطلوب
شرعی ہے۔

مقدمہ تاسعہ

جب یقیناً اللہ پر اللسان جان لے کہ اس چیز کی انجام دہی اسی وقت میرے ذمہ فرض و لازم ہے تو طاعت



ہوتے ضرور انجام دے اگرچہ نماز میں ہر مسئلہ نماز میں پتہ چلا کہ قبلہ اس طرف ہے تو ادھر بھی جاتے تبسم پائی پر قادر ہو جائے تو وضو لازم الی غیر ذلک من الصد المتکاشرة حتی کہ فقہائے کرام نے یہاں تک تصریح فرمائی کہ اگر کسی کو چھت سے گرنے یا آگ میں جلنے یا پانی میں ڈوبنے کا خطرہ دیگر ہوا اور نماز سے فریاد کر دی تو نمازی پر نماز توڑ کر مدد کرنا ضروری ہے۔ ہند یہ مکہ جہا میں ہے و کذا الاجنبی اذا خاف ان یسقط من سطح او تحرق النار او یغرق فی الماء واستنث بالمصلی و جب علیہ قطع الصلوة اور پونہی والحقنا اور شامی وغیرہ میں ہے تو، چچ جائیکہ وہ چیز ہو ہی تمام نماز کے لئے و ذالمعلوم من الکتب والسنة ضروری۔

مقدمہ عاشرہ

اقتدائے حقیقی اور اقتدائے صوری کی تعریفیں

اقتدائے حقیقی مقتدی کا اپنی نماز کو نماز امام کے ساتھ مرتبط کرنا اور اس پر بنا کرنا اور تمام ارکان میں امام کی مشابہت اور متابعت کرنا ہے۔ رشامی مسالہ جہا میں ہے فنفس هذا الارتباط هو حقيقة الامامة وهو غاية الاقتداء نیز مہا میں ہے الاقتداء البناء نیز ہا یہ مسالہ جہا ، زلیعی مسالہ جہا میں ہے الاقتداء شریکة و موافقة کفایہ مسالہ جہا میں ہے شریکة ای فی التحریم و موافقة ای فی الافعال و کذا فی غیرہا من المعتمدات۔ اور یہی پر ظاہر کہ کسی کی موافقت (یعنی اس کے ساتھ ساتھ افعال نماز کا ادا کرنا) بلا نیت اقتداء حقیقہ اقتداء نہیں بلکہ صرف موافقت صوری ہی ہے اقتداء صوری کہا جاسکتا ہے رشامی مسالہ جہا شروط اقتداء میں ذکر فرمایا و نیت الاقتداء اور حدیث شریف میں ہے انما الاعمال بالنیات اور یہ موافقت صوری بلا نیت اقتداء ہرگز ہرگز مفسد نماز نہیں اگرچہ اپنے امام یا اس کے مقتدی کے علاوہ کسی اور نماز کے ساتھ ہی ہو، یعنی اس کی ادا کے ساتھ ساتھ ادا کرتا ہے یا اس کی ادا کو دیکھ کر اپنی نماز کے متعلق معلومات حاصل کرتے ہوئے افعال نماز ادا کرے، بلکہ بہت ضرورت اس سے اتمام اور اصلاح نماز بھی ہو سکتی ہے جو جزئیات ذیل سے واضح ہے۔



۱ خلاصۃ الفتاویٰ مسئلہ ۱۶۱ جلد ۱، فتح القدر مسئلہ ۳۳۱ جلد ۱، نئیۃ المستمل مسئلہ ۴۴، بحر الرائق مسئلہ ۳، ہندیہ مسئلہ ۵۷۵ جلد ۱، رد المحتار، رد المحتار بحران قاضی خان، وغیرہ ۵۵۵ جلد ۱ میں ہے والنظم للشامی حاصلہ انہ لو اقتدی اثنان معاً بامام قد صلی بعض صلواتہ فلما قاما الى القضاء فسی احدهما عدد ما سبق به فقتضی ملاحظا للاختلاف بلا اقتداء به صح کما فی الخانیۃ والفتح یعنی دو شخصوں نے ایک ساتھ ایسے امام کی اقتدار کی جو ایک یا زیادہ رکعتیں پڑھ چکا ہے اور امام کی نماز پوری کرنے کے بعد اپنی رہی ہوئی رکعتیں پڑھنے اٹھے تو ان کا ایک بھول گیا کہ کتنی رکعتیں رہ گئی تھیں! لہذا اس نے دوسرے کو دیکھتے ہوئے پڑھ لیں بغیر اس کی اقتداء کے (جو نیت اقتداء پر موقوف ہے) تو اس کی نماز صحیح ہو گئی حالانکہ انہی کتابوں میں یہیں صاف صاف وضاحت ہے کہ مسبق جب اپنی رہی ہوئی نماز پڑھتا ہے تو وہ حقیقتہً ویکما ہر طرح منفرد ہوتا ہے والنظم من الفتح منفرد حقیقتہً وحکما لہذا وہ کسی کی اقتداء نہیں کر سکتا اور نہ کوئی اس کا مقتدی بن سکتا ہے والنظم من الشامی (قوله لا يجوز الاقتداء به) وكذا لا يحسن اقتداءه بغيره حتی کہ اگر دوسرے کی اقتدار کی نیت کرے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ بحر الرائق مسئلہ ۱۳۵ جلد ۱ میں بدائع صنائع سے ہے فلو اقتدی احدهم بالآخر فسدت تور و زروشن کی طرح بے غبار ہوا کہ موافقت و متابعت ضروریہ مذکورہ مفسد نماز نہیں بلکہ مصلح ہے۔

۲ جامع صغیر مسئلہ ۱، مبسوط مسئلہ ۲، بدائع صنائع مسئلہ ۱۸۷ جلد ۱، ملارجیہ مسئلہ ۱، قاضی خان مسئلہ ۷، خلاصۃ الفتاویٰ مسئلہ ۱۵۵ جلد ۱، ہدایہ، عنایہ مسئلہ ۴۶۵ جلد ۱، وقایہ منہج ۲۳، کنز الدقائق، بحر الرائق مسئلہ ۱۲۱ جلد ۲، تبیین الحقائق مسئلہ ۲۱ جلد ۱، کبریٰ مسئلہ ۴۶۵، تخریر الابصار، رد المحتار، رد المحتار ۵۵۵ جلد ۱، نور الایضاح، مراقی الفلاح ۲۱۹، ہندیہ ۵۶۹ جلد ۱ میں ہے والنظم من البدائع لو سمعها فی صلواتہ ممن لیس معه فی الصلوة لم یسجدھا فی الصلوة وان سجدھا کان مسیثا لما ذکرنا ولا تسقط عن السجدة لکن لا تفسد صلواتہ فی ظاہر الروایۃ یعنی نمازی نماز میں کسی ایسے شخص سے آیت سجدہ سنے جو اس کی نماز میں شریک نہیں تو نماز میں سجدہ تلاوت نہ کرے اور اگر کر لے تو برا کیا اور سجدہ بھی



ساقط نہیں ہوتا، مگر ظاہر الروایۃ میں اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی تو یہ ایسی موافقت و متابعت ضروریہ ہے جس میں وہ کام جو غیر کو دیکھ کر کیا، نماز کی جزیر نہیں اور شرعاً مطلوب بھی نہیں بلکہ ممنوع ہے، لہذا اگر نماز کی جزیر جو شرعاً ممنوع نہیں بلکہ مطلوب ہے، ایسی متابعت کے ساتھ ادا کرے تو نماز بطریق اولی جائز رہتی چاہئے بلکہ اسی صورت مذکورہ میں اگر سجدہ کی وہی آیت پہلے پڑھ چکا ہو، پھر سرسجود کرے تو ظاہر الروایۃ میں سجدہ ادا ہو جاتا ہے اور دوبارہ نہیں کرنا پڑتا۔ ہندیہ میں ہے ہذا اذا لم یقرأ المصلی السامع غیر الموت فان قرأھا اولاً ثم سمعھا فسدھا لم یعدھا فی ظاہر الروایۃ۔ اس کی وجہ ظاہر یہی کہ اس سجدہ کا وجوب پہلے ثابت ہو چکا اور عارضی طور پر نماز کی جزیر بن چکا تھا، پھر اس غیر سے سنا دوسرا سبب وجوب بن گیا تو حسب القاعدہ اتحاد مجلس کے سبب ایک ہی سجدہ کافی ہو گیا، اور جب عارضی جزیر کا بوجہ جزئیّت ادا کرنا روا ہوا تو اصلی جزیر کی ادائیگی بوجہ اصلات بطریق اولی روا ہو گئی۔ رہا یہ کہ صورت مذکورہ میں سجدہ کرنا اس طبعی شریک نماز کی متابعت ضروریہ کیوں ہے تو یہ اس لئے کہ آیت سجدہ کا پڑھنے والا، سننے والے کے لئے بمنزلة امام ہے۔ بدائع صناعۃ جلد ۱ میں ہے السامع بمنزلة الامام للسامعین۔ مبسوط ص ۲۵ جلد ۲ میں حضرت فاروقی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ تالی آیت سجدہ کو فرمایا کنت امامنا لو سجدت سجدتنا اس سے یہ ثابت کیا کہ فکانوا فی حکم المقتدین من وجہ فتح القدر، غنایہ، کفایہ ص ۲۳ جلد ۱ میں ہے کہ خود حضور پر تو صلی اللہ علیہ وسلم نے تالی آیت سجدہ کو فرمایا کنت امامنا اللہ

تنبیہ

صورت مذکورہ میں موافقت و متابعت ضروریہ صرف اس وقت ہے جب اس پڑھنے والے کی متابعت کی نیت کے سوا سجدہ کرے ورنہ متابعت حقیقیہ بن جائے گی اور نماز فاسد ہو جائے گی۔ فتاویٰ قانیر ص ۱۱۱، خلاصۃ الفتاویٰ ص ۱۱۱ جلد ۱، ہندیہ ص ۱۱۱ جلد ۱ میں ہے المصلی اذا سمع آیت سجدۃ من غیرہ و سجد مع التالی ان قصد به اتباع التالی تفسد صلوتہ۔ بحوالہ اثنی عشر جلد ۲، شامی ص ۱۱۱ جلد ۱ میں ہے لان المصلی سواء کان له امام اولاً اذا تبع احداً غیر امام فسدت صلوتہ۔ نیز



اسی میں ہے ان زیادة سجدة واحدة بنیة المتابعة للغير امام مبطلة
لصلوتہ۔

۳۲ امام مقيم مقتدیوں کو نماز پڑھا رہا ہو تو دو رکعتیں پوری کر کے اقامت کی نیت صوف اس لئے
کر لے کہ مقتدیوں کو پوری نماز پڑھا سکے تو وہ امام اس نیت سے مقيم نہیں بنتا اور اس کا فرض دو رکعتوں کی بجائے
چار رکعتیں نہیں بنتا، تو اگر مقيم اس امام کے ساتھ اپنی نماز پوری کر لیں تو ان کی نماز فاسد ہو جاتی ہے کیونکہ یہ
اچھلی دو رکعتوں میں ان مقتدیوں کی اس امام کے ساتھ اقتداء، فرض پڑھنے والوں کی (یعنی ان مقيموں کی)
فعل پڑھنے والے امام مسافر کے ساتھ اقتداء ہے۔ علامہ غیر الدین رملی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ
میں یہ تفریق کافی واجب ہے کہ ان مقيموں نے اس امام سے جدا ہونے کا ارادہ نہ کیا ہو اور جب مفارقت کی نیت
کر چکے تو ان کی نماز فاسد نہیں ہوتی اگرچہ صورتہ تمام نماز میں امام کی موافقت کرتے رہے۔ شامی ص ۴۸۷
جلد ۱، منہ الخالق ص ۱۳۵ جلد ۲ میں ہے والنظم من النحة قوله لا يصير مقبلا
ولا ينقلب فرضه اربعاً، قال في الظهيرية تلوه حتى لو اتم
المقيمون صلواتهم مع فسدت صلواتهم لان هذا اقتداء
المفترض بالمتنفل ولا يصح اه قال الراملي يجب تعييده بما
اذا لم ينو مفارقتہ اما اذا نوا مفارقتہ لا تفسد صلواتهم
وان وافقہ في الاتمام صورة اذ لا مانع من صحة مفارقتہ
بعد اتمام فرضہ واتصال النفل من بصلوات لا يمتعيا
بلا شبهة وفي قوله لو اتم المقيمون مع اشارة الى ذلك و
سكوت قاضي خان وصاحب الخلاصة عن صلوة المقيمين
ربما يكون لهذا التفصيل والله تعالى اعلم۔

تو انتاب سے بھی زیادہ ظاہر ہو کہ ظاہری و صوری موافقت سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور موافقت
حقیقی نیت پر موقوف ہے اگرچہ بظاہر موافقت حقیقی ہی معلوم ہو، بلا نیت حقیقیہ حقیقیہ نہیں بنتی جیسے صورتہ مذکورہ
میں کہ اسی امام کے ساتھ اقتداء حقیقی سے ادھی نماز ادا کر چکے اور اس لئے بلا سلام پھیلی دو رکعتیں پڑھنی شروع کریں



اور اپنے امتیازی مقام میں اپنی طرف سے اس منصب پر پڑھانے کا ارادہ بھی کیا اور وہ لوگ بظاہر اسی طرح اسی
کی اقتداء میں پڑھتے رہے مگر جب مفارقت کی نیت ہے تو نماز ہو گئی کہ نماز امور القضاء سے نہیں کہ نماز ہریم
یعنی ہر ایک امور دیانت سے ہے جو نیت پر مبنی ہوتے ہیں۔ شامی جلد ۱ میں ہے لان ذلک من امور
الديانة لا القضاء حتى يبني على الظاهر او متابعت مكر (امام کی تکبیرات
سنانے والے کی بھی یہی متابعت صورت یہی ہے کہ اس کی تکبیرات سن کر امام کی متابعت تحقیق کی جاتی ہے ،
اگر متابعت مکر بھی یہی تحقیق ہو تو لازم کہ امام بن جائے حالانکہ دو اماموں کی اقتداء میں نماز ناجائز ہے۔ تبیین
الحقائق ص ۱۱۱ جلد ۱ ، ثلثین شامی ص ۱۳۰ جلد ۱ میں "يقتدى الناس بصلوة ابي بكر"
کا یہ معنی بیان فرمایا ان ابابکر کان مبلغا اذ لا يجوز ان يكون للناس امامان
في صلاة واحدة یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ لوگوں کی اقتداء کا یہ معنی ہے کہ وہ مبلغ
تھے تکبیرات سنانے والے یعنی اس وقت (جبکہ حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکبیرات سنا
رہے تھے) حقیقتہً لوگ ان کے مقتدی تھے کہ یہ جائز نہیں کہ ایک نماز میں لوگوں کے دو امام ہوں۔ مبسوط
ص ۲۳۱ جلد ۱ اداء صلاة بامامين لا يصح "دو اماموں کے ساتھ ادائے نماز صحیح نہیں"
شامی ص ۲۳۳ جلد ۱ میں ہے الاقتداء لا يصح بمن سوى بناء صلوة على غيره
یعنی جس کی نماز اپنے غیر کی نماز پر مبنی ہو (جیسے مکر) اس کی اقتداء صحیح نہیں۔ شامی ص ۲۳۵ جلد ۱ میں ہے ان
زيادة سجدة واحدة بنية المتابعة لغير امامه مبطله
صلوات یعنی اپنے امام کے غیر کی متابعت کی نیت سے ایک سجدہ کی زیادتی بھی نماز باطل کر دیتی ہے
تو آفتاب و ماہتاب سے بھی زیادہ نمایاں ہوا کہ متابعت مکر بھی متابعت و موافقت صورت یہی ہے جو کسی ایسے
دوسرے کے ساتھ بھی ہو سکتی ہے جو نماز میں شرک رکھتا ہو۔

مقدمہ حادی عشر

نماز کی کو غیر نمازی ہدایت دے سکتا ہے۔

نماز کسی عارضہ کے سبب نماز میں کوتاہی کر رہا ہو یا کہ لے کا احتمال ہو تو وہ جو نماز میں نہیں ،



اسے ہدایت دے سکتا ہے قرآن کریم فرماتا ہے تأمرون بالمعروف و تنہون عن المنکر نیز فرماتا ہے و تعاونوا علی البر و التقویٰ اور ہمیشہ صحیح ہے من رأی منکم منکرا فلیغیرہ الحدیث الی غیر ذلک من الآیات و الاحادیث اور وہ بھی اس ہدایت کے مطابق اصلاح نماز کرتے ہوئے ادا کر سکتا ہے۔ یہ اصلاح بارش فساد نہیں بنتی بلکہ جائز و درست بناتی ہے قال اللہ تعالیٰ فبشر عباد الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ | و الذلک الذین ھدنا ھم اولوالالباب (ترجمہ) تو خوش شجر ہی نماز میرے ان بندوں کو جو کان لگا کر بات سنتے ہیں پھر اس کے بہترین کی اتباع کرتے ہیں، یہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت فرمائی اور یہی عقلمند ہیں۔ اس قول کا اطلاق صورت مذکورہ کو بھی شامل ہے حالانکہ اطلاق بمنزلہ نص ہے و کچھ مقدم غامضہ، بلکہ بالخصوص تفسیر کبیر جلد ۳۸ میں ہے و کل هذا الابواب متدخل تحت قوله تعالی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ (الی ان قال، فاما العبادات فمثل قولنا الصلوة (الی ان قال، فلا شک انہا احسن من الصلوة الخ لا یراعی فیہا شیء من هذه الاحوال فوجب علی العاقل ان یختار الخ اس کا حاصل یہ ہوا کہ یہ قول عام ہے اور اقوال متعلقہ نماز کو بھی شامل ہے۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ دیانات (جن میں نماز یقیناً داخل ہے) میں مسلم عادل کی خبر قبول کی جائے۔ ہندیہ جلد ۱۲ میں ہے خبر الواحد یقبل فی الدیانات بسوط جلد ۱۰ میں ہے و فی الدیانات الخبر ملزم تحریر المختار رد المحتار جلد ۵ میں علامہ رافعی فرماتے ہیں اذا اعتد علی خبر المبلغ الذی لم یدخل فی الصلوة یشکون قد اعتمد علی خبر العدل فی امر دینی و هو مما یصح العمل بخبرہ فی الدیانات۔

ان سب عبارات کا حاصل یہ کہ امور دینیہ میں (جن میں نماز نمبر اول میں ہے) ایک نیک مسلمان کی خبر پر اعتناء دیا جاسکتا ہے اگرچہ خبر دینے والا نماز پڑھ رہا ہو بلکہ اس پر عمل لازم ہے بفضلہ و کرمہ تعالیٰ کتاب



سنت وفقہ حنفی سے نہایت واضح ہوا کہ ایسے وقت ایسا شخص جو نماز میں شریک نہیں، نمازی کو ہدایت دے سکتا ہے اور نمازی اس سے استفادہ کرتے ہوئے اصلاح و اتمام نماز کر سکتا ہے اس کی کئی حدیثیں صورتیں احادیث طیبہ اور کتب فقہیہ سے صراحتاً ثابت ہیں چنانچہ :-

۱۔ صحیحین اور دوسری کتب متندہ حدیث میں ہے کہ صحابہ کرام مسجد قبلہ میں نماز باجماعت ادا کر رہے تھے کہ انہیں ایک صاحب نے باہر سے آکر خبر دی کہ کعبہ شریف قبلہ بن گیا ہے تو وہ امام و مقتدی سب کے سب اس خبر کو بغیر عمل کرتے ہوئے اسی وقت رو کعبہ ہو گئے اور باقی نماز پوری کی حالانکہ کسی حدیث میں یہ نہیں کہ حضور پر توصلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اعادہ نماز کا حکم دیا ہو بلکہ شایخ کرام فرماتے ہیں کہ مکمل عادتیں دیا بلکہ جائز رکھا اور اچھا شمار فرمایا۔ بدائع صناعۃ ۱۹۰ جلد ۱ میں ہے وسلم یا مرہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالاعادة۔ شامی ۳۴۴ جلد ۱ میں ہے وافرہم النبی صلی اللہ علیہ وسلم یکہ ہدایہ ۱۹۰ جلد ۱ میں ہے واستحسنہا النبی صلی اللہ علیہ وسلم تو حدیث مرفوعہ تقریری سے جواز ثابت ہو گیا۔

۲۔ اسی حدیث مرفوعہ کی بنا پر ہمارے ائمہ عظام نے فرمایا کہ نمازی اشتباہ قبلہ کی صورت میں تحری سے نماز پڑھ دیا ہو اور عین نماز میں اسے یہ علم حاصل ہو جائے کہ قبلہ دوسری طرف ہے تو نماز میں ہی اس طرف پھر جاتے اور جو حصہ نماز کا ادا کر چکا ہے وہ معتبر رہتا ہے، باقی ماندہ پوری کر لے۔ بدائع صناعۃ، شامی، ہدایہ کے انہی صفحات میں ہے والنظم من الہدایۃ وان علم ذلک فی الصلوۃ استدرا الی القبلة وبنی علیہ لان اهل قباء لما سمعوا الخ بلکہ فقہ بستلک من ۲۲ میں اس پر مستزاد فرمایا وعلى هذا انعقد الاجماع یعنی اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے، اور ہر تو واضح ہی ہے کہ علم قبلہ کے کسی ذریعہ میں جن میں چاند، سورج، ستاروں کے علاوہ انسان خارج من العالم کا بتانا بھی داخل ہے بلکہ یہ سب سے اعلیٰ ذریعہ ہے کہ حاصل لاہل قباء۔

۳۔ اہل قبلہ کی طرح مسجد نبی سلمہ والے صحابہ کرام کو بھی ایک صاحب نے اس وقت خبر دی جبکہ وہ



نماز عصر پڑھ رہے تھے تو نماز میں ہی استقبال کعبہ ہو گئے۔ ہماری شریف ملا جلد میں ہے فتح رح
مرجل ممن صلی معہ صلی اللہ علیہ وسلم فمر علی اہل
مسجد و ہم را کمون فقال اشہد بانلہ لقد صلیت مع رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل مکة فداروا کما هم قبل البیت
یعنی ملا جلد میں ہے و هو مسجد بنی سلمة و یعرف بمسجد القبلتین
و مر علیہم المادی صلوة العصر۔

۴۷ نایب کوئی ایسا نہ پائے جو قید بنائے اور تخری سے کسی اور سمت نماز شروع کر دے، بعد ازاں
کوئی اگر قید کی طرف پھر دے تو اس نایب نے نماز جاری ہے۔ فتاویٰ قاضی خان ۳۴۳، کبریٰ ۲۲۴، شامی
دشرح فیہ فیض و سراج سے) ملا جلد ۱، ہندیہ ملا جلد ۱ میں ہے والنظر من المہندیت
الاصلی اذا صلی رکعة فجاء رجل فحولہ الى القبلة الخ

۴۸ ہمارے امرا کرام نے تصریح فرمائی کہ امام مسافر مقیم مقتدیوں کو نماز پڑھائے تو اسے چاہیے کہ جب
اپنی دو رکعتیں پوری کر کے سلام کہے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے مقتدیوں سے
کہہ دے اتموا صلاتکم فانما قوم سفرة اپنی نمازیں پوری کر لو ہم مسافر ہیں،
بدائع ملا جلد ۱ و ملا جلد ۱، ہدایہ ملا جلد ۱ وغیرہ میں بالفاظ متعارف ہے و ینبغی للامام
المسافر ان یقول للمقیمین خلفہ اتموا صلاتکم فانما قوم سفرة
اقتداء بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم حالانکہ بعد از سلام امام، امام نہیں رہتا، اور
مقتدیوں پر لازم کہ اکیلے اکیلے نماز ادا کریں۔ بدائع ملا جلد ۱ میں ہے ثم المقیمون یعد
تسلیم الامام یصلون وحدها (الحی ان قال) ینبغ علیہم الانفراد
وکذا فی غیرہا تو اس میں بھی خارج من الصلوة کی ہدایت سے اصلاح و اتمام نماز پایا گیا
خصوصاً ان مقتدیوں کے حق میں جنہیں امام کا حال پہلے معلوم نہ تھا یا بھول گئے کہ وہ یہ سن کر بھی باقی دو رکعتیں
ادا کریں گے۔

۴۹ حضور پر نور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر اطہر کے آخری دن پیر کے روز جبکہ ابو بکر صدیق



صلی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام کو مسجد مبارک میں نماز پڑھا رہے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیرون مسجد
حجرہ مطہرہ میں تھے اور پردہ اٹھا کر معانہ فرمایا تو صحابہ کرام زیارت حضور سے اتنے متاثر ہوئے کہ بوجہ
فرط مسرت نماز سے نکلنے کا ارادہ کر لیا اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس خیال سے کہ حضور تشریف لاتے
ہیں بیچھے بیٹھے لگے تو دست حق پرست کے اشارہ سے حکم اتوا صلاتکم اپنی نماز پوری کر لو
دیتے ہوئے پردہ لٹکا دیا رواہ البخاری جلد ۱ و مسلم جلد ۱ عن انس
رضی اللہ تعالیٰ عنہ و الاصل عدم الخصوص تو اس اشارہ مبارک سے
مسئلہ کے دونوں پہلوؤں (خارج من الصلوٰۃ کی ہدایت اور داخل نماز کے اس پر عمل) کی تشریح اور اہتمام
نماز سے عدم فساد کی تصریح ثابت ہو گئی۔

مکے فقہائے کرام نے تصریح فرمائی کہ مریض غلبہ مرض کے سبب رکوع و سجود اور رکعتوں کا خیال
نہ رکھے تو اگر کسی کو نماز شروع کرنے سے پہلے پاس بٹھالے کہ اسے ساتھ ساتھ بتاتا جائے۔ پھر اس
کے بتانے کے ساتھ نماز پوری کر لے تو اس کی نماز جائز ہو سکتی ہے۔ بحر الرائق ص ۱۱۱ جلد ۲ میں ہے
ولو كان يشتب على المريض اعداد الركعات او السجعات
لنحاس يلحقه لايلزم الاداء ولو اداها بتلقين غيره ينبغي
ان يحجزت۔ در المختار میں بھی ایسے مریض کے متعلق یہی کلمات و لو اداها الخ بعينها
فرماتے ہیں اور ہند بہ مکہ جلد ۱ میں اور تعمیری ہے مصل اقع عند نفسه انسانا
يخبره اذا سها عن ركوع او سجود يحجزه اذا لم يمكنه الا
بهذا۔ بہر حال مسئلہ بنابر ہے اتنی زبردست وضاحت کے باوجود یہ شبہ کہ دوران نماز میں غیر
کی ہدایت پر عمل کرنا نماز میں غیر لائق حکم مانا ہے لہذا فاسد ہو جائیگی، محض یہودہ اور بے جا ہے، غیر کی ہدایت
سے تو نماز اپنی کجروی پر مشتبہ ہوتا ہے اور آیات و احادیث سے خدا و رسول جل و علی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کے احکام متعلقہ نماز جنہیں نمازی پہلے ہی جانتا ہے اور مانتا ہے، متنبہ ہونے کے بعد بجا لاتا ہے



تو وہ اپنے رب العالمین جل و علا اور محبوب پیارے صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ماننا ٹھہرا نہ کہ نفیر کا، مثلاً مساف۔
 جنگ میں ہجرت پر قبلہ کو قبلہ سمجھتے ہوئے نماز شروع کر دے بعد ازاں کوئی واقعہ ہمارے کہ قبہ دیکھ کر
 طرف ہے تو سافر کا اس طرف منہ پھیرنا اللہ رب العالمین کا حکم ماننا ہے نہ کہ بنائے والے کا اور بات
 تو ان سب علماء توں میں پائی جاتی ہے جنہیں ہمچین کی ہدایت پر عمل کرنے ہوئے انسان ادا کیے یا
 کسی مسلمان کی خبر سے مطلع ہو کر جیسے رمضان پاک کے چاند کی ایک مسلمان نے خبر دی تو اس خبر کو قبول کرتے
 ہرے اہل ایمان اسلام کا روزہ رکھنا اس مسلمان کا حکم ماننا نہیں بنتا بلکہ رب العالمین کا حکم ماننا ہے۔ مثلاً
 کرنا الا سیچھا یوں کیوں نہیں کہتا کہ بے نماز کسی نیک کے نصیحت کر لے پر نماز نہ پڑھے کیونکہ یہ غیر اللہ
 کا حکم ماننا ہے اور شرک ہے (تو سرے سے معاملہ ہی صاف ہے، اس لئے کہ گویا مناجح نماز کے اندر نہیں
 بنانا مگر عمل کرنے والا جب اس کی ہدایت پر نماز پڑھتا ہے تو نماز کا ایک ایک رکن جو اندرون نماز
 ادا کرتا ہے معترض کے قول پر یہاں بھی سچا آ رہا ہے کہ نماز میں غیر اللہ کا حکم مان رہا ہے، کیا شیعہ یا
 جاز ہے کہ فرائض و امور ضروریہ نماز صرف اس وجہ سے ادا نہ کرے کہ غیر نے کہنا ہے۔ قرآن کریم میں ہے و
 اذا قيل لا اتق الله اخذت العزة بالاشم فحسب جسم اور جب سے
 کہا جائے کہ اللہ سے ڈرتو اسے گناہ کی حد چڑھے (گناہ سے ظلم و کشری اور نصیحت کی طرف التفات نہ کرنا ملو
 ہے مخازن)، ایسے کو دوزخ کافی ہے قرآن کریم میں ہے لم یصدوا علی ما فعلوا و هم
 یعلمون۔ "وہ یہ دانستے اپنے کئے پر اصرار نہیں کرتے" قرآن کریم تو فرماتا ہے ان الذکر ہی
 تنفع المؤمنین، "سمجھنا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے" تو فائدہ حاصل کرنا چاہئے نہ کہ فساد،
 فخر کی خبر تو ذریعہ علم ہے جیسے آنکھ، کان وغیرہ (دیکھو مقدمہ ثانیہ) اور جب انسان کو اپنے فرض کا یقین ہو جائے
 تو اس کی انجام دہی لازم ہو جاتی ہے (دیکھو مقدمہ تاسعہ) اور یہیں سے یہ بھی واضح ہوا کہ نماز اگر کسی ایسے
 ذریعے سے مطلع ہوا جو غیر انسان ہے جیسے ستارہ وغیرہ سے نماز میں ہی سمت قبلہ کا علم آنے سے اپنی غلطی
 پر مطلع ہوا آنکھوں سے نظر آیا کہ امام کی مخالفت کر رہا ہے تو پھر بھی اس پر لازم ہے کہ اپنی نماز کی اصلاح
 کرے اور یہ جائز نہیں کہ اپنی غلطی پر اڑ رہے اس خیال سے کہ چونکہ یہ ذریعہ شریک نماز نہیں بلکہ اہل نماز ہی
 نہیں انداز ان سے فائدہ اٹھایا تو نماز فاسد ہو جائے گی، یہ خیال محض غلط ہے، شرعاً اس پر لازم ہے کہ



فائدہ اٹھائے اور اصلاح نماز کرے کما حد

عجیب و غریب شہادت کا سہارا لیا جاتا ہے۔ کیا نفوس آیات و احادیث اور نہریات فقہیہ کے مقابل ایسے شہادت کی کوئی وقعت ہے؟ ہاں اگر وہ ہدایت تعلیم کی صورت میں ہو تو نمازی کا استفادہ تعلم (پڑھنے) کے رنگ میں ہوگا تو وہ ہمارے فقہائے کرام کی تصریح کے مطابق مفید ہے، ہمارے ائمہ سے کلام کا حکم دیا ہے اور کلام کا قلیل و کثیر ہر فرد بحکم شرع مفید ہے اور یہیں سے واضح ہوا کہ اس قسم کی ہدایت سے استفادہ وہیں مفید ہوگا جہاں استفادہ پر تکلم مرتب ہو کہ تب ہی کلام بنے گا لہذا ہمارے مشائخ عظام نے اس کے جتنے جزئیات ذکر فرمائے وہ تمام کے تمام تلاوت و تکلم کے ہیں چنانچہ فتاویٰ عالمگیری جلد ۱ میں ہے وان فتح غیر المصلی علی المصلی فاخذ بفتحہ تفسد کذا فی منیۃ المصلی یعنی اگر غیر نمازی نمازی کو جب تلاوت میں بھول گیا ہو لغز دے اور صحیح بتائے تو اس لغز لینے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، بحر الرائق ص ۲ جلد ۲ میں ہے اعلما ان هذا كله على قول أبي حنيفة ومحمد يعني حضرات امام ابو حنیفہ اور امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول پر ہے۔ بحر الرائق، تبیین الحقائق، ہدایہ وغیرہ میں اس کا نام تعلیم و تعلم رکھا ہے اور کلام الناس کہا ہے۔ ہدایہ ص ۳۳ جلد ۱، فتح القدیر ص ۳۲۵ جلد ۲، تبیین الحقائق ص ۱۵۵ جلد ۱ میں ہے والنظم ملامح الزیلعی فکان من کلام الناس اور یہی فقہائے کرام نے اس کا نام تلقین و تلقن بھی رکھا ہے اور یہ اس وقت مفید ہے جب نمازی کو اشتباہ لگے اور صحیح یاد نہ آئے تو غیر بتائے اور اس کے بتانے سے سمجھ کر نمازی پڑھ دے، ورنہ اگر نمازی کو ابھی طرح یاد ہو، یا بھول گیا مگر غیر کے بتانے سے پہلے یا بتانے کے وقت خود بخود یاد آگیا اور صحیح پڑھ لیا، یا خود بخود یاد نہیں آیا اور بتانے سے ہی یاد آیا مگر نہ پڑھا، تو ان سب صورتوں میں حسبہ تعریجات فقہائے کرام نماز نامہ نہیں ہوتی۔ بحر الرائق ص ۲ جلد ۲، در المختار شامی ص ۵۵۵ جلد ۱، فتاویٰ عالمگیری ص ۱۵۵ جلد ۱ میں ہے والنظم من المندیۃ ارتج علی الامام ففتح علیہ من لیس فی صلاتہ وتذکر فان اخذ فی التلاوة قبل تمام الفتح لم تفسد والا تفسد لان تذکرہ مضاف الی الفتح منہ الخالق



مجلد ۲ اس "تذکر" کی شرح میں لکھا ہوا کہ قول یہ معتل ان ہوں المراد انہ
تذکر بسبب الفتح وان ہوں تذکر بنفسہم ولكنہ صاف
تذکرہ وفتح من لیس فی صلوتہ فی وقت واحد والظاهر
الاول لانہ لو کان تذکرہ من نفسہ لایظہر فرق بین
اخذہ فی التلاوة قبل تمام الفتح او بعدہ ولا یظہر
وجہ الفساد لان الفساد لیس بمعبرہ الفتح وانما
ہو بالاخذ بسبب الفتح واذ کان تذکرہ من نفسہ لم
یوجبہ الاخذ بسبب الفتح۔ شامی ۵۸۲ ج ۱ میں "لی" سے ہے ان حصل
التذکر والفتح معاً لم یکن التذکر ناشئاً عن الفتح
ولا وجب لافساد الصلوة بتاخر شروع فی القراءة
عن تمام الفتح۔ نیز شامی میں ہے والذی ینبغی ان یقال ان حصل
التذکر بسبب الفتح تفسد مطلقاً ای سواء شرع فی
التلاوة قبل تمام الفتح او بعدہ لوجود العلم وان حصل
تذکرہ من نفسہ لا بسبب الفتح لا تفسد مطلقاً۔

ان سب عبارات کا حاصل یہ کہ جب خود بخود یاد آجائے پر پڑھے تو نماز فاسد نہیں ہوتی ،
ہاں نقرہ پورا ہونے کے بعد پڑھنا بظاہر یہ بتاتا ہے کہ نقرہ ہی سے یاد آیا ہے مگر علامہ شامی علیہ الرحمۃ اور
صاحب علیہ کی نظر میں اس ظاہر کا اعتبار نہیں کہ یہ امور دیانت سے ہے جن کی بنا حقیقت پر ہوتی ہے
ادرا امور قضاء سے نہیں جو ظاہر پر مبنی ہوتے ہیں۔ "مختار الخالق اور رد المحتار میں فرماتے ہیں وکون



لم لا یخلی ما فیہ لانہ اذا تذکر بسبب الفتح تفسد صلوتہ مطلقاً اذا اخذ ولا یظہر
ایضا فرق بین اخذہ فی التلاوة قبل تمام الفتح او بعدہ فالظاهر وجہ ثالث وهو التذکر مطلقاً
وجعل الاخذ فی التلاوة قبل تمام الفتح امارة کون التذکر بنفسہم وبعد التمام امارة کونہ من الفتح ۱۲ منقلاً

الظاهر ان حصل بالفتح لا يؤشر بعد تحقق انه من
نفس لان ذلك من امور الديانة لا القضاة حتى يبنى على
الظاهر الاستدلال لو فتح على غير امامه فاصدا
القراءة لا التعليم لا تفسد مع ان ظاهر حاله التعليم عنایہ
شرح ہدایہ ص ۳۵۱ جلد ۱ میں ہے التلقن من غیرہ فی تحصیل ما لیس
بحاصل عنده یعنی تلقن اس چیز کے حاصل کرنے میں ہوتا ہے جو حاصل (ہدایہ) نہ ہو فتح القدر
ص ۳۵۱ جلد ۱ میں فرمایا المفسد التلقن المقترن بقول ما تلقن
یعنی مفسد نماز وہی تلقن ہے جس کے ساتھ تلقن سے حاصل شدہ کلام کا تکلم کرے اور اگر تکلم کرے
تو مفسد کہنا غلط ہے۔



دیکھئے ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک نمازی قرآن کریم دیکھ کر پڑھے
تو اس کی نماز قاسد ہو جاتی ہے۔ مشائخ کرام فرماتے ہیں کہ اس فساد کی صحیح وجہ یہ ہے کہ یہ تلقن من غیر
ہوتا ہے یعنی اُس سے سمجھ کر پڑھنا ہے جو نماز میں نہیں۔ فتح القدر ص ۳۵۱ جلد ۱، بحر الرائق، منحة الخالق
من جلد ۲، نور الایضاح، مراقی الفلاح، حاشیہ طحاوی ص ۲۰، فتاویٰ ہندیہ ص ۳۵۱ جلد ۱، در المختار
شامی ص ۳۵۱ جلد ۱ میں ہے والنظم من المحقق حیث اطلق وتحقیقہ
انہ قیاس قراءۃ ما تعلم فی الصلوۃ من غیر معلم
حتی علیہا من معلم حتی بحالہ انہ تلقن من خارج و هو
المناط فی الاصل فقط فان فعل الخارج لا اثر له فی
الفساد بل المرث فعل من فی الصلوۃ و لیس منہ الا التلقن
تو اگر حافظ ہو کہ بلا دیکھے پڑھ سکے پھر دیکھ کر پڑھے اس کی نماز قاسد نہیں ہوتی کہ یہ پڑھنا پر مبنی نہیں نہیں
کتابوں میں ہے والنظم من البحر ص ۳۵۱ جلد ۲ قال الرانمی قول ابی

سہ کما یفیدہ العصر بتعریف المسند باللام و مدرج بہ فی صدر الکلام ۱۲ منہ غفرلہ

حنيفة معمول على من لم يحفظ القرآن ولا يمكنه ان يقرأ
الا من مصحف فاما العاقل فلا تفسد صلواته في قولهم
جميعا و تبعه على ذلك السرخسي في جامع الصغیر علی ما
في النهاية وابو نصر الصنفار علی ما في الدخيرة معلل بان
هذه القراءة مضافة الى حفظه لا الى تلقنه من المصحف
وجزم به في فتح القدير والنهاية والتبيين وهو اوجب كما
لا يخفى.

یونی لکھی ہوئی عبارت دیکھ کر نمازی سمجھ لے اور زبان سے نہ پڑھے تو نماز بالاتفاق نہیں ٹوٹی کہ یہ
سمجھنا دکلام ہے نہ تلقن۔ کثر الدقائق، بحر الرائق مثلاً جلد ۲ وغیرہ کتب فقہیہ کثیرہ میں ہے والنظم
من البحر لان الفساد انما يتعلق في مثلہ بالقراءة و
بالنظر مع الفهم لم تحصيل۔ بہر حال اس شمس کی طرح واضح ہوا کہ جو کلام نمازی
کو یاد نہیں۔ اسے غیر نمازی سے سن کر یا کچھ پڑھے دیکھ کر دونوں صورتوں میں پڑھنے سے فساد نماز کا حکم
کتب فقہیہ میں ملتا ہے کہ بغیر سے تعلم پڑھنا، اور تلقن (کلام حاصل کر کے پڑھنا) اور کلام الناس (لوگوں کی
کلام یا ان کے ساتھ بات کرنا) ہے اور جن صورتوں میں یوں نہیں، نماز فاسد نہیں ہوتی اور یونی اخبار و
اعلام و تذکیر کی وہ تمام صورتیں جن میں نمازی کو خبر و علم اور تذکر حاصل ہو جاتے ہیں، جب تک کہ بولتے نہیں،
مفسد نماز نہیں۔ اس کا آفتاب سے بھی واضح بیان دلائل عامہ و خاصہ سے اسی مقدمہ میں گزر چکا، اور
یوں بھی عدم فساد واضح کہ ان تمام صورتوں میں بغیر کی ہدایت سے افعال و ارکان نماز ہی نمازی ادا کرتا
ہے جو اصلاح و اتمام نماز کے ضروریات ہیں حالانکہ احادیث طیبہ اور تصریحات فقہیہ سے صراحتہ ثابت
کہ کئی وہ کام ہیں جو نماز کے اجزاء و ارکان نہیں اور بغیر کے کہنے پر نمازی نماز ہی میں کرتا ہے مگر چونکہ
ان سے اصلاح نماز مقصود ہوتی ہے یا وہ کام فی نفسہ قلیل نقصتے ہیں، ان سے نماز فاسد نہیں ہوتی تو ان
افعال کے کرنے سے جو نماز کے اجزاء و ارکان اور ضروریات ہیں، کیوں فاسد ہو؟ و سیجیج
باذن تعالیٰ بیانہا فی المقدمة الآتیۃ۔



مقدمہ ثانی عشرہ

اجابتِ فعلیہ

اجابتِ فعلیہ کسی غیر کے کھڑے یا آنے وغیرہ کے سبب نمازی کا وہ کام کرنا جو جز بہ نماذ نہیں مفسد نماز نہیں جبکہ وہ فعل تسلیل ہو یا بضر اصلح نماز ہو۔ اس کی وہ صورتیں جو احادیث و کتب فقہیہ میں صراحتاً مذکور ہیں، اس کثرت سے ہیں کہ تمام کا احصار اس مختصر رسالہ میں ممکن نہیں صرف بطور تنبیہ و مثال چند صورتوں کا ذکر کیا جاتا ہے :

۱۔ صحیح بخاری مکتبہ جلد ۱، ص ۱۶۵ جلد ۱ باب اذا کلم و هو یصلی فاشار بیدہ واستمع، میں ہے کہ حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ عصر سے فارغ ہو کر حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دولت سرا میں دو رکعت نماز شروع فرمادی تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک گنیز کو حکم دیا کہ حضور کے پاس کھڑی ہو کر عرض کریں کہ ام سلمہ عرض کرتی ہیں یا رسول اللہ! میں نے آپ سے سنا تھا کہ آپ ان دو رکعتوں سے منع فرما رہے تھے اور اب دیکھتی ہوں کہ خود پڑھ رہے ہیں! تو اگر ہاتھ مبارک سے اشارہ فرمائیں تو پیچھے ہرجانا، تو اس گنیز نے ارشاد پر عمل کیا فاشار بیدہ تو حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک سے اشارہ فرمایا۔

۲۔ پھر اسی صفحہ میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے ہے کہ وہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس اس وقت حاضر ہوئیں جب وہ کھڑے ہو کر نماز کو سو ف پڑھ رہی تھیں اور صحابہ کرام بھی نماز میں کھڑے تھے تو عرض کی ما شان الناس لو کون کا کیا حال ہے؟ فاشارت برأسها الى السماء تو ام المؤمنین نے اپنے سر مبارک کے ساتھ آسمان کی طرف اشارہ فرمایا فقلت ایتہ تو اس پر سوال کیا کہ کوئی نشان ہے؟ فاشارت برأسها اعی نعمہ تو حضرت

سہ گنیز کا اس لئے حکم دیا کہ خود کچھ اور خواتین کے ساتھ مصروف تھیں ۱۲ منہ غفرلہ



ام المؤمنین نے اپنے سر مبارک کے ساتھ ۲ ہاں "کا اشارہ فرمایا۔

مسئلہ نمازی کو سلام کہا جائے تو ہاتھ کے اشارے سے تہاب دے سکتا ہے۔ یہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ بحوالہ کنی مشک جلد ۲ میں ہے فی الفتاویٰ الظہیریۃ والفلاصۃ وغیرہما لو سلم انسان علی المصلی فاشار الی رد السلام برأسه او بیدہ او باصبعہ لا تفسد صلاتہ (الان قال) ویدل لعدم کونہ مفسدا ما ثبت فی سنن ابی داؤد وصحیح الترمذی عن ابن عمر قال خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی قباء فصلی فیہ قال فجاہت الانصار فسلموا علیہ وهو یصلی الحدیث۔

مسئلہ نمازی کے اگے سے کوئی گزرنے لگے تو نمازی اشارے یا تسبیح سے روک سکتا ہے۔ ہدایہ فتح القدیر جلد ۲ میں ہے ویدرأ المار اذا لم یکن بین یدیه سترة او مربینہ و بین السترة لقوله علیہ السلام ادرؤا ما استطعتم ویدرؤ بالاشارة کما فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بولدی ام سلمة رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

۵ نمازی سے دریافت کیا گیا کہ کتنی رکعتیں پڑھ چکے ہو تو انگلیوں کے اشارے سے بتا دے کہ دو یا تین پڑھ چکے ہیں تو نماز ناسد نہیں ہوتی، درالختمارش می مشکلا جلد ۱، غنیۃ المستمل مشکلا میں ہے والنظم منہا قال لہ ای للمصلی کم صلیتم فاشار الیہ المصلی بیدہ باصبعین منہا الی انہم صلوا رکعتین او ثلاث الی انہم صلوا ثلاثا ونحو ذلک لا تفسد صلاتہ لانہ عمل قلیل ونحوہ مروی عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

۶ نمازی سے کوئی چیز طلب کی گئی تو سر کے اشارے کے ساتھ ہاں یا نہیں کہا، یا اسے روپیہ دکھایا گیا



اور کہا گیا کہ آیا کھرا ہے تو اس نے ہاں یا نہ کا اشارہ کر دیا تو نماز قاسد نہیں ہوتی۔ غلامۃ الفتاویٰ ص ۳۹ جلد ۱
بحر الرائق ص ۲ جلد ۲، والحقنا بحرقا ہشامی تقریر امتنا جلد ۱، غنیۃ المستملین ص ۳۲ میں ہے والنظم
منہا طلب من شیء فامأبراسہ او عینیہ او حاجبیہ
ای قال نعم اولاً فان صلاتہ لا تفسد بذلك وكذا لو اراه
انسان درهما قال اجید هو فأومأ بنعم الا لعدم
العمل الكثير في جميع ذلك۔ نیز غنیۃ میں فرمایا وفي الذخيرة ولا بأس
بان يتكلم الرجل مع المصلى قال الله تعالى فنادته الملاشكة
وهو قائم يصلى في المحراب الآية وفي احكام القرآن للحلواني
رحمہ اللہ تعالیٰ ولا بأس للمصلى ان يحجبه برأسہ۔

تو ثابت ہوا کہ ایسی صورتوں میں نماز قاسد نہیں ہوتی مگر بعض مسائل میں چونکہ سرسری نظر سے یہ
دھم پڑتا ہے کہ یہ بالکل مٹانی نماز ہے تو بعض حضرات سے قول فساد منقول ہو کر منقول مذہب سے مصداق
کے سبب مردود ہو چکا مشدداً اشارہ سے جواب سلام کے متعلق بعض نے کہا کہ مفسد ہے مگر محققین نے
رد کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے مذہب میں مفسد نہیں ہشامی ص ۳۹ جلد ۱ میں ہے (قوله لا بیدہ)
ای لا یفسد هارد السلام بیدہ خلافا لمن عزا الی ابی حنیفہ
انہ مفسد فانه لم یعرف نقله من احد من اهل
المذهب وانما یذکرون عدم الفساد بلا حکایت
خلاف بل صریح کلام الطحاوی ان قول ائمتنا الثلاثہ
نیز بحر الرائق ص ۲ جلد ۲ اور شامی ص ۳۹ جلد ۱ میں ہے والنظم له فالحق ان الفساد
لیس بثابت فی المذهب اور پھر احادیث مذکورہ مجوزہ کا ذکر فرمایا، یونہی تنبیہ سے والحقنا
وغیرہ میں بعض ایسے مسائل مذکور ہیں جن میں فساد کا ذکر ہے حالانکہ احادیث سے ان کی اجازت ہے ان
کی تعلیل میں یہ کہا گیا کہ انہ امتثال لغیر امر اللہ تعالیٰ (شامی ص ۳۹ جلد ۱) مگر اس کا
یوں رد کیا گیا کہ یہ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کا ماننا ہے تو نماز قاسد نہیں ہوگی شمسہ
بان امتثالہ انما هو لا مدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم



فلا یضد (شامی ۵۳۴ جلد ۱) نیز ملہ ۵۸ جلد ۱ میں ہے المعتمد فی عدم الفساد، اور اجابت تو ایسی کسی بات کا لفظوں میں جواب دینا، مفسد نماز ہے مگر جہاں حدیث پاک سے بغرض اصلاح نماز اجازت ہے وہاں ہرگز مفسد نہیں ورنہ اصل فساد ہی ہے کہ قرآن کریم اور احادیث طیبہ سے حسب تصریحات مذہب کلام کا مفسد ہونا ثابت ہے حتیٰ کہ اگر قرآن کریم کے کلمات یا کلمہ طیبہ یا تسبیح کسی جواب میں کہے تو مفسد کہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک نماز فاسد ہو جاتی ہے جبکہ بغرض جواب کہے، ہاں نیت جواب نہ ہو تو پھر ان اذکار سے نماز قطعاً فاسد نہیں ہوتی۔ فتاویٰ قاضی خان ۲۶ میں ہے المصلی اذا اخبر بخبر یسره فقال الحمد لله واخبر بما مر عجیب فقال سبحان الله او بخبر یسوله فقال لا اله الا الله او قال الله اکبر ان لم یرد به الجواب لم تفسد صلوٰۃ فی قولہم جميعا وان اراد به الجواب فسدت صلاتہ فی قول ابی حنیفۃ و محمد رحمہما اللہ تعالیٰ (الحان قال بعد ذکر جزئیات کثیرہ) وکذا اذا سمع الاذان فی الصلوٰۃ فقال المصلی مثل ما قال المؤذن و اراد به جواب الاذان تفسد صلاتہ فی قول ابی حنیفۃ۔ اور یونہی دوسری کتب مذہب میں ہے یعنی اذکار میں نیت پر مدار ہے۔ اگر بغرض جواب بولے تو نماز فاسد، اور اگر ارادہ جواب نہیں تو فاسد نہیں، ہاں وہ کلام جو جنس اذکار سے نہیں تو وہ مطلقاً ہی مفسد ہے اور استثنائاً باجائز حدیث کی متعدد صورتیں ہیں، صرف ایک ہی بطور مثال مبسوط ص ۲۰ جلد ۱، بدائع ص ۲۳۵ جلد ۱، کبیری ملہ ۳۱ سے نقل کی جاتی ہے، کہ نمازی سے کوئی اندر آئے کی اجازت مانگے تو وہ سبحان اللہ کہے اس ارادے سے کہ اس کو اپنے نماز پڑھنے سے مطلع کرے تو نماز فاسد نہیں ہوتی و النظم من البدائع و لو استاذن علی المصلی انسان فسیح و اراد به اعلام انہ فی الصلوٰۃ لم یقطع صلاتہ لما روی (الحان قال) ولان المصلی یحتاج الیہ لصیانتہ صلاتہ الخ۔

تمت المقدمات



تَفْصِيلُ الْجَوَابِ بِعَوْنِ الْمَوْلَى الْوَهَّابِ

بفرض البیناں دو وصلوں پر مشتمل ہے ، وصل اول اثبات جواز میں اور وصل دوم میں
شہادت عدم جواز کا رد

وصل اول اثبات جواز

سپیکر کے ذریعہ افعال امام پر اطلاع پاکر پیروی کرنے والے مقتدیوں کی نمازیں جائز ہیں
کسی آیت یا حدیث متواتر و مشہور اور خبر واحد یا اجماع امت یا ائمہ کرام سے اس کی حرمت و ممانعت
ثابت نہیں تو حکم مقدمہ اولیٰ اباحت ثابت ہوئی ، جو ناروا بنائے اس پر لازم کہ دلیل خاص شرعی
لائے (دیکھو مقدمہ ثانیہ) ورنہ احتیاط کا بہانہ نہ بنائے کیونکہ بلا تحقیق بالغ وثبوت کامل ، حرام و مکروہ
کہتا ناروا ہے (دیکھو مقدمہ ثالثہ) بلکہ تفتیش تحقیق بھی ضروری نہیں کہ ممانعت کا منظر قویہ نہیں (مقدمہ
رابعہلاحظ ہو) اور صرف یہی نہیں کہ ممانعت ثابت نہیں بلکہ اطلاق آیات و احادیث سے روز روشن
کی طرح جواز بھی ثابت ہے حالانکہ اطلاق ہنزلہ نص ہے (دیکھو مقدمہ خامسہ) حضرت رب العالمین کا
ارشاد ہے و ارکعوا مع الراکعین (نماز باجماعت ادا کرو) اور حدیث پاک میں ہے
انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا و اذا رکع فارکعوا
واذا قال سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا اللہم ربنا لک الحمد
واذا سجد فاسجدوا یعنی امام بنایا ہی اس لئے گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے ، تو
جب بکیر کے تو تم بھی بکیر کو اور جب رکوع کرے تو تم بھی رکوع میں ہو جاؤ اور جب سمع اللہ لمن
حمدہ کہے تو تم اللہم ربنا لک الحمد کہو اور جب سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو
(رواہ مسلم عن ابی ہریرۃ و کذا ائمتہ الحدیث البخاری وغیرہ
فی تصانیفہم عنہ وعن غیرہ من الصحابة الکرام رضی اللہ عنہم
اجمعین بکلمات متقاربات والاحادیث فی الباب کثیرۃ جدا لا تخفی



عن من خدم کتب الحديث او رآها،

یہ آیت وحدیث مطلق ہیں، ان میں یہ قید نہیں کہ امام سے بلا واسطہ سن کر پیروی کروانا ہم اپنی طرف سے قید نہیں لگا سکتے، ہم کیا، مجتہد یا خبر واحد بھی اس سے قاصر ہیں تو حکم آیت وحدیث ان کی نمازیں روا ہیں۔ اور پونہی کریمہ اقیما الصلوة اور حافظوا علی الصلوات و نمازوں کی نگہبانی کرو) وغیرہ ذلک من الآیات والاحادیث کے اطلاقات کا بھی یہی تقاضا ہے کہ جس اداے نماز کے وہ افراد کثیرہ جو اقامت ومحافظت صلوٰۃ کے مصداق ہیں، ان سے جس فرد کو چاہے انسان اختیار کر سکتا ہے الا ان یشخص دلیل شرعی کما فی المقدمۃ الخامسة۔ بلکہ جب تحقیق یہ ہے کہ لاؤدسپیکر سے نئی آواز امام ہی کی آواز ہے، کوئی غیر آواز نہیں (مقدمہ سابع) تو عدم جواز کا خیال ہی نہیں کیا جاسکتا ورنہ یہ وہم بھی کیا جاسکتا ہے کہ زید یا عمر وچند مقتدیوں کو بلاسپیکر نماز پڑھائے تو ان کی نمازیں بھی روا نہ ہوں کہ اطلاقات تشرعیہ کے علاوہ کسی دلیل خاص سے زید یا عمر کے نام سے جواز اقامت کی تصریح نہیں فاللہ المستعان۔

ہاں ہمارے ائمہ کرام نے بھی یہ نہیں فرمایا کہ براہ راست امام یا مکبر کی آواز ہی سے مقتدی مطلع ہو کر نماز ادا کرے تو جائز، ورنہ نہیں۔ بلکہ یہ فرمایا ہے کہ انتقالات امام کا علم شرط اقتدار ہے۔ درالمختار ۵۱۵ جلد ۱، اور شامی ص ۱۵۷ جلد ۱ میں ہے والنظم من الدر وعلمہ بانتقالات مقتدی کا امام کے انتقالات کو جاننا، یہ علم اور جاننا اپنے اطلاق سے ہر قسم کے جائزے کو شامل ہے۔ پھر اس کے عموم و اطلاق کی تصریح بھی ہمارے مشائخ کرام سے بصفت عموم و اطلاق ثابت ہے فتاویٰ امام قاضیان ۴۵۳، خلاصۃ القواعد ص ۱۵۷ جلد ۱، فنیۃ المستمل ۴۸۸، نور الایضاح اور مرآۃ الفلاح ص ۱۵۷، درالمختار ۴۵۴ جلد ۱، شامی ص ۱۵۷ جلد ۱، منہ الخالق ص ۱۳۱ جلد ۱، فتاویٰ سر اجیہ ص ۱۶، فتاویٰ عالمگیری ص ۱۶ جلد ۱، حموی شرح الاشباہ ص ۱۹ والنظم لفقیہ النفس ولا یشتبہ حال الامام بسامع اور رؤیۃ صح الاقتداء فی قولہم کسی سماع (سننے) یا رؤیت (دیکھنے) کے سبب عال امام میں اشتباہ نہ ہو تو سب کے قول میں اقتدا اصح ہے پھر اس مطلق سماع اور رؤیت کا ذکر بھی باعتبار غالب ہے ورنہ کسی اور ذریعہ سے بھی علم آجائے تو کافی ہے مثلاً جو شخص نابینا اور بہرہ ہو وہ پاس کے مقتدی کی حرکات انتقالاتیہ سے بذریعہ قوت لامسہ علم حاصل کرتے ہوئے اقتدا کر سکتا ہے



لہذا بدائع صنائع ۲۵۰ جلد ۱ میں حضرت ملک العلماء علیہ الرحمۃ نے لفظ مشاہدہ سے تعبیر فرمایا جو سماع و رؤیت دونوں سے زیادہ عام ہے، فرماتے ہیں: وان كان فيه ثقب لا يمنع مشاهدة حال الامام لا يمنع بالاجماع (اگر دیوار میں کوئی سوراخ ہو جو مشاہدہ حال امام سے نہ روکے تو بالاجماع اقتدار سے مانع نہیں) اتوان لخصوص فقیہیں یہ تینوں لفظ سماع، رؤیت مشاہدہ مطلق میں یہ قید نہیں کہ امام سے بالواسطہ سنیں یا دیکھیں یا مشاہدہ کریں یا بلا واسطہ اور یعنی امام کی قید بھی نہیں بلکہ مکبر یا کسی اور ذریعہ کے مشاہدہ وغیرہ کو بھی شامل ہے پھر لطف یہ کہ تینوں لفظ نکرہ میں نفی کے تحت تو حسب القواعد افادۃ استغراق کریں گے یعنی سماع و رؤیت و مشاہدہ کے وہ تمام افراد جن پر مطلق لفظ سچے آتے ہیں، ان کا ایک ایک فرد کافی ہے کہ اصل مقصود انتقالات امام پر مطلع ہونا ہے۔ فتاویٰ قاضی خان ۲۵۷، شامی منہج جلد ۱ وغیرہ میں ہے لان الاقتداء متابعۃ ومع الاشتباه لا يمكن المتابعة (اس لئے کہ اقتدار پیروی کرنا ہے اور اشتباہ کے ساتھ مقتدی پیروی نہیں کر سکتا) تو صورت سوال میں چونکہ سپیکر کے ذریعہ مقتدیوں کو انتقالات امام کا یقینی علم حاصل ہوتا رہتا ہے اور اشتباہ نہیں رہتا (مقدمہ سابع) لہذا اقتدار روا اور نمازیں جائز ہیں۔ یہاں تو امام و مقتدیوں کے درمیان کوئی بڑی دیوار وغیرہ حجاب بھی نہیں ہوتا۔ فقہائے کرام نے تو بڑی دیوار وغیرہ حجاب کی صورت میں بھی یہی حکم فرمایا ہے تو یہاں بطریق اولیٰ حکم جواز ہوگا۔ پھر ہمارے فقہائے کرام نے یہ بھی تصریح فرمائی کہ حجاب کی صورت میں اگر کسی چھوٹے سے سوراخ کے ذریعہ سماع یا رؤیت ہو جائے تو اقتدار روا ہے اگرچہ وہ سوراخ پنجرہ کی طرح ہو۔ فتاویٰ قاضی خان اور شرح جموی میں ہے وان كان عليه باب مسدود عليه ثقب صغير مثل البنجرة او فتاویٰ سراجیہ میں فرمایا: ولو كان الثقب صغيرا كنقب المنخدة (اگرچہ وہ سوراخ ناک کے نختے کے برابر چھوٹا ہو) تو لاؤڈ سپیکر پر یہ بھی چسپاں ہے کہ میکروفون پنجرے کی طرح جالی دار ہوتا ہے برقی قوت پہلے اس میں آواز جمع کرتی ہے پھر ناک کے نختے کی طرح اس کے چھوٹے سے سوراخ



عہ اذا شاهد مقتد بعیر اور سمیع من الثقب حال الامام وحصل بحركات علم للاصم

الاعلیٰ یمصدق علیہ انہ مشاہد ۱۲ من غفرلہ

سے لکال کر بذریعہ تار سپیکر کے اس جیسے چھوٹے سوراخ سے داخل سپیکر کرتے ہوئے نشر کرتی ہے۔ بلفندہ ذکر متعالیٰ مکر الصوت کے یہ صریح جزیئیے ہیں، ہمارے مشائخ و فقہائے کرام کی مٹھوس کرامتیں میر کے ایجاب مکر الصوت سے صدیوں پہلے وضاحت فرما گئے۔

تنبیہ

یہ اشتباہ کر شامی ۵۴۸ میں ہے (قولہ بسماع) ای من الامام او المکبر
تو معلوم ہوا کہ کتب فقہیہ میں جو سماع منکر ہے اس سے یہی مراد ہے کہ امام یا مکبر سے ہو حالانکہ یہاں سپیکر
سے ہے لہذا رد انہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ سپیکر سے نئی آواز ہے ہی امام کی آواز (دیکھو مفتاح السالکین)
تو یہ سماع من الامام ہی بنا جسے عینک کے ذریعے دیکھنے والا ہی دیکھتا ہے نہ کہ عینک، وہ تو محض ذریعہ
ہے۔ اور اگر بالفرض آواز امام کی غیر ہو تو پھر بھی اتنا ضرور ماننا پڑتا ہے کہ امام کی آواز سے پیدا ہوتی ہے
کہ سپیکر اپنے آپ کبھی نہیں بولتا تو اس تقدیر پر بھی بالواسطہ امام سے منشا پایا گیا اور ”من الامام“
کا ”من“ ابتدائی واسطے کی نفی نہیں کر سکتا بلکہ لغت عربی میں ”من ابتدائی“ دونوں صورتوں میں آتا رہتا
ہے۔ دور جانے کی ضرورت نہیں، اپنی ہی پیدائش پر نظر کرو قرآن کریم فرماتا ہے هو الذی
خلقکم من تراب، وہ وہ ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، حالانکہ ہم آدم علیہ السلام سے پیدا ہوئے
اور وہ مٹی سے، تو بالواسطہ ہم بھی مٹی سے بنے، اور یونہی قرآن کریم فرماتا ہے یا ایہا الناس
انقوا ذبکم۔ الذی خلقکم من نفس واحدة (اے لوگو! رو اپنے رب سے جس نے
پیدا کیا تمہیں ایک جان (آدم) سے، حالانکہ مخاطبین اپنے آباء و اجداد کے واسطے کثیرہ کے ساتھ حضرت
آدم سے پیدا ہوئے ہیں، تو ذر ذر روشن کی طرح روشن ہوا کہ جس طرح بلا واسطہ پر ”من الامام“
سچا آتا ہے یونہی ایک یا زیادہ واسطوں کی صورت میں بھی سچا آتا ہے، تو وہ اشتباہ جو محض یاد ہوا
تھا ہمارے ثور بن گیا واللہ الہادی الحمد وحده لا شریک لعلی ما ہدئی
نیز اگر صدا سے انتقالات امام پر مطلع ہو کر نماز پڑھنا روا نہ ہوتا تو ایمان اسلام مسجدوں
کے گنبد بناتے اور اس وضع کے محراب بھی نہ ہوتے اور دیواروں کو گنگ نہ کرتے کہ یتیموں علیہم علیہ



سبب صدا میں حالانکہ مسجدوں میں عموماً اکٹھے پائے جاتے ہیں مگر قدیم ایام سے مسلمانوں کا یہ دستور چلا آتا ہے کہ مسجدوں کے گنبد اور گنبد نما محراب بناتے چلے آتے ہیں اور دیواروں کو تنگ کر کے خوب چکن بنا تے ہیں۔ آج تک کسی نے اس کو بدیں وجہ ناجائز و حرام نہیں بتایا کہ فساد نماز کا سبب ہے تو یہ تعامل و توارث قدیمی جواز کا قدیمی اجراء علی ہے اگر ناجائز ہوتا تو ائمہ و مشائخ کرام جو مسجدوں میں ہی دن رات گزارتے اور نمازیں باجماعت پڑھتے پڑھاتے تھے۔ ان کی دور رس نظروں سے نہاں نہ رہتا۔ وہ تو نادر سے نادر صورتوں کے حکم بنا گئے تو اس دور و مہل نظروں اور کانوں کے سامنے پیدا ہونے والی صدا کا یکم ضرور بیان فرماتے، تو معلوم ہوا کہ جائز ہے جسے ”بسماع او رؤیہ“ کے اطلاق سے بیان فرمائے گئے کما سر، بلکہ سجدہ تلاوت کے عدم وجوب کی تفسیر مشائخ کرام کر گئے حالانکہ اگر تفسیر نہ کرتے تو کوئی بڑا حرج لازم نہ آتا، یہی ہوتا کہ کوئی صدا اسے آیت سجدہ سن کر سجدہ کر لیتا، حالانکہ سجدہ واجب نہیں تھا تو اس میں کیا حرج؟ اپنے رب کو ہی سجدہ کرنا مگر نماز جائز نہ ہوتی تو اس کے بیان نہ کرنے میں بہت بڑا حرج تھا کہ وہ مسلمان جو صدا کے ذریعے انقلاط امام پر مطلع ہو کر فرض نمازیں ادا کرتے، ان کے فرض ادا نہ ہونے اور زیر بار رہنے۔ توجہ مشائخ کرام اس حکم کی تفسیر کرتے ہیں جس کی تفسیر نہ کرنے میں کوئی بڑا حرج نہ تھا تو ان سے یہ کیسے مقصود کہ اس حکم کی تفسیر نہ کریں جس کی تفسیر نہ کرنے پر بہت بڑا حرج مرتب ہوتا ہو تو واضح ہوا کہ ان کا عدم جواز کی تفسیر نہ کرنا ہی تفسیر جواز ہے چہ جائیکہ وہ ”بسماع“ کے اطلاق سے جواز کی تفسیر بھی فرمائے گئے جذاہم ربہم تعالیٰ خیر العباد۔

وصل دوم شہادت عدم جواز کا رد

سائل نے بعض علمائے کرام کا حکم فساد نماز بوجہ ذیل
بفرض طلب جواب نقل کیا :—

لاؤڈ سپیکر کے ذریعے جو آواز سنائی دیتی ہے، نئی آواز ہے اور امام کی آواز نہیں
تو یہ من لم یدخل فی الصلوة کی اقتدار بنی جو مفسد نماز ہے



کتاب الشامی

جَوَاب

امام اہلسنت والجماعت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تفصیل بیان مقدمہ سادہ میں جنت گذر چکی کہ جو آواز بھی سنی جاتی ہے وہ پہلی آواز کی کاپی اور نقل ہوتی ہے اور وحدت آواز وحدت نوبی ہے کہ تمام امثال متجددہ میں وہی ایک آواز مانی جاتی ہے اور یہی اس بیان میں ہے کہ ٹپوں کی تعداد سے آواز متعدد نہ سمجھی جائے گی، یہ کوئی نہ کہے گا کہ ہزاروں آوازیں تھیں کہ ان ہزاروں اشخاص نے سنیں بلکہ یہی کہیں گے کہ وہی ایک آواز سب کے سننے میں آئی، تو لامحالہ سپیکر سے سنی گئی امثال متجددہ میں بھی اسی وحدت نوعیہ کے لحاظ سے وہی ایک آواز مانی جائیگی۔ اور یونہی اس مقدمہ میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول کہ عہد متکلم کی خود اپنی آواز ہوتی ہے؛ تو اگر بالفرض سپیکر سے سنی گئی آواز صدا ہو تو پھر بھی متکلم ہی کی آواز بنی، تو روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحقیق کے مطابق سپیکر سے سنی گئی آواز امام ہی کی آواز ہے اس کے متعلق یہ کہنا کہ امام کی آواز نہیں، ہرگز ہرگز صحیح نہیں تو اس کو اقتداء سے من لم یدخل فی الصلوٰۃ بنا کر مفسد نماز کہنا امام اہل سنت



عہ شامی ص ۳۴۴ جلد ۱ میں ہے المبلغ اذا قصد التبلیغ فقط خالیاً عن قصد الاحرام فلا صلوٰۃ لہ ولا لمن یصل بتبلیغہ لانہ اقتدی بمن لم یدخل فی الصلوٰۃ یعنی سنیٰ تکبیرت سنا لے والا جیسے بکریں کہیں ہیں اس وقت تکبیر تحریر مرفوع متدیوں کی اطلاع کے قصد سے کہہ اور نماز میں داخل ہونے کا ارادہ کرے تو نہ اس کی اپنی نماز ہے اور نہ اس کی جو اس کی تبیین و تکبیرت سنا لے لے کے ساتھ پھر صراحت ہے اس لئے کہ اس نے ایسے کی اقتداء کی جو نماز میں داخل نہیں ہوا ۱۲ من غیر صلوٰۃ اب یفصل تعالیٰ خواہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا انکشاف شافعیہ بریلی شریعت سے چھپ کر سنا لے ہو گیا ہے اس کے ساتھ اور ۳۳ پر مدعا یہاں ہونے کی تفصیل صریح بیان کرنے کے بعد فرمایا ہوا کہ کسی آواز سنی ہے کہ آواز وہی آواز متکلم ہے نیز اس کے ساتھ میں دو نو گراف کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس میں اگر کسی قادی کی تلاوت بھی ہوگی تو اس میں حقیقتہً قرآن کریم کی ولایت ہوا اور اس سے جو سنا جائے گا وہ حقیقتہً اسی قادی کی آواز ہوگی اور اس سے جو آواز ہو وہ وہی قرآن عظیم ہوگا جو اس نے پڑھا۔ پھر وہ میں فرمایا حقیقتہً قرآن عظیم ہی ہے۔ نیز فرمایا کہ یہ نوے سے جو سنی جاتی ہے وہ لبیدہ اسی آواز کندہ کی آواز ہوتی ہے نیز ص ۳۴ میں ہے اگر آلات تطہیر وغیرہ کی آواز ہے تو وہ بھی حقیقتہً وہی آواز ہے۔ اور ص ۳۵ میں ہے الجدا میں کوئی شک نہیں کہ جو کچھ نوے سے سنی گئی لبیدہ وہی طبلہ کی آواز ہے اسی کو شرعاً حرام فرمایا تھا اور اسے خیال و مثال کہنا بعض جہاں خیال قضا اور اسی طرح اس رسالہ میں اور کئی تقریرات ہیں۔ تو جب دو نو گراف ریکارڈ سے سنی گئی آواز ہی لبیدہ اصل آواز ہے تو سپیکر سے سنی گئی بطریق اولیٰ وہی اصل آواز ہوگی و ۱۵ اجلی من ان یخفی علی اولی النہی ۱۲ من غیر لہ

اگر حضرت کی تحقیقات کے مطابق غلط در غلط بنا تو ثابت ہوا کہ یہ وجہ نمبر ۱ و ۲ نہیں بلکہ ثلثہ ۱ و ۲ ہی ہے ، یہاں تک حق جواب ادا ہو گیا مگر چونکہ یہ من لم یدخل فی الصلوة ولا جہد العین حضرات کا مایہ ناز جزیرہ صریح لاؤ و سپیکر ہے لہذا مناسب کہ ادا ہم عاقلہ کا غزلان محض قدر سے وضاحتوں سے بیان کیا جائے ۔

وضاحت نمبر ۱

اقتدار حقیقی ہو یا صوری حرت اسی کی ہو سکتی ہے جو اگر ان نماز کو سچا و غیرہ ادا کر سکتا ہو دیکھو مقدمہ عاشرہ میں تعریف اقتدار (تو ثابت ہوا کہ لاؤ و سپیکر کی اقتدار نامکن ہے تو اس کو اقتدار سے من لم یدخل فی الصلوة کہنا صحیح نہیں تو جزیرہ صریح کیسے بنا ؟ اور اس مواخذہ کی تو کوئی خاص ضرورت ہے ہی نہیں کہ اطلاق ”من“ ذوی العقول پر ہوتا ہے اور لاؤ و سپیکر عاقل کیا زندہ بھی نہیں ۔

وضاحت نمبر ۲

یہ قولہ اقتدار سے من لم یدخل فی الصلوة والا مری سے قابل التفات ہی نہیں کہ اس کا اطلاق صراحت یہ بتاتا ہے کہ جو مقتدی امام کے ساتھ ایک وقت میں تکبیر تحریم کیسے ان کی نمازیں جائز نہ بنیں کہ اس وقت امام پر بھی لم یدخل فی الصلوة (نماز میں داخل نہیں ہوا) سچا آ رہا ہے کہ وہ نماز میں تکبیر کہتے ہوئے داخل ہو رہا ہے نہ کہ داخل ہو چکا ۔ تکبیر تحریم شرط نماز ہے پوری کرنے کے بعد داخل نماز ہو گا ۔ قرآن کریم فرماتا ہے ذکر اسم رب فصلی (اپنے رب کا نام ذکر کیا پس نماز پڑھی) حالانکہ امام کے ساتھ تکبیر تحریم کہنا ہمارے سبائے کرام کے نزدیک جائز بلکہ حضرت امام عظیم کے نزدیک افضل ہے کما فی اسفار المذہب ۔

وضاحت نمبر ۳

اور یوں بھی قابل التفات نہیں کہ اس اقتدار سے مراد اقتدار سے حقیقی ہو تو وہ اس امام کے علاوہ کسی اور کے ساتھ اگرچہ داخل فی الصلوة ہو ، ہو سکتی ہی نہیں اور اگر کرے تو نماز ناجائز ہے (دیکھو مقدمہ عاشرہ میں متابعت امام کا بیان) تو تخصیص من لم یدخل فی الصلوة باطل اور استدلال غلط ، اور اگر اقتدار سے صوری مراد تو حکم فساد نماز باطل (دیکھو مقدمہ عاشرہ اور حادیہ عشرہ)



وضاحت نمبر ۴

اور یوں بھی قابل انتقادات نہیں کہ خود علامہ شامی کے نزدیک بھی مسلم نہیں بلکہ وہ تو عمومی پیرا البرسوخ صاحب حواشی مسکین کی طرف نسبت کرنے کے بعد فرماتے ہیں وقد اشبعنا الكلام على هذا المسئلة في رسالتنا المسماة بالتنبيه ذوي الافهام على حكم التبليغ خلف الامام (هذا) یعنی ہم نے اس مسئلہ پر بحث اپنے اس رسالے میں جس کا نام ”تنبيه ذوي الافهام على حكم التبليغ خلف الامام“ ہے، مکمل کی ہے، اس کو پکڑ لو (اس پر غور کر لو) اور اس رسالہ مسئلہ مجموعہ رسائل ابن عابدین مثلاً جلد ۱ میں ہے کہ اس اقتدا سے من لم يدخل من ادب اصوات المكبر لا الاقتداء بالحقیقی کما قوه بعض المتأخرين یعنی مکبر کے آواز کی اتباع (اس کی آواز سن کر اپنے امام کی پیروی کرنی ہے۔ اور اقتداء سے حقیقی مراد نہیں جیسے بعض متأخرین نے توہم کیا۔ اور چونکہ ایسی اتباع حقیقیہ اپنے امام کی ہی اتباع ہے جو اصلاح ہی اصلاح ہے اور علت فساد نہیں) دیکھو مقدمہ تاسعہ اور عادیہ عشرہ، تو علامہ شامی علیہ الرحمۃ اس فسادِ حموی کی ایک توجیہ احتمالیہ بیان فرماتے ہوئے رد فرماتے ہیں والظاهر ان علت فساد من یصلی یتبلیغہ احبابہ لغیر المصلی (اور ظاہر یہ ہے کہ اس کی تبلیغ کے ساتھ نماز پڑھنے والے کی نماز فاسد ہونے کی علت نمازی کا غیر نمازی کو جواب دینا ہے یعنی غیر نمازی کے کہے پر افعالِ نماز کا ادا کرنا و یسکن ان یسکن المراد بالاعتداء ذلک یعنی ممکن ہے کہ اس اقتدار سے مراد یہ (اجابت غیر مصلی) ہو، بعد ازاں بجز الرائق سے اجابت تو لبیہ کے مفید ہونے کے تین جزئیے نقل کئے۔ پھر قمتانی وغیرہ سے کچھ نقل کئے جن میں اجابت فلیہ بالراس والید کا مفید ہونا بھی مذکور ہے، بعد ازاں فرمایا والمصروح ان الاحباب بالراس لا بأس بهای یعنی ہمارے کتبِ مقدمہ میں بالقرن یہ ہے کہ اجابت بالراس میں کوئی ڈر نہیں ولما من صرح بخصوص مسألتنا سوى ما مر عن الحموی یعنی میں نے اس مسئلہ اقتداء سے من لم يدخل فی الصلوة



کی تصریح خاص منقول جمہوری کے علاوہ کسی سے نہیں دیکھی و هذا الضح اشبہ بہا من غدیہ لان الاحبابۃ فیہا بالفعل یعنی یہ فرق (جزئیہ) اجابت بالراس جس کا کوئی ڈر نہیں مسئلہ اقتداء من لم یدخل فی الصلوۃ کے ساتھ دوسرے جزئیات (اجابت قولیہ کے) سے زیادہ مشابہ ہے کیونکہ ان دونوں میں اجابت بالفعل ہے تو علامہ ثنائی کے اس بیان سے ماہ نیم ماہ کی طرح واضح ہوا کہ یہ مسئلہ فساد نماز باقتداء من لم یدخل فی الصلوۃ باطل و بے جا ہے۔ اس میں کوئی علت فساد اجابت غیر نمازی کے علاوہ نظر نہیں آتی حالانکہ اجابت فعلیہ کے ساتھ نماز فاسد نہیں ہوتی اور یہ مسئلہ اسی کے ساتھ زیادہ مشابہ ہے کہ یہاں بھی اجابت بالفعل ہے تو اسی پر قیاس چاہئے اور حکم عدم فساد چاہئے اور چونکہ اس مسئلہ کی تصریح کسی سے نظر نہیں آئی تو یہی حکم چاہئے کہ غیر منصوص کا حکم منصوص سے لیا جاتا ہے اور جمہوری وغری بہت متأخر ہیں نو صوف ان کا قول قابل اعتماد نہیں۔ پھر رد المحتار میں بھی جو اس رسالہ کے بعد کی تصنیف ہے کسی تصریح ملنے کا ذکر نہیں۔ صرف محشی مسکین کی تقریر ذکر کی جو جمہوری سے بھی متأخر ہیں اور اسی رسالہ کی طرف متوجہ ہونے کا حکم فرمایا کہ اس میں اس کو رد کر چکے ہیں۔

تعبیر کے مابین حضرات حسب ہدایت ثنائی تکمیل بحث پر غور نہیں کرتے اور قول مردود سے استدلال کرتے ہیں حالانکہ وہ اپنے رسائل جلد ۱ میں فرماتے ہیں کہ کبھی پول اتفاق بن جاتا ہے کہ متاخرین کی بیس کے قریب کتابوں میں کوئی قول نقل ہو جاتا ہے جو غلط ہوتا ہے، کسی ایک صاحب کی غلطی ہوتی ہے اور پچھلے نقل در نقل کرتے چلے جاتے ہیں، چنانچہ کئی مسائل میں یہ واقع ہوا۔ پھر اس کی نظیریں ذکر کرتے کرتے معلوم فرمایا و لهذا الذی ذکرناہ نظائر کثیرۃ اتفق فیہا صاحب البحر والنہر والمنع والدر المختار وغیرہم وہی سہو منشأ الخطأ فی النقل او سبق النظر یعنی یہ جو ہم نے ذکر کیا اس کی بہت نظیریں ہیں جن میں بحر الرائق، نہر الفائق، منع الغفار، در المختار کے مصنفین وغیرہم نے اتفاق کیا حالانکہ وہ ہیں سہو (بھول) جن کا منشأ نقل میں غلطی ہے یا سبقت نظر، اور یونہی فتاویٰ رضویہ جلد ۳ میں بحر الرائق سے ہے ما نصہ هذا الموضع مما اخطأوا فیہ (الان ذکر) وانا متعجب لكونهم متداولوا هذه العبارات متونا وشروحا وفتاوی وقد یقع کثیرا ان مؤلفا یذکر شیئا خطا



فياق من بعده فينقلون تلك العبارة من غير تغيير ولا تنبيه
فيكثر المناقلون واصله لواحد مخطئ اور يهي وجہ ہے کہ قنادیے رضویہ مبارکہ
میں معروضات و تظلمات بہت ہیں حتیٰ کہ صرف پہلی ہی جلد میں ایک ہزار نو سو پچاس ہیں ، فانہم و
لا يمكن من الناقلين ۔

وضاحت نمبر ۱

تعمیلاً کہ وہی صاحب جنہیں سائل نے ایک بہت بڑے عالم کا لقب دیا ہے اپنے مطبوعہ قنادی میں
صاف صاف یہ تصریح کرتے ہیں کہ لاؤڈ سپیکر میں سنی گئی آواز لعینہ امام ہی کی آواز ہوتی ہے مگر پھر فرماتے ہیں کہ چونکہ
لاؤڈ سپیکر قصد ذکر نہیں کرتا اور نماز میں داخل نہیں ہوتا لہذا یہ اس کی اقتدار بنی جو نماز میں داخل نہیں تو
نماز جائز نہیں ، جب تسلیم کر لیا کہ امام ہی کی آواز ہے اور نیت بھی امام کی اقتدار ہی کی ہوتی ہے تو لاؤڈ سپیکر کی
اقتدار کیوں بنی ؟ اگر یہی اقتدار بن جاتی ہے تو کیا وہ مقتدی جو بیرون مسجد ہوں اور مسجد کے دروازے یا
کسی روکشندان سے آواز امام سنیں تو وہ دروازہ یا روکشندان کے مقتدی بن جائیں گے ؟ بلکہ اس سے
تو لازم کہ کسی مقتدی کی نماز جائز ہی نہ ہو اگرچہ امام کی آواز بلا واسطہ ہی سن رہا ہو کہ امام کی آواز بھی یقیناً امام کی غیر
ہے اور اہلیت قصد ذکر و دخول فی الصلوۃ بھی نہیں رکھتی ، اور جب یہ سن کہ نماز پڑھ رہا ہے تو یہ آواز
کی اقتدار بنی اور نماز نہ ہوئی ، اور یہی دیکھ کر پڑھے تو پھر بھی چونکہ امام کے لباس پر نظر پڑ رہی ہے یا حیم امام
کا بعض حصہ دیکھ رہا ہے جو قصد ذکر نہیں تو نماز نہ ہوئی واللوازم باطلۃ فالملزوم
مثلاً ۔

وضاحت نمبر ۲

مقدمات مذکورہ سے واضح ہو چکا کہ بلا نیت اقتدار ، اقتدار نہیں پائی جاتی اور بلا نیت اجابت
اجابت نہیں بنتی اور یہ بھی اظہار من الشمس کہ کوئی مقتدی لاؤڈ سپیکر کی اقتدار اجابت کی نیت نہیں کرتا تو
یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ یہ اقتدار من لم یدخل فی الصلوۃ ہے ؟ فقہائے کرام تو فرماتے
ہیں یجب حمل افعال المؤمنین علی الصلاہ کہ مسلمانوں کے اعمال صحت
ہونے پر محمول کئے جائیں مگر یہاں ان اعمال کو جو درست ہیں اٹے غلط بتایا جاتا ہے ! فیما للعجب !

دوسری وجہ فساد سائل نے یہ نقل کی کہ یہ یلقن من الخارج ہوتا ہے یعنی جو نماز میں نہیں اس سے



افعال نماز کی ادائیگی میں استغناء ہے اور یہ بھی مفید ہے۔

جواب : ایسا تلقین واستغناء وہ مفید نہیں (دیکھو مقدمہ عادیہ پیشرو)

تیسری وجہ ناسد یہ ذکر کی کہ صدا سے سجدہ تلاوت کی آیت سنی جائے تو سامع پر سجدہ لازم نہیں ہوتا تو معلوم ہوا کہ ان مقتدیوں کی نمازیں ناسد ہیں۔

جواب : یہ کیسے معلوم ہوا؟ اور یہ کس نے کہا کہ جس چیز سے سجدہ تلاوت لازم نہ ہو وہ اعتداء میں کارآمد نہیں، دیکھئے کسی کو سجدہ تلاوت کرتے ہوئے دیکھنے سے سجدہ لازم نہیں ہو جاتا حالانکہ دیکھنے سے اقتداء روا ہے بسماع اور رؤیہ، سن چکے، اگر یہی قاعدہ ہے تو لازم کہ مجبر کی تکبیرات سن کر بھی اعتداء روا نہ ہو کہ مجبر مقتدی ہی ہوتا ہے اور ہمارے امام عظیم البصیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بروایات ظاہرہ یقیناً ثابت اور تمام کتب فقہیہ میں منصوص کہ مقتدی آیت سجدہ تلاوت کرے تو اس کے سامع سے امام و مقتدی، کوئی بھی سجدہ نہ کرے، نہ نمازیں اور نہ فارغ ہونے پر۔ جامع صغیر ص ۱۱، جامع کبیر ص ۱۱

ہے والنظم من الصغیر محمد عن یعقوب عن ابی حنیفہ رحمہم اللہ تعالیٰ فی رجل قرا سجدة خلف الامام قال لا یسجدھا الامام ولا هو ولا احد من القوم ولا اذا فرغوا۔ اور لطف یہ کہ اس مسئلہ میں لا یسجدھا صیغہ نسبی ہے جو نفی جواز کا افادہ کرتا ہے اور مسئلہ صدامیں جو مرفوع بعض مشائخ نے ہی بیان فرمایا اور ہمارے ائمہ سے منقول دکھائی نہیں دیتا، لا یجب آیا ہے جو جواز کی نفی نہیں کرتا بلکہ حسب القواعد مفید جواز ہے۔ جب وہ حضرات مسئلہ صدا سے جو مفید جواز سجدہ ہے اور محض وجوب کی نفی کرتا ہے، اعتداء کا عدم جواز ثابت کر رہے ہیں تو اس مسئلہ ظاہر الراویۃ یعنی مقتدی سے آیت سجدہ مننے پر عدم جواز سجدہ سے اعتداء کا عدم جواز کیوں ثابت نہیں کر سکتے؟ حالانکہ یہ ان کے قول پر بطریق اولیٰ ثابت ہونا چاہئے تو صورت لاؤ ڈیپیکر کی صورت میں ہی عدم جواز کے کیوں قائل ہیں، مجبر کی صورت میں

ہمارے نزدیک دوسرے مذہب کی رعایت جبکہ اپنے مذہب کا خلاف نہ ہوتا ہو، مستحب ہے لہذا جس صورت میں ہمارے مذہب میں سجدہ تلاوت واجب نہ ہو حالانکہ کسی اور امام کے نزدیک اس صورت میں سجدہ ہو تو ہمیں ادا کرنا اس قاعدہ کی بنا پر جائز و مستحب ہے

تو معلوم ہوا کہ ہمارے مذہب میں فی الجملہ سجدہ تلاوت جواز و استحباب کی صورت میں بھی ادا ہو سکتا ہے ۱۲ منظر



بھی یونہی کہیں بلکہ اگر اسی مسئلہ صد پر ہی قیاس کرنا ہے تو وہ تو مفید حجاز ہے کہ وجوب خاص اور حجاز عام ہے اور ارتفاع خاص از ارتفاع عام کا مسئلہ نہیں، انسانیت کا اٹھنا حیوانیت کی نفی نہیں اور یکم مفہوم مخالف (جو حسب تصریحات مذہبیہ روایات میں معتبر ہے) حجاز مستفاد ہے اور حسب قیاس علیہیں حجاز ثابت ہوا تو قیاس میں بھی ثابت ہوگا تو معلوم ہوا کہ مالعین حضرات کا یہ استدلال صحیح نہیں اور یونہی یہ بھی کتب معتدہ فقہیہ سے ثابت کہ عاقض و فساد حسب و محدث، مجنون و صبی، نائم و سکران بلکہ کافر بھی آیت سجدہ تلاوت کرے تو سننے والے پر سجدہ واجب ہو جاتا ہے حالانکہ یہ مکبر نہیں بن سکتے بلکہ صبی کے علاوہ ان میں سے کوئی بھی اپنے ان حالات میں نماز ہی نہیں پڑھ سکتا، تو معلوم ہوا کہ وجوداً و عدلاً کسی طرح بھی مسئلہ تلاوت سجدہ، اقتدار کا قیاس علیہ نہیں بن سکتا۔ پھر چونکہ سجدہ تلاوت میں سامع پر قبل از سماع وجوب نہیں بلکہ سماع ہی سبب وجوب بنتا ہے اور مقتدی پر قبل از سماع تکبیرات مکبر امام کی متابعت بوجہ اقتدار لازم ہے لہذا سجدہ تلاوت میں سبب قومی کی ضرورت کہ موجب بن سکے اور اقتدار کی صورت میں صرف اطلاع کی حاجت ہے کہ انتقالات امام پر واقف ہو کر پہلے سے لازم شدہ افعال ادا کر سکے تو قوت موجب کی ضرورت نہیں اور صد کا اداسے امام کی اطلاع بنا اظہر من الشمس ہے اس کا منکر اگر معاند نہیں تو مجنون سے بہترین کسی لقب کا مستحق نہیں، تو ثابت ہوا کہ مسئلہ مذکورہ تلاوت سجدہ، کسی طرح بھی قیاس نہیں بن سکتا۔

سائل نے یہ بھی نقل کیا کہ اگر امام ہی کی آواز ہو تو پھر بھی چونکہ اس میں جہر مفطر (زیادہ بلند کرنا) پایا جاتا ہے جو مفسد نماز ہے لہذا نمازیں نہ ہوتیں اور لاؤڈ سپیکر کا استعمال نماز میں حرام ہے جو کہ اس پر تو یہ فرض ہے۔

جواب : یہ کس نے کہا کہ جہر مفطر مفسد ہے؟ جہر مطلقاً واجبات نماز میں داخل ہے، ہتوں شروع و فتادے و حوائش مذہب مذہب میں مطلق جہر کا ذکر ہے اور یونہی احادیث سے بلکہ اس آیت سے بھی جسے مالعین حضرات عدم حجاز کی مایہ ناز دلیل تصور کئے ہوئے ہیں مطلق جہر ثابت ہے حالانکہ اطلاق مطلق بمنزلہ نص ہے، تو ہر کے تمام افراد بمع جہر مفطر مشروع و جائز ہوئے تو جہر مفطر کو مفسد کہنا صحیح نہیں الا ان یشتمل علی مفسد لا یوجب فی محل النزاع۔

اس کا بیان تفصیلی ضمیمہ میں ملاحظہ فرمائیں جہاں آفتاب جہاں تاسے بھی زیادہ روشن



کیا گیا ہے کہ وہ آیت لا تجسر بصلواتک ولا تخافت بها وابتغ
 بین ذلک سبیلاً عدم جواز کی دلیل نہیں بن سکتی بلکہ دلیل جواز ہے، نہیں نہیں! صرف جواز
 نہیں بلکہ وہ جواز جو صورت واجب میں پایا جاتا ہے فانظر متوجعاً - ہاں وہ جو فتح القدیر
 جلد ۳۲۲ میں اپنے شہروں اور زمانے کے مجربین (امام کی نیکیت سانیوالوں) کے متعلق فرماتے ہیں کہ
 ان کا اس خصوصی انداز سے (نیکیت سنانے ہوئے) آواز بلند کرنا جس کا یہ لوگ دستور بنا چکے ہیں، اس کا
 مقصد ہونا بعید نہیں بلکہ ان کی بلند کیریں غالباً ہمزہ "اللہ" یا ہمزہ "اکبر" یا بار "اکبر" کی مدوں (جس سے
 الف پیدا ہو جاتا ہے اور معنی سخت ترین غلط بن جاتا ہے) پر مشتمل ہو جاتی ہیں حالانکہ یہ مقصد نماز ہے۔ اور
 اگر ان مدوں پر مشتمل نہ ہوں تو اس لئے مقصد ہونا بعید نہیں کہ وہ حاجت سے زیادہ چلانے میں مبالغہ کرتے
 راگ اور گانے کی صاف ادائیگی کے اشتغال میں مبالغہ کرتے ہیں، اقامت عبادت کے لئے نہیں بلکہ
 اظہار صناعت نغمیہ کے لئے، حالانکہ ایسا چلانا اس کلام کا حکم رکھتا ہے جس پر وہ دلالت کرتا ہے
 پھر بیان دہرا فساد نماز کے بعد فرمایا اور یہاں یقیناً معلوم ہے کہ ایسے چلانے اور راگ و گانے میں
 مبالغہ کرنے والے مجرب کا قصد اس انداز ادا سے لوگوں کو خوش کرنا اور تعجب میں ڈالنا ہوتا ہے حالانکہ
 اگر یہ کہہ دے کہ میرے حسن صوت اور صفائی ادا سے خوش ہوا و تعجب کرو، تو نماز فاسد کر بیٹھتا ہے (تو
 یہاں بھی فاسد ہونی چاہئے) اور ایسی غلط ادا سے زائد حرفوں کا حاصل ہو جانا (جو معنی بگاڑ دیتے ہیں)
 لازم ہے (جیسے پہلے بیان فرمایا کہ ہمزہ اللہ یا ہمزہ اکبر یا بار اکبر کی مد پر مشتمل ہوتی ہیں جو مقصد ہے)
 نص اما خصوص هذا الذی تعارفوه في هذه البلاد فلا
 یبعد انه مفسد فانه غالباً یشتمل علی مدہمزة
 الله او اکبر او باء و ذلک مفسد وان لم یشتمل فلا نهم
 یبالغون فی الصیاح نہیادۃ علی حاجۃ الابلاغ والاشتغال
 بتحریرات النغم اظہاراً للصناعة النغمیة لا اقامة
 للعبادة والصیاح ملحق بالکلام الذی بساطۃ ذلک الصیاح
 (الی ان قال) وهما معلوم ان قصده اعجاب الناس به ولو
 قال اعجبوا من حسن صوتی وتحریری فیہ افسد وحصول



الحروف لائتم من التلحين الخ

اس بیان فیض تو آمان کو نہر الفائق وغیرہ میں نقل کر کے برقرار رکھا ، تو اس سے قطعاً جہر مفطر (زیادہ بلند پڑھنے) کا مفسد ہوتا ہرگز ہرگز ثابت نہیں حضرت محقق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو صرف اس خصوصی رواج زمانہ کے مطابق بہت زیادہ چلا کر راگ سے پڑھنے کو مفسد فہماتے ہیں جو لوگوں کو خوش کرنے کی نیت سے بلا قصد عبادت ہو (کہ حسب القواعد ایسی نیت سے پڑھنا یوں کہنا ہے کہ میری اچھی آواز سے خوش ہو اور یہ مفسد ہے) اور وہ ایسا چلانا ہے کہ جس میں حرف زائد پیدا ہو جاتے ہیں جو معنی بگاڑ دیتے ہیں۔

حاصل یہ کہ مکبرین کا زیادہ چلا کر پڑھنا دو وجہ سے مفسد ہے ، ایک تو زیادہ چلانے کے سبب زائد حرفوں کا پیدا ہو کر معنی بگاڑ دینا اور دوسری وجہ لوگوں کے خوش کرنے کی نیت سے راگ میں پڑھنا رسائل علامہ شامی ص ۱۳۴ جلد ۱ میں ہے فحاصل كلام المحقق ان الاشتغال بتحرير النغم والتلحين والصياح الزائد على قدر الحاجة لا لقصد القرينة بل ليعجب الناس من حسن صوته ونغمه مفسد من وجهين الاول ما يلزم من التلحين من حصول الحرف المفسد غالباً والثاني عدم قصد اقامة العبادة الخ نیز اسی صفحہ میں یہ بھی فرمایا کہ ان المحقق لم يجعل مبنى الفساد محبرد الرفع بل زيادة الرفع الملحق بالصياح المشتمل على النغم مع قصد اظهاره لذلك والاعراض عن اقامة العبادة۔ اور یونہی منحة الخالق ص ۳۶۱ جلد ۱ اور دالخمار ص ۵۵ جلد ۱ میں بھی فرمایا ، تو اظہر من الشمس ہوا کہ اس بیان سے قطعاً ثابت نہیں ہو سکتا کہ صرف جہر مفطر (زیادہ بلند آواز سے پڑھنا) مفسد ہے ایسا سمجھنا محض غلط ہے اور کسی نے یوں سمجھا بھی نہیں ، صرف سیاح احمد حموی جن سے اقتدائے من لم یدخل فی الصلوة والاجزئیہ مستند شہ ہے) نے یوں سمجھ کر محقق علیہ الرحمۃ پر یہ اعتراض کر دیا کہ جہر مفطر کو کیوں مفسد فرماتے ہیں وہ تو مفسد نہیں۔ علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے نہایت زور دار الفاظ میں حموی علیہ الرحمۃ کا رد کیا کہ محقق علیہ الرحمۃ کی قطعاً یہ مراد نہیں کہ نفس جہر مفطر مفسد ہے۔



رو المحتار، منته الخلق، رسائل میں فرمایا، (والنظم منه) اقول فیہ نظر لان الکمال لم يجعل الفساد مبنیاً علی مجرد الرفع الخ نیز رسائل میں فرمایا فقول المحقق و الصیاح ملحق بالكلام ای الصیاح المشتمل علی ما ذکر بدلیل سوابق الكلام و لواحق و بدلیل قوله و هنا معلوم ان قصده اعجاب الناس به الی اخره - اذلا اعجاب فی مجرد الصیاح الخالی عما ذکر فتعین ان المراد بالصیاح ما ذکر کما لا یشغی نیز رواحتار میں فرمایا لاشک انہ اذا لم یقصد الذکر بالغ فی الصیاح لاجل تحریر النغم والاعجاب بذلك یمکن قد افاد به معنی لیس من اعمال الصلوة۔

تور دزدوشن کی طرح واضح ہو کہ مجرد ہر مفسد نہیں اور نہ ہی فتح القدیر میں اس کو مفید بنایا گیا بلکہ بنائے فساد وہی دو وجہیں ہیں جو درمیان یا آہستہ آواز میں بھی پائی جاتیں تو فاسد کر دیتی ہیں اور وہ دونوں وجہیں لاؤڈ سپیکر سے سنی گئی آواز میں جبکہ امام صحیح پڑھ رہا ہو اور نیت بھی صحیح ہو، ہرگز نہ ہرگز نہیں پائی جاتیں۔ اور اگر امام کا پڑھنا ان مفسدہ وجہوں پر مشتمل ہو تو نماز فاسد ہو جاتی ہے اگرچہ لاؤڈ سپیکر نہ ہو، لاؤڈ سپیکر تو مکر الصوت ہے یعنی آواز کو بلند کرنے والا ہے، صحیح ہو تو صحیح کو بلند کر دیتا ہے اور غلط ہو تو غلط کو بلند کر دیتا ہے اور یہ نہیں کہ غلط کو صحیح یا صحیح کو غلط بنا دے ورنہ وعظ و اذان و تلاوت میں بھی جائز الاستعمال نہ ہوتا۔ کیا وعظ و اذان و تلاوت میں لوگوں کے خوش کرنے کی نیت اور عبادت سے اعراض کرتے ہوئے راگ اور گانے کے رنگ میں چلا چلا کر آیات و احادیث میں حروف اور مدیں پڑھا پڑھا کر معانی بگاڑ دینے جائز نہیں؟ ایسا کرنا ہرگز نہ ہرگز جائز نہیں اور نہ ہی سنا جائز ہے۔ خلاصۃ الفتاویٰ ص ۱۹۹ جلد ۱، تبیین الحقائق ص ۹۱۹ جلد ۱، مجمع الانهر ص ۷۷ جلد ۱، طحاوی علی المراقی ص ۱۱۱، در المختار شامی ص ۳۵۹ جلد ۱، بحر الرائق ص ۲۵۷ جلد ۱، فتح القدیر ص ۲۱۱ جلد ۱ میں ہے والنظم من فظہر من هذا ان التلمین هو اخراج الحرف عما یجوز لہ فی الاداء وهو صریح فی کلام الامام احمد فانہ سئل عن القراءة فتمنع فقیل لہ لِمَ قال ما اسمک قال محمد



قال لا يعجبك ان يقال لك يا موحا مدق الواد اذا كان لم
يحمل في الاذان ففي القراءة اولى وحينئذ لا يعمل سماعا
ايضا۔

اس کا خلاصہ یہ کہ حرف کو اس کی جائز صفت ادا سے نکال دینے کا نام تلحین ہے جو اذان میں حلال
نہیں۔ حضرت امام احمد بن حنبل کی کلام سے یہ معنی صراحتاً مستفاد ہے۔ ان سے سوال کیا گیا کہ تلاوت
میں تلحین کا کیا حکم ہے؟ تو آپ نے اسے منع فرمایا، تو عرض کی گئی کہ کیوں؟ فرمایا تمہارا کیا نام ہے؟
اس نے کہا محمد! تو آپ نے فرمایا کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ تمہیں یا موحا مدق کہا جائے (تلحین سے)،
فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ تلحین جب اذان میں حلال نہیں تو تلاوت قرآن کریم میں بطریق اولیٰ حرام
ہوگی اور جب حرام ہے تو اس کا سننا بھی حرام ہوگا۔ تو آفتاب جہاں تاب کی طرح تاباں ہوا کہ جب
امام صحیح پڑھ رہا ہو (اگرچہ بلند آواز سے) تو نماز بلا کر اہت بابت ہے۔ اور لاؤ ڈسپیکر کی وجہ سے یہ جائز ناجائز
نہیں بنتا، چہ جائیکہ امام پڑھ ہی درمیانی آواز سے رہا ہو، تو ثابت ہوا کہ انہیں حضرات کا یہ استدلال
بھی محض پادہر ہوا اور ہمارے غور اسی ہے۔ پھر تعجب در تعجب یہ کہ اگر یہ استدلال صحیح ہوتا تو اس کی زد
براہ راست مکبر کے کھڑے کرنے پر پڑتی کہ وہی مکبر ہی تو موضوع مسئلہ فتح القدیر میں۔ اور ان کی غلط
کاریاں اور بے اعتدالیاں صرف چند مرتبہ ہی نہیں بلکہ وہ تو ان کا دستور و رواج ساتویں صدی ہجری
(جو حضرت محقق مصنف فتح القدیر کا زمانہ ہے) میں ہی بن چکا تھا جو تیرھویں صدی (زمانہ شامی) بلکہ
چودھویں صدی (زمانہ مجدد مائتہ حاضرہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تک مکبرین کا غلط دستور چلا آیا ہے
حالانکہ انہیں حضرات کے نزدیک مطلقاً مکبر کھڑے کرنے منوع نہیں بلکہ جب ریا، تلحین وغیرہ مفاسد
سے بچیں تو ان کے نزدیک بھی جائز ہیں، تو انصاف یہ ہے کہ لاؤ ڈسپیکر کی صورت میں بھی وہ مفاسد
نہ پائے جائیں تو جو ازبر قرار ہے کما لا یخفی علیٰ اہل العلمی۔

رہا ایسے مفاسد بھرے دستور و رواج بن جانے کا ثبوت تو صاحب فتح القدیر سے ابھی بھی
گزر چکا کہ ان کے دماغ میں شہروں میں مکبرین ایسا دستور بنا چکے تھے۔ اور علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے
رسائل کے جلد ۱۴۷ سے ۱۴۹ جلد ۱۴۸ تک ان کے کئی مفاسد نام بنام ذکر کرنے کے بعد ان مکبرین کی
بکثرت قباحتوں کا اجمالی بیان کیا جو عین نماز میں کیا کرتے ہیں اور رواج بنا چکے ہیں، اول کلام میں فرماتے ہیں



فلابد معه من اجتناب ما احدث جهلة المبلغين الذين استولت عليهم الشياطين من منكرات ابتدعوها ومعدنات اخترعوها لكثرة جهلهم وقلة عقلهم وعدم اعتنائهم باحكام ربهم وبعدهم عما هو سبب قربهم وانهم اكرمهم في تحصیل حطام الدنيا وترك التعلم الموصول الى الدرجات العلی۔ اور آخریں فرماتے ہیں وهذا الذي ذكرناه من المنكرات التي يفعل المبلغون شعبة من قبائحهم التي تعارفها في نفس الصلوة۔

ان سب کا حاصل یہ کہ ایسے بے علم کلمن جن پر شیطان غالب ہو چکے ہیں، اور بڑے بھالت اور فقورے عقل والے ہیں، جو اپنے رب کے حکموں کی پردہ نہیں کرتے، ان کی بدعتوں سے بچنا ضروری ہے، اور یہ چند بری باتیں جو ان کی ذکر کی گئی ہیں، تھوڑا سا حصہ ہیں ان کی ان قبائحوں سے جنکو نفس نماز میں وہ دستور اور رواج بنا چکے ہیں۔ اور فتاویٰ رضویہ شریف جلد ۳۹۳، احکام شریعت جلد ۳۳ میں امام اہل سنت و الجماعت مجدد مائتہ حاضرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "مؤذن نماز میں امام کی تکبیر پہنچانے کو جس وضع سے تکبیر کرتے ہیں اسے کون عالم جائز کہہ سکتا ہے؟ مگر سلطنت کے وظیفہ داروں پر علماء کا کیا اختیار؟ علماء کرام نے تو اس پر یہ حکم فرمایا کہ تکبیر درکنار، اس طرح تو ان کی نمازوں کی بھی خیر نہیں۔ دیکھو فتح القدیر جلد ۲، ج ۲۶۳، در المختار و رد المحتار ص ۶۱۵، خود مفتی مدنیہ منورہ علامہ سید احمد اسعد حسینی مدنی تلمیذ علامہ صاحب مجمع الانہر جماعۃ اللہ تعالیٰ سے تکبیر میں اپنے یہاں کے مکبروں کی سخت بے اعتدالیاں تحریر فرمائی ہیں دیکھو فتاویٰ اسعدیہ جلد ۱۔ آخر میں فرمایا: احاکمات الکمبرین وصنعہم فانابرا الى الله تعالى منه الخ

بفضلہ و کرمہ تعالیٰ ثابت ہوا کہ مانعین حضرات کی وہ تمام دلیل جو سائل نے نقل کی ہیں، تاہم عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور و ناتواں ہیں حالانکہ دلائل و صل اول سے آفتاب جواز کی ضیا پر پشیاں تمام ادہام خام اور خیالات تمام کی تمام اندھیروں کو نیست و نابود بنا رہی ہیں، تو اس دشمن کی طرح واضح ہوا کہ صورت مذکورہ میں نمازیں جائز ہیں اور استعمال سپیکر حرام نہیں تو توبہ کرنی بھی فرض نہیں بلکہ ہو سکتی ہے نیک



تذکرہ ناجائز سے ہوا کرتی ہے نہ کہ جائز سے، مانعین حضرات کی یہ جوتائیں سخت بیجا ہیں، ایسے دلائل سے حرام کہنا قطعاً جائز نہیں۔ دیکھو مفدمات نمبر ۲۰، ۳۱، ۳۲۔

اصول فقہ حنفی سے روز روشن کی طرح نمایاں کہ فرض و حرام ایسی آیت یا حدیث متواتر سے ثابت ہوتے ہیں جو اپنے معنی پر یقینی طور دلالت کریں، طلب جازم کے ساتھ تبرکاً، فتاویٰ ضویہ صلاً جلد ۱ کے کلمات مبارکہ ہریرہ ناظرین میں لے کر مثبت الافتراض منها الا واحد وهو یقینی الثبوت والاثبات مع الطلب الجازم (الی ان قال) وقس علی هذا فی جانب الکف الحرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

سوال دوم

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس صورت کہ اگر بوقت امامت امام کے نزدیک لاؤڈ سپیکر اس لئے نصب کر دیا جائے کہ دور والے مقعدی جو بلا واسطہ امام کی آواز نہیں سن سکتے اس آلہ کے ذریعہ سن کر اشکالات امام کے وقت امام کی پیروی کر سکیں تو یہ جائز و درست ہے یا ناجائز و نادرست؟ بعض علما حرام و نادر و اکافوتی دیتے ہوئے اعادہ نماز ضروری قرار دیتے ہیں اور بعض عادیہ نماز ضروری نہیں جانتے مگر استعمال مذکور نا روا بتاتے ہیں کہ اس میں کئی مفسد ہیں:-

۱۔ نماز عبادت مقصودہ ہے۔ اس کا طریقہ مسنونہ مبلغ کے قائم کرنے پر قائم رہنا ہی بہتر ہے ایسے آلات کے استعمال سے علحدہ رکھی جائے جیسے حج عبادت مقصودہ ہے تو طواف پیادہ کرنے کی بجائے ہوائی جہاز پر نہیں کر سکتے۔ ہاں حج کے متعلقہ افعال کچھ ایسے بھی ہیں جو عبادت مقصودہ نہیں بلکہ محض ذریعہ عبادت ہونے کی وجہ سے عبادت سمجھے جاتے ہیں مثلاً حج کے لئے روپیہ جمع کرنا، حج بکنگ آفس میں جانا، دہاں کی ہدایات و شرائط کو پورا کرنا، پھر ہوائی یا بحری جہاز پر سوار ہونا، جدہ پہنچنا، پھر دہاں سے بذریعہ لاری یا کارمچہ مکہ مکرمہ میں داخل ہونا، پھر کار پر سوار ہو کر عرفات کو جانا، انا وغیرہ، یہ سب کام عبادات میں مگر عبادت مقصودہ نہیں۔ ان کے متعلق شریعت میں بڑی وسعت ہے۔ ان کا کوئی خاص طریقہ یا خاص وضع مقرر نہیں۔ یہ نہ کہا جاتے گا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقہ سوار ہو کر حج فرمایا۔ اور جو



صحابہ کرام ساتھ تھے اونٹ، گھوڑے وغیرہ جانوروں پر سوار تھے یا پیادہ تھے بلکہ قرآن کریم نے بھی بالخصوص پیادہ یا ستر سوار ہونے کی تفریح کی ہے تو ہوائی جہاز یا بحری جہاز وغیرہ کی سواری ناجائز و گناہ ہے، بلکہ یہی کہا جائے گا کہ یہ سب ذریعے میں، ان میں کمی بیشی یا تغیر و تبدل ناجائز و گناہ و حرام نہیں اور نہ ہی بدعت کہا جائیگا جبکہ کسی خاص شرعی حکم سے حرام نہ ہو اور یونہی نماز کے ایسے افعال متعلقہ جو عبادت مقصودہ نہیں بلکہ تکمیل نماز کا ذریعہ ہونے کے سبب عبادت میں ان میں بھی تغیر و تبدل ناجائز و گناہ نہیں جبکہ اصل مقصود جو نماز ہے پوری ہو جائے، ذریعہ بدلنے میں کوئی حرج نہیں مثلاً نماز میں ستر عورت ضروری ہے تو کپڑے کی بجائے چام لیٹ لے تو جائز ہے الی غیر ذلک من النظام۔

۲۔ بسا اوقات یہ کہ فیل ہو جاتا ہے تو احتمال قوی ہوتا ہے کہ بہت سے نمازیوں کی نمازیں برباد ہو جاتیں۔

۳۔ نمازیں خشوع نہایت ضروری ہے بلکہ درج نماز ہے مگر جب امام کو یہ خیال رہے کہ آواز میکرو فون پر پہنچ رہی ہے یا نہیں تو خشوع نہ ہوگا۔

۴۔ ایک بڑی بات قابل غور ہے کہ عام اسلامی عبادات میں مسادات کی رعایت رکھی گئی ہے کہ امیر و غریب یکسانیت سے ادا کر سکیں مگر لاد مذہبیکہ کا رواج ہو اور اس کو مستحسن سمجھا جائے تو غریب بچار سے نماز میں بھی امیر سے پیچھے رہ جائیں گے اور عین نماز میں جہاں شاہ و گدا ایک صف میں کھڑے کرنے تھے۔ امیر و غریب کی تقریب نظر آنے لگے گی، کوئی مسجد امیر کلائی گئی، کوئی غریب۔

۵۔ ایک بڑا مفسدہ یہ ہے کہ جب مسجدیں نزدیک نزدیک ہوں تو آوازیں ٹکرائیں گی اور بسا اوقات ہجرت میں التباس پیش آئے گا۔

۶۔ فقہاء کا مسئلہ قاعدہ ہے کہ جب ائمہ مجتہدین یا علما میں اختلاف ہو تو مقتضائے احتیاط یہ ہے کہ خروج عن الخلاف کی کوشش کی جائے۔ اور بہت سے علماء کی تحقیق اور فتویٰ یہ ہے کہ یہ آواز اہلی و اذہام نہیں اس کی اتباع مفسد نماز ہے تو بچنا ضروری ہے اور ان مفسد کی وجہ سے اس آواز کا استعمال مذکور نادرست ہے حالانکہ وہ خود تسلیم کرتے ہیں کہ یہ امام ہی کی اصل آواز ہے۔ بینوا ما جوہرین معن رب العالمین۔

السائل : ابو الفضل علی محمد نور محمد طیب جامع مسجد بانی والی شنگھائی





بلاشبک و شبہ و ریب جائز و درست ہے کہ سپیکر استماع و تابع نگیر ابت امام کا ذریعہ ہے جو مطلوب شرعی و نشارت ربانیہ کا موجب اور ہدایت و عملندی کی دلیل ہے مولیٰ تبارک تعالیٰ نے مطلقاً فرمایا ہے ، فبشر عباد الذین یستمعون القول یتبعون احسنہ اولئک الذین ہدایہم اللہ و اولئک ہم الموالوا للباب . یہ ”یستمعون“ اپنے اطلاق کے لحاظ سے یقیناً استماع بالذریعہ کو بھی شامل ہے حالانکہ شرعاً اطلاق اتنا قوی ہے کہ مخصوص سبب یا خبر واحد و قیاس سے بھی مرتفع نہیں ہو سکتا اور نہ ہی ان سے اس کی تخصیص جائزہ فاتضح الحق و ثبت الجواز یکہ بالخصوص قرآن کریم سے کسی ذریعہ کو غیر جائز سے بھی سننے سنانے کے اعتبار اور مقبولیت کی تائید ہوتی ہے۔ ارشاد ہوا فلما اتھانودی من شاطئ الواد الايمن فی البقعة المباركة من الشجرة ان یسوسی افی انا اللہ رب العلمین . حضرت موسیٰ کلیم اللہ نے شجرہ کے ذریعہ رب العالمین کا کلام سنا جو خود اسی کا اپنا کلام ہے اور یہ نہیں کہ بدل کر کوئی نیا کلام بن گیا ہو تعجب ہے کہ اب یہ حضرات سنانے کے ذریعہ کو بدلانے کا ذریعہ بنا رہے ہیں حالانکہ ہمارے رب العالمین جل و علا نے ہمارے آرام و انتفاع کے لئے ہزار ہا چیزیں پیدا فرمائیں اور آئندہ بے شمار اشیا پر پیدا فرمانے کا وعدہ کرتے ہوئے فرمایا ویخلق ما لاتعلمون۔ اور یہ بھی یقینی ہے کہ لاؤ سپیکر بھی یقیناً انہی اشیا سے موعودہ کا ایک فرد خاص ہے جو ہمارے آرام و انتفاع کے لئے پیدا فرمایا ، تو لامحالہ انتفاع بھی جائز و حلال ہو گا جب تک کہ کسی خاص صورت میں باقاعدہ دلیل شرعی حرام نہ کر دے۔ اور چونکہ صورت مذکورہ میں دلائل شرعیہ راجحہ میں سے کوئی دلیل بھی حرام نہیں کرتی تو حسب القاعدہ جواز ثابت ہو گیا و ما تشبثوا بہ لاینقض دلیلاً کما ذکرنا فی مامضی بتفصیل مابری عجباً۔

اور یہ چھپ مذکورہ مفامہ جو مسائل نے ذکر کئے ، ایسے نہیں جو نماز میں استعمال آکر مطلقاً ناجائز یا مکہیں اس کی مختصر تفصیل سنئے :-



سائل نے پہلا مفہود یہ بتایا کہ نماز عبادت مقصودہ ہے لہذا اس نام نہاد مفہودہ کی باصرف اس بات پر

کہ مبلغ (جیسے مجرہ بھی کہا جاتا ہے جو امام کی تکبیرات مناسبت ہے) کا قائم کرنا عبادت مقصودہ ہے یعنی اس کی مشروعیت محض رضائے الہی کے لئے ہوئی ہے۔ اس پر جو اثر و ثمرہ دنیا میں ظاہر ہوتا ہے وہ مقصود اہل نہیں بلکہ یہ خود ہی مقصود ہے۔ مگر یہ بات محض بے بنیاد و اور واقع کے خلاف ہے۔ اس کا نام (مبلغ یا مجرہ ہی واضح کرتا ہے کہ دوسروں کو تغالط امام کی اطلاع دینا مقصود ہے۔ اس کے مشروع ہونے کی اصل دلیل (اعادیت صحیحین) میں ہی اس کی تفریح ہے۔ رسائل شامی ۱۳۵ جلد ۱ میں ہے اعلم ان اصل مشروعیۃ التبلیغ خلف الامام مارواہ الامام مسلم فی صحیحہ عن حباب بن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اشکتک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلینا وراۃ وھو قاعد وابوبکر یسمع الناس تکبیرہ وما فیہ عنہ ایضاً صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلفہ فاذا کبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبر ابوبکر یسمعنا وما فیہ ایضاً عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (الحی ان ذکر) وابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمحکم التکبیر۔

ان سب کا مزاج حاصل یہ کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص مرض کے دوران میں ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس لئے بلند آواز سے تکبیر کہتے تھے کہ نمازی سن لیں۔ اسی صفحہ میں شرح مسلم سے امام نووی کا استفادہ ذکر فرمایا کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نمازیوں کو سنانے کی غرض سے بلند آواز سے تکبیر کرنا جائز ہے اور یہ ہمارا اور جمہور کا مذہب ہے۔ نصہ فیہ جواز رفع الصوت بالتکبیر یسمعہ الناس ویتبعوہ وانہ یجوز للمقتدی اتباع صوت المکبر وھذا مذہبنا ومذہب الجمہور۔ پھر ۱۴۱ میں فرمایا ان السنادی فی الاعیاد والجمع یجہر بالتکبیر لاعلام القوم ولا تفسد صلوات بذلک حبرت العادۃ۔ یعنی منادی مبلغ یا مجرہ عید اور

ملہ عبادت مقصودہ کی یہ تعریف سائل کے بعض علماء کی ہی ہے ۱۲ ابراہیم غفرلہ



جمہور کی نمازوں میں بلند آواز سے پکیر کرنا ہے! علام قوم کے لئے اور اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی، اس کے ساتھ مسلمانوں کی عادت جاری ہو چکی ہے (یعنی اجماع علی ہے) کہ میکہ کا بلند آواز سے پکیر کرنا نمازیوں کے سنانے کے لئے ہے۔ اور یہ بھی پُر ظاہر کہ اگر مبلغ کافتم کرنا عبادت مقصودہ ہوتا تو نماز کے دوسرے افعال مقصودہ کی طرح ہر نماز میں قائم کیا جاتا، تو ثابت ہوا کہ عبادت مقصودہ نہیں بلکہ امام سے دور مقتدیوں کے تمام نماز کا حکم تعاضل و اعلى الجبر والتقوى احادیث مذکورہ کی روشنی میں) ذلیہ ذریعہ جائزہ ہے۔

تجربے کے مفتیان مائل نے نماز کے عبادت مقصودہ ہونے سے اس کا عبادت مقصودہ ہونا ثابت کیا ہے، حالانکہ خود فرماتے ہیں کہ حج نماز کی طرح عبادت مقصودہ ہے۔ اور پھر خود ہی تفریح کرتے ہیں کہ حج کے تمام افعال عبادت مقصودہ نہیں بلکہ بعض افعال حج محض ذریعہ عبادت ہونے کی وجہ سے عبادت سمجھے جاتے ہیں۔ بلکہ یہ بھی خود ہی مانتے ہیں کہ نماز کے افعال متعلقہ حج کے افعال متعلقہ کی طرح سبھی عبادت مقصودہ نہیں بلکہ محض تکمیل نماز کا ذریعہ ہونے کے سبب ہیں، تو ذریعہ کی طرح واضح ہوا کہ نماز کا عبادت مقصودہ ہونا اقامت مبلغ کے عبادت مقصودہ ہونے کو مستلزم نہیں۔ اور واقعات بتاتے ہیں کہ ذریعہ تکمیل نماز غیر ہے تو انہی کی تفریح کے مطابق اس میں بھی تغیر و تبدل جائز ہوگا جب کہ اصل مقصود ۱ دور کے مقتدیوں کا مطلع ہو کہ امام کی پیروی کرنا کسی ذریعہ سے پورا ہو جائے تو ذریعہ بدلنے میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔ اور چونکہ لاؤڈ سپیکر بھی ایک ذریعہ اطلاع ہے تو اس کے استعمال میں بھی کوئی حرج اور گناہ نہیں ہوگا اور بدعت نہیں بنے گا جیسے اذان، کہ وہ بھی ذریعہ اطلاع و اعلام ہے۔ اور سب مانتے ہیں کہ سپیکر پر جائز ہے اور بدعت نہیں۔ حالانکہ پہلے بلا سپیکر ہی ہوا کرتی تھی۔ اور یونہی وعظ اور تلاوت قرآن پاک بھی سب جائز مانتے ہیں۔ اور یونہی نماز میں ستر عورت کے پہلے زمانہ میں نہایت سادگی سے بستے ہوئے کپڑوں سے کیا جاتا تھا، مگر چونکہ عبادت مقصودہ نہیں بلکہ ایسی عبادت ہے جو ذریعہ تکمیل عبادت مقصودہ (نماز) ہے، تو اس میں تغیر و تبدل بالاتفاق جائز ہے۔ برقی شبنیز سے بستے ہوئے ہر قسم کے وہ نئے کپڑے جو ستر عورت کر سکیں جائز الاستعمال ہیں جب کہ شعائر کفارہ نہ ہوں جیسے حج میں اونٹ، گھوڑے کی بجائے انجوں سے چلنے والے بکری اور بوا جہاز یا تیز رفتار لاری و کار وغیرہ سے سفر کر سکتے ہیں۔ اسی طرح جہاد میں تیر و تلوار کے بدلے توپ اور ٹینک، ہر قسم کے بم، تانہ پٹو وغیرہ، ہر قسم کے نو ایجاد اور زار بلا جھک استعمال کئے جاسکتے ہیں اور یہ نہیں کہا جاتا کہ چونکہ پہلے زمانہ میں نہیں تھے لہذا بدعت و ناجائز ہیں۔ اور اس کی نظیریں اس کثرت سے ہیں کہ حدود کے



و اے ان کے احصاء سے قاصر ہیں۔ نور و روشن بطرح واضح ہوا کہ یہ مفسدہ حقیقتہً مفسدہ نہیں تھا بلکہ ایک شبہ تھا جو زائل ہو گیا۔

پھر ان مفتیوں کا اقامتِ مبلغ کو طریقہ مسنونہ کسنا ان کی سہل انگاری کا نتیجہ ہے ورنہ حضور پرورد
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا قلعائے کشمیر سے کسی کتاب منداول حدیث و فقہ میں یہ منقول نہیں کہ اقامتِ
مبلغ (مبلغ کا قائم کرنا) کیا ہو تو طریقہ مسنونہ کیسے بنا؟ ہاں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دوا
مرض پاک میں خود بخود مبلغ (تکبیرات سانیوال) بنا دو مرتبہ ثابت ہے مگر اقامتِ مبلغ اور بے اور مبلغ بنا اور
پھر اس مبلغ بننے سے بھی مطلقاً مبلغ بن جانے کا مسنون ہونا ہرگز ہرگز ثابت نہیں بلکہ حدیث تقریری سے تبلیغ
صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواز ثابت ہے۔ پھر اس کے جواز سے حسب قواعد اصولیہ دوسرے مسلمانوں کی
تبلیغ کا جواز بطریق قیاس ثابت ہے (والتفصیل فی الضميمة) اور جوازی کے ہمارے حضرت
قائل ہیں۔ فتح القدیر ص ۳۲۷ جلد ۱، بحر الرائق ص ۳۷۱ جلد ۱، رسائل شامی ص ۳۱۱ جلد ۱ وغیرہ میں ہے و
النظم من الفتح عن الدراية وبه يعرف جواز رفع المؤذنين
اصواتهم في الجمعة والمعبدین وغيرهما۔ نیز رسائل شامی ص ۳۱۱ جلد ۱
نوی ہے فیہ جواز رفع الصوت بالتكبير (الحان قال) هذا مذهبنا
ومذهب الجمهور۔ یعنی اس (تبلیغ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے متبعین کے رفع صوت بالتکبیر
کا جواز ثابت ہو گیا، اور یہ جمہور کا مذہب ہے، اور ہر وہ کام جو جائز ہو نہایت حسن سے مستحب و مستحسن بن جاتا ہے
لہذا ہمارے بعض فقہائے کرام نے اسے مستحب فرمایا۔ رسائل شامی ص ۳۱۱ جلد ۱ میں ابن امیر الحاج رحمۃ اللہ علیہ
ہے۔ و لفاظ ان يقول ويستحب الجهر ايضا بالتكبير والتحميد
لواحد من المقتدين اذا كانت الجماعة لا يصل بجهر الامام
اليهم اما الضعفاء او لكثرتهم الخ یعنی کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ تکبیر و تحمید کا بلند
آواز سے ادا کرنا کسی ایک مقتدی کے لئے بھی امام کی طرح مستحب ہے جب کہ نمازیوں کو امام کی بلند آواز نہ پہنچ
رہی ہو امام کے کمزور یا مقتدیوں کے زیادہ ہونے کے سبب، رسائل شامی ص ۳۱۱ جلد ۱، طحاوی علی المراقی ص ۱۵۱
میں ہے والنظم له واما عند الاحتياج اليه بان كانت الجماعة
لا يصل اليه صوت الامام اما الضعفاء او لكثرتهم فمستحب۔



نواضع برا کہ مبلغ بن جانا جائز اور جس نیت کے سبب مستحب بن جانا ہے، تو مبلغ کا قائم کرنا زیادہ سے زیادہ مستحب ہوگا، مسنون قطعاً نہیں، جو دعویٰ کرے دکھائے۔ پھر عجب کہ مفتیان مسائل جب تسلیم کرتے ہیں کہ یہ آواز (سجیکے سے سنی گئی) امام کی اصل آواز ہے تو ناروا کہیں بتاتے ہیں! چہر امام تو حسب تصرکات حدیثیہ و فقہیہ مسنون ہے اور یہ بھی مخرج اور فی نفسہ اوضح ہے کہ جب امام کی آواز پہنچ رہی ہو تو مبلغ بننا بیجا ہے تو بنانا بھی بیجا ہوگا! شامی ص ۴۴ جلد ۱، او ططاوی طے المراقی ملہ میں ہے۔ وفي السيرة الحلبية اتفق الاثمة الاربعة على ان التبليغ في هذه الحالة بدعة منكرة اى مكرهة۔ یعنی سیرت حلبیہ میں ہے کہ چاروں امام متفق ہیں اس پر کہ ایسی حالت میں جب امام کی آواز نمازیوں کو پہنچ رہی ہو مبلغ بننا (بلند آواز سے تکبیرات کہنا، بدعت منکرہ یعنی ناپسندیدہ ہے فاعتبروا یا اولی الابصار۔

دوسرا مفسدہ یہ بتایا کہ بسا اوقات یہ آئیل ہو جاتا ہے اس وجہ سے اگر یہ آدمی مطلقاً محفل اعتراض اور قابل اعتراض ہے تو بسا اوقات متقین بھی مفسد نماز حرکات کا ارتکاب کر جاتے ہیں، بلکہ ساتویں صدی سے چودھویں صدی تک ایسی حرکات بدن کا دستور و رواج بن چکی ہیں، تو مفتیان مسائل کے نزدیک مستقین بھی مطلقاً محل اعتراض و احتراز بن جائیں گے حالانکہ بوقت ضرورت بشرط احتیاط ان سے احتراز نہیں۔ تو جب اس آکر کے متعلق بھی قبل از نماز پوری پوری احتیاط برتی جائے تو کیوں پرہیز کی جائے۔

تیسرا مفسدہ یہ بتایا کہ نماز میں خشوع نہایت ضروری ہے الخ امام کا یہ خیال اپنے مقتدیوں کی اصلاح نماز کے لئے ہو تو خشوع کیوں فوت ہوگا؟ کیا حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عین نماز میں صحابہ کرام کی نگرانی نہیں فرمایا کرتے تھے؟ قرآن کریم فرماتا ہے و تقلبک فی الشحدين۔ و

الاحادیث فی ذلک کثیرة حالانکہ حکم دیا صلوا کما دأیحتوی اصلہ تم یوں نماز پڑھو جیسے مجھے نماز پڑھتے دیکھ رہے ہو) تو نماز کے اندر اپنے مقتدیوں کا خیال رکھنا مسنون و مطلوب بن گیا تو مخالف خشوع کیوں ہوگا؟ پھر محتاط امام یہ انتظام کیوں نہ کرے گا کہ آئہ عمدہ اور تیز مزاج اور بڑا جاکے یا میکرو فون دد ہوں۔ اور اس کی ضرورت بھی بڑے بڑے اجتماعات میں ہی ہو سکتی ہے ورنہ تجربہ گاہ اور شاہدہ شاہد کہ کچھ نہ کچھ آواز ضرور کھڑکتا ہے۔ اور افتتاح نماز کے وقت بسا اوقات تباہہ نمازیوں کی حاضری اور حاضرین کے یکایک کھڑے ہونے کے سبب چونکہ پورا سکون نہیں ہوتا لہذا زیادہ بلند آواز کی ضرورت ہوتی ہے



جو بوجہ موافقت میکرو فون پوری ہو جاتی ہے اور رکوع و سجود میں جانے اور سر اٹھانے کے حالات نسبت سکون سے ہوتے ہیں، تو بوجہ دوری میکرو فون بھی ضرورت پوری ہو جاتی ہے، تو کسی خاص خیال کی ضرورت بھی نہیں؟

چوتھا مقصد یہ ہے کہ عام اسلامی بیادات میں مساوات کی رعایت رکھی گئی ہے الخ یہ نام نہا قابلِ غور بڑی بات محض فضول اور سطحی بات ہے۔ یہ مساوات اصولیہ ایک ایک عبادت کے ایک ایک پہلو میں مختلف حیثیات کے مسلمانوں کے لئے یکسانیت و مساوات کا تقاضا ہی نہیں کرتی بلکہ ایسی مساوات تو ہے ہی محالات سے، کیا روزہ میں مقیم و مسافر، تندرست و بیمار، توانا و ناتوانا، طاہرہ و حائلہ نفسا سب مساوی ہیں؟ کون کتنا ہے کہ مال دار کی طرح نادار پر بھی زکوٰۃ فرض ہے؟ اور یہ بھی تنہا نہیں کہ تمام مال داروں پر ایک ہی معین مقدار لازم نہیں، لاکھ پتی اور کروڑ پتی کی زکوٰۃ برابر نہیں، کیا رزق سب پر فرض ہے؟ یا لباس احرام ایک ہی پٹری سے ایک ہی رنگ اور ایک ہی ماپ کی دو دو چادریں ضروری ہیں؟ کیا تمام حاجی پیادہ جاتے ہیں یا سواری پر؟ پھر سواری سب کی ایک ہی قسم کی ہوتی ہے؟ یا مختلف، کیا کئی اور غیر کی قرآن میں مساوی ہیں؟ پھر مختلف مواقیت میں یہ مساوات کہاں؟ کیا تندرست و مریض کی نماز میں مساوات موجود ہے؟ مقیم و مسافر کی نمازوں میں تو فرق ہے ہی نہیں؟ کیا طاہرہ کی طرح حائلہ نفسا بھی نماز ادا کر سکتی ہیں؟ مددک و مصدق و لاحق کا ادا کرنا مساوی نہیں، کیا سب نمازوں میں بالخصوص جمعہ اور عیدین میں جائز لباسوں کا بہتر پہننا خدا و انبیاء کے عند کل مسجد اور احادیث شریفہ و توارث و تعارف عامۃ المسلمین سے ثابت نہیں؟ اور جب حقیقت ثابت ہے تو اس میں مساوات کیسے ہو سکے؟ زینت مضافا لے بنی آدم، بوجہ اختلافات حیثیات مضاف الیہم ضرور مختلف ہے۔ اور حدیث و فقہ کے ”احسن ثیابہ“ میں بھی ہی اختلاف موجود، تو واضح ہوا کہ مساوات نہیں۔ پھر اجماع علی امت اس عدم مساوات لباس کے مظاہرے ہر عید اور جمعہ بلکہ جمیع جماعات میں کیا کرتا ہے۔ ہاں برقی روشنی اور پنکھوں میں بھی یہ مساوات ضروری ہوتی۔ اور جب سب مسجدوں میں ایسے انتظامات نہیں ہو سکتے تو کسی میں بھی جائز نہ ہونے بلکہ عمارات مساجد میں بھی تفرقہ منوع ہونا اور فرش وغیرہ میں بھی برابری ہوتی کہ کوئی مسجد امیر اور کوئی غریب نہ کسلائی مسکایوں برابر ہونا واقعات کے مراسر خلاف ہے۔ جب اچھے لباس میں برقی روشنی اور پنکھوں کے نیچے



شاند عمارات والی مساجد میں عمدہ درلیوں اور قالینوں پر نماز ادا کیا کہ امت و قباحت جائزہ اور اہل اسلام کا معمول ہے تو لاؤ ڈسپیکر بھارے کا کیا تصور کہ اس کی اجازت نہ ہو۔ پھر اگر کوئی نہیں ہوتا تو اذان بھی سنیکیہ پر جائز نہ ہوتی اور وعظ بھی منع ہوتا حالانکہ سب جائز مانتے ہیں۔

پانچواں نام نہاد مفسدہ کہ مساجد نزدیک ہوں تو آوازیں ٹکرائیں گی، بھی محض جزوی ثبوت کا ہے جس سے ممانعت کلیہ قطعاً ثابت نہیں ہو سکتی ورنہ مبلغین کی کلی ممانعت بھی ثابت ہو جاتی کہ انہیں تو بکثرت ایسے پائے جاتے ہیں جو بڑے بڑے مفاسد کا ارتکاب کر جاتے ہیں اور عادی جرم میں جب وہ کلی طور پر متروک نہیں تو یہ لکھتے کیوں متروک ہو؟ کیا ایسی جذباتی باتوں سے جائز ناجائز بن جاتا ہے؟

چھٹا مفسدہ یہ کہ چونکہ لاؤ ڈسپیکر میں اختلاف ہے اور احتیاط یہ ہے کہ اختلاف سے بچا جائے تو اس قاعدہ مسئلہ کا احتیاطی تقاضا یہ قطعاً نہیں کہ جو چیز ہمارے نزدیک جائز و روا ہو، وہ بوجہ اختلاف ناجائز و ناروا بن جائے، بلکہ رعایت خلاف کے لئے نہ کہ ناصرف مندوب و مستحب ہوتا ہے اور اس مذہب و انتخاب کے مرتبہ بھی دلیل مخالفت کے قوت و ضعف کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں۔ کما فی رد المحتار عن التہر ص ۱۳ جلد ۱، مؤ ۱۳ (قولہ لکن یندب للخروج من الخلاف) قال فی النہر الا ان مراتب التدب تختلف بحسب قوة دلیل المخالف وضعف۔ اور مسئلہ زیر بحث میں چونکہ دلائل مخالفین بالکل ہی عاری از قوت ہیں تو یہ مذہب بھی برائے نام ہی ہو سکتا تھا اور وہ بھی تب جب یہ اختلاف ائمہ مجتہدین یا اصحاب مذاہب کا اختلاف ہوتا ورنہ علماء مقلدین کا خلاف اور وہ بھی دھنوج حق کے بعد قابل لحاظ نہیں۔ اور اگر بالفرض قابل لحاظ ہوتا تو پھر بھی لحاظ مجتہدین سے تو کسی صورت بھی بڑھ نہیں سکتا تو درجہ مذہب ہی میں رہتا نہ یہ کہ حرمت و عدم جواز ثابت کر سکے۔

بغض و کرمہ تعالیٰ شمس و امس کی طرح واضح ہوا کہ مفتیانِ مسائل کے بیان کردہ مفاسد مل کر بھی مطلقاً ناروا نہیں بنا سکتے کہ اکثر تو مفاسد میں ہی نہیں، اور جو ہیں بھی تو وہ محض جزوی ہی ہیں، ان سے عدم جواز کا حکم کلی قطعاً ثابت نہیں ہو سکتا، تو معلوم ہوا کہ صورت سوال میں عادی نماز کی ضرورت نہیں اور نہ ہی استعمالِ سیکر ناروا ہے بلکہ جائز اور روا و درست ہے اور نیت صالحہ تعاون علی البر سے دوسرے



مباحوں کی طرح مستحسن و طاعت بن جانا ہے۔ پھر اس میں کئی مفاد بھی ہیں جن سے اختصارِ اسائل کے بیان کردہ
چھ مفاد کے مناسب سے، صرف چھ ہی لکھے جاتے ہیں :-

نمبر ۱۔ اس کے ذریعہ و رکعت کی مقتدی قرأتِ امام سن لیتے ہیں اور قرأت کا سبب رحمتِ خاصہ
ہے ارشاد ہوا "اذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون۔
یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو کان لگا کر سنو اور چپ رہو تاکہ تم پر رحمت کی جائے" اور گو دور
والوں کو آواز نہ پہنچے تو چپ رہنا ہی کافی ہے۔ مگر کفایت کا یہ معنی قطعاً نہیں کہ سماعتِ قرأت میں فائدہ
ہی نہیں ورنہ امام کا جبر لازم ہی نہ کیا جاتا اور فاستمعوا کا امر وجوبی بھی نہ آتا۔

نمبر ۲۔ یہ ذریعہ ہے عبادت کی زیادتی کا کہ استماعِ قرآن کریم بہترین عبادت ہے۔

نمبر ۳۔ نماز میں خشوع نہایت ضروری بلکہ بقول بعض علماء سائل روح و روانِ نماز ہے جو دور کے مقتدی
بذریعہ سیکر حاصل کر سکتے ہیں کیونکہ استماعِ قرآن کریم مفیدِ خشوع ہے۔ قرآن کریم میں ہے "تقشعرو
من جلود الذین یخشون ربہم شمع تلین جلودہم و
قلوبہم الی ذکر اللہ" (اس سے بال کھڑے ہوتے ہیں ان کے بدن پر جو اپنے رب سے
ڈرتے ہیں پھر ان کی کھالیں اور دل نرم پڑتے ہیں یا وعدہ کی طرف رغبت میں)

نمبر ۴۔ یہ اطمینانِ قلبی کے حصول کا ذریعہ ہے کہ اس سے استماعِ قرآن کریم اور وہ یا د الہی کا سبب اور
یا د الہی سے دل اطمینان یاب ہوتے ہیں حضرت رب العالمین کا ارشاد ہے الذین امنوا
وتطمئن قلوبہم بذكر الله الا بذكر الله تطمئن القلوب۔
(وہ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی یاد سے چین پاتے ہیں، سن لو اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے)
نمبر ۵۔ جب عند التفتین اس کا استعمال جائز ہے اور جائز کا کرنا اس کے جواز کی علی تلخیص ہے حالانکہ جوازِ حکم
شرعی ہے تو اس کا استعمال اس حکم شرعی کی تلخیص بن گیا کما فی صلوة سیدنا حباب
رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی ثوب واحد مع وضع الشیاب علی المشعب
بل مروحوا برجوب فعل المکروہ تنزیہاً بیاناً للجواز علی
الحبيب الاکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کما فی البحر الرائق
وغیرہا۔



نمبر ۶۔ ”تکبیر تحریر و انتفال تکبیرات کا بلند آواز سے کہنا کہ مقتدی سن لیں ایسی سنت ہے جو اہل سنت و آداب امام سے ادا ہوتی ہے حالانکہ یہ آئمہ میں امام ہی کی آواز پہنچانا ہے تو ادائے سنت و اہلیہ کا ذریعہ بنا، اور ذریعہ سے فعل بدل نہیں جاتا، بہت اللہ شریف کی زیارت اور مناظر قدرت کا مطالعہ جو مسنون ہے، ہذا ذریعہ تکبیر کرے تو کیا سنت ادا نہ ہوگی؟ جن چاندوں کا دیکھنا واجب ہے اگر عینک سے دیکھے تب بھی یقیناً واجب ادا ہو جاتا ہے تو اس آئمہ کے ذریعہ یہ سنت بھی ادا ہو جائے گی۔

افادۃ تاکیدیہ

امام السنن والجماعت علیہما السلام رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ اقامۃ التیامہ کے ۲۵ میں فرماتے ہیں مولانا علی قاری رسالہ اقتدار بالخالف میں فرماتے ہیں من المعلوم ان الاصل فی کل مسئلۃ ہو الصحۃ واما القول بالفساد او الکراہۃ فیحتاج الی حجت من الكتاب او السنۃ او اجماع الامۃ (ترجمہ) یقینی بات ہے کہ اصل ہر مسئلہ میں صحت ہے اور فساد یا کراہت ماننا یہ محتاج ہے اس کا کہ قرآن یا حدیث یا اجماع امت سے اس پر دلیل قائم کی جائے استنبط یلفظہ الشریف۔

حضرت طاعلی قاری کا یہ ارشاد براہ راست نماز کے متعلق ہے اور امام اہل سنت والجماعت نے ان کے اس ارشاد اور استدلال کو برقرار رکھتے ہوئے بطور استدلال بیان فرمایا تو اسی استدلال سے مسئلہ زیر بحث بھی صاف ہو گیا۔ مانعین حضرات کوئی آیت یا حدیث یا نقلی اجماع یا ہمارے امام عظیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کوئی ایسا بیان پیش نہیں کر سکے جس سے عدم جواز ثابت ہو، تو بحکم اصالت صحت، صحت و جواز ثابت ہو گیا اور ہر جائز نیت حسنہ سے مستحسن بن جانا ہے تو حسن نیت سے یہ بھی مستحسن ہو گا اور مبلغ کا تحسن ہونا قطعاً مضر نہیں کہ لا من احمۃ فی الاسباب امر مسلم ہے۔

امام اہل السنن والجماعت منجہ السلامہ کے ۱۵ میں فرماتے ہیں ”مباح کو بہ نیت قربت کرنا اسے قربت کر دینا ہے اور بہ قربت طاعت ہے (الی ان قال) اگر رد و دو نہیں، کہیں منع بھی نہیں اور بے منع شرعی منع کرنا ظلم مبین، ادلی درجہ منع کراہت ہے، اور کراہت کے لئے دلیل خاص کی حاجت ہے اور بے دلیل شرعی ادعائے منع، شریعت پر افتراء و تہمت ہے۔ رد المحتار ص ۶۸ جلد ۱ لا یلزم من ان یکون مکروہا الا بنی خاص لان الکراہۃ حکم شرعی فلا یدل من



دلیل۔ بحوالہ ائق ۱ جلد ۲ میں ہے لایلزم من ترك المستحب ثبوت الكراهة
اذ لا بد لها من دليل خاص، ولہٰذا یہی کہ جہالت کہ جواز کے لئے درود خاص مانگیں اور منع
کے لئے دلیل خاص کی کوئی حاجت نہ جائیں! اس اذنی الہی سمجھ کا کیا ٹھکانا مگر علت وہی شریعت مطہرہ
پرافتراء اٹھانا الخ اہل السنۃ والجماعت ان کلمات مبارکہ پر غور سے نظر کریں اور غلطی و ہابیت سے بچیں۔
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم

خیمۃ مکبر الصوت

الاستفتاء

بمختصر سیدی دستندی فقیر اعظم قبلہ شیخ الحدیث صاحب دارالعلوم خفیہ فریدیہ لیسٹریٹ دہلی
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :-

امید ہے کہ حضور والا مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات عطا فرما کر فقیر کی حوصلہ افزائی فرمائیں گے :
عیدین اور جمعہ کی نمازوں کے لئے امام کے آگے لاؤ سپیکر نصب کر دیا جاتا ہے تاکہ امام کی آواز تمام مقتدیوں
تک بآسانی پہنچتی رہے کیا یہ شرعاً جائز ہے؟ مقتدیوں کی نمازیں جائز ہوں گی یا نہیں؟ کیا کریمہ ولا تجوس
بصلواتک ولا تغافت بہا و ابتغ بین ذلک سبیلًا کی خلاف ورزی تو نہیں؟ کیا
یہ سنتِ مسترہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم کے مخالفت تو نہیں؟ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کرتے تھے؟ بینوا احبوا برین من رب العلمین۔

المستفتی: فقیر الزہر منظور احمد رضا اللہ عنہ بہتم دارالعلوم عالیہ عربیہ نظامی ۱۴۱۳ھ و ۱۴۱۴ھ

سہ ماہین فواتِ دنیویں بچتے ہیں کہ اس آیت میں جملہ منافقت کی درمیانی راہ کا حکم دیا گیا ہے نہ عدم جو کہ زیادہ یعنی چریدہ دوقی نہ جائز ہے نہ منفرد

الْجَوَابُ الَّذِي جَعَلَ فِي التَّوْبَةِ الصَّوَابَ

ہاں بلاشبہ جائز ہے اور نمازیں بھی جائز ہیں کہ شرعاً اظہار اس سے ممانعت نہیں فرمائی اور بلاشبہ لغت شرع کوئی شے ممنوع و ناجائز نہیں ہو سکتی۔ قرآن کریم میں ہے مَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ إِذْ هَدَاهُمْ حَقًّا يَبِينُ لَهُمْ مَا يَتَّقُونَ (ترجمہ) اور اللہ کی شان نہیں کہ کسی قوم کو ہدایت کر کے گمراہ فرمائے (یعنی ان پر گمراہی کا حکم کرے) اور انہیں گمراہوں میں داخل فرمائے جب تک انہیں صاف رہنمائی دے کہ کس چیز سے انہیں بچنا ہے۔ امام اہل السنۃ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ”بے منہج شرعی منع کرنا ظلم مہین، اولیٰ درجہ منع کراہت (منہجی) ہے اور کراہت کے مسئلہ میں فرماتے ہیں ”بے منہج شرعی منع کرنا ظلم مہین، اولیٰ درجہ منع کراہت (منہجی) ہے اور کراہت کے لئے دلیل خاص کی حاجت ہے اور بے دلیل شرعی ادعائے منہج شریعت پر افتراء و تمہت ہے الخ“ اس کی تدریس تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ آخر جواب میں آرہی ہے اور کبر الصوت میں گزرجی چکی ہے اور کریمہ ولا تسبحوا بصلواتک الاینین کی خلاف ورزی بھی یقیناً نہیں کہ اس کی تفسیر میں مفسرین کرام نے متعدد اقوال نقل فرمائے ہیں میں سے کسی قول کا تعلق تکبیرات نماز کے جہر کے ساتھ قطعاً نہیں جبکہ بلا دیا ر ادا کی جائیں۔ ہاں صرف دو ایسے قول ہیں جو قرأت نماز جماعت سے متعلق ہیں اور وہ دونوں قول حقیقہً ایک ہی شان نزول کے تحت دو متبادل صورتیں ہیں جن میں سے ایک صورت یا قول کی بنا پر نماز میں مطلقاً جہر قرأت ہرگز ہرگز محل اعتراض نہیں، یا دوسرے قول یا صورت کا حضور یہ تقاضا ہے کہ وہ جہر بیرون مسجد نہ سنا جائے مگر اس صورت میں تو وہ کہہ رہے ہیں فسوخ اور فسوخ قابل استدلال نہیں، تو خلاف ورزی کا یہ کی؟

اس اجمال کی (لقبہ منور) تفصیل یہ کہ اس مفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے صحیح بخاری ص ۶۸۴ جلد ۲، مسلم ص ۱۸۳ جلد ۱، تفسیر طبری ص ۱۳۳ جلد ۱۵، ص ۱۲۴ جلد ۱۵، ابن کثیر ص ۶۸۴ جلد ۳، در المنثور ص ۳۰۶ جلد ۴، غازی، معالم ص ۱۵۲ جلد ۴ وغیرہ کتب کثیرہ حدیث و تفسیر میں یکلمات متقاربہ ہے والنظم من البغامی بذلت و رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مختلف بمکة کان اذا صلی باصحابہ رفع صوت بالقرآن



فَاذْاَسْمَعِ الْمُشْرِكُونَ سَبُّوا الْقُرْآنَ وَمِنْ أَمْلِهِ وَمِنْ حَبَاءِ بَصُلُوتِكَ اَمِ يَقْرَأَتِكَ فَيَسْمَعُ الْمُشْرِكُونَ فَيَسُبُّوا الْقُرْآنَ وَلَا تَخَافَتْ بِهَا عَنِ اصْحَابِكَ فَلَا تَسْمَعُهُمْ وَابْتَغِ بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا۔ یعنی یہ آیت اس وقت اتری جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں تھے۔ آپ جس وقت اپنے اصحاب کو نماز پڑھایا کرتے تو اپنی آواز مبارک قرآن کریم پڑھنے میں بلند فرمایا کرتے تھے پس جب کافرن لیتے تو قرآن کریم اور اس کے آثار نے والے اور لانے والے کی شان میں گستاخانہ کلمات بکتے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا وَلَا تَجْهَر بِصَلُوتِكَ یعنی نماز کی قرات کو اونچا نہ کرو کہ کافرن لیں گے تو یہودہ کلمات کہیں گے وَلَا تَخَافَتْ بِهَا یعنی اصحاب سے، یوں آہستہ دہرے ہو کہ وہ سن نہ سکیں وَابْتَغِ بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا اور ان دونوں کے بیچ میں راستہ چاہو ۷

اس شان نزول سے واضح ہوتا ہے کہ اس ”صلوتک“ سے مراد پوری نماز تھی بلکہ صرف قرات نماز جو جو نماز ہے، ہی مراد ہے۔ اور ابتدائے اسلام میں سب نمازوں میں قرآن کریم زیادہ بلند آواز سے پڑھا جاتا تھا۔ اور باہر والے مشرکین سن کر شرارتیں کرتے تھے اور اس فرمان کے اترنے سے مطلوب یہ تھا کہ مشرکین نہ سنیں اور حاضرین نماز بھی محروم نہ رہیں۔

صورت اول

اب قابل غور امر یہ ہے کہ مطلوب کے حصول کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ آواز نہ زیادہ بلند ہو اور نہ ہی زیادہ آہستہ بلکہ درمیانہ درجہ کی ہو کہ حاضرین سن لیں اور باہر والے نہ سکیں۔ بہت سے مفسرین کرام نے اس صورت کا ذکر اسی شان نزول کے ساتھ فرمایا بلکہ اس شان نزول کی بعض روایات میں بھی اس کی تصریح آئی ہے۔ استعمالِ سپیکر کو ناجائز فرمانے والے حضرات کا استدلال صرف اسی صورت پر مبنی ہے مگر ان حضرات نے اس پر غور نہ فرمایا کہ مفسرین کرام نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہی مراد لے لی اس کا منسوخ ہونا بھی نقل فرمایا۔ طبری ۳۱ جلد ۱، دار المنثور ۲۰۵ جلد ۴، ابن کثیر ۶۹ جلد ۳ میں ہے وَالنَّظْمُ مِنَ الطَّبْرِيِّ خَلَا هَلْ جَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ



الى المدينة سقط هذا كله يفعل الآن اى ذلك شاذ يعني يمين طيريك طيرت
هجرة فرمائی تو یہ (جہر شدید کا منع ہونا) منسوخ ہوا۔ اب جو چاہے (جہر شدید یا منسوخ کرے بلکہ
صاوی علی الجلالین ص ۳۱ جلد ۲ میں تو ہے و هذا الامر قد زال من يوم اسلام
عمرو العنزة فهو منسوخ فللمصلي الجهر في الصلوة الجهرية
ولو يزيد على سماع المأمومين يعني یہ حکم ضرور زائل ہو گیا حضرت عمر اور حمزہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہما کے اسلام کے دن سے پس یہ منسوخ ہے۔ تو نمازی کے لئے بلند پڑھنا جہر یہ نمازوں میں جائز
ہے اگرچہ مقتدیوں کے سننے سے زیادہ ہو ۷

نیز سنن بیہقی ص ۱۹۵ جلد ۲ میں اسی شان نزول مذکورہ کی روایات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کے جہر شدید کی حدیث بیان کر کے فرماتے ہیں قال الشيخ رحمه الله تعالى
ولم يكن في الوقت الذي جهر فيه عمر هذا الجهر ما كان
في وقت نزول الآية من خوف المشركين ان يسلوا منه - يعني
حضرت عمر کے اس جہر کے وقت اس شرارتِ مشرکین کا خطرہ نہیں تھا جو اس آیت کے وقت نزول میں تھا
نیز احادیثِ شریفہ صریحہ سے جہر یہ نمازوں میں اتنا بلند پڑھنا کہ بیرونِ مسجد سنا جائے، یقیناً ثابت ہے کما
سیأتی بإذنہم تعالیٰ۔

تو ان حدیثوں سے بھی واضح ہوتا ہے کہ بوجہ ارفاع سبب (خوف شرارتِ مشرکین) وہ حکم (درمیان
آواز سے پڑھنے کا) مرتفع ہو گیا۔ پھر زمانہ مقدسہ سے آج تک بالاجمال یقینی طور پر ظہر و عصر میں قنوت
دُاعِستہ پڑھنا، کارائج پلے آنا صاف صاف بتا رہا ہے کہ یہ حکم منسوخ ہو گیا کیونکہ جس طرح "لا تجهر"
فرما کر اس صورت میں جہر شدید سے منع فرمایا کہ مشرکین نہ سنیں، یوں ہی ساتھ ہی "لا تخافت" فرما کر
مخافتِ شدیدہ سے منع فرمادیا تاکہ مقتدی سن سکیں اور "و ابتغ بين ذلك سبيلاً" سے
لازم فرمادیا کہ جہر شدید اور مخافتِ شدیدہ کے درمیان پڑھا جائے کہ مقتدی سنیں اور مشرکین نہ سنیں، تو
ظہر و عصر میں یوں داعِستہ پڑھنا کہ مقتدی نہ سن سکیں نسخ کی دلیل مرتجح ہے۔ اور جب منسوخ ہونا ثابت ہوا
تو وہ استدلال بھی مہاجر غنوراً بن گیا۔

حصولِ مطلوب (مشرکین کو نہ سنانا اور حاضرین نماز کو نوازاں) کی دوسری صورت یہ کہ جن نمازوں



درمیان قنوت اور صورت میں آیت کہ مخافتِ شدیدہ، داعِستہ یا جہر شدید کا منع ہونا ثابت ہوا

مشرکین اپنی ضروریات سے فارغ اور آمادہ شرارت ہوں، آہستہ پڑھا جائے کہ سن کر شرارتیں نہ کریں اور جن میں کھانے پینے یا سونے میں مصروف ہوں، حسب معمول بلند پڑھا جائے کہ مقتدی اصحاب کلبۃ محمد نہ رہیں۔ اس صورت کا ذکر اس سابقہ شان نزول کے ساتھ ہمارے شارح عظام نے کتب معتدۃ فقہیہ میں صراحۃ بالوضاحت فرمایا ہے۔ بسوط غرضی مثلاً جلد ۱ میں ہے وقد کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الابتداء یرجھب بالقرآن فی الصلوة کلہا وکان المشرکون یؤذونہ ویسبون من انزل ومن انزل علیہ فانزل اللہ تعالیٰ ولا تجہرب بصلواتک ولا تخافت بہا وابتغ بین ذلک سبیلاً فکان یخافت بعد ذلک فی صلوة الظهر والعصر لانہم کانوا مستعبدین للادعی فی ہذین الوقتین ویجہرب فی صلوة المغرب لانہم والفجر لانہم کانوا نياماً و یجہرب فی الجمعة والعیدین لانہ اقامہما بالمدينة وما کان للکفار بہا قوۃ الادعی کتایہ مش ۲۸۳، ۲۸۴ جلد ۱، بحر الرائق مش ۳۳۵ جلد ۱، طحطاوی علی المراقی مش ۱۵۱ میں بکلمات متضاریرہ والنظم من البحر والاصل فیہ کما ذکرہ المصنف فی الکافی ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یجہرب بالقرآن فی الصلوات کلہا فی الابتداء وکان المشرکون یؤذونہ ویسبون من انزل وانزل علیہ فانزل اللہ تعالیٰ ولا تجہرب بصلواتک ولا تخافت بہا امی لا تجہرب بصلواتک ولا تخافت بہا کلہا ولا تخافت بہا وابتغ بین ذلک سبیلاً بان تجہرب بصلوة اللیل وتخافت بصلوة النہار فکان یخافت بعد ذلک فی صلوة الظهر والعصر لانہم کانوا مستعبدین للایذاء فی ہذین الوقتین ویجہرب فی المغرب لانہم کانوا مشغولین بالاکل و فی العشاء والفجر لکونہم رقاداً و فی الجمعة والعیدین لانہ اقامہما بالمدينة وما کان للکفار بہا قوۃ۔

مشرکین بالادعی والاعشاء



ان سب عبارتوں کا حاصل یہ کہ بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابتداء اسلام میں تمام نمازوں میں قرآن کریم بلند آواز سے پڑھا کرتے تھے اور مشرکین سے پہلے یہ سب حرکیں کیا کرتے تھے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ۱) وَلَا تَجْهَرُ بِصَلَوَاتِكَ وَلَا تَخَافُتَ بِهِمَا نَازِلًا فَرَمَا کہ اپنی سب نمازوں میں بلند آواز سے قرآن کریم نہ پڑھو اور نہ ہی سب نمازوں میں آہستہ آواز سے پڑھو (وابتغِ مِیْن ذَٰلِكَ سَبِيلًا) اور ان دونوں کے بیچ میں راستہ چاہو؟ بایں طور کہ بات کی نمازوں میں بلند آواز سے پڑھو اور دن کی نمازوں میں آہستہ ، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس حکم آنے کے بعد ظہر و عصر میں آہستہ پڑھا کرتے تھے اس لئے کہ ان دونوں وقتوں میں مشرکین آمادہ شرارت ہوتے تھے ، اور مغرب کی نماز میں بلند پڑھا کرتے تھے کہ وہ کھانے پینے میں مشغول ہوا کرتے تھے ، اور عشاء و فجر میں بھی بلند آواز سے پڑھا کرتے تھے کہ وہ ان وقتوں میں نیند میں ہوتے تھے اور جہ و عیدین میں بھی بلند پڑھا کرتے تھے اس لئے کہ ان کو قائم ہی مدینہ شریف میں کیا ، حالانکہ اس میں کفار کو طاقت شرارت نہ تھی ۔

کفایہ و بحر الرائق میں فرمایا وَهَذَا الْعَذْرُوانِ ذَالِ بَغْلِبَةِ الْمُسْلِمِينَ فَالْحُكْمُ بَاقٍ لِأَن بَقَاءَهُ يَسْتَفْضَى عَنْ بَقَاءِ السَّبَبِ . یعنی وہ عذر (شرارت مشرکین) اگرچہ غلبہ اسلام سے زائل ہو چکا مگر وہ حکم باقی ہے اس لئے کہ اس کی بقاء بقا سبب ہے بے پروا ہے ۔ نیز درائع صنائع ص ۶۱ جلد ۱ ، فتح القدیر ص ۲۸۵ جلد ۱ ، غنایہ ص ۳۸۳ جلد ۱ ، در المختار مع تقریرات شامی ص ۳۹۸ جلد ۱ میں ہے وَالنَّظْمُ مِنَ الْبِدَائِعِ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْهَرُ فِي الصَّلَوَاتِ كُلِّهَا فِي الْإِبْتِدَاءِ إِلَى أَنْ قَصَدَ الْكُفَّارَ إِنْ لَا يَسْمَعُوا الْقُرْآنَ وَكَادُوا يُلْعَوْنَ فِيهِ فَخَافَتْ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْقِرَاءَةِ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ لِأَنَّهُمْ كَادُوا مُسْتَعْدِينَ لِلْإِذْيِ فِي هَذَيْنِ الْوَقْتَيْنِ وَلِهَذَا كَانَ يَجْهَرُ فِي الْجُمُعَةِ وَالْمِیْدَنِ لِأَنَّهُ أَقَامَهُمَا بِالْمَدِينَةِ وَمَا كَانَ لِلْكَفَّارِ



اس کا حاصل بھی وہی ہے اور مفسرین کرام نے بھی بلا ذکر نشان نزول اس صورت سے اس کریمہ کی تفسیر صراحت ذکر فرمائی ہے۔ احکام القرآن للامام الجصاص مخفی جلد ۳، البر السعد ص ۲۶۷ جلد ۱، بیضاوی ص ۲۷۴ جلد ۱، تفسیر کبیر ص ۲۵۵ جلد ۵، نیشاپوری ص ۱۲۱ جلد ۱، تفسیرات احمدیہ ص ۳۳۳ جلد ۱، مدار ص ۲۵۶ جلد ۲ میں ہے والنظم للنسفی او معناه ولا تجهر بصلواتك كلها ولا تخافت بها كلها وابتغ بين ذلك سبيلاً بان تجهر بصلوة الليل وتخافت بصلوة النهار، بلکہ در المنثور ص ۲۵۶ جلد ۲ میں حضرت راس المفسرین سے ہے ونصه واخرج ابن ابي حاتم عن ابن عباس في قوله تعالى ولا تجهر بصلواتك ولا تجعلها كلها جهرا ولا تخافت بها قال لا تجعلها كلها سراً۔ ان عبارات کا حاصل یہ ہے کہ اس آیت میں تمام نمازوں کے جہر قرأت سے منع نہیں فرمایا بلکہ صرف ظہر وعصر میں، نیز تفسیرات احمدیہ میں ہے وعلى هذا فالآية في تعيين الصلوة الجهرية وغير الجهرية۔ یعنی اس تفسیر پر یہ آیت جہر یہ اور غیر جہر یہ پنجگانہ نمازوں کی تعیین کرتی ہے۔ ہر حال یہ اس کریمہ کی ایسی تفسیر ہے جسے کثرت مفسرین کرام نے بیان فرمایا اس صورت میں ”ذکر“ کا اشارہ الجہر بقراءة كل الصلوات والمخافة بقراءة كل الصلوات کی طرف ہے۔ تو امر ”ابتغ بین ذلک“ سے رات کی نمازوں میں جہر واجب ہوا اور دن کی نمازوں (ظہر وعصر) میں مخافت کما مرصحتاً، اور جب اس کریمہ سے جہر نمازوں میں جہر جائز ہوا تو جہر کے تمام افراد کا جواز ثابت ہو گیا شدید ہو یا خفیف یا بین بین کہ اطلاق وعلوم جہر ان سب کو شامل ہے۔

امام اہل السنن والجماعت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”عموم واطلاق سے استدلال زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے آج تک علماء میں شائع و ذائع، یعنی جب ایک بات کو شرع نے عمود فرمایا تو جہاں اور جس وقت اور جس طرح واقع ہوگی، ہمیشہ محمود رہے گی تا وقتیکہ کسی صورت خاصہ کی ممانعت خاص شرع سے نہ آجائے مثلاً مطلق ذکر الہی کی خوبی قرآن و حدیث سے ثابت تو جب کبھی کہیں



کسی طور پر خدا کی یاد کی جائے گی، بہتری ہوگی۔ ہر صورت کا ثبوت شرع سے ضرور نہیں ممکن خانہ میں بیٹھ کر زبان سے یا دل الہی کرنا ممنوع کہ اس خاص صورت کی برائی شرع سے ثابت، غرض جس مطلق کی خوبی معلوم اس کی خاص خاص صورتوں کی جدا جدا خوبی ثابت کرنا ضرور نہیں کہ آفرودہ صورتیں اسی مطلق کی توہیں جس کی بھلائی ثابت ہو چکی بلکہ کسی خصوصیت کی برائی ماننا یہ محتاج دلیل ہے۔ مسلم الثبوت میں ہے شاع و ذاع احتجاجہم سلفنا وخلفنا بالعمومات من غیر تنکیر، اسی میں ہے العمل بالمطلق يقتضی الاطلاق۔ تحریر الاصول علامہ ابن الہمام اور اس کی شرح میں ہے العمل به ان یجزی فی کل ما صدق علیہ المطلق (اقامة القيامة مثلاً) بلکہ بالخصوص جہرقوی (جو بیرون مسجد سنا جائے) کا جائزہ یوں بنتی ہے کہ اس کریم کا سبب نزول وہی جہرقوی تو ہے جو تمام نمازوں میں کیا جاتا تھا اور مشرکین باہر سنا کرتے تھے جسے مشائخ احناف کے نزدیک ابتغابین ذلت سے جہریہ نمازوں کے ساتھ مخصوص کیا گیا تو لا محالہ جہرقوی بھی جائز ہوا اور مامور بہ کا فردنا اور جمعہ وعیدین بھی جب جہریہ نمازوں میں شامل ہوتے تو ان میں گوہ جہر جائز ہوا تو روزہ روشن کی طرح واضح ہوا کہ خلاف ورزی کوئی کاشبہ محض یاد ہوا ہے۔ کریم تو جائز بناتی ہے خلاف ورزی کیسی؟ پھر ایسا جہرقوی ان احادیث کثیرہ مرفوعہ وموقوفہ کے اطلاقات وعمومات سے بھی ثابت، جن میں جہریہ نمازوں کا جہریان ہے وکثرتا اظہر من ان تظہر۔ بلکہ بالخصوص مراۃ بھی ثابت، صحیح بخاری ص ۱۵۰ جلد ۱، ص ۳۲۵ جلد ۲ وغیرہ کتب کثیرہ احادیث میں حضرت جبر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ میں نے سرکارِ نبی قرآن علیہ السلام کو نماز مغرب میں سورہ طور پڑھتے سنا۔ یہ اس وقت کا ذکر ہے جب جبر اسلام نہیں لائے تھے اور بدر کے قیدیوں کی طلب میں آئے تھے۔ جہاد بخاری کے یہ لفظ ہیں وکان حباء فی اساری بدر قال سمعت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقرأ فی المغرب بالطور۔ ظاہر ہے کہ وہ مسجد اقدس سے باہر قیدیوں کے پاس ہی ہوں گے، تو معلوم ہوا کہ بیرون مسجد سن رہے تھے۔ بلکہ صحیح بخاری ص ۳۳۵ جلد ۲ میں طرائی کی روایت سے اسی حدیث میں ہے وقد خرج صوت من المسجد کہ حضور کی آواز مبارک مسجد سے ضرور باہر نکلی ہوئی تھی۔ مؤطا امام مالک ص ۲۰، مؤطا امام محمد ص ۱۹، سنن بیہقی ص ۱۹ جلد ۲



میں ہے والنظم منه ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
كان يجهر بالقراءة وان قرأت كانت تسمع عند
اداء جہم بالبلاط۔ بے شک حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز قرأت بلند پڑھا
کرتے تھے اور آپ کی قرأت بلاط میں ابوجہم کی حویلی کے پاس سنی جاتی تھی ولاشک فی وفور الصحابة
فی عہدہ المبارک ولم ينقل انکرا احد فکان اجماعاً منهم
على حسن عمال الجهر۔

شرح معانی الآثار من جلد ۱۰ میں حدیث عبدالرحمن بن ابی بکر میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ
عنہ نے ہمیں مکہ مکرمہ میں نماز صبح پڑھائی اور اپنی آواز قرأت اتنی بلند فرمائی کہ اگر اس وادی میں کوئی ہوتا تو مرفوع
من لیتا و رفع صوتہ بالقراءة حتی لو کان فی الوادی احد لاسمعه
صحیح بخاری جلد ۹ میں ہے وکان ابن عمر یضع له الطعام وتقام الصلوة
فلا یأتیہا حتی یفرغ وان یسمع قراءة الامام، یعنی شرح بخاری
جلد ۲ میں ہے (قوله وکان ابن عمر) هو موصول عطفاً علی المرفوع
وقد رواه السراج من طریق یحیی بن سعید عن عبد اللہ
عن نافع فذکر المرفوع بشق قال قال نافع وکان ابن عمر
إذا حضر عشاءه وسمع الاقامة وقراءة الامام لم یقم
حتى یفرغ۔ فتح الباری جلد ۱۲ میں بھی یونہی ہے مگر عن عبد اللہ، عن نافع
کی بجائے عن عبید اللہ عن نافع ہے۔ وقد اخرج الحدیث الامام
محمد فی الموطا وفيه فیسم قراءة الامام وهو فی
بیت۔ گھرا دکھانا لا محالہ مسجد سے باہر ہی ہوتا ہے تو مدعی صاف طور پر ثابت ہے۔ پھر تمام ائمہ کا
اتفاق یہ مسلمہ مسئلہ ہے کہ جہر یہ نمازوں میں امام پر جہر واجب ہے۔ متون و شروح و حواشی و فتاویٰ سے
سب کے سب تصریحات و جوب سے گونج رہے ہیں۔ ان کے اطلاقاً تب جہر سے بھی واضح ہو رہا ہے کہ
اس کی سب صورتیں جائز ہیں حالانکہ فقہائے کرام نے یہاں تک فرمایا کہ جہر امام کا سب سے کم درجہ ہے کہ ساری صفت
اول سن لے، اور اعلیٰ کی تو کوئی حد ہی نہیں۔ خلاصۃ الفتاویٰ سے ۹۵ جلد ۱، بحر الرائق جلد ۲۳۶، بدران و المختار



۲۵۵ جلد ۱، شامی (از خلاصہ وغانیہ از جامع صغیر) مثلک جلد میں ہے ان الامام اذا قرا فی صلوة المخافتة بحيث سمع رجل اور رجلان لا یکن جہراً والجمہر ان یسمع الكل. شامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اسی کل الصف الاول لا کل المصلین بدلیل ما فی القہستان فی عن المسعودیۃ ان جمہر الامام اسماع الصف الاول (الحان قال) اد فی الجمہر اسماع غیرہ ممن لیس بقرب کما کل الصف الاول ولعلہ لاحد۔

یہ شامی علیہ الرحمۃ کی وہ بلند پایہ تحقیق ہے جو عطر تحقیق اور غنیمت خاصہ ہے تو روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ امام کے لئے ایسا بلند پڑھنا جو بیرون مسجد سنا جائے یقیناً جائز ہے جب کہ اس پڑھنے سے امام یا کسی دوسرے کو مشقت و اذیت نہ پہنچے بلکہ ایسا پڑھنا اولیٰ و افضل ہے۔ تبیین الحقائق ۱۲۴ جلد ۱، عالمگیریہ ۳ جلد ۱، طحاوی علی المراقی ۱۵۱ میں ہے لکن لا یبالی فی الجمہر مثل الامام لانہ لا یسمع غیرہ۔ یعنی امام تو بہت زیادہ بلند آواز سے پڑھتا ہے مگر اکیلا امام کی طرح زیادہ بلند آواز سے نہ پڑھے۔ نہایت علی الہدایہ ۲۸۳ جلد ۱ میں بھی منفرد کے حق میں ہے لا یجمہر ھنا کل الجمہر یعنی اس حالت الفراء میں پورا جمہر نہ کرے ۵ در المختار ۱ جلد ۱، مراقی الفلاح ۱۵۱، کفایہ علی الہدایہ ۲۸۴ جلد ۱ میں ہے ویکتفی بادنہ کہ اکیلا ب سے چھوٹے درجے کا جمہر کرے۔

تو ان عبارات سے جب القواعد معلوم ہوا کہ امام پورا جمہر کرے اور ادنیٰ وجہ کا نہ کرے لان المفہوم المخالف معتبر کما فی الدر والشامی و مسائل و صرح بہ معبد المائۃ الحاضرة فی الرضویۃ المبارکۃ بلکہ شامی علیہ الرحمۃ اور وضاحت فرماتے ہیں کہ جماعت کے قدر سے زیادہ بلند پڑھنا اسی شرط کے ساتھ افضل ہے ۲۹۶ جلد ۱ میں ہے وفي الزاھدی عن ابی جعفر لو زاد علی قدر الحاجة فهو افضل الا اذا اجمہد نفسہ او اذی غیرہ قستان فی تبیین الحقائق ۱۲۴ جلد ۱، فتح القدیر ۲۸۲ جلد ۱، مجمع الانس ۱۳۱ جلد ۱، ہندیہ ۳ میں ہے والنظم منها ولا یجمہد الامام نفسہ بالجمہر۔ یعنی امام یوں نہ پڑھے کہ مشقت میں پڑے



تو معلوم ہوا کہ بلا مشقت جس قدر بلند چڑھ سکے بہتر ہے۔

ان سب عبارات فقہیہ کا منبع وہ پاکیزہ کلمات ہیں جو محرر مذہب مہذب متغنی حضرت امام محمد علیہ الرحمۃ نے مؤطا کے ص ۱۱۱ باب جہرا اور قدر مستحب بہر میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ بلند جہر جو بیرون مسجد پاک ابو جہم کی جوی کے پاس سنا جاتا تھا، باسناد بیان کر کے فرماتے ہیں الجہر بالقراءة فی الصلوة فیما یجہر فیہ بالقراءة حسن مالم یجہد الرجل نفسہ یعنی یہ جہر جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کیا کرتے تھے، جہر نمازوں میں: اچھا ہے جب کہ پڑھنے سے مشقت میں نہ پڑے، تو اس بلند پڑھنے کا حسن و استحباب آفتاب بلا حجاب کی طرح واضح ہوا۔ رہا وہ جو سراج و دہاج سے بحر الرائق و ہندیہ میں ہے الامام اذا جہر فوق الحاجة فقد اساء کہ امام جب ضرورت سے نامذہب کرے تو اس نے اچھا نہ کیا۔ اس ضرورت سے زائد جہر سے مراد اگر وہ جہر ہو جو باعث مشقت بنے تو نہیں کامر، ورنہ ان نعوص علیہ مشایخ عظام وائمہ کرام کے سامنے محض مضمل و لاطاعی ہے کہ سراج و دہاج ضعیف، و غیر معتبر کتاب ہے۔ حضرت مجدد مائتہ حاضرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتاویٰ رضویہ ص ۲۱۱ جلد ۱ میں اسی سراج و دہاج کے ایک مسئلہ کے رد میں فرمایا کیف ما کان فما فی السراج غریب جدا ولم یستند لمعتمد وخالف المعتمدات ونقول الثقات ولا یظهر له وجہ وقد قال فی کشف الظنون السراج الوہاج عدہ المولی المعروف ببرکلی من جملة الكتب المتداولة الضعیفة غیر المعتمدة۔ (ترجمہ) جس طرح بھی ہو تو وہ جو سراج میں ہے بالکل نئی بات ہے جو کسی معتد کی مشرعت نہیں اور کتب معتدہ اور نقول کی نقول کے خلاف ہے۔ اور اس کی کوئی دلیل ظاہر نہیں ہوتی حالانکہ کشف الظنون میں فرمایا کہ مولیٰ برکلی نے سراج کو ان کتب متداولہ سے ذکر کیا ہے جو ضعیف اور غیر معتبر ہیں۔ اور یہی سراج الوہاج سے بعض کتابوں میں منقول ہو جانا بھی صحیح نہیں بنا سکتا۔ رضویہ شریفہ ص ۲۱۱ جلد ۱ میں بحر الرائق سے ہے وقد یتم کثیرا ان مؤلفا یذکر شیئا خطأ فیاقی من بعدہ فینقلون تلك العبارة من غیر تغییر ولا تنبیہ فیکثر الناقلون و اصل لو احد مخطوط۔ یعنی بسا اوقات یوں واقع ہوتا ہے۔



کہ کوئی ایک مصنف غلطی سے کوئی چیز ذکر کر دیتا ہے تو اس سے بچنا اگر اس عبارت کو پڑھیں بلاشبہ نقل کر دیتے ہیں تو ناقل زیادہ ہو جاتے ہیں حالانکہ دراصل ایک ہی بھولنے والا ہوتا ہے۔ اور شامی علیہ الرحمۃ رسائل ۱۳۱ جلد ۱ میں فرماتے ہیں کہ کبھی یوں اتفاق ہوتا ہے کہ متاخرین کی کتابوں سے تقریباً سب کتابوں میں کوئی قول نقل ہو جاتا ہے اور ہوتا وہ قول غلط ہے جو غلطی کر بیٹھا اس میں پہلا واقع اس کا تو بچھلا آتا ہے اور اس قول کو اس نقل کر دیتا ہے اور پھر نقل کرتا جاتا ہے بعض ان کا بعض؛ پھر اس کی کئی نظیریں اسی سراج و دماج وغیرہ سے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں و لهذا الذی ذکرناہ نظام کثیرۃ اتفق فیہا صاحب البعر والنہر والمنع ودر المختار وغیرہم وہی سہو منشأ الخطأ فی النقل اوسبق النظر یعنی یہ جو ہم نے ذکر کیا ہے اس کی نظیریں کثرت ہیں جن میں بحر الرائق، نہر الفائق، منہ الغفار، ودر المختار وغیرہ کے مصنفین نے اتفاق کیا حالانکہ وہ نظیریں سہو (بھول) ہوتی ہیں، مثلاً ان کا نقل میں غلطی یا سبقت نظر ہوتی ہے۔

نیز رسائل ۱۴۹ جلد ۱ میں ایک اہم قاعدہ بیان کر کے فرماتے ہیں ان المتقدمین افترقوا بلا نقل عن المعتبرات فلا تتطرق الی فتواہ "بیشک مقلد اگر معتبر کتابوں کی نقل کے سوا فتوے دے تو اس کے فتوے کو دیکھا ہی نہ جائے" پھر صراحتاً حدادی (مصنف سراج و دماج شرح قدوری) کا نام لیکر فرمایا کہ وہ اور ان کے ہم مثلوں کا یہی حکم ہے لہذا شامی علیہ الرحمۃ نے ودر المختار کے قول "فان زاد علیہ اساء" کی شرح میں بجائے اس کی تائید کے اگلے جہر فرق الحاجۃ کو افضل قرار دیا اور اس اساء کا قطعاً اعتبار نہ فرمایا۔ شامی ۱۴۹ جلد ۱ میں ہے (قوله فان نہر اذ علیہ اساء) وفي الزاہدی عن ابی جعفر لو زاد علی الحاجۃ فهو افضل الخ اور اگر ارفاء العنان کے طریق پر چشم پوشی کی جائے تو پھر بھی اس عبارت سراج سے حرمت و کراہت ثابت نہیں ہو سکتی کہ لفظ "اساءہ" ترک اولیٰ پر بھی بولا جاتا ہے۔ بلکہ مانعین جواز کے مسلم سراج حموی سے شامی علیہ الرحمۃ نے شامی ۱۴۵ جلد ۱ میں یہی عبارت سراج اور اس کے منقولاً و الاساءہ و دون الکرہتہ "نقل فرمایا، یعنی یہ اساءہ کراہت سے کم ہے۔" تو ثابت ہوا کہ اس عبارت کا لغاضاً صرف اتنا ہے کہ ضرورت سے زائد جہر افضل نہیں تو فاضل و جائز ہونے کی لغوی نہ ہوئی بلکہ حسب القواعد اثبات ہوا۔ اور پھر ہی عطاوی علیہ الرحمۃ نے حاشیہ المراتی ۱۴۵ میں اس کا ذکر مستحب کے مقابلہ میں فرمایا والمستحب



میں جائز نہ ہوں جن میں صدا پیدا ہو جاتی ہے جیسے گنبد دار مساجد، حالانکہ قدیم سے یہ دستور چلا آتا ہے کہ اہل بیان اسلام گنبد دار مسجدیں بنائے اور ان میں نمازیں ادا کرتے چلے آئے ہیں۔ آج تک کسی نے ایسی مسجدوں کا بنانا حرام نہیں بتایا اور نہ ہی ان میں نماز پڑھنا ناجائز فرمایا۔ یہ حضرات عذر کیا کرتے ہیں کہ سپیکر نئی ایجاد ہے اس کا صریح جزیئہ کیسے دکھائیں؟

حضرات! گنبد دار مسجد تو نئی ایجاد نہیں، براہ کرم کسی مستند کتاب سے صرف اتنا ہی کھا دیں کہ ان میں نماز باجماعت ناجائز ہے یا کریمہ لاتجھربصلوٰتک کی خلاف ورزی ہے۔ فقہائے کرام نے ایسی ایسی نادرسے نا درصور توں کا بھی بیان فرما دیا ہے جن کا وقوع نہایت ہی متعبد ہے، تو اس واقعہ و متحقق صدا کا حکم کیوں نہ بیان فرمایا؟ کیا ان کی باریک بین نظروں نے یہ بڑے بڑے گنبد نہ دیکھے یا ان کے سر بیع السماع کا نوں نے یہ سخت سخت صدائیں نہ سنیں؟ یوں ہرگز ہرگز نہیں بلکہ یہ سب کچھ یقیناً ان کے پیش نظر تھا مگر چونکہ جواز نماز میں خلل انداز نہیں تھا لہذا مفسدات نمازیں شمار نہ فرمایا بلکہ صاف صاف جواز نماز کا حکم لگا دیا کہ ان حضرات (مشائخ عظام) نے مقتدی کے لئے انتقالات امام کا علم کسی طرح سننے یا دیکھنے سے حاصل ہو جانا جواز نماز کے لئے ضروری قرار دیا جو صدائے گنبد یا سپیکر سے بھی حاصل ہے، اس کا بیان رسالہ مکبر الصوت میں فتاویٰ قاضیؒ وغیرہ لکھا گیا ہے کتابوں سے گزر چکا، اور سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا تو اس کی تصریح فرمادی مگر اس سے یہ سمجھنا کہ صدا سے سجدہ واجب نہیں ہوتا تو نماز بھی جائز نہ ہوگی صحیح نہیں۔ وجوب سجدہ کی نفی تو جواز سجدہ کی نفی بھی نہیں چہ جائیکہ جواز نماز کی نفی بنے۔ اور اگر اسی پر اصرار ہے کہ اس مسئلہ تلاوت سے نماز کا عدم جواز ثابت ہو گیا تو پھر دوسرے مسئلہ تلاوت سے مبلغ کی تکلیف سن کر نماز پڑھنا بھی ناجائز ہو جائے گا کہ ہماری تمام کتب فقہیہ سے روز روشن کی طرح ثابت کہ مقتدی آیت سجدہ پڑھے تو سجدہ واجب نہیں ہوتا تو لازم کہ جس طرح صدا سے سجدہ تلاوت واجب نہ ہونے پر صدائے مفسد نماز میں گئی۔ یونہی مقتدی کے



میں بیسے پاس کھڑے ہیں تو کیا ان مساجد میں نماز باجماعت ہمارے نہیں؟ تبھی کہ ایسی بڑی مساجد بڑی بڑی جماعتوں کے لئے تیار کرنا چاہیے اور شہنشاہ شہمان کے زمانہ میں اور بعد میں جب تک کسی عالم کا ایسا کوئی فرقہ نہ دیکھا یا سننا نہیں گیا۔ یہ سچ ہے جس ایسی مساجد میں نماز باجماعت کو حرام اور منکر نماز لکھا گیا ہو یا اعتقاد یا اولی الامر صبار ۱۷ من غفرلہ



پڑھنے سے سجدہ تلاوت واجب نہ ہونا صورتِ مبلغ میں مفسد بن جانے کہ مبلغ بھی مقتدی ہی ہوتا ہے حالانکہ یہ جائز ہے تو معلوم ہوا کہ صدا سے سن کر نماز پڑھنا بھی جائز ہے تو یہ مسئلہ منصوصہ صدا دلیل جواز بن گیا (والتفصیل فی مکبر الصوت وسیع جی) فی ہذا ایضاً باذنہ تعالیٰ

دراپیشہ کہ سنتِ مستمرہ کے مخالف ہے تو یہ بھی محض اشتباہ و توہم ہی ہے۔ یوں کہنے والوں سے دریافت کیا جوتا کہ کون سی دینی کتاب مستند میں ہے کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مبلغ کھڑے کرتے تھے؟ مجھے تو بکثرت کتب متداولہ دیکھنے سے اتنا بھی نہیں مل سکا کہ پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ایک مرتبہ کے لئے بھی کوئی ایک ہی مبلغ (تکبیرات سنانے والا) کھڑا کیا ہو، تعجب ہے کہ ان حضرات کو کیسے مل گیا کہ ”مبلغ کھڑے کرتے تھے“ جس کا تقاضا یہ ہے کہ ہمیشہ مبلغ کھڑے کرتے تھے در ایک سے زیادہ ہوتے تھے کیونکہ ”کھڑے“ ہیئتہ جمع ہے اور ”کرتے تھے“ ماضی استمراری ہے، تبھی تو سنتِ مستمرہ کے خلاف بتاتے ہیں۔ قل ہاتوا برہانکم ان کنتم صدقین، کہو دعویٰ میں پچے ہو تو دلیل لاؤ۔“

ہاں اتنا ضرور ملتا ہے اور مستند کتابوں سے ثابت کہ محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو مختلف مرضوں کے دوران ایک ایک مرتبہ اتفاق بنا کر حضور نے نماز پڑھائی اور حضرت ابو بکر حاضرین کو تکبیر سنانے رہے صلی اللہ علیہ وسلم (اور ان دونوں مرتبہ نظر ہی کی نماز تھی۔ پہلی نماز حضرت ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دولت سرا کے بالا خانہ میں مزان پر ہی کے لئے حاضر ہونے والوں کو بیٹھ کر پڑھائی اور ابو بکر صدیق لوگوں کو تکبیرات سنانے رہے۔ مسلم ۸۷۱ جلد ۱، ابوداؤد ۸۹ جلد ۱، سنن بیہقی ۹ جلد ۳، طحاوی شریف ۲۳۲ جلد ۱ میں بکرات متعارفہ ابوالزہر سے ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا (والنظم لاحادی روایات مسلم، اشتکی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلینا وراہ وھو قاعد و ابو بکر یسمع الناس تحکیمہ، ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے فاتیناہ مرة اخری نعودہ فصلی المکتوبۃ حبالس۔ امام طحاوی اور بیہقی کی ایک روایت میں ہے صلی بنا رسول اللہ علیہ وسلم الظھر فتح الباری ۲ جلد ۲ میں ہے ان ہذا القصۃ کانت فی ذی الحجۃ سنۃ خمس من المجرۃ کہ یہ سن پانچویں ہجری کے ذی الحجہ میں ہوا، اور



دوسری نماز مسجد اقدس میں جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری مرض میں حضرت ابوبکر کو امامت نماز کا حکم دیا اور کئی دن وہی نمازیں پڑھاتے رہے۔ پھر ایک دن حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذرا آرام عکوس فرمایا تو دو صاحبوں کے سہارے نماز ظہر کے لئے باہر تشریف لائے حالانکہ ابوبکر لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے جب ابوبکر نے حضور کو دیکھا تو (عین نماز میں) پیچھے ہٹنے لگے تو حضور نے اشارۃً ہٹنے سے روک دیا اور حکم فرمایا کہ مجھے ابوبکر کے پاس بٹھا دو۔ تو ابوبکر حضور کی اقتدار کرتے ہوئے نماز پڑھا رہے تھے اور لوگ ابوبکر صدیق کی تکبیرات سن کر پڑھ رہے تھے۔

حضرت ام المؤمنین صدیقہ سے بہ تصدیق ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم صحیح بخاری جلد ۱، صحیح مسلم جلد ۱ وغیرہ کتب متقدمہ کثیرہ میں ہے والنظم من البخاری فصلی ابوبکر تلك الايام ثم ان النبي صلى الله عليه وسلم وحيد من نفسه خفت فخرج بين مرحلين احدهما العباس لصلوة الظهر و ابوبكر يصلي بالناس فلما راه ابوبكر ذهب ليتأخر فاجى اليه النبي صلى الله عليه وسلم بان لايتأخر فقال اجلسا في الى جنب فاجلساه الى جنب ابى بكر قال فجعل ابوبكر يصلي وهو يأتهم بصلوة النبي صلى الله عليه وسلم والناس بصلوة ابى بكر۔

صحیح مسلم جلد ۱ میں ہے و ابوبكر يسعهم التكبير يعني جلد ۲، فتح الباری جلد ۱ میں ہے (قوله لصلوة الظهر) هو صريح في ان الصلوة المذكورة كانت صلوة الظهر۔ سنن بیہقی جلد ۳، یعنی جلد ۱۹، فتح القدیر جلد ۳، نصب الراية جلد ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱

فیہا اولاً اماماً شام صاموماً یسم الناس التکبیر۔ یعنی امام نبی
علیہ الرحمۃ لے صراحت فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو مرض وصال میں مسجد میں صرف ایک مرتبہ ہی نماز پڑھائی
اور یہ وہی نماز ہے جو بیٹھ کر ادا فرمائی اور ابو بکر اس میں پہلے امام تھے پھر مقتدی بن گئے، لوگوں کو تکبیر پڑھاتے تھے۔ اور
یہ تو ظاہری ہے کہ یہ ربیع الاول شریف ۱۱ھ میں تھا۔ بہر حال صرف ظہر کی دو نمازوں میں دوران مرض میں حضرت
ابو بکر کا اپنے طور پر کھڑے ہونا اور تکبیرات سننا مناسب ہے اور جمعہ وعیدین یا کسی اور نماز میں تکبیرات سننا نہیں
مٹا اور نہ ہی یہ مناسب ہے کہ ابو بکر کے ساتھ کوئی مبلغ بھی تھا۔ اور یہ بھی نہیں ملتا کہ حضور نے ابو بکر صدیق کو تکبیرات سنانے
کا حکم دیا ہو، تو صفت مستمرہ کیسے بنا؟ ہاں ان دونوں مرتبہ میں حضور پُر وصلی اللہ علیہ وسلم کا ابو بکر کو منع نہ فرمانا
ان دونوں مرتبہ میں جائز ہونے کی دلیل ہے کہ حضور کا فعل صحابی پر مطلع ہو کر منع نہ فرمانا دلیل جواز ہے تحویل اصول
مطبوع مع التیسیر جلد ۳، مسلم الثبوت مع شرح بحر العلوم ۴۶۹ وغیرہ میں ہے (و النظم للمحقق)
اذا علم النبی صلی اللہ علیہ وسلم بفعل وان لم یبرہ فسکت (الحی
ان قال) فدلیل الجواز۔

نیز یہ بھی مسئلہ ہے کہ حکایت فعل مثبت یعنی کسی فعل کے واقع ہونے کی خبر دینی (جیسے گذشتہ حدیثوں
میں حضرت ابو بکر کے تکبیرات سنانے کی حکایت ہے) عام نہیں ہوتی ہے کہ وہ حکم تمام شخصوں اور تمام احوال
جنتوں کے لئے عام ہو جائے۔ اس لئے کہ اس فعل کا وہ وقوع جس کی خبر دی جا رہی ہے لامحالہ کسی خاص
صفت اور کسی خاص وقت میں کسی خاص فاعل کا ہی کسی خاص غرض سے ایک خاص فعل ہوگا۔ یعنی خبری حقیقی
ہوگا جس میں عموم و اشتراک مقصود ہی نہیں تو لامحالہ خاص ہوگا تو عام کیسے ہو؟

تفتیح و توضیح و توضیح طبع لکھنؤ میں ہے (و النظم من التلویح) والصحیح
انہ لا عموم لہ لان الواقع لا یکون الا بصفة معينة فی زمان
معین۔ تحریر اور اس کی شرح تیسیر مشکلا جلد ۱ میں ہے (لا منہ) اسی نقل فعلہ بتلك
الصیغۃ (اخبرنا عن دخول) فعل (حیزی فی الوجود) ولا یتصور
العموم فی المعنی الحقیقی، فمقتضی المتنی اور اس کی شرح قاضی عضد اور عاشق نقاشانی طبع
مصر مشکلا جلد ۲ میں ہے (و النظم للنفاذ منی) فقد ثبت ان الفعل المشبہ
لا عموم لہ بسبب من الوجود۔ اور حضرت نقاشانی کرام کی مدعا تحریر میں واقعہ حال



لاعموم لها۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ دوسرے افراد مثلاً مکہ میں بھی قیاس جواز ثابت ہو۔ بشرطیکہ وہ فعل محل قیاس ہو۔ ”تصحیح وغیرہ میں ہے وان ثبت التساوی فالعکم فی البعض ثبت بفعله علیہ السلام وفی البعض الخلف بالقیاس۔

نوہ روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ مبلغین کھڑے کرنے کا جواز احادیث مذکورہ سے اہل حق قیاس ہی مستفاد ہو سکتا ہے چنانچہ فقہائے کرام نے بھی ان احادیث سے استدلال کرتے ہوئے جواز سے ہی تعبیر فرمایا ہے فتح القدیر ص ۳۶۱ ج ۱، البحر الرائق ص ۳۶۱ ج ۱، رسال شامی ص ۱۳۱ ج ۱ میں ہے (والنظم منہ) وفی فتح القدیر عن الدرایت وبہ یعرف جواز رفع المؤذنین اصواتہم فی الجمعة والعیدین وغیرہما۔ ونقل مثلاً العلامة ابن نجیم فی البحر عن المجتبی۔ بہر حال مبلغ کھڑے کرنے کا جواز تو مسلم بخیر سنت مستمرہ سمجھا صحیح نہیں اور نہ ہی کسی کتاب مستند میں اس کی تصریح یا تلویح ہے۔ بلکہ بعضے مائل تو کہتے ہیں کہ اس سے مقتدی کی نماز ہی فاسد ہو جاتی ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ مبلغ کی نماز باطل ہو جاتی ہے۔ شرح صحیح مسلم ص ۱۶۹ ج ۱، رسال شامی ص ۱۳۱ ج ۱ میں ہے قد نقل القاضی عیاض عن مذهبہم ان منہم من ابطال صلوۃ المقتدی (الی ان قال، ومنہم من ابطال صلوۃ السامع یعنی قاضی عیاض مائل علیہ الرحمۃ نے بلاشبہ اپنے مذہب سے نقل فرمایا کہ بیشک بعض ان کا (مائل مذہب والوں کا) نماز مقتدی کو باطل کہتا ہے اور بعض ان کا تکبیرات سنا کر اے کی نماز کو باطل کہتا ہے۔ اس سے بھی مترشح ہوتا ہے کہ سنت مستمرہ نہیں کہ مسائل قیاسیہ ہی عموداً ایسے اختلافات کا محل ہیں۔ جو سنت مستمرہ بخیر سنت ہی نہیں تو اس کے خلاف کو بدعت سیئہ کہنا محض بیجا ہے۔ اس کی صدا چمکتی ہوئی مثالیں ہیں کہ حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے صحابہ کرام نے کوئی کام کیا اور حضور نے منع نہ فرمایا، پھر مسلمانوں میں اس کا رواج بھی رہا مگر وہ صد کے بعد اس کے خلاف ہونے لگا تو مسلمانوں نے بدعت سیئہ کا نام دیتے ہوئے رد نہ کیا بلکہ بلا انکار رائج بنا لیا۔ مثلاً حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی قرآن کریم قلموں سے ہی حکمت سنا کر بعض حکم سن کر کرتے تھے، پھر صد ہا سال تک اہل ایمان اسلام قلموں سے ہی لکھتے رہے بعد ازاں زمانہ قریب میں



لوگوں نے پہلے دستی پھر رتی اور مٹی پر پسوں کے ذریعے چھاپنا شروع کیا جو بلا انکار دوستوں کے مسلمانوں میں رائج ہو گیا مگر کسی نے یہ کہنے کی جرأت نہ کی کہ قرآن کریم ظلم سے کھٹا سنت مستور ہے لہذا اچھا پنا بدعت سیئہ اور ناجائز ہے۔

حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک زمانہ میں بعض انفرادی طور پر قلموں سے کچھ حدیثیں کھدیا کرتے تھے اور بعد ازاں کئی صدیوں تک قلموں سے ہی کھٹا رائج رہا مگر جب طباعتِ احادیث شروع ہوئی تو مسلمانوں میں مقبول ہوئی۔

مسجدِ پاک بڑی سادگی سے تیار کی گئی، کچھور کی چھت، بارش کا پانی نہیں روک سکتی تھی اور بے نیاز تھی تو کیا مسجدوں کی مضبوط چھتیں گنبد اور مینار جائز نہیں؟

صحابہ کرام و فضیہ جہادیر و تنوار وغیرہ پانی طرز کے اوزار سے ہی ادا فرماتے رہے بلکہ خود میوہ اکر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی وہی استعمال فرماتے رہے پھر صدیوں تک مسلمانوں میں رائج رہے بعد ازاں توپ وغیرہ کے ایجاد ہونے پر مسلمانوں نے باوجود حرکت ان کا استعمال رائج بنالیا اور یونہی آج تک جتنے نئے نئے اوزار ایجاد ہوتے گئے، ساتھ ہی ساتھ مسلمانوں میں رائج بنتے گئے۔

فریقہ حج کا سفر باؤں یا اونٹوں، گھوڑوں اور خچروں کے ذریعہ ہی ہوتا رہا اور وہی رائج رہا پھر جب گاڑی، موٹر، بس، ٹرک، سائیکل، موٹر سائیکل، ہوائی جہاز اور بحری جہاز کھوں اور جہاں سے چلنے والے ایجاد ہوئے تو سفر حج بھی ان ذرائع سے شروع ہوا۔

صحابہ کرام بلکہ خود منشاہ کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا انعقاد اجلاس خصوصیت اور سلام و قیام مروجہ کے بغیر ولادت مبارکہ کا ذکر فرمایا، پھر یونہی ہوتا رہا۔ بعد ازاں انعقاد اجلاس خصوصیت اور سلام و قیام جلوس وغیرہ جاری ہوئے جو سنوں کی نظر میں بدعت سیئہ ہرگز نہیں۔

یونہی اس مبارک زمانہ میں بیانات ولادت مقدسہ سنانے کا ذریعہ صرف منکلم کی اپنی ہی آواز تھی اور صدیوں تک یہی رائج رہا بعد ازاں لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ بڑے بڑے جامع میں دور دور تک سنانا شروع ہوا اور جائز مانا گیا۔

اش بابرکت زمانہ کے دغظ بھی و اظہارین حضرات کی بلا واسطہ آواذوں سے ہی سنئے جاتے تھے پھر صد ہا سالوں تک یہی رائج رہا۔ بعد ازاں پیکیوں کے ذریعہ سننا سنانا شروع ہو گیا تو بدعت سیئہ نہ بنا۔



اس برکت بھرے زمانے سے صدیوں تک جمعہ و عیدین کے ٹھیلے، قرآن خوانی، نعت خوانی، خطبات، قرآن و نعت خوانوں کی بلا واسطہ آوازوں سے ہی ہوتے رہے اور اب سپیکر کے ذریعہ ہونے لگے تو بدعتِ مبتدعہ بن گئے۔

ادذان کے لئے حضراتِ بلال اور ابو عمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا انتخاب اس لئے ہوا کہ ان کی آوازیں دور تک پہنچتی تھیں اور یہی صدیوں تک رائج رہا کہ بلند آوازوں کے ذریعہ اذانیں سنائی جائیں۔ ہاں یہ بھی رائج رہا کہ ایک مؤذن کے ساتھ اور مؤذن مل کر اذان کہتے کہ اور زیادہ دور تک سنا سکیں مگر سپیکر ایجاد ہوا تو اس کے ذریعہ سنانا جائز ہی کہا گیا۔

جب یہ سب نئی نئی چیزیں بدعتِ سیئہ نہیں تو سپیکر کے ذریعہ تحکیرات نماز کا پہنچانا کیوں بدعتِ سیئہ ہے؟ امام اہل السنۃ والجماعت مجددِ مائتہ حاضرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”بری تو وہ بدعت ہے جو کسی سنتِ مامورہ یا (ایسی سنت جس کے کرنے کا حکم دیا گیا ہو) کا رد کرے“ اقامۃ القیامۃ ص ۱۱۲ اسی صفحہ میں فرماتے ہیں ”امام علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں والبدعة ان كانت مما تندرج تحت مستحسن فہی حسنة وان كانت تندرج تحت مستقبیح فہی مستقبیحة والافمن قسم المسباح۔ (ترجمہ) بدعت اگر کسی ایسی چیز کے نیچے داخل ہو جس کی خوبی شرع سے ثابت ہے تو وہ اچھی بات ہے اور اگر کسی ایسی چیز کے نیچے داخل ہو جس کی برائی شرع سے ثابت ہے تو وہ بری بات ہے، اور جو ان دونوں میں سے کسی کے نیچے داخل نہ ہو وہ قسمِ مباح ہے۔“

اسی طرح حدیث اکابر شریف زئی ابی اسحاق مبارک اور قیام وغیرہ مامورینِ قیام کی نسبت تمہارا یہ کہنا کہ وہ صحابہ و تابعین میں نہ تھے لہذا ممنوع ہیں، محض باطل ہو گیا۔ ہاں اس وقت ممنوع ہو سکتے ہیں جب تم کا فی ثبوت دو خاص ان افعال میں شرعاً کوئی برائی ہے درہ اگر کسی مستحسن کے نیچے داخل ہیں تو محمود اور اگر مفسد کسی کے نیچے داخل نہ ہوئے تو مباح ہو کہ محمود مفسرین کے کہ جو مباح بہ نیتِ نیک کیا جائے شرعاً محمود ہو جائے ہے حصا فی البعد الرائق وغیرہ انتہی۔ تو واضح ہوا کہ اس نیت سے استعمال سپیکر کہ مقتدی باری سنتے رہیں مباح و محمود مستحسن ہے کہ نیت مذکورہ نیک ہے قد قال اللہ تعالیٰ وقلوا علی البر والتقویٰ۔ بلکہ یقین یہ ہے کہ سپیکر سے کسی گوی آواز یعنی مکمل کی ہی آواز ہوتی ہے کہ



بدانہ بلاشبہ ثابت کہ سپیکر طبعاً ان آوازوں سے محض بے بہرہ و صامت ہے جب تک کوئی بولنے والا نہ
 برے۔ اس سے آواز نکلتی ہی نہیں اور جب بولا جائے تو صرف بحرف اسی ترتیب و لہجہ سے پوری پوری
 ملتی جلتی آواز سنائی دیتی ہے تو طفل سلیم یہ کیسے تسلیم کر سکے کہ یہ کوئی آواز ہے۔ جیسے کمزور نظر بلا عینک نہیں
 دیکھ سکتا مگر عینک لگانے کے بعد جو دیکھتا ہے وہ اس کا اپنا ہی دیکھنا ہوتا ہے اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ
 اس کا دیکھنا ختم ہو گیا اور یہ کوئی اور دیکھتا ہے لہذا عینک لگا کر کئی شریعت یا اولیاء اللہ کی زیارت یا مناظر
 قدرت کا مطالعہ اور قرآن کریم اور دینی کتابوں کا پڑھنا یقیناً جائز و باعث ثواب ہے۔ اور یہ نہیں کہ بیعت
 مدینہ واجبہ ترک ہے، تو واضح ہوا کہ سپیکر کے ذریعے تکبیرت سنانا امام کا ہی سنا ہے اور بیعت مدینہ نہیں
 اس کی مزید تحقیق مجید الصوت میں بیان ہو چکی اور اس کے چھپنے کے بعد بفضلہ و کرمہ تعالیٰ امام ابن
 السنن والجماعت مجدد مائتہ حاضرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ تحریرات جلیلہ و جمیلہ ہیں جو اس تحقیق کی پوری پوری
 تصدیق کرتی ہیں جنہیں شیر بیشہ اہل السنن حضرت مولانا ابوالفتح محمد شمس علی خان صاحب لکھنوی مدظلہم
 نے اپنے فتوئے مسندہ بذمہ مطبوعہ ۱۳۶۹ھ لاہور میں امام اہل السنن والجماعت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رسالہ
 مبارکہ ”الکشف شافی فی حکم فوجہ انبیا“ سے نقل فرمایا۔ صوت کی تعریف و تشریح کرنے کے بعد ذکر
 نتائج میں فرماتے ہیں: ”آواز اس شکل و کیفیت کا نام ہے کہ ہوا یا پانی وغیرہ جسم نرم و تر قطع و قریع سے
 پیدا ہوئی وہ آواز کندہ کی صفت نہیں بلکہ ملائیکہ کی صفت ہے۔ ہوا ہوا یا پانی وغیرہ آواز کندہ کی حرکت
 قطعی و قریعی سے پیدا ہوتی ہے لہذا اس کی طرف اضافت کی جاتی ہے جبکہ وہ آواز کندہ کی صفت نہیں
 بلکہ ملائیکہ سے قائم ہے تو اس کی موت کے بعد بھی باقی رہ سکتی ہے۔ انقطاع تہویر العلم سماع کا باعث
 ہو سکتا ہے کہ کان تک اس کا پہنچنا پذیر تہویر ہی ہوتا ہے نہ انعدام صوت کا بلکہ جب تک وہ تشکل باقی
 ہے صوت باقی ہے دوبارہ تہویر ہو تو اس سے تجدید سماع ہوگی نہ کہ آواز دوسری پیدا ہوتی جب کہ تشکل ہی
 باقی ہے۔ وحدت آواز وحدت نوعی ہے کہ تمام امثال متجددہ میں وہی ایک آواز مانی جاتی ہے ورنہ آواز
 کا شخص اول کہ مثلاً ہوائے دہن مثلاً میں پیدا ہوا، کبھی ہمیں نہیں ہوتا، اس کی کاپیاں ہی چھٹی ہوئیں ہمارے کان
 تک پہنچتی ہیں، اور اس کو آواز کا سنا کہا جاتا ہے۔“



پھر بیان صدا میں فرمایا " گنبد کے اندر یا پہاڑ یا چکنی لگ کر وہ دیوار کے پاس اوکریں صحرا میں بھی خود اپنی آواز پٹ کر دوبارہ سنائی دیتی ہے جسے عربی میں صدا کہتے ہیں " دیکھ فرمایا، اب صدائیں علماء مختلف ہیں کہ صدا اسی توجہ اول سے پڑتی ہے یا گنبد وغیرہ کی ٹھیس سے توجہ تازہ اس کیفیت سے شکیف ہو کر ہم تک آتا ہے۔ انتہی ۔

تو اس بیان فیض ترجمان سے روز روشن کی طرح ثابت ہوا کہ صدا پہلی ہی آواز ہوتی ہے اور توجہ اول کا ختم ہونا مضر نہیں جبکہ وہ کیفیت موجود ہے کہ دوبارہ توجہ کہے پیدا ہونے سے دوسری آواز پیدا نہیں ہوتی کہ تشکل دہی باقی ہے، بلکہ تجربہ برسما ہوتی ہے۔ اور یونہی دوسری ہوا میں آواز کی کاپی اتنی ہی مضر نہیں کہ آواز کی کاپیاں ہی چھپی ہوئی کان تک پہنچتی ہیں، اور آواز کا پہلا شخص جو ہوائے دہن تکم میں پیدا ہوتا ہے وہ کبھی سمورنا نہیں ہوتا کہ وہ تو ایک ہی ہوتا ہے اور ایک، ہزاروں کانوں، مکانوں میں بیک وقت کیسے پہنچ سکتا ہے بلکہ کاپیاں چھپ چھپ کر ہزاروں کرڈوں آوازیں بن جاتی ہیں مگر کہا یہی جاتا ہے کہ ایک ہی آواز ہے کہ وحدت آواز وحدت نوعیہ ہے کہ تمام امثال متحدہ ہیں وہی ایک آواز مانی جاتی ہے کاپیوں اور ٹھپوں کی تعداد سے آواز متعدد نہیں سمجھی جاتی اور یہ نہیں کہا جاتا کہ ہزاروں اشخاص نے ہزاروں آوازیں سنیں بلکہ یہی کہا جاتا ہے کہ سب نے وہی ایک آواز سنی جیسے کاتب کتاب کے حروف و نقوش لکھنا ہے اور پریس میں اس کی کاپی انز کر چھپتے چھپتے ہزاروں تک پہنچ جاتی ہے مگر وحدت نوعیہ کے لحاظ سے وہی ایک کتاب ہی مانی جاتی ہے اور یہ نہیں کہا جاتا کہ مثلاً ایک "قدوری" یا "کنز" چھپتے چھپتے ہزاروں قدوری یا کنزیں بن گئیں کہ نسخوں اور بچاپوں کی تعداد سے اصل کتاب متعدد نہیں بن جاتی (ہذا انظیر من النظائر) اور جب ثابت ہوا کہ صدا پہلی ہی آواز ہے تو اس سے آیت سجدہ متناقضات کے کلام کے نزدیک موجب سجدہ کیوں نہیں؟

اس سوال کا جواب اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بصورت استدراک یہ دیا کہ چونکہ شرعی حکم ہے کہ سجدہ واجب نہیں ہوتا لہذا ایجاب سجدہ کس لئے علماء کے صدا کے متعلق مذکورہ دو قولوں سے پہلے قول پر توجہ

مع اشکاف فیما کے ۳۳۵ ہر صدا کے متعلق اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ واضح ارشاد ہے۔ ہر حال کہ یہی آواز یقینی ہے

کہ آواز ہی آواز حکم ہے ۱۲ مد مغرور

طاقت موجبہ تہج کی قید اور دوسرے قول پر تہجہ تہج کی قید بڑھانی واجب ہوگی و نصہ المبارکات ہذا۔
مگر شرعاً مطہر نے اس کے سننے سے سجدہ واجب نہ فرمایا۔

قول ثانی پر کہنا ہر گاہ کہ میں میں ایجاب سجدہ کے لئے اسی تہجہ ادلی سے وقوع سماع لازم ہے۔ اور
قول اول پر یہ قید بڑھانی واجب ہوگی کہ وہ تہجہ محض اسی طاقت کا سلسلہ ہو جو تحریک گلو زبان تالی نے
پیدا کی تھی، پٹنے میں وہ تنہا نہ رہی بلکہ تصادم کی قوت دافعہ بھی شریک ہو گئی۔ انتہی۔ تو اس جواب سے یہ قطعاً
مفہوم نہیں کہ صد اسرے سے ہے ہی نئی اور دوسری آواز کہ آواز کیفیت و شکل ہی ہے جو باقی ہے۔ اور
پلٹی ہے اور پلٹا تہجہ تازہ سے ہو تب بھی دوسری آواز نہیں بنتی کما حد صراحتہ چہ جاسیک
پہلے ہی تہجہ سے پٹے اور یونہی تحریک گلو زبان تالی کی پیدا کردہ طاقت موجبہ تہجہ کے ساتھ قوت دافعہ
تصادم کا شریک ہو جانا بھی دوسری آواز نہیں بنا سکتا کہ یہاں تو اصل طاقت بھی ہے۔ اور تہجہ تازہ تو بالکل
نئی طاقت سے پیدا ہوتا ہے اور وہ نئی طاقت تو پہلی طاقت کے ختم ہونے کی صورت میں بھی نئی آواز نہیں
بنا سکتی تو پہلے کے ہوتے ہوئے کیسے بنا سکے؟ اور جب آواز وہی رہتی ہے تو ثابت ہو کہ توہر تہجہ مذکورہ صحت
صورت کی شرط نہیں بلکہ ایجاب سجدہ کی ہی شرط ہے اور یہی اس عبارت استدلالیہ سے صراحتہ ثابت ہے، تو دوسرے
روشن کی طرح واضح دیکھا ہوا کہ صد امام اہل السنۃ والجماعت کے نزدیک دوسری آواز ہر گز نہیں
بلکہ بلی ہی ہے۔ اور چونکہ وہ حضرات جو عدم جواز کے قائل ہیں لاؤڈ سپیکر سے سنی گئی آواز کو صد اہل سراسر
دیتے ہیں لہذا وہ ان کے نزدیک بھی بلی ہی آواز ہوگی۔ چنانچہ قائل فاضل (باوجودیکہ عدم جواز کے قائل ہیں) وہ
سب تصریحات مفصلہ مذکورہ نقل کرنے کے بعد بڑی ہی لمبی تقریر سے لاؤڈ سپیکر سے سنی گئی آواز کو صد ثابت
کرنے کے باوجود اصل آواز قرار دیتے ہیں اور یہ نہیں فرماتے کہ صد پہلی آواز کی غیر ہے لہذا سپیکر سے سنی
گئی بھی غیر ہے لہذا اقتدار ناجائز ہے بلکہ نماز کا عدم جواز سجدہ کے عدم جواز سے متفرع بناتے ہیں، فرماتے
ہیں ہماری اس تقریر سے واضح دلائل ہو گیا کہ صدائے لاؤڈ سپیکر دراصل صدایہی ہے تو اس آواز سے سنی
ہوئی آواز اگرچہ وہی اصل متکلم کی آواز ہے خواہ پہلے ہی ہو اسے لئے ہوئے پلٹ آئی یا اس کی کاپی
دوسری میں از گئی اور وہ لائی، مگر حکم شریعت مطہرہ اس کے سننے سے سجدہ واجب نہیں، پھر فرماتے
ہیں جب تک فقہ صدائے سجدہ منشاء واجب نہیں کرتا تو اس کا اتباع کر کے اقتدار کو نہ صحیح ہو سکتی
ہے؟ انتہی۔



توضیحات ثابت ہو کر ان حضرات کے نزدیک بھی سپیکر سے گئی تھی اور پہلی ہی آواز ہے بناءً علی تحقیق امام اہل السنۃ والجماعۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ شیعہ اقتدار میں لے کر صلوة جہاں شواہد و تفصیل فی مکہ الصوت اور جواز نماز صاف ثابت ہو گیا اور عدم وجوب سجدہ پر قیاس، قیاس مع الفارق ہے سجدہ کے عدم وجوب سے جو قیاس علیہ ہے تو سجدہ ہی کا عدم جواز ثابت نہیں، کہ لفظی خاص لفظی عام نہیں تو نماز جو قیاس ہے کا عدم جواز کیونکر ثابت ہوگا؟ بلکہ حکم مفہوم مخالف عبارات فقہائے کرام سے جواز سجدہ ثابت، تو حکم قیاس مذکور نماز کا جواز بھی ثابت ہوگا۔ نیز مقتدی کے آیت سجدہ پڑھنے سے بھی سجدہ واجب نہیں ہوتا بلکہ نماز میں جائز ہی نہیں، تو اس قیاس کا تقاضا یہ کہ مبلغ سے جو مقتدی ہی جوتا ہے سن کر بھی اداسے نماز جائز نہ ہو، اور یہ کہ غلطی کے وقت امام اگر مقتدی سے لقمہ لے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے اور اس سے سب کی فاسد ہو جائے۔ اور یونہی کسی کو آیت سجدہ پڑھتے ہوئے دیکھنے سے یا اس جاننے سے کہ وہ پڑھ رہا ہے، بھی سجدہ واجب نہیں ہوتا تو قیاس مذکور کی بنا پر امام یا مقتدی کے انتقالات کو دیکھ کر یا جان کر بھی پڑھنا جائز نہ رہے تو وہ مقتدی جو دور ہوں نماز کس طرح ادا کریں کہ اس قیاس کی بنا پر مبلغ سے سن کر یا امام یا مقتدی کے انتقالات دیکھ کر یا جان کر ادا کرنا جائز نہیں اور دور ہونے کے سبب امام کی تکمیل سن نہیں رہے تو وہ بیچارے کریں کیا؟ بلکہ اگر امام ہو یا محد ہی جہر تکمیل جو سنت ہے ترک کر دے تو فوجی مقتدی بھی حیران رہ جائیں گے۔

پھر کتب مستندہ فقہیہ میں مصرح کہ جنب و محدث، مجنون و نامک، مسکران و صبی، عارض و نساء بلکہ کافر بھی آیت سجدہ پڑھے تو مباح پر سجدہ واجب ہو جاتا ہے حالانکہ یہ لوگ صبی کے ماسوا مبلغ یا مقتدی بھی نہیں بن سکتے، تو اس شمس کی طرح واضح ہو کہ وجوب و عدم وجوب سجدہ تلاوت نماز کے جواز و عدم جواز کا قیاس علیہ نہیں، اور یہ بھی پر ظاہر کسی کتاب معتد فقہی میں یہ قطعاً نہیں کہ خدا سے سن کر اقتدار جائز نہیں بلکہ حکم اطلاق جواز کی تصریح ہے۔ میکرو الصوت میں فتاویٰ تاضی فان، خلاصۃ الفتاویٰ، مراجعہ، ہندیہ، در المختار وغیرہ سے گزر چکا و النظم للامام فقیہ النفس علی الرحمة ولا یشتبہ حال الامام

بسماع اور ویٹ صحیح الاقتداء فی قولہم۔ درختار و شامی وغیرہ میں ہے و علمہ بانتقالا۔ بدائع منافع میں فرمایا و ان کان فیہ ثقب لا یمنع مشاہدۃ حال الامام لا یمنع بالاجماع۔

سب کا حاصل یہ کہ کسی سماع (سننے) یا روایت (دیکھنے) یا مشاہدہ کے باعث حال امام مستحب نہ رہے تو سب کا اجماع ہے کہ اقتداء صحیح ہے۔ تو یہ مطلق مشاہدہ و سماع، سماع صدائے پیکر کو بھی یقیناً شامل کہ اس کا سماع و مشاہدہ بھی بلا اشتباہ علم انتقالات امام کا ذریعہ ہے تو نمازیں بالاجماع جائز و صحیح ہو گئی۔ بغضدہ ذکر مرہ تعلقہ یجزئہ صریح ہے و لہ حل محبہ الحمد والمنہ۔ یہ ہمارے مشائخ کرام کی کرامت کا مدہ ہی ہے کہ ایسا پیکر سے صد ہا سال پہلے ہی حکم بیان فرما گئے۔ اور یونہی امام اہل السنۃ والجماعت مجدد مائتہ حاضرہ کی بھی کرامت مکمل ہے کہ ایک دوسرے مسئلہ کے بیان میں صوت و صدا کی توضیحات اس طرح بنا گئے کہ مسئلہ پیکر بے غبار بنا گئے حالانکہ پیکر کا ان کے وقت میں ہندوستان میں رواج ہی نہ تھا بلکہ شاید آج بھی نہ تھا و کھر من نظیر لہذا المشائخنا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔



بعض حضرات فرماتے ہیں کہ امام کی آواز مقتدیوں کو پہنچ رہی ہو تو مبلغ کھڑے کرنے کی ضرورت نہیں، اس وقت مبلغ کھڑا کرنا مکروہ اور بدعت منکرہ ہے کما فی الشاخی لہذا لا وڈ پیکر بھی مکروہ و بدعت ہو گا کہ نزدیکی مقتدی دو آوازیں سنتے ہیں، تو اس کا جواب دو ہیں شامی میں ہی ہے و اما عند الاحتیاج الیہ فمستحب لیضے جب ضرورت ہو تو مستحب ہے۔ اور چونکہ پیکر بھی ضرورت کے وقت ہی نصب کیا جاتا ہے تو وہ بھی مستحب ہونا چاہئے۔ ہاں امام سے نزدیک مقتدی دوہری آواز سنتے ہیں مگر اس میں کوئی حرج نہیں کہ اس دوسری آواز کو وہ حضرات صدا مانتے ہیں اور صدا موجب کراہت نہیں کہ زمان قدیم سے مسلمان گنبد دار مساجد میں باوجودیکہ صدا پیدا ہوتی ہے بلا انکار نمازیں باجماعت ادا کرتے ہیں۔ اور صدا کوئی غیر آواز ہے بھی نہیں بلکہ حکما پہلی ہی ہے کما مر تو مضائقہ کیا؟ اور جب وعظ و خطبہ و تلاوت جہر بلا وڈ پیکر یا بغین حضرات کے نزدیک بھی بلا حرج جائز ہیں حالانکہ ان میں بھی قریبی حاضرین دوہری آواز سنتے ہیں، تو معلوم ہوا کہ دوسرا صدا ناجائز نہیں مانا اور یہ جب طرح نمازیں کوئی غیر آواز قابل احتراز ہے اسی طرح وعظ میں اور خطبہ و تلاوت کے وقت میں بھی قابل احتراز

ہی ہے۔ ایک صاحب کے وعظ و خطبہ و تلاوت جہرہ کے وقت اسی مجلس میں دوسرے صاحب کا خطاب خطبہ و تلاوت جہرہ جائز نہیں فالجواب ہو ال جواب۔ بلکہ مبلغ کھڑے کرنے کی صورت میں بھی امام کے نزدیک مقتدی و مستقل آوازیں سنا کرتے ہیں کہ مبلغ اگرچہ یہی صفوں میں کھڑا نہیں ہوتا مگر پھر بھی امام کی صدا آواز کے اندر ہی ہوتا ہے کہ امام سے سن کر ہی دور والوں کو تکیہ لیا کرنا ہے۔ اور آواز تو سب طرف برابر یکہ نسبت آگے زیادہ دور ہو جاتی ہے تو لامحالہ امام و مبلغ کے درمیانی مقتدی و دونوں کی آوازیں سنیں گے بلکہ بہت زیادہ نمازی ہوں اور کئی مبلغ کھڑے کہنے پڑیں تو مبلغین کی درمیانہ صفیں بھی دو دو آوازیں سنیں گی تو اگر سبکیا اس وجہ سے مکروہ و بدعت منکرہ ہے کہ امام کے نزدیک مقتدی و مستقل آوازیں سنتے ہیں تو مبلغ کھڑے کرنے کی صورت میں بھی دو آوازیں سنتے ہیں تو وہ بھی مکروہ و بدعت ہونا چاہئے۔ اور مبلغ زیادہ ہوں تو یہ کراہت و بدعت بھی زیادہ ہو جاتی مگر ایسا نہیں تو معلوم ہوا کہ صورت سبیکہ میں بھی کوئی حرج نہیں۔

اور بعض حضرات یہ فرمایا کرتے ہیں کہ احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو نماز میں استعمال نہ کیا جائے لہذا ناجائز ہے۔ اس کا جواب امام اہل السنۃ والجماعت کے پاک کلمات میں سنئے :-
فتاویٰ رضویہ شریف ص ۹۹ جلد ۲ میں فرماتے ہیں کہ "احتیاط اس میں نہیں کہ بے تحقیق بالغ و ثبوت کامل کسی شے کو حرام و مکروہ کہہ کر شریعت مطہرہ پر افتراء کیجئے بلکہ احتیاط اباحت ماننے میں ہے کہ وہی اصل قیقن و بے حاجت مبتین خود مبتین سیدی عبدالغنی بن سیدی اسماعیل قدس سرہا الجلیل فرماتے ہیں لیس الاحتیاط فی الافتراء علی اللہ تعالیٰ باثبات الحرمة والکراہة اللذین لا بد لہما من دلیل بل فی القول بالاباحتہ التی ہی الاصل وقد توقف النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مع انہ ہو المشرع فی تحريم الخمیر ام الخبائث حتی نزل علیہ النص القطعی اھ والشرہ ابن عابدین فی الامشیة مقررًا (ترجمہ) یہ احتیاط نہیں ہے کہ کسی چیز کو حرام یا مکروہ کہہ کر خدا تعالیٰ پر افتراء کر دے کہ حرمت و کراہت کے لئے دلیل درکار ہے بلکہ احتیاط



اس میں ہے کہ اباحت مانی جائے کہ اصل وہی ہے حالانکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے باوجودیکہ وہی مشروع ہیں شراب کے حرام فرمائے ہیں، جوام الخبائث ہے، توقف فرمایا حتیٰ کہ آپ پر نص قطعی اتزی احاد و نقل کیا اسے شامی علیہ الرحمۃ نے کتاب الاثر بہ ملحدہ جلد ۵ میں مقرر فرمائے ہوئے۔

بلکہ اقامۃ التعمیم میں خاص مسکنہ نماز سے استدلال فرماتے ہیں نصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ مولانا علی قاری رسالہ اقتدار بالخالف میں فرماتے ہیں، من المعلوم ان ازصل فی کل مسئلۃ هو الصحتہ واما القول بالفساد والکراہۃ فیحتاج الی حجتہ من الکتب او السنۃ او اجماع الامۃ۔ ترجمہ یقینی بات ہے کہ اصل ہر مسئلہ میں صحت ہے اور فساد یا کراہت ماننا محتاج اس کا ہے کہ قرآن یا حدیث یا اجماع امت سے اس پر دلیل قائم کی جائے اور

اور وہ جو بعض حضرات فرماتے ہیں کہ پیکی کبھی دوران نماز میں بند ہو جائے تو امام سے دو مقتدیوں کی نمازیں برباد ہو جائیں گی، تو اس کا جواب بھی واضح کہ نمازیں کیوں برباد ہوں گی راہل فہم قریبی مقتدی امام سے سن کر دور والوں کو تکلیف سنا دیں گے اور شروع سے پہلے امام بھی یہ ہدایت دے سکتا ہے اور اگر کہیں امام و مقتدی سب کی ناداقی سے (جو نہایت ہی نادر ہے) یہ اتفاق بن بھی جائے تو اس کا یقیناً نہیں کہ مطلقاً ناجائز ہو جائے۔ جزوی خرابی سے ممانعت بکلیہ ثابت نہیں ہو سکتی ورنہ مبلغین میں بھی بکثرت ایسے پائے جاتے ہیں کہ جن کی خرابیاں اور غلط کاریاں فساد و بطلان نماز کا باعث بنتی رہتی ہیں فتح القدیر و رسائل شامی سے اس کی قدرے تفصیل مکر الصوت میں گزر چکی۔ یہاں امام اہل السنۃ والجماعت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصریحات جلید میں کہ باعث برکت نہیں۔

فتاویٰ رضویہ جلد ۲۹، جلد ۲، احکام شریعت جلد ۱۳، جلد ۲، میں ہے، مؤخر نماز میں امام کی تکبیر پہنچانے کو جس وضع سے تکبیر کہتے ہیں اسے کون عالم جائز کہہ سکتا ہے مگر سلطنت کے وظیفہ داروں پر علماء کا کیا اختیار؟ علمائے کرام نے تو اس پر یہ حکم فرمایا کہ تکبیر و رکنا اس طرح تو ان کی نمازوں کی بھی خیر نہیں، دیکھو فتح القدیر جلد ۲، ۲۶، ۲۷، در المختار و رد المحتار جلد ۱، مؤخر مفتی مدنی منورہ علامہ سید اسماعیل حسینی مدنی تلمیذ علامہ صاحب جمع الانور رحمہما اللہ تعالیٰ نے تکبیر میں اپنے یہاں کے مکبروں کی تحت بے اعتدالیاں تحریر فرمائی ہیں دیکھو فتاویٰ اسمعیلیہ جلد ۵۔ آخر میں فرمایا اما حرکات المسکبین و صنعہم فانا ابرأ



الی اللہ تعالیٰ منہ۔ یعنی ان مکروں کی جو حرکتیں جو کام ہیں ان سے اللہ تعالیٰ کی طرف ہرارت کرتا ہوں اور اوپر اس سے بڑھ کر لفظ لکھا پھر کسی عقل کے نزدیک ان کا فعل کیا حجت ہو سکتا ہے، نہ وہ علماء ہیں نہ علماء کے زیرِ حکم؛ انتہی، مگر یہ بعض مبلغین کی ناجائز حرکتیں مطلقاً مبلغ کھڑا کرنا ناجائز نہیں بنا سکتیں، تو لا محالہ استعمال سپیکر بھی مطلقاً ناجائز نہیں بنے گا۔

بعض احباب یہ اعتراض بھی کر دیتے ہیں کہ سپیکر سمندر پار کفار کا تیار کردہ ہے اور اسے کفار اپنے معابد و مجالس کفر میں استعمال کیا کرتے ہیں لہذا یہ جائز استعمال نہیں؟

یہ اعتراض بھی نہایت ہی حیرت افزا ہے۔ سب کچھ اسی خالقِ کل شئی کا پیدا کیا ہوا ہے جس نے یخلق ما لا تعلمون فرماتے ہوئے نئی نئی ایجادات کے مفید و مباح ہونے کی ہر ایت کر دی جب تک کوئی خاص شرعی دلیل کسی خاص نو ایجاد چیز کو ناجائز نہ بناتے اس وقت تک ناجائز کہنا جائز نہیں، صد آیات و احادیث سے یہ قاعدہ ثابت کہ اشیاء میں صلہ اباحت ہے۔ احباب! اتنا بھی خیال نہیں فرماتے کہ کتبہ مقدسہ کی وہ عزات جو حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک وقت میں قائم تھیں جس کے طواف اولین حج میں کئے گئے وہ کس کی یاد کردہ تھی؟ بلکہ جب فسح مکہ سے قبل اس میں تین سو ساٹھ بت نصب تھیں کفار نے بت خانہ بنا رکھا تھا تو اس وقت عمرہ القضاء میں وہیں طواف ہوئے اور یونہی نمازیں بھی اسی کی طرف ادا ہوتی رہیں اور غنیمت کے پٹے وغیرہ تو اب تھے اسلام سے استعمال ہو رہے ہیں۔

اسلام ایسی تنگ نظری اور چھوٹ چھات کا قائل نہیں۔ امام اہل السنۃ والجماعت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے فتاویٰ مبارکہ ضویہ کے مسئلہ سے جلد ۲ تک اس مسئلہ کی بڑی وضاحت فرمائی (و نصح) کسی شئی کا محل اقتباس سے دور یا کسی قوم کا بے احتیاط و شعور اور پروا کے نجاست و حرمت مجرور ہونا اسے مستزہم نہیں کہ وہ شے یا اس قوم کی استعمالی خواہ نہائی ہوئی چیزیں مطلقاً ناپاک یا حرام و منوع قرار پائیں اور اگر بالفرض منوع ہی ہوتا تو اذان و تلاوت و وعظ میں بھی منوع ہی ہوتا حالانکہ سب بالاتفاق استعمال کر رہے ہیں تو معلوم ہوا کہ بلاشبہ جائز ہے اور یہی تقاضا ہے ان تحقیقات امام اہل السنۃ والجماعت مجدد زمانہ معاصرہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جو صوت و صدا وغیرہ کے متعلق ہیں حصار تفصیل البعض فی مکبر الصوت والضمیمۃ۔

حضرت علماء عظام و فقہائے کرام کے حضور پر نور و معروض کہ مسئلہ زیر بحث کے متعلق اپنی آراء عالیہ سے



دلائل شرعیہ کی روشنی میں مطلع فرمائیں۔ بفضلہ و کرمہ تعالیٰ مجھے قبولِ حق سے قطعاً ہار نہیں، اور اعتزازِ خطا بھی دشوار نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ واصحابہ و بالہاتہ وسلم۔

مترجمہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ صاحبی غفرلہ

اردنی الحجۃ المبارکہ ۱۴۰۸ھ ۳

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندریں مسئلہ کہ اگر امام امانت سے پہلے لاؤڈ سپیکر نصب کرادے کہ تکبیر تحریر و اختلافت سے وہ مقتدی جو درود ہوں مطلع ہوتے رہیں، تو کیا شرعاً ان مقتدیوں کی نماز جو لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ مطلع ہو کر افعالِ نماز میں متابعتِ امام کرتے رہیں؟ بعض علمائے کرام فسادِ نماز کا حکم لگاتے ہیں کہ لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ جو آواز سنائی دیتی ہے، نئی آواز ہے اور صدا ہے اور امام کی آواز نہیں تو یہ من لم یدخل فی الصلوة کی اقتضا یعنی جو مضربِ نماز ہے اور ایسے ہی یہ تعلق من المارح بنتا ہے یعنی جو نماز میں شریک نہیں اس سے افعالِ نماز کی ادائیگی میں استغناء ہے اور یہ بھی مضربِ نماز ہے، صدا سے حیدر تلاوت کی آیت سنی جیسے تو سامع پر سجدہ لازم نہیں ہوتا تو معلوم ہوا کہ ان مقتدیوں کی نماز قاسد ہیں۔ اور اگر امام ہی کی آواز ہو تو پھر بھی چونکہ اس میں جو مضرب پایا جاتا ہے جو مضربِ نماز ہے، لہذا نمازیں نہ ہوئیں اور لاؤڈ سپیکر کا استعمال نماز میں حرام ہے جو کہ اس پر تو یہ فرض ہے، تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ لاؤڈ سپیکر پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ کیا قرآنِ کریم سے باوجود دعوائے تشدید نا اکلِ شئی اس کا کوئی حل نہیں ملتا؟ احادیثِ ثریفہ سے کوئی ہدایت نہیں ملتی؟ پھر اجماعِ امت اور اجتہادِ مجتہدین سے بھی واضح ثبوت نہیں ملتا؟ مبینوا مناجوہین من رب العالمین۔

سائل :

ایک عالم دین متین



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الْجَوَابُ
الَّذِي جَعَلَ فِي الْوُجُوهِ الصَّعْبَاتِ

قرآن کریم کا تبیین الکل شیی ہونا اور احادیث شریفہ کا علوم اولین و آخرین پر اختصار ہونا ایک دشمن و گنجائش رب یقیناً صحیح و ثابت ہے۔ انقصائے زمانہ تک پہنچنے والے تمام امور و واقعات کے متعلق شرعی احکام بھی موجود اور قواعد کلیہ اور ضوابط علیہ بھی مشہور ہیں چنانچہ آیات متوازہ و متکاثرہ اور احادیث متظاہرہ و متوافرہ سے یہ کلیہ نہایت ہی محقق طور پر ثابت و برہن کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے یعنی جب تک دلائل شرعیہ سے کسی شے کی حرمت و ممانعت ثابت نہ ہو، ممانعت و جائز الاستعمال دہتی ہے، اس پر کوئی گرفت نہیں ہوتی کہ عفو عام کے تحت ہے۔ قرآن کریم نے صاف صاف تصریح فرمادی عَفَى اللَّهُ عَنْكَ اِذَا كُنْتَ اِلَىٰ اَعْدَائِكَ رَاحِمًا احادیث طیبہ نے توضیح و تشریح فرماتے ہوئے صاف صاف کلام کا وسیع شواہد دکھا دیا مفسرین کرام و مفسرین عظام و اراکین ملت و معتدین مذہب نے اس قاعدہ کثیرۃ الفائدہ کو استدلال و استعمال سے شش نصف النہار کی طرح نہایت ہی نمایاں و واضح بنا دیا، تو روز روشن کی مانند معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں جواز استعمال و توسیع ثابت ہے اور منافی جواز نماز نہیں کہ استعمال و استفادہ مذکور کی حرمت و ممانعت کسی آیت یا حدیث یا اجماع امت و قیاس مجتہد سے قطعاً ثابت نہیں۔ حضرات علماء کرام باوجود سعی یمین و تقشیر کمال کے کوئی وجہ حرمت و ممانعت حسب قواعد مقررہ شرعیہ نکال نہ سکے، البتہ بعض حضرات بنا بر وجہ مذکورہ سوال احتیاطاً پرہیز فرماتے رہے بلکہ بعض نے صریحاً نظراً احرام کا اطلاق فرمادیا اور لزوم احادہ نماز و فرضیت توبہ کا فتوے دے دیا حالانکہ خدا تعالیٰ ان وجہ سے کوئی ایک وجہ بھی ایسی نہیں جس میں اثبات حرمت شرعیہ کی ذرہ بھر تاب و توان ہو کہ صاف صاف صریحاً بحسن توفیقہ تعالیٰ۔

پھر قرآن کریم اور احادیث شریفہ سے بڑھتی یہ قاعدہ ثابت کہ فاعل مختار کا وہ کام جو کسی اذنیہ غیر مختار کی وساطت سے انجام پائے، فاعل مختار کا ہی کام شمار ہوتا ہے نہ یہ کہ ایسا واسطہ وساطت سے بڑھتے ہوئے

فاعل بن جائے اور فاعل معطل رہ جائے، کتابت بواسطہ قلم انجام پاتی ہے مگر کاتب وہی ہوتا ہے جو قلم چلاتا ہے قرآن کریم نے فرمایا یکتبون الکتاب باید یہم (پڑھو)۔ جنگ میں دشمنوں کا زخمی کرنا اور مارنا اور اس طرح ہوتا ہے مگر قرآن کریم متعلقین کا فعل قرار دیتے ہوئے قرآن ہے قاتلوہم یمدبہم اللہ باید یکم (پڑھو)۔ اے کٹر کاشا رتوت مجاہدین کے ماتحت افراد میں فرمایا واعدوا لہم ما استطعتم من قوۃ (پڑھو)۔ اے کہ جن ظالموں نے ہٹ دھرمی سے واسطہ کی فاعلیت کا اعتبار کرتے ہوئے اپنی برات کا دم بھرا، بندر بنا دیئے گئے۔ ولقد علمتم الذین اعتدواکم فی السب فقلنا لہم کونوا قردة خاسئین (پڑھو)۔ حدیث شریف نے صاحب الجہن وغیرہ کی بھی سزا میں بیان فرمائی الخ غیر ذلک من الآیات والاحادیث۔ اور عرف عام کا بھی تقاضا ہے۔ تیر و تنوار وغیرہ اوزار کو مسلمان تو مسلمان کوئی کافر سے کافر ج، بلکہ بالکل ہی اہل اُحد بھی قاتل قرار نہیں دے سکتا حالانکہ شرعاً بھی موت کا اعتبار ہے، حکم آیا و امر بالعرف (پڑھو)۔ تو اس مضابطہ مضبوط کی رو سے بھی وہی جواز نہایت ہی نمایاں طور پر ثابت ہو گیا کہ لاؤ سپیکر بھی اذنیہ مختار ہے، تو حسب القاعدہ اس کے ذریعہ جو آواز امام سنائے گا وہ امام ہی کی آواز ہوگی اور امام ہی منکلم و فاعل ہوگا نہ یہ کہ امام کو معطل کر دیتے ہوئے لاؤ سپیکر فاعل و منکلم بن جائے اور مقتدی جو دور ہیں وہ لاؤ سپیکر کے مقتدی اور تابع قرار پائیں اور چونکہ لاؤ سپیکر قصیدہ کو رنماز نہیں کرتا تو من لم یدخل فی الصلوۃ بنا اور من لم یدخل فی الصلوۃ کی اقتدار مفسد نماز ہے تو ان مقتدیوں کی نماز نہ ہوئی بلکہ بفضہ و کرمہ تعالیٰ قرآن کریم سے بالخصوص واسطہ غیر مختار سے آواز پہنچانے کی صورت میں آواز پہنچانے والے مختار کا ہی فاعل و داعی ہونا اذ تعلیل امر کرنے والوں کا اسی داعی کا قبیح ہونا صراحتاً ثابت و واضح ہے۔ حضرت اسرائیل باؤ نہ تعالیٰ کرنا کے دئیے جائیں گے، تمام مردے زندہ ہو کر ان کی طرف دوڑیں گے۔ مولانا تبارک و تعالیٰ نے فرمایا و استقم یوم یناد السناد (پڑھو)۔ یوم یدع الداع الی شیئ منکر (الی) مہطعین الی الداع (پڑھو)۔ نیز فرمایا یوم یطیبت الداعی لا یجوز لہ (پڑھو)۔

رکسی بھی مفسر نے ان آیات میں 'الداعی' یا 'النادی' کی تفسیر صریح سے نہیں فرمائی بلکہ اکثر نے اسرائیل اور بعض نے عزرائیل وغیرہ ملائکہ سے تعبیر فرمائی تو اس سلسلہ زیر بحث کی وضاحت اور بھی زیادہ ہو گئی کہ اسرائیل



کرنا، کوئٹہ میں لے کر لپکاویں گئے تو ان کی آواز صرف کرنا، کے ذریعے ہی سنائی جائے گی اور اس کے باوجود کرنا، کی اتباع نہیں بلکہ اسرائیل کی اتباع فرمایا تو لاؤڈ سپیکر جو تمام آواز کا اعلاط نہیں کرتا، کس طرح مقبول بن گیا؟ تو یہ ایم باہ و مہریم روز کی طرح واضح و ہودیا ہو گیا کہ لاؤڈ سپیکر امام کی اتباع و اقتداء کا ذریعہ معنفہ ہے جس کی حرمت کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں اور انما جعل الامام لیؤتم بکام مقصد مقدس پورا کرنا ایک سبب اور وارکھواہم الراکعین کی معیت مقصودہ کے ذریعہ امتصال سے ہے تو کم از کم مباح بلکہ مستحسن ضرور ہوگا۔ اور مبلغ و مکبر کا مقصد حسن ہونا مانع نہیں کہ تعدد و اسباب قطعاً جائز ہے اور علمائے کرام لا من احدث فی الاسباب فرمایا کرتے ہیں، ورنہ بوجہ تعدد مثلاً بین تبلیغ مبلغ بھی جائز نہ ہوگی و لا یقول بلہ عاقل۔ اور جب اتباع و اقتداء امام ہے تو نمازیں جائز ہو گئیں۔ رہا ان حضرات کا فرمانا کہ نئی آواز ہے اور صدا ہے اور امام کی آواز نہیں تو یہ من لہم یدخل فی الصلوٰۃ کی اقتداء بنی جو مقصد نماز ہے، تو نہایت ہی ادب سے معروض کہ "امام کی آواز نہیں" سے کیا مراد ہے؟ اگر یہ مراد ہے کہ وہ ایک آواز متشخص جو تحریک زبان سے پیدا ہوئی بعینہ لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ کانوں میں نہیں آتی تو اس میں لاؤڈ سپیکر بچاؤ سے کی کیا تخصیص؟ بلکہ جو آواز بھی مقتدیوں کے کانوں میں جاتی ہے اگرچہ لاؤڈ سپیکر کا واسطہ نہ ہو تو وہ وہی پہلی متشخص و متوحد آواز امام بعینہ نہیں ہوتی کہ متوحد متشخص بعینہ کا ایک ہی وقت میں صد ہا کانوں اور مکانات میں پہنچ جانا ممکن ہی نہیں بلکہ اس پہلی آواز سے ہواؤں کے تموجات کے ذریعہ بکثرت نئی آوازیں پیدا ہو کر پہنچتی ہیں مثلاً امام، سو مقتدیوں کی امامت کرتے ہوئے اللہ اکبر کرتا ہے اور تمام مقتدی مع امام دونوں دونوں کانوں سے بیک وقت سن لیتے ہیں تو یہ نہیں کہ وہ ایک بجلی ایک ہی رہتے ہوئے بیک وقت و نزو کانوں میں داخل ہو گئی بلکہ اس وحدت تکمیر سے یہ کثرت پیدا ہوئی کہ سب کانوں میں جلوہ گر ہو گئی و ذالبدیہی احبلی قد بین فی مظاہرہ من شئرح المواقف وغیرہ۔ تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ نماز باجماعت کی صورت میں مطلقاً کسی مقتدی کی نماز نہیں ہوتی کہ نئی آواز کی اقتداء مقصد نماز ہے بلکہ حسب القاعدہ سب امام ہی کی آوازیں ہیں جو وساطت اکہ غیر مختار تہویج اچوہ سے ظاہر ہوئیں اور ایسے ہی لاؤڈ سپیکر بھی واسطہ غیر مختار ہے تو اس سے سنی گئی آواز بھی امام کی آواز ہوگی جو مقصد نماز نہیں،



الاستفتاء

اللہ رب العالمین جل و علا لے نمازیں قرآن کریم بلند آواز سے پڑھنا کہ بیرون مسجد بھی سنا جائے ممنوع فرمایا ہے ولا تجهر بصلواتك ولا تخافت بها وابتغ بین ذلک سبیلاً . حالانکہ لاؤڈ سپیکر سے آواز بلند ہو جاتی ہے اور بیرون مسجد باقاعدہ سنی جاتی ہے تو استعمال لاؤڈ سپیکر حرام یا مکروہ تحریمیہ ہوا ؟



قرآن کریم کا یوں بلند آواز سے پڑھنا جب کہ پڑھنے والے کو مشقت لاحق نہ ہو بلاشبک و شیعہ و ریب یقیناً جائز ہے یا آیت کریمہ اسے حرام و مکروہ قطعاً قرار نہیں دیتی . اس کا مشہور و مضبوط نشان نزول جو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ائمہ کثیرہ نے روایت فرمایا ہے کہ جب حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں بوجہ شرارت کفار و مشرکین کو ذلت نشین تھے اور نماز باجماعت میں بلند آواز سے قرآن کریم پڑھتے تو مشرکین سن کر گالیاں دیتے تو یہ آیت نازل ہوئی کہ ایسا بلند نہ پڑھو کہ مشرکین سن کر گالیاں دیں اور وہی ایسا آہستہ کہ صحابہ نہ سن سکیں بلکہ درمیانہ راستہ اختیار کرو . تفسیر مثنوی جلد ۲۴ ، ابن کثیر ۶۹ جلد ۳ ، کبیر ۳۵۵ جلد ۵ ، طبری ۱۲۳ جلد ۱ ، ص ۱۲ ، خازن ۱۵۲ جلد ۲ ، بخاری ۶۸۶ جلد ۲ ، مسلم ۱۸۳ جلد ۱ ، معالم ۱۵۲ جلد ۲ ، سنن ترمذی ۱۵۲ جلد ۲ ، سنن نسائی ۱۵۲ جلد ۱ ، وغیرہ میں بالفاظ مختلفا یہ ہے والنظم من الدر اخرج سعید ابن منصور و احمد و البخاری و مسلم و النسائی و ابن جریر و ابن ابی حاتم و ابن حبان و ابن مردويه و الطبرانی و البیهقی فی سننہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما



فی قوله تعالى ولا تجهر بصلاتك الاية قال شذلت و مرهون
الله صلى الله تعالى علي وسلم بمكة متواپن كان اذا صلى
باصحاب رفع صوته بالقرآن فاذا سمع ذلك المشركون
سبوا القرآن ومن انزل و من حباب فقال الله لنبيه
صلى الله تعالى علي وسلم ولا تجهر بصلاتك اي بقرأتك
فيسمع المشركون فيسبوا القرآن ولا تخافت به عن
اصحابك فلا تسمعهم القرآن حتى يأخذوه عنك
وابتغ بين ذلك سبيلا يقول بين الجهر والمخافتة .

اور اسی طرح بلا ذکر ابن عباس، بیاضی ص ۴۷ جلد ۱، ابوالسعود ص ۶۷ جلد ۲، بلالین، مدارک ص ۲۵۶
جلد ۲ وغیرہ میں ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم تاملند پڑھتے تھے کہ مشرکین سن کر شور
مچاتے تھے۔ اور اس آیت میں یہ حکم دیا گیا کہ اس طرح پڑھیں کہ مشرکین مانسین اور صحابہ کرام نہیں۔ اب اس کی دو
صور میں چسکتی ہیں ایک یہ کہ درمیانہ آواز سے پڑھا جائے کہ آواز دور نہ جائے، دوسری یہ کہ غلبت مشرکین کے وقت
(مغرب و عشاء و فجر میں) بلند پڑھا جائے اور دوسرے وقتوں (ظہر و عصر میں) آہستہ پڑھا جائے کہ یہ صورت بھی
ان کے شر سے بچاؤ کی ہے اور صحابہ کرام بھی سن سکیں گے اور بین ذلک ای بین جهر الکل
ومخافتة الکل بھی ہے۔

ان دونوں صورتوں کا فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں نفس جہر کامل اور مخافتتہ کامل سے نہی وارد ہے
اور دوسری صورت میں نفس جہر کامل اور مخافتتہ کامل سے نہیں بلکہ دونوں کے ایتساع فی جمیع الصلوات
سے نہی ہے یعنی دن کی نمازوں میں مطلقاً جہر نہ ہو اور رات کی نمازوں میں مخافتتہ نہ ہو، اور ان دونوں
صورتوں کی تائیدیں خود حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہیں۔ پہلی صورت کی تائید اس سے
ہوتی ہے کہ آپ نے فرمایا و ابتغ بین ذلک سبیلاً يقول تعالى اطلب



بین الاعلان والجهه و بین التغافت و الخفض طریقاً لا
جهراً شدیداً و لا خفضاً حتی لا تسمع اذ نیک۔ (در پشور و طبری)

اگر مفسرین کی روش میں بھی صورت نمایاں ہے کہ دوسری صورت کو الگ قول کی شکل میں لکھتے ہیں ۔
کافی الكبير ۴۴ جلدہ و الدر المنثور و المداہک و التفسیر الاحمدیہ
و ابی السعود و النیشاپوری و احکام القرآن و غیرہا حتی کہ طبری تو بالکل
متبائن سمجھے، فرماتے ہیں لاجماع الحجة من اهل التاویل علی خلاف
اور اس پہلی صورت کے لحاظ سے اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ زیادہ بلند نہ پڑھا جائے مگر اس
صورت میں یہ تصریح بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہی ملتی ہے کہ ہجرت کے وقت یہ منسوخ
ہو گیا چنانچہ در ، طبری ، ابن کثیر یہ کلمات متقاربتہ ناقل و النظم للطبری فلما هاجد
رسول الله صلى الله عليه وسلم الى المدينة سقط هذا كله

يفعل الآن ای ذلك شاعر ، صادی ۴ جلد ۲ میں ہے فہو منسوخ جس سے روز
روشن کی طرح ثابت ہو رہا ہے کہ ہر شہید پر منہی عند منسوخ ہو گیا ، تو اب ہاؤ ہے اور کیا جاسکتا ہے
اور یوں بھی اس صورت میں نسخ ناما ضروری ہے کیوں کہ مزین مفہوم مکمل قاعدہ مسلمہ العبرة بعموم
الالفاظ یہ ہے کہ سب نمازوں میں نہ بلند پڑھا جائے نہ آہستہ ، بلکہ درمیانہ کہ باہر والے نہ سن سکیں اور نمازی
سن لیں حالانکہ ظہر و عصر میں آہستہ پڑھا جاتا ہے ۔ اگر لا تجہس کی بنا پر مغرب و عشاء و فجر میں زیادہ بلند
پڑھنا ممنوع ہے تو ظہر و عصر میں یوں آہستہ پڑھنا کہ مقتدی نہ سن سکیں ، بھی ممنوع ہونا چاہیے و لا یقول بہ احد
فتبت النسخ فی هذه الصورة ۔ نیز کتب معتدہ ائمہ مذہبیہ وجوب الجہر فی الصلوات
الجمہریۃ و وجوب المخافتۃ فی غیرہا کی تصریحات جلیلیہ سے گونج رہی ہیں تو اگر ”الجمہر“
اور ”لا تخافت“ کا یہی معنی ہے جو سائل نے بیان کیا اور پھر منسوخ بھی نہیں ہوا تو لازم کہ یہ سب تصریحات معاذ اللہ
مزین نص کے خلاف ہوں و لا یجوزہ عاقل فضلاء عن فاضل ۔ اور یونہی بہت سے



محدثین کہ اس نے بھی جہر دفعت سے کہلرت تعبیر فرمایا ہے تو اس دشمن کی طرح واضح ہوا کہ اگر آیت کا یہ مطلب ہے تو موشوخ ہے فبطل استدلال السائل بالمسوخ۔

اور دوسری صورت کی تائید اس سے ہوئی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا

و لا تجهر بصلواتك ولا تجعل كلما جهرًا ولا تخافت بها قال
لا تجعلها كلها سراً . و لمؤثر مشہور جلد ۱۰۱ و عند الاضافہ یہی راجح ہے بلکہ ہے ہی یہی کیونکہ
ہمارے فقہائے کرام و مشائخ عظام نے صلات صاف تصریح فرمادی کہ اسی شان نزول سے یہ حکم اس آیت پاک میں
آیا۔ مبسوط جلد ۱، کفایہ علی البدایہ ص ۲۸۶، ۲۸۳ جلد ۱، بحر الرائق عن النکا فی لمصاحب اکثر مشہور جلد ۱،
طحاوی علی المراقب ص ۱۵ میں ہے والنظم للسرخی وقد كان النبي صلى الله
عليه وسلم في الابتداء يجهر بالقرآن في الصلوات كلها
كان المشركون يؤذونه ويسبون من انزل ومن انزل اليه
فانزل الله تعالى ولا تجهر بصلواتك ولا تخافت بها وابتغ
بين ذلك سبيلاً فكان يخافت بعد ذلك في صلوة الظهر والعصر
كانوا مستعدين للاذى في هذين الوقتين فيجهر في صلوة المغرب لانهم كانوا
مشغولين بالاكل وفي صلوة العشاء والفجر لانهم كانوا نياماً۔
کفایہ و بحر الرائق و طحاوی میں ذکر شان نزول کے بعد تفسیر یہ کلمات یہ ہیں ای لا تجهر بصلواتك كلها
ولا تخافت بها كلها وابتغ بین ذلك سبيلاً بان تجهر بصلوات
الليل و تخافت بصلوات النهار فكان يخافت بعد ذلك
في صلوة الظهر والعصر الخ اور یونہی فتح القدیر ص ۲۸۶ جلد ۱، اور بدائع ص ۱۹۱ جلد ۱، عن
علی البدایہ ص ۲۸۶ جلد ۱، والتمناز تقریباً، ثانی تقریباً ص ۳۹۸، ۳۹۹ جلد ۱ میں ہے والنظم من الفتح
انه صلى الله تعالى عليه وسلم كان يجهر في الصلوات كلها
فشرع الكفار الخ بالفاظ متعارفة تفسیر ابھدیر میں ہے فالأية في تعيين الصلوات
الجمهية وغير الجمهية۔ اور اس صورت میں جہر یہ نمازوں میں مطلقاً جہر کی اجازت ہو رہی



ہے جو اپنے علوم اور شانِ نزول کے لحاظ سے ہر کمال کو بھی ضرور شامل ہے تو استدلالِ مائلِ مبادۂ نمونہ بن گیا، بلکہ اس کے برعکس جوازِ آفتابِ تاباں کی طرح نمایاں ہو گیا اور یہی احادیثِ مرثوئہ اور عاداتِ صحابہ کرام اور انصوصِ نقباءِ عظام سے بھی واضح طور پر ثابت ہے۔

سننِ ترمذی ص ۶۹ جلد ۱، ص ۱۲۱ جلد ۲، شمائلِ ترمذی ص ۲۴، نسائی ص ۱۵۵ جلد ۱، ابن ماجہ ص ۹۰ میں حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قرأتِ یسیر کے متعلق حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ کلماتِ متعارفہ ہے و بیا جہر و ربما اسر۔ سننِ ابن ماجہ ص ۹۰، شمائلِ ترمذی ص ۲۴ میں حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے کنت اسمع قراءة النبي صلى الله عليه وسلم بالليل وانا على عريشي۔ قال القاهي في شرح المائل ص ۱۲۱ جلد ۲، و في رواية النسائي وابن ماجه و ابى داود (الى ان قالت) وانا نائمة على فراشي وايضا في الشرح عن المواهب عن ابن ماجه قالت كنا نسمع قراءة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في جوف الليل عند الكعبة وانا على عريشي۔ سنن ابوداؤد ص ۱۵۸، شمائلِ ترمذی ص ۲۴ میں حضرت ابن عباس سے ہے كانت قراءة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم على قدر ما يسمعه من في العجيرة وهو في البيت۔ بخاری ص ۱۵۸ جلد ۱، مؤطا امام مالک مع الشرح ص ۱۳۱ جلد ۱، مؤطا امام محمد ص ۱۵۸ حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے کہ میں خلیل ہوئی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو فرمایا والنظر من الاخر طرفي من وراء الناس وانت راكبة قالت فطفت ورسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يصلي الى جانب البيت ويقرأ بالطور وكتاب مسطور۔ فتح الباری ص ۲۴ جلد ۲ میں ہے ان قولها طفت وراء الناس يستلزم الجهر بالقراءة لانه



لا يمكن سماعها من وراءهم الا ان كانت جهرية
بخاری ۱۵۰۱ جلد ۱، مشرق ۳۲۲ وغیرہ کتب کثیرہ حدیث میں حضرت جبریل علیہ السلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ جب
اسامی بدر کی طلب میں آئے تو سرکارِ عرض قرار سے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نمازِ مغرب میں سورۃ طہ پڑھتے سنا بہما
بخاری کے لفظ ہیں وکان حباء فی اسماء بدر قال سمعت النبی صلی
اللہ علیہ وسلم یقرأ فی المغرب بالطور۔ ظاہر ہے کہ قیامی مسجد اقدس
سے باہر ہوں گے اور وہ قیدیوں کے پاس ہی ہوں گے، تو بیرون مسجد سنا۔ اور صحیح بخاری ۳۳۵۴ جلد ۱ میں بلالی
کی روایت سے ہے وقد خرج صوت من المسجد۔ احکام القرآن ۲/۲۶۱
جلد ۲ میں ہے وروی الزهري عن عروة عن عائشة قالت سمع
النبي صلى الله تعالى عليه وسلم صوت ابي موسى فقال لقد
اوتي ابو موسى من مزامير ال دأد فلهذا يدل على ان رفع
الصوت لم ينكره النبي صلى الله تعالى عليه وسلم۔

حضرت امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوب بلند پڑھا کرتے تھے حتیٰ کہ بیرون مسجد بلاط "سبک سنا جاتا
تھا۔ موطا امام مالک مع الشرح جلد ۱، موطا امام محمد ص ۱۵۵، سنن بیہقی ۱۹۵ جلد ۲ میں ہے ان عمر
ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کان یجهر بالقراءة فی الصلاة و
ان قرأته كانت تسمع عند دار ابي جهم بالبلاط (ترجمہ) بے شک حضرت
عمر رضی اللہ عنہ نماز میں قرأت بلند پڑھا کرتے تھے اور آپ کی قرأت بلاط میں ابو جهم کی حویلی کے پاس نہی جاتی تھی
بیہقی علیہ الرحمۃ نے فرمایا لم یکن فی الوقت الذی جهر فیہ عمر هذا
الجهر ما کان فی وقت نزول الآية من خوف المشركين ان یالوا
منہ۔ اس سے صاف ظاہر ہوا کہ بیہقی علیہ الرحمۃ کی نظر میں بھی وہی صورت اولیٰ ہے اور قائل ہے میں عمرؓ نہ مذہب



حضرت امام محمد علیہ الرحمۃ نے مؤطا میں حدیث مذکور کے نتیجے میں فرمایا الجہد بالقرۃ فی الصلوة فیما یجہد فیہ بالقداء حسن ما لہ یجہد الرجل بنفسہ۔ اس نص امام سے صاف ثابت ہو گیا کہ کمال جہد میں کوئی حرج نہیں بلکہ بہتر ہے جبکہ اپنے آپ کو مشقت میں نہ ڈالے۔ اور لاؤڈ سپیکر کی صورت میں مشقت قطعاً نہیں ہوتی تو جواز ثابت ہو گیا۔ اور اسی طرح کتب معتدہ فقہیہ میں بھی ہے۔

فتح القیر ۲۸۳ جلد ۱، تبیین الحقائق ۱۲ جلد ۱، ہندیہ ۳ جلد ۱ میں ہے ولا یجہد نفسه فی الجہد اقول ومفہوم مقارب ما مر عن محرم المذہب۔ شامی علیہ الرحمۃ ۴۹ جلد ۱ میں ناقل کہ وفی الزاہدی عن ابی جعفر لوزاد علی الحاجۃ فهو افضل الا اذا اجہد نفسه او اذى غیرہ قہستانی، مجمع الانهر ۱۲ جلد ۱ میں ہے الاولی ان لا یجہد نفسه بالجہد۔ پھر صلوات جبر میں منفرد کے لئے فرمایا کہ کہ جبر کرے تو زیادہ نہ کرے۔ درالمختار تصریحاً، ردالمحتار تقریباً ۴۹ جلد ۱، کفایہ علی البدایہ ۲۸۳ جلد ۱، مراقی الفلاح ۱۵۱ میں مکتفی بادناہ۔ عنایہ علی البدایہ ۲۸۳ میں ہے لا یجہد ہنا حل الجہد حالاً کہ مفہوم نفی صحت کتب روایات میں یقیناً متبرہ ہے کما فی الدر والشامی فی شرحہ والسثلثین والفتح وغیرہ تو ثابت ہوا کہ امام زیادہ جبر کرے۔ چنانچہ تبیین الحقائق ۱۲ جلد ۱، ہندیہ ۳ جلد ۱ میں ہے لا یسأل فی الجہد کا لامام۔

بہر حال اس وٹمس کی طرح واضح و ہدیا ہوا کہ امام کا یوں بلند پڑھنا کہ مشقت میں نہ پڑے اور بیرون مسجد سنا جائے، جائزہ روا ہے۔ جو ناجائز بتائے اس پر لازم کہ ان مضبوط دلائل کے مقابل دلائل دیکھا صرف کسی ایک یا دو متاخرین کا "قد اساء" کہہ دینا یا اپنے طور پر جو معنی نظر آیا اس کی بنا پر ناجائز کہ دینا کافی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب
والواصحاب وبارك وسلم۔

عزہ الغیر الباقی محمد زور الشامی غفرلہ (۱۰) ردی القعدۃ المبارکۃ ۱۳۴۷ھ



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ لاؤڈ سپیکر میں عجمت کرنا منع ہے یا کہ جائز ہے؟ مفصل جواب بحوالہ کتب برائے مہربانی دیا جائے، عین نوازش ہوگی۔ بینوا
توجہ روا۔

السلامی، فقیر محمد انور، مدرسہ اسلامیہ بریٹن کورٹ راولپنڈی ضلع لاہور



امام کے پاس لاؤڈ سپیکر کا رکھا جانا کہ اس کے ذریعہ دور والے مقتدی انتقالات امام سے مطلع ہو کر متابعت امام کر سکیں، مباح ہے، شرعاً اس کی حرمت کسی آیت، حدیث، اجماع امت، قیاس ائمہ مجتہدین سے قطعاً ثابت نہیں تو ناجائز و حرام و مقصد نماز کیونکر بنے گا۔ بعض علماء کرام جو اس قسم کے فتوے صادر فرماتے ہیں، ان کا تفصیلی جواب بحوض صحت اباحت و جواز میرے رسالہ مطبوعہ ”مکبر الصبر“ میں دیکھیں۔ و
اللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ وصحبہ و
بارک وسلم۔

فقیر الغفر البواکیر محمد نور اللہ المصطفیٰ غفرلہ

۶ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۶ھ

الاستفتاء

حضرت مولانا شیخ الحدیث صاحب مدظلہ مدرسہ عربیہ قدیدیہ بصیرت لاہور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کہ اگر کسی جماعت میں نماز عید یا ہجرت وغیرہ میں لاؤڈ سپیکر سے طرح استعمال کیا جانا ہو کہ نماز میں مکبرین کا انتظام مکمل ہو کہ وہ بھی نماز میں تکمیل دے سکیں اور لاؤڈ سپیکر بھی چالو رہے تو اس صورت میں استعمال لاؤڈ سپیکر جائز ہے یا نہ؟ اور اس صورت میں نماز ہو جاوے گی یا سرے سے نماز نہ ہوگی؟ جہاں جہاں نمازوں میں استعمال لاؤڈ سپیکر بھی ہوتا ہے اور مکبرین کا انتظام بھی مکمل ہوتا ہے، ان مسلمانوں کی نمازوں کا کیا حکم ہے، اب وہ نماز میں ہو گئیں یا پھر قضاء کریں؟ بینوا تو جبروا۔ مثبت فرمادی جاوے۔

مستفتی :- نیازمند فقیر محمد تراز اولیٰ رحمہ اللہ جامعہ محمدیہ رضویہ رحیم یار خان
بہاول پور ڈویژن مغربی پاکستان (۵۸-۹-۷۰)



دوران نماز میں پہلے سے چالو کئے ہوئے لاؤڈ سپیکر کا چالو رہنا اور اس کے ذریعہ بھی تکمیل انتقالات کا سنا جانا، ناجائز نہیں اور نہ ہی مفید نماز ہے، تو ان ابالیان اسلام کی نمازیں بلاشبہ جائز ہیں تو قضاء کی ضرورت نہیں بلکہ اگر سرے سے مکبرین کا انتظام ہی نہ ہوا اور دور کے مقتدی صرف لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ ہی تکمیل امام سن کر انتقالات کر رہے ہوں تب بھی سب کی نمازیں جائز ہیں کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے یعنی جس چیز کی ممانعت شرعاً مطر سے ثابت اور اس کی برائی پر دلیل شرعی ناطق، وہی تو ممنوع و مذموم ہے باقی سب چیزیں جائز و مباح ہیں، تو جو شخص کسی چیز کو ناجائز یا حرام یا مکروہ کہے اس پر واجب کہ اپنے دعوے پر دلیل قائم کرے۔ اور جائز و مباح کہنے والوں کو ہرگز ہرگز دلیل کی حاجت نہیں کہ ممانعت پر کوئی دلیل شرعی نہ ہونا یہی حجاز کی دلیل کافی ہے۔ علامہ شامی علیہ الرحمۃ شامی ملتحدہ جلد ۱۲ میں امام عارف باللہ رحمہ اللہ نے ایسی قدس سرہ السامی سے ناقل مقرر لیس الاحتیاط فی الافتراء علی اللہ تعالیٰ باثبات الحرمة او الحلالۃ اللدین لا بد لہما من دلیل

بیل فی الاباحتہ الٰتی ہی الاصل۔

امام اہل السنۃ والجماعت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اقامتہ القیامۃ ۱۲۵۰ھ میں حضرت علامہ تاج الدین علیہ رحمۃ الباری کے رسالہ "اقتدار بالمخالف" سے اسی اہل کی بنا پر بالتصویص جزئیہ جواز نماز ناقل و مقدر میں کہ من المعلوم ان الاصل فی کل مسئلۃ هو الصحۃ واما القول بالفساد او الکراہۃ فیحتاج الی حجتہ من الکتاب او السنۃ او اجماع الامۃ۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی رسالہ میں دلائل قاہرہ سے اثبات باحت احادیث کے بعد فرماتے ہیں اور اس کے مواہبت اثبات و احادیث سے یہ مطلب ثابت اور اکابر ائمہ سلف و خلف کے کلام میں اس کی تصریح موجود، یہاں تک کہ میاں نذیر حسین صاحب دہلوی کے فتاویٰ مصدقہ مہری تھیں ہیں ہے * اور دہش سب سے عقل خدا و رسول کا جائز نہ کہنا اور بات ہے اور ناجائز نہ کہنا اور بات، یہ تو بتاؤ کہ تم جو ناجائز کہتے ہو خدا و رسول نے ناجائز کہاں کہاں ہے؟ الخ غصاً" پس مجلس میلاد و قیام وغیرہ مواہبت امور متنازع فیہا کے جواز پر ہیں کوئی دلیل قائم کرنے کی حاجت نہیں، شرع سے مانع نہ ثابت ہونا ہی ہمارے لئے دلیل ہے، تو ہم سے منکر مانعیت نادانی اور محکم محمد سدا و عقل و دہش سے جدا ہے۔ ہاں تم جو ناجائز و ممنوع کہتے ہو تم ثبوت دو کہ خدا و رسول نے ان چیزوں کو کہاں ناجائز فرمایا ہے؟ اگر ثبوت نہ دو اور انشاء اللہ تعالیٰ ہرگز ثبوت نہ دے سکو گے تو اقرار کرو کہ تم نے شرع مطہرہ پر افتراء کیا ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون۔

سبحان اللہ! المسند کا مطالبہ ہم سے؟ (اقامتہ القیامہ ۱۲۵۰ھ)

جو حضرات ناجائز اور مصدقہ نماز فرماتے ہیں انہیں چاہئے کہ امام اہل السنۃ والجماعت کے ان شہانہ کلمات کو غنڈھے دل سے نہیں اور غور فرمائیں کہ کیا کر رہے ہیں، کیا یہ کلمات قاعدہ کلیہ کے رنگ میں ہیں یا صرف رد و ہابیہ کے ساتھ ہی مخصوص ہیں؟ ان حضرات نے آج تک کوئی ایسی دلیل قائم نہیں فرمائی جس سے حرمت یا فساد نماز ثابت کیا جاسکے؟ کبھی لاؤ ڈسپیکر کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ آواز امام نہیں تو اقتدار بمن لہ یدخل فی الصلوۃ کی وجہ سے نماز نہیں ہوتی حالانکہ لاؤ ڈسپیکر پر بمن لہ یدخل مرے سے صادق ہی نہیں اور نہ ہی بمن لہ یدخل والا جزئیہ ہمارے ائمہ کرام سے ثابت اور نہ ہی شامی اسے برقرار رکھتے ہیں بلکہ رد المحتار میں اشارۃ اور ثلاثین میں صراحتاً رو فرماتے ہیں تو اس سے استدلال



کیونکہ وہ ہے؟ اور کہیں کریمہ؟ ولا تجهر بصلواتک ولا تخافت بها الاية سے استدلال کرتے ہیں جو اس پر مبنی کہ پیچھے سے منی گئی آواز بعینہ امام کی آواز ہے، تو یہ پہلے استدلال کے متناقض ہے۔ پھر اس آیت پاک کا وہ معنی جس کی بنا پر استدلال فرماتے ہیں، منسوخ ہے کما صرح بہ فہ تفسیر الطبری وابن الکثیر والدر المنثور بکلمات متقاربة والنظم للطبری فلما جبر رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الى المدينة سقط هذا كله يفعل الآن ای ذلك شاء وفي الصاوي ايضاً۔ اور منسوخ قابل استدلال نہیں۔ پھر فرماتے کہ لا تجهر ہی دیکھتے ہیں اور لاؤ سپیکر کی صورت میں شدت جہر کی بنا پر فساد کا حکم لگا دیتے ہیں اور لا تخافت پر نظر ہی نہیں کرتے کہ اس معنی کی بنا پر ظہر و عصر میں بھی وابتغ بین ذلك کا وہی حکم ہوگا۔ اور چونکہ وہ درمیانی آواز سے ادا نہیں کی جاتی تو ان حضرات پر لازم کہ ان کے فساد کا بھی حکم دیں یا فارق، ایسی دلیل سے دکھائیں کہ جو نسخ یا تخفیف کے ورنہ تعملون ببعض الكتاب بل ببعض الآية ولا تعملون ببعضه مصداق مذہبیں۔

تعبیر کے حنفی ہو کر اپنے مشائخ عظام کی تفسیرات جلید نہیں سننے جو معنی آیت کی وضاحت میں اور ان کے استدلال کو بہار منثور انبار ہی ہیں۔ مبسوط امام شری مآجدا، کفایہ علی الہدایہ ص ۲۸۴، ۲۸۳ جلد ۱، بحر الرائق ص ۳۳۵ جلد ۱، طحاوی علی المراقی ص ۱۵۱ میں یہ کلمات متقاریر ہے والنظم من البحر ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يجهر بالقرآن في الصلوات كلها في الابتداء وكان المشركون يؤذونه ويسبون من انزل ومن انزل اليه فانزل الله تعالى ولا تجهر بصلواتك ولا تخافت بها ای لا تجهر بصلواتك كلها ولا تخافت بها كلها وابتغ بین ذلك سبيلاً بان تجهر بصلوة الليل وتخافت بصلوة النهار الخ

اور اسی کی تائید فتح القدیر ص ۲۸۶ جلد ۱، غنایہ علی الہدایہ ص ۲۸۳ جلد ۱، بدائع صنائع ص ۱۶۱



فہو افضل الا اذا اجہد نفسہ او ادى غیرہ۔

منفرد کے متعلق مفایہ علی الہدایہ ص ۲۸۳ جلد ۱ میں ہے لایجملہن کل الجہر
قبین الخائف ۱۷ جلد ۱، ہندیہ ص ۳ جلد ۱، طحاوی علی المراتی ص ۱۵۱ میں ہے لایب لغر فی الجہر
کالانعام۔ اس حکم تفسر دے کمال جبرامام صراحت ثابت ہو رہا ہے۔ بہر حال اس شمس کی طرح دفع
ہویدا ہو کہ امام کا یوں بلند پٹھنا کہ مشقت میں نہ پڑے اور بیرون مسجد سنا جائے بلا شک و شبہ و گنجائش
رب جواز و روا ہے، جو ناجائز و ناروا بنائے اس پر لازم کہ ایسے مضبوط دلائل دکھائے جن سے ہدایات
کتاب و سنت اور تصریحات ائمہ و علمائے امت کا جواب ہو سکے۔ اور یہ کافی نہیں کہ کسی متاخر کا انفرادی
طور پر "قداسا" کنا دلیل بنائے اور بنائے حرمت و فساد بنائے تو چونکہ لاؤڈ سپیکر کی صورت میں امام مشقت
میں نہیں پڑتا اور معتدل آواز سے پڑھتا ہے تو یہ بھی یقیناً جائز ہوگا۔ پھر لاؤڈ سپیکر کے سبب آواز کا اور
بلند ہو جانا اور بیرون مسجد سنا جانا تو وہ یونہی ہے جیسے گنبد دار مساجد میں پڑھنے سے آواز بلند ہو کہ باہر
سائی دیتی ہے بلکہ گنبد کی صورت میں گونج کا غلبہ ہوتا ہے اور لاؤڈ سپیکر سے صاف سنا جاتا ہے۔ اور
جب گنبد دار مساجد میں جبرہ نمازوں کا باجماعت ادا کرنا قرآن اولی سے آج تک بلا کیے منکر مروج آ رہا
ہے اور معمول و متعامل الایمان اسلام ہے تو لاؤڈ سپیکر کا جواز بطریق اولی ثابت ہوگا کہ اس سے نسبت
صاف سنا جاتا ہے۔



اور کبھی وہ حضرات فرماتے ہیں کہ آواز لاؤڈ سپیکر صدا ہے اور صدا سے سجدہ تلاوت واجب
نہیں ہوتا تو اقتدار بھی جائز نہ ہوگی، حالانکہ یہ قیاس بھی صحیح نہیں۔ ناظر کتب فقہیہ پر اظہر من الشمس کہ محدث و
جہت، حائض و نفساء، جنون و صبی، نام و سکران بلکہ کافر تک بھی ایست سجدہ پڑھے تو سننے والے
پر سجدہ واجب ہو جاتا ہے اور مقتدی کے پڑھنے سے واجب بلکہ جائز بھی نہیں ہوتا حالانکہ مجاہد مقتدی ہی
ہوتا ہے اور اس کا بھی مجاہد مقتدی ہی نہیں بن سکتے، تو معلوم ہوا کہ وجوب سجدہ تلاوت وجوداً اور عدلاً کسی
صورت میں بھی معیار جواز اقتدار نہیں۔ ادا اگر بالفرض معیار مانا بھی جائے تو پھر بھی نفی وجوب نفی جواز نہیں، کہ
وجوب خاص اور جواز عام ہے اور ارتقار خاص مستند ارتقار عام نہیں، بلکہ حکم منقولہ الکتب جو "سجدہ تلاوت کا

حدیثین ثانی ص ۱۷۱ جلد ۱، شامی ص ۱۷۱ جلد ۱، النظم من الرسائل مفہام الکتب حجتہ شامی ص ۱۷۱ جلد ۱

میں ہے مفہوم التخصیص حجتہ ۱۲ منہ غفرلہ

جواز اسی نفل وجوب سے ثابت ہو رہا ہے تو حسب الفرض لاؤ وسیک کی صورت میں بھی جواز مانا پڑے گا۔ پھر یہ جزئیہ
سجدہ تلاوت بظاہر محض تخریج مشائخ ہی ہے اور اس کا مبنی یہ کہ صدا منابر صوت اول یا شبیب بالمناظر ہے حالانکہ
عند تحقیق صوت اول کے منابر نہیں بلکہ متحد بالکاد التولی ہے اور یہی اتحاد صوت شرعا اور عرفا معتبر ہے۔
اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رسالہ مبارکہ ”الکشف ثانیاً فی حکم فوجہ انیا“ ۴۸ ص ۱۸۵

حشمت علی خان صاحب ناقل ”وحدت آواز وحدت لڑی ہے کہ تمام امثال متحدہ میں وہی ایک آواز مانی جاتی ہے
ورنہ آواز کا شخص اول کہ مثلاً ہوا سے وہی منکلم میں پیدا ہوا کبھی جہیں مسرور نہیں ہوتا۔ اس کی کاپیاں ہی چھپی ہوئی
ہمارے کان تک پہنچی ہیں۔ اس کو آواز کا سنا کما جاتا ہے گندہ کے اندر یا پہاڑ یا چینی گچ کردہ دیوار کے پاس
اور کبھی صحرا میں بھی خود اپنی آواز پلٹ کر دوبارہ سنائی دیتی ہے جسے عربی میں ”صدا“ کہتے ہیں اور فرغان
۱۴ دسمبر ۱۹۴۹ء ص ۱۷۲ کالم ۲۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ”صدا“ کے متعلق ”خود اپنی آواز پلٹ کر دوبارہ سنائی دیتی ہے“
فرمانا کتنی روشن اور صاف تصریح ہے کہ صدا صوت اول ہی ہے۔ اور جب ان حضرات کے نزدیک
لاؤ وسیک سے سنی گئی آواز صدا ہے تو بحکم امام اہل سنت والجماعت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ صوت نام
کے مفارقت ہوئی بلکہ متحد ہی رہی تو نماز کیوں نہ ہوئی؟ وقد بقى الخیایا فی زوایا الکلام
فمن شاء تفصیلاً ما فلینظر رسالتی مکبر الصوت والفتاوی
النوریة واللہ تعالیٰ اعلم۔ جل مجدہ اتم واحکم وصلى
اللہ تعالیٰ علی حبیب والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

طرزہ الغیبیہ والراکحیر محمد نور الدین غفرلہ

۲۷ صفر المظفر ۱۳۷۸ھ

عہد المظفر رحمۃ اللہ علیہ نے عدم وجوب سجدہ کی توہمیں اسی رسالہ الکشف

ثانیاً ”میں بیان فرمائی ۱۲ مہمفر ۱۳۷۸ھ وذا ظاہر جدا من مطالعة دلائل الضیقین من المواقف

مع الشرح ۱۳ من غفرلہ۔

الاستفتاءات

ماہنامہ نوری کرن بریلی برائے ماہ ستمبر ۱۹۶۲ء مطابق ماہ ربیع الاول شریف ۱۳۸۰ھ کے صفحہ ۴ پر بارہ سوالات شائع کئے گئے ادارہ نوری کرن کی طرف سے ۱۰ روپیہ لکھا کہ جملہ طلبائے اہل سنت سے گزارش ہے کہ ان بارہ سوالات کے متعلق جواب تحریر فرما کر مسلمانان اہل سنت کو مستفیض فرمائیں۔ (یہاں وہ سوالات بمع جوابات دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور درج کئے جاتے ہیں)

الاستفتاء نمبر ۱

گنبد کی آواز بجز آواز منکلم ہے یا منکلم کی آواز کے علاوہ کوئی دوسری آواز ہے؟



جواب میں امام اہل سنت والجماعت محمد و دین و ملت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تحقیق بھرے پیارے پیارے نورانی کلمات ہی کافی و کافی ہیں۔ انکشف شافیا ۳ میں فرمایا " گنبد کے اندر یا پہاڑ یا چکنی گچ کردہ دیوار کے پاس اور کبھی صحرا میں بھی خود اپنی آواز نہیٹ کر دوبارہ سنائی دیتی ہے جسے صدرا کہتے ہیں، ان کلمات طیبہ کے ناقل شیریں پیشہ اہل بیت حضرت مولانا ابوالفتح حسنت علی خان صاحب علیہ الرحمۃ ہیں جو ان کے فتوئے مندرجہ ہفت روزہ " رضوان " لاہور ۱۴ دسمبر ۱۹۳۹ء ص ۳۵ کالم ۲ میں، اور یونہی ماہ نامہ نوری کرن بریلی جون ۶۰ء کے ص ۳ کالم ۲ میں حضرت حامی سنت مولانا مفتی سید فضل حسین شاہ صاحب مدظلہ کے فتوئے مبارکہ میں بھی منقول ہیں۔ اور ص ۳ نوری کرن کالم ۲ میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ نص صریح بھی



نقل فرمائی کہ ”برہمائی کچھ سہی اتنا یقینی ہے کہ آواز دہی آواز متکلم ہے“

الاستفتاء نمبر ۲

گنبد کی آواز پر رکوع و سجود کر لے والے مقتدیوں کی نماز کو فقہ کی کتابوں میں فاسد و باطل بتایا

ہے یا نہیں؟



کسی کتاب فقہی میں بھی جستجوزے مبلغ کے باوجود یہ نہیں ملا کہ ایسے نمازیوں کی نمازیں فاسد و باطل ہیں اور یوں لے بھی کیوں! جبکہ فقہائے کرام کے اجماع علی دسکوتی سے صراحتاً جواز ثابت ہے۔ گنبد دار صاحب کا رواج قدیم ایام سے آرہا ہے اور مشائخ عظام کے اکثر اوقات مسجد ہی میں بسر ہوتے، اور مسجد میں ہی نمازیں باجماعت ادا کرنے سے متنع نہ آئے اگر گنبد سے سنائی گئی آواز پر رکوع و سجود کرنا مقصد ہوتا تو گنبد دار صاحب کی تعمیر ناجائز قرار دیتے اور واضح فرما دیتے کہ ایسی مسجدوں میں امامت ناجائز و مسبب فساد نماز ہے مگر ایسا کوئی فتوے ہرگز ہرگز نہیں ملتا، بلکہ اس کے برعکس تعامل و توارث کی پُر زور حدائیں صاف صاف بتا رہی ہیں کہ امامت بلاشبہ جائز اور نمازیں صحیح ہیں، بلکہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مسجد اقصیٰ میں صحابہ کرام کو فتح بیت المقدس کی قوت نماز پڑھائی بلکہ شہنشاہ کون در مکان ملی اللہ علیہ وسلم نے بھی شب اسراء تمام انبیائے کرام علیہم السلام کو اسی مسجد میں نماز پڑھائی حالانکہ گنبد دار ہے۔ اور یہ بھی واضح کہ محدث صرف گنبد ہی میں بند نہیں بلکہ مسقف مکانوں، جنگلوں، میدانوں میں، اور گچ کر دھڑاؤں



اوپر پاڑوں کے پاس بھی پیدا ہوا کرتی ہے کما فی المواضع و شرحہا وغیرہ۔ اور یہ بھی مناسبت نہیں کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین عز و جات درج و عمرہ کی مبارک تقریبات میں ہزار ہا حاضرین کو میدانوں اور پہاڑوں میں بلند آواز سے نمازیں پڑھاتے رہے حالانکہ کوئی ایسی حدیث نہیں ملتی جو حکم فساد دے حالانکہ اگر کوئی حدیث ہوتی تو ضرور مشہور ہو جاتی کہ مکتوبہ مکتوبہ بلوی میں کسی حدیث کا بطور غیر واحد ہی پایا جانا انقطاع معنوی کی دلیل ہے کما نصوا علیہ فی اسفارہم اور جب ایسی کوئی حدیث یکہ نہیں ملتی تو اس دشمن کی طرح نمایاں ہوا کہ ایسی نمازیں بلاشبہ جائز ہیں بلکہ یہ بھی واضح ہوا کہ مواضع محدثہ صدا میں امامت و ادا نے نماز باجماعت سنت سے ثابت ہے فلتلہ الحمد و المنۃ علی الالۃ المتوالیہ۔ اور امام اہل سنت والجماعت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ تصریح نوسن ہی چکے کہ ”آواز وہی آواز متکلم ہے“

الاستفتاء نمبر ۲

لاؤڈ سپیکر پر کون سا سجود کرنے والے نمازیوں کی نماز ہوگی یا نہیں !



امام صحیح الصلوٰۃ کے ایسے مقتدی جو امام کے انتقالات پر بذریعہ سپیکر مطلع ہو کر امام ہی کی متابعت کرتے ہوئے نماز ادا کریں تو ان کی نمازیں یقیناً صحیح ہیں کہ لاؤڈ سپیکر کے سننے لگتی آواز امام ہی کی تو آواز ہے جو قوت برقیہ سے قوی ہو جاتی ہے۔ رہا بعض حضرات کا ”صدا“ کہنا تو وہ ان کا اپنا نظریہ ہے جو غیر نہیں بنا سکتا خصوصاً جب کہ یہ محقق ہو چکا کہ صدا بھی تو آوازِ اول ہی ہے کما نقلہ الفاضلان المذكوران عن امام اہل السنۃ والجماعۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

توجہ نمازیں کیا شبہ؟ بلکہ اگر بالفرض غیر آواز امام ہو تب بھی نماز میں صحیح ہیں کہ سپیکر بے پارہ خود تو ناظر نہیں، اس سے کسی گئی آواز عین یہاں غیر حاضر و متیقن کہ آواز امام سے ہی پیدا ہوتی ہے بناء علیہ انتقالات امام کی یقینی دلیل ہے لہذا امام سے دور مقتدی اس کے ذریعہ انتقالات امام کا یقینی علم حاصل کر لیتے ہیں۔ ورنہ یہ تو ظاہر ہی ہے کہ امام یا مبلغ کی آواز سننا شرائط اقتداء سے برگزیدہ نہیں بلکہ انتقالات امام کا مطلق علم ہی شرط ہے۔ درالمختار ۵۱۵، شامی ۵۱۵ جلد ۱ میں ہے والنظم من الدرر و علمہ بانتقالاتہ۔ اور یہ بھی مصرح کہ یہ علم کسی سماع یا کسی روایت سے حاصل ہو کہ اشتباہ نہ رہے تو امام و مقتدی کے درمیان کسی دیوار وغیرہ حائل کی صورت میں بھی اقتداء صحیح ہے۔ فتاویٰ امام قاضی خان ۵۴۵، خلاصۃ الفتاویٰ ص ۱۵۵ جلد ۱، غنیۃ المستمل ۲۸۵، صغیری ۲۶۴، نورالایضاح اور مرآۃ الطالب ۱۴۵، درالمختار ۵۳۸ جلد ۱، شامی ۵۵۵ جلد ۱، منہ الخلاق ۳۶۱ جلد ۱، فتاویٰ مراجعہ ص ۱۶، فتاویٰ عالمگیری ۳۷۲ جلد ۱، حموی شرح الاشتباہ ۱۹۴، غنیۃ ذوی الاحکام علی ہامش در الاحکام ۹۲ جلد ۱ والنظم لفقیہ النفس ولا یشتبہ حال الامام بسماع او و فی صرح الاقتداء فی قولہم۔

فقہائے کرام نے ملاحظہ یہ بھی فرمایا کہ پھر سے جیسی چھوٹی جالی یا ناک کے ننھے جیسے چھوٹے سوراخ سے مقتدی انتقالات امام کا مشاہدہ سماع یا روایت وغیرہ سے حاصل کر رہا ہو تو اقتداء صحیح ہے۔ فتاویٰ قاضی خان اور شرح حموی میں ہے وان کان علی باب مسدود علی نقب صغیر مثل النجرة۔ فتاویٰ مراجعہ میں فرمایا ولو کان النقب صغیرا کنقب المنجرة۔ بالک صانع ۱۴۵ جلد ۱ میں ہے وان کان فی ثقب لا یمنع مشاہدۃ حال الامام لا یمنع بالاجماع۔ اور جب کہ سپیکر کے ذریعہ مقتدی انتقالات امام کا یقینی علم بلا اشتباہ حاصل کر لیتے ہیں اور دیوار وغیرہ کوئی بڑا حائل بھی نہیں ہوتا تو نماز بطریق اولیٰ جائز ہوگی (اس کا میکروفون پھر سے کی طرح جالی دار ہوتا ہے جس میں برقی قوت آواز جمع کرتی ہوئی چھوٹے سے سوراخ سے نکال کر بذریعہ تار سپیکر کے چھوٹے سوراخ سے داخل سپیکر کرتے ہوئے نشر کر دیتی ہے)



رہی شامی کی قید من الامام او المکبر تو وہ قطعاً مضر نہیں کہ یہ سماع اسی آقا کا ہی
 سماع ہے جس کی ابتداء امام سے ہے کہ من ابتداء ابتداء واسطہ کا اقتضا نہیں کرتا۔ قرآن کریم میں
 ہے هو الذی خلقکم من تراب۔ الذی خلقکم من نفس واحدة۔
 تو جس طرح کئی واسطوں کے باوجود ”من تراب“ اور ”من نفس واحدة“ صادق رہا ہے
 ہے اسی طرح سپیکر کے واسطہ کی صورت میں ”سماع من الامام“ بھی صادق آ رہا ہے
 نیز قرآن کریم نے ”دعوة الى المحدث“ بواسطہ صورت کرانے والوں کو داعی کے متبع بتایا ہے
 نہ متبعین صورت۔ فرمایا يتبعون الداعی لا عوج له، تو معلوم ہوا کہ واسطہ غیر مختار کی صورت
 میں ابتداء اسی کی ہوتی ہے جو اصل آواز کھنڈ ہے تو یہاں بھی امام ہی کی اتباع بنے گی نہ کہ سپیکر کی، تو روزِ
 روشن کی طرح واضح ہوا کہ نمازیں قطعاً صحیح میں اور فاسد و باطل نہیں کہ فساد و بطلان تو کسی شرط یا رکن کے
 فقدان پر ہی مرتب ہوتا ہے کافی الغنیۃ ص ۳۱۲ والشامی ص ۴۴۲ جلد ۱، الفساد
 والبطلان فی العبادات سواء لان المراد بهما خورج العبادۃ
 عن كونها عبادۃ بسبب فوات بعض الفرائض الخ بکے بغفلہ و کرم
 تعالیٰ آفتاب سے بھی واضح ہو چکا کہ مواضع حدوثِ حد میں امامت و اقتدار احادیث مرفوعہ و موقوفہ
 سے ثابت ہے حالانکہ جس مکان میں لاؤڈ سپیکر نصب ہو وہ بھی موضعِ حدوثِ حد ہے۔ ثوابت
 ہوا کہ اقتداء روا اور نمازیں جائز ہیں۔

الاستفتاء نمبر

لاؤڈ سپیکر مبلغ کے قائم مقام ہے اور جو مبلغ نماز سے خارج ہو اس کی آواز پر رکوع و
 سجود کرنے والے مقتدیوں کی نماز فاسد ہوتی ہے اس لئے لاؤڈ سپیکر پر رکوع اور سجود کرنے والے
 مقتدیوں کی نماز فاسد ہونی چاہئے کیونکہ ان دونوں میں کوئی وجہ فرق نہیں ورنہ وجہ فرق بتائی جائے؟





لاؤ سپیکر جو خود صامت اور صریح امام کا مکر ہے، ایسے مقتدی اور مبلغ کے قطعاً قائم مقام نہیں ہو سکتا جو خود ناطق ہے تو اس سے سنی گئی آواز امام پر رکوع و سجود کرنے والے مقتدیوں کی نمازیں فاسد نہیں ہوں گی۔ اور سائل کا یہ دعوے کہ مبلغ خارج عن الصلوٰۃ کی آواز پر رکوع و سجود کرنا مفسد نماز ہے، ہرگز ہرگز صحیح نہیں۔ حضرت رب العالمین جل وعلا نے فرمایا فیشتر عباد الذین یستمعون القول فیتبعون احسنه او کثره الذین ھداهم اللہ واولئک ھما اولو الالباب۔ اس قول میں اقوال متعلقہ نماز بھی داخل ہیں۔ علماء فرماتے ہیں العبرة لمعوم اللفاظ وھو صریح الراحۃ فی الکبیر۔ نیز فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ ایک سلم عادل کی خبر دیانات (جن میں نماز بھی یقیناً ہے) میں قبول کی جائے۔ ہندیہ جلد ۳ میں ہے خبر الواحد یقبل فی الدیانات کالعمل و الحرمة والطہارة والنحاسة اذا کان مسلماً عادلاً ذکراً و انثی الخ بط ۱۶۳ جلد ۱۰ میں ہے وفي الدیانات الخبر ملزم بکھ صراحة احادیث صحیحہ صحیحین وغیرہما کا یہی ارشاد ہے کہ خارج عن الصلوٰۃ کی ہدایت سے استفادہ غیر تلقین کر تے ہوئے تکمیل نماز حقیقتہً تکمیل ہی ہے اور فساد قطعاً نہیں، تحویل قبلہ کی وقت مسجد قبلہ میں نماز باجماعت ادا کرنے والوں کو ایک صاحب نے تحویل قبلہ کی خبر دی تو وہ بین نماز میں ہی بیت المقدس سے پھر کو پھر شریعت کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ہدایہ جلد ۱ میں فرمایا واستحسنہ الذی صلی اللہ علیہ وسلم نیز حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو دست اقدس کے اشارے سے "اتموا صلوٰتکم" کا حکم دیا حالانکہ حضور اس وقت نماز سے خارج تھے اور صحابہ کرام صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی فدا



میں نماز پڑھتے ہوئے زیارت حضور سے مرت ہو کہ نماز سے نکلنے لگے مگر نماز اس لئے مبارک ہے تکمیل نماز ہوئی۔ رواہ البخاری ج ۳ ص ۹۰ جلد ۱ و مسلم ج ۱ ص ۱۰۰ جلد ۱ عن الحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

علامہ عینی نے اس کی شرح مشاہد جلد ۲ میں فرمایا ان الایماء یقوم مقام النطق۔ ہمارے اللہ کرام نے تصریح فرمائی کہ امام مسافر مقیموں کو نماز پڑھانے تو بعد از سلام کہ دے اتموا صلوٰتکم خانا قوم سفی۔ ہر ایک جگہ جگہ وغیرہ میں ہے و یتحب للامام اذا سلم ان یقول اتموا صلوٰتکم خانا قوم سفرا لان علیہ السلام قالہ حین صلی باہل مکہ و هو مسافر۔ علامہ بعد از سلام امام نماز سے یقیناً خارج ہوتا ہے اور مقتدی اپنی نمازیں الگ الگ پوری کرتے ہیں۔ برائع مشاہد جلد ۲ وغیرہ میں ہے یجب علیہم الانفراد اگرچہ اتموا صلوٰتکم گنا مفید نہیں بلکہ مفید بن سکتا ہے تو کیوں کہا جاتا ہے کیا امام خارج من الصلوٰۃ کے کہنے سے متنبہ ہو کر قیام و رکوع و سجدہ کرنے والے مقیم نمازیوں کی نمازیں پوری ہو جائیں گی یا برباد؟ تو ماہ نیم ماہ کی طرح واضح ہوا کہ مبلغ خارج من الصلوٰۃ کی ہدایت پر رکوع و سجدہ وغیرہ افعال نماز ادا کرنے جبکہ وہ مسلم عادل ہو، مفید نماز نہیں اور نہ ہی تلقین ہے کما سیأتی تفصیل۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ لہذا علامہ دافعی تحریر المختار رد المحتار مشہد جلد ۱ میں فرماتے ہیں اذا اعتمد علی خبر المبلغ الذی لم یدخل فی الصلوٰۃ یكون قد اعتمد علی خبر العدل فی امر دینی و هو مما یصح العمل بخبرہ فی الدیانات۔

مفید و کہم تعالیٰ اس شخص کی طرح واضح ہوا کہ مانعین جواز کا مایہ نماز تمام شراذیم افتداء من لم یدخل فی الصلوٰۃ باطل ہے لہذا اشامی علیہ الرحمۃ کی نظر میں بھی قابل اعتماد نہیں۔ رد المحتار میں ذکر کر کے اپنے رسالہ کی طرف منسوب کیا اور ”نہا“ کے ساتھ تنبیہ بھی فرمادی حالانکہ اس رسالہ میں صاف رد فرمایا (مجموعہ رسائل کے مشاہد جلد ۱ میں) و التفصیل فی مکبر الصوت۔



اور جب یہ ثابت ہوا کہ لاؤڈ سپیکر قائم مقام مبلغ نہیں، اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ مبلغ خارج من الصلوٰۃ کی ہدایت سے استفادہ علیہ مفسد نہیں تو دیگر فرق بتانے کی ضرورت ہی نہ رہی مگر امتثالاً للامر مثلاً اتنا معرض کہ سپیکر صامت وغیر مختار ہے، اس سے کسی گئی آواز انتقالات امام پر ایسی دلالت کرتی ہے جو غلطی میں نہیں ڈالتی۔ اور مبلغ جو خود ناطق و مختار ہے فاسق ہونے والے وقت بول کر غلطی میں ڈال سکتا ہے یا دیدہ و دانستہ غلط ادا سے یا بلا وجہ اعراض عن الجماعت کے از کتاب سے فاسق بھی بن سکتا ہے تو اس کی دلالت قابل اعتبار نہیں رہتی۔

الاستفتاء نمبر

جب کہ خارج سے تلقین نماز کو فاسد کر دیتی ہے تو پھر لاؤڈ سپیکر کی تلقین پر رکوع و سجود کرنے سے نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟



صرف خارج ہی سے نہیں بلکہ اپنے امام یا اپنے جیسے مقتدی کی تلقین سے بھی تلقین مفسد نماز ہے۔
 كما صرحوا به متوناً و شروحاً و فتاوى و حواشى ثمانية عشر
 جلایم ہے (قوله و كذا لاخذ) ای اخذ المصلی غیر الامام
 بفتح من فتح عليه مفسد ايضاً كما في البحر عن الخلاصة تو
 اگر خارج من الصلوٰۃ یا لاؤڈ سپیکر سے تکبیرات انتقالیہ سن کر رکوع و سجود کرنا بقول سائل خارج و سپیکر سے تلقین ہے
 تو لازم کہ مبلغ داخل صلوٰۃ یا امام کی تکبیرات انتقالیہ براہ راست سن کر رکوع و سجود کرنا بھی تلقین بنے اور نماز
 بھی فاسد ہو گا۔ اور لیونہی یہ بھی لازم کہ امام و مبلغ کا بلند آواز سے تکبیرات سنانا تلقین بنے اور



ان کی نمازیں بھی فاسد ہو جائیں اور خارج من الصلوٰۃ بن جائیں۔ زلیحی ۱۵۷۔ جلد اول وغیرہ میں ہے وقولہ علی غیر امامہ يشمل فتح المقتدی علی المقتدی و علی غیر المصلی و علی المصلی و معده و فتح الامام و المنفرد علی ای شخص کان و کل ذلک مفسد۔ حالانکہ یہ دونوں لازم باطل تو ملزوم یعنی (خارج و سپیکر سے تکلیف انتہائی سن کر رکوع و سجود کرنے کو تلقین کتنا بھی باطل ہوگا۔ تو معلوم ہوا کہ سپیکر سے سن کر رکوع و سجود کرنا قطعاً تلقین نہیں۔ تلقین مفسد کا صدق تو اس پر موقوف کہ نمازی نماز کے اندر اپنے مقتدی کے علاوہ کسی اور سے سن کر کوئی ایسا لفظ بول دے جو اسے اپنے آپ یاد نہ آیا ہو۔ فتح القدر جلد ۳ میں ہے المفسد التلقین المقترن بقول ما تلقنہ بحوالہ ۱۲۱۔ جلد ۲ میں ہے ان الفساد انما يتعلق فی مثلہ بالقرائة عنایہ ۲۵۱۔ جلد ۳ میں ہے کالتلقین من غیرہ فی تحصیل ما لیس بحاصل عنده شامی ۵۸۲۔ جلد ۳ میں ہے و ان حصل تذکرہ من نفسه لا بسبب الفتح لا تفسد مطلقاً۔ اور جب صورت زیر بحث میں نمازی کوئی ایسا لفظ جوتے یا د نہ ہو سپیکر سے سن کر بولتا نہیں تو تلقین کیسے بنا؟ تو روز روشن علی واضح ہوا کہ سپیکر سے سن کر رکوع و سجود کرنا مفسد نماز قطعاً نہیں۔

تنبیہ خادین کلمات فقہیہ پر یہ نہاں نہیں کہ تلقین و تلقن، فتح و اخذ، تعلیم و تعلم کلمات متقارب ہیں۔ ہر ایک جلد ۱۵۷ میں ہے ومعناه ان یضم المصلی علی غیر امامہ لان تعلیم و تعلم نیز اسی میں ہے و تفسد صلوٰۃ الامام لو اخذ بقولہ لوجود التلقین و التلقن۔

تنبیہ امام و مستن کا جہر بالتکلیف اعلام انتقالات کے لئے ہوتا ہے جسے سن کر مقتدی علم انتقالات حاصل کر لیتے ہیں جو صورت زیر بحث میں بھی حاصل ہوتا ہے اور یہ قطعاً مفسد نہیں بلکہ محصل شرط افتاء ہے۔



الاستفتاء

حاجت سے زیادہ آواز کے ساتھ نماز میں قرآنِ کریم پڑھنے اور تکبیر کے کوفتہ لگانا ایسی چیزیں ہیں جن سے زیادہ آواز ہے تو لادلیل ہے۔ قرآنِ کریم پڑھنا، تکبیر کہنا مکروہ ہے یا نہیں جب کہ اس میں بھی حاجت سے زیادہ آواز ہوتی ہے؟



ہجرۂ نمازوں میں ایسا جبرِ شقتِ نفس اور اذیتِ غیر کا باعث بنے، مطلقاً بلا کر است و اسباب جائز ہے۔ قرآنِ کریم کا ارشاد ہے لَنْ جبر بِصَلٰوَتِكَ وَلَا تَخَافُ سَهَا وَاِتِمَّ بِمَنْ ذٰلِكَ سَبِيْلًا یعنی اپنی سب نمازوں میں جبر نہ کرو اور نہ ہی سب میں مخالفت (آہستہ پڑھنا) کرو اور اس (سب نمازوں میں جبر اور سب میں مخالفت) کے درمیان راستہ تلاش کرو،، بایں طور کہ راست کی نمازوں میں جبر کرو اور دن کی نمازوں میں آہستہ پڑھو۔

آیت پاک کا یہ مطلب ہمارے فقہائے کرام کی تصریحات جلید سے ثابت ہے۔ بیسویں امام مخدوم جلد ۱
جلد ۱، کفایہ علی العبادہ ص ۲۸۳، ۲۸۴ جلد ۱، بحر الرائق ص ۳۳۵ جلد ۱، طحاوی علی الدرر ص ۲۳۳ جلد ۱، طحاوی
علی الرائق ص ۱۱۱ میں ہے والنظم من البحر والاصل فیہ کما ذکرہ المصنف
فی الکافی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یجہر بالقراۃ فی
الصلوۃ کلہا فی الابتداء وکان المشرکون یؤذونہ ویسبون
من انزل وانزل الیہ فانزل اللہ تعالیٰ ولا تجہر بصلوۃک
ولا تخافت بہا ای لا تجہر بصلوۃک کلہا ولا تخافت بہا



کھلے اور ابتغ بین ذلک سبیلاً بان تجهر بصلوة اللیل
وتخافت بصلوة النهار فكان یخاف بعد ذلک فی صلوۃ الظهر
والعصر لانهم كانوا مستعدين للایذاء فی هذین الوقتین
ویجهر فی المغرب لانهم كانوا مشغولین بالاکحل فی العشاء
والفجر لكونهم رقدوا فی الجمعة والعیدین لان اقامتهما
بالمدينة وماکان للکفار بها قوة۔

حاصل یہ کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم ابتدا میں سب نمازوں میں قرآن کریم بلند آواز سے پڑھا کرتے
تھے اور مشرکین سن کر یہودہ کلات بکتے تھے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ولا تجهر بصلواتک
ولا تخافت بها " اتارا کہ سب نمازوں میں جہر نہ کرو اور نہ ہی سب میں اہستہ پڑھو و ابتغ
بین ذلک سبیلاً اور درمیان راستہ تلاش کرو کہ رات کی نمازوں میں جہر کرو اور دن کی نمازوں
میں اہستہ پڑھو، تو اس کے بعد حضور ظہر و عصر میں اہستہ پڑھتے کہ ان وقتوں میں کافر مستعد شرات ہوتے
تھے، اور مغرب میں جہر کرتے کہ وہ کھانے میں مشغول ہوتے تھے، اور عشاء و فجر میں جہر کرتے کہ وہ سونے میں
مشغول ہوتے تھے، اور جمعہ و عیدین میں اس لئے جہر فرماتے کہ ان کو بدیز طیب میں قائم کیا اور وہاں کافروں
کو طاقت دیتی " اور بدائع صنائع ص ۱۶۱ جلد ۱، فتح القدیر ص ۲۸۱ جلد ۱، غایۃ مسکن جلد ۱، در المختار مع تقریرات ص ۱
۲۹۶ جلد ۱ میں بھی اسی مطلب کی تاکید کی ہے والنظم من البدائع کان النبی صلی
اللہ علیہ وسلم یجهر فی الصلوات کھلاً فی الابتداء الخ اور
متعدد تفاسیر مبتدأ میں بھی اس مطلب کی تصریح ہے۔ احکام القرآن لاہام البصا ص ۱۸۱ جلد ۳، البصود
ص ۱۶۲ جلد ۶، مدارک ص ۲۵۶ جلد ۲، بیضاوی ص ۲۸۱ جلد ۱، تفسیر کبیر ص ۳۵۵ جلد ۵، نیشاپوری ص ۱۵۱ جلد ۱۵، المنثور
ص ۳۰۸ جلد ۸، تفسیرات احمدیہ ص ۳۳ میں ہے والنظم للنسفی ولا تجهر بصلواتک
کھلاً ولا تخافت بها کھلاً و ابتغ بین ذلک سبیلاً
بان تجهر بصلوة اللیل وتخافت بصلوة النهار تفیرات
احمدیہ میں یہ بھی فرمایا وعلى هذا فالایة فی تعیین الصلوة الجهریة



وغیر الجہریت۔

تو روئے روشن کی طرح ہو ایت جہر یہ نمازوں میں مطلق جہر کا حکم دے رہی ہے اور اعامادیت
شریفہ میں بھی مطلق جہر کا ذکر ہے لہذا ہمارے اثر و مشائخ کرام نے بھی جہر یہ نمازوں کے واجبات میں مطلق جہر ہی کا
ذکر فرمایا ہے حالانکہ جہر مطلق جہر کامل کو بھی شامل ہے تو ثابت ہوا کہ جہر کامل بلاشبہ آیت و اعامادیت و تہمیت
تہمیت سے جائز و مستحسن اور مصداق جہر واجب ہے والاطلاق بمنزلۃ النص و اطلاق
المتون معتمد و الاستدلال بہ شائع و ذائع و امام الانبیاء فیہ۔
خصوصاً جب کہ کتب مذہبیہ میں یہ تصریحات بھی نمایاں طور پر موجود کہ جہر یہ نمازوں میں قدر حاجت سے بلند پڑھنا
مستحسن و افضل و اولیٰ ہے۔ محرم مذہب مذہب حضرت امام محمد علیہ الرحمۃ مؤطا مشائخ میں حضرت عمر رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کا تابندہ پڑھنا جو بیرون مسجد پاک و ابراہیمیہ کے پاس سنا جاتا تھا، باسناد بیان کرنے کے بعد فرماتے
ہیں کہ ایسا جہر جہر یہ نمازوں میں اچھا ہے جب کہ پڑھنے والا شقت میں نہ پڑے و نصہ قال محمد
الجہر بالقراءة فی الصلوۃ فیما یجہر فیہ بالقراءة حسن ما
لم یجہد الرجل نفسه۔ شامی ۲۹۷ جلد ۱، طحاوی علی الدر ۲۳۳ جلد ۱ میں ہے لو
زاد علی قدر الحاجة فهو افضل الا اذا اجمد نفسه او اذی
غیرہ۔ مجمع الانوار ۱۳۳ جلد ۱ میں ہے الاولیٰ ان لا یجہد نفسه بالجہر۔ بلکہ
تبین التائق ۲۷۱ جلد ۱، ہندیہ ۲۷۱ جلد ۱، طحاوی علی الرائق ۱۵۱ میں منقولہ کے متعلق فرمایا لایبالیغ
فی الجہر کالامام۔ اور عنایہ ۲۸۳ جلد ۱ میں فرمایا لایجہر لہر ہنا کل الجہر
تو آفتاب متاب کی طرح واضح ہوا کہ امام کے لئے مبالغہ فی الجہر اور کل الجہر جائز و مستحب ہے۔ و اذا
ظاہر جہداً۔ رہا یہ شبہ کہ بعض کتب فقہیہ ہندیہ وغیرہ میں سراج و ہاج سے ہے الامام اذا
جہر فوق الحاجة فقد اساء تو معروض کہ اتنے ٹھوس اور واضح ثبوت کو سراج و ہاج
کی عبارت رد نہیں کر سکتی بلکہ سراج و ہاج ہے ہی ضعیف و بے اعتبار، فتاویٰ و تہذیب شریفہ ۱۱۳ جلد ۱ میں ہے
وقد قال فی حشف الظنون السراج الوہاج عدہ المولیٰ المعروف
بجعلی من جملة الكتب المتداولة الضعیفۃ غیر المعتمدہ۔



اور یونی اعاہدہ مرفوعہ و موقوفہ شرح معانی الآثار، ابن ہبلی، مؤطا امام محمد، شمائل ترمذی بلکہ صحیح بخاری سے بھی ثبوت ملتا ہے و ذکر بعضہا فی مکتب الصوت۔

یہی آیت مذکورہ کی دوسری تشریح جہاں شان نزول کے تحت کئی تفسیروں میں مذکور اور العین حضرت کی مایہ ناز دلیل ہے تو معروض کہ صریح تفسیر مشایخ احناف کے خلاف کسی اور تفسیر سے استدلال احناف کے لئے مناسب نہیں خصوصاً جب کہ اس تفسیر و تشریح کے ناقلین ہی سے یہ تفسیر بھی ملتی ہے کہ یہ حکم نسخ ہو گیا اور اب جتنا بھر چاہے کہ کتاب ہے۔ طبری ۱۲ جلد ۱۵، ابن کثیر ۶ جلد ۳، در المنثور مختلف جلد ۲ میں ہے والنظم للطبری فلما حاجر رسول الله صلى الله عليه وسلم الى المدينة سقط هذا كله يفعل الآن امي ذلك شاء بكم صاوي على البلائين ۳۱ جلد ۲ میں ہے وهذا الامر قد زال من يوم اسلام عمر وحزرة فهو منسوخ فللمصلي الجهر في الصلوة الجهرية و لو يزيد على سماع المأمومين بغير تمام امت کا بالاتفاق ظہر و عصر میں ہستہ پڑھنا بھی صراحتاً بتا رہا ہے کہ اگر آیت کی واقعی یہی تفسیر ہے تو نسخ ہے ورنہ تمام امت کا اجماع علی الضلالتہ لازم آتا ہے حقیقتاً باطل ہے۔ تعجب ہے کہ ناعین حضرات صرف "لاتجسس" پر ہی نظر کرتے ہوئے استعمال سپیکر کو تو ناجائز بتاتے ہیں مگر "لاتخافت" کا خیال ہی نہیں کرتے کہ ظہر و عصر میں ہمیشہ صرف اس کی خلاف ورزی ہی نہیں کرتے بلکہ واجب جانتے ہیں حالانکہ ان کے دعوے کے مطابق لازم کہ ظہر و عصر میں بھی مغرب و مشاء و فجر کی طرح درمیانی آواز سے پڑھنا واجب ہو۔ اور یہ بھی لازم کہ تمام کتب فقہیہ کی جہرہ اور غیر جہرہ نمازوں کی تفریق بجا بنے۔

طریقہ تو یہ کہ ان حضرات کا اس آیت سے استدلال اس پر موقوف کہ سپیکر سے سنی گئی آواز یعنی آواز امام ہو، حالانکہ وہ یہ مانتے ہی نہیں بلکہ غیر بتاتے ہیں، نو کیا کسی غیر آواز کا بلند ہو جانا آواز امام کا بلند ہونا ہے کہ خلاف ورزی بنے۔ حیرت ہے کہ ان حضرات کے نزدیک سپیکر سے سنی گئی آواز آواز گنبد کی طرح صدا ہے تو ان کے قول پر گنبد دار مساجد بلکہ ہر مسقف مکان میں یا پہاڑوں کے آس پاس بھی جہرہ نمازوں کا ادا کرنا آیت کی خلاف ورزی بنے گی حالانکہ زمانہ قدیم سے اہل اسلام گنبد دار مساجد اور مسقف مکانوں



میں اور پہاڑوں کے آس پاس بھی بلا الکاؤنٹر سب نمازیں باجماعت آج تک ادا کرتے آ رہے ہیں، جو
جواز کی دلیل مزید ہے تو حدیث پیکیہ کا کیا قصور کہ محل المترا من بتاتے ہیں؟

الاستفتاء

سیکریٹ انتظامیہ کی آواز پہنچانے کے لئے مبلغ کا تقریر منت ہے اور لاڈ ٹیپیکر پر نماز پڑھنے سے
اس منت کی افواہ ہے تو یہ رافع منت اور بدعت سیئہ اور مکروہ ہے یا نہیں؟



دعویٰ تو کیا جانا ہے کہ تقریر مبلغ منت ہے مگر کسی صاحب نے آج تک یہ نہیں بتایا کہ کون سی
کتاب میں منت لکھا ہے؟ اور فقیر کو بھی سچی پلیٹ کے باوجود اپنے بہاں کی کتابوں میں کہیں نظر نہیں آیا۔
اور حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقتدی حضرات سے بھی صرف صدیق اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کا
بمبلغ بن جانا اور وہ بھی دو مرتبہ اور وہ بھی دوران مرض تک ہی ملتا ہے تو بلا مواظبت منت کیسے بن گیا، فتح القدیر
مجلد ۱ میں ہے والسنة ما واظب عليه صلى الله عليه وسلم مع
تركة احيائها شامی ۵۹۰ جلد ۱ میں ہے او الخلفاء الراشدون من بعده
اور جب سنت ہی نہیں تو بدعت سیئہ اور مکروہ بتانا بھی غلط بنا بلکہ امام السنن والجماعت مجدد مائتہ حاضرہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ توافقت الایام ۳۳۰ میں فرماتے ہیں بری تو وہ بدعت ہے جو کسی سنت مامور بہا کا رد کرے
حالانکہ یہاں امر کا ذکر تک نہیں، البتہ اس تقریر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حسب القواعد جواز ثابت ہے
لہذا فتح القدیر ۳۳۳ جلد ۱، بحر الرائق ۳۶۴ جلد ۱، در المختار مع الشامی ۵۹۰ جلد ۱، رسالہ شامی ۱۳۹ جلد ۱
و غیر ہا میں ہے والنظم للمحقق عليه الرحمة وبه يعرف جواب



المؤذنين اصواتهم في الجمعة والعیدین وغیرہما۔ اور نیتِ عزے سے متحب ہے۔ ثانی مسئلہ ۲۴ جلد ۱، طحاوی علی الدرر ۲۱۳ جلد ۱، طحاوی علی المراتی ۱۵۵ میں ہے ولہ النظم واما عند الاحتیاج الیہ بان كانت الجماعة لا یصل الیہم صوت الامام اما لضعفه او لبعثتہم فمستحب انہم کی آواز پہنچ رہی ہو تو محض بے جا و ناپسندیدہ و بدعتِ منکرہ ہے۔

انہی کتابوں میں ہے وفي السیرة الحلبيّة اتفق الائمّة الاربعۃ علی ان التبلیغ حیث یدعی منکرۃ۔ اور چونکہ لاؤڈ سپیکر امام کی ہی آواز پہنچاتا ہے تو اس وقت تقریباً تبلیغ حسب تصریح مذکور باتفاق ائمہ اربعہ بدعتِ منکرہ بنے گا۔ مذکر لائٹ لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ آواز امام سے استفادہ بدعتِ سیئہ بنے گا۔ فافہم ان کنت ممن ینفہم۔

تعب توریہ ہے کہ صرف ظہر کی ہی دو نمازوں میں، وہ بھی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ معقول کے دوران بطور خود صفوں کے آگے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جبر تکمیل سے تو مطلقاً تقرر مبلغِ سنتِ مستمرہ مانا جاتا ہے اور اس کے خلاف ادعائی کو بدعتِ سیئہ کہا جاتا ہے مگر خود حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے بکثرت پنج گانہ نمازوں کو مواضعِ حدیثِ صدائیں ادا فرماتے رہے۔ اس مواضعِ حدیثِ صدائیں مکانِ نصبِ لاؤڈ سپیکر میں امامت و اقتدار کا صرف جواز بھی نہیں مانا جاتا۔ ان هذا الاختلاف۔

الاستفتاء

نمبر

کیا یہ صحیح ہے کہ گنبد کی آواز سننے سے سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا اور اگر صحیح ہے تو کیوں؟ کیا اس لئے کہ جو اس سے سننے میں آیا، آیت ہمیں، یا اس لئے کہ وہ منکلم کی آواز نہیں، بر تقدیر ثانی یہ قول کہ گنبد

معہ علی قولہم ۱۱۸۴

کی آواز بعینہ آوازِ منکلم ہے مگر اس کے علاوہ کوئی دوسری آواز غلط ہے یا نہیں؟



ہاں بعض کتب فقہیہ میں وجوبِ سجدہ کی نفی ضرور ہے مگر جوازِ سجدہ کی نفی قطعاً نہیں بلکہ محکم مفہوم تھا (جو کتب فقہیہ میں مقبر ہے) وہی نفی وجوبِ جواز کا اثبات ہے اور جواز ہی کے ہم قائل ہیں جو نیتِ حسنہ سے مقسّن بن جاتا ہے فبطل استدلال السائل۔ وہی قلتِ نفی وجوب میں سائل کی یہ تردید کہ جو اس سے سننے میں آیا وہ آیت نہیں یا اس لئے کہ وہ منکلم کی آواز نہیں تو امام اہل سنت والجماعت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک مردود ہے۔ وہ صدائے گندہ کو آوازِ منکلم مانتے ہوئے وجوبِ سجدہ کیلئے ایک تفسیرِ مردود برعکس تھے ہیں کما نقلہ الفاضلان المذكوران عن الکشف شافیا۔ اور اگر بالفرض آوازِ منکلم کے علاوہ کوئی دوسری آواز ہی ہو تب بھی اتنا بدیہ متیقن کہ اسی سے پیدا ہو رہی ہے اور حرکاتِ انتقالیہ امام کی بلاشبہ دلیل ہے حالانکہ مقتدی پر متا بہت نام نفس اقتداء سے ہی لازم ہو جاتی ہے تو کیا علم آنے کے بعد متا بہت کا لزوم اٹھ جاتا ہے بلکہ جواز ہی نہیں رہتا بخلاف سجدہ جو سماع سے پہلے لازم نہیں۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ بکثرت ایسی صورتیں ہیں کہ مراحتہ تلازم وجوبِ سجدہ وجواز اقتداء کا رد کرتی ہیں والتفصیل فی مکبر الصوت مضمیت۔

الاستفتاء نمبر

قرآن کریم کے تلاوت کی آواز ناگہرا فون کے ذریعہ سننے میں آئے تو سماع وانصات واجب یا نہیں؟



”اکشف ثانیاً“ میں ثانی جواب ہے فلینظر شتہ۔

الاستفتاء نمبر

قرآن کریم کے تلاوت کی آواز لاؤ و ڈبیکر کے ذریعہ اگر سننے میں آئے تو استماع و انصات واجب یا نہیں؟



جب تالی ہی کی آواز ہے تو استماع و انصات بالشراط ضروری ہے۔

الاستفتاء نمبر

(۱) ایک مسجد میں ذیہ و بکرم صوفیوں نے نماز پڑھی۔ زید امام ہوا اور بکر مقتدی، مگر دونوں کے درمیان ٹھہرناٹ گز کا فاصلہ تھا اور بکر کا نول سے بہرہ تھا اس لئے امام کی آواز اس کو سنائی نہیں دیتی ہے نیز بکر کی مینائی بھی کمزور ہے اس لئے وہ امام کی نقل و حرکت کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا تھا البتہ اس کی آنکھوں میں ٹیک لگی تھی اس لئے اس نے ٹیک کے ذریعہ امام کی نقل و حرکت دیکھ کر رکوع و سجود کیا تو بکر کی نماز جوئی یا نہ ہوئی؟



اب) اور اگر بکری اٹھکوں میں عینک نہ ہوتی تو بلکہ زید و بکر کے درمیان کوئی پادروال شیشہ رکھا ہوتا جس کے ذریعہ بکر زید کی نقل و حرکت دیکھ کر رکوع و سجود کرتا تو بکر کی نماز ہوتی یا نہیں؟
 ج) اور اگر بکر کے کانوں میں کوئی ایسا آلہ لگا ہوتا جس کے ذریعہ امام کی آواز سن کر رکوع و سجود کرتا تو بکر کی نماز ہوتی یا نہیں؟



کتب کی دوسری سوال ثالث کے جواب میں متفق ہو چکا کہ انتقالات امام کا علم بسمالچ اور رؤیہ یعنی کسی سننے یا کسی دیکھنے سے حاصل ہوا اگرچہ بالواسطہ تو اقتدا صحیح ہے اور جب "ا" اور "ب" میں علم بالرؤیہ ہے اور "ج" میں بالسماع تو نماز بغیرا روا ہے۔

الاستفتاء

نمبر ۱۲

اگر کوئی شخص امام کی آواز نہ سنے، نہ اس کی نقل و حرکت دیکھے بلکہ امام کے سایہ کی حرکت دیکھ کر رکوع و سجود کرے تو اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟



ہاں نماز جائز ہوگی کہ مل بالروئیۃ حاصل ہے کما مر۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ
 جل مجدہ اتم واحکم وعلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ و

اصحابہ و یارک وسلم۔

عزہ الفقیر الیہ الخیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ اجتماع نماز جمعۃ المبارک و عیدین میں لاؤڈ سپیکر استعمال کرنا جائز ہے یا نہ جائز؟ فی سبیل اللہ اس کا جواب تحریر فرما کر عند اللہ مایحور ہوں۔ والسلام
السائل :- الفقیر الخیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ



بلاشبک و شبہ و ریب لاؤڈ سپیکر کا استعمال یعنی وہ بولنے والے کے پاس چالو ہو اور اس کے ذریعہ لوگ سنتے رہیں، شرعاً مباح ہے۔ اور اگر کوئی عارضہ ناجائز بنانے والا شامل ہو جائے مثلاً گانا بجانا یا بیڑہ اقوال یا کفریہ کلمات کہے جائیں تو استعمال ناجائز و گناہ ہوگا اور اگر قرآن کریم پڑھا جائے اور حضرت رب العالمین جل مجدہ کی صفت و ثناء کی جائے یا محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شان بیان کیا جائے یا احکام شرع بیان کئے جائیں تو عبادت بن جائے گا کما فی الحدیث المبارک انما الاصل بالنیات وفي الشامیۃ علی البدن ۳۵۴ جلدہ ان الاعمال بالنیات۔ فکما یکون المباح طاعة بالنیۃ تصیر الطاعة معصیۃ بالنیۃ تزئیت صالحہ سے نمازیں بھی بلاشبہ جائز و با



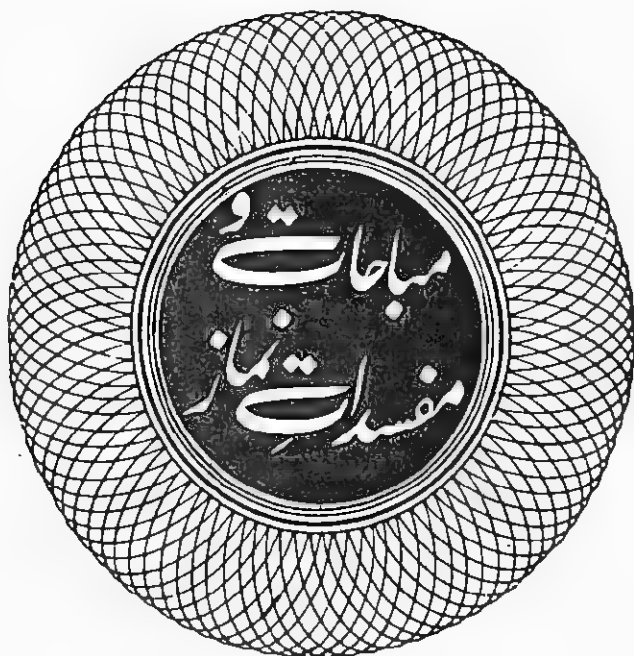
وَابْهَرِ قَالِ اِنَّهُ تَعَالٰى وَتَعَاوَنُوا عَلٰى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى، اِنَّهُ لَمَعَ كَمَلٌ نَقِيرًا
رِسَالَهُ "مَكِّيَّةُ الشَّيْخِ" طَاعَتُهُ فَرَاوِي.

وَاِنَّهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ وَصَلَّى اَللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيبِ الْاَنْوَارِ وَالْهَوْبِ وَبِالْهَوْبِ قَسَمٌ

مَرْوَةُ الْغَفِيرَةِ الْوَالِدَةِ الْخَيْرِ مُحَمَّدَةَ زَوْجَةَ الْغَفِيرَةِ الْغَفِيرَةِ

١٥/١٨ ١٣٨٨ هـ





باب

مَا يَجُوزُ فِي الصَّلَاةِ وَمَا لَا يَجُزُ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ :-

نمبر ۱ :- ہمارا گاؤں اہل ہنود کی ملکیت ہے لیکن وہ عبادت الہی و دیگر احکام الہی سے منع نہیں کرتے بلکہ عزت کرتے ہیں، نیز ایک اہل مسلم بھی قدرے ملکیت رکھتا ہے۔

نمبر ۲ :- اور ہمارے گاؤں میں فریقین کا تعلق ہے یعنی اندک آدمی اہل حدیث کہلاتے ہیں اور آئین وغیرہ بالجبر کرتے ہیں اور دوسرے فریق دالے منع کرتے ہیں تو وہ از روئے صدر کے زیادہ آئین وغیرہ کرتے ہیں اور بصورت فساد زدہ کرتے ہیں اور امام دائمی بھی منع کرتا ہے لیکن ترغیب قلبی کچھ اور بات رکھتا ہے۔ اگر امام مخفی ہو اور اس کی اقتدار میں فریقین نماز ادا کریں تو ضعیفوں کی نماز میں آئین بالجبر سے کوئی نقصان ہے یا کہ نہیں ؟

نمبر ۳ :- ہمارے گاؤں کی مسجد پختہ ہے یعنی خشیت پختہ سے بنی ہوئی ہے اور اکثر آدمی نماز جمعہ ادا کرتے رہتے ہیں اور بعض بغلاف میں۔ اور جو جمعہ پڑھتے رہتے ہیں بعض ان میں سے فرضی ادا کرتے ہیں اور بعض اضیاطی، اگر یہ گاؤں میں جہاز ہے تو فرضی جائز ہے یا اضیاطی ؟ یا کہ جائز ہی نہیں ؟ ہمارا گاؤں بستی



نہیں ہے گو یا کہ شہر ہے۔ اگر جائز ہے تو امام دائمی کو نماز میں بعد پڑھانا چاہئے یا کہ اور خطیب اور امام مقرر کرنا ہے؟ اکثر اہل اسلام اس کے پیشوا ہونے پر رضامند نہیں ہیں۔

نمبر ۴: ڈار بھی منڈا لے کا ممنوعی ثبوت اور کتنا عذاب ہے، اور کتنی لمبی ہونی چاہئے؟

التاسع: علماء وراثہ الانبیاء کے مذکورہ مسائل کو از دوسے رفع فریقین کے اور ثبوت نماز جمعہ کا ہر سند صحیح و آیات قرآنیہ کا ثبوت بھی ہو تحریر فرماویں، جواب باصواب فرمادیں خداوند کریم اجر دے لگا۔

المائل: خادم العلماء والفقرات قطب الدین یقلم خود



۱۔ عبادت رب العالمین جل جلالہ و علم نوالہ جو صحیح معنی میں عبادت ہو وہ تمام مکلفین پر لازم ہے۔
 ۲۔ یہ شرط قلیلہ جو اپنے آپ کو الحمد للہ کھلتا ہے وہ حدیث سرور دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیروکار نہیں بلکہ حدیث نفسانی دامانی کے تابع ہیں خود ان کے افعال و اقوال اور ان کے مؤیدوں کی تصانیف اس مدعا کے شاہد ہیں، چنانچہ یہی جو سوال میں مذکور کہ وہ از دوسے ضد آئین وغیرہ زیادہ کرتے ہیں، اس مدعا کا ثبوت ہے کہ گو آئین بالجہر کو یہ لوگ منت سمجھتے ہیں مگر حدیث جلیل حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ انما الاعمال بالنیات و انما الامرئی ما نوحی الحدیث مشکوٰۃ عن البخاری و مسلم یعنی اعمال کی دار و مدار نیتوں پر ہے اور ہر ایک کے لئے وہی ہے جس کی نیت کی، حتیٰ کہ اگر کوئی فرض نماز ادا کرے مگر اس کی نیت فاسد ہے تو عبادت نہیں بن سکتی چنانچہ اسی حدیث کے اخیر میں ہے کہ اگر ہجرت جو فرض تھی کسی دنیاوی لالچ سے کرے تو وہ معتبر نہیں بلکہ اسلام لانا جو اعظم الفرائض ہے اگر نیت فاسدہ سے ہو تو غیر معتبر، بلکہ باعث زیادہ عذاب بن جاتا ہے۔ چنانچہ منافقین کے حق میں مولیٰ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے ان المنافقین فی الدار



الاسفل من الناس۔ توجب ان لوگوں کی آئین وغیرہ براہِ ضد ہو اور مسلمانوں کے دل دکھانے کے لئے ہر توہمت نہ رہی بلکہ گناہ بنی کہ مسلمان کا دل دکھانا اور ضد شرعاً سخت حرام ہے شکوۃ شریف میں مسیح بخاری سے ہے المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ۔ تو حدیث پر کب عمل رہا بلکہ حدیث کے مخالف ہوا عجب کہ بارگاہِ الہی میں حاضر ہو کر تحریر باندھ کر بھی یہ لوگ اپنی ضد کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ غرضیکہ ان کے افعال و اقوال سے یہ بات ٹپک رہی ہے تو دوسرے فرق کا منع کرنا وہا بیت سے روکنا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں داخل تھا۔ ان کو چاہئے تو یہ تھا کہ سن کر عمل کرتے مگر وہ اسٹے ضد و فساد پر اترے اور فساد کی کو اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا۔ اہل سنت والجماعت کو چاہئے کہ ان سے الگ رہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسے تمام فرقوں سے الگ رہنے کی تاکید یلین فرمائی ہے کہ شکوۃ میں بخاری و مسلم کی حدیث ہے قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاعتزل تلك الفرق كلها۔ آئین بالجو وغیرہ کی وجہ سے اگرچہ امام حنفی ہو۔ اخلاف کی نماز میں نقصان ہوگا کئی وجوہ سے ایک کی طرف تو اشارہ ہو چکا۔ اور دوسری یہ کہ جب وہ لوگ آئین بالجو وغیرہ کریں گے تو کم از کم اخلاف کا خیال اس طرف ملتے گا اور نماز میں حضور بالقلب نہ رہے گا اور یہ بھی مکروہ ہے ثنائی میں ہے منها الصلوة بحضرة ما يشغل البال ويخل بالخشوع۔ اور ایسے ہی اور بہت سی وجوہ ہیں اور امام دائمی کو سمجھائیں کہ تہذیب قلبی کسی دوسری طرف درکھے ورنہ صرف زبان کی موافقت کسی کام کی نہیں جیسے حدیث شریف و آیت طیبہ سے سن چکے۔

مسجد کا پختہ ہونا اور گاؤں کا گویا کہ شہر ہونا نماز جمعہ کے لئے ہرگز ہرگز مجوز نہیں ہو سکتا بلکہ سائل کہتا ہے کہ ہمارا گاؤں سنی نہیں، گاؤں اور سنی میں کیا فرق ہے ان هذا الا التناقض الصریح۔ ادائیگی جمعہ کے لئے شہر کی مشابہت کافی نہیں بلکہ شہر ہو اور شہر بھی جامع ہو، کہ غنیۃ المستمل وغیرہ میں ابن ابی شیبہ سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے لاجمعة ولا تشريق ولا صلاة فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او مدینۃ عظيمة۔ پس جو اس گاؤں میں جمعہ نہیں پڑھتے وہ حق و مذہب غفیب پر ہیں اور جو پڑھتے ہیں اور احتیاطاً نماز نظر



بھی پڑھ لیتے ہیں تو ان کا فرض وقت نماز ظہر ادا ہو جاتا ہے مگر ترک جماعت کا بوجھ سر پر رہ جاتا ہے اور جو صرف جمعہ ہی پڑھتے ہیں اور اعتیاداً نماز ظہر نہیں پڑھتے وہ اپنے فرض وقت کے فوت ہونے سے ڈریں۔ وسماع التحقيق في مسائل النوايا اتقن الدولہ۔

مسئلہ داڑھی منڈانا حرام ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے داڑھی بڑھانے کا حکم فرمایا ہے بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں وفروا اللحى و احقوا الشوارب "بڑھاؤ داڑھیوں کو اور ترشوارب مونچھوں کو" منڈانے والا نکمار ہے، حرام کے ترکب کے عذاب کا مستحق ہے۔ اور یہی مشیت بھر رکھی جائے جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ثبت ہے۔ اس میں ہے وکان ابن عمر اذا حج او اعتمر قبض علی لحیته فما فضل اخذہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جبل مجدہ اتم واحکم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ وسلم۔

نوٹ: کاتب نے تاریخ نہیں لکھی مگر فتاویٰ نور یہ جلد اول میں اس سے پہلا فتویٰ ۱۷۱۲۰۱۳۶۰ھ کا اور اس سے پچھلا ۱۸۰۱۳۶۱ھ کا ہے۔

عزیز الغفران والرحیم محمد نور اللہ العباسی غفرلہ

الاستفتاء

نوٹ: درج ذیل فتوے کا استفتاء فتاویٰ نور یہ کے قلمی نسخے میں درج نہیں ہے (محب)



عزیز القدر مولانا حافظ محمد رحمت علی صاحب سلسلہ برتالک

وعلیکم السلام ورحمۃ کوہ کا تہ ۱۔ بعد از دعوات عافیت دارین آنکہ آپ کا مسہ خط ملائکہ افسوس کہ آپ کا لغافہ اور خط و دولں ایسے گم ہوئے کہ باوجود تلاش بھی نہ ملے۔ البتہ بہار شریعت حصہ سوم ص ۷۷ کے مسئلہ کی تشریح لکھی جاتی ہے، اس میں ہے :

مسئلہ : کپڑے میں اس طرح لپٹ جانا کہ ہاتھ بھی باہر نہ ہو مگر وہ تحریمی ہے۔ علاوہ نماز کے بھی یہ ضرورت اس طرح کپڑے میں لپٹنا نہ چاہئے اور خطرہ کی جگہ سخت ممنوع ہے۔

یہ مسئلہ درالغفار اور فتاویٰ عالمگیری ہے۔ اور ان دونوں میں جمع دیکھ کر کتب معتبرہ اس

طرح کپڑے پہننے کا عربی نام اشتمال الصغار یا صغار آیا ہے۔ حدیث متفق علیہ میں اس سے مطلقاً نہایت

آئی ہے اور اس کی تفسیر شامی ص ۶۱۱ جلد ۱، فتاویٰ عالمگیری ص ۵۵۵ جلد ۱، تبیین الحقائق ص ۶۱۱ جلد ۱،

اشتعال ص ۳۷۷ جلد ۱، یعنی علی البخاری ص ۲۳۸ جلد ۲، فتح القدیر ص ۳۵۹ جلد ۱ میں ہے

والنظم من الفتح وهو ان یلف بثوب واحد رأسه

وسائر بدنہ ولا یدع منفذ الیدہ یعنی وہ یہ ہے کہ اپنے سر اور

باقی تمام دھڑ کو ایک کپڑے میں لپیٹ لے اور ہاتھ نکلنے کے لئے کوئی راستہ نہ چھوڑے پھر اس کی وجہ تسمیہ

اکثر کتب مذکور میں یہ ہے کہ صاء "اس ٹھوس پتھر کو کہا جاتا ہے جس میں کوئی سوراخ اور دراڑ نہ ہو تو یہ ہینا یوں

ہوا جیسے اس پتھر میں داخل ہو گیا کہ ہاتھ بھی نہیں نکال سکتا یعنی وغیرہ نے بالقاطع متعارف فرمایا و

الصماء فی الاصل صفة یقال صخرة صماء اذا لم یکن

فیہا خرق ولا منفذ ومعنی المنہی عن اشتمال

الصماء نہی عن اشتمال الثوب کاشتال الصخرة الصماء

والی ان قال وتشبیه الاشتمال المنہی بہا کونہ یسد المنافذ

صلیہا۔

تو اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ بہار شریعت میں اس "ہاتھ بھی باہر نہ ہو" سے مراد یہ ہے کہ

ہاتھ لپوں چھپا ہو کہ جب باہر نکالنا چاہے تو باہر نہ ہو سکے۔ اور اس پر وہیں بہار شریعت میں بھی آخر میں نماز کے علاوہ بھی اس طرح لپٹنا چاہئے۔ اور خطرہ کی جگہ سخت ممنوع فرمانا صاف صاف دلیل ہے کہ جب فوراً نکل کے تو خطرہ میں سخت ممنوع ہونے کا کیا معنی؟

بہر حال اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ ہاتھوں کا بعض صورتوں میں یوں چھپ جانا کہ جب نکالنا چاہے فوراً نکال سکے، اس میں داخل نہیں جیسے ٹوٹا ہمارے یہاں کہیں اور دیکھ جائیں غائب اٹھا کر شانے پر ڈالی جاتی ہے اس میں بھی بوقت قیام ہاتھ چھپ جاتے ہیں مگر بوقت ضرورت بلا تکلف نکل سکتے ہیں اور تکثیر تحریر تو نکال کر ہی کہی جاتی ہے تو اس میں کوئی ممانعت نہیں لعدم الدلیل علیہا و الاصل الاباحت وقد قال اللہ تعالیٰ خذوا منکم عند کل مسجد۔ اس میں تمام ایسی صورتوں کی اباحت ہے جن سے شرع اظہر نے منع نہیں فرمایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیب و آلہ وصحبہ و بآلہ وسلم۔

عزیز الغفریر ابو الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۶ جمادی الآخر ۱۳۷۸ھ

الاستفتاء

بگرامی خدمت حضرت قبلہ الحاج شیخ الحدیث مفتی اعظم صاحب دست برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ

نمبر ۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا صرف ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے؟

نمبر ۲: اور کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے صرف ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا نفل یا قولاً ثابت ہے؟

نمبر ۳ :- کسی حدیث شریف میں یہ آیا ہے کہ فقط ٹوپی پہن کر نماز پڑھنے سے ایک نماز کا اور ٹوپی
بمعن عام باندھ کر ادا کرنے سے ستر گنا زیادہ ثواب ملتا ہے؟ نیز یہ حدیث صحیح ہے؟ مینو التوجہ دار
امید ہے کہ آپ تفصیلی حل فرما کر بندہ کی تسلی و تشفی فرمائیں گے۔

السائل :- حضرت مولانا حافظ الحاج محمد شفیع صاحب اوکاڑوی رقم کرکچوی
مذہب علم معرفت محمد رحمت علی رضوی مدنی مدرس دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بھیر پور ۱۰۶۳



الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لا نبی بعده

ع قرآن کریم و حدیث پاک اور فقہ حنفی سے روز روشن کی طرح واضح کراہل اسلام کی ٹوپی (مثلاً قادری
ٹوپی) پہن کر نماز پڑھنا ہرگز ہرگز مکروہ نہیں بلکہ نسبتاً پسندیدہ و مستحسن ہے۔ قرآن کریم میں ہے یٰٰسَیِّدِی
اٰدَمُ خُذْ زَاوِیْنِیْکَ مِنْ حَتْمِ الْجَعْدِ (اے ابنائے آدم لوزنیت
اپنی نزدیک ہر مسجد کے)۔ ارباب تفسیر فقہ فرماتے ہیں کہ اس آیت پاک میں "نمینة" سے مراد
وہ لباس ہے جو حجم انسانی کے ضروری پوشیدگی حصول کا شرک کے اور "مسجد" سے مراد نماز
ہے لہذا نمازی پر فرض ہے کہ لباس ستر پہن کر نماز پڑھے مگر جبکہ قرآن کریم نے "لباس" یا "ثیاب"
نہیں فرمایا بلکہ "زینت" فرمایا اور "زینت" لغوی معنی کے لحاظ سے آرائش و زیبائش پر دل ہے تو اس
میں اشدہ ہے کہ خصوصی حاضری میں زیبائش ہونی چاہئے لہذا لباس ستر سے زائد ہر وہ لباس جو شرعاً جائز ہو
اور باعث زینت بنے (مثلاً قمیص، عمامہ وغیرہ) منون و مستحب و مستحسن ہوا۔ تفسیرات احمدیہ ص ۲۷۳، الاکلیل ص ۱۸۰
جلد ۲ میں ہے ان المراد من الزینة الثیاب الموارى للصورة

والمراد من المسجد هو الصلوة الخ نیز نہیں ہے من السنة ان
 يأخذ احسن هيئة للصلوة۔ پیرانی میں ہے فلم يعمده بلفظ
 الهيئة دون اللباس فقال للاشعار باخذ اللباس المحسن
 في الصلوة۔ مارک جلد ۲ میں ہے لان الصلوة مناجاة الرب
 فيستحب لها التزين۔ صحیح بہاری جلد ۳۲۹ کی حدیث پاک میں ہے فان الله
 احق من تزين له۔ تو واضح ہوا کہ لباس زینت کم از کم محسن ضرور ہے حالانکہ ننگے سر کی نسبت
 ٹوپی بھی لباس زینت ہے جسے عوام و خواص علماء و اصفیاء کے سب حلقوں میں مقبولیت حاصل ہے تو
 اس اشارہ قرآنیہ سے صرف ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا بھی مستحسن ہوا۔ اور حدیث پاک میں بھی صرف ٹوپی
 پہن کر نماز پڑھنے کا بھی ارشاد مرتج دیان موجود ہے جس کا ذکر بفضل تعالیٰ سوال و جواب میں
 آ رہا ہے۔ اور فقہ حنفی میں ہے کہ بلا وجہ وجہ ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے کہ اس میں زینت مامور بہا کا
 ترک ہے۔ فتح القدیر جلد ۳۶۵، جلد ۲، بحوالہ الق ۲۵، جلد ۲، تنویر الابصار، در المختار، شامی جلد ۵۹۹
 جلد ۱، مراقی الفلاح جلد ۲۱۶، فہرہ، غنیہ جلد ۳۳ میں ہے و النظم من الفتح و تکرہ
 الصلوة ایضاً (الحان قال، و مکشوف الرأس صغیر ۱۸۴) میں ہے لان
 فيه ترك اخذ الزينة المأمور بها مطلقاً اور چونکہ ٹوپی
 سے سر سر حاصل ہو جاتا ہے اور ننگا نہیں رہتا تو واضح ہوا کہ ٹوپی پہننے سے ننگے سر والی کراہت دور ہو جاتی
 ہے اور سر سر کی زینت حاصل ہو جاتی ہے نہ یہ کہ اٹھے ٹوپی سے کراہت آجائے۔ بلکہ فقہائے کرام نے
 تو بیان تک فرمادیا کہ اگر نماز میں ٹوپی گر جائے تو نماز میں ہی اٹھا کر سر پر رکھنا افضل و بہتر ہے کہ ننگے سر نماز
 پڑھنے سے بچے۔ فہرہ جلد ۲۱۹ اور صغیر جلد ۲۳۲ اور در المختار تحریر شامی تقریباً متلاً جلد ۱ میں ہے
 والنظم للمحلب و ذکر فی فتاویٰ الحجتان رفع العمامة
 او القلنسوة بعمل قليل اذا سقطت افضل من الصلوة مع



کشف الرأس. در الکام مالا جلا میں ہے دفع القلسوة بید واحدة افضل من الصلوٰۃ بکشف الرأس۔

مل ثابت ہے، امام حقانی قطب بانی حضرت سیّدی عبدالوہاب شرعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کشف القمۃ شریف مہ جلا میں فرماتے ہیں کان صلی اللہ علیہ وسلم یأمر بستر الرأس بالعمامة او القلسوة وينهى عن كشف الرأس في الصلوٰۃ یعنی حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں عمامہ یا ٹوپی سے ستر سر کا حکم دیا کرتے تھے اور نماز میں سرتگا کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے، "تو یہ حدیث پاک کئی وجہ سے دلیل ہے ستر سر کا حکم دینا اور سرتگا کرنے سے منع فرمانا مکرمہ دیتا ہے کہ اکیلی ٹوپی بھی کافی ہے، پھر عمامہ یا ٹوپی فرمانا بھی اس کی دلیل ہے۔ اور یہ حقیقت بھی واضح ہے کہ حضور نور علی نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو فرماتے تھے بخود بھی اس پر عمل کر کے دکھاتے تھے اور صحابہ کرام بھی صدق دلی سے پیروی کرتے تھے اور سب حضرات کے پاس بروقت عاموں کا نہ ہونا بھی یقینی چیز ہے، تو مدعا روز روشن کی طرح روشن ہوا۔

حضرت امام شرعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہی شہادت سے یہ حدیث ہے بھی حدیث صحیح، اسی کتاب مستطاب کے مہ جلا میں فرماتے ہیں ولم اعز احادیثہ الى من خرجها من الائمة لانی ما ذكرت الا ما استدلل به الائمة المجتهدون لمذاہبہم وكفانا صحة لذلك الحديث استدلال مجتہد بہ نیز میں ہے وكفانا صحة لذلك الحديث او الاشر استدلال مجتہد بہ۔

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم ٹوپی مبارک عمامہ شریف کے نیچے اور اکیلی ٹوپی مبارک اور اکیلا عمامہ شریف پہنا کرتے تھے۔ کنز العمال جلد ۲۴، جامع صغیر جلد ۳۳ میں بحوالہ امام ربانی اور امام ابن عساکر ہے کان یلبس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم القلانس تحت العمامۃ وبغیر العمامۃ ویلبس العمامۃ بغیر القلانس۔ پیرائے نظام صحابہ یرت وغیر ہم نے بھی توثیق سے یتینوں صدقین عمامہ بیچ ٹوپی، صرف ٹوپی، صرف عمامہ ذکر کی ہیں۔ السیرۃ الجلیہ جلد ۲۶، المدخل لتمام



ابن الحاج ۲۱ جلد ۲، زاد المعاد ص ۱۱۱ جلد ۱، سفر السعادة ص ۱۱۱ جلد ۲، شرح سفر السعادة ص ۱۱۱ میں ہے
والنظم من العلبية انه صلى الله عليه وسلم كان يلبس
القلانس تحت العمامة ويلبس القلانس بغير عمامة
ويلبس العمامة بغير قلانس، ابياء العلوم ص ۳۴۵ جلد ۲ میں ہے کہ کان
يلبس صلى الله تعالى عليه وسلم القلانس تحت
العمامة و بغير عمامة، فتاوى عالمگیری ص ۹۹ جلد ۲ و دیگر کتب دینی کے ادر کلمۃ البحر
ص ۲۸۸ جلد ۸ میں ذخیرہ ہے و النظم من التكملة روى ان النبي صلى
الله تعالى عليه وسلم كان له قلانس يلبسها وقد
صرح ذلك اقول الظاهر ان المراد لبسها بغير عمامة
او اعم فيطابق النصوص السابقة ولا يمكن ان يراد
لبس القلانس تحت العمامة فقط ليعتبر النصوص
لان الاطلاق يابى ولا مخصص شرعاً۔



بر حال محبور محرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایسی ٹوپی کا پہننا بھی یقیناً ثابت ہے اور چونکہ
یہ سب روایات و عبارات مطلق ہیں یعنی ان میں یہ نہیں کہ نماز میں پہنا کرتے تھے یا نماز سے باہر، تو معلوم ہوا کہ
یہ پہننا عام ہے تو نماز میں صرف ٹوپی پہننا بھی ثابت ہو گیا۔ قرآن کریم فرماتا ہے وشیابک فطمس
ہدایہ اور کتب تفسیر سے واضح ہوتا ہے کہ اس ارشاد پاک کا نماز کے ساتھ خصوصی تعلق ہے حالانکہ ”شیاب“
جمع ہے تو معلوم ہوا کہ محبور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جمیع شیاب (جن میں ٹوپی بلا عامہ بھی داخل ہے)
نماز کے قابل ہیں تو کراہت کہاں سے آئے؟ محبور کی تو ہر ادا ہی محبوب ہوتی ہے اور زینت، تو لامحالہ
صرف ٹوپی پہننا بھی محبوب بنا اور زینت ہوا تو کراہت کا شبہ ہی پیدا نہیں ہوتا۔

مسند گوید میرٹھ ضعیف ہے مگر اصحاب یرت کے باوثوق ذکر اور فتاویٰ ہندیہ و دیگر کے ”قد سمعنا ذلك“ فرمانے ہے

تائید و تصحیح ہجری ۱۳۰۲ھ

مکتبہ آج تک ایسی کوئی حدیث نہ مل سکی ہے اور نہ ہی نظر آئی۔ اب سوال آنے پر تازہ منبع مظاہر کتب حدیث و فقہ سے بھی کہیں اس کا کوئی نام و نشان نہیں ملا، البتہ جامع منیر ص ۱۶۱، کنز العمال ص ۱۶۱ جلد ۸ میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت مسند الفردوس للذہبی ہے رکعتان بعمامة خید من سبعین رکعة بلا عمامة یعنی دو رکعتیں عمامہ کے ساتھ ایسی ستر رکعتوں سے بہتر ہیں جو بغیر عمامہ کے ہوں۔ پھر کنز العمال کے اسی صفحہ اور جامع منیر ص ۱۶۱ جلد ۸ میں حضرت عمر سے یہ روایت ابن عساکر ہے صلوة تطوع او فريضة بعمامة تعدل خمساً وعشرين صلوة بلا عمامة وجمعة بعمامة تعدل سبعين جمعة بلا عمامة یعنی نفل یا فرضی کوئی ایک نماز جو عمامہ پہن کر پڑھی جائے ایسی پچیس نمازوں کے برابر ہے جو بلا عمامہ ہوں اور ایک جمعہ عمامہ پہن کر ایسے ستر جمعہ کے برابر ہے جو بلا عمامہ ہوں۔

اس دوسری حدیث کے متعلق اگر علامہ محمد طاہر فتنی صاحب مجمع البحار اپنی کتاب موضوعات کے ص ۱۵۱ اور ص ۱۵۲ میں اور حضرت ملا علی قاری موضوعات کبیر کے ص ۱۵۳ میں بعض ائمہ حدیث سے نقل کہ یہ موضوع ہے مگر حضرت امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ کے نزدیک موضوع ہرگز نہیں بلکہ صرف ضعیف ہی ہے کہ کنز العمال کے اصل مجمع الجوامع میں سیوطی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ اس کتاب میں وہ حدیثیں جو ابن عساکر یا ذہبی کی مسند الفردوس سے ہیں، وہ سب ضعیف ہیں۔ کنز العمال ص ۱۶۱ جلد ۸ میں ہے ولا بن عساکر (الان قال) والذہبی فی مسند الفردوس فهو ضعیف فيستغنى بالغير واليه اوالى بعضها عن بيان ضعفه۔ اور جامع منیر کے خطبہ ص ۱۶۱ جلد ۸ میں فرمایا وصنت عما تفرد به وضاع او كذاب۔ اور یہیں سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک پہلی حدیث بھی ضعیف ہی ہے۔ کہ یہ روایت مسند الفردوس سے ہے۔

بہر حال یہ دونوں حدیثیں ضعیف ہیں اور فضائل اعمال میں اگر حدیث ضعیف پر عمل جائز ہوگا ان میں صرف ٹوپی پہن کر نماز کا قطعاً ذکر نہیں اور نہ ہی ٹوپی مع عمامہ کا مگر چونکہ ان دونوں حدیثوں میں عمامہ نہ کہہ رہے اور پھر نفی کے بعد بھی ہے تو حسب القاعدہ انتہائی معنی کے لحاظ سے عمامہ مع ٹوپی اور عمامہ بلا ٹوپی دونوں



کو شامل ہوگا اور عمامہ کے ساتھ نماز کی فضیلت بھی ثابت ہوگی مگر پھر بھی یہ دونوں حدیثیں مسائل کی پیش کردہ حدیث کا اصل نہیں بن سکتیں وذاظاہر حیداً۔

ضروری تہنہ،

ترمذی ۲۲۴ جلد ۲ اور ابوداؤد ۲۰۵ جلد ۲ میں بکلمات متعارف حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعاً ہے ان فرق بلیننا و بین المشرکین العمام علی القلائس یعنی ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق ٹوپیوں پر عمامے ہیں " اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کئی صاحبان تشدد کرتے ہیں کہ نماز میں سر پر ٹوپی اور عمامہ دونوں ہوتے ضروری ہیں صرف عمامہ یا صرف ٹوپی سے نماز پڑھنا سخت ناپسند جاتے ہیں۔ بلکہ بعض نو جھگڑے اور فساد پر اتر آتے ہیں حالانکہ یہ خیال اور استدلال صحیح نہیں،

اولاً یہ حدیث اسناد کے لحاظ سے ضعیف اور کافی کمزور ہے۔ اس کے دو راوی مجہول ہیں، ترمذی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں واسنادہ لیس بالقاسم ولا یصح ابوالحسن العسقلانی ولا ابن سیرکانہ یعنی اس حدیث کا اسناد قائم نہیں اور ہم ابوالحسن عسقلانی اور ابن رکانہ کو جو اس حدیث کے راوی ہیں، پہچانتے نہیں وقد قرعہ المولیٰ العلی القاسمی فی شرح الشماثل ص ۱۹۱ جلد ۱ والنساقانی علی المواہب ص ۱۱۱ جلد ۱ و زاد ومن ثم قال السخاوی هو وایہ یعنی امام سخاوی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بہت کمزور ہے۔ امام ذہبی میزان الاعتدال ص ۲۵۲ جلد ۲ میں ابن رکانہ اور ابوالحسن عسقلانی کو غیر معروف قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں لا یعرف (ابن سیرکانہ) تفرد عن ابوالحسن العسقلانی فمن ابوالحسن الخ۔ تفریب التہذیب ص ۵۶۹ میں ہے ابو جعفر (دت) بن محمد بن رکانہ مجہول۔ نیز ص ۵۸۲ میں ہے ابوالحسن (دت) العسقلانی مجہول۔ تو ایسے کمزور اسناد والی حدیث سے اکیلی ٹوپی یا عمامے کا مکروہ ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔ ہاں ٹوپی پر عمامے کا مستحسن ہونا ثابت ہو سکتا، مگر ترک



اختصاص مندرجہ کرنا بہت نہیں۔

ثانیاً یہ حدیث نماز کے ساتھ خاص نہیں اور نہ ہی اس میں نماز کا ذکر ہے بلکہ مطلقاً لباس مرکب بیان ہے لہذا اگر حدیث ترمذی و ابوداؤد وغیرہ ماننے سے عام لباس کے بیان میں ذکر فرمایا جائے تو خارجِ نماز کے لئے بھی یہ اہتمام ضروری سمجھا جاتا کہ ہر وقت سر پر ہمارے بیج ٹوپی رہے حالانکہ یوں نہیں تو معلوم ہوا کہ مستحسن ہے۔

ثالثاً ٹوپی پر علامہ کا ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق بنانا یہ تقاضا نہیں کرتا کہ اور کوئی فرق ہے ہی نہیں بلکہ حقیقت واقعہ یہ ہے کہ ہر علامت اسلام ہی فرق ہے، تو اگر اکیلی ٹوپی بھی کسی زمانے میں علامت اسلام بن جائے تو وہ بھی فرق بن جائے گی۔ چنانچہ کافی مدت سے قادری ٹوپی اور ترکی ٹوپی علامت اسلام ہیں اور موجودہ دور میں جناب کیپ، تو ایسی ٹوپی کا پتہ ناجیکہ علامت اسلام ہے اور فرق ہے تو اس حدیث کے منشا کے لحاظ کیسے ہو سکتا ہے؟ ہاں گاندھی ٹوپی وغیرہ جو شعار کفار ہیں وہ چونکہ علامت کفر ہیں لہذا ممنوع ہیں۔

رابعاً فرق و علامت اسلام جو اس حدیث کا اصل مقصود ہیں اس کا ہر وقت ظاہر کرنا ضروری نہیں کہ ترک مکروہ ہو، بلکہ توحید جو بہت بڑا شعار اسلام ہے اس کا ہر وقت پڑھنا اور وہ بھی بلند آواز سے ضروری نہیں تو علامہ بیج ٹوپی جیسا عمومی شعار ہر وقت قائم رکھنا کیونکر ضروری ہو؟ اور جب ہر وقت ضروری نہیں تو نماز یا ہر نماز میں کیونکر ضروری ہوگا؟

خامساً خود نماز ہی اسلام کی ایسی زبردست علامت ہے کہ نمازی جب نماز پڑھ رہا ہو تو ہر ایک دیکھنے والا اسے مسلمان سمجھتا ہے وذا من لا یخفی بحکم القرآن والاحادیث الکریمتہ۔ قرآن کریم فرماتا ہے اقیموا الصلوة ولا تكونوا من المشرکین اور حدیث پاک میں آیا بین العبد و بین الکفر ترک الصلوة۔ تو اگر نمازی کے سر پر ٹوپی و علامہ نہ بھی ہو تب بھی روزِ روشن کی طرح وہ فرق واضح ہوتا ہے تو اس لحاظ سے نماز کے باہر ٹوپی پر علامے کا ہونا فرق کرنے کے لئے ہونا چاہئے کہ نماز تو خود ہی فرق ہے حالانکہ یہ نہیں کہتے۔



سادسا و سابعاً ہو سکتا ہے کہ اس حدیث سے مراد یہ ہو کہ امام ٹوپی پر پہننے کو جائز سمجھنا فرق ہے تو صرف یہ جائز سمجھنا ہی کافی ہوگا، بالفعل پہننے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ یا یہ مراد ہو کہ اس خاص زمانہ اقدس میں فرق ہے۔ اور جب بعد میں اکیلی ٹوپی بھی فرق بن گئی تو وہ بھی کافی ہوگا کما قال مولانا علی القاری فی المرقاة مشکۃ جلد ۲۳ تحت حدیث مخالفوا الیہود فانہم لا یصلون فی نمازہم۔ نصہ او الادب فی ما شاع عند عدم الیہود والنصارى او عدم اعتیادہما الخ لم یمنع لی ان معنی الحدیث مخالفوا الیہود فی تجویز الصلوة مع النعال والخفاف فانہم لا یصلون ای لا یجوزون الصلوة فیہما ولا یلزم منہ الفعل۔ اور ان وجوہ کی تائید اکید وجہ ثامن سے ہو رہی ہے فاستقم بقلب شہید۔

ثامناً جواب دوم میں روز روشن کی طرح واضح کیا گیا ہے کہ محبوب محرم علیہ اللہ تعالیٰ وسلم اکیلا عم شریف اور اکیلی ٹوپی شریف پہنا کرتے تھے، تو یہ بھی سنت بنے حالانکہ حضور ربہ نور علیہ وسلم کی کوئی سنت بھی علامت کفر نہیں بن سکتی تو یہ کیسے علامت کفر یا ناجائز بن سکتے ہیں۔ ہاں جو خاص ٹوپی یا کسی خاص شکل کا امامہ شعائر کا رہا بن جائے تو اس عارضے کے سبب اس کا استعمال ہمارے لئے ناجائز ہوگا جو اسی کے ساتھ خاص ہوگا لہذا ائمہ کرام و فقہائے عظام (جو معانی احادیث اچھی طرح سمجھتے ہیں) اور آیات و احادیث سے ہی ہمارے مسائل کا استنباط کیا کرتے ہیں، نے کسی کتاب میں بھی یہ نہیں فرمایا کہ اکیلی ٹوپی یا اکیلا امامہ پہن کر نماز مکروہ ہے اور نہ ہی یہ فرمایا ہے کہ نماز میں امامہ بیچ ٹوپی پہننا ضروری ہے تو روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ اگر یہ حدیث حضرت رکاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے الواقع ثابت ہے تو اس کا ہرگز ہرگز یہ نشا نہیں جو وہ صاحبان سمجھتے ہیں و ذلک مما لا یریب فیہا اصلاً۔ بلکہ ہمارے ائمہ و مشائخ عظام تصریح فرماتے ہیں کہ نماز کے لئے کامل درجے کا مستحب اس یہ ہے کہ مرد قمیص تنبذ امامہ میں پڑھے جو تین کپڑے ہیں۔ خلاصۃ الفتاویٰ جلد ۱، بدائع صناع جلد ۱۹، بحر الرائق جلد ۲، نیتہ المصلیٰ اور غنیۃ المستمل جلد ۳۳، فتاویٰ ہندیہ جلد ۳، طحاوی علی الدرر جلد ۲



میں بالفاظ متقاربه ہے المستحب ان یصلی الرجل فی ثلاثۃ اثواب
قمیص و ازار و عمامۃ . بدائع صنائع میں اضافہ فرمایا کذا ذکرہ الفقہ
ابو جعفر السنذلی فی غریب الروایۃ عن اصحابنا . اور یہ تاویل کہ
عمامہ سے مراد ٹوپی پر عمامہ ہے محض غلط ہے کہ عمامہ کا معنی عمامہ بمع ٹوپی ہرگز نہیں . نیز ٹوپی کے ساتھ کپڑے
تین نہیں رہیں گے بلکہ چار بن جائیں گے ، تو واضح ہوا کہ اکیلے عمامہ کے ساتھ ستر سر کال استحباب کے ساتھ
حاصل ہو جاتا ہے تو اس سے بھی اور وضاحت ہوتی ہے کہ اس حدیث سے متشددین حضرات کا وہ استدلال
محض غلط ہے . اور یہ بھی واضح ہوا کہ جب اکیلا عمامہ مکروہ نہیں تو اکیلی ٹوپی بھی مکروہ نہیں ہو سکتی اذ
لا فارق بینہما فی عدم کون العمامۃ علی القلنسۃ . بلکہ ننگے سر کی
پر نسبت افضل و مستحسن ہے کما مر التصریح بہ عن الدمار وغیرہا
مگر چونکہ عمامہ میں زینت نسبت زیادہ ہوتی ہے تو وہ کامل مستحب ہوا . پھر جب اکیلے عمامہ سے استحباب کامل
حاصل ہو جاتا ہے تو اگر عمامہ ٹوپی پر ہو تو بطریق ادلی حاصل ہوگا کہ اس میں زینت مطلوبہ میں کمی ہرگز نہیں ہوتی
اور اس حدیث کے ظاہری معنی پر بھی عمل ہوگا . نیز یہ بھی اظہر من الشمس ہے کہ کامل مستحب کی نفی سے
مطلق مستحب کی نفی نہیں ہوتی اور یہ کہ مستحب کا انتفاء مستلزم کراہت نہیں کہ مکروہ تنزیہی کے لئے بھی
دلیل قائل کی ضرورت ہوتی ہے چہ جائیکہ تحریمی ، شامی ملا جلد میں ہے لا یلزم من ترک
المستحب ثبوت الکراہۃ اذ لا بد لہما من دلیل خاص .
نیز وہیں ہے لان الکراہۃ حکم شرعی فلا بد لہ من دلیل .
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ وصحبہ
و بامرک وسلم .

مقرہ الفقیر ابو الجوز محمد نور اللہ النبی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندر اس مسئلہ کہ تین دعائیں تین بار پڑھا تھا کہ جائز ہیں ؟ ایک مولوی



صاحب ناچانز کہتے ہیں خصوصاً بعد از نماز، بیینوا تو جسدوا۔
مسائل، حافظ چوہان دین ساکن ملک ہانس خاص تحصیل پاکپتن ضلع ملگرام



قرآن کریم اور احادیث شریفہ سے روزِ روشن کی طرح صاف صاف ثابت کہ دعاء عبادت ہے بلکہ اعظم فضل و اشرف و اکرم مغیر عبادت ہے اور ایماندار کا اختیار اور دین کا ستون اور اسمائوں اور زمین کا نور ہے اور دعا کرنا بسبب غضبِ رب تبارک و تعالیٰ ہے۔ بخاری الادب المفرد ص ۲۴۹، ترمذی بافادہ تحبین و تصحیح مش ۱ جلد ۲ حاکم مستدرک بافادہ تصحیح و تقریر ذہبی ص ۴۹ جلد ۱ حضرت نعمان بن بشیر سے مرفوعاً راوی ان الدعاء هو العبادة ثم قرأ وقال ربکم ادعونی استجب لکم الایة۔ جمہور علماء فرماتے ہیں صرّ هو العبادة "بوجہ عظمت دعاء ہے۔ فتح الباری ص ۱۱ جلد ۱ میں ہے انجاء الجمہور ان الدعاء من اعظم العبادات۔ مستدرک ص ۴۹ جلد ۱ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے موقوف لفظ مرفوع حکماء ہے افضل العبادة هو الدعاء۔ بخاری الادب المفرد ص ۲۴۹ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً راوی اشرف العبادة الدعاء۔ بخاری الادب المفرد ص ۲۴۹، حاکم بافادہ تصحیح و تقریر ذہبی ص ۴۹ جلد ۱، ترمذی ص ۱۴۸ جلد ۲ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً راوی لیس شیئ احکم علی اللہ من الدعاء۔ ترمذی ص ۱۴۸ جلد ۲ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً راوی الدعاء من العبادة۔ حاکم ص ۱۹ جلد ۱ میں حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بافادہ تصحیح و تقریر ذہبی رافعا راوی الدعاء سلاح المؤمن و عماد الدین و نور السموات و الارض۔ حاکم ص ۴۹ جلد ۱، ترمذی ص ۱۴۸ جلد ۲ میں دو دوسندوں سے حضرت ابوہریرہ سے رافعا راوی من لا يدعوا لله يغضب عليه ولكن عند التمزعي لم



یسال بدل لا یدعو۔

اور جب دعاء اتنی خوبیوں کی حامل ہے تو اگر حکم نہ بھی ہوتا، تب بھی عقل سلیم اور ایمان قویم کا تقاضا تھا کہ اس میں ہرگز ہرگز کوتاہی نہ کی جائے اور بکثرت کی جائے چہ جائیکہ اس کا حکم حکم الحاکمین جل وعلا سے کسی تہذیب دیا ہے۔ قرآن کریم میں ہے وقال ربکم ادعونی استجب لکم اور فرمایا واسئلوا اللہ من فضلہ۔ اور حضرت رحمۃ اللعالمین نے بھی فرمایا ادعوا اللہ وانتم موقنون بالاجابة۔ دعا کرو اللہ سے حالانکہ تم عاجز و ناتوان ہو، دعا کرو اللہ سے کہ تم اسے مانگتے ہو۔ رواہ الحاکم عن ابی ہریرۃ مرفوعاً وقال مستقیم الاسناد اور چونکہ رحمت کاملہ کا تقاضا ہے کہ محتاج بندے دعا بکثرت کریں اور زیادہ سے زیادہ فیض یاب ہوں تو کسی وقت کی قید نہیں لگائی بلکہ مطلق فرمایا اجیب دعوة الداع اذا دعان یعنی دعا کرو بغیر لا جب دعا کرے قبول فرماتا ہوں بلکہ صراحت دعا زیادہ کرنے کا حکم فرمایا۔ پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اکثر الدعاء بالغاۃ عاقبت کی دعا بکثرت کیا کرو۔ رواہ الحاکم ۲۹۰ جلد ۱ عن ابن عباس وقال ہذا حدیث صحیح علی شرط البخاری واقدرہ الذہبی۔ نیز فرمایا جو یہ چاہے کہ گھبراہٹ اور سختیوں کے وقت اس کی دعا زیادہ قبول ہو تو آرام کے وقت زیادہ دعا کرے فلیکثر الدعاء فی الخفاء رواہ الحاکم عن ابی ہریرۃ وقال صحیح الاسناد مع تقریر الذہبی ۲۴۵ جلد ۱ اور ان کے ہم معنی بکثرت اعاذت ہیں۔ فتح الباری ۱۰۱ جلد ۱ میں فرمایا وقد تواردت الاشار عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالتقریب فی الدعاء والحث علیہ اور مواہب لدنیہ میں مع تقریر الزرقانی ۲۱۵ جلد ۱ ہے وقد تواترت الاخبار عنہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ زرقانی ۲۱۵ جلد ۱ میں ابویعلیٰ اور حاکم سے باقاعدہ تصحیح حدیث مرفوعہ علی المرتضیٰ میں ہے تدعون اللہ فی لیلکم ونہارکم اللہ سے دعا کرو دن اور رات میں۔ اور جب کثرت دعا مطلوب ہے تو تین مرتبہ کا جواز و انتخاب و وضاحت سے ثابت ہو گیا، بلکہ بالتخصیص تین مرتبہ دعا کا مسنون ہونا صراحت بھی ثابت۔ صحیح مسلم ۲۱۵ جلد ۲ میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ



یہاں سے کہ وہاں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اذا دعا دعا ثلاثا ما اذا
 سال سال ثلاثا۔ سنن ابی داؤد مظاہر جلد ۱ عمل الیوم فی اللیلۃ الاہل السنن
 مظاہر میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کان یعجب صلی اللہ علیہ وسلم ان یدعو ثلاثا ویستغفر ثلاثا
 ”بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیارا لگتا تھا تین مرتبہ دعا کرنا اور تین مرتبہ استغفار کرنا“۔ وفی مسند
 احمد بن حنبل منہ جلد ۵ ۳۷۳ عن ابن مسعود کان النبی صلی
 اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعجب ان یدعو الحدیث وفی مظاہر جلد
 ۳۷۹ عن کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث و مثله ۳۷۹
 صحیح مسلم جلد ۲ میں حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے دعا شم دعا شم دعا
 یعنی حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اور دعا فرمائی اور دعا فرمائی ”شاد رح نووی نے فرمایا کہ یہ دعا
 کی دلیل ہے نیز انہیں ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ
 دونوں ہاتھ مبارک اٹھا کر استغفار فرمایا صحیح مسلم جلد ۳۱۳ سنن نسائی جلد ۲۸۶ رفع صلی اللہ
 علیہ وسلم یدیدہ ثلاث مرات نووی فرماتے ہیں فیہ استجاب
 اطالۃ الدعاء و تکریرہ و رفع الیدین یعنی اس سے ثابت ہوا کہ دعا
 کا مبارکنا اور بار بار کرنا اور دونوں ہاتھ اٹھانا مستحب ہے۔ امام خزائی علیہ الرحمۃ احیاء العلوم جلد ۱۵۵
 دعا میں فرماتے ہیں ان یصلح فی الدعاء و یکبرہ ثلاثا یعنی دعائیں الحاح کرے اور
 تین مرتبہ دہرائے ”حصن حصین فرمایا و اقلہ التثلیث یعنی ادب دعا تکریر کا سب سے کم درجہ
 تین مرتبہ کرنا ہے۔ اور یہی ذہن نشین رہے کہ دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا اور مزید پھر لینا بھی آداب دعا سے
 ہے۔ البداؤد مظاہر جلد ۵ مستدرک جلد ۵ حضرت ابن عباس سے یہ کلمات مقدار ہر فرقہ ہے
 اذا سالتہما اللہ فاسئلہ ببطلون اکفکم ولا تسئلہ بظہور
 و اسحوا بہا وجوہکم۔ یعنی جب اللہ سے سوال کرو تو بغلیوں کے پیٹوں سے سوال کرو
 ادا ان کی پیٹوں سے سوال نہ کرو (یعنی سیدے ہاتھ اٹھا کر سوال کرو) اور اپنے چہروں پر پھیر لو، حصین



۲۳ کتاب دعائیں فرمایا و رفعہما مع یعنی صحاح ستہ سے ثابت ہے دعائیں دونوں ہاتھوں کا اٹھانا اور یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ احکامات و عہدات لغویں جہت تشریح میں کما بین فی کتب الاصول کا خلاصہ تو اس حدیث کی طرح واضح و ہدیہ ہوا کہ تین مرتبہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا اگرچہ بعد از نماز ہو بلاشبہ جائز و مستحب و محسن ہے کہ یہ صورت بھی ایک فرد ہے ان کے درمیان افراد و جمعیہ سے جن کو احکامات و عہدات لغویں نے جائز و مستحب بنا دیا اور جو ناجائز بنائے تو اس کے ذمہ لازم کہ دلائل تقیید و تخیص دیکھ لے یا قرآن کریم اور حدیث پاک سے کوئی مانع لائے ورنہ فرمان قرآن کریم و لا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب هذا حلال و هذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون کا امثال کرتے ہوئے ناجائز کہنے سے بچے تعجب ہے کہ وہ خصوصاً بعد از نماز ناجائز بتاتا ہے حالانکہ بعد از نماز کے لئے خصوصاً امر عام وارد ہو تو تین کو بھی اپنے عموم سے شامل ہے قرآن کریم میں ہے فاذا قرعتم فانصب و الحی سبک فارغب اور جب نماز سے فارغ ہو تو دعائیں گوشش یا محنت کرو۔

یہ تفسیر مآس المفسرین حضرت ابن عباس اور قتادہ و ضحاک وغیرہ نے فرمائی ہے بغیر غازیان من ۲۲ جلد ۲، معالم التنزیل من ۲۲ جلد ۷، ابن جریر من ۱۵ جلد ۳، ارشاد العقل من ۲۸ جلد ۸، مدارک من ۲۴ جلد ۴، بیضاوی من ۲۳ جلد ۲، تفسیر کبیر من ۳۳ جلد ۸، نیشاپوری من ۱۵ جلد ۳، در المنثور من ۳۶ جلد ۶، تفسیر مظہری من ۲۹ جلد ۱، تفسیر عزیزی من ۲۳ جلد ۳، تفسیر علالین من ۵۰ جلد ۱، تفسیر جمل من ۵۵ جلد ۵، والنظم للمحلی علیہ الرحمة فاذا قرعتم من الصلوة فارغب اتعب فی الدعاء۔ حتی کہ غیر متقدمین کے امام قاضی شوکانی یمانی نے بھی اپنی تفسیر فتح القدیر من ۲۵ جلد ۵، من ۲۵ جلد ۵ میں نمایاں طور پر یہ تفسیر نقل کی ہے اور ایسے ہی ان کے ہندوستانی پیشوا نواب صدیق خان بمبوی پالی نے اپنی تفسیر ترجمان القرآن من ۲۳ جلد ۲ میں بھی لکھا ہے۔ اور یہ اپنے عموم الفاظ کے لحاظ سے بعد از سلام کو بھی شامل ہے۔ بلکہ امام الکتمہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک تو فرات از نماز، نماز سے باہر آنے کے ساتھ ہی ہوتی ہے کہ خروج



عن الصلوة فرض ہے۔

پھر مظہری اور جمل میں یہ تصریح بھی فرمادی و النظم من الجمل قوله
 اتعب في الدعاء أي قبل السلام و بعده . شاہ عبد العزیز علیہ الرحمۃ
 کے یہ لفظ ہیں ، ” چون اذنا فرض فارغ شوی دست خود را برائے دعا بردار “ یعنی جب
 نماز فرض سے فارغ ہو تو دعا کے لئے اپنے ہاتھ اٹھاؤ “ حالانکہ ہاتھ اٹھا کر دعا بعد از خروج
 من الصلوة ہی ہو سکتی ہے ۔ نیز سنن ترمذی ص ۱۹۳ جلد ۲ میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 سے باقائدہ تحمین ہے کہ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! کونسی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے؟ تو فرمایا رات
 کے پچھلے حصے میں اور فرض نمازوں کے پیچھے ۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم جوف الليل الاخير و دبر الصلوات المكتوبات
 اور حسن حصین اوقات اجابت میں برمز سنن ترمذی و نسائی فرمایا و دبر الصلوات المكتوبات
 ت میں ۔ اور کنز العمال ص ۱۸۱ جلد ۱ میں ترمذی ، نسائی اور سعید بن منصور کی رمز سے ہے ۔ نیز احادیث
 مرفوعہ سے بعد از سلام بکثرت کئی دعائیں قولہ اور فعلًا وارد ہیں ۔ چنانچہ سنن نسائی ص ۱۹۱ جلد ۱ بالاستغفار
 بعد التیمم بن ماجہ باب ما یقال بعد التسليم ص ۱۸۱ میں حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
 ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا انصرف
 من صلاته استغفر ثلاثا و قال اللهم انت السلام
 تبارکت یا ذا الجلال و الاکرام ۔ اور پھر نسائی نے کئی بابوں میں کئی مسند حدیثیں
 اسی معنی اور مواضع میں ذکر کیں ۔ اور ایسے ہی باقی صحاح وغیرہ کتب حدیث میں بکثرت مذکور ہیں حالانکہ
 رفع الیدین کی ممانعت نہیں تو صاف جواز و استحباب ثابت ہوا ۔ بلکہ کنز العمال ص ۱۸۱ جلد ۱ میں برمز
 مسند امام احمد بن حنبل ، سنن ترمذی ، نسائی ، مستدرک ، ابن حبان اور ص ۱۸۳ جلد ۱ میں برمز ترمذی
 ابو یعلیٰ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے و النظم من الثانية یا
 ام سلیم اذا صليت المكتوبة فقولی سبع ما ن اللہ عشرا



والله اعلم عَشْرًا والمحمد لله عَشْرًا ثم سلی ما
شئت فانه يقول لك نعم ثلاث مرات۔ یعنی اے ام سلیم جب فرض
نماز پڑھ چکو تو دس مرتبہ اللہ اکبر، دس مرتبہ سبحان اللہ، دس مرتبہ الحمد للہ کہو پھر چوچا پڑھا کر تو اللہ تبارک
وتعالیٰ تمہیں فرمائے گا ”نعم“ تین مرتبہ۔“ تو اس میں کھلی اجازت ہے فرض نماز کے بعد چوچا ہے
دعا کرے۔ بلکہ مسئلہ جلد میں بروایت شعب الایمان للبیہقی حضرت ابوہریرہ سے ہے کہ جب
کوئی تمہارا اپنی نماز سے فارغ ہو تو یہ چار دعائیں کرے پھر چوچا ہے دعا کرے۔ اذ اخبر
احدکم من صلوتہ فليدع باربع ثم ليدع بما شاء
اللهم افي اعدوك بك من جهنم وعذاب القبر وفتنة
المحيا والممات وفتنة المسيح الدجال۔

ہر حال تین کا جواز ماہِ نیم ماہ و مہر نیم روز سے بھی زیادہ واضح ہوا، جو متفقین استحباب بھی ہے
اور نیتِ صالحہ سے مناکد ہے اور فرضیت و وجوب ہمارا مذہب نہیں اور نہ ہی ہم حرام و ناجائز ہوئے
کے قائل، تو جو صاحب ناجائز و حرام بتائیں ان پر لازم کہ کوئی دلیل دکھائیں جو تین دعاؤں کو ناجائز
بتائے ورنہ بے دلیل رد کرنے سے باز آئیں۔ اور اپنے رب سے زیادہ مانگنا بندوں پر حرام نہ بنائیں
رب جل و علا سے زیادہ مانگنا بہتری دارین کا استحقاق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ
حبل محبہ اتم واحکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ
واصحابہ وبارک وسلم۔

مقرہ الغفران ابو الخیر محمد نور اللہ شامی غفرلہ

۲۵ رجب المرجب ۱۳۷۷ھ

الاستفتاء

فرض نمازوں میں امام بڑی لمبی دعائیں مانگتا ہے اور بعد فرض بھی جس سے ضعیف اور کمزور نمازیوں

کو بہت زیادہ تکلیف ہوتی ہے، شرعاً کیا کرنا چاہئے؟ بینوا تو سب روا۔



ہمارے پیارے رؤف ورحیم رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز میں مقتدوں کی رعایت فرمایا کرتے تھے حتیٰ کہ روئے والے بچے کی ماں کی رعایت سے اور زیادہ تخفیف فرمادیتے تھے یہ مضمون نہایت ہی کثرت سے کتب صحاح و سنن میں وارد ہے۔ صرف صحیح بخاری ۹۵ جلد ۱ ص ۱۸۵ جلد ۱ کی حدیث حضرت انسؓ پر اکتفا کیا جاتا ہے والنظم من البخاری ماصلیت وراء امام قط اخف صلوة ولا اتم من النبی صلی اللہ علیہ وسلم وان کان یسمع بکاء المصبی فیخفف مخافت ان تنفد امہ۔ اور دوسرے ائمہ کو تخفیف کا حکم دیا۔ بخاری ۹۴ جلد ۱ ص ۱۸۵ جلد ۱ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مرفوعہ ہے والنظم لمسلم اذا اتم احدکم الناس فلیخفف فان فیہم الصغیر والكبیر والصعیف والمرضی فاذا صلی واحدہ فلیصل کیف شاور۔

اس مضمون کی بھی بہت ہی زیادہ حدیثیں کتب حدیث میں وارد ہیں یہاں تک کہ لمبی نماز



عد یعنی نماز پڑھیں گے کسی امام کے پیچھے جو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ لمبی نماز ادا ہو اور زیادہ پوری کرے والا۔ اور بیک آپ مزدبسن کرتے تھے مذاہب کے کا تو نماز لمبی فرمادیتے تھے اس کی ماں کی رعایت کے لئے ۱۲ مہ غفرلہ

عہد یسے جس وقت ۱۱ م بجے کوئی تمہارا لوگوں کا پس چاہے کو تخفیف کرے (یعنی نماز لمبی پڑھائے) اس لئے کہ ان میں چھوٹا اور بڑا اور ضعیف اور علیل ہوتا ہے۔ پس جب اکیلا نماز پڑھے تو جس طرح چاہے پڑھے (یعنی لمبی کر سکتا ہے) ۱۲

منہ غفرلہ

پڑھانے والوں کا نام منفقرین یعنی نمازیوں کو بھگانے والے پڑے ناراض ہو کر رکھا حدیث متفق علیہ میں ہے فما دأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم غضب فی موعظة قط اشد ما غضب یومئذ فقال یا ایہا الناس ان منکم منفقرین فایکم ام الناس فلیوجبzan من وراء الکبیر و الضعیف و ذاللعاجزة - یعنی نہ دیکھا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ کسی وعظ میں اس دن سے زیادہ غضب فرمایا ہو۔ پس فرمایا اے لوگو! بے شک بعض تمہارے نفرت دلانے والے یا بھگانے والے ہیں، تو جو تم سے لوگوں کا امام بنے پس چاہئے کہ اختصار کرے اس لئے کہ بے شک اس کے پیچھے پیر عمر اور کمزور اور ضرورت مند ہوتا ہے۔

یعنی شرح صحیح بخاری ص ۲۷۷ جلد ۲ میں ہے فہذا یدل علی ان الامام ینبغی لہ ان یراعی حال قومہ و ہذا الاختلاف فی الاحد - یعنی یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ امام کے لئے لائق یہ ہے کہ اپنی قوم کے حالات کی رعایت کرے۔ اور اس مسئلہ میں سب متفق ہیں کسی کا کوئی خلاف نہیں۔ "حررہ مذہب مہذب امام محمد رحمۃ اللہ علیہ مؤطا ص ۱۱۱ میں احادیث مخفیہ امام ذکر کر کے فرماتے ہیں قال محمد و بہذا نأخذ و ہو قول ابی حنیفۃ یعنی امام محمد فرماتے ہیں ہم یہی اختیار کرتے ہیں اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان بھی یہی ہے۔ "ہدایہ ص ۳۷۷ جلد ۱، فتاویٰ عالمگیری ص ۳۷۷ جلد ۱، فیتۃ المسلمین ص ۳۷۷ وغیرہ میں ہے والنظم من الغنیۃ و متہا ولا ینبغی للامام ان یطیل التسبیح او غیرہ علی وجہ یمل بہ القوم اذا فی بقدر السنت لا نہ ای التطویل المذکور سبب التنفیر من الجماعۃ وانہ ای التنفیر عن الجماعۃ مکروہ - یعنی امام کے لئے لائق نہیں کہ تسبیح یا کسی اور ذکر یا فعل کو قدر سنت پراد کرنے کے بعد اتنا لمبا کرے کہ قوم اکتا جائے۔ کیونکہ ایسا لمبا کرنا جماعت سے نفرت دلانے کا



سبب ہے اور بے شک یہ نفرت دلانا جماعت سے مکروہ تحریمی ہے۔ نیز غنیہ میں ہی ہے واعلم ان التطویل المکروه وهو الزیادة علی قدر ادنی السنة عند ملل القوم یعنی بے شک یہ تطویل مکروہ جو سنت کے کم از کم قدر سے زیادہ کرنا ہے قوم کے اکتا جانے کے وقت ہے؟ تو ماہ نیم ماہ و مہر نیم روز سے بھی زیادہ نمایاں وعیاں ہوا کہ لمبی لمبی دعاؤں کے ساتھ نماز کو لمبا بنا کر مقتدیوں کمزوروں، پیادوں، ضرورت مندوں، مسافروں کو اکتانا اور ستانا ہرگز جائز نہیں۔ اس مضمون پر صحیح حدیثوں اور کتب فقہیہ کے مستند حوالہات اس سے زیادہ ہیں کہ ضخیم کتاب لکھی جاسکتی ہے مگر بقدر ضرورت اسی پر اکتفاء ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب و
الہ و اصحابہ وبارک وسلم

عزیز الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۳ ماہ رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ

الاستفتاء

بخدمت حضرت مفتی محمد امجد اکرم مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب امت برکاتہم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، بعد از سلام مسنون گزارش ہے کہ :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ گھڑی کا زنجیر یعنی چین
سٹیل اور دلدل گولڈ وغیرہ کسی دعوات کا پہننا کیسے ہے؟ اور یہیں کہ نماز پڑھنے کا حکم بحوالہ کتب فقہیہ
واضح فرمائیں اور عند اللہ باجور و عند الناس مشکوک ہوں۔ فقط والسلام

آپ کا خادم فقیر قادری ابوالاثر شاہ غلام رسول شہر فی برکاتی خطیب جامع مسجد علمہ منڈی

کیے از قدام دارالعلوم جامعہ خفیرہ جسر قنوج قصور مورخہ ۶۷ ۱۲ ۱

(نوٹ، بعد ازاں مورخہ ۶۰-۶۱-۱۶ کامرسلہ مستفادہ مولانا ابوالوفا منظور احمد صاحب مدرسہ اسلامیہ بیرونہ کٹرہ پٹکٹا





سوئے انجانہی کے علاوہ تمام دھاتوں کا چین و نمیری، پیچ و غیرہ استعمالی اشیاء جائز ہیں، قرآن کریم کا ارشاد میں ہے خلق لكم ما فى الارض جميعا (پکے)، بلکہ ہر وہ چیز جس سے شرعاً مطہر میں ممانعت نہیں آئی دھات ہو یا کوئی اور چیز، اس کا استعمال جائز و حلال ہے۔ قرآن کریم میں ہے عفا الله عنها (پکے)، سنن ترمذی ص ۲۱۹ جلد ۱، ابن ماجہ ص ۲۳۹ میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں الحلال ما احل الله فى كتابه والحدام ما حرم الله فى كتابه و ما سكت عنه فهو ماعفا عنه سنن بیہقی ص ۳۲ جلد ۲ میں ہے فقد عفا عنه اور جلد ۱ ص ۱۸ میں ہے فهو عفو۔ نیز مستدرک ص ۳ جلد ۲، سنن بیہقی ص ۱۰ جلد ۱ میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے و ما سكت عنه فهو عافية فاقبلوا من الله العافية فان الله لم يكن نسيا۔ پھر آیہ تلاوت فرمائی و ما كان ربك نسيا۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح الاسناد فرمایا جسے ذہبی نے بقرارد رکھا۔ اور یہی اہل السنۃ والجماعت کا مسئلہ قاعدہ ہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے۔

شامی ص ۱۵۰ جلد ۱ میں تحریر ہے المفسران الاصل الاباحت عند الجسد من الحنفية والشافعية۔ قتادہ سے قاضی خان مشہد وغیرہ میں بھی یہ تصریح ہے اور اسی سے گیارہویں شریف، میلاد مبارک، ادبیائے کرام کے کرس، نتیجہ، ساتواں، چہلم و چودھم مسائل ثابت ہوتے ہیں، نور و درویش کی طرح واضح ہوا کہ چین وغیرہ بھی جائزہ استعمال میں کیونکہ کسی بات یا حدیث میں یا کسی ہمارے مجتہد امام کے قول میں انگوٹھی کے، ماسوا کسی چیز سے ممانعت نہیں آئی



رہا یہ خیال کہ جب لوہے و طیرہ کی انگوٹھی کا استعمال جائز نہیں تو کوئی چیز بھی جائز نہیں رہے گی، یہ سب گڑبگ نہیں۔ آیات و احادیث مذکورہ اور قاعدہ مسئلہ کا یہی تقاضا ہے کہ باقی چیزیں جائز الاستعمال ہیں۔ قرآن کریم سے صراحتاً ثابت کہ شرائع سابقہ میں بھی لوہا، تانبا جائز الاستعمال تھے (دیکھو سورہ کعبہ و سورہ صافات) اور قرآن کریم نے یہ بھی تصریح فرمائی کہ لوہے میں ہمارے لئے بہت سے فائدے ہیں۔ سورہ الحديد میں ہے و
انزلنا الحديد فيه بأس شديد و منافع للناس اى
بنامہ تلواری، تیر، خود، زرہیں، بندوقیں، توپیں، تلو، چھری، قلم، دوات، گھڑی، بٹن وغیرہ ہزار ہا
قسم کی اشیاء مستعملہ ہمارے ہر ایک دھات کی استعمال ہو رہی ہیں۔ اور یہ خیال کہ کڑا سکھوں کا
شعار ہے لہذا چین منع ہے، یہ محض بیجا ہے اگر یوں ہوتا تو سکھوں کا شعار کرپان بھی ہے لہذا مسلمان تلواری
اور خنجر استعمال نہ کر سکتا بلکہ صرف کڑا اور کرپان جو ان کا شعار ہیں ان ہی سے بچنا ضروری ہے جیسے
چاندی کی انگوٹھی مرد کے لئے جائز ہے مگر زنانہ یا فاسقانہ طرز کی ہو تو ناجائز ہے بلکہ کپڑا، جوتا وغیرہ مردانہ
طرز کے عورت استعمال نہ کرے اور زنانہ طرز کے ہوں تو مرد پر ہیز کرے یہی کافی ہے اور یہ نہیں کہ مرد
مردانہ انگوٹھی یا مردانہ جوتا بھی نہ پہنے جب کہ فاسقانہ نہ ہوں۔

پھر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دھات کے چین زلیور اور زینت کا سامان میں لہذا ناجائز ہیں حالانکہ
یہ کہنا بھی ظلم ہے۔ ہمارا رب جل و علا ارشاد فرماتا ہے قل من حرم من عبادة الله
التي اخرج لعباده (سورۃ الاعراف) اللہ تعالیٰ نے تو اپنے بندوں کے لئے زینت
کی چیزیں پیدا فرمائیں تو اد کوئی ہے جو ان کو حرام بنا سکے؟ ایسی خام خیالیوں سے بچنا نہایت ضروری
ہے۔ شامی ملکہ ۳ جلدہ میں ہے لیس کل حل حراما علی الرجال
بدلیل حل الخاتم و العلم و الثوب المنسوج
بالذهب اربعة اصابع و حلیۃ السیف و المنطقۃ اور
قرآن کریم میں بھی سورۃ النحل اور سورۃ الفاطر میں ہے حلیۃ تلبسوا فیہا بہر حال مردانہ طرز

کی کوئی چیز بھی اگرچہ اس میں زہیہ و زہیت ہو صرف زہیہ و زہیت کی وجہ سے مرد پر برگزہ ہرگز حرام نہیں ہو سکتی چہن ہو یا گھڑی، عینک ہو یا چھڑی، مایا لگائی ہوئی دستار یا ایکس وغیرہ جن میں زہیہ و زہیت پایا جاتا ہے، سب جائز الاستعمال ہیں۔ ہاں سونے اور چاندی کا حکم معلوم ہی ہے کہ ان کا پہننا حرام ہے تو ان کے برتن قلم، دوات وغیرہ اشیاء کا استعمال بھی حرام ہے اور یہ نہیں کہ پہننا حرام ہو اور باقی استعمال جائز ہوں، یونہی اگر دھاتوں کا پہننا حرام ہو تا تو ان کی سب استعمالی چیزیں جو پہنی نہیں جاتیں حرام ہوتیں۔ لاری گاڑی، کرسی، صوفے، حلقے، چمچے وغیرہ سب چیزیں حرام ہوتیں جو صاحب سب چیزوں کو حرام بتائے یا پہننے اور دوسرے استعمال میں تفریق کرے تو اس پر لازم کہ اپنے اس مدعا پر قرآن پاک اور حدیث پاک یا تصریحات ائمہ مجتہدین سے کوئی دلیل قائم کرے ورنہ اس آیت پاک پر نظر کرے وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ السُّنَنُ الْكَذِبَ هَذَا حَلَالٌ وَهَذَا حَرَامٌ لَتُفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ (سورة النحل) اور جب چین جائز ہوا تو نماز میں جائز کی وجہ سے کیا حرج پیدا ہو سکتا ہے؟ لہذا نماز بھی جائز ہوگا وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ۔

حزبہ انقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

(۵) ماہ رمضان المبارک ۱۳۸۷ھ ۶۷-۱۲-۸

الاستفتاء

نمبر ۱: کیا فراتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ آیا امام لاؤڈ سپیکر پر نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟

نمبر ۲: گھڑی کا پین لوس ہے، تانبے، پتیل یا کسی دوسری دھات کا پین کہ نماز پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجہروا۔

(نوٹ) سائل نے استفتاء پر اپنا نام نہیں لکھا۔ البتہ جوابی لفاظی پر الہ الکمال صاحب زادہ محمد بشیر الدین مدظلہ
مرامی خطیب جامعہ غوثیہ پاکستان چوک گجرات لکھا ہے۔



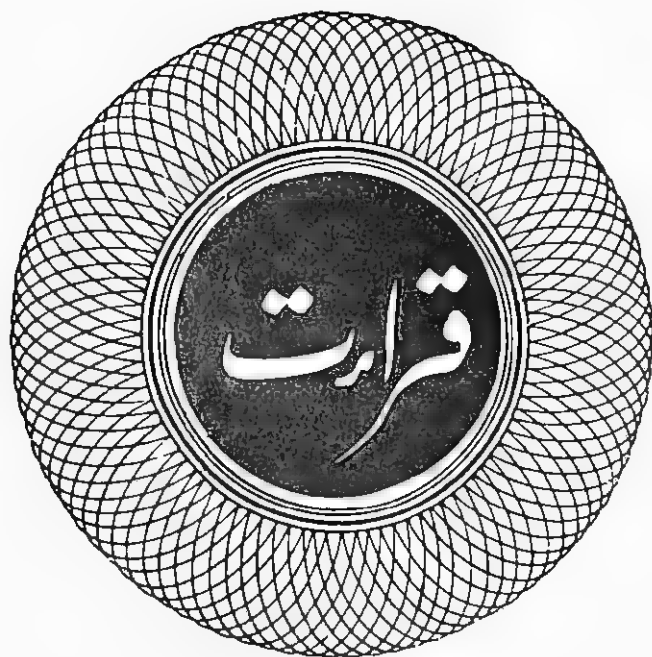
ع: ہاں پڑھ سکتا ہے تفصیل کے لئے رسالہ مکبر الصوت " کافی ہے جو مکتبہ اسلامیہ کراچی
روڈ لاہور سے مل سکتا ہے۔

ع: ہاں جائز ہے۔ قرآن کریم میں ہے وانزلنا الحديد في باس شديد
ومنافع للناس۔ نیز ارشاد ہوا و اسلنا له عين القطی نیز ارشاد پاک ہے خلق
لکم ما فی الارض جمیعاً۔ ان ارشادات عالیہ سے جواز روزہ روشن کی طرح واضح و عیاں ہے
ومن ادعی الخلاف فعلیہ البیان ہذا و التفصیل فی
الفتاویٰ النوریت۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ
علی سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ و اصحابہ و بارک
و سلم۔

حقہ الفتیر الہاجر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۸-۸-۵۰ ھ ۱۳۹۰ ع





بَابُ الْقِرَاءَةِ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس میں کہ ایک مولوی صاحب کا قول ہے کہ نماز فرض کی رکعتیں میں بعد فاتحہ کے ایک سورۃ کا پڑھنا مکذوب و ناجائز ہے کہ کچھ ایک رکعت میں پڑھے اور باقی دوسری میں اگرچہ سورۃ الرحمن یا اس کی مثل ہو بلکہ ہر ایک رکعت میں علیحدہ علیحدہ سورتیں پڑھے یا پہلی میں بعض سورت اور دوسری رکعت میں کوئی اور سورت پڑھے اور یہ جائز نہیں کہ اسی پہلی سورت کا بقیہ پڑھے۔ آیا یہ قول صحیح ہے یا غلط !

المسائل : الشیخ الاسلام مسجد چک ۳۳/ ایں پی مؤرخہ ۸ صفر المظفر ۱۳۶۶ھ



قول مذکور محض غلط و قبیح و غیر صحیح ہے جس کے بطلان پر قرآن کریم اور احادیث طیبہ و روایات فقہیہ شاہد بدل ہیں۔ قرآن کریم کا ارشاد ہوتا ہے فاقروا ما تیسر من القرآن اور یہ نہیں کہ فاقروا السورتین من القرآن



کلا او بعضاً۔ سنن نسائی شریف و ترمذی شریف میں ہے و النظر من
المجتبى عن عائشة رضى الله تعالى عنها ان رسول الله
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرأ في صلاة المغرب
بسورة الاعراف فقرأ في الركعتين، ثم سورة الشرح في
عن عروة قال ان ابا بكر الصديق رضى الله تعالى عنه
صلی الصبح وقرأ فيهما سورة البقرة في الركعتين
كلتيهما۔ اشعة اللمعات میں ہے کہ ظاہر درینجا این است کہ تفریق کرد سورت را پاره در رکعت
اولی خواند و پاره در رکعت آخری۔ صحیح بخاری شریف میں ہے قال قتادة في من
يقرأ بسورة واحدة في ركعتين او يردد سورة واحدة
في ركعتين كل كتاب الله - سنن نسائی و ابن ماجہ و صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
كان يقرأ في صلاة الغداة من الستين الى المائة - نية الصلي،
قدوری، ہدایہ، فقیہ المستطی، تنویر الابصار، در المختار، کنز الدقائق، بحر الرائق، عالمگیری میں ہے
و النظر من الهندية ثم يضم الى الفاتحة سورة او ثلث
آيات هكذا في شرح المفیة لابن امیر الحاج۔ فقیہ المستطی، تنویر الابصار،
در المختار، بحر الرائق، ہندیہ میں ہے و النظر منها الآية الطويلة تقم
مقامها۔ نیز پڑھنا کہ مکروہ مذکور سے مکروہ تحریمی مراد ہے کہ وہی ناجائز ہو سکتا ہے۔ اور کتب
مذہب میں مبین کہ ترک واجب یا خلاف نہی ظنی ہی مکروہ تحریمی ہے اور قرأت مذکورہ میں دونوں
منفی کتب فقہ میں مصرح کہ بعد فاتحہ، سورت یا آیات ثلاثہ کا پڑھنا واجب ہے۔ نية الصلي، غنیة المستطی،
بحر الرائق، در المختار، فتاویٰ عالمگیری میں ہے و النص منها وتجب قراءة الفاتحة
و ضم السورة او ما يقوم مقامها من ثلاث آيات قصار
او آية طويلة في الاوليين بعد الفاتحة كذا في النهر الفائق



لہذا غنیۃ المصلی وغنیۃ المستملی و بجز الراقی و در المختار و رد المحتار میں ہے والنظر منها وان
قرأ ثلث آیات قصار او كانت الایة اف ایاتان تعدل
ثلث آیات قصار خرج عن حد الکراهة المنکومة
یعنی کراهة التحریم . فوائد غنیۃ المستملی ص ۲۷ میں ہے لو قد أبعض
السورة في ركعة وباقيها في ركعة قيل يكره والصحيح
لا يكره لما روى النسائي من حديث عائشة رضي الله تعالى
عنها ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قرأ في المغرب سورة الإعراف
فركعها في الركعتين . پس اس شمس کی طرح واضح دلالت ہے کہ قول مذکور اس میں باطل و خطا
ہے۔ ہاں اگر سورت چھ آیات سے کم ہو تو ہر رکعت میں تین آیات قصار کا مقدار پورا کرنا واجب ہے۔
والله ورسوله اعلم وعليهما اتم واحكم جل جلالہ سبح و
صلى على المحبوب المصطفى والموصوب البرہمة التقي.

حرره الفقير الراجي محمد نور الشماسي غفر له

سنة ستين بعد الالف وثلثمائة لثمانية عشر الصفر المظفر

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس صورت کہ جماعت میں خصوصاً فجر کی جماعت
میں ہر ایک رکعت میں سورت قرآن مجید ختم کرنی سنت نبویہ ہے اور ضروری ہے؛ ایک مولوی صاحب
یہ دعویٰ کرتے ہیں۔ بیٹو! صاحب دین من رب العلمین۔

السائل

فلام رسول ان پیکر وک

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْجَوَاب

الَّذِينَ جَعَلُوا لِي الْتَوْبَةَ الْغَوِيَّةَ

واقعی ہر ایک رکعت نوافل و سنن و واجبات اور اولیٰین فرائض میں امام کے لئے سورۃ قرآن کریم کا پڑھنا اور ختم کرنا ضروری اور سنت نبویہ اور واجب اصطلاحی ہے اور وہ سورۃ ام الكتاب ہے کہ لا صلوة الا بفاتحة الكتاب مگر اطلاق سوال مقتدی کو بھی شامل حالانکہ وہ ممنوعین القرآن ہے حکم و اذا قرئت القرآن الآية اور ایسے ہی عموم ہر ایک رکعت اخراجات فرائض پر بھی مشتمل، حالانکہ ان میں قراءۃ غیر ضروری ہے صحابین نے محلہ اور اگر یہ مراد کہ ام الكتاب کے بعد اور سورۃ کا پڑھنا اور ختم کرنا ضروری اور سنت ہے، تب بھی اس کا یہ ادعا حقیقت کے خلاف ہے کہ یہ عموم نماز تراویح پر بھی حاوی حالانکہ اس میں ختم قرآن کی کئی صورتیں معمول بہا امت مرحومہ اس کے خلاف ہیں اور شاید مدعی صاحب اس سے متغافل ہیں کہ رکوع رکوع اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کو پورا کر کے رکوع کیا جاتا ہے۔ اور اسی طرح اطلاق سوال مقتدی پر بھی مضمویہ اور اگر یہ مراد ہے کہ اولیٰین فرائض کی ہر رکعت میں امام پر بعد الفاتحہ پوری سورت تلاوت کرنی ضروری اور سنت ہے تو یہ ادعا ضرورت بھی غیر مقبول کہ گو یہ صورت بھی سنت ہے مگر سنت تلاوت اس ایک صورت میں منحصر نہیں بلکہ اور صورتیں بھی سنون ہیں۔

حضرت ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سنن نسائی ۱۵۵ جلد ۱، سنن بیہقی ۳۹۲ جلد ۲، صحیح بخاری ۳۳۳ جلد ۲ میں ہے ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرأ فی صلوة المغرب بسورة الاعراف و فرقہا فی رکعتین و نحوه عند الترمذی ۳۹۰ جلد ۱، حضرت عبداللہ بن السائب سے صحیح مسلم ۱۸۶ جلد ۱، سنن نسائی ۱۵۶ جلد ۱، ابن ماجہ ۵۵۵، سنن بیہقی ۳۸۹ جلد ۲، صحیح بخاری ۳۸۹ جلد ۲، مشکوٰۃ الاثر طحاوی ۱۰۵ جلد ۱، صحیح بخاری ۱۰۴ جلد ۱ میں بالفاظ متقاریر ہے والنظم



لمسلم صلى الله عليه وسلم صلى الله تعالى عليه وسلم الصبح
بمسحكة فاستفتح سورة المؤمنین حتی جاء ذکر موسى
وهارون علیہما السلام او ذکر عیسیٰ محمد بن عباد یشک
او اختلعا علیہ اغذت النبی صلی الله تعالى علیہ و
سلم مسحکة فركم - امام نسائی، امام بیہقی اور امام اجل طحاوی علیہم الرحمة نے اس حدیث
جو از قراءہ بعض السورۃ فی الركعة کے لئے استدلال فرمایا ہے اور امام نووی علیہ الرحمة شرح صحیح مسلم میں
فرماتے ہیں وفي هذا الحديث جواز قطع القراءة والقراءة ببعض
السورة وهذا جائز بخلاف ولا كراهية ان كان القطع
لعذر وان لم يكن لعذر فلا كراهية فيه ايضا ولكنه
خلاف الاولي هذا مذهبنا ومذهب الجمهور - علامہ
یعنی شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں فیہ جواز قطع القراءة ولا خلاف
فیہ ولا كراهية ان كان القطع لعذر وان لم يكن لعذر
فلا كراهية ايضا عند الجمهور نیز اسی میں ہے وفيه جواز القراءة
ببعض السورة - زاد المعاد جلد ۱۹ میں ابن قیم فرماتے ہیں مگر یہ صلی الله
تعالى علیہ وسلم قراءۃ السورة الكاملة وربما قرأها في
الركعتين وربما قرأ اول السورة - صحیح بخاری جلد ۲ میں ہے کہ حضرت
اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکہ شریف اور مدینہ شریف کے درمیان اپنے ساتھیوں کو نماز عشاء پڑھائی اور
دونوں رکعتوں میں سورۃ النساء اور البقرہ کی سورتیں تلاوت فرماتیں تو آپ سے عرض کیا گیا یہ کیا؟ فرمایا
میں نے اس میں کچھ کوتاہی نہیں کی کہ اپنا قدم وہاں رکھوں جہاں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
اپنا قدم مبارک رکھا اور اس میں بھی کوتاہی نہیں کی کہ اس طرح کروں جس طرح حضور نے کیا قرأ
فیہما بمائة من النساء والبقرة فقیل لہ ما هذا؟ قال ما
الوقت ان اضرع قدحی حیث وضع رسول الله صلی الله تعالى علیہ



وسلم قدمه وان اصنم مثل ما صنم -

دیکھا مراختہ فرما رہے ہیں کہ بعض سورۃ کا پڑھنا سنت میں داخل ہے۔ مؤطا امام مالک مثلاً جلد ۱
صحیح بخاری جلد ۲، سنن بیہقی جلد ۳، ۳۸۹ جلد ۲ میں حضرت عروہ سے ہے ان ابابکر الصدیق
رضی اللہ تعالیٰ عنہ صلی الصبح فقرا فیہا سورۃ البقرة
فی الركعتین کلّھما۔ طحاوی شریف مثلاً جلد ۱ میں عبداللہ بن الحارث بن جزء سے ہے کہ
صلی بنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صلوۃ الصبح فقرا
بسورۃ البقرة فی الركعتین جمیعاً۔ سنن بیہقی جلد ۲ میں قیس بن الحازم
سے ہے کہ صلیت خلف ابن عباس بالبصرة فقرا فی اول
الركعة بالحمد لله واول آیت من البقرة ثم ركع ثم
قام فی الثانية فقرا الحمد لله والآیت الثانية من
البقرة ثم ركع فلما انصرف اقبل علينا فقال ان الله
يقول فاقرأوا ما تيسر منه۔ صحیح بخاری مثلاً جلد ۱ میں ہے قرأ
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی الركعة الاولى بمائة وعشرين آية
من البقرة وفي الثانية بسورة من المثاني۔ علامہ عینی نے شرح میں فرمایا :
وصلہ ابن ابی شیبہ فی مصنفہ عن عبد الاعلی عن الحبرین عن
ابی رافع قال کان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقرأ فی
الصبح بمائة من البقرة ویتبعها بسورة من المثاني
او من صدور المفصل ویقرأ بمائة من آل عمران و
یتبعها بسورة من المثاني او من صدور المفصل و
ھكذا فی صحیح البخاری جلد ۲، شرح معانی الآثار جلد ۲
میں ہے صلی بنا عمر بن الخطاب بمكة الفجر فقرا فی
الركعة الاولى بسورة يوسف حتی بلغ وابتضت عیناہ



من الحزن فهو كظیم ثم رخص . نیز اسی صفحہ میں سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ
عزہ کی فضیلت مبارکہ کا ذکر بایں الفاظ ہے کان یقسم السورة الطويلة ف
الركعتين من المكتوبة یعنی صلاہ جلد ۳ میں ہے وقرأ عمر رضی
اللہ تعالیٰ عنہ بال عمران فی الركعتين الاوليين من العشاء
قطرہا فیہما ونحوہ عن سعید بن جبیر وابن عمر و
الشعبي وعطاء . صحیح بہاری ص ۳۵ جلد ۲ میں ہے قرأ ابن ارسيدنا عمر
ال عمران فی الركعتين ای من العشاء . صحیح بخاری ص ۱ جلد ۱ میں ہے وقرأ
ابن مسعود بأربعین آية من الانفال (ای فی الركعة الاولى) كما
سیجی ان شاء اللہ تعالیٰ ، وقرأ فی الثانية بسورة من المفصل
شرح معنی میں ہے هذا الاثر رواه سعید بن منصور (الای ان قال)
هذا التعليق وصله عبد الرحمن بلفظه من عبد الرحمن ^{روایت}
بن یزید النخعی عنہ واخرجه هو وسعید بن منصور
من وجہ اخر عن عبد الرحمن بلفظه فافتتح الانفال
حتى بلغ ونعم النصیر انتهى وهذا الموضع هو رأس
أربعین آية صحیح بہاری ص ۳۹ جلد ۲ میں ہے عن ابن مسعود انه قرأ
فی الاولى من الصبح بأربعین آية من الانفال وفي الثانية
بسورة من المفصل . طحاوی شریف ص ۲۰۵ جلد ۱ میں عبد الرحمن بن یزید سے ہے کہ صلیت
مع عبد اللہ العشاء الاخرة فافتتح الانفال حتى انتهی
الی نعم المولى ونعم النصیر ثم رخص . حدیث شریف میں ہے علیکم
بسنتی وسنة الفلفاء الراشدين اودا صعبا کالنجوم باہم
اقتدیتم اہتدیتم . بنا علیہ افعال صحابہ کرام سے منیت ثابت ہوئی اور چونکہ زمانہ قدس
صحابہ کرام مذکورین میں بالخصوص زمانہ صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں وفور صحابہ کرام تھا لہذا



یسند اجمار سکوتی صحابہ کرام سے ثابت ہو گیا اور اجمار امت مخصوصا اجماع صحابہ کرام اصل شرعی اور دلیل قوی ہے۔

مواہب اللدنیہ مع شرح الزرقانی ص ۳۰۶ جلد ۱ میں ہے (وام ابو بکر الصديق بالصحابة في صلاة الصبح بسورة البقرة قراها في المكتبة) اخرج عبد الرزاق باسناد صحيح عن ابي بكر (وهذا اجماع منهم) اعي الصحابة حضرت انس بن مالك سے سنن بیہقی ص ۳۹۴ جلد ۲، ص ۱۱۸ جلد ۳، ابن ماجہ ص ۱۰۷ کنز العمال ص ۹۵ جلد ۱، ص ۱۲۱ جلد ۱، سنن ترمذی ص ۵۹ جلد ۱، صحیح مسلم ص ۱۸۸ جلد ۱، صحیح بخاری ص ۹۸ جلد ۱، اور حضرت الباقادہ سے سنن ابوداؤد ص ۱۲۱ جلد ۱، سنن نسائی ص ۱۳۳ جلد ۱، سنن بیہقی ص ۱۱۸ جلد ۱، کنز العمال ص ۱۲۱ جلد ۱، صحیح بخاری ص ۱۲۱ جلد ۱، اور حضرت عثمان بن العاص سے ابن ماجہ ص ۱۰۷ کنز العمال ص ۱۲۱ جلد ۱، اور حضرت ابوبکر سے کنز العمال ص ۱۲۱ جلد ۱، سنن بیہقی ص ۱۱۸ جلد ۱، والنظم للبغاري لا يفتادة في لا قوم في الصلاة ار سيد ان اطول فيها فاسمع بكاء الصبي فاتجوز في صلوات كراهية ان اشق على امه يعني حضرت رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں بیشک میں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں اس ارادہ ہے کہ اس میں تطیل کروں گا پس بچے کا رونا سنتا ہوں تو نماز میں تخفیف کر دیتا ہوں کہ بچے کی ماں کو مشقت میں ڈالنا مجھے پسند نہیں پس اگر پہلی رکعت کی ثناء یا فاتحہ میں بچے کا رونا ہو تب تو دو چھوٹی سورتوں یا چند آیات سے نماز میں تخفیف ہو سکتی ہے جیسے کنز العمال ص ۱۲۸ جلد ۱ میں حضرت انس اور صحیح بخاری ص ۱۲۱ جلد ۱ میں حضرت ابوسعید سے ہے والنظم عن الکتز صلی بن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الفجر باقصر سورتين ثم قال انما اسرعت لتفزع ام الصبي الى صبيها۔ اور اگر سورت طویل پہلی یا دوسری رکعت میں شروع ہو چکی ہو تو پھر لامہ تخفیف کی یہی صورت



متعین کہ سورت پر اکتفا کیا جائے۔ چنانچہ صحیح بہاری ص ۲۷۲ جلد ۲ میں حضرت عبدالرحمن بن سابط سے ہے قرأ النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في الفجر في الركعة الاولى بستان آية ثم قام في الركعة الثانية فسمع صوت صبي فقرأ فيها ثلاث آيات۔

اور جس طرح حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تخفیف فرماتے تھے اسی طرح ہمیں بھی حکم ہے کہ یہ امر ان احادیث شریفہ کے سیاق و سباق سے بخوبی روشن ہے اور بعض روایات میں مصرح بھی ہے۔ صحیح بہاری ص ۲۷۲ جلد ۲، جامع المسانید للامام الاعظم ص ۳۳۳ جلد ۱ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے صلی بنا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فخفف فسألت عن ذلك فقال سمعت بكاء الصبي فكرهت ان اشق على امه فايكم صلي بالناس فليخفف ويتم فان فيهم الضعيف والكبير وذا الحاجة۔

اور اس رعایت ضعیف و کبیر و ذوالحاجة وغیرہم کی تاکیدیں تو احادیث مرصعہ صحیحہ مرفوعہ میں بکثرت وافرہ میں جو ادنیٰ خادم حدیث سے نہال نہیں ہیں نیز قاعدہ علیکم بسنتی اور صلوا کما راہتمونی اصلی اور لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة وغیرہ آیات مرصعہ کا یہی تقاضا ہے کہ بضعفاء و اصحاب الحوائج دالامراض کا خیال رکھیں۔ اور اگر خاص نماز میں کوئی ایسا عارضہ پیش آجائے جو بعض مقتدیوں کے لئے باعث پریشانی ہو تو نماز میں تخفیف کر دیں اب اگر ایسے عارضے کا احساس امام کو اس وقت ہو کہ سورہ طویلہ شروع کر چکا ہے تو اس پر دلائل مذکورہ کی رو سے ضروری ہوگا کہ بعض سورت پر اکتفا کرے کہ یہی سنت ہے۔ اور ایسی حدیثیں جو جوامع کی ہر رکعت میں تمام سورہ کی تفصیل میں، بہت ہی کم دستیاب ہیں۔ اکثر احادیث قرآنہ فی صلوة الجماعۃ قبیلہ محتملات سے ہیں۔ بعض میں احتمال بعضیہ رائج اور بعض میں احتمال تمام لائح۔

علامہ عینی شرح بخاری ص ۱۷۳ جلد ۳ میں فرماتے ہیں قال الکرمانی یحتمل ان



سیراد بالسورة بعضها قلت والله هذا الوجه مال الطحاوی
امام طحاوی شرح معانی الآثار جلد ۱۲ میں اس احتمال کے استدلال میں فرماتے ہیں و ذلک
حیث ان فی اللغة يقال هذا فلان یقرأ القرآن اذ کان
یقرأ شیئاً منه . امام مالک علیہ الرحمۃ نے موطا باب یقرأ فی اول
المغرب والعشاء الخ میں حدیث حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قداً بالطور فی المغرب اور اس کی ہم مثل
احادیث سے استدلال فرمایا ہے کہ مغرب وعشاء اور ظہر وعصر کی پہلی دو رکعتوں میں ایک سورۃ
طوریہ پڑھی جائے ، تو امام کی نظر انہوں میں احتمالی بعینیت راجح ہوا اور چونکہ اس قدر دلائل دائرہ سے
مدعائیات ہے لہذا جمہور ائمہ عظام و علمائے کرام اس کے جواز کے قائل ہیں جیسے عینی اور نووی سے
گزر چکا۔

سنن ترمذی جلد ۲۹ میں ہے کان الامر عندہم راسی المحابة
والتابعین واسم فی هذا۔ فیتہ المصلی مع شرح فیتہ المستملی ص ۳۲ ، بحر الرائق ص ۳۲ جلد ۱
ہمایہ ، فتح القدیر ، کفایہ ، غنایہ ص ۲۹ جلد ۱ ، خلاصۃ الفتاوی ص ۹۳ جلد ۱ ، مبسوط ص ۱۹۲ جلد ۱ میں مقیم
واسع الوقت کے لئے ہے والنظم من المنیۃ مع الشرح فالسنۃ
فی حقہ ان یقرأ فی صلوة الفجر فی الرکعتین باربعین
ایۃ وسطا وهو الادنی وخمسين او ستین وهو الاوسط
والاعلیٰ الزیادة علی الستین الی المائۃ . خلاصہ کے سوا باقی تمام کتب
مذکورہ متقدمہ میں ہے والنظم من المنیۃ ان المقادیر المذكورة
التي اقلها الاربعون واحصرها المائۃ هی الغالب من
فعلة علیہ الصلوۃ والسلام۔ اور ایسے ہی دوسری نمازوں کے لئے بھی تفصیل



ہے۔ غنیۃ ص ۴۶۲، فتاویٰ عالمگیری منک جلد ۱ میں ہے والنظم من الغنیۃ و لو قرأ بعض السورة فی رکعة و باقیہا فی رکعة قیل یرکعہ والصحیح انہ لا یرکعہ لہما روی النسائی عن حدیث عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرأ فی المغرب سودة الاعراف فرکعہا فی الرکعتین۔

بعض دیگر متعالم ماہ نیم ماہ و مہر نیم روز کی طرح روشن و ہویا ہوا کہ امام ہر ایک رکعت میں پوری سورت پڑھنے کی صورت میں بھی دائرہ سنت محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اندر رہ سکتا ہے و من ادعی الخلاف فعلیہ البیان بالیہا۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ ہر ایک رکعت فرض میں پوری سورت پڑھنی افضل ہے کہ اس میں ارتباط کلام پاک علیٰ وجہ الکمال رہتا ہے۔ غنیۃ ص ۴۶۲، رد المحتار ص ۵۰۵ جلد ۱، خلاصہ ص ۹۷ جلد ۱، فتاویٰ عالمگیری منک جلد ۱ میں ہے والنظم من المہندیۃ والافضل ان یقرأ فی کل رکعة الفاتحة وسورة كاملة فی المكتوبة شرح نووی ص ۱۸۵ جلد ۱ میں ہے لان المستحب للقارئ ان یبتدئ من اول الکلام المرتبط ویقف عند انتهاء المرتبط۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علم جل مجدہ اتم و احکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ و بارک وسلم۔

محرمہ الغفران الراجح محمد نور اللہ العیسیٰ غفرلہ
۳ رمضان المبارک ۱۳۶۷ھ

الاستفتاء

علمائے دین دریں مسئلہ کہ بیان فرماتے ہیں کہ مثلاً نماز تراویح میں حافظ صاحب منزل

سنا رہا ہے اور قرآن مبارک تلاوت کرتے ہوئے جبکہ اس مقام پر پہنچا کہ ماکان محمد
ابا احد من رجا لکم و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین میں
جو کہ حد کا لفظ ہے اس میں قرآن کی تلاوت کے اندر صلے اللہ علیہ وسلم پڑھا گیا۔ کیا نماز صحیح ہوئی یا کہ
صحیح نہیں ہوئی ہے۔ بینوا توجروا۔
السائل: حاجی کرم الہی زرگر بمقام کچی کھورہ ڈاکخانہ خاص تحصیل فانیوال ضلع منان



بلاشبک وشبہ نماز صحیح ہوئی کہ درود شریف ایسا کلام نہیں کہ نماز کا نقصان کر دے۔ بلکہ صانع
جلد ۱۹۲، بحوالہ ۱۱۴۹ میں ہے و النظم من البدائم ولا یعقل تمکین
النقصان فی الصلوة بالصلوة علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم۔ غنیۃ من ۴۲، شامی جلد ۵۸۱ میں ہے لان نفس تعظیم اللہ تعالیٰ
والصلوة علی النبی علیہ السلام لاینافی الصلوة فلا یفسدھا
بلکہ آید کریمہ صلو اعلیہ وسلموا کا اطلاق مجوز ہے اور رعایت ترتیب کلمات
قرآن کریم کا تقاضا ہے کہ یہاں نہ پڑھا جائے، تو نہ پڑھنا افضل ہوا۔ فتاویٰ عالمگیری جلد ۹، شامی
جلد ۱۹۲ میں ہے و لو قرأ القرآن فمر علی اسم نبی فقراءۃ القرآن
علی تالیفہ ونظمہ افضل من الصلوة علی النبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم فی ذلک الوقت۔ تو حافظ صاحب کا یہ درود شریف
پڑھنا ارادہ سے ہوتا تب بھی حرام یا مکروہ تحریمیہ نہ بنتا بلکہ صرف خلاف اولیٰ ہی ہوتا چہ جائیکہ یہ تو بلا قصد
ہی پڑھا گیا۔ بہر حال یہ نماز بافتاق ائمہ دین صحیح ہوئی۔

در المختار شامی جلد ۵۸۱، غنیۃ من ۴۲، خلاصۃ الفتاویٰ جلد ۱۳۲، ۱۳۳، جلد ۱۲، فتاویٰ



عالمگیرؑ میں ہے والنظر من الهندية ولو قال اللهم صل على محمد او قال الله اكبر لا تفسد صلواتي بالاجماع ان لم يندب الجواب۔ اور فتاویٰ عالمگیرؑ میں تو یہ مسئلہ بافادہ تعمیر موجود ہے صاف صاف فرمادیا ولو قرأ مرحبا لمحمد او محمد ابا احد من رحبا لکم وصلى جمل في الصلوة لا تفسد صلواتي۔ اور چونکہ تشہید اولیٰ فرض کی طرح تاخیر دکن نہیں تو سجدہ سہو بھی نہیں، ولهذا لم یصرح به احد ومن ادعى الخلاف فعليه البيان بالبرهان۔

والله تعالى اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

عزہ الغفران ابو الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۰ رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ ایک حافظ صاحب نے نماز تراویح پڑھاتے ہوئے بعد از فاتحہ قرأت میں بھول کر ایک ہی آیت کو دوبارہ پڑھ گئے اور نماز پوری کر لی اور سجدہ سہو ادا نہیں کیا تو ایک مولانا صاحب نے فرمایا کہ نماز نہیں ہوئی، سجدہ سہو ضروری تھا، تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا یہ نماز جائز ہوگئی یا نہیں؟ اور سجدہ سہو پڑھتا ہے یا نہیں؟ بیسوا تو جروا

سہ بل مخرج ابن القيم الجوزية، بانه من موطن الصلوة وذكره في فصل مستقل من جلد الانهايم

۲۹۹۵ھ و ذکر المن عن الامام احمد بن حنبل رضى الله تعالى عنه ۱۲ ابو الخیر النعمی غفرلہ



اگر صورت سوال درست ہے تو نماز پکا کر امت درست اور صحیح ادا ہوئی اور سجدہ سہو بالکل حجب



نہیں ہوا کہ اس میں کسی واجب کی ترک نہیں پائی گئی بلکہ نوافل و سنن میں توبہت زیادہ وصحت ہے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت کہ ایک رات صبح تک نماز پڑھتے رہے اور ہر رکعت میں ایک ہی آیت بار بار پڑھتے رہے سنن ہفتی مس ۱۳ جلد ۳ میں بقاعدہ اسناد سے حضرت ابوذر سے ہے قال سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وهو يصلي ذات ليلة وهو يردد آية حتى أصبح بها يركع و بها يسجد (ان تعذبهم فانهم عبادك قلت يا رسول الله ما انت متردد هذه الآية حتى أصبحت قال اخف سألت ربي الشفاعة لا متي وهي نائلة لمن لا يشرك بالله شيئا - اور ایسے مکالمے دوسری حدیث سند ہے اور اس میں ہے ان تعذبهم فانهم عبادك و ان تغفر لهم فانك انت العزيز الحكيم تو حوازی نماز اور سجدہ سہو کا لازم نہ ہونا آفتاب سے بھی زیادہ واضح ہوا مولانا صاحب بھول گئے ہیں - واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔



مفت محمد رفیع الرحمن صاحب مدظلہ العالی

۲۰ رمضان المبارک ۱۴۴۷ھ

نوٹ، اگر مولانا صاحب دہانیں تو کسی مستند کتاب کا حوالہ تحریر فرمائیں کہ قرأت بعد از فاتحہ میں ایک آیت دوم تہ بھول کر پڑھی جائے تو سجدہ سہولاً لازم ہوتا ہے۔

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان بشرع متین اندر اس مسئلہ کہ زید نے جماعت کراتے ہوئے پہلی رکعت میں وقال الظلمون ان تتبعون الا رجلاً مسحوراً کی جگہ وقال الظلمون ان هذه الا رجلاً مسحوراً پڑھ دیا کیا نماز شرع کی رو سے ہوگئی یا نہیں؟ مبینوا و justify۔

المستفتی: محمد بشیر سوہان نوری معلم دارالعلوم ندوۃ العلماء مظفر آباد ۱۳۷۸ھ



صورت مذکورہ میں جب کہ امام نے یوں بدلا کر ملا کہ پڑھ دیا تو حضرت امام عظیم ابوحنیفہ و امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک نماز فاسد ہوگئی، اس کی قضاء لازم ہے۔ یہاں تو معنی بالکل ہی متغیر ہو گیا کہ ”هذه“ میں اتباع کا معنی نہیں اوسے بھی مؤثر، حالانکہ صورت معنی کے بعد بریکم فساد ہے۔ شامی ص ۵۵ جلد ۱، بکری ص ۴۲ میں ہے والنظر من الشاخی وان كان مثله في القرآن والمعنى بعيد ولم يكن متغيراً فاحشاً فساداً ايضاً عند أبي حنيفة و محمد رحمہما اللہ و هو الاحوط واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم و صلی



اللہ تعالیٰ علی حبیب والہ و اصحابہ و ہادئ وسلم۔

حقہ الفقہاء الہامیہ محمد نور الدین النعمانی رحمہ اللہ

الاستفتاء

نمبر ۱۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرعی متین دریں مسئلہ کہ ایک امام نے تیسری رکعت میں اول کی صورت پڑھ دی اور پہلی دو رکعت میں اخیر کی یہ صورت نفل اور وتر میں ہی ہو سکتی ہے کیونکہ فرض میں تو تیسری رکعت میں صورت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا مثلاً ایک امام نے وتر کی نماز میں پہلی دو رکعتوں میں معوذتین کو پڑھا اور تیسری میں قل شریف، کیا یہ جائز ہے؟

نمبر ۲۔ کئی کتابوں میں دیکھا ہے کہ جس وقت امام نے ایک طویل آیت یا تین چھوٹی آیتیں جن سے واجب ادا ہو جاتا ہے اور اس سے آگے اور زیادہ قرأت پڑھ رہا ہو۔ اور کوئی آیت فلتط پڑھے یا چھوڑ دے اور اگلی آیت کی طرف منتقل ہو جائے تو لقمہ دینے والا لقمہ دے اور امام لقمہ کو نہ پکڑے تو لقمہ دینے والے کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ اور اگر امام لقمہ پکڑے تو تمام جماعت کی نماز فاسد ہو جائیگی کیا یہ صحیح ہے اور کونسی نماز کی بات ہے؟ کیونکہ عام تزاویج میں حافظ صاحب اس طرح کرتے ہیں۔ اس کے جواب میں کتب معتبرہ کے کچھ حوالے بھی لکھ دیں۔

الاسائل: مولوی محمد عظیم صاحب امام مسیح چوہدری محمد ربیع الزور تحصیل و کاٹھہ ضلع مظفری ۱۹۶۱ء



علی مسئلہ فرض میں پہلی اور دوسری رکعت کا مسئلہ ہے کہ فرائض میں قصد ایوں پڑھنا مکروہ ہے اور نوافل بلکہ سنن میں فرماتے ہیں مکروہ نہیں۔ بحوالہ النائق مسئلہ جلد ۲، در المختار شامی منہا، ۱۱ جلد ۱،

طحاوی علی الدرر ۲۳۸ جلد ۱، طحاوی علی المرقی ۲۱۲، خلاصۃ الفتاویٰ ص ۹۷ جلد ۱ وغیرہ میں ہے
والنظم من الخلاصة وان قرأ في ركعة سورة وفي
ركعة اخرى سورة فوق تلك الصورة او قبل ذلك
في ركعة مكروه (الحان قال، وهذه كلها في الفرائض
اما في النوافل لا يكرهه اور فتاویٰ عالمگیری ص ۴۱ جلد ۱ میں ہے ہذا كله
في الفرائض واما في السنن فلا يكره هكذا في المحيط
اور یہ تو ظاہر ہی ہے کہ ”رکعتہ اخیرہ“ کا اطلاق تیسری اور چوتھی رکعت کو بھی شامل ہے کہ
سب پر ”رکعتہ اخیرہ“ صادق ہے اور یہ بھی قدام فقہ سے مخفی نہیں کہ قرأت میں سن اور نوافل
کا حکم ایک ہی ہے۔ رہے وتر تو گودہ بھی قرأت میں نوافل کے حکم میں ہیں مگر اس حکم قرأت میں
اعتیاد فرض کا حکم ہی ہونا چاہئے کہ وتر عملاً فرض کے حکم میں ہیں۔ درالخمار شامی ص ۶۱ جلد ۱ میں ہے
هو فرض عملاً، شامی فرماتے ہیں بمعنی انه يعامل معاملة
الفرائض في العمل بل بعض فضلاء تونس نوافل میں بھی یوں پڑھنا مکروہ جانتے ہیں۔
طحاوی علی المرقی ص ۱۱۲ میں ہے قال بعض الفضلاء وفي تأمل لان
النكس اذا كرهه خالف الصلوة الخ پس اس لحاظ سے بھی وتر میں کراہت بطریق
اولی ہوگی۔ ہاں بھول کر بلا ارادہ یوں پڑھا جائے تو معاف ہے اور سجدہ سہو بھی لازم نہیں ہوتا۔
فتاویٰ عالمگیری ص ۶۵ جلد ۱ میں ہے واذا قرع في الركعة الاولى سورة وقولاً
في الركعة الثانية سورة قبلها فلا سهو عليه هكذا في
المحيط اور جب دوسری رکعت میں یوں پڑھنے سے سجدہ سہو نہیں تو تیسری میں بھی بدعت یہی حکم ہوگا
البتہ جب نماز ویح وغیرہ میں تمام قرآن کریم ختم کرے تو دوسری رکعت میں فاتحہ شریفہ کے بعد سورۃ
البقرہ کی پہلی آیتیں تلاوت کرے ”غنیۃ المستفید ص ۴۳“، فتاویٰ عالمگیری ص ۴۱ جلد ۱، مرقی و طحاوی
علی المرقی ص ۱۱۲، درالخمار شامی ص ۶۱ جلد ۱ میں ہے والنظم من الشامي عليه
الرحمة قال في شرح المنية وفي الولو اجبیت من يختم



القرآن فی الصلوة اذا فرغ من الممودتین فی الركعة الاولى یركع ثم یقرأ فی الثانية بالفاتحة وشئ من سورة البقرة لان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال فید الناس الحال المرتحل ای الفاتح المفتحة۔ الطحاوی علیہ الرحمۃ حاشیہ در ۳۸۸۔ جلد ۱ میں فرماتے ہیں لیس هذا انکیسا۔

۲۔ صرف یوں کسی ایک کتاب میں بھی نہیں کہ غلط پڑھے تو قمر دینے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے البتہ ہر ایہ وغیرہ میں یہ ضرور ہے کہ امام اگر دوسری آیت کی طرف منتقل ہو جائے تو لقمہ دینے سے ایسا ہو جائے مگر محققین فقہائے کرام کے نزدیک یہی صحیح ہے کہ کسی کی نماز بھی فاسد نہیں ہوتی اور اسی پر فتویٰ ہے اور یہی مذہب ہے۔ اسی پر اکثریت مشائخ کرام ہے۔ قول فساد تو محض بعض کا قول ہے۔ ملحق البحر مع شرح در المنقح ۱۱ جلد ۱، غنیۃ اللدر ۳ جلد ۱، شامی ۵ جلد ۱ وغیرہ میں ہے والنظم لہ (قولہ بكل حال) ای سواء قدا الامام قدر ما تجوز بہ الصلوة ام لا انتقل الی آیت اخری ام لا تكرر من الفتح ام لا هو الاصح۔ نہر، فتاویٰ عالمگیری جلد ۱، غنیۃ المستمل ۳ جلد ۱، صغیری ۳ جلد ۱، مراقی الفلاح مع الطحاوی جلد ۲، بحر الرائق جلد ۲ میں ہے والنظم من البحر والصحیح عدم الفساد نیز اسی میں ہے فصار الحاصل ان الصحیح

من المذهب ان الفتح علی امام لا یوجب فساد احد لا الفاتح ولا الاخذ مطلقا فی كل حال۔ نیز اسی میں ہے وهو قول عامۃ المشائخ۔ مجمع الانهر ۱۱ جلد ۱ میں ہے وعلیہ الفتویٰ احترازاً عن قول بعض المشائخ التمزیر بالاعداء، در المختار علی ہاشم الطحاوی جلد ۲ میں ہے

سہ ادا قدر آخربہ الصلوة ۲ پڑھنے کے بعد لقمہ دینے کے متعلق یہ بھی ہندیہ وغیرہ میں ایک قول کا ذکر ہے ۱۲ منقرضاً للعبہ ای لا یفسد بكل حال ۱۳۔ و نعرہ بالمعنی فی الفتح ۱۴



بغلاف فتحہ علی امام غائب لا یفسد (مطلقاً) لغاتم
و اخذ بكل حال۔ اور طحاوی علیہ الرحمۃ نے بھی وہی تقریر تفصیل فرمائی ہوتا ہی علیہ الرحمۃ سے
گزری۔ اور اس کی ایک دلیل علمائے کرام نے وہ بیان فرمائی جو غنیۃ شرح فیہ مشک و غیرہ میں ہے ،
و وجہ الحدیث المذكور حیث قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم لا بی ہلا فتحت علی مع ان لا یعلم ترکہ الا بیت
الابعد الانتقال الی ایۃ اخری۔ بہر حال نماز فاسد نہیں ہوتی فرض ہو
یا نفل۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب
والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حقیرہ الفقیر الی الحق محمد نور الدین نعیمی غفرلہ

۱۲ ماہ رمضان المبارک ۱۳۸۲ھ ۷ فروری ۱۹۶۳ء

الاستفتاء

نوٹ : ایک خط میں یہ سوال آیا۔

اگر امام عشا کی نماز میں سورۃ یوسف کے تیسرے رکوع کی آیت میں قال معاذ
اللہ انت ربی احسن مشواہی کی بجائے قال معاذ اللہ ربی
انت احسن مشواہی پڑھ دے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں ؟

السائل : محمد شریف الضیائی المتعلم بجامعۃ العلوم المدرستۃ الغوثیہ الواقعۃ علی جبل وڑچھہ
تحصیل خوشاب ضلع سرگودھا ۱۳ محرم الحرام ۱۳۸۶ھ

عزیزی حکیم ضیائی صاحب !

وعلیک السلام ورحمۃ وبرکاتہ :- یاد آوری کا شکریہ ! آپ کے لئے مشکل وقت نکال کر کھد ہا ہوں۔





قواعد وضروریات وجزئیات مذہب مہذب سے روز روشن کی طرح واضح کہیں پڑھنا بھول کر ہے تو نماز بلاشبہ ہوگئی کیونکہ معنی حقیقتہً متغیر نہیں ہوا۔ آیت میں ”ساری“ لفظ ”انہ“ کی ضمیر یہ ہے اور اس کے مزج میں مفسرین نے تین احتمال بنائے (۱) اللہ تعالیٰ۔ وھو الاظہر والاقرہب المفتار عندی وقد صرح بھ الصاوی فی ہامش الجلالین۔ (۲) خروج المرأة (۳) ہشان۔

پہلی صورت میں ”ساری“ معنی اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جو ”معاذ اللہ ساری“ پڑھنے میں بھی صادق ہے اور دوسری صورت میں ”زوج المرأة“ کی معنوی صفت ہے جو صورت سوال میں مقدّر ”ھو“ کی خبرین کے برقرار رکھتی ہے اور تیسری صورت میں ”ساری احسن مثالی“ کے ساتھ جملہ بن کر محمول ہے اور معنی ”زوج المرأة“ یا اللہ کی صفت ہے جو تقدیم میں بھی ہے حالانکہ عدم الفساد کی مدار حضرت امام اول و ثالث کے نزدیک موافقت معنی (یعنی معنائے خطا معنائے صحیح کے موافق و متقارب ہو) پر ہے۔ اور امام ثانی ابو یوسف کے نزدیک اس کپراس کی مثل قرآن کریم میں جو غنیۃ المستملۃ ۲۴، شامی ۵۹ جلد میں ہے فالمعتمد فی عدم الفساد عند عدم تفید المعنی حثیثا وجود المثل فی القرآن عندہ (ای ابی یوسف) و الموافقة فی المعنی عندہما (ای الطرفین علیہما الرحمة) اور جب ”ساری“ قرآن کریم کا کلمہ ہے اور معنی بھی برقرار ہے تو نماز کا بالاتفاق برقرار رہنا واضح ہو گیا اور مسئلہ زیر بحث میں ایک اور صورت بھی ہو سکتی ہے کہ تقدیم و تاخیر نہ ہو بلکہ زیادت کلمہ و نقصان کلمہ کا مسئلہ ہو یعنی ”معاذ اللہ“ کے بعد امام نے ”ساری“ زیادہ کر دیا اور ”انہ“ کے بعد کم کر دیا تو اس صورت میں بھی نماز جائز ہے لما



مرمن الغنية والشامية وقد صرحا في صدر
السبارة فقالا ان الخطأ اما ان يكون في الاعراب (التي ان
قال، او في الحروف بوضع حرف مكان الآخر او زيادته
او نقصه او تقديمه او تاخيره او في الكلمات او في الجمل
كذلك۔ اس "كذلك" نے واضح کر دیا کہ کلمات کی تقدیم و تاخیر زیادت و نقص کا بھی یہی حکم
ہے۔ اب اس کی چند مثالیں بھی دیکھ لیں :-

۱۔ قنّاوی قاضی خان منہ جلد میں ہے کہ وجوہ یومئذ ناضرة الى ما بها
ناظرة میں "ناضرہ" کو "ناظرة" اور "ناظرة" کو "ناضرہ" پڑھے تو نماز ناسد نہیں ہوتی۔

۲۔ غلامۃ الفتاویٰ منہ جلد ۱۱، فتح القدیر منہ جلد ۲۸۳ میں ہے والنظم من الخلاصة

اما الوقراً اذا اعتاق في اغلالهم لا تفسد حالاً لکن قرآن مجید میں اذا اغلال
في اعتاقهم ہے نیز غلامۃ منہ جلد ۱۱، فتح القدیر منہ جلد ۲۸۳ میں ہے والنظم من

اما الكلمة مكان الكلمة فان تغير بامعنى ومثل في القرآن
كالحكيم مكان العليم لم تفسد اتفاقاً۔ نماز الفقیر میں ہے ولیفهم

من هذا معنى الموافقة شامی منہ جلد ۵۹ میں زیادتی کلمہ کی ایک یہ مثال ہے
فان كان في القرآن نحو وبالوالدين احساناً وبرا لم تفسد

في قولهم۔ اور نقص کلمہ کی مثال یہ ہے وحيزاء سيئة مثلها بترك
سينة الثانية لم تفسد۔ موافقة المعنى تو ایک وجہ سے بھی کافی ہے اور

یہاں چار وجہ سے ہے کما قد سمعت۔ فتاویٰ ہندیہ منہ جلد ۳۳ میں ظہیر ہے ہے
ان الصلوة اذا حانت من وجوه وفسدت من وجہ يحکم

بالفساد الا في باب القراءة لان للناس عموم السبلوی۔ اور اگر امام
نے دائیہ یوں پڑھا ہے یعنی "معاد اللہ" کے بعد بطور ثناء "سبحی" اور "انہ"

کے بعد "سبحی" پڑھا تو چونکہ وہ ثناء ہے اور یہاں نہ پڑھنے سے معنی میں بھی زیادہ تغیر نہیں ہوتا



لہذا اس صورت میں بھی نماز جائز ہے مگر اچھا نہیں کیا کہ قرآن کریم کی قرات مسلسل پڑھنی چاہئے
طحاوی علی المراقی ص ۲۰۴ میں ہے اما فی العمد فتفسد بہ مطلقاً
بالاتفاق اذا کان ما یفسد الصلوة اما اذا کان شاملاً
فلایفسد ولو تعدد ذلك افادہ ابن امیر حاج - ہر حال نماز
صحیح ہے و ہذا ما عندی - واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ
تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ و بالہ وسلم -

مقرہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ نعمی غفرلہ
۲۳ محرم الحرام ۱۳۸۶ھ ۱۵/۹/۹۶

الاستفتاء

تبدولعبات ذالعلماء والفقہاء محراب ربانی قطب جانی مرشد کمال فقیہ عظیم دامت ظلہ دامت برکاتہم و فیہم
غلامانہ السلام علیکم کے بعد عرض یہ ہے کہ حضور والا جاہ کی خیر و عافیت بارگاہ لم یزل سے
ہر وقت بھی خواہ ہے - اس ناچیز کی بجز بیکینار کی خدمت گواہی میں عرض یہ ہے کہ ایک امام صاحب
صبح کی نماز باجماعت میں الحمد شریف کے بعد سورہ مزمل شریف کی قرات شروع کرتا ہے اور پہلی رکعت
میں تمام سورہ مزمل شریف تلاوت کرتا ہوا جب "خیرا تجدوہ" پر پہنچتا ہے تو خیراً
تجدوہ سے اس صورت کو چھوڑ کر سورہ الحمد شریف کی آخری آیت مبارک کے یہ کلمات مبارک
خیر من اللہ و من التہامہ و اللہ خیر الرازقین،
پڑھ کر سورہ مزمل شریف کے صحیح کلمات دہرائے بغیر ہی رکوع کر دیتا ہے اور پھر دیکھ رکعت میں چھوٹی سی
سورہ شریف پڑھ کر جماعت کو مکمل کر کے سلام پھیر دیتا ہے - آیا اس صورت میں نماز درست ہوگئی
یا نماز دوبارہ پڑھنی پڑے گی؟ رہبری فرما کر نواکس فرمائیں -

سائل : سب دربار عالیہ عاجز محمد رحمت علی نوری عفی عنہ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الْجَوَابُ
اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْيُسْرَى وَالصَّوَابَ

وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ رَبِّكَ تَه :-

آپ نے سوال مفصل نہیں لکھا کہ کیا صورت پیش آئی۔ کیا "لا نفسکم من" پڑھ کر خیر من اللہ پڑھا یا "لا نفسکم من خیر تجدوہ" پڑھ کر "خیر من اللہ" پڑھا۔ پھر ان دونوں صورتوں میں سورہ منزل شریف کے کلمات پر وقف کر کے یعنی ٹھہر کر خیر من اللہ شروع کیا، یا وقف نہیں کیا بلکہ پڑھا ہے۔ یہ چار صورتیں ہیں اور ہر ایک صورت میں "خیر من اللہ" کی لار پر پیش پڑھا ہے یا زیر پڑھی ہے تو کل صورتیں اٹھ ہیں اور حسب الارشاد کتب فقہ حنفی میں ان سب صورتوں میں نماز درست ہوگئی۔ فتاویٰ قاضی خان ص ۳۷ جلد ۱، خلاصۃ الفتاویٰ ص ۱۱ جلد ۱، فتاویٰ عالمگیری ص ۳۷ جلد ۱، فتح القدیر ص ۳۸ جلد ۱ میں ہے والنظم منہ لا تقتصرہ ولو بنی بعض الیۃ علی اخری ان لیس فیہ نحو ان الذین امنوا و عملوا الصالحات فلہم جزاء العسیٰ مکان کانت لہم جنت الفردوس منزل لا تفسد وان غیر فان وقف و قعات ما بینہما فکذلک اور یہاں ان اٹھ صورتوں میں اصل معنی نہیں بدلتا لہذا نماز درست ہوگئی۔ ترجمے میں لکھ کر بتانا اگر آپ وہ ایک صورت جم آپ کے پیش آئی ہے معین کر کے سوال کرتے مگر اب اٹھ صورتوں کے ترجمے لکھنے کا وقت نہیں۔ سوال ہمیشہ صاف اور سلجھا ہوا ہونا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب الذکر و الاعظم و آلہ واصحابہ و بآلہ وسلم۔

عزہ الغیر البواکیر رحمۃ اللہ البغوی

۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۷ھ ۱۱-۸-۶۷



الاستفتاء

بخدمت جناب قلمبر کعبہ استاذ العلماء والفضلاء قلمبر فقیر اعظم مدظلکم العالی

قد صاحب السلام حکیم درحمتہ اللہ وبرکاتہ کے بعد منور باد گزراؤش ہے

۱۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کلام شرع متین اندرین مسئلہ ایک رنڈی جو بد معاشی کا پیشہ یعنی چکلا میں رہتی ہے وہ فوت ہو گئی ہے تو اس کے جنازہ کے متعلق کیا احکام ہیں؛ کیا اس کا جنازہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور اس کی قبر کے متعلق بھی فرمائیں کہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اس کا جواب بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمائیں۔

۲۔ دوسرا مسئلہ کہ خراسن کو پہنچہ بولا جاتا ہے اس کے جنازہ سے اور قبر کے متعلق بھی فرمائیں۔

۳۔ تیسرا مسئلہ: ایک امام مسجد نے پہلی رکعت میں سورہ صف پڑھ دی اور دوسری رکعت میں سورہ بقرہ کا ایک رکوع کیا یہ جائز ہے؟

۴۔ چوتھا مسئلہ۔ ایک آدمی نے حج کا ارادہ کر لیا ہے اور وہ صاحب نصاب بھی ہے لیکن پورا حج کا خرچ نہیں رکھا۔ کیا ایسے آدمی کو زکوٰۃ کا روپیہ دینا جائز ہے؟ امید ہے کہ آپ ایک گناہگار کو چنڈاں مسکوں سے واقف فرمائیں گے۔ واپسی لقاۃ حاضر خدمت ہے، رٹوی بدکاری کو جائز بھی سمجھتی ہے والسلام
سائل: خاکسار غلام جمعدار ملک محمد صادق اعوان آدمی المیرٹھ صطبل تحصیل ادکارہ

ضلع ننکری ریالہ خورو ۶۳-۱۱-۲۷



محبت ملت جناب جمعدار صاحب زادت عنایت



علیکم السلام ورحمۃ - مزاج گرامی! جناب کے مسئلہ سوالات کے جوابات حسب ذیل ہیں۔

نمبر ۱: قاعدہ یہ ہے کہ ہر مسلمان نیک ہو یا بد اس کا جنازہ پڑھنا لازم ہے اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے البتہ ڈاکو اور باغی جو مذکرتی اور بغاوت کے دوران قتل ہو جائے یا اپنے باپ یا ماں کو کوئی سنگدل قتل کر دے تو ان کا جنازہ نہیں ہاں اگر کوئی ایسا دیکار ہو کہ بدکاری و زانیہ چوری یا شراب وغیرہ کو جائز و حلال جاننا ہو تو وہ مسلمان ہی نہیں بلکہ کافر و مرتد ہوتا ہے تو ایسے کا جنازہ ہے اور نہ ہی اہل اسلام کے قبرستان میں دفن کیا جاسکتا ہے مرد ہو یا عورت رنڈی ہو یا پارسا۔ یہ احکام فتاویٰ عالمگیری، تہذیب الالبصار، درالمختار، شامی وغیرہ اکتب معتبرہ مذہب خفیہ میں ہیں۔

مسئلہ ۲: شرعاً جو بد فعلی جیسے گندے جرم کو جائز نہ جاننا ہو اور کلمہ گو ہو تو اس کا جنازہ لازم ہے اور اہل اسلام کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔ البتہ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ خسران حقیقی یا مرد ہوتا ہے یا عورت؟ اگر مردوں والی ایک یا دو علامتیں غالب ہوں تو شرعاً مرد ہوتا ہے اور اس کا حکم غسل جنازہ وغیرہ میں مردوں والا ہوتا ہے۔ اور اگر عورتوں والی ایک یا زیادہ علامتیں غالب ہوں تو شرعاً عورت ہے، اس کے ساتھ عورت کا معاملہ کیا جائے۔ اور اگر کوئی ایک علامت بھی غالب نہ ہو تو اس کو خفیہ مشکل کہا جاتا ہے اور اس کا حکم غسل میں یہ ہے کہ اسے غسل نہیں دیا جاتا بلکہ تمیم کرایا جاتا ہے۔ اگر اس کا کوئی حرم مرد یا عورت مثلاً باپ یا بھائی، ماں یا بہن ہو تو وہ اسے ہاتھ لگا کر تمیم کر سکتا ہے اور اگر کوئی حرم نہ ہو تو اپنا ہاتھ پیرے میں لپیٹ کر تمیم کرے اور اس کا کفن اور دفن عورتوں کی طرح ہوتا ہے۔ یہ سب اس وقت ہے کہ باغ یا مراہت ہو۔ اور اگر بالکل چھوٹا بچہ ہے تو اسے بچوں کی طرح غسل دیا جاتا ہے۔ یہ مسائل بھی فتاویٰ عالمگیری، درالمختار، شامی وغیرہ میں ہیں۔ عبادتیں اس لئے نہیں مکھیں کہ فتوے بڑے لمبے ہو جائیں گے لہذا بہتر یہی ہوتا ہے کہ ایک مسئلہ دریافت کیا جائے۔ یہ سمجھنا بھی ضروری ہے کہ بعض لوگ حقیقتہً مرد ہوتے ہیں مگر مصنوعی خسران جاتے ہیں تو وہ غسل، جنازہ وغیرہ میں شرعاً مرد ہی ہیں۔

مسئلہ ۳: فرض نماز میں یوں پڑھنا اگر کھول کر ہے تو کوئی حرج نہیں اور سجدہ سہو بھی نہیں اور



اگر نماز پڑھا کر مذکورہ ہے مگر نماز ہو جائے گی۔ فتاویٰ عالمگیری جلد ۱ میں ہے و اذا قرأ
فی رکعة سورة وفى الركعة الاخرى او فى تلك الركعة
سورة فوق تلك السورة يكره الخ نیز ص ۶۵ جلد ۱ میں ہے و اذا
قرأ فى الركعة الاولى سورة وقرأ فى الركعة الثانية
سورة قبلها فلا سهو عليه كذا فى المحيط۔

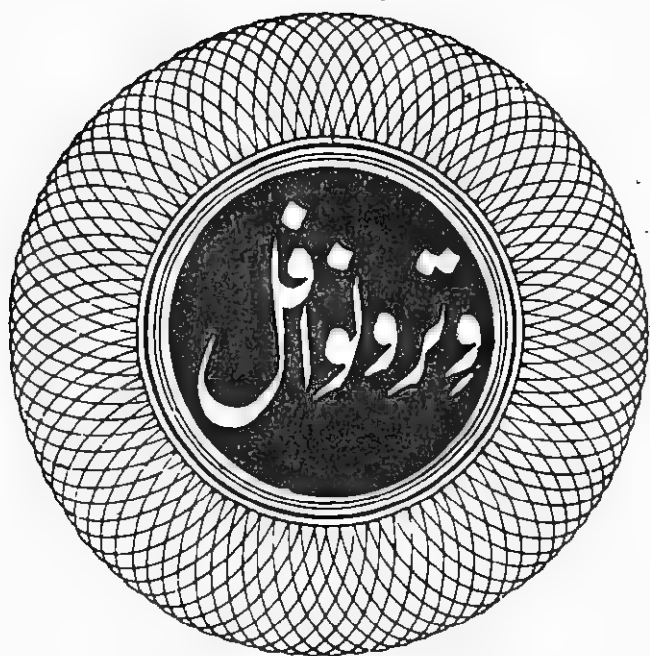
ع۔ اگر واقعی اس کے پاس پورا خرچ نہیں اور اس کے پاس کسی نصاب سے بھی کوئی ایسی
چیز نہیں کہ اسے فروخت کر کے خرچ پورا بنالے تو اس کو سفر حج کے لئے زکوٰۃ کار و پیر دینا جائز
ہے مگر اسے سوال کرنا جائز نہیں، زکوٰۃ دینے والا خود بخود دے سکتا ہے۔ شامی ص ۸ جلد ۲ میں
ہے وقد قال فى المبداء فى سبيل الله جميع القرب
(الى ان قال) اذا كان محتاجاً۔

والله تعالى اعلم وصلى الله تعالى على حبيب
والد واصحابه وبارك وسلم۔

عزہ الغفر الابرار محمد نور الدین عی غفرلہ

۶ رجب المرجب ۱۳۸۲ھ ۶۲-۶۳-۶۴





بَابُ الْوُثْقِ وَالنَّوَافِلِ

الاستفتاء

نمبر ۱ :- سائل کہتا ہے کہ ختمہ ترویجیات کیا ترویج کو ترویج کر کے پڑھا جائے یا کہ دو سلاموں کے ساتھ پڑھا جائے ؟

نمبر ۲ :- اگر ترویج کو دو سلاموں کے ساتھ پڑھا جائے تو ہر شفعہ کے سلام کے بعد بیٹھ کر تسبیح تلاوت کی جائے یا نہ ؟

نمبر ۳ :- اگر تسبیح تلاوت کی جائے تو کیا حرج ہے اور اگر نہ کی جائے تو فرمائیں ؟

نمبر ۴ :- اگر کوئی شخص کہے کہ ترویج کو ترویج کر کے پڑھا جائے اور دو سلاموں کے ساتھ پڑھا جائے۔ اگر ترویج کو شفعہ کے ساتھ پڑھا جائے تو بعد ہر شفعہ کے تسبیح تلاوت کی جائے اگر نہ کی جائے تو ترویج پورا پڑھیں ؟

بینوا صاحبوین من

رب العالمین۔

السائل : محمد صدیق ولد مولوی نور الدین



ملاحظہ :- مستحب یہ ہے کہ ترویج کو دو سلاموں کے ساتھ پڑھا جائے۔ فتاویٰ عالمگیری، فتاویٰ قاضی خان،

فتاویٰ برجیہ، بحر الرائق، ہدایہ، در المختار، نور الایضاح، مراقی الفلاح وغیرہ اسفار مذہب مہذب میں ہے والنظم من السندیت کل ترویجۃ اربع رکعات بتسلیمتین کذا فی السراجیۃ یعنی ہر ترویج چار رکعت دو سلاموں کے ساتھ ہے۔ نور الایضاح اور بحر الرائق میں یہ اور افادہ فرمایا حصا هو المتوارث یسلم علی رأس کل رکعتین کہ یہی متوارث ہے ہر دو رکعتوں کے سر پر سلام کے۔ بیسوط خرمی میں ہے قدر المسنون وهو رکعتان بتسلیمۃ واحدة یعنی قدر مسنون اور وہ دو رکعتیں ایک سلام کے ساتھ ہیں بلکہ ہر دو تہجد جیسے ترویج کہتے ہیں، کے بعد چار رکعت کے مقدار ٹھہرنا اور انتظار کرنا مستحب ہے۔ فتاویٰ عالمگیری، فتاویٰ قاضیخان، بحر الرائق، ہدایہ، فتح القدیر، عنایہ، کفایہ، در المختار، رد المحتار، نور الایضاح، مراقی الفلاح، غنیۃ المستمل، بیسوط وغیرہ میں ہے والنظم من قاضی خان وکلمتا صلی الامام ترویجۃ ینتظر قاعدابین الترویجین مقدار ترویجۃ ینتظر بین الترویجۃ الخامسة والوتر مقدار ترویجۃ ثم یوتر ھکذا مروی الحسن عن ابی حنیفۃ علیہ الرحمتہ۔ سنن بیہقی، صحیح بہاری، کنز العمال کی حدیث میں ہے کان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ یروجنا فی رمضان یعنی بین ترویجتین۔ اور اس انتظار میں مختار ہے کہ تسبیح پڑھے یا قرآن کریم یا نفل یا پچھلے ہے۔ فتاویٰ عالمگیری، فتاویٰ قاضی خان، بحر الرائق، عنایہ، کفایہ، در المختار، شامی، مراقی الفلاح، تغیر وغیرہ میں ہے والنظم من مراقی الفلاح وہم یخیزون فی المبلوس بین التسبیح والقراءة والصلوة فرادی والسکوت۔

مکروہ ہے کہ خود نام ترویج کا تقاضا اور متوارث سلف صالحین پر ہے کہ یہ انتظار چار



رکعت پر ہی ہونی چاہئے۔ فتاویٰ قاضی خان، فتح القدر، غنایہ، کفایہ، بسوط میں ہے والنظم من العناية وانما يستحب الانتظار بين كل ركعتين لان الترويحة مأخوذة من الراحة فيفعل ما قلنا تحقيقاً للمسمى۔ مراقی الفلاح میں ہے لان المتوارث عن السلف وهذا مروي عن أبي حنيفة رحمہ اللہ تعالیٰ ولان اسم الترويح ينبئ عن۔

دیکھا حصہ انما "اور" ان المتوارث "بھی صراحتہ چار رکعتوں یعنی ترویج کے درمیان انتظار سے منع کر رہا ہے غنیہ، در المختار، طحاوی علی مراقی الفلاح میں ہے والنظم من الدوریکہ رکعتان بعد كل ركعتين۔ اور صلوة ترویج کا ایک حکم ہے جیسے معتبرات سے گزر چکا تو ترویج بھی مکروہ ہوگی اور مدار کا ردیل کا تقاضا بلکہ تصریح بھی ہے۔ شامی میں ہے لان الاستراحة مشروعة بین كل ركعتين لابین كل شفعتین۔

۲۔ دلائل و تفہیمات بالا سے روز روشن کی طرح مسائل مذکورہ ثابت و واضح ہو گئے لہذا ان کے خلاف جو کہ اس کا کتنا صحیح نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب والہ و صحبہ وسلم۔

مفتی العقیبہ الراجح محمد نور اللہ انصاری

۹ رمضان المبارک ۱۳۶۷ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ چار رکعتوں والی سنتوں کے پہلے

قعدہ میں درود شریف و تیسری رکعت میں ثناء اور اعوذ پڑھا جائے یا نہ؟ اور اسی طرح چار رکعت
اکٹھے نفلوں کا کیا حکم ہے؟

السائل: قائم الدین تعلیم خود



ظہر اور جمعہ کی پہلی چار سنتوں میں پہلے قعدہ میں درود شریف
اور تیسری رکعت کی ابتداء میں ثناء اور اعوذ نہ پڑھا جائے اور باقی تمام سنتوں اور نفلوں کے درمیان
قعدہ میں درود شریف اور ابتداء ہر شفعہ پڑھا جائے۔ درالمختار میں ہے: وفي البواقي
من ذوات الاربع يصلى على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم
ويستفتح ويتعوذ ولونذرا لان كل شفعه صلوة وقراءة
السيد الشامي عليه الرحمة الا انه نقل الحاق الاربع بعد
الجمعة بالبواقي وحكم النوافل مستفاد من التعليل۔
والله تعالى اعلم و علمه جل معبده اتم واحكم وصلى
الله تعالى على حبيب واله وصحبه وبارك وسلم۔

محرم الغفر الابرار محمد نور الشافعي غفر له

۱۰ شوال الحرام ۱۳۶۸ھ

الاستفتاء

کیا فراتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کہ عشاء کی پہلی چار سنتوں

میں اور ایسے ہی اگر تزاروح کھٹی چار چار رکعتیں پڑھی جائیں تو پہلے التہیات پر درود شریف اور تیسری رکعت کے اول میں سبحانک اللهم پڑھے جائیں یا نہیں؟ جواب کچھ الگ کتب معتبرہ دیا جائے۔
بینوا تسجدوا۔

السانل : مولوی نذر محمد دارالعلوم ندوۃ العلماء دہلی ۱۵/۱۰/۱۳۴۳ھ



ظہر و جمعہ کی پہلی چار سنتوں کے علاوہ جتنے نفل اور سنتیں چار چار پڑھے جائیں ان کے دونوں التہیات پر درود شریف اور پہلی اور تیسری رکعت کے اول میں تزاروح پڑھی جائے۔ نیز فیصلی، غنیۃ المستملۃ ۳۲۲، ۳۲۴، بحوالہ ۳۲۴، ۳۲۵ جلد ۲، تنویر الابصار، در المختار، شامی ۶۲۳ جلد ۱، غایۃ الاوطار ۳۱۵ جلد ۱، نور الایضاح، مرآۃ الفلاح، حاشیۃ الطحاوی ۲۳۵ میں ہے والنظم من البحر بخلاف النوافل سنت کانت او غیرها فان یأتی بالثناء والتعوذ فیہ کالاول لان کل شفع صلوة علیہ ولذا یصلی علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی القعود الاول الخ نیز تزاروح کا ذکر بالتفصیل بھی فقہائے کرام نے وضاحت سے فرما دیا۔ نور الایضاح، مرآۃ الفلاح، حاشیۃ الطحاوی ۲۳۹، کبریٰ ۳۸۹، تنویر الابصار، در المختار، شامی ۶۶۲، ۶۶۳ جلد ۱، بحوالہ ۶۹ جلد ۲، غایۃ الاوطار ۳۲۶ جلد ۱ میں ہے والنظم من التوسیر و یأتی الامام والقوم بالثناء فی کل شفع ویزید علی التشہد الا ان یمل القوم فیأتی بالصلوات۔ فتح القدیر ۲۱۳ جلد ۱، کبریٰ ۳۸۹، بحوالہ ۶۹ جلد ۲، طحاوی علی مرآۃ الفلاح ۲۳۹ میں ہے والنظم من الفتح لایستکبر (ای الصلوة)



لانہا فرض او سنت ولا یترک السنن للجماعات کالتسبیح
فتاویٰ قاضی خان میں ہے و یأتی بالثناء فی کل شفیع . تو شمس دمس کی طرح
ثابت ہوا کہ ہر شہ پر درود شریف اور ہر شفیع کے اول میں ثناء پڑھے البتہ جمعہ کی پہلی چار سنتوں
کا بھی بعض نے استثناء فرما دیا جو محققین نے رد فرما دیا ۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علیہ سجدہ و الحمد و اتس و احکم
وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و صحبہ و ہارک وسلم ۔

حررہ الغیبیہ ابو الجحیم محمد نور اللہ ایسی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و متقیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعد ادا سے جمعہ کے دو سنتیں
پہلے پڑھی جائیں یا چار پہلے پڑھی جائیں؟ ایک دو حوالہ بھی ، زیادہ چھوڑ کر نہیں ۔
السائل : مولانا علی محمد خطیب جامع مسجد یک نمبر ۲۱ قوجا نواز ضلع راہیوال



بعد از جمعہ ہمارے امام اعظم علیہ الرحمۃ کے نزدیک چار رکعتیں سنت ہیں جو ایک سلام کیساتھ
یعنی چار رکعتیں پڑھی جائیں اور امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ سے چھ رکعتیں آئی ہیں لہذا چھ پڑھنی اچھی ہیں کہ چھ
میں چار بھی آجائیں گی مگر یوں پڑھے کہ چار پہلے ایک سلام کے ساتھ پڑھ لے اور بعد ازاں دو
پڑھے ۔ فقہیہ شرح غیر مسئلہ میں ہے والا فضل ان یصلی اربعاً ثم رکعتین
للخروج عن الخلاف . بدائع صناع مشہد ۲۸ جلد ۱ میں ہے قال ابو یوسف



ینبغی ان یصلی اربعاً ثم رکعتین الحمد
یہ دو حوالے میں مگر بہتر یہ ہے کہ فتوے کے لئے لغافہ ہو کہ سوال کے ساتھ جواب لکھا جائے
اور حدیث شریف بھی لکھی جاسکتی ہے اور ہمیں بھی ثابت ہو سکتی ہیں۔

عزہ الغفر البواکیر محمد نور الدین غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندر اس مسئلہ کہ ایک مسجد میں باقاعدہ فرضِ عشاء اور تراویح ادا کرنے کے بعد ایمان لیا ان مسجد و تراویح جماعت ادا کر رہے ہوں تو کیا وہ شخص جو فرضِ عشاء باجماعت ادا نہیں کر سکا بلکہ اکیلا فرض پڑھ چکا ہے اس جماعت و تہذیب شامل ہو سکتا ہے؟ ایک مولوی صاحب ناجائز بتاتے ہیں۔ میں نے صغیری میں نکال دیا تھا اور ساتھ ہی عالمگیری اور کبیری کا حوالہ دے دیا تھا لیکن وہ اسی عبارت کو جواب نے اپنے ہاتھ مبارک سے بغیر کو حرکت دے کر دکھائی تھی یعنی قسستانی والی پیش کرتے تھے تو میں نے کہہ دیا تھا کہ ان کی بات مقہوری نہیں، لیکن وہ کہتے ہیں کہ ان کی تاخیر علامہ شامی خود کر رہے ہیں، تو حضور آپ ذرا بالوفات تحت تحریر فرمادیں کہ واقعی وہاں علامہ شامی نے تاکید کی ہے۔ بندہ یہاں شامی میں دیکھ لے گا۔ صرف اتنی ہی بات کی ضرورت ہے۔

سائل: مولوی محمد حسن قصوری ۲۳/۱۰/۱۳۷۷ھ



بلاشبہ درشبہ و ریب شامل ہو سکتا ہے کہ ایسی جماعت و تہذیب بالاتفاق جائز و مشروع ہے
اور جماعت جائز و مشروع کے ساتھ نماز ادا کرنا حکمِ قرآن کہ ہم جائز ہے کہ اس جماعت کے نمازی کہیں

ہیں اور اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے و ارکعوا مع الراکعین اور حدیث صحیح میں ہے
انما جعل الامام لیؤتم بکم ما ادرکم منہ وما ادرکم منہ فاصطلوا
وما فاتکم فاتموا (مسند ابی یوسف) لہذا حضرت عثمان رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے فرمایا الصلوة احسن ما یعمل الناس و اذا احسن
الناس فاحسن معهم (مسند بخاری ملا جلد ۱) اور اسی بنا پر معتبر تفسیر
مہذب خفیتون و شروح و فتاویٰ و خواشی بالاتفاق ماہ رمضان المبارک میں علی الاطلاق و تباہات
ادا کرنے کے جواز و استحباب کو گنج رہے ہیں حالانکہ اگر صرف متون میں ہی ہوتا اور شروح و فتاویٰ میں
اس کے خلاف ہوتا تب بھی جائز رہتا کہ تحقیق نے تصریح فرمائی کہ مسئلہ متون مسئلہ شروح و فتاویٰ
سے مقدم ہوتا ہے علامہ شامی ہی کی متعدد تصریحات سے ایک یہ ہے ان ما فی المتون
مقدم علی ما فی الشروح و ما فی الشروح مقدم علی ما
فی الفتاویٰ (شامی ملا جلد ۱) چہ جائیکہ سب یہاں جواز پر متفق ہیں اور مقابلہ میں صرف
تستانی ہے جس کے متعلق علامہ شامی نے فرمایا و القہستانی کجاری سئل و
حاطب لیل۔ العقود الدریہ ملا ۳ جلد ۲ اور رد المحتار کے رسم الفی جلد ۱ میں شرح تستانی
کو زیر مسئلہ قرار دیا اور تصریح فرمائی کہ اس سے قوت دینا جائز ہی نہیں جب تک کہ منقول عنہ کا علم نہ ہو۔ اور
ایسے ہی ثلاثین ملا جلد ۱ میں ہے و النظم منها و من الکتب الغریبہ
من لا مسکین شرح الکفن و القہستانی لعدم الاطلاع علی
حال مؤلفہا (الی ان قال) لا یجوز الافتاء من ہذہ الکتب
الا اذا علم المنقول عنہ الخ اور العقود الدریہ کے صفحہ مذکورہ میں یہ بھی تصریح فرماتے



عہ یعنی یہ قیہ نہیں لگائی کہ ہر ایک نمازی فرضی یا نفل یا جماعت ادا کر چکا ہو تو دتر با جماعت پڑھے ورنہ نہیں جائز کہ اطلاق
معتبر ہے اور قاضی الملحق یجری علی اطلاق نہایت مضبوط قاعدہ ہے ۱۲ منہ غفر
عہ اور منقول عنہ کہ علم کہ اگر کوئی ناالب کے درمیان ہو نہیں ہو سکا تو تستانی نے کما فی المنیہ لکھا ہے مگر فیہ البطلان تو یہ
مسئلہ ہے نہیں۔ شاید فیہ الفقہاء یا فیہ الفقیہین میں ہو تو یہ نقل کا جہول ہے ۱۲ منہ غفر

ہیں کہ وہ زاہدی مقرر کی کتابوں سے مستند کرتا ہے خصوصاً واستنادہ الخ
کتب الزاہدی المتذللہ اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ زاہدی کی نقل معتبرات کی نقل کا
معارضہ نہیں کر سکتی جب تک کسی اور مستند نقل سے مضبوط نہ ہو و نقل الزاہدی
لا یعارض نقل المعتبرات النعمانیۃ (الی ان قال)
مالہ یعصده نقل من غیرہ تو اکیسے ہستی کا قول سب اکابر کے
مقابلہ میں کیسے معتبر ہو سکتا ہے اور چونکہ شامی اس کے متعلق صراحتہ یہ وضاحتیں کر چکے ہیں تو صراحتہ
رد نہیں فرماتے کہ ان وضاحتوں کے بعد اس کی طرف نسبت ہی کافی رد ہے۔ اور یہ یوں بھی مردود
ہے کہ زیادہ سے زیادہ یہ ہستی کی ایک بحث بنے گی جو اطلاق و تفریح منقول کے خلاف ہے
حالانکہ شامی علیہ الرحمۃ کو تسلیم ہے کہ ایسی بحث اگرچہ کسی بہت بڑے متقدم کی ہو، غیر معتبر ہے۔ شامی ۴۵۲
جلد ۱ میں فرماتے ہیں وقد قال العلامة قاسم لایعبہ
بایبحاث شیخنا یعنی ابن الہمام اذا خالفت المنقول۔
تعب ہے کہ مولوی صاحب کہتے ہیں کہ علامہ خود تائید کر رہے ہیں۔ آپ نے دریافت
کرنا تھا کہ وہ کونسا تائیدی جلد ہے۔ میری نظر میں شامی علیہ الرحمۃ نے ذرہ بھر بھی تائید نہیں کی بلکہ علامہ
شامی علیہ الرحمۃ کی تحریرات و تقریرات جو (قولہ لایستابع) سے (قولہ احمی
حیکہ ذلک) تک ہیں، ان پر نظر کی جائے تو مسئلہ زیر بحث خود واضح ہو جاتا ہے کہ وہ فرماتے
ہیں کہ جماعت تراویح جماعت فرض کے تابع ہے تو اگر فرض جماعت کے ساتھ ادا نہ کئے جائیں
تو تراویح جماعت کے ساتھ مشروع نہیں اور اگر فرض جماعت سے ادا کئے جائیں اور تراویح بھی
جماعت کے ساتھ پڑھی جائیں تو اکیلا فرض پڑھنے والا جماعت کے ساتھ تراویح پڑھ سکتا ہے۔ اور
ایسے ہی جماعت و تر کے متعلق فرمایا کہ جماعت تراویح کے تابع ہے یعنی اگر جماعت تراویح ہو تو جماعت
و تراویح سب واحد جماعت کے ساتھ تراویح نہیں پڑھ سکا وہ اس جماعت و تر میں شامل ہو سکتا ہے اور
اس کی علت یہ بیان فرمائی کہ جماعت سے پڑھنے والوں کی جماعت مشروع صحیح تو یہ بھی اس مشروع
میں داخل ہو سکتا ہے کہ کوئی مانع نہیں، فرماتے ہیں لان جماعتهم مشروعة
فله الدخول فیہا معہم لعدم المحذور۔ تو اس سے



صالحات نمایاں ہے کہ صورت سوال میں کیا فرض پڑھنے والا جماعت و تہ میں شامل ہو سکتا ہے کہ وہ جماعت والے فرض مثلاً بھی جماعت سے پڑھ چکے ہیں اور ان کی یہ جماعت و تہ مشروع ہے تو یہ بھی مشروع میں داخل ہو سکتا ہے لعدم المحذور بلکہ یہ قاعدہ لان جماعتہم مشروع و عتفہ الدخول فیہا نیز کسی تفرقہ کے صورت سوال پر سچا آ رہا ہے نیز علامہ شامی کی اس تقریر سے واضح کہ جماعت تراویح میں جو بلا واسطہ جماعت فرض کے تابع ہے، اکیلا فرض پڑھنے والا شامل ہو سکتا ہے اور جماعت و تہ میں جو جماعت تراویح کے بلا واسطہ تابع ہے عبادت کے ساتھ تراویح نہ پڑھنے والا شامل ہو سکتا ہے تو جماعت و تہ جو جماعت فرض کے بلا واسطہ تابع ہے اس میں اکیلا فرض پڑھنے والا کیوں نہیں شامل ہو سکتا؟ کیا تابع کا تا بل خود تابع سے جو اس کا مشروع ہے پڑھ جائے گا؟ ہل هذا لا تحکم۔

اور اگر بالفرض مولوی صاحب کی بات مان لی جائے تو اس سے بھی قسمانی کی بات منفری کبیری وغیرہ کی تصریح اور معتدات مذہبیہ کے اطلاق پر راجح نہیں ہو سکتی و ذال واضح جداً۔ نیز صغیری، کبیری میں جو اذ شمولیت کی تصریح ہے جو علامات اقرار سے ہے۔ صغیری منہا طبع معتبائی کے لفظ میں و اذا لم یصل الفرض معہ قیل لا یتبعہ فیہا ولا فی الوتر و کذا اذا لم یصل معہ الترویج لا یتبعہ فی الوتر والصحیح انہ یجوز ان یتبعہ فی ذلک کلہ۔ اور ایسے ہی کبیری میں بھی ہے تو ثابت ہوا کہ شمولیت جائز ہے اور اسی پر قویٰ ہے۔ بلکہ اگر بطریق تنزل سب سے چشم پوشی کرتے ہوئے دیکھا جائے تب بھی صرف "لا" عدم جواز کی تصریح نہیں کتب فقہیہ میں "لا" جیسے حرام و مکروہ تحریمی کے لئے آتا ہے ایسی ہی مکروہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ کیسے بھی بولا جاتا ہے۔ زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں اسی صفحہ کے ماشیہ پر "لا یصلی الوتر و التطوع بجماعة خاسر من رمضان۔ اس "لا" سے صاحب در المختار اور شامی حرام نہیں سمجھ رہے بلکہ شامی علیہ الرحمۃ اس کو صرف خلاف اولیٰ اور مکروہ تنزیہی قرار دیتے ہوئے ۶۶۳ جلد میں فرماتے ہیں و هو کالصریح فی انہا کواہت تنزیہیت تو قول قسمانی میں بھی "لا" خلاف اولیٰ کے لئے ہو سکتا ہے تو



یہ معنی نسبتہ تستانی کے حق میں اولیٰ ہے کہ و ارکعوا مع الراکعین اور دوسرے دلائل جواز کے مزج مصادم نہ بنے۔

بفضلہ و کرمہ اسی مختصر تقریر سے ماہ نیم ماہ و مہر نیم روز کی مانند واضح ہو گیا کہ صورت مذکورہ میں وہ شخص جماعت و تر میں شامل ہو سکتا ہے اور یہ شامل جائزہ درو اسے۔ مجھے زیادہ فرصت نہیں دے اس مسئلہ کی بکثرت کتب معتبرہ مذہبیہ سے اور بھی وضاحت کی جاتی۔ بہر حال طالب حق کے لئے یہی کافی اور مفاد کی صورت میں دفتر بھی نادانی۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علم جل مجدہ اتم و احکم
وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و اصحابہ و بارک و سلم۔

عزہ الغفر ابو الخیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

۲۴ رمضان المبارک ۱۳۷۷ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کہ رمضان پاک میں ایک آدمی
فرضوں کی جماعت سے رہ جاتا ہے۔ بعد ازاں کیا وہ جماعت و تر میں شریک ہو سکتا ہے؟ بہا و ثعلبہ
میں ناجائز لکھا گیا ہے۔ بہا و ثعلبہ کے یہ لفظ ہیں و لفظ اگر عشاء جماعت سے پڑھی اور تراویح تنہا
تو وتر کی جماعت میں شریک ہو سکتا ہے۔ اگر عشاء تنہا پڑھی اگرچہ تراویح باجماعت پڑھی تو وتر تنہا
پڑھے (رد المحتار، رد المحتار)؟

مستفتی: حضرت مولانا سید محمد صفر شاہ صاحب جلیب لائن صدر کراچی

مؤرخہ ۱۲ ماہ رمضان المبارک ۱۳۷۸ھ



ہاں شامل ہو جائے۔ قرآن کریم میں ہے **واكعوا مع الراكعين** یعنی نماز پڑھنے والوں کے ساتھ نماز پڑھو۔ اس حکم سے ہر جماعت شروع میں شامل ہونا صراحتاً ثابت ہے اور جب کہ تشریعاً اجماعاً ماہ رمضان المبارک میں شروع ہے، منوں و شروع و قنات سے و حوائج مذہب مذہب میں صراحتاً رد و روشن کی طرح موجود ہے۔ قنات سے عالمگیر منہ جلد وغیرہ میں ہے ویوتر جماعت فی رمضان فقط علی اجماع المسلمین کذا فی التبیین۔ توایت مذکورہ کی رو سے مطلقاً شامل ہونا جائز ہو گیا اور پرنی نعتائے کرام کی تصریحات اولئے و تر باجماعت بھی مطلق ہی ہیں اور مطلق اپنے اطلاق سے تمام افراد کا حکم ثابت کر دیتا ہے۔ بلا دلیل خاص تخصیص کوئی فرد مخصوص نہیں ہو سکتا کما بین فی اسفار المذهب المذهب باتم بیان۔

تحریر المختار لرد المحتار مسئلہ جلد ۱ میں جماعت و تر میں شامل ہونے کے بیان میں فرمایا **یفعل بعسومہ حتی یوجد ما یقتضی تخصیصاً** اور شامی علیہ السلام نے قاعدہ عامہ کی صورت میں فرمایا **ان جماعتهم مشروعة فله الدخول معهم لعدم المحذور**۔ اور کبریٰ وغیری میں بالخصوص تصریح جواز بھی ہے۔ صغیری کے یلفظ میں **واذا لم یصل الفرض مع قیل لا یتبع** فیہا **وکذا اذا لم یصل مع الترویج لا یتبع** فی الوتر۔ یعنی جس وقت فرض امام کے ساتھ نہ پڑھے تو کہا گیا ہے کہ تراویح اور وتر بھی امام کے ساتھ نہ پڑھے۔ اس کو "قبیل" کے ساتھ بیان کر کے مفید بنا کر فرماتے ہیں **والصحيح انه يجوز ان یتبع فی ذلك حله** یعنی صحیح یہ ہے کہ مقتدی ان دونوں صورتوں



میں امام کے ساتھ پڑھ سکتا ہے۔“

اِس عبارت سے مدعا صاف طور پر ثابت ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ امام کے ساتھ شامل نہ ہونے کا قول ضعیف و مردود ہے اور درالمتار میں تو وہ قطعاً ہے ہی نہیں اور شامی میں بھی قطعاً نہیں، اِن شامی میں قسستانی سے اتنا ہے اذا لم یصل الفرض معہ لا یتبع فی الوتر یعنی جب فرض امام کے ساتھ نہ پڑھے تو وتر بھی نہ پڑھے۔ مگر خود شامی اس کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ تراویح بھی نہ پڑھے تو یہ حکم ہے اور اگر تراویح جماعت کے ساتھ پڑھ لے تو پھر وتر پڑھنے میں کراہت نہیں اگرچہ تراویح دو ٹکڑا امام ایک نہ ہو ونصہ ینبغی ان یکون قول القسستانی مع احتیازاً عن صلواتہا منفرداً اما لو صلّاها بجماعة مع غیرہ ثم صلی الوتر معہ لا کراہت۔

بعض دیگر مرتبے مسئلہ کی واضح تصریحیں موجود ہیں لہذا شامی علیہ الرحمۃ کی طرح قول قسستانی کی تاویل کرنی چاہئے اور یا علی علیہ الرحمۃ کی طرح ضعیف کہہ کے صحیح کے مقابلہ میں رد کیا جائے ورنہ بیچارے قسستانی میں یہ تاب و توال کہاں کا ایسی تصریحات کے مقابلہ میں اس کی بات قابل التفات بنے؟ علامہ شامی عنود الدریہ ص ۳۵۶ جلد ۲ میں فرماتے ہیں والقسستانی کجارت سیل وحاطب لیل۔ بلکہ والمختار ص ۹۵ جلد ۱ اور ثلاثین ص ۱۳۱ جلد ۱ میں تصریح فرماتے ہیں کہ قسستانی سے فتوے دینا جائز ہی نہیں جب تک کہ منقول عنہ کا علم نہ ہو۔ فرماتے ہیں لا یجوز الافتاء من ہذہ الکتب الا اذا علم المنقول عن الخ

تعب تویہ ہے کہ شامی علیہ الرحمۃ تو عبارت قسستانی کی تاویل فرمائیں اور حکم جواز بلا کراہت لگائیں مگر بعض حضرات ان کی طرف بھی نسبت عدم جواز شمول فرمائیں۔ یہ جواب نہایت مختصر ہے و لتفصیل فی الفتاوی النوریۃ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلماہ جل مجدہ اتم و احکم و
صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

مقرہ الغفران ابو الخیر محمد نور الشافعی عفی عنہ



الاستفتاء

ایک نمازی نے عشاء کے فرض کی جماعت میں شمولیت نہیں کی اور دیر کے بعد آیا ہے جسکی وجہ سے اس کی بیس تراویح نہ پوری ہوئیں ، بعد میں نماز وتر شروع ہو گئی ۔ وہ وتر کی جماعت کے ساتھ پڑھ سکتا ہے یا کہ نہیں ؟ تراویح باقی ماندہ وتر کی جماعت سے پہلے پڑھے یا جماعت نماز وتر پڑھ کر تراویح پڑھے ؟

مسئله ۱۰ میاں محمد رمضان از حجرو شاہ مقیم

مورخہ ۵۹ - ۳ - ۲۶



جو نمازی فرض عشاء ادا کر چکا ہے اور تراویح میں رکعتیں پوری نہ کیں تو وہ جماعت وتر میں شامل ہو سکتا ہے کسی دلیل شرعی سے اس کی ممانعت نہیں بلکہ قرآن کریم اور حدیث پاک سے جواز ثابت ہے کما سیأتی فی الجواب المشافی ان شاء اللہ تعالیٰ اور کتب فقہ حنفی سے بھی صاف صاف ثابت ہے نور الایضاح مطبوع مع الشرح مشکوٰۃ میں ہے یصح تقدیم الوتر علی التراويح فتاویٰ عالمگیری جلد ۱ ، خلاصۃ الفتاویٰ جلد ۲ میں ہے واذا فاتت ترویجۃ او ترویجۃ فلو اشتغل بها یفوت الوتر بالجماعت یشغل بالوتر ثم یصلی ما فات من التراويح و ب کان یفتی الشیخ الامام الاستاذ ظہیر الدین - یعنی جب نمازی سے ایک ترویجہ (چادر رکعت تراویح) یا دو ترویجہ جماعت سے رہ جائیں پس اگر وہ پورے کرنے لگے



تو جماعت و تر سے رہتا ہے تو وہ وتر باجماعت پڑھ لے۔ بعد ازاں رہے ہوئے تہجد کے پورے کر کے شیخ
امام ظہیر الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہی فتوہ ہے تھا۔

فتاویٰ عالمگیری جلد ۶، طحاوی ۲۳۹، بحوالہ النکت جلد ۲، تنزیہ، در الثانی ص ۶۶

میں ہے والنظم من الهندیة و اذا صلی مع شیئاً من
التراویح او لم یدرک شیئاً منها ف صلیہا مع غیرہ
لہ ان یصلی الوتر معہ هو الصحیح کذا فی القنیۃ۔
یعنی جس وقت امام معتین کے ساتھ کچھ تہجد پڑھ لے یا کوئی تہجد بھی نہیں پڑھ سکا یا کسی دوسرے امام
کے ساتھ پڑھ آیا ہے تو اس کے لئے جائز ہے کہ اس امام معتین کے ساتھ وتر پڑھ لے، یہی صحیح ہے
غنیۃ المستملین ص ۳۹ میں ہے وهو الصحیح ذکرہ ابواللیث و کذا قال ظہیر الدین
المرغینانی۔ یعنی یہی صحیح ہے حضرت امام ابواللیث نے یہ ذکر فرمایا ہے اور یونہی حضرت
ظہیر الدین مرغینانی نے فرمایا ہے، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما۔

اور جب جماعت و تر میں شامل ہو گیا تو باقی ماندے تہجد کے فارغ ہو کر ہی پڑھے گا۔ اور اس میں
کوئی حرج نہیں کہ تراویح کا وقت فرضِ عشاء کے بعد صبح صادق تک و تر کے پہلے اور پیچھے ہے کنز الدقائق
ص ۳۳، مفتی الامیر ص ۱۳۶ جلد ۱، بحوالہ النکت جلد ۶ میں ہے والنظم من الکتب بعد
العشاء قبل الوتر و بعدہ، یہی صحیح ہے۔ تبیین الحقائق ص ۱۷۱ جلد ۱، ہندیہ ص ۱۷۱
جلد ۱، کفایہ ص ۳۰۸ جلد ۱، قاضی خان منال میں ہے والنظم من الهندیۃ
والصحیح ان وقتاً ما بعد العشاء الی طلوع الفجر
قبل الوتر و بعدہ یہی زیادہ صحیح ہے۔ ہدایہ، فتح القدیر، غایۃ مشا جلد ۱، و المختار،
ثانی ص ۶۵۹ جلد ۱، یعنی علی اکثر منال میں ہے والنظم من الہدایت والاصح
ان وقتاً ما بعد العشاء الی اخر الليل قبل الوتر و بعدہ۔
غنیۃ وغنیہ ص ۲۸۵ میں ہے وهو المختار کہ یہی پسندیدہ ہے۔ واللہ اعلم۔

عزہ الغفر الہو بحمدہ نور اللہ تعالیٰ علیہ



الاستفتاء

جو نمازی فرض عشاء کی جماعت کے ساتھ فرض نہ پڑھے آیا وہ وتر کی جماعت کے ساتھ نماز اہمیت
اداکر سکتا ہے یا نہ نہیں؟

مستفتی: محمد مصفاں دوکاندار حجہ شاہ مقیم ۲۶-۳-۵۹



جب امام حسب دستور جماعت فرض عشاء اور تراویح کرانے کے بعد وتر یا جماعت پڑھانے لگے
تو وہ نمازی جو فرض عشاء کی جماعت میں شامل نہیں ہو سکا اور اکیلا پڑھ چکا ہے جماعت وتر میں شامل ہو سکتا
ہے۔ کیسی آیت یا حدیث یا ہمارے کسی امام کے قول میں اس سے ممانعت نہیں آئی اور بلا ممانعت شرعی
کوئی نئے متروک نہیں ہو سکتی بلکہ ایسی جماعت وتر بلا اجتماع جائز و مشروع ہے اور جماعت مشروع میں شامل ہونا
جیکر کوئی دلیل خاص منع نہ کرے یقیناً جائز ہے۔ قرآن کریم میں ہے وادکھوا معہم الہاکعین
یعنی نماز پڑھنے والوں کے ساتھ نماز پڑھو، اور حدیث پاک میں ہے اذا ایتیم الصلوة
فعلیکم السکینۃ فما ادرکم فصلوا وما سبقکم فاتموا
یعنی جس وقت جماعت نماز کے لئے آؤ تو آنا م سے آؤ (یعنی دوڑ کر نہ آؤ) پس جس قدر امام کے ساتھ پالو
پڑھو اور جس قدر وہ گئی وہ بعد میں پوری کر لو؟ (بخاری ص ۸۵ جلد ۱ مسلم ص ۲۲ جلد ۱ ابن قتادہ
مرفوعاً)۔ علامہ نووی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں سواء فیہ صلوة الجمعة وغیرہا



”کہ اس حکم میں جمعہ اور دوسری سب نمازیں برابر ہیں“ نیز حدیث پاک میں ہے انما جعل الامام ليقوم به یعنی امام شرعاً بنایا ہی اس لئے گیا، مگر اسکی پیروی کی جائے (رواہ البہاری و ترمذی ۹۶۹۵ جلد ۱ مسلم جلد ۱۱ عن ام المؤمنین الصدیقۃ بنت الصدیق و انس رضى الله تعالى عنهم اجمعين)

نیز جب حضرت سیدنا ذی النورین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا گیا کہ بلوائیوں کی جماعت نمازیں شامل ہو یا نہ، تو کفایت فرمایا الصلوة احسن ما يعمل الناس فاذا احسن الناس فاحسن معهم ”یعنی نماز لوگوں کے سب کاموں سے اچھی ہے تو جب لوگ اچھا کام کریں تو تم بھی شامل ہو جاؤ“ (رواہ البخاری ص ۹۷ جلد ۱ عن عبید اللہ بن عدی)

یہ آیت و حدیث اپنے عزم و اطلاق سے سب نمازوں کی جماعتوں میں سب صورتوں میں جبکہ مشروع و جائز ہوں اجازتِ شمول دے رہی ہیں۔ یہیں سے علامہ شامی ص ۶۳ جلد ۱ میں فرماتے ہیں لان جماعتهم مشروعة فله الدخول فيها معهم لعدم المحذور۔ یعنی بے شک ان (جو پہلے فرض جماعت کے ساتھ پڑھ چکے ہیں) کی یہ (جماعت تراویح) جماعتِ مشروع ہے تو وہ (جو پہلی جماعت میں شامل نہیں ہو سکا) اس جماعت میں ان کے ساتھ داخل ہو سکتا ہے کیونکہ اس میں کوئی خرابی نہیں۔

انہی آیت و احادیث کی اجازت سے جب ایک ہی نماز کی پہلی رکعت یا رکعتوں کے رہ جانے کی صورت میں دوسری یا تیسری یا چوتھی رکعت میں جماعت کے ساتھ شامل ہونا جائز ہے حالانکہ ایک نماز کی رکعتوں میں ترتیب نہایت ضروری ہوتی ہے تو دوسری یا تیسری نماز میں شامل ہونا کیوں نہ جائز ہوگا؟ لہذا تمام متذہب و مشرور و فقاہ و حواشی مذہب و مذہب میں مطلقاً ہے کہ ماورضان المبارک میں و تر با جماعت ادا کئے جائیں بلکہ مدایہ، ہندیہ، بحر الرائق وغیرہ میں بالاجماع کی تصریح جلیل ہے اور یہی تقاضائے تعلقات عبارات ہندیہ وغیرہ ہے جو جواب اول میں گزریں کہ جو سادی یا بعض تراویح جماعت کے ساتھ نہ پڑھ سکے وہ جماعت و ترمیں مل سکتا ہے کہ یہ سب تصریحات اپنے اطلاق سے ایکلے فرض وائے کو بھی شامل ہیں اور المطلق بیجبری



على اطلاقه لقاعدة مفقود ہے ہی، تو ماہِ نیم ماہ و سہر نیم روز کی طرح واضح و ہوا ہوا کہ وہ شخص مبتلا
وہ میں شامل ہو سکتا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی واضح ہوا کہ استدراک تستانی والکسہ اذا لم
یصل الفرض مع الاستتبع فی السوتر کی کوئی وقت ہی نہیں بلکہ اسکا
استدراک بعد از تسبیح عبارت مذکورہ مجوزہ ہے الاطلاق (کہما نقلہ الشامی) ہی بتا رہا ہے کہ
خود اس کی نظر میں بھی وہ اطلاق مفید جواز ہے تب ہی توضیح کے بعد ”الکن“ سے ضرورت استدراک عین
کی دیگر اتنے دلائل قاہرہ و باہرہ مذکورہ کے سامنے ایک استدراک بے دلیل اور وہ بھی تستانی جیسے غیر متد
کا کیسے قابل انتفاع بن سکتا ہے؟ لہذا شامی علیہ الرحمۃ نے اس کی قطعاً کوئی تائید نہیں کی بلکہ نسبت الے
افتستانی سے تضعیف فرمادی کہ شامی ان کے متعلق مفقود الدررہ ص ۳۷۵ جلد ۲ میں فرماتے ہیں کہ ان کے
فتوے دنیا جائز ہی نہیں، فرماتے ہیں لایجبون الافتراء من هذه الكتب الا
اذا علم المنقول عنه۔

پھر یہ بھی دیکھنا ہے کہ تستانی میں عدم جواز یا کراہت تحریمی کی تصریح نہیں بلکہ صرف ”لا
یتبع“ ہی ہے حالانکہ ایسی عبارتیں فقہائے کرام کے کلام میں جائز بلکہ مستحب شے تک بھی موجود
ہیں۔ دیکھئے نماز میں فاتحہ شریف کے بعد سورت کے اول میں بسم اللہ شریف کا پڑھنا یقیناً جائز بلکہ مستحب ہے
مگر فقہائے کرام کی عبارات میں ”لا یتبعی“ اور ”لایأتی“ آیا ہے تو واضح ہوا کہ یہ عبارت عدم جواز
یا کراہت کی نص نہیں دو التفصیل فی الفتاویٰ الرضویۃ ص ۳۵۵ جلد ۳) تو اس کی وجہ سے
آیت وحدیث و کتب مذہب کے اطلاق جو مفید جو ہیں کیوں ترک کئے جاتیں پھر تعجب ہے کہ امام ہنفت
اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے احکام شریعت ص ۳۷۵ جلد ۳ میں تصریح فرمادی کہ اس میں کراہت تحریم کی کوئی وجہ نہیں
ظاہر اگر کراہت تنزیہ ہے تو آشور کیوں برپا کیا جاتا ہے؟ اور عدم جواز کے فتوے دئے جاتے ہیں۔ رہی
کراہت تنزیہ تو وہ بھی اعلیٰ حضرت کے نزدیک بقول شامی ہی ہے حالانکہ شامی ہی تصریح کرتے ہیں جسے
اخلا حضرت بھی پسند کرتے ہیں کہ کراہت تنزیہ بھی دلیل خاص کے بغیر ثابت نہیں ہو سکتی اور وہ جواز کے خلاف
بھی نہیں کہا ہو مبین فی الشامیۃ والفتاویٰ الرضویۃ تو معلوم

عہ نذائے دہرہ ہو گا جدا میں ہے کراہت کے لئے اگرچہ تنزیہ ضرور دلیل کی حاجت ہے، ”یر ۱۵۱ جلد ۱ میں معلوم ان ترک
المتحب لایجب کراہۃ التعلیلہ کما حققہ فی البحر والشامیۃ وغیرہما ۱۲ من غفرلہ



ہوا کہ جس سے فرضِ عشا کی جماعت رہ گئی اور اکیلے ادا کئے وہ جماعتِ دلتہ میں شامل ہو سکتا ہے اس میں

کوئی گناہ نہیں بلکہ آیت و حدیث اور احکام فقہیہ کی پیروی ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَصَلٰی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہِ
الْاَعْظَمِ وَالْاَحْمَدِ وَالْاَبَدِ وَسَلَّمَ۔

عزّہ العزیز الباقی محمد نور اللہ العالی

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مغتبیان شرعیاتین پنج اس مسئلہ کے کہ ایک شخص عشا کے فرضوں کی جماعت سے رہ جاتا ہے پھر اکیلا فرض پڑھ کر نماز تراویح میں امام کے ساتھ شامل ہو جاتا ہے۔ چند رکعت تراویح بھی وہ جاتی ہیں، آیا وہ امام کے ساتھ نماز باجماعت و تراویح ادا کر سکتا ہے یا کہ نہیں؟ اس کی مکمل نوعیت سے مطلع فرما کر مشکور فرمائیں۔

آپ کا خادم مولوی محمد حسین امام مسجد موضع قادر آباد



ہاں وتر باجماعت ادا کر سکتا ہے۔ قرآن کریم کے پہلے ہی پارے میں ہے وَاَرْكَعُوا
مَعَ الرَّاٰكِعِیْنَ یعنی نماز ادا کرنے والوں کے ساتھ نماز ادا کرو؟ اور اگر ہی نماز باجماعت ادا کرنا
ہے تو وتر باجماعت ادا کرنے والوں امام اور مقتدیوں کے ساتھ یہ بعد میں آنے والا بھی اس آیت
پاک کے لحاظ سے اس جماعت میں شامل ہو سکتا ہے اور فقہائے کرام نے بھی یہ لکھا ہے۔ صغیری
شرح نیت المصلیٰ میں ہے والصّحیح انّہ یجوز ان یتبع فی ذلک

مکہ یعنی جس نے فرض یا تراویح امام کے ساتھ ادا نہ کئے وہ امام کے ساتھ وفرادا کر سکتا ہے۔ اور تفصیل فتاویٰ نور ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیب والہ
وصحبہ و بالہ وسلم۔

مترجم الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعمانی

۲۵ ماہ رمضان المبارک ۱۳۸۶ھ ۶-۱-۷۷

الاستفتاء

بخدمت جناب حضرت قید نقیر عظمیٰ ابو الخیر محمد نور اللہ النعمانی صاحب
جناب عرض یہ ہے، ایک شخص نے فرض کی نماز باجماعت نہیں پڑھی مگر تراویح جماعت کیا
ادائی، آیا وہ شخص وتر کی نماز باجماعت پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ آپ اس مسئلہ کے بارے میں کیا فرماتے
ہیں؟ کتاب کا نام اور صفحہ بھی لکھ دیں تاکہ اگر کسی شخص کو ضرورت ہو کتاب منگو کر دیکھ سکیں۔ آپ کی
عین نوازش ہوگی۔ اس مسئلہ کا جواب مہربانی سے ماہ رمضان شریف میں پہنچ جائے ضرور تائید ہے۔
میرا پتہ: بمقام چک ۹۱/۱۳۷ ایل تحصیل وٹلہ ساہیوال ڈاک نمبر ۱۳۸/۹ ایل بنگلہ تائی دالا
محمد عبداللہ قوم جٹ جو یا کے جاوے۔



اں وہ شخص بھی وتر باجماعت پڑھ سکتا ہے قرآن کریم کے پہلے ہی پارے میں ہے و
ادعوا مع الراکعین یعنی نماز پڑھنے والوں کے ساتھ نماز پڑھو۔ اس آیت سے

نماز باجماعت پڑھنا ثابت ہے تو روز باجماعت پڑھنے والوں کے ساتھ بھی وتر پڑھنا مطلقاً ثابت ہو گیا اور صغیری مثلاً میں ہے والصحيح انه يجوز ان يتبعه في ذلك كماله یعنی جس نے فرض یا تراویح امام کے ساتھ نہ پڑھے وہ امام کے ساتھ وتر پڑھ سکتا ہے ، اور تفصیل فتاویٰ توریہ میں ہے ۔

والله تعالى اعلم وصلى الله تعالى على حبيب الاعظم
والله وصحب وبارك وسلم ۔

مقرہ الفقیر الراجح محمد نور اللہ النعمانی غفرلہ

۲۲ رمضان المبارک ۱۳۸۶ھ ۲۰۶۶-۲۰۶۷

الاستفتاء

(نوٹ) حضرت مولانا حافظ القاری محمد رحمت علی صاحب الدینی نے والا نامہ مدینہ طیبہ سے ارسال فرمایا جس میں سوال ذیل بھی تھا :-

تقدیر ایک چیز دریافت کرنی ہے وہ یہ ہے کہ تحیۃ المسجد اور طہارت الوضو و نظریہ عصر یا عصر کی سنتوں میں کٹھی نیت کر کے پڑھ سکتا ہے یا نہیں ؛ یعنی پڑھے چار اور نیت اٹھ کی کر لے اور پڑھے چار یا علیحدہ علیحدہ پڑھے اور وضو اور مسجد کے توجہ کی نیت سے دو پڑھ لے ۔ شاید آپ نے ایک دفع فرمایا تھا اب ذرا اس کی وضاحت طلب ہے کسی سے کوئی بات اور جھگڑا نہیں ہوا صرف اپنے فائدہ کے لئے پوچھتا ہوں کیونکہ یہاں تو بہت بڑا فائدہ تحیۃ المسجد اور طہارت الوضو پڑھنے میں ہے ۔ فقیر تو بلا کے پڑھ لیتا ہے مگر بعض لوگ علیحدہ پڑھتے ہیں ، مجھے خیال ہوا کہ شاید میں غلطی پر ہوں تو بہت بڑا نقصان ہے ۔

سائل :

مولانا حافظ محمد رحمت علی صاحب الدینی

۲۶ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۲ھ ۲۵۶۳





بلاشبہ توحید المسجد یا مور بہا ہے حضرت الوقادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اذ دخل احدکم المسجد فلیکرم رکعتین قبل ان یجلس (رواہ مسلم ۲۳۵ جلد ۱) والاحادیث فی هذا المعنی شہیدۃ مگر یہ امر جہور کے نزدیک واجب کے لئے نہیں۔ فتح الباری شرح بخاری ۴۲۶ جلد ۱، یعنی علی البخاری ۳۸۵ جلد ۲ میں ہے والنظم لابن حجر علیہ الرحمۃ اتفق ائمتہ الفتوی علی ان الامر فی ذلك للسند۔ توحید المسجد واجب نہیں بل سنت ہے۔ نووی علیہ الرحمۃ شرح مسلم ۲۳۵ جلد ۱ میں فرماتے ہیں سنت باجماع المسلمین۔ ہمارے سب فقہائے کرام معتقدات کتب مذہبیہ میں فرماتے ہیں کہ سنت ہے شامی ۲۳۵ جلد ۱ میں ہے قد حکى الاجماع على سنيتها۔ پھر سنت بھی یوقل سنت نہیں کہ اس کا علیحدہ بنیت سنت پر مضاف ضروری ہو یا صرف مطلق نماز کی نیت سے استقلالاً ضروری ہو بلکہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ”سکعتین“ کا حکم فرمایا ہے اور ”سکعتین“ نکرہ ہے تو ہر وہ نماز جو دو رکعت پر مشتمل ہو فرض ہو یا سنت، ادا ہو یا قضاء اس کے پڑھنے سے ”سکعتین“ کا پڑھنا صادق آجائے گا اور تعیل ارشاد ہو جائے گی اگرچہ توحید المسجد کی بھی نیت نہ کرے۔ نووی شرح صحیح مسلم قسطاً فی شرح بخاری ۵۰۶ جلد ۱ میں ہے والنظم للنووی ولا یشرط ان ینوی التحمۃ بل تکفیک رکعتان من فرض او سنت راتبہ وغیرہا۔ کتاب الفقہ علی المذاهب الاربعہ ۲۳۵ جلد ۱ میں ہے ویؤیّب عن تحمۃ المسجد

عہ الامشاہ والنظار ۱۵۳۰ قاعدہ ثامنہ میں ہے لو دخل المسجد وصلى الفرض او الراتبة

دخلت فیہ التعمیۃ ۱۲ منہ غفرلہ

مطلق صلوة ذات دُکوع و سجود یصلیہا عند دخولہ۔
مرقاۃ شرح مشکوٰۃ مشاہدہ جلد ۲ میں ہے تحیۃ المسجد او ما یقوم مقامہا
من صلوة فرض او سنت۔ بحر الرائق ص ۳۶ جلد ۲، طحاوی، مراقی الفلاح، نور الایضاح ص ۲۳،
شامی، در المختار، تنزیل البصائر ص ۱۳۵ جلد ۱ وغیرہا میں ہے والنظر من البحر وقد
قالوا ان کل صلوة صلاہا عند دخولہ فرضا او سنت
فانہا تقوم مقام التحیۃ بلانیۃ کما فی البدائع
وغیرہ۔ نیز اس کی ایک وجہ متعین عظام نے یہ بیان فرمائی کہ تحیۃ المسجد سے مطلوب تعظیم مسجد ہے کہ
مسجد میں داخل ہوتے ہی مسجد کے رب جل و علا کی وہ خاص عبادت ادا کی جائے جس کے لئے بنائی گئی۔
نودوی، شامی اور صاحب بحر الرائق، صاحب نور الایضاح وغیرہم حضرات نے اپنے اپنے انداز میں اس کو
بیان فرمایا مگر مجھے حضرت امام غزالی کے وہ کلمات بہت پسند ہیں جو احیاء العلوم ص ۲۱۱ جلد ۲ میں فرماتے
و ان اشتغل بفرض او قضاء تأدیہ التحیۃ وحصل
الفضل اذ المقصود ان لا یخلو ابتداء دخولہ عن العبادۃ
الخاصۃ بالمسجد قیاماً بحق المسجد۔ توجب ہر نماز ادا کرنے
کے ساتھ بلا نیت تحیۃ المسجد ادا ہو جانا ہے تو اگر اس نماز کی نیت کے ساتھ تحیۃ المسجد کی نیت بھی کرے تو بطریق
اولیٰ ادا ہو جائے گا۔ امام نودوی اور قسطلانی فرماتے ہیں والنظم للقسطلانی وتحصل
بفرض او بنفل اخر سواہ نوبت معام لا لان المقصود وجود
صلوة قبل الحبوس وقد وجدت بما ذکر ولا یضربہ
نیۃ التحیۃ لانہا سنت غیر مقصودۃ بخلاف نیۃ فرض
وسنت مقصودۃ فلا تحکم۔ شامی میں ہے لان الفریضۃ اذا قامت
مقام التحیۃ وحصل المقصود بہا لم یبق التحیۃ مطلقاً
لان المقصود تعظیم المسجد باہی صلوة کانت ولا یؤمر

عہ امتداد الخیر ہے فنیۃ التحیۃ بمعنی التعظیم لا یضربہ ۱۲ منہ غفرلہ

بتحیة مستقلة الا اذا دخل لغیر الصلوة کما فی حینئذ
فاذا انزلها مع الغریضة یكون قد نوى ما تضمنته الغریضة
ومسقط بها فلم یکن ناویا جنسا اخر. اور جب فرض میں جائز ہے حالانکہ فرض
کے لئے نیت فرض ضروری ہے تو سنتوں میں بطریق ادلی جائز ہوگی کہ سنت کے لئے نیت سنت ضروری نہیں
بلکہ مطلق نماز کی نیت ہی کافی ہے کما فی الفتح والغنیة والدروغیہا
اور پھر سنت بھی سنت اور یہ بھی سنت۔ بہر حال فرض اور سنت ادا کرتے وقت ساتھ ہی تحیة المسجد کی بھی
نیت کر سکتا ہے اور مثلاً قبل الفجر دو رکعت پڑھنے سے سنت الفجر اور تحیة المسجد دونوں ادا ہو جائیں گے۔
اور فقیر کی نظر قاصر میں بفضلہ و کرم تعالیٰ یہ ہے کہ فرض یا واجب یا سنت کی نیت کرتے ہوئے اتنا
ادارہ کر لینا کہ اس فرض یا واجب یا سنت کی ادائیگی کے ساتھ محبوب پیارے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
جو ”دکعتین“ نیکوہ کی طلب فرمائی ہے وہ ابھی ادا کر رہا ہوں، صرف مختصر سا تصور کافی ہے اور بفضلہ و
کرم تعالیٰ قطعاً ایسا کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا جو شامی علیہ الرحمۃ کی نظر میں آیا اور اس کا جواب دیا۔ فرق یہ
ہے کہ وہ نیت فرض کے ساتھ نیت تحیة المسجد سنت کے متعلق فرماتے ہیں اور فقیر نے حسب ارشاد حدیث
پاک ”دکعتین“ کی نیت رکھی اور ان ”دکعتین“ کا سنت ہونا ضروری نہیں بلکہ فرض، واجب
سنت سب کی رکعتیں پر ”دکعتین“ سچا آ رہا ہے یعنی یہ نماز کوئی عظیمہ نماز نہیں ہوگی بلکہ وہی فرض یا
واجب یا سنت ہی یہ نماز بھی بن جائیں گے دو رکعتوں کے لحاظ سے۔ قسطلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں فان
صلی العصر من رکعتین بتسلیمت واحدة حیاء و کانت
کما تحیت لا شتال علی رکعتین وتتمصل بفرض



عہ اودھ جو قلم کے کام لے فرمایا ہے کہ سنت ہے اس کا یہ مطلب کہ جب تحیة المسجد میں حیث ہی ہو یعنی کسی اور نماز فرض یا سنت
کے ضمن میں ادا کرے بلکہ مستقل پڑھے کہ فرض و سنت کا وقت ہی نہیں، یا پڑھ کر داخل ہوا تو وہ سنت ہے یکہ مطلقاً سنت ہے
منہ فخر رحمہ اللہ للعبد تشیر الی رکعتین منکرة التی طلبہا منا محبوبنا الاکرم صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ خضرلہ

او نفل الخیر یعنی اس فرض، واجب وغیرہ کی سب رکعتیں ہی تحیۃ المسجد بھی بن جاتی ہیں۔ یہ اس لئے کہ حدیث پاک میں ”جو رکعتیں“ فرمایا ہے تو یہ کم کی حد ہے یعنی تحیۃ المسجد رکعتیں سے کم نہیں ہو سکتا کہ صرف ایک رکعت، نماز نہیں اور زیاتی کی جانب میں حد نہیں کرتیں یا چار تحیۃ المسجد بن سکیں۔ فتح الباری ص ۲۷۶ جلد ۱ عین علی البخاری ص ۳۸۵ جلد ۲ میں ہے والنظر لہ ولایت اثنی هذا بأقل من رکعتین لان هذا العدد لا مفهوم لاکثره واختلف في أقله والصحيح اعتباره۔

بہر حال داخل مسجد جو نماز بھی پہلے پڑھے اس نے تحیۃ المسجد ادا ہو جاتا ہے نیت کرے یا نہ، مگر ظاہر یہ ہے کہ تحیۃ المسجد کی ادائیگی کا ثواب نیت پر موقوف ہے۔ اگر نیت تحیۃ المسجد کرے تو اس حدیث پاک پر بھی عمل کا ثواب ملے گا اور اگر نیت نہ کرے تو فقط نماز کا ثواب ہوگا اور اس حدیث پر عمل کا ثواب نہیں ہوگا کیونکہ حدیث صحیح میں ہے انما الاعمال بالنیات اور یہ بھی ہے انما لامرئی ما شئنی۔ شامی ص ۶۳۶ جلد ۱ ابن حجر علی الرحمة سے مع تقریر یہ یسقط طلبها بذلك اما حصول ثواب فالوجه توقفه على النية لحديث انما الاعمال بالنیات۔ کتاب الفقہ ص ۲۴۵ جلد ۱ میں ہے ویحصل ثوابها ان نويتها مع تلك الصلوة والافلا۔

دہر بہر سوال کہ تحیۃ المسجد صلوة مسنونہ ہے تو ادائے فرض سے کس طرح ادا ہوگی تو اس کی وجہ بیان ہوگی

عہ قال ملا نا علی القاری علیہ رحمۃ اللہ الباری فی شرح الحصن الحصین ص ۲۳۴ فی شرح ”حتى یصلی رکعتین“ (من حدیث صلوة تحیۃ المسجد) اما فرضنا اداءً وقضاءً او سنةً او نفلاً وليس للمسجد صلوة علی حدة تسمى تحیۃ المسجد علی ما یتوهمه العاصم بل المقصود ان لا یقع دخولہ عشا فی المسجد و لهذا لو قضا فی بیتہ ودخل المسجد فمصلی رکعتین سنة الفجر مثلاً فقد ادا بشکر الرضوخ وتحیۃ المسجد و ادا سنة الصبح فلو کان وقت المکروه التزویض لم یعمل تغناء ان کان علیہ والوفیلقل سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله أكبر عملاً بقوله صلى الله عليه وسلم اذا مررتكم برياض الجنة فان تعادوا بیئنا قد قال فی المرتبة ص ۳۲۵ جلد ۱ فی کتاب الطہارۃ توصلی عقب الرضوخ فیفتہ عملت لہ هذه الفضیلة کما تمحصل تحیۃ المسجد بذلك ۱۲

ابو الخیر النعمانی غفر لہ۔ ۲۰ جمادی الاول ۱۳۸۲ ھ



اور اس کی کئی نظیریں ہیں کہ سنت فرض کے ساتھ ادا ہو جائی ہے۔ زیادہ بہک سے ہاں بہت تھا ایک سحری کے وقت اسے کھانا ملا، ملاحظہ ہاں کے لئے یہ کھانا اس پر فرض ہے اور سحری سنت ہے تو اگر دونوں کی نیت کرے تو فرض کے ساتھ سنت بھی ادا ہو جائے گی الی غسیر ذلك من نفل آخر۔

تنبیہ

اگر ایسے وقت مسجد میں جائے کہ مطلق نماز منور ہے یا صرف نفلی نماز منور ہے مگر فرض نہیں چکا یا جماعت کی انتظار ہے اور دیر ہے یا بے وضو ہو گیا یا ظالم نے ممانعت کر دی تو اس وقت بوجہ عذر شرعی تحیۃ المسجد یا قسط ہے تو مشائخ کرام فرماتے ہیں کہ تسبیح اور کلہ شریف اور درود پاک پڑھے تو حق مسجد ادا ہو جاتا ہے، شامی میں ہے اذا دخل فیہ بعد الفجر او العصر قال تسبیح و ہلل و یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانہ حیثین یؤدی حق المسجد لمحطاوی علی الترقیۃ میں عبارت سابقہ کے بعد ہے وفي الدر عن الضیاء عن انقوت من لم یتبکن منها لحدث او غیرہ یقول کلمات التسبیح الاربعة اربعاً وھی سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔ مرقات ۱۴۵، ۱۹۹ جلد ۱ میں ہے ومن دخله وقت کراہۃ الصلوۃ او وهو محدث قال اربع مرات سبحن اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر مراد بعضهم ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم فقد ردی عن بعض السلف ان ذلك يعدل رکعتین فی الفضل و یؤیدہ ما صح عن حباب ابن زید الامام الکبیر التابعی انہ قال اذا دخلت المسجد فصل فیہ فان لم تصل فا ذکر اللہ فکانک قد صلیت، اور جب تحیۃ المسجد فرض، واجب، سنت کے ساتھ ادا ہو جاتا ہے تو نماز مکملہ الاضطرر



بطریق ادلی ادا ہو جائے گی کیونکہ وہ مسنون ہے اور صحیح حدیثوں میں اس کا حکم آیا ہے، اور جب وہ تبتا ادا ہو جاتی ہے تو یہ بطریق اولے ادا ہو جائے گی کہ یہ نماز مستحب ہے کما حدیثہ بـ
الفقهاء الکرام، اور اس کا حکم کسی حدیث میں فقیر کی نظر قاصر میں نہیں آیا بلکہ اعاذ باللہ مبارک
میں صرف ترغیب آئی ہے یعنی ثبوت دلایا گیا ہے مگر حکم نہیں فرمایا اور ہے بھی تحیۃ السجد کی طرح صلوة
غیر مستقلة، بلکہ اس کی حدیثوں میں مراۃ بعد الوضوء نماز فرض کا ذکر بھی آیا ہے۔ صحیح مسلم ۱۲۲ جلد ۱ میں

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مرفوعہ ہے من توضع للصلوة فاسبغ
الوضوء ثم مشی الی الصلوة المکتوبة فصلها مع
الناس او مع الجماعة او فی المسجد غفر الله له
ذنوبه نیز اسی صفحہ میں انہی کی دوسری حدیث مرفوعہ میں ہے ما من مسلم يتطهر
فیتم الطهور الذی کتب الله علیه فیصلی هذه الصلوة
الخمسة الا كانت كفارات لما یمنهن خطاوی علی المراقی ۲۳۷،
مرقات شرح مشکوٰۃ ۳۲۵، جلد ۱ میں ہے لو صلی عقب الوضوء فربما
حصلت له هذه الفضيلة کما تحصل تحیة المسجد
بذلك۔ ثانی ۲۳۹ جلد ۱ میں ہے وانظر هل تنوب عنها راي
رکعتین بعد الوضوء صلوة غیرها کالتحیة
ام لا ثم رأیت فی شرح لباب المناسک ان رکعتی
الاحرام سنة مستقلة کصلوة استخارة وغیرهما
ما لا تنوب الفریضة من بابها بخلاف تحیة
المسجد وشکر الوضوء فان لیس لهما صلوة

عہ بکرم الزمان ۱۲ جلد ۱ میں حضرت ابوالامام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بزرگ مستدام احمد بن حنبل حدیثہ وضمیم ہے فاذا اقام الی الصلوة

لعبا لله عز وجل بها درجة وان تعد تعد سالما ۱۲ من غفر له



علمہ کے ساتھ ساتھ الحجة اور فرض کے ساتھ ادا ہو جاتی ہے تو صفت کے ساتھ بطریق اولیٰ ادا ہو جائے گی کما مرفہ التعصیۃ اور اس کی وضاحت حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث متعلق نماز شکر الوضوء میں بھی ہے۔ قسطلانی شرح بخاری جلد ۲ میں حدیث بخاری کے کلمات الاصلیت بذلک الطہور ما کتب لی ان اصلہ کی شرح میں ہے ای ما قدر علی اعم من النوافل و الفرائض۔ اور یہیں سے واضح ہو گیا کہ اگر نیت المسجد کے ساتھ شکر الوضوء کی نیت بھی کرے اور دو رکعت پڑھے تو یقیناً جائز ہے اور دونوں نمازیں ادا ہو جائیں گی اور دونوں کا ثواب ملے گا بلکہ اگر شکر الوضوء کی نیت نہ بھی کرے تب بھی وہ ثواب جس کا احادیث مبارکہ میں ذکر ہے ضرور مرتب ہو جائے گا کہ اس ثواب کا نماز پر مرتب ہونا محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے حالانکہ ان کا فرمانا "کن" کے حکم میں ہے اور اس کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ اس نیت کرنے سے عمل بالاتفاق کا ثواب اور زیادہ بڑھ جائے گا۔



الحاصل وضوء یا غسل یا تیمم کرنے والا جب مسجد میں داخل ہو اور فرض نماز یا واجب ادا کرے یا انتفاء پڑھے یا سنت یا نفل پڑھے تو نماز شکر الوضوء اور نیت المسجد ساتھ ہی ادا ہو جائیں گی یاں عمل بالا احادیث کا ثواب نیت پر موقوف ہے نیت تحیۃ اور شکر کی کرے تو ثواب بڑھ جائے گا۔ اور یہ اللہ رب العالمین کے فضل عظیم بجاہ العیب اکرم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے کچھ بعید نہیں کما شحۃ انتبت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبتہ واللہ یضاعف لمن یشاء واللہ واسع علیم۔ اور اگر مسجد میں داخل ہونے والا کوئی فرض واجب وغیرہ نہیں پڑھتا کہ وقت ہی مثلاً فرض وغیرہ کا نہیں یا ادا کر چکا ہے تو نیت المسجد استقلالاً کم از کم دو رکعت پڑھے اور شکر الوضوء ساتھ ہی ادا ہو جائے گا مگر نیت کرے تو بہتر کہ ثواب بڑھ جائے گا۔ اور اگر وقت مکروہ ہے تو ظاہر ہے کہ جس طرح درود پاک اور تسبیح تحیۃ المسجد کے قائم مقام ہو جائے ہیں یونہی شکر الوضوء کے قائم مقام بھی ہو جائیں گے۔ مرقاۃ سے حضرت جابر بن زید تابعی کا قول گزر چکا ہے ان لم تصل فادعہا للہ کانت قد حلیت تو ذکر اللہ کو صلوٰۃ کا حکم دے کر ہے

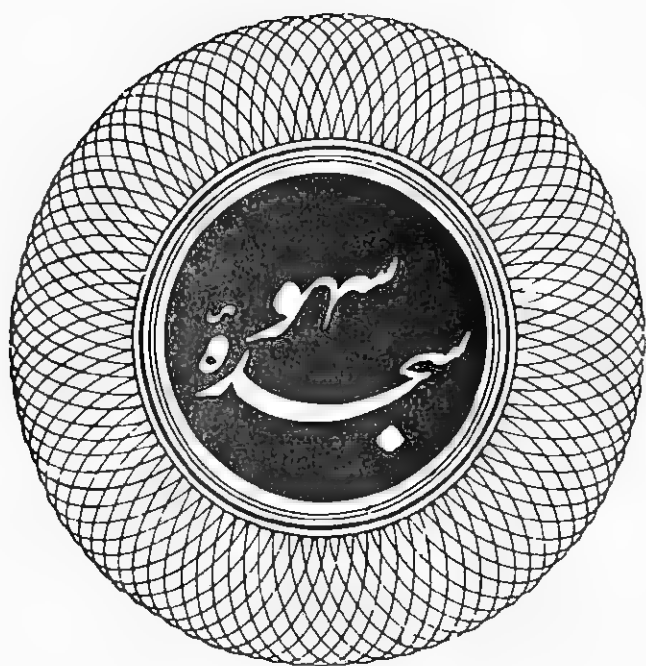
میں۔ نیز یہ بھی احادیثِ مسلم سے واضح ہو چکا کہ وضو، کے اسوا غسلِ تیمم کا بھی یہی حکم ہے کہ وہ بھی
تطہریں۔ شامی ۱/۳۱۲ جلد ۱ میں ہے ومثل الوضوء الغسل كما نقل عن
المشربلانی اور تیمم بھی طہارت ہے خصوصاً ہمارے نزدیک تو طہارتِ کاملہ ہے، اور اگر مسجد
میں داخل ہو تو بالانماذکر طہارت ادا کر کے داخل ہوا ہے تو تحیۃ المسجد کے لئے پھر بھی وہ سب صورتیں
میں جو مذکور ہوئیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب العالمين
الاکرام واصحابہ واحبابہ وبارک وسلم۔

مقرہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشافعی غفرلہ

۱۲ جمادی الاخریٰ ۱۴۸۲ھ ۱۱/۱۱





بَابُ سُجْدَةِ السَّهْوِ

الاستفتاء

نمبر ۱ : عید الفطر کی نماز میں امام صاحب مولوی حضرت عبدالعزیز صاحب (دوسری رکعت میں تکبیریں دین تکبیریں) کہنا بھول گئے اور اسی طرح نماز ختم کر کے خطبہ پڑھنے لگے تو لوگوں نے عرض کیا کہ واجب ہے کہ تکبیریں دین اور سجدہ سہو بھی نہیں کیا تو کیا نماز ہو گئی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ نماز جمعہ و عیدین میں سجدہ سہو نہیں ہوتا اس لئے نماز ہو گئی ہے۔ رسالہ رکن دین میں مولوی رکن دین صاحب نے بحوالہ فتاویٰ دسے کہ تحریر فرمایا، کہ اگر تکبیریں رہ جائیں تو لازمی ہیں کہ تکبیریں رکوع میں کہی جائیں۔ دوسری جگہ مذکورہ رسالہ میں ”باب سہو“ میں تحریر فرمایا کہ عیدین کی نماز میں اگر تکبیریں کم یا زیادہ وغیرہ ہو جائیں تو بھی سجدہ سہو لازم آتا ہے۔ پھر اخبار امروزی میں عید کے مسائل میں بھی تحریر تھا کہ اگر تکبیریں رہ جائیں تو تکبیریں کہہ لی جائیں لیکن رکوع سے لوٹ کر تکبیریں نہ کہیں اور دونوں حالتوں میں سجدہ سہو بکثرت اذہام نہ کریں۔

آپ ارشاد فرمائیں کہ اس کے بارہ میں شریعت پاک کا کیا حکم ہے؟ کیونکہ اگر یہ درست ہو کہ تکبیریں رکوع میں پوری کر لینے یا رکوع سے لوٹ کر تکبیریں پوری کر لینے سے سجدہ سہو نہیں ہوتا مگر جب تکبیریں پوری ہی نہ کی جائیں۔

نمبر ۲ : دعا قنوت میں جو وعدہ اللہ تعالیٰ سے کیا جاتا ہے کہ الہی جزیری نافرمانی کرتا ہے اسے چھوڑ دیں گے اس حالت میں اگر روزے نہ رکھنے والوں اور نماز نہ پڑھنے والوں سے قطع تعلق نہ کریں



ترجمہ کے خلاف وردی میں شمار ہوتا ہے کہ نہیں اسٹاک ڈرامی تحریر فرما کر اس سال فرمائیں۔
السائل اصفیٰ رحمت علی صاحب لودی کلرک این۔ ای سی
پور پورہ ضلع ملتان



علیٰ بٹنک و شبہ و گنجائش ریب نماز جمعہ و عیدین میں ترک واجب ہے سجدہ معمول لازم پڑ جاتا ہے۔ تنویر البصار مطبوع مع الشامی جلد ۱۰، اور فتاویٰ ہندیہ مسلا جلد ۱ میں ہے السہو فی الجمعة و العیدین و المكتوبة و التطوع واحد۔ ہمارے ائمہ متقدمین کا متفقہ فیصلہ یہی ہے مگر متاخرین مشائخ نے جمعہ و عیدین کے بہت بڑے اجتماعات میں عوام کی پریشانی کی بنا پر سجدہ سہو کے ترک کی اجازت دے دی ہے۔ بحوالہ النبی مسلا جلد ۲، نور الایضاح، مراقی الفلاح، حاشیہ طحاوی ص ۴۹، و المختار، شامی ص ۵۰ جلد ۱، ہندیہ مسلا جلد ۱ میں ہے والنظم من الدر و المختار عند المتأخرین عدمہ۔ شامی میں ہے ليس المراد عدم جوازہ بل اولیٰ مترکہ نیز شامی و طحاوی نے فرمایا ان عدم السجود مقید بہما اذا حضر جمع کثیر۔ اور جب بڑے اجتماع نہ ہوں تو سجدہ سہو ضرور ادا کیا جائے کہ لسانی نقصان (بوجہ ترک واجب یا وجبات) ہو جائے، اور اصل بھی یہی ہے اور چونکہ کم اجتماع کی صورت میں تشویش عوام جو بنائے ترک اجازت تھی، نہیں پائی باقی لہذا اجازت ترک بھی نہیں دے گی۔ شامی و طحاوی میں ہے والنظم للطحاوی اما اذا لم یحضر و ادا ہی جمع کثیر، فالظاهر السجود لعدم الداعی الی الترتک و هو التشویش۔ بلکہ عقل سلیم سے کام لیا جائے تو چچہ ہمارے زمانہ میں ترک سجدہ سہو کی صورت میں تشویش پائی جاتی ہے اور عوام حیران و ششدر رہ جاتے



ہیں کہ باوجود یکے تکلیف اور سجدہ سہو بھی نہ کیا گیا تو نماز کیسے پوری ہوئی، تو انصافاً وہی تشریح
عوام جو متاخرین کرام کے وقت میں وجہ ترک سجدہ تھی اب جدا داتے سجدہ بن گئی ہے حالانکہ اصل
بھی یہی ہے، تو سجدہ ضرور ادا کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۔ اصل اور کامل چھوڑنا تو یہ ہے کہ بالکل قطع تعلق کیا جائے مگر بوقت ضرورت و عبوری صرف
دلی طور پر قطع تعلق بھی کافی ہے جب کہ میل جول بقدر ضرورت صرف ظاہر تک محدود رہے۔ قرآن کریم
میں ہے الا ان تتقوا منهم تقوا

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب و آلہ
و صحبہ و بارک و سلم۔

صدر الغفر الراجح محمد نور اللہ النعمی مغفرہ
۲۵ ذیقعد المبارک ۱۳۷۵ھ بروز جمعرات

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر امام ہو یا تنہا نماز پڑھ رہا
ہو الحمد کے بعد بھول کر نہ کوئی سورت پڑھے اور نہ تین آیتیں خود ادر نہ ایک طویل آیت پڑھے، کیا اس
کی نماز جائز ہو جائے گی؟ ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ نماز نہیں ہوگی یوجہ ترک فرض قرات اور
الحمد کے پڑھنے سے فرض قرات ادا نہیں ہوگا کہ الحمد عند الاحناف واجبات سے ہے۔ بیذا توجروا۔
السائل، سید وزیر علی شاہ بسنت پورہ ضلع منٹگمری



بلا شک و شبہ و گمانش ریب مذہب حنفی میں سہوا سورت ادا یا بتوں کے چھوڑنے کی صورت

میں نماز جائز نہ رہی البتہ سجدہ سہو واجب ہوگا کہ ترک واجب پایا گیا۔ فتح القدیر ص ۴۳ جلد ۱، بحر الرائق ص ۱۰۰ جلد ۲، فتاویٰ عالمگیری ص ۶۷ جلد ۱ میں ہے والنظر من الهندية ولو قرأ الفاتحة وحدها وترك السورة يجب عليه سجود السهو وكذا لو قرأ أهم الفاتحة آية قصيرة كذا في التبيين۔
باقی مولوی صاحب کا فرمانا کہ فرض قرأت ادا نہ ہو یا ان کی غلط فہمی ہے۔ فرض قرأت صرف کسی ایک آیت کا پڑھنا ہے جو فاتحہ شریف کی آیت ہو یا کسی دوسری سورت کی، یہاں کا یہ کہنا کہ الحمد شریف کا پڑھنا واجب ہے تو یہ دلیل عدم ادائیگی فرض نہیں بلکہ اس واجب کے ضمن میں فرض ادا ہو جائے کہ مطلق آیت کا اطلاق قیاس کو شامل ہے ورنہ اگر فاتحہ شریف کے ساتھ سورت بھی ملا کر پڑھے تو مولوی صاحب کی دلیل سے پھر بھی یہی ثابت ہوگا کہ نماز نہ ہوئی کہ ہمارے مذہب میں سورت کا پڑھنا واجب ہی ہے حالانکہ اس صورت میں مولوی صاحب بھی ضرور ہی جائز کہتے ہوئے ورنہ جواز نماز کی ایسی صورت ذکر فرمائیں کہ فاتحہ و سورت واجب پڑھنے کے ساتھ فرض قرأت ملحدہ ادا ہو و لا یقولون بہ احد من اولی المتون والشروح والحواشی والغشوی و من ادعی الخلاف فعليه البیان۔

والله تعالى اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ واصحابہ وسلم۔

مقرہ اشقیہ ابوالخیر محمد نور اللہ انیسوی غفرلہ
۲۶ شوال المکرم ۱۴۰۵ ہجری جمادی

الاستفتاء

جناب چشمہ نور تاب حضرت مولانا مولوی محمد نور اللہ صاحب سلا باشد
مخدوم و محترم اسلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ!۔ مزاج شریف! آپ کی حضرت عالیہ میں عامل رقعہ ہذا شرف الدین

بھیجا ہے مندرجہ ذیل مسئلہ حل کر دیں، مشکوٰۃ میں گاہ۔

نمبر ۱ : جماعت ہوئے پر امام کو شبہ گزر گیا اس نے ایک طرف سلام کہہ دیا۔

نمبر ۲ : ایک شخص نماز گزار رہا تھا اس کو مسجد کا شبہ ہو گیا۔ اس کی نماز ایک طرف سلام کہنے سے ہو سکتی

ہے یا دونوں طرف سلام کہنے سے ہو سکتی ہے۔ مثنیٰ قطب الدین و حاجی جان محمد کی ذبانی معلوم ہوا کہ جس

شخص نے ہر دو طرف سلام کہہ دیا اس کی نماز نہیں ہو سکتی، سامنا مسجد کی بابت آپ مکمل مسئلہ حل کر دیں السلام۔

السائل : حاجی اللہ دین کتبہ مرکب ضلع منٹگمری



و علیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ ۱۔

مذہبِ امامِ اعظم علیہ الرحمۃ میں سلام کے بعد مسجد سہو کیا جائے۔ فقہائے کرام اور مشائخ عظام کا اعتقاد

ہے کہ سلام سے ایک سلام مراد ہے یا دو، بہت سے حضرات فرماتے ہیں ایک کے بعد کسے اور بہت

سے فرماتے ہیں دو کے بعد، لہذا یہ توند کہنا چاہئے کہ دو سلام کہہ دے تو نماز نہیں ہو سکتی۔ ہاں بہتر اور افضل

ایک سلام ہے۔ فتاویٰ شامی ص ۶۹۱ جلد ۱، فتاویٰ مالکیہ ص ۶۵۵ جلد ۱ میں ہے والنظم من الهندیۃ

و یأتی بتسلیمتین ہو الصحیح کذا فی البدایۃ والصواب

ان یسلم تسلیمۃ واحدة و علی الجہدوں والیہ اشان

فی الاصل کذا فی الکافی۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و

آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

قرۃ النعیر البانی محمد نور الدین نعیمی غفرلہ

۶ ربی القعدة ۱۳۷۷ھ



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر میں مسئلہ کہ زید یا مام ہے اس نے قرائت قرآن مجید کی پہلی رکعت میں چار آیت کا مقدار پڑھ کر بھول گیا اور مقتدی نے لغت بھی دیا لیکن لغت اس کی سمجھ میں نہیں آیا اور ایک آیت سہو اچھوڑ گیا۔ بعدہ ایک آیت پڑھ کر رکوع کر دیا اور سجدہ سہو بھی ادا نہیں کیا۔ کیا سجدہ سہو واجب ہوتا ہے یا نہیں؟ اور نماز کا اعادہ کرنا چاہئے یا نہیں؟ جواب صحیح مدلل بحوالہ صغیر فرمادیں۔ بینوا توجروا۔

السائل: احقر العباد بشیر محمد عفی اللہ عنہ اذ لکھ ہانس



سائل نے وضاحت نہیں کی مگر ظاہر یہ ہے کہ صورت فائز پوری کر کے چار آیت کا مقدار پڑھنے کے بعد بھولا اور غلط پھر سہو ایک آیت چھوڑ کر اگلی آیت پڑھ کر رکوع میں چلا گیا اور وہ نماز بھی مشابہ یا غیر مشابہ۔ ایسی صورتوں میں سجدہ سہو قطعاً واجب نہیں ہوتا کہ کوئی واجب ترک نہیں ہوا حالانکہ سجدہ سہو ترک واجب ہے ہی واجب ہوتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری جلد ۶ وغیرہ کتب معتبرہ میں ہے ولا یجب السجود الا بترك واجب او تاخیرہ (الحان قالوا) فف الحقیقۃ وجوبہ بشیء واحد وهو ترك الواجب کذا فی الکافی۔ اور امام کا دوسری آیت پڑھنا بھی ناجائز نہیں بلکہ ایسی بھول کی صورت میں یہی لائق ہے کہ چر آیت یا د نہیں آتی چھوڑ کر دوسری آیت شروع کر دے یا رکوع کر دے۔ بیسوط ص ۱۹۴ جلد ۱، بدائع ص ۲۳۶ جلد ۲، فتاویٰ قاضی خان ص ۶۶ جلد ۱، خلاصۃ الشارح ص ۱۲۱ جلد ۱، فتاویٰ ہندیہ ص ۶۶ جلد ۱، تبیین الفقہ ص ۱۵۷ جلد ۱، بحر الرائق ص ۶ جلد ۲، مجمع الانہر ص ۱۱۱ جلد ۱، ہدایہ، فتح القدیر، کفایہ ص ۳۲۹ جلد ۱، غنیۃ المستمل ص ۱۴۱



۱۵۸، شامی ۵۵۵، بلدا، طحاوی، المراتی ملحد وغیرہ میں ہے والنظم للنشس الائمة
السرخی علیہ الرحمة بل سرکم اویتجاوز الی ایۃ او
سورة اخروی (والانتقال الی سورة اخروی ایضاً انتقال
الی ایۃ اخروی لکن من غیر سورة الایۃ الاولی کمالاً یحکم)
بلکہ اس کا جواز ایسا واضح و مضبوط ہے کہ بعض مشائخ کے نزدیک تو اس وقت لغز وین مقصد نماز
ہے علی التفسیل کو تحقیق یہ ہے کہ مقصد نہیں۔ اگر کتب مذکورہ میں ہے والنظم من البحر
لو فتح علی امامہ بعد ما انتقل الی ایۃ اخروی الخ
اور یونہی اس کا ذکر کرنا بھی جائز ہے کہ قدر ضرورت سے زیادہ پڑھ چکا ہے تو عادی نماز کی بھی ضرورت
نہیں، نماز بلا کراہت درست ہو گئی۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلّم جل مجدہ اتم واحکم
وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیب والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

مفتواً الفقیر الی الخیر محمد نور الشانی غفرلہ
۱۳ شعبان ۱۴۲۸ھ

الاستفتاء

حضرت محترم دامت برکاتکم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، خراج کلامی۔ المرام آنکھ چند صورتیں درپیش ہیں ان کے بارے میں اپنی تحقیق سے

مطلع فرمائیے۔

نمبر ۱: چہ پائے مثلاً بیہوش کے ساتھ وحی کے اثبات کے لئے آیا چاہے گواہ ضروری ہیں یا کہ دہمی کافی ہیں؟
اور کیا فعل ایک گواہ سے بھی ثابت ہو جاتا ہے؟ اور اگر کسی جنگل میں کوئی ایک آدمی کسی دوسرے آدمی کے اس
فعل کو دیکھ کر چہینے چلائے اور ادھر سے چہنڈ آدمی آجائیں اور آئے والوں نے بعیدہ فعل مذکور نہ دیکھا ہو تو کیا ان کی

شہادت بھی مقہور ہو سکتی ہے؟

نمبر ۱ : امام نماز کی دوسری رکعت میں ہماری نماز کے اندر معمول کے قرائت آہستہ کرے اور پھر یاد امانے پر سرگرم
فاتحہ سے شروع کر دے تو کیا حکم ہے؟ اگر مقدار تین تسبیح کے آہستہ پڑھا ہو تو مسجد سہول لازم ہوگا؟
نمبر ۲ : بکری یا کوئی اور مادہ جانور اپنے وقت مقررہ سے پہلے ہی پیچہ گرا دے تو اس کے دودھ کا کیا
حکم ہے؟ اندازہ کرم ذرا جلدی جواب سے مطلع کریں۔

السائل : غلام محمد از دارالعلوم اہل سنت جلم، المرقوم ۲۴ جمادی الثانی ۱۳۸۵ھ



۱۔ یہ فعل بد زمانہیں اور چار گواہ صرف زمانہ کے لئے ضروری ہیں مگر نصاب شہادت دو ہیں لہذا ایک
کافی نہیں اور گواہ وہ ہے جو مشاہدہ مشہود بہ کرے بعد میں آنے والے قرائن کا مشاہدہ کر سکتے ہیں مگر اصل فعل
جس پر شہادت دینی ہے اس کا مشاہدہ نہیں کر سکتے تو شہادت کیسی؟ فتاویٰ عالمگیری جلد ۳ میں ہے
ان يكون التحمل بمعانیت المشهود به بنفسه لا بغيره
الخ نیز مسند میں ہے اما اقسام الشهادة فتمتھا الشهادة على الزنا
وتعتبر فيها اربعة من الرجال الخ

۲۔ ہاں مسجد سہول لازم ہوگا کہ ظاہر الروایت کے حکم سے توقیل پر بھی سجدہ ہے اور دوسری
معصوم روایت کے لحاظ سے ایک آیت آہستہ پڑھنے پر لازم ہوتا ہے اور تین تسبیح تو زیادہ ہیں لہذا دونوں
روایتوں کے لحاظ سے سجدہ لازم ہوگا۔ تنزیل البصائر، درالغما میں ہے (و الجہر فیما یخاف
فی) للامام (وعکسہ) لكل مصل فی الاصح تقدیرہ (بقدر
ما تجوز به الصلوة فی الفصلین وقیل) قائلہ قاضی خان
ریجب، السہو (بہما) ای بالجہر والمخافت (مطلقاً)



ای قل او کثر (و هو ظاهر الروایۃ) شامی ص ۶۹۴ جلد ۱ میں فرمایا
صححه فی البدایۃ والفتح والتبيين والمنية لان اليسير
من الجهر لا يمكن الاحتراز عن وعن الكثير يمكن
وما تصحب الصلوة كثير غير ان ذلك عنده آية
الحز وهذا بعموم واطلاقه شامل لصورة الاعادة
ايضا والاستدلال بالعموم والاطلاق شائع بين الصحابة
رضي الله تعالى عنهم وبين من بعدهم۔

نم ۲ ہاں حلال ہے اگرچہ چل ہی نہ ہوا ہو کہ قرآن کریم یا حدیث پاک میں عمل وغیرہ کی قید نہیں
اور نہ ہی المکرہام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ایسی قید لگائی۔ قرآن کریم پکڑ لے ۱۵ میں ہے وان لكم
في الانعام لعبرة ط فسقيكم ميا في بطونهما من بين فترث
و دم لبنا خالصا سائغا للشاربين ہ نیز پکڑ لے ۱ میں ہے فسقيكم
ميا في بطونهما۔ بہر حال اس اطلاق وعموم سے انعام (بکری، گائے وغیرہ اجناس) کے
دودھ کے تمام اقسام حلال ہو گئے۔ حتیٰ کہ قنادے خیریر مس جلد میں فرمایا کہ اگر بکرے یا مینڈھے کے
دودھ اتر آئے تو وہ بھی ظاہر ہی ہے کہ حلال ہے۔

والله تعالى اعلم وصلى الله تعالى على حبيب الاكرم
والج وسلم۔

مقرہ النفعیہ الراحمین محمد نور الشاذلی غفرلہ

۳۰ جمادی الثانی ۱۳۸۵ھ (۲۶/۱۰/۹۵)

الاستفتاء

مکرمی و محترمی جناب مولانا مولوی محمد نور اللہ صاحب دامت ظہار العالی

السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ ۱۔ امید ہے کہ جناب الفضل خدا بخیریت ہوں گے۔ باقی عرض آگاہ ہوا کہ ہم محدث ذیل سوالات کا جواب شرعی حدود کے اندر دے کہ مسنون فرمادیں جس سے ہماری پوری طرح تسلی ہو جاوے کیونکہ اس کی وجہ سے امام مسجد کے بارے میں ہمارے دل میں کچھ شبہ پیدا ہو چکا ہے۔ ۱۔
نمبر ۱: ایک امام مسجد نے عید الفطر کے روز صرف نماز عید کا خطبہ پڑھا اور نماز پڑھا دی۔ دوران نمازیں پہلی رکعت کے ساتھ تکبیریں بھول گیا لیکن سجدہ سہو کر دیا، آیا نماز مکمل ہو گئی یا کہ نہیں؟
نمبر ۲: اسی دن جمعۃ المبارکہ کی نماز کیسا تھا اس دن کوئی خطبہ نہیں پڑھا صرف نماز باجماعت پڑھا دی۔ حالانکہ جمعہ کا خطبہ فرض ہے اور نماز عید کا خطبہ واجب ہے۔ آیا کہ ہماری نماز جمعہ ہو گئی ہے یا نہیں؟ براگرم مکمل جواب دیں آیا آئندہ اس امام کے پیچھے ہماری نماز جائز ہے یا کہ نہیں؟ برائے کرم جواب جلدی دیں۔ زیادہ خیریت۔ والسلام واداب۔

از طرف آب کانیا زکیش، اصغر علی زگر کچا کھوہ ضلع ملتان

نوٹ: دوسرے روز سائل نے یہ تنظیم بھیجی کہ مولوی صاحب جمیع اذان کہلانے کے بعد خود ایک رکوع قرآن پاک کی تلاوت کی اور اس کی تشریح و تقریر کے فوراً بعد جمعہ کی جماعت کرا دی۔ آیا مولانا صاحب کا خطبہ پڑھنا ہو گیا یا کہ نہیں؟ اور ہماری نماز جمعہ بھی ہو گئی یا کہ نہیں؟ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اس طریقہ سے خطبہ پڑھا ہے۔



۱۔ عید کی تکبیریں سہارا جائیں تو سجدہ سہو سے کمی پوری اور نماز کامل ہو جاتی ہے۔ فتاویٰ عالمگیری ص ۱۷۷ میں ہے۔ ومنہا (واجبات الصلوة) تکبیرات العیدین قال فی البدائع اذا ترکها او نقص منها او زاد علیها اوتی بہا فی غیر موضعها فأن یجب علیہ

السجود کذا فی البحر الرائق۔ اور عید کا خطبہ نماز کے بعد ہوتا ہے۔ سائل کے الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ خطبہ پہلے پڑھا گیا ہے۔ اگر پہلے پڑھا گیا ہے تو یہ سنتِ مستمرہ کا خلاف ہے فتاویٰ عالمگیری ص ۷۷ جلد ۱ میں ہے ثم یخطب بعد الصلوة خطبتین کذا فی الجوهرة المنيرة۔

۱۔ واقعی خطبہ جمعہ فرض اور شرطِ جواز ہے اگر بلا خطبہ پڑھا جائے تو جائز نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری ص ۷۷ جلد ۱ میں ہے لو صلوا بلا خطبة او خطب قبل الوقت لم یجوز کذا فی الکافی۔ مگر نماز کی طرح خطبہ میں بھی فرض اور سنتیں ہیں ترکِ فرض جس طرح نماز نہیں ہوتی یہ نہی خطبہ نہیں ہوتا اور اگر سنتیں رہ جائیں تو نماز اور خطبہ جو جاتے ہیں مگر ناقص ہوتے ہیں ایسا کرنا بڑا ہے اور عادتِ بنانا بہت بُرا ہے۔ فرضِ خطبہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ فتاویٰ عالمگیری ص ۷۷ جلد ۱ میں ذکر اللہ تعالیٰ کذا فی البحر الرائق بلکہ قرآن کریم میں فاسعوا الی ذکر اللہ۔ تو آپ کے مولوی صاحب نے جب سنتِ خطبہ سے روک کر پڑھا اور اس کی تشریح و تقریر کی تو فرضِ خطبہ داہو گیا اور نماز بھی ہو گئی مگر کسی سنتیں ترک ہو گئیں اور کسی مستحبہ گئے مثلاً دوسرا خطبہ درودِ خطبوں کے درمیان بیٹھا اور مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے دعا کرنا اور حمد و ثناء اور درودِ پاک اور حمد کے ساتھ شروع کرنا اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم جمیع کا ذکر ہونا، کما فی السنن و غیرہا اور پھر خطبہ میں پنجابی یا اردو کا استعمال کرنا بھی سنتِ متواترہ کے خلاف اور بُرا ہے۔ ہدایہ ص ۷۷ جلد ۱ میں ہے الا ان یحیر مسیئاً لمخالفة السنة المتوارثة (الی ان قال) والخطبة والتشہد علی هذا۔ فتاویٰ مولانا عبدالحی ص ۷۷ جلد ۱ سے ص ۷۷ تک چودہ صفحوں میں وہ تحقیق جو مولانا مذکور کے نزدیک محقق ہے۔ یہی ہے کہ خلافِ سنتِ متواترہ اور مکروہ و بدعت ہے۔ باوجودیکہ اسلام پھیلنا گیا اور ایسے ایسے ملک دائرہ اسلام میں آتے گئے کہ وہاں کے باشندے عربی زبان سے قطعاً واقف نہیں تھے مگر پھر بھی صحابہ کرام اور تابعین، تبع تابعین، مشائخ و علمائے کاملین رضی اللہ تعالیٰ عنہم جمیع سب کے سب عربی زبان میں خطبہ پڑھتے آئے تو اہل اربعہ عربی میں بدعت و مکروہ بنا۔



۲۳۳ میں مصنف شرح مرزا شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں "وہی
بودن بہمت عمل مستمر سلین و مشارق و مغارب ہرچہ و آنکہ در بسیار از اقالیم مخاطبات محبی بودند۔"
تو روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ نماز و خطبہ ہر گئے مگر کراہت و بدعت سے خالی نہیں لہذا آئندہ کیلئے
بالکل پرہیز کریں اور خطبہ و نماز مکمل ادا کریں۔

و اللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم و
صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و اصحابہ و بالہدی سلم۔

مترجم الغفر الراجح محمد نور اللہ النعمی عفرلہ

۴ ماہ شوال المکرم ۱۳۷۸ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ کے بارہ میں :

نمبر ۱ : نماز عید الفطر کی پہلی رکعت میں نکیات کے سچا قرات شروع کر دینا بعد از نقرۃ تکمیل ادا کرنا
قزات صرف الحمد کہا گیا۔

نمبر ۲ : دوسری رکعت میں تین کی بجائے چار تکبیرات نادانستہ کہنا، بعد میں سجدہ ادا کیا جانا آیا، نماز
ہو گئی یا دوبارہ پڑھی جائے ؟

سائل : از مخیران



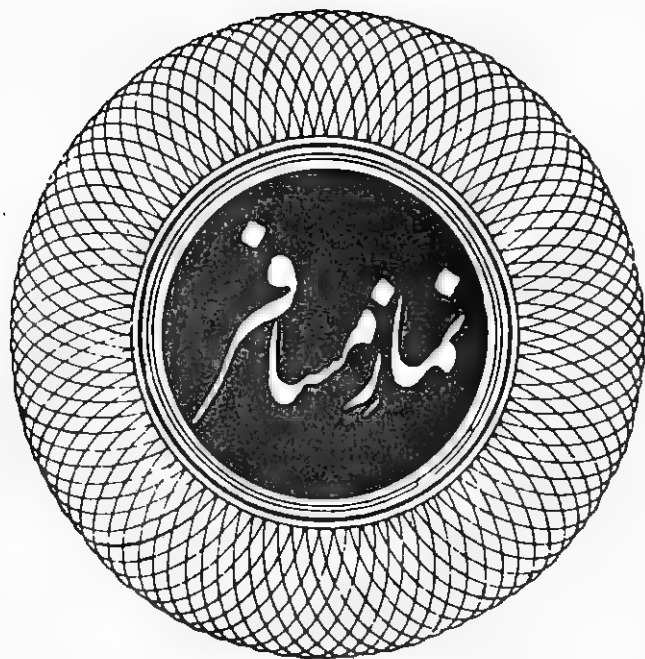
اگر کوئی اور مالع نہیں پایا گیا تو صرف ان دو وجوہ سے نماز فاسد نہیں ہوتی بلکہ ہو گئی۔ بدائع

صانع میں ہے لوسہی عن تکبیرات العید حتی اشتغل بالقراءة
ثم تذکر انہ لم یکبر یعود الی التکبیرات و یقرأ
بعدها۔ ہندی میں ہے اذا ترکھا او نقص منها او زاد علیہا
او اتی بہا فی غیر موضعہا فانہ یجب علیہ السجود
کذا فی البصر۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب
والد وصاحب وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشافعی غفرلہ
یکم شوال المکرم ۱۳۸۶ھ ۲/۱۲/۶۵





بَابُ صَلَاةِ الْمَسَافِرِ

الاستفتاء

ایک مسافر نے عشاء کی جماعت کرائی۔ قعدہ اولیٰ کرنے کے بعد بھول کر چار رکعتیں نماز پوری کر لی۔ کیا مسافر کی نماز ہو گئی یا کہ نہیں؟ دیگر مقتدی جو کہ مقیم ہیں ان کی نماز کا کیا حکم ہے؟ کتب معتبرہ سے تحریر فرمائیں، عین فوارش ہوگی۔ بیینوا تعجبوا۔ فقط



مسافر کا فرض ادا ہو گیا اور پچھلی دو رکعتیں نفل میں۔ مبسوط ص ۲۳۹ میں ہے مسافر صلی فی سفرہ اربعاً اربعاً فان کان قعد فی کل رکعتین قدر الشہد فصلت۔ تامة والاخریان تطوع له وكذا فی عامة المعتمرات ایضاً۔ اور جس مقتدی مقیم نے امام کی متابعت میں نماز پوری کی اس کی نماز فاسد ہو گئی کہ پچھلی رکعتوں میں امام نفل ہے اور مقیم فرض اور فرض نفل کی افتدائیں کر سکتا وکل

ذلك مصرح متونا و شروعا و حواشي و فتاوى و ابيّن
من ان يمين و اتقن من ان يبرهن . بحدود الحمار ٥٢٢ هـ في جزيه صريحه
في لواقته في مقيون بمسافر و اتم بهم بلائيه
اقامة و تابعوه فسدت صلواتهم لكونه متنفلا
في الاخرين (الى ان قال) و قد نقلها الرملي في باب
المسافر عن الظهيرية و كذا في المنحة ١٣٥٠ جلد ٢
و في اخره لان هذا اقتداء المفتض بالمتنفل ولا يصح
والله تعالى اعلم و علمه جل مجده اتم و احكم
وصلى الله تعالى على حبيب و آل و صحبه و بآله و سلم

عنه الفقير الابرار محمد نور الثماني غفر له

٢٤ ربيع الاول شريعت ١٣٥٠ هـ

الاستفتاء

عزيز مولانا ابراهيم الفضل صاحب شرفه رب تعالى بالشرف و الفضل

و عليكم السلام و رحمة و بركاته : بعد از دعوات انكه آپ كا خط آيا اور چونكه آپ كے كاغذ پر بيگہ بنين تھي اور يہاں
بھی كاغذ کی قلت ہے تو پیل پر ہی استفتاء نقل کر کے جواب دیا جاتا ہے :-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسافر مقتدی نے امام متیم کی
اقتداء کی ----- بعد سلام امام کے مقتدی نے بھی سلام پھیر کر کلام کر لی اور نماز باطل
کر لی ۔ نماز چار گانہ تھی ۔ اب مقتدی چار رکعت قضاء کر لے یا دو ؟ والسلام ۔ بینوا توجسوا



اگر وہ اقتدار بطور فرض مقرر ہو اور اس کے وقت فوت ہونے تک مسافر تھا یا آخر وقت بھی مسافر تھا تو صرف دو رکعت ہی قضاء کرے اور ایسے ہی اگر وقت کے اندر ادا کرے اور اکیلا پڑھے یا مسافر کی اقتدار کرے تو دو ہی پڑھے کہ مسافر پر دو ہی لازم ہیں اور متابعیت مقیم کی وجہ سے چار لازم ہوتی ہیں اور جب نماز توڑ دی تو متابعیت چھوڑ دی تو وہ لازم بھی مرتفع ہو گیا۔ اور یہاں تک کہ شمس ہے کہ اب جو پڑھ رہا ہے اس میں اس امام کی متابعت کا کوئی ثابہ بھی نہیں ہے۔ مبسوط مشک ۲ جلد ۱، نیز مشک ۱ جلد ۲، بدائع صنائع مشک ۹ جلد ۱، بحر الرائق مشک ۱۳ جلد ۱، مراجعہ مشک ۱، فتح القدیر مشک ۲ جلد ۲، کفایہ مشک ۱ جلد ۲، غنیۃ المستطی مشک ۵، خلاصۃ الفقہاء مشک ۱ جلد ۱، ہندیہ مشک ۱ جلد ۱، شامی مشک ۱ میں ہے والنظم لہ ولو افسدہ صلی رکعتین لزو ال المغیر بطور فرض کی قید اس لئے کہ خود فرض ادا کرنے کے بعد بطور تنقل اقتدار کرے تو چار کی قضاء ہی لازم ہے جس طرح بھی پڑھے۔ مقتدا نہ یہی میں ہے واللفظ لہ بخلاف ما لو اختدی بعد متغلا حیث یصلی اربعاً اذا افسدہ۔ وقت کے فوت ہونے تک یا صرف آخر وقت میں بھی مسافر ہونے کی قید اس لئے کہ اگر اس وقت نیست اقامت ہوتی تو اتمام لازم ہو جاتا ہے۔ انفرادی اقتدار مسافر کی قید لیں کہ اگر مقیم کی اقتدار کرے تو پھر بھی اتمام لازم ہوگا۔ اور ادا کا اضافہ اس لئے کیا کہ یہ بھی استفادہ میں نہیں آیا تھا۔ اور یہ تو واضح ہی ہے کہ یہ سوال چہاں گاہ فرض کے متعلق ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وسلم۔

مقرہ المغیر الیٰ الخیر محمد نور اللہ انیمی غفرلہ

۳ شعبان المعظم ۱۳۷۳ھ



الاستفتاء

قدّمہ مکہ حضرت صاحب مدظلہ العالی جناب مولانا نور اللہ صاحب

السلام علیکم۔ جناب عالی گذارش یہ ہے کہ ہم انڈیا کی قید میں ہیں اور ہمارے لئے کوئی نماز کا حکم ہے؟ ہمیں بہت ساری جگہوں سے فتوے اور مسئلے وصول ہوئے ہیں، کسی فتوے پر لوٹ جوتا ہے نماز قصر نہیں اور کسی پر جوتا ہے کہ نماز پوری پڑھیں۔ بندہ آپ کے ہاں بصیر لوہ فضلہ مستطی ہے۔ قبلہ حافظہ صاحب محمد عبداللہ صاحب سے قرآن پاک ختم کر کے فوج میں بھرتی ہوا ہے۔ بندہ مولوی محمد عظیم کا بیٹا ہے اور نور محمد ڈولا کھیلوالا والا، اُس کا دو بہتا ہے اور بندہ اس جگہ پر قیدیوں کو نماز پڑھاتا تھا پوری۔ دو تین فتوے پوری کے آپکے ہیں اور دو تین قصر نماز کے۔ بندہ پہلے تو پوری نماز پڑھتا رہا مگر جب یہ فتوے آیا تو امام اعظم کے قول کے مطابق قیدی آدمی اپنی بندہ یا بیس دن یا کم یا زیادہ کی نیت نہیں کر سکتا تو بندہ نے نماز پڑھنا چھوڑ دی۔ ابھی ہمارے کیمپ میں دو نمازیں ہوتی ہیں اور بندہ کا دل مطمئن نہیں۔ جب تک آپ کا فتوے نہیں آئے گا ہم چند آدمی نہ تو پوری نماز باجماعت پڑھیں گے اور نہ ہی قصر باجماعت پڑھیں گے۔ اگر آپ کا فتوے آگیا تو انشاء اللہ اس پر ضرور عمل کریں گے۔ برائے مہربانی آپ جتنا بھی جلد ہو سکے اس کا جواب جلدی دیں کیونکہ یہ آپ پر لازم ہے۔ باقی برائے مہربانی آپ پورا پورا حوالہ دیں اور واضح طور پر بتا دیں مہربانی ہوگی۔ باقی جوابی خط کیونکہ یہاں قید میں میسر نہیں اس لئے تکلیف گوارا کریں مہربانی ہوگی باقی تمام قیدیوں کے حق دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ جلد ہمیں پاکستان لا دے اور انڈیا کی قید سے رہائی دے (آمین) باقی اگر قبلہ حافظہ عبداللہ صاحب اور حافظہ منظور حسین اور مولانا محمد عظیم صاحب آپ کی خدمت میں حاضر ہوں تو ان کو میرا سلام کہہ دینا ہوگا مہربانی، باقی ہمیں یہاں پر تقریباً دینی معاملے میں ہر قسم کی آزادی ہے چنانچہ ہوتی ہیں، قرآن خوانی ہوتی ہے۔ مذہبی بارے میں یہاں پر کوئی تکلیف نہیں۔ اور یہ بھی بتا دیں کہ ہر روز سے فرض میں یا نہیں؟ اور عیدین کے متعلق بھی بتا دیں مہربانی ہوگی۔ دارالعلوم خفہ کی مہفتوں پر لگا دیں۔ باقی یہاں کیمپوں میں نماز قصر لیاہہ چس جاتی ہے اور میں نے بھی قصر نماز شروع کی ہوئی ہے اس لئے بندہ کو جلد آگاہ کریں کہ کوئی ٹپسنی چاہیے



باقی جنگی قیدیوں کی طرف سے تمام استاذہ اور طالب علموں کو سلام - اچھا اجازت دیں۔
آپ کا: بندہ خاکسار محمد اسلم ولد محمد یار پنجریاں، حال جنگی قیدی انڈیا (۱۳-۳-۱۳)

۷۸۶
۹۲

عزیز القدر حافظ محمد اسلم صاحب یسرا اللہ تعالیٰ خلاصہ

و علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: بعد از دعوات خلاص و عافیت دارین انکہ آپ کا خط مورخہ ۱۳/۳/۷۸۶
لاکھا جو اصول ہوا ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ رب العالمین جلد از جلد آپ سب کو خیریت سے رہائی نصیب فرمائے اور جلا جلم
وطن واپس لائے۔ آپ کے سلام حافظ صاحبان کو پہنچا دے ہیں مآلہا آپ کے والد صاحب اور سونی بھوان صاحب نے
آئے تو ان کو بھی آپ کا خط دکھایا ہے۔ آپ نے جو یہ لکھا ہے کہ میں یہاں پر تقریباً دینی معاملے میں آزادی ہے اور کوئی تکلیف
نہیں، تو اس سے بہت خوشی ہوئی۔ میں اس سال بفضلہ تعالیٰ حج کر کے آیا ہوں مگر مکر مراد مدینہ منورہ آپ سب کی رہائی کے
نے بہت ہی زیادہ دعا میں ہوئی ہیں اور اب بھی ہر روز میں اللہ تعالیٰ جلد ہی رہائی ہونے والی ہے سب احباب سے
سلام محبت۔ آپ کے دریافت کردہ سوالات کے جوابات حسب ذیل ہیں:-



آپ سب جنگی قیدی شہر عامر میں اور چونکہ حکومت پاکستان اور بھارت دونوں کی خواہش ہے کہ آپ جلد از جلد
رہا ہو جائیں صرف چند معاملات کے تصفیہ کی انتظار ہے جس وقت بھی تصفیہ ہو گیا آپ رہا ہو جائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ
تو ایسے حالات میں آپ حضرات کی نیت اقامت کا شرعاً اعتبار نہیں لہذا آپ پر نماز قصر واجب ہے، اکیلے پڑھیں یا جماعت
کے ساتھ پڑھیں جبکہ امام بھی آپ جیسا ہی ہو۔ ہاں اگر ہندوستان کا مقیم امام نماز پڑھاے تو اس کی اقتدار میں آپ بھی پوری
نماز پڑھیں۔ اور قصر صرف چار رکعتوں والے فرض میں ہے باقی فجر اور مغرب اور وتر پورے پڑھیں اور سنتیں بھی پڑھا
کریں اور ان میں بھی قصر نہیں، نماز عیدین آپ لوگوں پر لازم نہیں اس لئے کہ آپ مسافر ہیں اور رمضان پاک کے روزے
آپ پر نہ در فرض میں البتہ رخصت ہے کہ تکلیف سفر کی وجہ سے اگر چند روز کی رخصت کریں تو جائز ہے مگر عذر



زائل ہونے پر قضاء لازم ہے اور بہتر یہی ہے کہ وقت پہنچا کر نہ رہیں خصوصاً جبکہ آپ کو مذہبی معاملات میں بالکل آزادی ہے اور کوئی تکلیف نہیں تو وقت پہنچ کر نہ رہیں بلکہ قابل برداشت تکلیف ہو تب ہی وقت پہنچا کر نہ رہیں۔ یہ قرآن مجید کا ارشاد ہے۔ یہ مسائل فتاویٰ عالمگیری، ہدایہ، فتح القدیر، بحر الرائق، بدائع المنافع و غیرہ کتب فقہ حنفیہ سے کہے گئے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على سيدنا محمد وعلى آله واصحابه اجمعين۔

محرمہ اشعبہ الاول بحیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ
۸ ربیع الاول ۱۳۹۳ھ ۲۴/۴

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندیس کہ مسافر جو کہ سنتیں ادا کر سکتا ہے یا نہیں؟ بعض لوگ ادا نہیں کرتے۔

السائل : مولانا محمد نعیم الدین صاحب دکن پورہ



سفر میں ادا کئے سنن بلاشبہ جائز و مستحسن و مسنون ہے اس پر جمہور علمائے کرام کا اتفاق اور ائمہ اربعہ عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اطلاق ہے اور خود قرآن کریم اور احادیث شریفہ سے ثابت و مبرہن ہے۔ آیات و احادیث ثبوتہ مدعا سے مذکور بکثرت ہیں کہ ان کا استغفار محال وادی ہے اور حسب المقدر تحریر کے لئے بھی دفتر کافی ضرورتی و لاجب ہے لہذا بطور اجمال دلائل کثیرہ کی طرف اشارہ اور بعض قلیل قدر سے تفصیل سے لکھا جا رہا ہے۔ قرآن کریم کا ارشاد مبین ہے وما اتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم



کی تینیں بالخصوص قرآن کریم سے ثابت ہیں۔ معالم التنزیل جلد ۶، کرمیہ و سبح بحمد
ربک قبل طلوع الشمس و قبل الغروب و من اللیل
فسبحہ و ادبار السجود کی تفسیر میں ہے قال عمر بن الخطاب
وعلى بن ابي طالب والحسن والشعبی والنخعی و
الاوناعی ادبار السجود الركعتان بعد صلوة المغرب
وادبار النجوم الركعتان قبل صلوة الفجر و هم
رواية العوفي عن ابن عباس و روى عن مرفوعاً
هذا قول اکثر المفسرين ونحوه في الخامن اور ایسے ہی
و سبح بحمد ربک حين تقوم و من اللیل فسبحه و
ادبار النجوم اکثر معالم التنزیل جلد ۶ میں ہے یعنی رکعتین قبل صلوة
الفجر و ذلك حين تدبر النجوم ای تنیب بضم الصجر
هذا قول اکثر المفسرين ونحوه في الخازن و مراد
سید علیہ ما روى عن ابن عباس رضى الله تعالى
عنهما عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال ادبار
النجوم الركعتان قبل الفجر و ادبار السجود الركعتان
بعد المغرب اخر حبه الترمذی و قال حديث غریب۔



بہر حال احادیث مبارکہ کا اطلاق و عموم حاضر و مسافر دونوں کو شامل اور احادیث دونوں
کے لئے و عدہ ثواب کی حامل اور عیومات قطعاً یقیناً بلا گنجائش شکوک و شبہات استدلال اثبات
کے لئے دافی و کافی ہیں ورنہ ایک ایک چیز پیش رائج کے لئے زید و یحییٰ و عمر و کریم و غیرہ مکلفین کے
اسمائے خاصہ دکھانے لازم ہوں گے یا ترکیب امر و نہی کا ارتکاب اور ایک عام طوفان بدتیزی کا الیا
زبردست پہچان و انقلاب برپا ہوگا جس کا علاج بخیر ای استدلال بالعمومات کے محال و قمتنع ہے البتہ اگر
بشرط مغیرہ کوئی ایسی حدیث قولی یا فعلی ثابت ہو جس سے یہ متیقن ہو کہ مسافر احادیث مذکورہ پر عمل نہیں

کر سکتا تو گنجائش عدم جواز بھی مگر ایسی کوئی حدیث نہیں دکھائی جاسکتی ہے۔ ائمہ کرام و محدثین عظام نے اسی
علوم کو جواز بلکہ استحباب ادا سے مسافر کے لئے دلیل بنایا ہے۔ علامہ محی السنہ نووی علیہ الرحمۃ شرح صحیح مسلم
جلد ۲ میں فرماتے ہیں: استحباب الشافعی و اصحابہ و الجمهور

و دلیلہ الاحادیث العامة المطلقة في ندب الرواتب۔
بلکہ سیدنا ام المؤمنین صدیقہ بنت الصديق رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث مروی کے صدر میں تو مذی
نسائی، ابن ماجہ، کنز العمال سے ہے من شاب علی شنتی عشرة رکعة
اور ثابری کا معنی مداومت و ملازمت ہے۔ اگر انسان سفر کی حالت میں ترک کرے اور صرف حضر
ہی میں ادا کرے تو مداومت ہو ہی نہیں سکتی اور ایسے ہی سیدنا ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہا کی حدیث مذکور کے صدیق صحیح مسلم اور سنن بیہقی و کنز العمال میں ہے ما من عبد لم یصل
لنفسه کل یوم تو اگر مسافر ترک کرے تو کل یوم یعنی ہر ایک دن میں ادا کرنا کیسے تصور ہو سکتا
ہے اور قاعدہ مسلمہ ہے زیادة الثقة مقبولة فالروایات الخالية
عن قيد کل یوم مبلوغة عن حکماء و تدل علی تمامہا کما
لا یخفی۔

باقی رہی سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی وہ حدیث جو صحاح میں مذکور ہے
جسے تاریخین سنن دلیل بناتے ہیں وہ قطعاً دلیل تخصیص نہیں بن سکتی کہ اس سے عند تحقیق صرف عدم
رؤیت ہی ثابت ہے جس سے عدم رؤیت بھی ثابت نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ ترک یا دوام ثابت
ہو و کما من نظام عند من له نظر۔ بلکہ اگر بالفرض دوام ترک بھی ثابت
ہو جائے تب بھی احادیث مذکورہ تو لیر کی یہ حدیث فعلی قطعاً نسخ نہیں کر سکتی کہ فعل یا نفع قول نہیں و
ذالین من ان یبین عند من له بصر و بصیرة في
الفن بحمدہ ومنه تبارک و تعالیٰ۔ صرف اتنے ہی بیان سے مدعی

نہایت پر نور طریق پر مبرج ہر چہ کا اور نقیر فریق منصفیہ سے تاریخ ہوا مگر انہما مقررین واقفان حاضرین کیلئے خود حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور عبداللہ بن عمر اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے سفر میں سنن ادا فرمانا دوز روشن کی طرح ثابت کیا جاتا ہے، سننے اور غور سے سننے،

سیدنا یار بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ترمذی مسند ۸۳ جلد ۱ سنن ابوداؤد ۱۴۲ جلد ۱ صحیح مستدرک ۳۱۵ جلد ۱ سنن بیہقی ۱۵۸ جلد ۳ کنز العمال ۸۹ جلد ۱ میں ہے صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثمانیۃ عشر سفراً فاما ایتہ تترك الركعتين اذا زاحمت الشمس قبل الظهر يعني في حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اٹھارہ سفروں میں حاضر رہا تو میں نے نہ دیکھا کہ آپ نے ظہر سے پہلی دو رکعتوں کو ترک فرمایا جو اس حدیث سے سنت تبدیلہ ظہر کا صاف ثبوت ملا۔ اور سنن ترمذی ۳۸۸ جلد ۱ میں انہی حضرت عبداللہ بن عمر سے ہے صلیت مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی البصر والسفر فصلیت مع فی الحضرة الظهر اربعاً وبعدها رکعتین وصلیت مع فی السفر الظهر رکعتین وبعدها رکعتین والعصر رکعتین ولم یصل بعدھا شیئاً والمغرب فی الحضر والسفر سواء ثلاث رکعات لا ینقص فی حضر ولا سفر وہی وتر النهار وبعدها رکعتین قال ابو عیینی ہذا حدیث حسن سمعت محمداً یقول ما روی ابن ابی لیلی حدیثاً اعجب الی من ہذا۔ اور طحاوی ۲۴۳ جلد ۱ میں روایت مذکورہ بایں نظم ہے وصلی فی السفر الظهر رکعتین وبعدها رکعتین وصلی العصر رکعتین و لیس بعدھا شیئاً وصلی المغرب ثلاثاً وبعدها رکعتین وصلی العشاء



۲ رکعتیں و بعد ہا رکعتیں۔ یعنی حضرت علیؓ نے فرماتے تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا چشم دید بیان فرماتے ہیں کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں ظہر کے بعد دو رکعتیں ادا فرمائیں اور ایسے ہی مغرب کے بعد دو رکعتیں ادا فرمائیں اور خود اپنا بھی یاد کرنا بیان فرماتے ہیں۔ اور حضرت ابو عبیدہؓ نے فرمادی اس حدیث کی تخمین فرماتے ہیں اور امام بخاری سے نقل کرتے ہیں کہ انہیں امام ابن ابی لیلیٰ کی سب حدیثوں سے یہ حدیث زیادہ پسندیدہ ہے اور امام طحاوی نے اسی روایت میں عشرہ کے بعد دو رکعتیں ادا فرمانا بھی زیادہ کیا ہے۔

اس حدیث سے ظہر اور مغرب اور عشرہ کے بعد سن کا ادا فرمانا صراحتاً ثابت ہوا اور سنت فجر کا سفر میں ادا فرمانا تو اعمادیت کثیرہ لیلیۃ اتریں سے ثابت ہے۔ حضرت ابو قتادہؓ نے صحیح مسلم ۲۳۹ جلد ۱، سنن بیہقی ۲۱۶ جلد ۲، طحاوی شریف ۲۳۳ جلد ۱ میں بالفاظ متقاربہ ہے فلما ارتفعت الشمس صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکعتی الفجر شمر صلی الفجر حضرت عمران بن حصین سے سنن ابی داؤد ۴۴۲ جلد ۱، صحیح مسند رک ۲۴۵ جلد ۱ میں ہے فصلی رکعتین قبل الفجر ثم اقام شمر صلی الفجر حضرت ابی ہریرہؓ سے صحیح مسلم ۲۳۵ جلد ۱، نسائی ۴۳۱ جلد ۱، بیہقی ۲۱۶ جلد ۲، کنز العمال ۲۳۴ جلد ۴ میں ہے صلی سجدتین۔ حضرت ذی نجر سے ابوداؤد ۴۴۱ جلد ۱ میں ہے فرکم رکعتین غیر عجل۔ حضرت ابی ہریرہؓ سے کنز العمال ۲۳۴ جلد ۲ میں ہے صلی رکعتین۔

ان تمام روایات کا حاصل یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں فجر کی رکعتیں پڑھی ہیں، نیز حضرت ابو قتادہؓ سے سنن ابوداؤد ۴۳۱ جلد ۱ میں ہے فصلوا رکعتی الفجر ثم صلوا الفجر۔ طحاوی ۲۳۲ جلد ۱ میں حضرت جابرؓ سے ہے ثم صلوا رکعتی الفجر۔ حضرت عمرو بن امیہؓ سے ابوداؤد ۴۳۱ جلد ۱ میں ہے وصلوا رکعتی الفجر۔ حضرت عمران بن حصینؓ سے طحاوی ۲۳۲ جلد ۱ میں ہے فصلینا رکعتین۔ ان سب روایتوں کا حصول

سے صحیح بخاری ۲۳۱ جلد ۱ میں ہے رکعتی صلی اللہ علیہ وسلم فی السفر رکعتی الفجر ۱۲ ابوالخیر النبی عن خیر لہ



کہا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر انور کے سامنے صحابہ کرام نے سفر میں فجر کی سنتیں پڑھیں۔ حضرت جبر سے نسائی
ملا میں ہے فصلی رکعتین وصلوا رکعتی الغبر یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم اور صحابہ کرام نے فجر کی سنتیں سفر میں ادا فرمائیں۔

بالجملہ سنن وروایہ قبلہ وبعید یہ کا تخصیص سفر بھی نمایاں طور پر ثبوت موجود ہے نیز سیدنا عبد اللہ
بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ابن ماجہ ملا۔ صبح بہاری جلد ثانی قسم اول مساک میں بعینہ استمرار
ہے خرمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوة الحضر
وصلوة السفر فکنا نصلی فی الحضر قبلہا وبعدها
وکنا نصلی فی السفر قبلہا وبعدها۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے حضری نماز اور سفر کی نماز کو فرض فرمایا تو ہم حضری فرض نماز سے پہلے بھی نماز پڑھا کرتے تھے اور بیچے
بھی اور سفر میں فرض نماز سے پہلے بھی نماز پڑھا کرتے تھے اور بیچے بھی۔ اور صحابی کا کنا نفعل فرمانا
محکم حدیث مرفوع میں ہے کما ثبت فی اصول الحدیث۔ نیز سیدنا عید اللہ بن
عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فتوئے مبارکہ بھی یہی ہے۔ طحاوی مساک جلد ۲۳ جلد ۱۵ جلد ۲ میں ہے
والنظم من الیہی فکما الصلوة قبل الصلوة الحضر
وبعدہا حسن فکذلک الصلوة فی السفر قبلہا وبعدها۔
یعنی جیسے نماز حضر کے پہلے اور بیچے نماز سفر ہے ایسے ہی سفر میں فرض نماز کے پہلے اور بیچے نماز پڑھنا ہے
سیدنا فاروق اعظم حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سفر میں سنن قبلہ وبعید ادا
فرمایا کرتے تھے۔ کنز العمال ۲۴ جلد ۲ میں ہے ان عمرو ابن مسعود کا نا یصلیان
فی السفر قبل المکتوبۃ وبعدها۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی
سفر میں ادا کرنا ثابت ہے۔ طحاوی مساک جلد ۲۴ فصلی الظہر رکعتین ثم بعدہا
رکعتین۔ اور خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے صاحبزادے عبید اللہ کو ادا کرتے
دیکھا کرتے تھے اور منع نہ فرمایا کرتے تھے۔ موطا امام مالک مع الشرح جلد ۱ میں بلاغاً ہے ان
عبداللہ بن عمر کان سیری ابن عبید اللہ بن عبد اللہ



یتنفل فی السفر فلا یسکر ذلک علیہ۔ اور منع کیسے فرما سکتے تھے؟
جب کہ خود بھی ادا کر چکے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ادا فرمانے دیکھ چکے تھے جیسے سن ترمذی اور طحاوی
سے مذکور ہوا۔ اور حرمت و کراہت کا تذکرہ بھی قائل نہیں جیسے امام ابو یوسف ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے
ہیں۔ سنن ترمذی ص ۸۲ جلد ۱ میں ہے و معنی من لم یطوع فی السفر قبول
السخیفة ومن تطوع فله فی ذلک فضل عظیم و هو قول اکثر
اہل العلم یختارون التطوع فی السفر یعنی جو سنتیں ادا نہیں کرتے ان کا
مقصود رخصت قبول کرنا ہے (یعنی عزیمت ادا ہے) اور جو ادا کرے تو اس کے لئے ادا میں بہت فضیلت ہے
اور یہی قول اکثر اہل علم کا ہے کہ وہ سفر میں سنتیں ادا کرنا اختیار فرماتے ہیں بلکہ جمہور اہل اسلام اور ائمہ اربعہ
رضوان اللہ تعالیٰ علیہم جملین کا یہی مشرب ہے جیسے شرح صحیح مسلم سے منقول ہو چکا۔ اور کتاب رحمۃ الامم
فے اختلاف الائمہ ص ۴۱ میں ہے ولا یکرہ لمن یقصر التنفل فی
السفر عند ابن خنیفہ و مالک و الشافعی و احمد و
جماہیر العلماء۔ سواء الرواتب و غیرہا۔ اور ایسے میزان شوعانی ص ۸۲ جلد ۱
میں ہے اور یہی ہمارے حضرات اخاف کا مختار ہے کہ مسافر میں مؤکدہ ادا کرے مگر خوف و اضطرار
کی حالت میں کہ مجبوراً ترک ہوں گی اور یہی روایت عبد اللہ بن عمر کا بہترین محل ہے و بہ یتسوق
الدلائل۔

فتاویٰ امام فقیہ انفس قاضی خان ص ۸۲ جلد ۱ میں ہے قال الشیخ الامام
ابوبکر لا یخص لہ فی سترک السنن۔ فتاویٰ مراجعہ میں ہے المسافر
یأتی بالسنن ولا یتکھا الا بعذر بہ افقی شمس
الائمه السرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ فتاویٰ ہندیہ ص ۸۲ جلد ۱ میں ہے
کردری سے اور بحر الرائق ص ۱۳ جلد ۱ میں ہے والمختار انہ ان کان حال
امن و قرار یأتی بہا فانہا شرعت مکملات والمسافر
محتاج الیہ وان کان حال خوف لا یأتی لانہ ترک بعذر



ان تمام فرامین کا خلاصہ یہ ہے کہ مسافر کو مسکنوں کے ترک کرنے کی طاعت نہیں۔ مسافر سننوں کو ادا کرے اور بلا عذر ترک نہ کرے اور مختاریہ ہے کہ مسافر اگر امن و قرار کے حال میں ہے تو سننیں ادا کرے اس لئے کہ فرائض کے لئے تکمیل کرنے والی بنائی گئی ہیں اور مسافر تکمیل کا محتاج ہے۔ اور اگر حالت خوف میں ہو تو ترک کر سکتا ہے۔ یہ ترک مذر سے ہے۔ سبحان اللہ! ہمارے مشائخ کرام کا نظریہ کس قدر بلند ہے۔ نہایت ہی بہترین طریق سے روایات اثبات کے ساتھ روایت ترک کو منطبق بنایا اور نہایت ہی لطیف ترین استدلال کیطرت اشارہ فرما دیا۔ یعنی سنن جب مکملات فرائض ہیں اور مسافر کو بھی ضرورت تکمیل مقیم کے برابر ہے تو وہ بھی ادا کرے کہ سخت ترین اوقات یوم القیامہ میں کامیابی حاصل کرے اور یہ استدلال مرفوع حدیث سنن ترمذی ص ۶۵ جلد ۱ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول ان اول ما یحاسب به العبد یوم القیمة من عمله صلواته فان صلحت فقد افلح و انجح و ان فسدت فقد خاب و غسر فان انتقص من فريضة شیئ قال الرب تبارک و تعالیٰ انظر و اهل لعبدی من تطوع فی کمال بہا ما انتقص من عمل ثم یكون سائر عمله علی ذلک و فی الباب عن تمیم الداری قال ابو عیسیٰ حدیث ابی ہریرۃ حدیث حسن غریب من هذا الوجه و قد روی هذا الحدیث من غیر هذا الوجه الخ متبع الرواة راجع اول مشکوٰۃ میں ہے رواہ ایضاً ابن ماجہ و حسن الحدیث الترمذی و قال غریب من هذا الوجه فسکت علیہ ابوداؤد و المنذری فهو صالح للاحتجاج بہ عندہما و رواہ ایضاً ابوداؤد من روایۃ تمیم الداری معناه باسناد صحیح و فی الباب

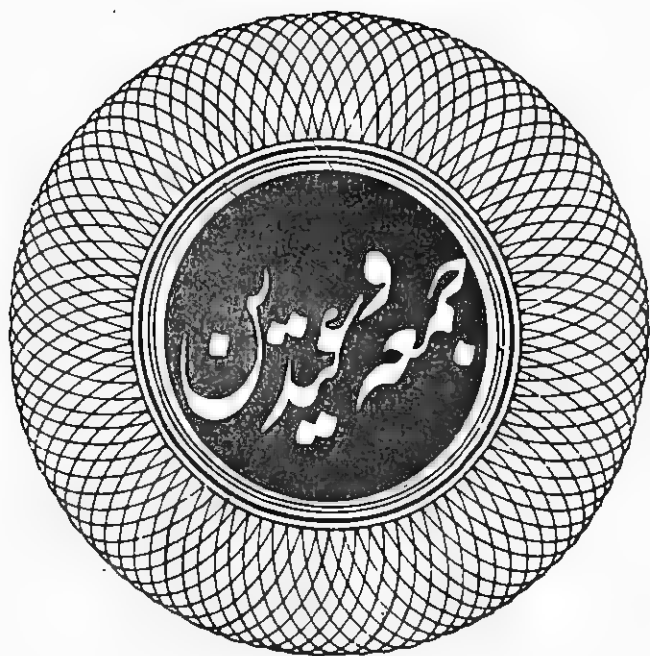


عن انس عند الطبرانی فی الاوسط والاضیاء فی المختارة
فی السراج قال الشیخ حدیث صحیح و عن
عبد اللہ بن قریظ عند الطبرانی فی الاوسط قال
السنذری لابأس یاسنادہ ان شاء اللہ - یعنی حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ
وحضرت انس وحضرت عبداللہ بن قریظ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
فرماتے ہیں بے شک قیامت کے دن بندے کے عملوں سے سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا اگر صحیح
لکلی تو ضرور کامیاب ہوگا اور نہجائے پائی اور اگر غلط لکلی تو ضرور ناکامیاب ہوگا اور نامراد ہوگا۔ پس اگر نفل میں
کمی ہوئی تو اللہ تبارک و تعالیٰ فرمائے گا کہ نظر کر دو کہ کیا میرے بندے کے پاس سنن و نفل ہیں پس مکمل کیا جائیگا
ان سے کمی والا عمل اس کا پھر باقی عمل بھی اسی انداز سے پڑھوں گے۔



جانِ برادر! مقدار ایمان سے کہنا کہ کیا یہ ایک ہی دلیل ایسی نہیں کہ زندہ دل انسان کو منتوں کا
سفر و حضر میں پابند بنائے کہ اس سخت دن میں سخت نامرادی سے نجات پائے اور بارگاہ الہیہ میں عزت و
اکبر حاصل کرے، چہ جائیکہ اس دلیل کے علاوہ دلائل کثیرہ موجود وثبت ہیں اور جانب ترک میں دلیل
حرمت و کراہت نہیں۔ واللہ الہاد علی الحق والصواب والیہ المرجع
والمآب وصلى الله تعالى على من وعد على السنن
بالثواب لكل مؤمن آقاب وعلى اله وكل الاصحاب
ما حرج جواب وقد کتاب۔ وقد بقى الغفایا
فی زوایا الکلام طوینا الکشم عنها الضیق المقام وانجلد
المرام لاولی النهی من الانام والاشارة تکفی ذوی البصائر
والغبی لا تغنی الصفات ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی
العظیم۔

مقرہ الغفران ابو محمد محمد نور اللہ انصاری نقذہ



تفصیل دیباچہ کے معارف کاؤں پچاؤ ولہ سے ۱۲۵ سوالات کے جواب



جمعہ، عرس، گیارہویں شریف، کھانا سامنے رکھ کر
فاتحہ دینے، سالواں، چالیسواں کرنے، قبروں پر قبے
بنانے، استعانت و استمداد بالخلق بعد از وصال، قبر پر
یہ جلانے اور فاتحہ خلف الامام وغیرہ مسائل پر تحقیقی رسالہ

بِإِصْلَافِ الْجَمْعَةِ وَالْعِيدَيْنِ

(رسالہ انوار الفتن الدولہ فی الجوتہ مسئلہ نکاح دولہ)

الاستفتاء

بخدمت جناب مولانا مولوی نور اللہ صاحب طائے دین

السلام علیکم کے بعد آپ کی خدمت میں چند مسائل کی بابت دریافت کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں التماس ہے کہ :-

- نمبر ۱ جمیعہ شریف چھوٹے گاؤں میں جائز ہے یا نہیں؟ قرآن مجید کی آیات سے ثابت تحریر کریں۔
- نمبر ۲ عرس کرنا جائز ہے یا نہیں؟
- نمبر ۳ فاتحہ کا پڑھنا امام کے منکر جائز ہے یا نہیں؟
- نمبر ۴ ختم طعام حاضر رکھ کر پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟
- نمبر ۵ وفات پر ساتواں یا چہلم کرنا جائز ہے یا نہیں؟
- نمبر ۶ قبر خیمہ کا بنانا، گنبد بنانا،

ان مسائل کا آیات قرآن کے ساتھ پوری تصدیق کر کے تحریر کریں جناب کی سرکاری ہوگی، نیز گیارہ سوں کرنا، عرس پر مدد مانگنا، قبروں پر چارخ جلانا جائز ہے یا نہیں؟ داڑھی مون کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ اگر تصدیق

وامام کل دائرہ میں ہوں تو کس کی امامت جائز ہے ؟

آپ کا تبعدار

حافظ عبدالوہاب موضع پختہ ڈوگر تحصیل دیپال پور

ضلع منٹگری



بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله ذي الامر والنهي
والعفو العافي وصلى الله تعالى على النبي النور
المفسر كلماته الكافي وعلى آله التقى الوفي الوافي
واصحاب كلهم ميسرين غير معسرين
بترك عفو الشرع الصافي وان رغم انف الجاهل
الحبافي السافي لخص الشفيع الشافي ليطفوا نور
الله بافواههم والله متم نوره ولو كره الكافرون
وسلم تسليمًا كثيرًا كلما ذكره الذاكرون وغفل
عن ذكره الغافلون ، اما بعد :

سب سے پہلے ایک مقدم ضروری الصدق والضبط سمجھنا ضروری ہے کہ جمیع اجوبہ میں انشاء
الغریب نافع و مفید ہوگا وہی ہذا :-

سرور دہرا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد و ارشاد قرآن کریم ہے حضور پر
کے فرمان پر عمل کرنا فرمان الہی پر عمل کرنا ہے کہ خود خداوند کریم نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے من
یطع الرسول فقد اطاع الله جس نے رسول کا حکم مانا اس نے اللہ کا حکم مانا ہے



۱۷۔ بلکہ میں قرآن پاک کا قرآن جو نافرمان مصطفائی سے ہی معلوم ہوا، (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) وہاں انا شروع افواج العجوبیت۔

۱۸۔ مذہبِ مہذبیت میں نہ چھوٹے گاؤں میں نماز جمعہ ہے نہ بڑے میں بلکہ بڑے شہر میں بھی نہیں جب تک جامع نہ ہو۔ اس پر عارضہ عدول نصوص قرآن و حدیث میں فالت السمع بقلب شہید۔ نماز نظر فرض قطعی ثابت بہ قرآن و حدیث ہے اور اس کی فرضیت قطعاً فرضیت جمعہ سے پہلے کی ہے۔ تو جن جن خصوصیات سے نماز جمعہ وار دین الشارح صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے ان کا لحاظ رکھ کر ضروری ہے کہ قریباً جمعہ مسقط نظر ہو، اسی واسطے تمام اہل اسلام دائرہ کرام کے نزدیک آیت جمعہ میں امر جمعہ کا عموم مخصوص عند البعض ہے۔ وقت خاص و دین اقامت ایسے مکانات جن میں لوگ بیٹے ہوں مرد و زن و بچہ وغیرہ کا ہونا ضروری سمجھتے ہیں گو تعداد جماعت و تعیین وقت و خصوصیت مکانات وغیرہ میں اختلاف ہے مگر نفس جماعت و وقت و مکانات کے شرط ہونے میں ہرگز اختلاف نہیں اور جو عدم مراعات خصوصیات کا دعویٰ ہو وہ جھوٹا ہے۔ اولاً تو ہر ایک مذہب والا خصوصیات کے ساتھ ہی ادا کرتا ہے کہ جماعت و وقت خاص و توطن تو دبا ہی بھی مانتے ہیں تو انکار کا ہے کا ہے؟ ثانیاً بغرض غلط اگر یوں کہے تو اس پر لازم کہ کسی دلیل مستند سے سقوط نظر کا ثبوت دے اور جو احتیاط کی آڑ لیتے ہیں وہ سقوط جماعت کا ثبوت ثبوت دیں۔ قرآن کریم تو جہاد بھی ناذک حالت میں بھی تعلیم جماعت دیتا ہے اور یہ مسجد میں مجتمع جماعت پر قادر ہوتے ہوئے بلا عذر ترک جماعت کرتے ہیں بلکہ جائز و ضروری سمجھتے ہیں قل ہاتوا بربہانکم ان کنتم صدقین۔ آخر یہ آیت جمعہ میں تو نہیں آیا کہ نماز نظر معاف ہے یا ترک کی اجازت ہے۔ کسی حدیث صریح قابل استدلال سے ثبوت دے سکتے ہیں تو دیں۔ بہر حال قطعاً یقیناً آیت جمعہ مکان کے مخ میں اپنے عزم پر ہرگز ہرگز نہیں۔ امام دارالہجۃ مالک علیہ الرحمۃ وغیرہ تمام کے نزدیک عوامی میں جمعہ نہیں کہا سیاقی من الصحیحین ان شاربہ اللہ تعالیٰ۔

امام مطلبی شافعی داحمد علیہما الرحمۃ کے نزدیک یہ شرط ہے کہ ایسی آبادی ہو جس میں چالیس مرد آقا، حافل، بالغ، متمم ہوں جو نہ مردوں میں کوثر کریں نہ گریوں میں۔ یہ تفسیر معالم انشر علی جلد، و غاذاں مشک جلد، میں ہے جن کے مؤلف شافعی المذہب ہیں۔ اور امام انام امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ



کے نزدیک مصر جامع شرط ہے تو معلوم ہوا کہ چھوٹے گاؤں میں جو عوامی کی مانند ہوں جمعہ تمام ائمہ کے نزدیک نہیں۔ ہاں دور حاضر کے سنے مجتہد جائزہ کر لیں تو کوئی تعیب نہیں وہ تو جنگلوں میں بھی پڑھتے ہیں۔ اور فتح القدیر ص ۲۲۱ جلد ۲ میں ہے لایجون اقامتہ فی البراری اجماعاً ومثلہ فی الغنیۃ شرح المنیۃ، تو جس جگہ ہمارے ہاں صحیح ہوگا وہاں ہر ایک کے نزدیک صحیح ہوگا، تو ہم فرض قطعی سے یقیناً سبکدوش ہوئے۔ اور جہاں صرف ان کے نزدیک جائز ہے وہاں کلیاً اجماعاً جواز نہیں تو سبکدوشی فرض قطعی طہر سے اجماعاً کیسے ہوئی؟ اور ہم جمعہ کے فرض قطعی ہونے کے ضرور قائل ہیں مگر صرف امصار جامعہ میں، نہ ہر جگہ فلا یسمع لاحد تعکس السوال علیہ۔

جمعہ تعالیٰ بیاں سے پھل گیا کہ احناف اس قدر زبردست احتیاط کرنے والے ہیں اور ان کی شرط مکان یقینی ہے کہ سب کے نزدیک عموم مکان مخصوص اور شہروں میں پڑھنا اور امر کرنا یقینی طور پر ثابت ہے اور بعض دیہات شتائے عوامی میں جمعہ کا نہ ہونا یقینی اور دیگر بعض دیہات میں حجام کے ہاں ثابت ہے وہ ظنی ہے اور ظنی سے فرض قطعی کی ترک ان کے ہاں آرہی ہے تو یہ مخالف جو آج تک کہا کرتے تھے کہ آیہ جمعہ قطعی ہے اور تم شرط ظنی سے اس کی تخصیص کرتے ہو، وہ الٹا سوال ان پر پڑا والحمد للہ علی التوفیق والافہام وبنعمت تم الصالحات۔

اور جب تمام اہل اسلام کے نزدیک مکان خاص اجماعاً شرط ہے تو احناف پر یہ سوال کہ قرآن کریم کے حکم عام سے تم تخصیص کیوں کرتے ہو باجماع امت نہ رہا کہ اجماعاً ثابت کہ آیت اپنے عموم پر باقی نہیں۔ دوسروں نے قریہ خاصہ سے تخصیص کی اور ہم نے مصر جامع سے اور ہمارا قول بالیقین بالقبول ہے کہ وہی مذہب حضرت مولیٰ مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الاسمی ہے جو آپ کی حدیث موقوف صحیح سے ثابت ہے اور اس حدیث موقوف کو حکم مرفوع کا ہے کہ وہ اپنی طرف سے قرآن کریم کے اس عموم کی تخصیص کس طرح کر سکتے ہیں؟ تفہیم معالم التنزیل ص ۲۱۱ جلد ۲ میں ہے وقال علی بن ابی طالب لاجمعة الا فی مصر جامع۔ فتح القدیر ص ۲۲۱ جلد ۲، غنیۃ المستملی ص ۱۵۵، بحر الرائق ص ۱۲۱ جلد ۲ میں ہے والنظم من الغنیۃ روی ابن ابی شیبۃ عن علی بن



ابن طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اند قال لاجمعة ولا شریق
ولا صلوة فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او مدینة عظيمة
وصححة ابن حزم فی السحلی وروی مرفوعا وهو ضعیف
ولکن الموقوف فی مثل هذا کالمرفوع لانه من شروط العبادة
وهی من احکام الوضع ولا مدخل للرأی فیها۔ اور فتح القدیر میں یہ بھی ہے
ورواه عبد الرزاق من حديث عبد الرزاق السلمي عن علي
رضي الله عنه قال لا شريق ولا جمعة الا في مصر جامع۔ اور اس
حدیث حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معارض کوئی اور حدیث ہے نہیں۔

مخالفین کی سب سے بڑی دلیل حدیث جواثی ہے جو عن انا تل اصلا ان کا مدعی ثابت نہیں کر سکتی
اس حدیث کا محصل یہ کہ مسجد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں جو جمعہ پڑھا گیا اس کے پیچھے پہلا جمعہ جواثی
کی مسجد عبد القیس میں پڑھا گیا۔ اس حدیث کے صحیح بخاری میں یہ لفظ ہیں ان اول جمعة جمعت
بعد جمعة فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
فی مسجد عبد القیس بجواثی من البحرین اور چونکہ بعض روایتوں
میں جواثی کو قریہ کہا گیا ہے چنانچہ ابوداؤد کی روایت میں ہے قریة من قرى البحرین
لہذا وہ اس سے امتنا کرتے ہیں کہ حدیث شریف سے ثابت ہو گیا کہ گاؤں میں جمعہ جائز ہے۔ بلکہ حافظ محمد
لکھوی نے تو اس قدر غلو کیا کہ کہہ دیا کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواثی میں جمعہ پڑھا حالانکہ یہ بھی ثابت
نہیں کر سکتے کہ یہ جمعہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد والا سے شروع ہوا تھا اور نہ ہی یہ ثابت
کر سکتے ہیں کہ حضور جواثی تشریف لے گئے۔ بہر حال یہ استدلال صحیح نہیں کیونکہ جواثی شریف تھا کہ اس میں عامل
بھی تھا، قلعہ بھی، مکانات بھی تھے، غرض شہر کی تعریف اس پر صادق تھی۔ مزاج میں ہے جوائے قلعہ تھا،
نودی علیہ الرحمۃ نے شرح صحیح مسلم جلد ۲ میں نقل کیا ہے، حج قعود فی حبواثی محصرینا،
اور قریہ کہنے سے اس کا گاؤں ہونا ثابت نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اس زمانہ میں قریہ کا اطلاق شہر پر بھی ہوا
کرتا تھا۔ قرآن کریم میں مکہ مکرمہ کو قریہ فرمایا گیا ہے۔ الذین یقولون ربنا



اخرجنا من هذه القرية الظالم اهليها الآية ٥٤ ،
من قريبك الذي اخرجتك ٥٤ ، دونوں جگہ میں قریب سے مراد مکہ مکرمہ
ہے اور قرآن کریم میں مکہ مکرمہ کو شہر بھی فرمایا گیا ہے لا اقسام بهذا البلد وانت
حل بهذا البلد ان دو کلمہ ”بلد“ سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔ اور سورہ النہل میں شہر انطاکیہ
کو قریب فرمایا کہ اصحاب القرية آیا ہے۔ اور اسی رکوع میں اس کو مدینہ بھی فرمایا ہے کہ
حباء من اقصى المدينة الآية اور مدینہ وبلد کا معنی شہر ہے تو معلوم ہوا کہ اس زمانہ میں
شہر کو قریب کہا جاتا تھا تو شہر جو انی کو قریب کہنا ان کا مدعی ثابت نہیں ہو سکتا۔

قطع نظر ازیں اگر یہ حدیث ثابت ہو جائے تو ہماری زبردست دلیل بنے گی اور منافقین کا رد
کرے گی کہ مدینہ منورہ اور جو انی کے درمیان مسافت دراز ہے چنانچہ خود عبدالقیس نے جب مسلمان ہو کر
ایاتھا عرض کیا رسول اللہ! اننا نأتيك من شقة بعيدة وان بيتنا و

بينك هذا الحي من كفار مضروا نا لانستطيع ان
نأتيناك الا في شهر الحرام رواه مسلم في صحيحه ٣٢٠ جلد ١۔ پھر جب مدینہ
منورہ میں جمعہ شروع ہوا تو بعد میں سب سے پہلے جو انی میں پڑھا گیا اور جو قرب و جوار میں آدیاں تھیں ان میں
نہ پڑھا گیا تو معلوم ہوا کہ اگر جو انی بھی گاؤں ہوتا تو اس کا کیا معنی کہ ایک گاؤں میں پڑھا گیا اور دوسروں میں
نہ پڑھا جاتا؟ وکلاً اس حدیث کا بایں معنی ہونا بہت ہی مشکل ہے کہ جو انی والے مسلمان ہو کر شہر میں حاضر
ہوئے تھے۔ نووی علیہ الرحمۃ شرح صحیح مسلم ٣٢٠ جلد ١ میں فرماتے ہیں قال القاضی عیاض
وكانت وفاة عبد القيس عام الفتح قبل خروج النبي
صلى الله عليه وسلم الى مكة ونزلت فريضة الحجر
سنت تسع بعد ما على الاشهر۔ اور فتح مکہ سے پہلے غیر وغیرہ شہر فتح ہو چکے
تھے۔ بلکہ جمع البہار ٥٣٢ میں ہے کہ سنہ ٥ میں آئے تھے تو مکہ مکرمہ بھی فتح ہو چکا تھا تو کیا ان بلاؤں میں
میں جمعہ قائم نہ کیا گیا؟ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اور اس حدیث کے چار اسناد میری نظر میں ہیں اور ہر چار میں ابی
بن طہان ہے جس کی نسبت اقرب میں ہے تکلم فی الارباب۔ بہر نہج یہ ثابت ہوا کہ حدیث حضرت



علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ معارض سے سالم ہے۔

اب قرآن کریم سے دریافت کریں کہ آیا مائت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جائز ہے؟ اور ارشاد ہوتا ہے یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وكونوا مع الصادقین ۶۴، اور یحییٰ ویزحیٰ کا جھگڑا ہے اور قرآن کریم فیصلہ کرتا ہے فلا وربک لا یؤمنون حتیٰ یحکموک فیما شجر بینہم ثم لا یحیدوا فی انفسہم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما (ترجمہ) تو اے محبوب! تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے جھگڑوں میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرماؤ اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سنے مان لیں۔

اب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فیصلہ سنئے ارشاد فرماتے ہیں وسترون اختلافنا شدیداً فعلیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين المہدیین عضوا علیہا بالنواخذ رواء ابن ماجہ ۴۳۷ والترمذی ۲۳۷ ونحوہ یعنی قریب ہے کہ تم سخت اختلاف دیکھو گے تو لازم پکڑنا میری سنت اور میرے خلفائے راشدین مہدیین کی سنت کو نہایت مضبوط پکڑنا اس کو! اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ غفار وراشدین مہدیین سے ہیں نیز اہل قباہ جبر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے ان اهل قباہ كانوا یجمعون مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الجمعة، اور ابی ہاشمی بخاری ص ۱۲۳ جلد ۱ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے کان الناس یتنابون الجمعة من مناہلہم ومن العوالی۔ اور صحیح مسلم میں یہ کلمات ہیں کان الناس یتنابون الجمعة من مناہلہم ومن العوالی نووی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں قوله یتنابون الجمعة ای میأتوا منها قوله من العوالی ہی القری التي حول المدينة۔ تو معلوم ہوا کہ دیہات میں جمعہ نہیں ورنہ یہ حضرات دوسری نمازوں کی طرح جمعہ بھی اپنے دیہات میں قائم کرتے۔ خصوصاً ابن ماجہ کا باب



ما جاء من اين تولى الجمعة ، بخاري عليه الرحمة كباب ما جاء من
اين تولى الجمعة وعلى من تجب في درج كذا اس پر مباحثہ ہوا ہے ۔ صحیح
بخاری شریف ص ۳۷ جلد ۲ میں ہے کہ حضرت ذوالنورین عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عید پڑھائی اور
وہ دن جمعہ کا تھا تو آپ نے فرمایا یا ایہا الناس ان هذا يوم قد اجتمع
لکم فی عیدان فمن احب ان ينتظر الجمعة من اهل
الحالی فلينتظر ومن احب ان يرجع فقد اذنت لہ۔
یعنی اے لوگو! بے شک یہ ایسا دن ہے کہ اس میں تمہاری دو عیدیں جمع ہو گئی ہیں تو جو اہل عوالی سے انتظار جمعہ
پسند رکھے وہ انتظار کرے اور جو واپس ہونا پسند کرے تو میں نے اجازت دی اسے ۲

اس حدیث شریف سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اہل عوالی زمانہ خلفائے راشدین میں بھی جمعہ
مدینہ منورہ میں پڑھا کرتے تھے اور عید بھی ، تو اگر ان کے عوالی میں جائز ہوتا تو وہاں بھی اس فریضۃ اللہ کو ضرور قائم کرتے
اور اتنا تو ذکر ۱۱ البیوع سے بھی سمجھتا ہے کہ جمعہ وہاں ہے جہاں عام طور پر بیع ہوتی ہے۔ اور عام طور پر بیع
شہروں میں ہوا کرتی ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب جو بیان ہوا وہی مذہب حضرت حذیفہ صحابی
وعطاء حسن ونخعی ومجاہد ، ابن یسیرین وسمعون رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے کما فی الغنیۃ۔

۳ مقتدی پر مطلقاً قرآن پاک کا پڑھنا منع ہے ، نہ فاتحہ پڑھ سکتا ہے نہ دوسری سورت۔ قرآن کریم میں
صاف طور پر اس سے منع کیا گیا ہے ، حکم ہوتا ہے و اذا قرأ القرآن فاستمعوا
وا انصتوا لعلکم ترحمون۔ اور جب قرآن پڑھا جائے تو کان لگاؤ اس کی طرف اور
چپ رہو تاکہ دھکم کیا جائے تم پر۔ جب جہر کرتا ہے امام تو استماع ہوگا اور جب آہستہ پڑھتا ہے تو انصات
سکوت ہوگا۔ نسائی کی حدیث ابوہریرہ مرفوعہ میں ہے و اذا قرأ فاستمعوا اور
جب قرآن پڑھے امام تو چپ رہو۔ یہ حکم عام ہے اور یہ حدیث مرفوعہ ابن ماجہ میں بھی یہ روایت ابوہریرہ و ابوہریرہ
اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہے۔ باقی رہی وہ حدیث جس میں آیا ہے لاصلوۃ لمن لم
یقرأ بام القرآن اس کا جواب بالکل واضح اور بے غبار ہے کہ امام کی قرات مقتدی کی قرات
ہے۔ تو جب امام نے الحمد شریف پڑھا تو مقتدی کا پڑھنا شرعاً حاکم ثابت ہو گیا۔ نسائی شریف میں حدیث ابوہریرہ



کے اخیر میں ہے ما ارى الامام اذا اام القوم الا قد كفاهم او قول به ان
مقبول ہے مندا امام احمد فضل وابن ماجہ میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے قال رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من كان له امام فقرأه الامام
قراءة له وفي ابن ماجہ له قراءة بتقديم له "شرح الآثار میں حمادی
علیہ الرحمۃ نے حضرت عبداللہ بن عمر و زید بن ثابت و جابر بن عبداللہ کا فرمان روایت فرمایا ہے لا تقرأ
خلف الامام فی شیء من الصلوة۔

ج ۲۲۲ اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے کہ اصل اشیا میں اباحت ہے یعنی جب تک دلیل حدیث
کراہت نہ آئے کوئی چیز حرام و مکروہ نہیں ہو سکتی۔ اس مدعا پر دلائل واضح آیات و احادیث سے صریح چند پر
اختصاراً اقتصار کیا جاتا ہے۔ سنئے۔

مولے تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے لا تسئلوا عن اشياء ان تبدلکم
تسؤلکم وان تسئلوا عنها حین میزل القرآن تبدلکم
عفا اللہ عنہا و اللہ غفور رحیم ہ (ترجمہ) اے ایمان والو! ایسی چیزیں نہ
پوچھو جو تم پر ظاہر کی جائیں تو تمہیں پری لگیں اور اگر انہیں اس وقت پوچھو گے جب قرآن اتر رہا ہو تو تم پر ظاہر
کردی جائیں گی، اللہ انہیں معاف کر چکا ہے اور اللہ بخشنے والا حلیم ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ایسی چیزیں جن
کی حرمت کسی نص سے ثابت نہیں وہ معاف ہیں یہی ہمارا مدعا ہے۔

تفسیر خازن جلد ۲ میں ہے عن سلمان قال سئل رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم عن اشياء فقال الحلال ما احل اللہ حق
کتابہ و العرام ما حرم اللہ فی کتابہ و ما سکت عنہ
فہو مما قد عفا عنہ فلا تتکلفوا و عن ابی ثعلبۃ الخشعی
ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ان اللہ تعالیٰ
فرض فرائض فلا تضعوها و حدد ودا فلا تعتدوها
و حرم اشياء فلا تقربوها و ترک اشياء من غیر نسیان



فلا تبعضوا عنها هذان الحديثان اخرجهما في حياض
الاصول ولم يعنهما الى الكتب الستة۔

سنن ابن ماجہ ۲۴۹ میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث اول با این نظم ہے
الحلال ما احل الله في كتابه والحرام ما حرم الله في
كتاب وما سكت عنه فهو مما عفا عنه وروی نحوه
الترمذی عن مرفوعاً ايضاً مشکوٰۃ شریف ۳۶۲ میں البرد او دے بروایت
ابن عباس ہے قال كان اهل الجاهلية ياكلون اشياء وينزكون
اشياء تقذروا فيعث الله نبيه وانزل كتابه واحل حلاله
وحرم حرامه فما احل فهو حلال وما حرم فهو حرام
وما سكت عنه فهو عفو وتلا قل لا احب فيما اوحى
الى محرما على طاعم يطعمه الا ان يكون ميتة الآية
تفسير ۲۵۹ جلد ۲ وکان عبید بن عمر یقول ان الله احل وحرم
فما احل فاستحلوه وما حرم فاجتنبوه وترك بين
ذلك اشياء لم يحللها ولم يحرمها فذلك عفو من
الله تعالى ثم يتلوه هذه الآية وقال ابو ثعلبة الخشني
ان الله تعالى فرض الحديث نحو ما مر من المشكوٰة
والخازن ونحوه (معالم ۸۲)

ان تمام احادیث اور عبارات تفسیر کا ماحصل یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو قرآن کریم میں حلال فرمایا
ہے وہ حلال ہے اور جسے حرام فرمایا ہے وہ حرام ہے اور جن چیزوں کا بیان نہ فرمایا وہ معاف ہیں۔ اللہ
تعالیٰ نے قرآن میں مقرر فرمائے تو ان کو مٹائے نہ کرو، اور کئی چیزوں کو حرام کیا ہے تو ان کے قریب نہ جاؤ
اور حدود مقرر فرمائے ہیں تو ان سے تجاوز نہ کرو اور کئی چیزوں کے بیان کو ترک کیا تو ان سے بحث نہ کرو
یعنی اس لئے کہ وہ معاف ہیں، ان کا کرنا نہ کرنا برا ہے بدلاتہ هذه الاحادیث و



ما فی معناہ اکثراً۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بیان بیان الہی اور
تفسیر قرآن کریم ہے کما نص علیہ الاثمت۔ نیز ارشاد و ردیف درجیم ہے وما
کان اللہ لیضل قوماً بعد اذ ہدٰہم حتی یمین لہم
ما یتقون ان اللہ بحمل شیئ علیہ (ترجمہ) اور شان الہی نہیں کہ کسی قوم کو گمراہ
فرمائے اور ان پر گمراہی کا حکم لگائے پیچھے ہدایت فرمائے ان کے یہاں تک کہ بیان فرمائے ان کے لئے ان
چیزوں کو جن سے بچنا ضروری ہے ان پر، بے شک اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

تو بہن طور پر ثابت ہوا کہ جس چیز کا عدم جواز شرعاً مطہر سے ثابت نہیں وہ ممنوع نہیں ہے
جائز ہے۔ اور کوئی یہ وہم نہ کرے کہ وہاں فلاں حادثہ فلاں صورت زمانہ نزول قرآن میں نہ تھی لہذا اس کا
حکم بیان نہ فرمایا کہ ان اللہ بكل شیئ علیم بے شک اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے واقعات و
حوادث آئندہ تمام کے تمام اسے معلوم ہیں اور مہود مہول کو اس کی بارگاہ اقدس تک ہرگز نہ رسائی و
نسبت نہیں ہو سکتی، تو جس چیز سے منع نہیں فرمایا اسے جائز و مباح قرار دیا۔ تفسیر کبیرہ جلد ۱۳ میں
ہے و بین انہ تعالیٰ لا یواخذہم بعمل الا بعد ان
یمین لہم انہ یجب علیہم ان یتقوا و یحترزوا عنہ
ونحوہ فی الخائن مثلاً جلد ۳۔ نیز قازن مثلاً جلد ۱ میں ہے و هو ان یقدم الیہم
النہی عن ذلک الفعل فاما قبل النہی فلا یرج علیہم فی فعلہ
ومثلاً فی المعالم مثلاً جلد ۳۔ صاوی علی الجلالین مثلاً جلد ۲ میں ہے
فبین انہ تعالیٰ انہ لا یواخذ احد ابذنب الا بعد
ان یمین حکمہ فی۔

خداوند قدوس کا فرمان تو سن چکے کہ وہ معاف فرما چکا ہے، گرفت نہیں فرماتا، مگر اسی کا حکم
نہیں لگتا جب تک نہ آئے مگر عجب کہ وہاں یہ اتنے دلیل ہیں کہ بات بات پر مسلمانوں کو گمراہ جگہ شریک و
کافر کہہ دیتے ہیں اور ہر چیز میں ہی مطالبہ کرتے ہیں کہ اس کا جواز دکھاؤ حالانکہ جس سے منع کرتے ہیں اس چیز
کے منع ہونے کا ثبوت ان پر لازم کہ جب تک ثبوت نہ ہو منع نہیں ہو سکتا کہ شرع میں غیر منہی عنہ جائز ہے



ایسے کے حق میں قرآن کریم کا یہ فتوے ہے ولا تقولوا لما تصف السنتک
الکذب هذا لال و هذا احرام لتفتروا علی اللہ الکذب
ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون . متاع
قلیل ولهم عذاب الیم . پلا ۲۱۔

نیز جس طرح جواز بدون احادیث شرع نہیں، اسی طرح منع بھی بدون منع شرع نہیں تو یہ ان کی
بے انصافی کی اپنی دلیل بیان نہیں کرتے، انہی مطالبہ ہم سے کرتے ہیں۔ شرع مطہر سے اباحتِ اصلہ کا ثبوت
منہایت خوش اسلوبی سے ہم نے پیش کر دیا، مانع پر لازم کہ دلیل منع بیان کرے۔ جب یہ قاعدہ مہمد ہو چکا
تو اب اثبات مسئلہ میں سے ہر ایک کا تفصیلی جواب نہیں۔

ایسا عرض اہل اللہ جو منہیات شرعیہ سے مبرا ہو اس میں عموماً یہ امداد ہوتے ہیں :-

(۱) زیارتِ قبر ولی اللہ و دیگر قبور کہ اس جگہ عموماً ہوتے ہیں۔

(۲) استغاضہ از صاحبِ عرس۔

(۳) اجتماع عامہ مسلمین و صلحاء و علماء۔

(۴) ملاقاتِ برادرانِ اسلام و سلام و مصافحہ۔

(۵) زیارتِ صوفیاء و صلحاء و علماء۔

(۶) وعظ و ہدایتِ عوام۔

(۷) اطعامِ طعام اور ان چیزوں سے شریعتِ مطہرہ میں ممانعت نہیں تو جائز ہوئیں بحکم قاعدہ مہمدہ
ہاں ہاں صرف یہی نہیں کہ شرع نے منع نہیں فرمایا بلکہ جائز فرمایا صرف جائز ہی نہیں بلکہ مستحب و مندوب و
مأمور بہا بنایا ہے۔

(۱) امام مسلم اپنی صحیح مسند ۳ جلد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ نبی اکرم صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا زوروا القیور فانہا تذکرکم الموت و
نحوہ ابن ماجہ عنہ و فی اخرہ بدل الموت الاخرۃ
ونحوہ الترمذی عن سلیمان بن بريدة۔ امام مسلم حضرت پریدہ



سے راوی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کثرت نہایت کم عن زیارة القبور فنزوروها ونحوہ النسائی عن مسدد جلد ۱ وابن ماجہ مثلاً عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بزیارة فانہا تنہد فی الدنیا وتذكر الاخرة۔

(۲) اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلة وحباہدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون ہ صاوی علی الجبالین ص ۲۳۵ جلد ۱ میں ہے ومن جملة ذلك محبة انبیاء اللہ واولیاءہ والصدقات وزیارة احباب اللہ وكثرة الدعاء وصلات الرحم وكثرة الذکر۔

شیخ عقیق عبدالحق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اشعۃ المعات میں حضرت امام غزالی سے ناقل کہ وہ فرماتے ہیں ”ہر کس کو اتنا ذکر وہ شود بوسے درجات استمداد کردہ میشود بوسے بعد از وفات“ اور انشاء اللہ استفاضہ و استمداد کا بیان ثانی جواب سوال دوم میں آئے گا۔

(۳) شکوۃ شریف ص ۳۲۶ میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ قال اللہ تعالیٰ وجبت محبتی للمتحابین فی والمتحاب للسنین فت والمتزاورین والمتبادلین فی۔ یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے ثابت ہوئی محبت میری ان کے لئے جو ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں میرے لئے اور ان کے لئے جو ایک دوسرے کے لئے قریح کر سکتے ہیں میرے لئے ہوا ہ مالک۔ نیز اسی میں بروایت ابی موسیٰ اشعرے رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مثل الجلیس الصالح والسوء کجامل المسک ونافخ الکیر فجامل المسک اما ان یعذیک واما ان یتبتاع منہ واما ان تعبد منہ ریحا طیبہ ونافخ الکیر اما ان یحرق شیاک واما ان تجدد



من مایعاً خبیثاً متفق علیہ۔ مشکوٰۃ شریف ص ۳۴ میں بروایت احمد و ترمذی و ابوداؤد و ابن ماجہ و دارمی ایک حدیث طویل میں ہے ان العلماء و مرثیۃ الانبیاء کہ بے شک علماء و مرثیۃ الانبیاء کے ہیں؟

(۴) مشکوٰۃ شریف ص ۳۲ میں یہی ہے کہ فرمایا ابوہریرہؓ نے کہ میں حاضر تھا نہ مت اللہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بے شک بہشت میں یا قوت کے سنون ہیں جن پر زبرد کے بالا خانے ہیں، ان کے دروازے کھلے ہوئے ہیں، چمکتے ہیں جیسے ستارہ روشن چمکتا ہے۔ پس صحابہ نے عرض کی کہ ان میں کون لوگ ہیں گے؟ تو فرمایا آپ نے المتحابون فی اللہ و المتحابون فی اللہ و المتلاقون فی اللہ یعنی وہ لوگ ہیں جو اللہ عزوجل کے واسطے ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں اور اللہ کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھتے ہیں اور ایک دوسرے کی ملاقات کرتے ہیں اللہ عزوجل کے لئے؟

مشکوٰۃ شریف ص ۳۹ میں بروایت امام مسلم ابوہریرہؓ سے ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ تم بہشت میں داخل نہ ہو گے اس حد تک کہ ایماندار نہ ہو اور کامل ایماندار نہ بن سکو گے اس حد تک کہ ایک دوسرے کے ساتھ دوستی رکھو۔ اور کیا میں تمہیں وہ چیز بتاؤں کہ جب اس کو کر دو تو ایک دوسرے کے دوست بن جاؤ، آپس میں عام کرو سلام کو۔ مشکوٰۃ شریف ص ۳۴ میں بروایت احمد و ترمذی و ابن ماجہ ہزار بن عازب سے ہے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ماہن مسلمین یلتقیان فیتصافحان الاغفر لہما قبل ان یتفرقا کہ جب دو مسلمان ملاقات کریں اور مصافحہ کریں تو جدا ہونے سے پہلے ان کے گناہ ضرور معاف ہو جاتے ہیں؟

(۵) ثبوت گورچکا۔

(۶) قرآن کریم میں ہے کنت خیر امت اخرجت للناس تأمرون بالمعروف و تنہون عن المنکر و تؤمنون باللہ ربکم، مشکوٰۃ شریف ص ۳۲ میں صحیح بخاری سے بروایت عبداللہ بن عمرؓ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلخوا عنی و لو ایتہ میری طرف سے پہنچاؤ اگرچہ ایک ایت ہی؟



(۷) قرآن کریم میں ہے و ہمارا قنہم ینفقون پالم ؟ اور ہمارے دے گئے دزق سے خرچ کرتے ہیں " نیز ہے ویطعمون الطعام علی حب مسکینا ویتیمنا و اسید ایتھ ۱۶ اور کھانا کھاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین، یتیم، امیر کو " مشکوٰۃ شریف ۲۹۷ میں صحیح مسلم سے ہدایت عبداللہ بن عمرو ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کون سا اسلام اعمال اسلام بہتر ہے؟ فرمایا کہ کھائے تو کھانا اور کپے تو سلام جس کو پہچانے اور جس کو پہچانے " تو جب عرس کے اجزاء و افراد کی مشروعیت انفراداً ثابت ہوئی تو اجتماعاً ضرورتاً ثابت ہوگی کہ عبادت ایک دوسرے کے قائل کرنا نہیں بن سکتیں۔ ہاں ایک اور چیز بھی مانعین کو دھوکا دے رہی ہے یعنی عدم جواز تعین، کہ وہ کہتے ہیں معین کر کے مستحب کام کا ادا کرنا جائز نہیں، ممنوع ہے، اور عرس معین کر کے کیا جاتا ہے لہذا منع ہوا۔ مگر ان کا یہ قاعدہ عدم جواز تعین محض کھوکھلا اور بے بنیاد ہے۔ جن اشیاء کی مشروعیت مطلقاً شرعاً مطہر سے ثابت ہے وہ تعین حضرت رساں نہ ہوگی کہ مطلق معین وغیر معین دونوں کو شامل ہے تو دونوں صورتوں میں مشروعیت ثابت ہوگی ورنہ لازم آئے گا کہ وہ مطلق مطلق نہ رہے بلکہ مقید بعدم انشعاب بن جائے۔ اور یہ جائز نہیں کہ مطلق کو اپنی طرف سے مقید کیا جائے۔ اتفاق چارہاں میں ہے یہ بھی المطلق علی اطلاقہ انفس کہ معبود حقیقی جو اپنے فضل و کرم سے ثواب دینے والا ہے وہ تو مطلق کام پر وعدہ ثواب کرے اور یہ لوگ اپنی طرف سے حاشیہ آرائی کریں کہ ثواب تب ہوگا اگر مقرر کر کے دے کرے۔ اور مقرر کر کے کرنے میں ثواب نہیں بلکہ الٹا گناہ و عذاب ہے ان ہذا الاختلاق۔

فدا و بدو بوج و قدوس ارشاد فرماتا ہے و ماتقدوا لانفسکم من خیر تجدوہ عند اللہ ان اللہ بما تعملون بصیر یعنی جو بھلا کام اپنی جانوں کے لئے آگے بھیجے گے اسے اللہ کے نزدیک پاؤ گے، اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے " نیز فرماتا ہے فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یمسہ اللہ لینی جو ایک ذرہ بھلائی کرے اسے بھیجے گا " تو تعین کی قید کہاں سے لاتے ہیں؟

یہاں تک مدنی تو ثابت ہو چکا مگر ہم قرآن و حدیث سے بالخصوص جواز تعین کا ثبوت بھی دکھاتے ہیں کئی نفعین کی سبکی بھی بند ہو جائے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے خاص بندوں کی تعریف میں ارشاد فرماتا ہے



و الذین فی اموالہم حق معلوم یؤتہ یعنی وہ لوگ جن کے مالوں میں حق معلوم ہے " تفسیر کبیر ۲۱۲ جلد ۱، تفسیر خازن ۱۲۶ جلد ۱ میں ہے و النظم من الخازن و قیل ہی صدقة التطوع و ذلک بان یوظف الرجل علی نفسه شیئاً من الصدقة یشربہ علی سبیل البندب فی اوقات معلومت لینے ایک قول یہ ہے کہ حق معلوم سے مراد صدقہ نفل ہے اور باہر طوط کہ مقرر کردہ بندہ اپنے اوپر صدقہ جو استحبائی طور پر کرے مقرر وقتوں میں " صحیح بخاری ۳۷۸۱ جلد ۱ میں حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر روز صبح و شام صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دولت سرا میں تشریف فرما ہوا کرتے تھے ان عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت لم اعقل ابوی الا وہما یدینان الدین و لم یمر علینا یوم الا یتینا فیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طرفی النہار بکرة و عشیا۔ نیز صحیح بخاری شریف ۳۱۲۴ جلد ۱ میں حضرت کعب بن مالک سے مروی کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی سفر میں تشریف لے جاتے تو عمر فارغ غنیمت کے دن تشریف لے جاتے ان کعب بن مالک یقول لعلمنا کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا خرج فی سفر الا یوم الخمیس۔ نیز اسی میں انہی سے مروی کہ آپ غنیمت کے دن تشریف لے جانا پسند فرمایا کرتے تھے و کان یحب ان یشرح یوم الخمیس۔ نیز ترمذی شریف ۲۳۳۳ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی کہ جب حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کبھی خدمت اقدس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوتیں تو آپ ان کے لئے قیام فرماتے اور بوسہ محبت دیتے اور بٹھاتے ان کو اپنی مجلس پاک میں اور جب کبھی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لیجاتے تو کھڑی ہو جاتیں اپنی مجلس سے اور ادب سے چہرہ کر اپنی مجلس میں بٹھاتیں حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو " قالت و کانت اذا دخلت علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قام الیہا فقبلہا و اجلسہا فی مجلسہ و کان النبی



صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا دخل علیہا قامت من مجلسہا فجلست فی مجلسہا۔ صحیح بخاری شریف جلد ۱۵ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں پہنچ کر تشریف فرما ہوا کرتے تھے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی، کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یأتی مسجداً کما کمل سبت ما شیا او کبا وکان عبد اللہ بن عمر یفعل۔ صحیح بخاری شریف جلد ۱۶ میں ابی داؤد سے مروی کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر جمعہ کو وعظ فرمایا کرتے تھے کان عبد اللہ یذکر الناس فی کل خمیس۔ صحیح بخاری شریف جلد ۱۸ میں حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ ایک صحابی ہر جمعہ کے روز صحابہ کرام کو بعد از نماز جمعہ مختصر سی دعوت کھلاتی تھی کہ چغندر کو ٹکڑی میں ڈالتی اور مٹی بھر جو کانا اوپر سے ڈالتی تو یہ بھی کھلایا کرتی تھی اور ہم اس طعام کے لئے روز جمعہ کی آرزو کیا کرتے تھے فكانت اذا کان یوم الجمعة تنزع اصول السلق فتجعلہ فی قدر ثم تجعل علیہ قبضۃ من شعیر تطحنہا فتکون اصول السلق عرقہ وکنا ننصرف من صلاة الجمعة فنسلم علیہا فتقرب ذلک الطعام الینا فنلحقہ وکنا نسمی یوم الجمعة لطعامہا ذلک۔

یہ حدیث صحیح بخاری کے جلد ۱۶ اور مسند جلد ۲ میں بھی ہے اور ان دونوں جگہوں میں "تم نہاھا" زیادہ ہے تو اس حدیث نفیس سے دعوت بتعین الیوم اور تعین قسم طعام اور تعین زیارت و سلام عمومی ثابت ہے۔ صحابہ دعوت کرنے والی تھی اور صحابہ کرام کھانے والے تھے اور ان کو شبہ عدم حوا کر کا وہم بھی نہ ہوا۔ تفسیر کبیر ص ۲۰ جلد ۵، تفسیر ارشاد اقل ص ۱۵ جلد ۱ میں ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال نفیس نفیس نبوہ شہدائ کی طرف تشریف لے جاتے اور خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ہر سال تشریف لے جایا کرتے تھے والنظم للامام قسطل الدین الرازی وعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ یأتی قبور



الشہدار داس کہل عول فیقول السلام علیکم بما صبرتم
فنعیم عقبی الدار والنفلاء الا بعتہ هكذا کانوا یفعلون
جنوب القلوب شریف ۱۹۴ میں ہے ”وہ خبر است کہ حضرت علیؑ کے لئے ہر سال بوقت شہداء احد
کی آمد و می فرمود سلام علیکم بما صبرتم فنعیم عقبی الدار“

غور سے دیکھا جائے تو یہ عرس کا خاص جزئیہ ہے۔ یہاں تک جو اہل تعین اجزائے عرس کا بیان تین
ہے مگر دلیل عام اول کی طرح ایک اور دلیل بھی سنئے کہ مدہا مسائل کا فیصلہ بوجہ واضح ہو جائے اور وہ یہ ہے
کہ عبادات مستحبہ کو اوقاتِ معینہ میں یا تعین کرنا مطلقاً جائز و مستحب متل ہے جسے اللہ جل جلالہ خود اور اللہ
کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہت پسند فرماتے ہیں صحیح بخاری شریف جلد ۱، ابن ماجہ ص ۳۲۲،
نسائی شریف میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے تو
ان کے پاس ایک بی بی تھی تو آپ نے فرمایا یہ کون ہے؟ عرض کیا فلاں، جو سوتی نہیں اپنی نماز کا ذکر کرتی ہے
پس فرمایا آپ نے چپ رہو، عمل میں سے اپنے مقدور کو لازم پکڑ دیکر اللہ کی قسم کہ اللہ عزوجل ثواب دینا بند نہیں
کرتا جب تک تم کہتا نہ جاؤ۔ اور بہت پیارا اعمال دین سے حضور کو وہ عمل تھا جس پر دوام ہو۔ نسائی شریف
میں یہ کلمات ہیں ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دخل
علیہا وعندها امرأۃ فقال من ہذہ قالت ثلاثۃ
لا تنام تذکر من صلاتہا فقال ما علیکم من
العمل ما تطیعون فواللہ لا یسل اللہ عن وجہل حتی
تملوا وکان احب الدین الیہ ما دام علیہ صاحبہ

صحیح بخاری شریف جلد ۱، ابن ماجہ ص ۳۲۲ میں ہے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مرق علیہ الرحمۃ نے سوال کیا
کہ کوئی نماز نہیں کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ بہت پیارا تھا فرمایا ہمیشگی والا، قال سألت عائشۃ
امی العمل کان احب الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
قالت الدائم۔ اور بیہی بخاری کے ۹۵۴ جلد ۲ میں بھی ہے صحیح مسلم شریف جلد ۲، ابن
ماجہ ص ۳۲۲ میں ہے کہ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے



مرض کی گئی کہ کوئی ناکل اللہ تعالیٰ کو بہت پیارا ہے؛ فرمایا ہمیشگی والا اگرچہ تھوڑا ہو ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سئل ای العمل احب الی اللہ قال ادومہ وان قل ومثله فی صحیح البخاری مشہور جلد ۲ نیز صحیح مسلم شریف جلد ۳۶۵ میں حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایا کرتے کہ اعمال میں سے مقدور بھرا اختیار کرو کہ بے شک اللہ تعالیٰ ثواب دنیا و آخرت دونوں کو تمہاریلے کرے کہ تم خود اسکا جاؤ اور فرمایا کرتے تھے کہ بہت پیارا عملوں کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ عمل ہے جس پر عمل کرنے والا ہمیشگی کرے احب العمل الی اللہ تعالیٰ ما دام علی صاحبہ وان قل ونحوہ فی مشہور ۳۶۵ وفیہ زیادۃ وکان ال محمد صلی اللہ علیہ وسلم اذا عملوا عملا اشتہوا ابن ماجہ ۲۲۲ میں حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ سب عملوں سے پیارا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ نیکی تھی جس پر ہمیشگی کرے بندہ اگرچہ تھوڑا ہو وکان احب الاعمال الی العمل الصالح الذی یدوم علی العبد وان کان یسیرا نیز ابن ماجہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسے عمل کی خواہش کرو جس پر دوام کی طاقت ہو تمہیں اس لئے کہ بہتر عملوں کا ہمیشگی والا ہے اگرچہ تھوڑا ہو اکلوا من العمل ما تطیقون فان خیر العمل ادومہ وان قل اور یہ ارشادات اعمال متدورہ یا واجبہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ مطلق ہیں اور مطلق اپنے اطلاق پر رہا کرتا ہے نیز ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نماز نافلہ کے متعلق یہی فرمادی ہیں کہ صحیح مسلم جلد ۲ میں ہے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کیا گیا ان دو رکعتوں سے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صبح سے پہلے پڑھا کرتے پھر کسی عارضے سے روگئیں تو آپ نے ان کو عصر سے پیچھے پڑھا پھر ہمیشگی فرمائی ان پر اور جب آپ کسی نماز کو پڑھتے تو ہمیشگی فرماتے تھے فتاویٰ کان یصلیہما قبل العصر

سہ اداک رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب عمل کرتے تھے ثابت کر لیتے تھے ۱۲ منظرہ



ثم استدل بغيره ما اورد فيهما فصولهما بعد العصر
ثم اثبتهما وكان اذا صلى صلوة اشتهى قال يحيى بن
ايوب قال اسماعيل يعني الدوام عليها ونحوه ف
الفسلحى ٩٠ جلد ١.

دیکھو صراحتہ ثابت ہو گیا کہ نماز نافلہ پر دوام فرمایا کہ وہ رکعتیں پہلی دفعہ کو نقصانے سنت نہیں
مگر صرف ایک دن اور آئندہ نفل نہیں۔ بلکہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نفل کا نام ہی
سنت ہے تو یہ نفل عبادت پر دوام بنا۔ اور شیخہ صحیح بخاری شریف ۱۵۲ جلد ۱ میں ہے کہ حضرت صدیق
رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی شکر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ضرور چھوڑا کرتے تھے کسی
عمل کو حالانکہ آپ دوست رکھتے تھے اس کے کرنے کو بہ بدعت اس بات کے کہ عمل کریں ساتھ اس کے
لوگ پس فرض کیا جائے ان پر قالت ان كان رسول الله صلى الله تعالى على
عليه وسلم ليدع العمل وهو يجب ان يعمل خشية
ان يعمل الناس فيفرض عليهم۔ اور یہ بھی یقیناً نوافل ہی میں تھا کہ ترک واجب
نہی ضرور بلکہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صحابہ کرام کی طرف قیام رمضان کے لئے تشریف آوری
ترک فرمائی تو یہ فہر فرمایا کہ میں نے تشریف لانا اس لئے ترک کیا کہ تم پر فرض کا خطرہ تھا

صحیح بخاری شریف ۱۵۲ جلد ۱ اور صحیح مسلم شریف ۲۵۹ جلد ۱ میں ہے ثم اجتمعوا
من الليلة الثالثة او الرابعة فلم يخرج اليهم رسول الله
صلى الله عليه وسلم فلما اصبح قال قد مرايت الذي
صنعت فلم يمنعني من الخروج اليكم الا افي خشيت ان يفرض
عليكم قال وذلك في رمضان۔ پس اس وئس کی طرح واضح و لا محجہوا کہ عبادت مستحبہ
بالتبعین بہت محبوب ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تو مانعین پر لازم کہ محبوب
ترین غذا اور رسول خدا کو ممنوع و حرام نہ کہیں واللہ العا دى۔ ہاں اگر کسی ایک عبادت کے کفایں
وقت میں کر نیسے شرع منع کرے تو اس عبادت کو اس وقت میں کرنا جائز نہیں نہ مطلقاً نہ معتین، جیسے نماز



طلوع و استواء و غروب کے وقت اور اگر کسی عرس کے موقع پر کوئی کام غیر مشروع کوئی شخص کرے جیسے ناجائز کشتیاں کھلے بندوں تواری وغیرہ تو اس کام کا ازالہ از حد ضروری ہے مگر اس کی وجہ سے عرس حرام نہ ممنوع نہیں ہو سکتا چنانچہ بیاہ شادی جسے عربی میں عرس کہا جاتا ہے اس میں بھی لوگوں نے کئی ناجائز کام گھڑولی وغیرہ داخل کر لئے ہیں تو ان کی وجہ سے نفس شادی حرام نہیں ہو سکتی بلکہ ان کا ازالہ از حد ضروری ہے اور اس کی نظر بہت میں۔

ہاں اگر کوئی عرس محض اس غرض سے شروع کیا جائے کہ اقبال مرہ کا رسید بنایا جائے چنانچہ آجکل کمی بیشی چیرس نوش از ذائقہ منگوں نے محض پیٹ پروری کی غرض سے کئی مصنوعی عرس بنائے ہوئے ہیں جن میں اعمالِ صالحہ مذکورہ سے کوئی ایک برائے نام ہی ہوتا ہے اور وہ بھی ناجائز طریق پر، اور علمائے کرام کے پکے دشمن ہوتے ہیں، تو ایسا مصنوعی عرس یقیناً ممنوع اور واجب الازالہ ہے کہ یہ عرس ہے ہی نہیں، محض فریب و مکر اور بہانہ پیرس نوشی و حرام کوشی ہے مگر حاشا دکھائیے مصنوعی عرسوں کی وجہ سے اس طرح کرام و نواں اللہ علیہم اجمعین ہرگز ناجائز و ممنوع نہیں ہو سکتے۔ مولیٰ عزوجل ارشاد فرماتا ہے لا تذروا ذرۃ و ذن اخذی۔ لہما کسبت و علیہا ما اکتسبت۔

مک طعام حاضر رکھ کر پڑھنا شرعاً جائز ہے جس کے حوازیں اصلاحات و تشیہ و ریب کو راہ نہیں کہ جب شرع مطہر نے منع نہیں فرمایا تو مجھ اباحت علیکم از کم مباح ضرور ہوگا اور مباح نیت صالحہ سے مستحب و عبادت بن جایا کرتا ہے کہ انما الاعمال بالنیات و صرح بہ حمی الدین النووی فی شرح صحیح مسلم و القاضی عیاض فی کتاب الشفاء وغیرہما فی غیرہما۔ سوال میں تخصیص حضور طعام سے مفہوم ہوتا ہے کہ اگر طعام حاضر نہ ہو تو سائل کو اس کے جوازیں شک و شبہ نہیں لہذا ہم اطمینان سائل کے لئے طعام کو حاضر رکھ کر پڑھنا ثابت کرتے ہیں۔

صحیح بخاری شریف جلد ۳۴، جلد ۳۵ میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی کہ فرماتے ہیں کہ میرے باپ نے شہادت پائی حالانکہ ان پر قرض تھا پس پیش کیا میں نے ان کے تمام قرض خواہوں



پر کہ تمام نازہ کمجوریں تمام قرضوں کے بدلے ہیں تو انہوں نے انکار کیا کہ ان کو کمجور کہم معلوم ہوئی تو میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ جب کمجوروں کو کاسٹ کر کلیان میں لے کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اطلاع کرنا تو آپ تشریف لائے اور آپ کے ساتھ ابو بکر و عمر بھی تھے تو حضور کمجوروں پر بیٹھے اور دعائے برکت فرمائی۔ پھر فرمایا فرخندادوں کو بلا کر پورا پورا ادا کر دو تو میں نے ہر ایک کا قرض ادا کر دیا جو میرے باپ پر تھا اور تیرہ دس سچے (الحمد للہ) کلمات استدلالیہ ہیں

فجلس علیہ فدعا بالبرکۃ۔ بحوالہ جلد ۲ ص ۵۸ ۳۶۷

صحیح بخاری شریف جلد ۳۳ میں ہے کہ ایک غزوہ میں صحابہ کرام کے خنجر کم ہو گئے اور محتاج ہو گئے پس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اونٹوں کے خنجر کرنے کی اجازت چاہی تو آپ نے اجازت دے دی، پس اے ان کو حضرت عمرؓ نے خنجر دیا تو فرمایا کہ کیا باقی رہنا تمہارا ہے تمہارے اونٹوں کے بعد، پس خدمت اقدس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ کیا باقی رہنا ان کا ہے۔ ان کے اونٹوں کے بعد تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ لوگوں میں منادی کر دو کہ نیچے ہوئے خنجر لائیں پس بچھا گیا اس کے لئے چام اور وہ بھی ہوئی چیزیں پیر رکھی گئیں پھر کھڑے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، پس دعا فرمائی اور برکت ڈالی اس پر، پھر منگوئے ان کے تو مشردان تو لوگوں نے پڑے کتے کتے کہ فارغ ہوئے پھر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ گواہی دیتا ہوں میں اس کی کہ لا الہ الا اللہ واخبر رسول اللہ کلمات استدلالیہ ہیں

فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدعا وبوک علیہ۔ اور اسی طرح

جے مسئلہ جلد ۱ پر بھی ۱۲۸ بحوالہ صحیح بخاری

اور صحیح مسلم شریف جلد ۲ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ ابو طلحہ نے ام سلمہ کو فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو طعام کی ضرورت ہے تو کیا تیرے پاس کوئی چیز ہے تو عرض کی ہاں، پس لگا لاجو کی روٹیوں کو اور اپنے کپڑے کے ایک حصے میں لپیٹ کر میرے کہنے کے نیچے دبا دیا اور باقی کپڑا مجھے اوڑھا دیا۔ پھر مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف، کہا کہ اب میں لے گیا اس طعام کو تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مسجد اقدس میں تشریف فرما پایا اور آپ کے ساتھ



صحابہ بھی تھے تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ابو طلحہ نے بھیجا ہے۔ تو میں نے عرض کی ہی ہاں تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابہ کو جو آپ کے ساتھ تھے اٹھو کہا پس چلے حضور اور چلے میں ان کے آگے آگے تھے کہ ابو طلحہ کو اگر خبر دی تو ابو طلحہ نے کہا اے ام سلمہ! حضور تشریف لائے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اور ہمارے پاس اتنا کھانا نہیں کہ تمام کو کھلائیں تو ام سلمہ نے عرض کیا اللہ اور اللہ کا رسول بستر جاتا ہے، کہا پس استقبال ابو طلحہ آگے سے جا کر ملے پس تشریف لائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ اس کے حتیٰ کہ داخل ہوئے آپ اور ابو طلحہ تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا دجھو کچھ تمہارے پاس ہے اے ام سلمہ! تو وہ لائیں انہی روٹیوں کو تو حکم فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ریزہ ریزہ کرنے کا تو ریزہ ریزہ کی گئیں اور بچوڑا ام سلمہ نے اپنے کپے کو تو سالن ڈالا اس نے پھر پڑھا اس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو چاہا اللہ تعالیٰ نے کر پڑھیں پھر فرمایا دس کو اجازت دے تو اجازت دی اور پھر کرکھا کرکھ پھر فرمایا اجازت دودس کو تو اجازت دی پس میری جو کرکھ پھر فرمایا اجازت دودس کو کرکھ کر تمام قوم نے پیٹ بھر کر کھایا اور وہ قوم سب اسی مرد تھے اس میں یہ کلمات مبارکہ ہیں ثم قال فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاشا، اللہ ان یقول۔

اور اسی طرح اور پانچ سندوں سے بھی اسی صفحہ میں ہے اور سنن ترمذی جلد ۲ میں بھی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کھجور و طعام حاضر پر دعا و برکت فرمانا اس کی تین دلیل ہے کہ طعام حاضر رکھ کر دعا مانگ سکتا ہے اور ہر فاتحہ کے بعد ضرور دعا ہوا کرتی ہے لہذا کھانا بھی رکھا جاتا ہے۔ تو یہ سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہوا بلکہ حدیث انس نہ کوہر سے طعام پر پڑھا حاضر حشر ثابت ہے ومن ادعی الفرق فی ہذا بین کلام و کلام فعلیہ البیان ببرہان تام۔

یہ طعام پاک کے پاس قرآن کریم پڑھنا کیونکہ منع ہو سکتا ہے حالانکہ قرآن کریم شفاء و رحمت سے سورہ نبی امیر میں ہے وسنزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمؤمنین تو اگر اس شفاء و رحمت کا اثر اس طعام پر ہوا اور ہوگا ضرور تو نبی اور نبی کے متبعین کے باعث محضرت نہیں۔ بلکہ احادیث سے ثابت کہ قرآن پاک پانی پر استشفاء کے لئے پڑھا جائے۔ اتفاق مجتہدین ۱۶۴



میں ہے و اخراج ابن حاتم عن لیث قال بلغنی ان
 هؤلاء الآیات شفاء من السحر تقرأ علی اناء فی ماء
 توجب پانی پر پڑھنا ثابت ہوا کہ کوئی نافرمان طعم پر لپٹنے سے منع کرتا ہے، بلکہ کھدکھینچنا میں احادیث
 سے ثابت ہے۔ اسی میں منہرہ میں ہے و فی المستدرک عن ابن جعفر
 محمد بن علی من وعبد فی قلبه قسوة فلیکتب لیس
 فی حمام بماء ورد و زعفران ثم یشرب۔ نیز اسی میں ہے و
 اخراج البیهقی فی الدعوات عن ابن عباس موقوفاً فی
 المرأة تحسر علیها ولادتها قال یکتب فی قرطاس
 ثم تسقی۔ نیز اسی کے ۱۶۶ میں ہے مسئلہ قال النووی فی شرح
 المہذب لو کتب القرآن فی اناء ثم غسل وسقاہ المریض
 فقال الحسن ومعاہد و ابو قلابہ والاذاعی لا بأس۔
 بلہ، تو طعم پر پڑھنا بطریق اولیٰ ثابت ہوا بلکہ اسی میں ہے فقد قال القاضی
 حسین و البغوی وغیرہما لو کتب القرآن علی حلوی
 او طعام فلن بأس بالکل۔



سب سے بڑی دلیل جو معاندین پر جہاں قاہرہ سے بھی صعب تر ہے وہ یہ ہے کہ نواب
 مدد علی حسن خان بھوپالی جو دہلیوں کے چوٹی کے امام ہیں، اپنی کتاب ”الدار والدواء“ کے صفحہ پر تحریر کرتے
 ہیں کہ کسی شیرینی پر فاتحہ حضرات مشائخ کرام پڑھ کر تقسیم کر دے، ”نیز اسی میں ہے کہ پھر شیرینی پر فاتحہ پڑھ کر
 اور نواب اس کا درجہ پر فتوح آنحضرت و مشائخ طریقت کو دے کر تقسیم کر دے“ یہ بھی اسی میں ہے ”پھر
 شیرینی پر فاتحہ شیخ جیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پڑھ کر تقسیم کر دے“ تو پھر یہ لوگ انکار کا ہے کا کر رہے
 ہیں خصوصاً جبکہ وہ اپنی ہی کتاب میں اپنے اذباب و انتہا کو یہ بتائیے بھی کر گئے ہیں کہ میں نے اس مسئلے
 میں انہی اعمال کو ضبط کیا ہے جو نہایت محنت و قبول و شہرت کے ساتھ ماثور ہیں اور اکثر اعمال کی بنیاد
 آیات کتاب اللہ و احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے۔ اور وہ اعمال جو مشائخ طریقت سے منقول و
 معمول ہوتا ہیں ان میں سے چند اعمال صحیح و مجرب کو افادہ کر کے لکھا ہے مثلاً، بلکہ ان سختوں کے متعلق یہ

افادہ مکہ پر کیا ہے کہ یہ اعمال بھی مجرب ہیں اور لائق اعتماد ہیں۔

۶۵۔ ساتواں، چہلم اگر وہ نماز بطیب خاطر اپنی رضا و رغبت سے کریں اور ان میں سے کوئی تقیم یا غیر حاضر نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ وہ مندوب و مستحب ہے کہ وہ کھانا ایصالِ ثواب کے لئے لپکایا جاتا ہے اور اس پر پختہ پڑھ کر فقراء و مساکین کو دیا جاتا ہے اور یہ ایصالِ بدنی و مالی دونوں عبادتوں کا جمع کرنا ہے اور یہ دونوں ایصالِ اہل سنت کے نزدیک جائز و ثابت ہیں اور اطعامِ طعام و ختم پڑھنے کا ثبوت سابق سے معلوم ہو چکا اور حوازی تعین بھی بخوبی روشن ہو چکا۔ اور شاہ عبدالغفر بن محمد دہلوی علیہ الرحمۃ تفسیر فتح الغریب پارہ ۸ ص ۹۹ میں ارشاد فرماتے ہیں ”وارد ہے کہ مردہ اس حالت میں غزنی کی مانند ہے کہ انتظار فریاد پہنچنے کا دکھتا ہے اور صدقے اور فاتحہ اس وقت اس کے بہت کام آتے ہیں۔ اسی واسطے اکثر لوگ ایک سال تک علاء مخصوص ایک چلے تک موت کے بعد اس قسم کے کاموں میں کوشش اور سعی کرتے ہیں۔“

۶۶۔ قبر کا اوپر سے پختہ بنانا اگر نیتِ صالحہ سے ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور ایسے ہی روضہ بنا نیتِ صالحہ سے۔ اور مشکوٰۃ شریف میں جو حدیث ہے ”عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یجصص القبر وان یبخی علیہ وان یقعد علیہ۔“ یعنی منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول کے گنج کرنے سے اور ان پر بنا کرنے سے اور بیٹھنے سے۔“ یہ حدیث اور اس کے ہم معنی جو اور ہوان سے قبر کو نیتِ صالحہ سے اوپر سے مطلقاً پکا کرنا اور روضہ بنا ممنوع نہیں ہو سکتا کہ اگر یہ معنی مراد ہوتا تو روضہ النور محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تعزیر کیا جاتا اور ایسے ہی صحابہ کرام اور سلف صالحین ہرگز ہرگز صلیا کے روضے بنا نہ کرتے اور قبورِ مطہر کو کنکریوں اور بانی سے پختہ نہ کیا جاتا جن کا ثبوت آگے آتا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ، تو معلوم ہوا کہ یہ معنی مراد نہیں۔ اور دوسری احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ یہود و نصاریٰ قبر کے مین اور پر بنا کر کرتے تھے اور پرستش کیا کرتے تھے مشکوٰۃ میں بخاری سے ہے الا وان من کان قبلكم کانوا یتخذون قبور انبیاءہم و صالحیہم مساجد الا فلا تتخذوا القبور مساجد ا ف انہا کم عن ذلک یعنی آگاہ ہو کہ بے شک وہ جو تم سے پہلے تھے قبور انبیاء و صالحین کو مسجدیں بنایا کرتے تھے۔ آگاہ ہو پس



دہنا تا قبروں کو مسجدیں، بے شک میں روکتا ہوں نہیں اس سے، تو نہی تخصیص دینا، مذکور کا عمل اس
معنی پر کہ قبور پر مساجد بنانا منوع ہے بقرینہ حدیث مذکور وہم مثلہ اس کے اولیٰ ہے کہ احادیث ایک
دوسری کی تفسیر کیا کرتی ہیں، یا یہ مراد ہو کہ جب تخصیص دینا میں فائدہ نہ ہو تو نہ کر دے کہ عبت منوع ہے، یا
اس بنا پر نہی ہو کہ قصد تکبر و مغاضرت وغیرہ انراض فاسدہ سے ہو تو منوع ہے، یا قبرستان موقوف ہو کہ
اس میں تخصیص دینا سے زمین موقوف رکتی ہے، مشکوٰۃ شریف مثلاً میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وآلہ وسلم نے اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی قبر پر پانی چھڑکا اور کنکریوں کو رکھا، وان رش علی
قبر ابن ابراہیم و وضع علیہ حصباء رواہ فی شرح السنۃ
وروی الشافعی من قولہ رش۔

اس سے آگے صاحب مشکوٰۃ نے حدیث نبوی تخصیص جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
کر کے آگے یہ حدیث لکھی ہے کہ حضرت جابر سے مروی کہ انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کی قبر مطہر پر پانی چھڑکا گیا اور چھڑکنے والے بلال بن رباح تھے کہ مشک کے ساتھ چھڑکا تھا و عن
قال رش قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و کان
الذی رش الماء علی قبرہ بلال بن رباح بقرینۃ الحدیث
ورواہ النبیہقی۔ نیز می میں ہے کہ قبر انور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوصدیق اکبر و فاروق اعظم
رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبروں پر کنکریاں چھنی ہوئی تھیں، سرخ سرخ کی کنکریوں سے مبسطوحتہ بيطحاء
الحرصۃ الحمراء۔ تو خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک قسم کا پتھر بنانا ثابت ہوا
صحابہ کرام سے بھی گویا کہ صاحب مشکوٰۃ بھی اسی طرف اشارہ فرما رہے ہیں بتقدیم حدیث
وضع الحصباء و رش الماء و تأخیر۔

جذب القلوب شریف ملا امین شیخ المنذر شاہ عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حجرہ شریف نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کچی اینٹوں
سے بنا کیا، بعد ازاں عمر بن عبد العزیز نے ولید بن عبد الملک کے حکم سے اس کو مندم کر کے منقوش پتھروں
سے بنا رکھا، و بعد ازاں ابی المہنی عمر در مسجد زیارت کرد حجہ را از خشت خام بنا کرد و تا زمان حدیث عمارت
ولید ای حجرہ ظاہر بود عمر بن عبد العزیز حکم ولید بن عبد الملک اس را بہدم کرد و بحجارہ منقوشہ بر آورد و بظاہر اس



مشکوٰۃ شریف مکمل میں بخاری شریف سے ہے جب حضرت حسن بن امام حسن بن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال شریف ہوا تو آپ کی زوجہ شریفہ نے آپ کی قبر پر قبہ بنایا اور سال تک کھا اور بعد ازاں اٹھایا و عن البخاری تعلیقاً قال لما مات الحسن بن الحسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ضربت امرأتہ القبة علی قبرہ سنة ثم رفعت۔ تو وہ مائی صاحبہ تالیفیں، اہل بیت کرام سے تھیں، زمانہ تابعین میں یہ کام کیا اور کسی نے منع نہ کیا، صرف ایک دو دن نہیں ایک سال تک غرض صبح سے رکھا۔ اتنی مدت مدید کسی کی نظر سے اوجھل رہ سکتا ہے؟ اور بعد کو اٹھانا ہمیں مضر نہیں کہ جب وہ عرض مفتی ہوئی تو اٹھالیا۔ اور عارتیت و غرض پر ہے کما سمعت۔

جذب القلوب شریف مثلاً میں ہے کہ حضرت عقیل بن ابی طالب برادر حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا روضہ بنایا "قبور ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم و رضی اللہ تعالیٰ عنہن بیز قریب از عقیل است کہ چون عقیل بن ابی طالب چاہی در داخو و حفر کرد از آنجا گئے برآمد کہ در دوسے نوشته اند قبر ام حبیبہ بنت مخر بن حرب عقیل اس چاہہ را با بناشت و حمارتے بر بالا قبر بنا کرد" تو جب صحابہ کرام و تابعین عظام سے روضے بنانا ثابت ہوا تو اس میں کونسا خدشہ رہا؟ حالانکہ حدیث صحیح ہے انما الاعمال بالنیات۔ اس کے بہت نظائر ہیں گے کہ کام نیت سے کام لیا جاتا ہے مثلاً تھے وقت حدیث کو تک جھکنا ممنوع اور ہاتھ پاؤں چومنے معظّم شرعی کے جائز و احادیث سے ثابت حالانکہ چومنے میں جھکنا ضرور پایا جاتا ہے۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ الادب المفرد ص ۳۳ میں داؤد بن عمار سے مروی کہ فرماتے ہیں جب ہم حاضر ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھ مبارک اور پاؤں مبارک پکڑ کر چومے قال قدمنا فقبل ذاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاخذنا بیدیہ ورجلیہ نقبلہا۔ وہیں روایت کہ حضرت علی نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پاؤں چومے عن صہیب قال رأیت علیاً یقبل ید العباس ورجلیہ۔ مسلمان روضے بنانے مستحسن سمجھتے ہیں اور حدیث میں دارد کہ مارا ہ المؤمنون حسنا فہو عند اللہ



حسن۔ تو روٹنے والے متحسن عند اللہ ہوئے۔ اور نیت صالحہ کئی دہوں سے ہو سکتی ہے مثلاً یہ کہ لوام
دیکھ کر ہچانیں گے کہ یہاں کوئی اہل اللہ آرام فرما رہیں، فاتحہ پڑھیں گے، لیکن اٹھائیں گے تو یہ نشان عرفان قبول
اہل اللہ کا ہے۔ اور آنے والے سایہ میں فاتحہ پڑھ لیں گے، اگر می و در می، آندھی وغیرہ سے محفوظ رہیں گے،
قرآن شریف پڑھنا چاہیں تو وہ بھی آرام پڑھ سکیں گے۔

حضرت شیخ الحدیث عبداللہ بن محمد بن ابی علیہ الرحمۃ مدارج النبوة شریف منہج ۴۲ جلد ۱ میں فرماتے
ہیں ”وہ مطالب المؤمنین گفتہ اند کہ مباح داشتہ اند سلف کہ بنا کردہ شود بجز مشائخ و علما و مشہور تا
زیارت کنند ایشان را در دم و سترحت یا بندہ را و نشیند در سایہ آن۔ نقل کردہ است آن را از مفتاح
شرح مصابیح الخ“ اور اسی طرح مجمع البحار شریف میں ہے۔

اسواط العذاب کے آخر میں حضرت ابن حجر کی شرح صحیح بخاری، فتح الباری سے منقول ہے ضرب
الفسطاط ان کان لغرض صحیح کالتستر من الشمس للحج
لا لخلال المیت فقد حبان۔ اور ایک یہ نیت بھی صحیح ہے کہ لوام قبروں کی بے حرمتی کے
خوگر ہو رہے ہیں تو یہ صاحب روضہ جو شرفاً معظم ہیں ان کی تربت اطہر کی بے حرمتی بھی نہ کریں۔ اسواط العذاب
کے آخر میں تفسیر روح البیان سے ہے بناء القباب علی قبور العلماء
والاولیاء والصلحاء امر حائز اذا قصد بذلك التعظم
فی اعین العامة حتی لا يحتقر واصحاب هذا القبر۔

گیارہویں شریعت کا ثبوت ثبوت عرس کے ضمن میں گزر چکا کہ گیارہویں بھی خیرات و صدقہ معینہ ہی ہے۔

سائل نے یہ بیان نہیں کیا کہ کس سے مدد مانگنے کے متعلق سوال ہے؟ یہاں کئی احتمال ہیں، ہوئے
تعالے سے مدد مانگنا مراد ہے یا مسلمانوں سے علی العموم یا صاحب روضہ سے؛ اور یہ تمام استمداد جائز ہیں جن
کا جواز قرآن کریم و احادیث و تفاسیر سے ثابت ہے۔ استمداد باللہ تعالیٰ کے جواز کے تو مخالفین بھی قائل
ہیں وہی تعین اس کا ثبوت کابل گزر چکا اور استمداد و استعانت بالخلق بھی کابل طور پر ثابت ہے۔ قرآن
پاک میں ہے استعینوا بالصبر والصلوة پ۲ ع۔ یا ایہا الذین
امنوا استعینوا بالصبر والصلوة پ۲ ع۔ تو استعانت بالصبر والصلوة
استعانت بالخلق ہے کہ صبر و صلوة اعمال ہیں اور تمام اعمال مخلوق ہیں۔ قرآن کریم میں ہے واللہ



خلقکم و ما تعملون ﴿۱﴾ یعنی اللہ نے تمہیں اور تمہارے امال کو پیدا کیا ہے، ﴿۲﴾ قرآن کریم میں ہے کہ حضرت ذوالقرنین علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے ستر سکندری بنالے کے وقت متعلقہ لوگوں سے مدد طلب کی فاعینونی بقوۃ اجعل بینکم و بینہم ردماً ﴿۳﴾ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ مجھے والے مسلمان جنہوں نے ہجرت نہیں کی ان کا ترکہ تم کو نہیں ملنا جب تک ہجرت نہ کریں اور اگر وہ دین کے بارے میں مدد طلب کریں تم سے تو تم پر ان کی مدد ضروری ہے و الذین امنوا ولم یہاجروا مالکم من ولائہم من شیء حتی یہاجروا وان استنصروکم فی الدین فعلیکم النصرا الا علی قوم بینکم و بینہم میثاق واللہ بما تعملون بصیرہ ﴿۴﴾ قرآن کریم میں ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حواریوں سے مدد طلب فرمائی یا ایہا الذین امنوا کونوا انصارا للہ کما قال عیسیٰ بن مریم للحواریین من انصاری الی اللہ ﴿۵﴾ اللہ تعالیٰ نے مومنین کو علی العموم حکم دیا ہے کہ میری طرف وسیلہ طلب کرو یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وابتغوا الی الوسیلۃ وجاهدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون ﴿۶﴾ پٹخ اور وسیلہ الی اللہ سے مراد وہ چیز ہے جو بارگاہ الہی کے قریب کرے تفسیر جلالین و صاوی علی الجلالین جلد ۲۳۵، جلد ۲۳۹، تفسیر کبیر جلد ۳، تفسیر ارشاد المغفل جلد ۳، تفسیر خازن جلد ۲، تفسیر معالم التنزیل جلد ۲ و النظم من الجلالین ما یقربکم الیہ اور اولیاء اللہ یقیناً اللہ کا مقرب بنانے والے ہیں۔ وہ تو وہ ہیں کہ جب نظر جائیں اللہ تعالیٰ یاد آجاتا ہے تفسیر کبیر جلد ۵، خازن جلد ۳، معالم التنزیل جلد ۳، صاوی جلد ۱۶ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اولیاء کے متعلق ہے ہم الذین اذا رآوا ذکر اللہ والنظم من الخزانہ شکوۃ شریف جلد ۲۴ میں ہے خیام کما اذا رآوا ذکر اللہ رواہ ابن ماجہ۔

سبحان اللہ! منی وسیدان کی ذوات بابرکات پر کیسا چسپاں ہوا! رہا بعض کا اقتضای طاعت پر تو وہ بطور تمثیل ہے کہ مفسرین کرام بعض افراد پر تمثیل اقتضای فرمایا کرتے ہیں چنانچہ اتفاقاً جلد ۲ میں ہے



البشای ان یذکر کل منهم من الاسم العام بعض انواعه
على سبيل التمثیل وتنبیه المستقیم على النوع لاعلى
سبيل العد المطابق للمعدود في عمومہ وخصوصہ الخ
اور احادیث شفاغت کبریٰ وغیر اسے روز روشن کی طرح ہوا تو نسل واستمداد واضح ولائح ہے اور اس کا شرک دہوا
بھی کہ اس میدان جاں گدا میں شرک و شریکات کے بطلان پر وثوق کفار تک کو بھی ثابت ہو گا و لکن
الحجة البالغة - اب معاندین بتائیں کہ ان کے امام کا قول لغویۃ الایمانی مشا (پھر خواہ پہلے
سمجھے کہ ان کا علم کی طاقت ان کو خود بخود ہے خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک
ثابت ہوتا ہے کیا ملے رکھتا ہے؟ کیا جو چیز قرآن و حدیث سے ثابت ہوا در دنیا و آخرت میں موجود و متحقق
و متکرر و متقرر و مقرب ہو وہ شرک ہو سکتی ہے؟ لاحول ولا قوة الا باللہ العلی
العظیم -

اب خاص استمداد و امداد بعد از انتقال کا ثبوت دینے!

پہلے سمجھنا چاہیے کہ امداد روح کرتا ہے اور روح ہر ایک کا زندہ ہوتا ہے کہ موت جسم پر واقع ہوتی ہے اور
موت قبض روح از جسم کا نام ہے تو جو اولیاء قبل از وصال امداد کر سکتے ہیں وہ بعد از انتقال بھی کر سکتے ہیں شیخ
عبدالحمن محدث و طبری علیہ الرحمة اشعة اللمعات ص ۱۶۱ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: "تحقیق ثابت شدہ است
بآیات و احادیث کہ روح باقی است و اورا علم و شعور بہ احوال و احوال ایشان ثابت است و اورا روح کا ملال
واقرب و مکانی در جناب حق ثابت است چنانچہ در حیات بود یا بشیر ازاں و اولیاء را کرامات و تصرف و اکران
حاصل است و ان نیست مگر امداد و امداد ایشان را و اورا روح باقی است"

صادی علیہ السلامین ص ۱۳۱ جلد ۲ میں ہے ارواح المطیعین مطلقة غیر محبوسہ
تفسیر کبیر ص ۳۹۵ جلد ۲ میں ہے الارواح المفارقة عن ابدانها المشاکلة
لهذه الارواح في الصفات والطبیعة والخاصیة یحصل
لها نوع تعلق بهذا البدن بسبب المشاکلة والمجانسة
وتصیر كالساعة لیل هذه الروح علی اعمالها الی ان قال
انعکس انوارها بعضہا علی بعض علی مثال المرأة المشرقة



المتقابلة وهذا عن الغزالي في التفسير الكبير جلد ۲۳۲ جلد ۲۳۲ میں ہے وان النفوس البشرية والادواح الانسانية اذا خادقت ابدانها قويت في تلك الصفات التي اکتسبتها في تلك الابدان وکملت فيها الى ان قال وتصير تلك النفس المفارقة معاونة لهذه النفس المتعلقة بهذا البدن ومعاضدة لها على افعالها واحوالها.

اشعة المعاني میں ہے کہ سیدی احمد رزوق علیہ الرحمۃ نے جو اعظم فقہاء و علماء مشائخ مغرب سے ہیں فرمایا کہ ایک دن شیخ ابوالعباس حضرمی نے مجھ سے دریافت کیا کہ امدادِ زندے کی زیادہ قوی ہے یا مرگ کی تو میں نے کہا کہ ایک گروہ کہتا ہے امدادِ زندے کی بہت قوی ہے اور میں کہتا ہوں کہ امدادِ مرگ کی زیادہ قوی ہے، تو شیخ نے فرمایا ہاں! اس لئے کہ وہ بارگاہِ حق تعالیٰ میں ہے " پس شیخ گفت نعم زیرا کہ دے در بساط حق است و در حفرۂ اوست "

بیضاوی شریف، کبیر و روح البیان و تفسیر عزیزی میں فالمدبرات امداد کی ایک تفسیر یہ بتاتی کہ اس سے مراد ادواح ہیں تو لامحالہ استمداد جائز ہوئی کہ وہ امداد کر سکتے ہیں اور امداد کرنے والوں سے استمداد کا ثبوت گزر چکا۔ شیخ محقق دہلوی علیہ الرحمۃ جذب القلوب شریف ص ۲۲۴ میں فرماتے ہیں " اما تبرک وتوکل در عالم برزخ و موطن قبر و در اختصا ص او بہ حضرات قدسی سمات انبیاء و رسل صلوات اللہ علیہم اجمعین تو در اوست و ظاہر جواز اوست و غیر ایشان از اولیاء اللہ و علمائے امت واللہ اعلم از جہت عموم جواز توکل و رعایت حیات با مقیمہ بقائے روح میت و شعور و ادراک (الی ان قال) و در و نص مزید در دے حاجت نیست از جہت وجود بقائے ذات متوسل بخلاف موطن اول بلکہ معلوم در و نص پر منع آن کافی است الخ تفسیر عزیزی ص ۲۱۲ میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں (مترجم سے ہے) اور بعض خاص اولیاء اللہ جن کو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے بندوں کی ہدایت اور ارشاد کے واسطے پیدا کیا ہے ان کو اس حالت میں بھی اس عالم کے تصرف کا حکم ہوتا ہے اور اس طرف متوجہ ہونے سے ان کے استغراق میں کمال وسعت مدارک کے سبب سے کچھ فٹل واقع نہیں ہوتا (الی ان قال) اور ماہی تمنا و عرض والے اپنے اڑے کاموں کی کشادگی کا سبب ان سے پرہیز نہیں اور ان کے کہنے پر چلنے سے اپنا مطلب پالتے ہیں الخ اولیائے کرام تو



مظہر صفات حق تعالیٰ ہیں۔ ان کی امداد اور حق تعالیٰ ہے تو ان سے استمداد و حقیقت حق تعالیٰ سے استمداد ہے تو یہ ممنوع کیسے ہو سکے؟ صبح بخاری شریف جلد ۹۹ مدیث قدسی میں ارشاد حق تعالیٰ ہے کہ میں جب اپنے بندے کو درست بناؤں تو میں جانتا ہوں اس کا کان جس سے سنتا ہے اور اس کی آنکھ جس سے دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ جو پکڑتا ہے اس سے اور اس کا پاؤں جو پھلتا ہے اس سے یعنی وہ بندہ مظہر صفات علیہ بن جاتا ہے فکنت سمع الذی یسمع بہ وبصر الذی یبصر بہ ویدہ الذی یبطش بہا ووجلہ الذی یمشی بہا۔ اور جب ان حضرات کا یہ شان ہے تو قبل از وصال و بعد از وصال ہر حال میں جواز استمداد ثابت ہو کہ حقیقت یہ استمداد حق تعالیٰ سے ہے اور امداد اس کی طرف سے ہے اور وہ ہر وقت امداد فرما سکتا ہے۔ اور موت سالپ ولایت نہیں بلکہ مژگہ ولایت ہے۔

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا هم یحزنون بلکہ ان کے ارواح طیبہ بعد از وصال مدبرات بن جاتے ہیں چنانچہ تفسیر کبیر میں آیت فالمدبرات امر ان کی ایک تفسیر یہ بھی فرمائی ہے کہ ثم ان هذه الارواح الشریفة العالیة لا یبعد ان یکون فیہا ما یکون لقوتہا و شرفہا یظہر منہا اشار فی احوال هذا العالم فی المدبرات امر ان الیس ان الانسان قد یرى استاذہ فی المنام ویستلک عن مشکک فی شدہ الیہا الخ اور اس کی مثل تفسیر رضی وی وتفسیر روح البیان میں بھی ہے۔



شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے بھی اسے صفت نفس بتایا کہ تفسیر یزیدی مترجم جلد ۲ میں ہے "اور پانچواں درجہ وہ ہے کہ کمال کے سبب مدوں کو طے کر کے تکبیل کے رتبے کو پہنچے اور اس کے کام کا پیشوا اور استاد ہو جائے کہ اور لوگ اس سے اپنی شکل مل کر اویں اور اس صفت میں بے تدبیر اور مشورے اس شخص کے کام نہ کر سکیں۔ اسی حالت کو اس عبارت سے تعبیر فرمایا ہے :-

فالمدبرات امر۔ واللہ الحمد۔

مخالفین پر سب سے بخاری شہادت کہ اس کا اصل انکار نہیں کر سکتے ان کے اہم میں اس میں

دہوی کا قول ہے صحیح مدعی لاکھ بھاری ہے شہادت تیری ۔ صراط مستقیم ملا میں کتا ہے کہ جناب
غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جناب حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند کے ارواح مقدسہ میرے پیرو
جلوہ گز ہوئے اور ایک پتھر تک توجہ قوی اور تاثیر زور آور فرماتے رہے۔ اس حد تک کہ دونوں طریقوں کی
نسبت اسی ایک پھر میں پوری ہوئی " روزے ہر دو روح مقدس پر حضرت ایشاں جلوہ گز شدند
و تا قریب یک پاس ہر دو امام برفض نفیس حضرت ایشاں توجہ قوی و تاثیر زور آورے فرمودند تا ایں کہ
در ہاں یک پاس حصول نسبت ہر دو طریقہ نصیب حضرت ایشاں گردید اسی ایک قول سے افاضل ارواح
اور تاثیر ارواح ثابت ہوئی اور دور سے جانا اور توجہ قوی فرمانا بھی ثابت ہو گیا کہ اہل توبہ پرچہ دونوں حضرات
کرام کے مزارات طیبہ پر حاضر ہوتے اور اگر انہوں کو ایک مزار کے پاس حاضر ہو سکتے ہیں نہ کہ دونوں
کے پاس ، اور توجہ دونوں حضرات نے ایک وقت فرمائی ، مان رہا ہے کہ ہر دو امام اور در ہاں
یک پاس " کہ رہا ہے تو اب انکار ہی کیوں ہیں؟

اس سے بھی سخت تر شہادت سنئے کہ وہی امام مزار پر جا کر فیض لینا بھی مان رہا ہے۔ اسی
کتاب کے اسی صفحہ میں ہے کہ ایک دن پرچہ حضرت خواجہ خواجگان قطب الانطاب بختیار کاکی
علیہ الرحمۃ کے مرقہ منور کی طرف گئے اور مرقہ منور پر مراقبہ میں بیٹھے اور مراقبہ میں ان کے روح پُر فتوح سے
طلاقات ہوئی اور انجمناب نے پیروی پر بڑی قوی توجہ فرمائی اور اس کے سبب ابتداء حصول نسبت چشتیہ
ہو گیا " روزے حضرت ایشاں بسوئے مرقہ منور حضرت خواجہ خواجگان قطب الانطاب بختیار کاکی
علیہ الرحمۃ تشریف فرما شدند و ہر مرقہ مبارک ایشاں نشستند و دریں اثناء ہر دو پُر فتوح ایشاں
طلاقات متحقق شد و انجمناب پر حضرت ایشاں توجہ بسوئے مرقہ منور کہ بہ سبب آل توجہ ابتداء
حصول نسبت چشتیہ متحقق شد " اسی قول سے مزاروں پر حاضر ہونا ، مراقبہ میں مزاروں کے پاس
بیٹھنا ، طلاقات ارواح ، علم ارواح و تصرف ارواح ، ارواح کا پُر فتوح ہونا وغیرہ ثابت ہو رہا ہے ہاں
اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ کوئی جاہل مخلوق کو مستقل بالذات سمجھ کر مدد مانگے یعنی یوں سمجھے کہ وہ خدا تعالیٰ
کے محتاج نہیں ، اس کی دی ہوئی طاقت کے سوا مدد کرتے ہے تو ضرور وبال شرک میں گرفتار ہو جاتا ہے
مگر اس میں یہ تفرقہ ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا کہ زید و عمر و عوام کو یوں سمجھے تو کوئی حرج نہیں اور اولیائے کرام کو
یوں سمجھے تو شرک ہو جاتا ہے یا بالعکس یا تفرق موت و حیات ہو کہ شرک میں تفرق محض ضبط ہے اور خواہ



مخلافہ ظن بدیہی مسلمان پر حرام ہے اور سخت حرام ہے۔ مسلم کا اسلام اعلیٰ قرینہ ہے کہ وہ ہندوکان خدا کو کبیلہ و سبط
منظر قدرت سمجھ کر ہی مدد طلب کر رہا ہے مگر مشکل یہ ہے کہ مخالفت تو یوں بھی مشرک ہی کہتے ہیں کہ تہدیت
الایمان کے صلا پر ان کا امام صاف صاف اٹھنا میں کہ رہا ہے کہ (سوچو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گو کہ اس کو
اللہ کا بندہ و مخلوق ہی سمجھے مگر او جمل اور وہ شرک میں برابر ہے) مگر قابلِ ثواب سمجھتا ہے کہ یہ شرک نہیں ہو سکتا
جس کا ثبوت یقین گزر چکا۔ خود مئی لغین حکماء و حکام سے امداد مانگا کرتے ہیں، چنڈے و فیر با طلب کرتے
ہیں۔ بلکہ خود ان کے امام کے اقوال ابھی سن چکے کہ افاقہ و استغناء اور اح کا اقرار کر چکا تو حکم اقرار مرداد
مرد خود اپنے منہ سے اپنے آپ کو مشرک کہہ گیا۔ مگر بھدہ لعلے اس امتدانت سے مسلمان ہرگز ہرگز مشرک و
مشرک گناہ نہیں ہو سکتے بلکہ مستفیض و مستغنی ہیں والحمد للہ علی ذلک۔

مسئلہ قبروں پر چراغ جلانا ممنوع ہے کہ قبر حق مقبرہ ہے۔ اس میں تصرف نہ کیا جائے۔ اور بعض اتحاد
سے ثابت ہے مگر اس سے یہ سمجھنا کہ قبر کے پاس نیت صالحہ سے بھی ممنوع ہے غیر صحیح ہے کیونکہ بعض
احادیث میں ”علی“ ”آیا ہے اور“ ”علی“ کا معنی حقیقی استیلاء ہے نہ کہ ”عند و لدنی“ کہ مخالفت دلیل پکڑ کے
اور بلا دلیل شرعی عدول عن الحقیقۃ سنت منع و رد تعویض شریع سے امان اٹھ جائے۔ اور جب اس سے مخالفت
نہیں آئی تو حکم اباحت اصل میں مباح ضرور ہو گا بلکہ حکم انما الاعمال بالنیات نیت حسنہ
سے مندوب و مقصود ہو گا۔ مجمع البحار مسئلہ جلد ۳ میں ہے وان کان شتم مسجد او غیرہ
یستغفر فیہ للتلاوة والذکر فلا بأس بالسرائح فیہ بلکہ غرض
صحیح کے ساتھ قبر کے پاس خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے چراغ جلانا مردی ہے کہ منین ترمذی شریف مسئلہ
جلد ۱ میں ہے عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم دخل قبر لیلًا فاسرج لہ سراج فاخلذہ من
قبل القبلة وقال حملک اللہ ان کنت لا واهاتلاً القبران
وعبر علیہ اربعاً۔ اور اس حدیث کی تحسین بایں الفاظ فرمائی ہے قال ابو عیینہ
حدیث ابن عباس حدیث حسن۔ ہاں بلا غرض یا معاذ اللہ نیت تعبیر یا غرض
نامدہ سے ہو تو مرد و ممنوع ہے۔ مگر ان صورتوں میں قبر کی کیا تخصیص ہے جہاں ہو ممنوع ہے اور بلا دلیل مسلمانوں
پر ظن بدیہی حرام ہے کہ ان السمع والبصر والفؤاد کل اوالئک کان عن



مسئولہ وارو ہے۔

۱۳-۱۲

ڈاڑھی منڈانے والے کی امامت جائز بایں معنی کہ فرض ذمہ امام و مقتدی سے ساقط ہو جائے۔
 ضرور ثابت ہے مگر مکرر وہ اور سنت و مکرر وہ ہے کہ ڈاڑھی منڈانے والا گنہگار ہے اور گنہ کو بدلانا اور برجا مانا
 ہر ایک مسلمان پر بہت ہی ضروری ہے جسے کہ صرف دل سے برا جاننے والے کو اضعاف الایمان فرمایا گیا،
 اور اس کے پیچھے کوئی درجہ نہیں چھوڑا گیا۔ صحیح مسلم شریف ص ۱۵ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 فرماتے ہیں من رآی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم
 یستطع فبقلم و ذلک اضعاف الایمان۔ اس کی شرح میں نووی علیہ الرحمۃ
 فرماتے ہیں فقولہ صلی اللہ علیہ وسلم فبقلم معناه فلیکثرہ
 بقلب۔ تو مسلم من حیث ہو علم اس کو ضرور برجا جانے کا اگرچہ کسی عارضے کی وجہ سے ظاہر نہ کر سکے۔ اسے اس
 کے آقائے بتایا کہ اس کے ترک کرنے کی اجازت نہیں، اس کے پیچھے درجہ ایمان نہیں اور اسے یہ کیونکر پسند
 آئے کہ تارک اسوہ حسنہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم مصلحتاً محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کھڑا نظر آئے
 اور احادیث طیبہ میں وارد کہ ایسے کی نماز قبول نہیں ہوتی کہ امام بنے اس قوم کا کہ اسے ناپسند جان رہے
 ہوں۔ مشکوٰۃ شریف ص ۱۵۱ ابوداؤد وابن ماجہ سے ہے کہ ثلاثۃ لا تقبل منہم
 صلواتہم من تقدم قوما وهم لہ کارہون۔ ہاں اگر مقتدی محض
 مجبور ہیں کہ اس کے پیچھے رہیں تو سخت خطرہ ہے کہ سلطان یا نائب سلطان ہے تو ان مقتدیوں کو اجازت
 ہے اور تمام جماعت کا اہل جماعت نہ ہونا چاہئے تعجب نہیں کہ نبی علیہ وسلم دانائے ماکان و ما
 یومون اس کی خبر پہلے دے چکے ہیں اور آپ کی ہر خبر بقیناً صحیح و صادق ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)

مشکوٰۃ شریف ص ۱۵۱ میں ائمہ احمد و ابوداؤد و ابن ماجہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا کہ قیامت کے نشانوں سے ہے ان یتدافع اهل المسجد لاجل
 اماحاً یصلی بہم۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو تو نہیں عطا کرے تو توبہ کرنی مشکل نہیں،
 کچھ خرقہ نہیں آتا، کچھ دیر نہیں لگتی، توبہ ظاہرہ کر کے اسی وقت امام بلا کر امت بن سکتا ہے کہ التائب
 من الذنب کمن لا ذنب لہ اور المہاجر من ہجر ما
 نہی اللہ عنہ کیا مسلمانوں کی جماعت میں ایک بھی رجل رشید ایسا نہیں کہ تارک اسوہ حسنہ



بسم رب العالمین در ہے اور نافرمانی ارشاد پر سدا سید الاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
سے باز آئے اور جنت کا دروازہ پائے۔ واللہ الموفق وصلى الله تعالى على
المحبيب والاعلى وسلم

عبد الغفور الباقی محمد زور الشامی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں کہ نماز جمعہ گاؤں چھوٹے یا بڑے میں عند اللہ
ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا صاحبورین۔
السائل: غلام حیدر راز قلندریو اسکندریہ ارڈی الحجہ ۱۳۴۰ھ



سیدنا حضرت مولانا شمس علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ و حضرت مذلحہ و عطاء و حسن بن ابی
الحسن و نجفی و مجاہد و ابن سیرین و ثوری و سحنون و امام بہام حضرت ابو حنیفہ و ابو یوسف و محمد رضی اللہ تعالیٰ
عنہم اجمعین کے نزدیک نماز جمعہ دیہات میں نہیں ہے۔ غنیہ شرح فیہ میں ہے لا تجوز
فی القری عندنا و هو مذهب علی بن ابی طالب و
حذیفہ و عطاء و الحسن بن ابی الحسن و النخعی
و مجاہد و ابن سیرین و الثوری و سحنون خلافا
للایمت الثلاث لما روی ابن ابی شیبہ عن علی بن
ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ قال لا جمعة ولا



تشریق ولا صلوة فطر ولا اضحی الا فی مصر حمام
او مدینة عظيمة وصحة ابن حزم فی المجلد
کتب مذہب میں متونا و شرعا و فتاویٰ ہی مصر و مصر ہے کہ ادا سے جمعہ کے لئے شہر شرط ہے اور
شہر بھی جامع، جب شہر ہو نا متحقق ہو لے تو بعد ازاں جامع ہونے کی تحقیق ضروری ہے اور مصر جامع کی صحیح
تعلیق وہ ہے جو غیر و غیر میں مذکور ہے ان بلدة کبيرة فیہا سکے
واسواق و لہا سبائیت و فیہا وال یقدر علی انصاف
المظلوم من الظالم بحشمتہ و علمہ او علم غیرہ
سیرجم الناس الیہ فیہا یقع من الحوادث و ہذا هو
الاصح (ترجمہ) بے شک وہ (مصر جامع) ایسا بڑا شہر ہے جس میں متعدد محلے اور بازار ہوں اور اس کے
متعلق وہیات ہوں اور اس میں کوئی حاکم یا اختیار ہو ایسا کہ مظلوم کا بدلہ ظالم سے لے سکے اپنے رعب
سے اور علم سے یا اپنے غیر کے علم سے اور لوگ اس کی طرف رجوع کرتے ہوں اپنے مقدمات میں
حدیث جو آئی ہے مجوزین اپنی زبردست دلیل سمجھتے ہوئے ہیں وہ دراصل ہماری زبردست دلیل ہے اور
ان کا زبردست رد کرتی ہے۔

بہر پنج احناف کے نزدیک گاؤں میں نماز جمعہ ادا نہیں کر سکتے کما لایخفی
علی اولی النہی، و التتصیل ذکرناہ فی انوار اتقن الدولۃ
من شاء فلیطالع شمس۔

محرم الغفر الابرار الخیر محمد نور اللہ العسی غفرلہ

۱۴۰۳ھ رذی الحجۃ المبارکہ ۲۰۲۰ء

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس شخص کے بارہ میں جو ذیل کی عبارت کے

مطابق عقیدہ رکھے اور اس کو شائع کرے اور لکھ کر دے آیا مسلمان ہے یا کافر؟ مہارت یہ ہے ایمہ فرض عین ہے دیہاتوں میں، جو شخص دیہاتوں میں حجہ نہ پڑھے گا یا اب نہیں پڑھتا ہے، مہم صاحب (ایک شخص معنی باجمہ قرآن و حدیث کی رو سے اسے کافر ثابت کریں گے بینوا مہاجورین من رب العالمین۔



بلاشبک و شبہ و شبہ و شبہ نماز جمعہ فرض عین ہے مگر بشرط اور چونکہ مصر جامع بھی ان شرائط میں سے ہے لہذا دیہات میں نماز جمعہ فرض نہیں۔ اس مدعا پر دلائل قاطعہ باہرہ زاہرہ ظاہرہ شہود عدل ہیں جن میں سے چند حوالہ قلم کئے جاتے ہیں۔

(۱) وہی حدیث جو انی جو طالعہ بھر کی مایہ ناز اور بہترین دلیل ہے، ہمارے مدعا کے لئے نہایت ہی واضح و روشن دلیل ہے جو یہ ہے وعن ابن عباس قال ان اول جمعة جمعت بعد جمعة في مسجد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في مسجد عبد القيس بجواثي من البحرين رواه البخاري في صحيحه (مسند مجتہبائی) و البيهقي في سنن الكبرى (مسند جلد ۳ دائرة المعارف) و ابوداؤد في سننه مع زيادة في الاسلام و قرية من قرى البحرين۔ و حیر استدلال یہ کہ جب مسجد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلے نماز جمعہ جو انی میں قائم کی گئی حالانکہ اعدائے صحاح سے ثابت کہ جو انی مدینہ طیبہ سے بہت ہی دور ہے تو روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ دیہات میں جمعہ نہیں ورنہ قبائ و عوالی وغیرہا بہت سے دیہات جو مدینہ طیبہ سے بہت قریب تھے سب سے پہلے ان میں جمعہ قائم کیا جاتا اور ان سب کو پس پشت ڈال کر سب سے پہلے جو انی میں قائم نہ کیا جاتا



اور روایت ابوداؤد میں زیادتی قریۃ من قرى البحرین نہیں مضار ورنہ ہی ثالث کو مفید کہ لفظ قریہ کا اطلاق لغت عرب میں شہر بھی ہوا کرتا ہے چنانچہ قرآن کریم پلٹ ۶۷ میں مکہ شریف کو قریہ فرمایا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے وکاین من قریۃ ہی اشد قوة من قریتک الایۃ حالانکہ قرآن کریم پلٹ ۱۵ میں مکہ شریف کو شہر فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے لا اقسم بهذا البلد وانت حل بهذا البلد الایۃ۔ اور اسی طرح قرآن کریم میں ثواب کی کثیرہ موجود ہیں۔ صراحۃً مجیدی، مجمع البحار ص ۱۱ جلد ۱، کشوری والنظم من المجمع هو حصن بالبحرین اور جس آبادی میں قلعہ ہو اس پر تعریف مصر خارج صادق آتی ہے۔

(۲) قال علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لاجمعة ولا تشریک الا فی مصر حاکم رواہ البیہقی فی السنن الدبزی ص ۱۱ جلد ۳ والطحاوی فی مشکل الآثار ص ۲۰۲ اور قاعدۃ مسئلہ اصول حدیث کی رو سے یہ مرفوع حکم مرفوع میں ہے مشکل آثار کے اسی مخفی ہے مما یحیط علما ان لم یقلہ رأیا اذ کان مثله لا یقال بالرأی وانما لم یقلہ الاتقیفا ولا توقیف یوجب فی ذلک الا عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(۳) حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کان الناس یتناہون الجمعة من منازلہم والعوالی رواہ البخاری فی صحیحہ ص ۲۳ جلد ۱ و مسلم فی صحیحہ ص ۲۸ جلد ۱ والبیہقی فی سننہ الکبریٰ ص ۱۲ جلد ۳۔ اگر دیہات میں جمعہ فرض ہوتا تو دوسری نمازوں کی طرح وہ حضرات عوالی میں بھی قائم کرتے اور ہمیشہ مدینہ طیبہ میں حاضر نہ ہوتے۔ مجمع البحار ص ۱۲ جلد ۳ و فیہ انہ لا یجب الجمعة علی من هو خارج المصر۔

(۴) اور ایسے ہی اہل قبائر مدینہ طیبہ میں حاضر ہو کر جمعہ ادا کیا کرتے تھے۔ سنن ابن ماجہ ص ۱۲۰ فاروقی میں ہے ان اهل قبائر کانوا یجمعون مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم الجمعة۔



(۵) اور باوجودیکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دس روز سے زیادہ قیام میں تشریف فرما ہونا اکثر اوقات سے ثابت ہے مگر جمیع قائم و فرمایا تو ثابت ہو کہ دیہات میں جمعہ نہیں۔ صبح بخاری کے ۵۵۵ جلد میں ہے فلبث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی سبغی عمرو بن عوف بضم عشرة لیلة۔ اور ۵۶۲ میں ہے فاقام فیہم اربع عشرة لیلة اور تغیر اثنان مئة ۳۶ جلد ۱ والجمعة فہنت بمكة۔

(۶) صبح بخاری تشریف ۸۳۵ جلد ۲ اور مؤطا امام مالک ۱۵۵ جلد ۱ میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عید کے دن فرمایا کہ جو اہل عوالی سے جمعہ کے لئے ٹھہرنا چاہے تو ٹھہرے اور جو واپس ہونا چاہے تو میں نے اسے اجازت دے دی والنظم من البخاری قال یا ایہا الناس ان هذا یوم قد اجتمع لکم فیہ عیدان فمن احب ان یتظر الجمعة من اهل العوالی فلینتظر ومن احب ان یرجع فقد اذنت لہ۔ امام مالک نے اس حدیث کو باب لا الجمعة فی العوالی و من حضر المدينة منهم فله الرجوع قبل دخول الوقت میں اخراج فرمایا۔



اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ اہل دیہات پر جمعہ نہیں۔

(۷) بلکہ خود حضور پر نور سیدِ یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت کہ آپ نے اجازت فرمائی چنانچہ مشکل الآثار ۵۳ جلد ۲، سنن ابوداؤد ۱۵۳، صبح مستدرک ۲۸۸ جلد ۱، مسند ابی داؤد طیالسی ۹۳ میں ہے والنظم من المسند شتم رخص فی الجمعة فقال من شاء ان یصلی فلیصل۔

(۸) اور اس کے ثبوت سے دلائل میں جو اختصار تحریر نہیں کئے جاتے۔ ہاں اتنا سمجھنا نہایت ہی ضروری کہ نمازِ ظہر فرض قطعی اور فرض عین ہے۔ غیر معتدین کے پاس وہ کوئی قطعی دلیل ہے جس سے دیہات میں اس فرض قطعی کو جمعہ کے روز باعذر ترک کر کے مسلمان بنے رہتے ہیں۔ آپ جمعہ بالا حجام مخصوص ہے حتیٰ کہ طائفہ غیر معتدین کے نزدیک بھی کہ بیمار اور نابینا، لنگڑا، فقام، مسافر، عورت اور تنہا، بالا حجام مخصوص ہیں حالانکہ ان

تمام پر بھی نمازِ ظہر فرض میں ہے۔

صدائے فوس کہ برائے نام اور کمزور دلائل کو اپنی رائے قاصر سے دلائلِ سمجھ کر جبل مرکب میں گرفتار ہو علماء و ائمہ عظام و صحابہ کرام پر مختصر جلتے ہیں۔ صرف مختصر نہیں بلکہ کفر و شرک تک پہنچتے ہیں۔ اس کے متعلق ہمیں کسی فتوے تحریر کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اس کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ عوام اہل اسلام بلکہ خواص یعنی ائمہ کرام اور اخص الخواص یعنی صحابہ کرام کو کافر کہا بلکہ خاک بدیاں گستاخ اس کی یگت تخی سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچی کہ سرکار سے دیہات والوں کے لئے نصرت ثابت جیسے مذکور ہوا حالانکہ صرف کسی عام مومن کو اگر کوئی کافر کہے تو ظاہر حدیث کے لحاظ سے خود کافر ہو جاتا ہے اور ظاہر ہی پر عمل کرنا انکا مذہب ہے۔ صحیح بخاری ص ۹۰ جلد ۲ میں حضرت ابوہریرہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہے و النظم للشافعی ان رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ایما رجل قال لا خیب کا قرف قد بیا بہما احدھما بلکہ عدالت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایسے طائفہ بھر کے لئے یہ حکم نافذ ہو چکا کہ دین اسلام سے خارج ہے چنانچہ اس کا قول بدتر از بول کہاں سے کہاں تک پہنچا؟ چنانچہ صحیح بخاری ص ۶۲، جلد ۲ وغیرہ میں ہے یرفعون من الدین اور بے ادبی اولیائے کرام اور انبیائے عظام تو ان کے نزدیک شیر مادر ہے جس کی وجہ سے اسلام و ایمان سے خارج اور دنیا و آخرت میں ملعون اور عذابِ مہین کے سزاوار ہیں جاتے ہیں۔ خود قرآن کریم سورۃ الاحزاب میں ارشاد فرماتا ہے ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا و الاخرة و اعد لہم عذابا مہینا۔ اہل اسلام پر لازم کہ ان سے ہر حال میں پیچھے رہیں اور اپنے دین و ایمان پر قائم و ثابت قدم رہیں اور جلتی آگ سے زیادہ انہیں مضربِ محبت کہ ذیاب فی ثیاب یہ ہیں۔

و اللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم
وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد و
علیٰ آلہ و صحبہ و بارک و سلم۔

محرمہ الغفر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ ۸ رمضان المبارک ۱۳۶۳ھ



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شہرِ عتیم اس مسئلہ میں کہ موجودہ زمانہ میں پاکستان کے دیہات میں جہاں پہلے جمعہ نہیں پڑھا جاتا اب جمعہ پڑھا جانا چاہئے یا نہیں؟ کیا وہ شرائط جو جمعہ کے لئے ہونی لازمی ہیں وہ طہنتِ پاکستان میں پوری ہو چکی ہیں۔ اور جمعہ اگر پڑھا جاوے تو فرضی پڑھنا چاہئے یا احتیاطی؟ بینوا توجروا۔

السائل: فضل حق از ڈولوال تحصیل دیپالی پورہ ۲۷-۷-۵۸



سیدنا حضرت مولیٰ مشکل کشا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ و حضرت حذیفہ و عطاء و حسن بن ابی الحسن و نجفی و مجاہد و ابن سیرین و ثوری و سحنون و امام ہمام حضرت ابو یوسف و محمد رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین کے نزدیک نماز جمعہ دیہات میں نہیں ہے۔ غنیہ شرح منیہ میں ہے لا تجوز فی القریٰ عندنا و هو مذهب علی بن ابی طالب و حذیفہ و عطاء و الحسن بن ابی الحسن و النعمی و مجاہد و ابن سیرین و الثوری و سحنون خلافاً للامة الثلاثہ لما روی ابن ابی شیبہ عن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ قال لا جمعة و لا تشریق و لا اصلیة فطر و لا اضعی الا فی مصر جاعم او مدینة عظيمة و صححة ابن حزم فی المحلی۔



کتب مذہب میں متواتر و شروعا و فقاوے یہی مہر و مشرح ہے کہ ادا نے جمعہ کے لئے شہر
شرط ہے اور شہر بھی جامع، جب شہر ہو نا متحقق ہو لے تو بعد ازاں جامع ہو لے کی تحقیق ضروری ہے اور
مصر کی صحیح تفریف وہ ہے جو نفیہ وغیرہ میں مذکور ہے ان بلدة کبيرة فيها سک
واسواق و لها مساتيق و فيها وال يقدر على انصاف
المظلوم من الظالم بحشسته وعلمه او علم غيره
سیر جمع الناس اليه فيما يقع من الحوادث وهذا هو
الاصح (ترجمہ پنجم) اور جامع) ایسا بڑا شہر ہے جس میں متعدد محلے اور بازار ہوں اور اس کے متعلق
دیہات ہوں اور اس میں کوئی حاکم یا اختیار ایسا ہو کہ مظلوم کا بدلہ ظالم سے لے سکے اپنے رعب سے اور
علم سے یا اپنے غیر کے علم سے، اور لوگ اس کی طرف رجوع کرتے ہوں اپنے مقدمات میں۔

حدیث جوائے جسے مجوزین اپنی زبردست دلیل سمجھتے ہیں وہ دراصل ہادی زبردست دلیل ہے
اور ان کا زبردست رد کرتی ہے۔ بہر پنج احناف کے نزدیک گاؤں میں نماز جمعہ ادا نہیں کر سکتے کما
لا یخفی علی اولی النہی۔ اور سلطنت پاکستان کے دیہات بھی دوسرے ممالک اسلامی
کی طرح دیہات ہی ہیں اور اگر کوئی برعم خود جمعہ پڑھے تو فرض نہرازدئے مذہب مذہب احناف ضرور
ادا کرے کہ فرض نہرا اس جمعہ کے ساتھ ماقط ہوتا ہے جو حقیقت شراط کے ساتھ جمعہ ہو کما مر۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم
وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیب والہ وصحبہ وبارک
وسلم۔

مقرہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۷ محرم الحرام ۱۴۲۸ھ

الاستفتاء

جناب عالی صاحب

السلام علیکم کے بعد گزارش ہے کہ ہمارے گاؤں کا پتہ ایس گھر ہے۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک جمعہ اس گاؤں میں جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی ۱ غلام محمد قلم خود ۲ ربیع الاول ۱۳۴۸ھ



ایسے موضع میں حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ کے نزدیک نماز جمعہ نہیں پڑھی جاتی، جو دعویٰ کرے کہ وہ ثبوت دے ورنہ کاذب مقصور ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلہ جلال مجدہ اتم واحکم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

مقرہ الغفران الراحمین محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

۲ ربیع الاول ۱۳۴۸ھ

الاستفتاء

مکرمی محمد نور اللہ صاحب

السلام علیکم۔ سب سے پہلے اپنا تعارف پیش کرنا ضروری ہے۔ امید ہے آپ حاجی کرم الہی صاحب اور محمد اسحاق دکن پورہ دلول کو جانتے ہی ہوں گے۔ محمد اسحاق کا دوا کا ہوں اور مولوی محمد اکرم صاحب کا ہم عجات اور دوست ہوں۔ یہاں پر ملازمت کے سلسلہ میں آیا ہوا ہوں۔ یہاں پر ہم ایک کچی گھرنی رہتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ مسجد بنانے کی بھی کوشش شروع کی ہے۔ چھنا چور کو مسجد کی بھی کاسیکریٹری منتخب کیا گیا ہے اس لئے اپنے فرائض کو انجام دینے کے لئے کبھی کبھی آپ کی رہبری کی ضرورت پیش آتی رہے گی اور میں امید کرتا ہوں کہ

آپ ایکس نہیں فرمائیں گے۔ فی الحال مندرجہ ذیل دو مسئلوں کے متعلق آپ سے دریافت کر رہا ہوں :-
 نمبر ۱ : نماز جمعہ پڑھنے کے لئے کیا کیا شرائط ہیں؟ نماز جمعہ پڑھنے کے لئے کم از کم کن شرائط کا پورا کرنا ضروری ہے جن کے بغیر نماز جمعہ ادا نہیں کی جاسکتی؟
 نمبر ۲ : ایک شخص نے کسی بزرگ کو اپنا مرشد تسلیم کیا اور مرشد کی وفات ہو گئی اب مذکورہ شخص دوسرے کو مرشد بنا سکتا ہے یا نہیں؟
 جوابی الفاظ ارسال خدمت ہے جواب دیکھو شکور فرمادیں۔
 ارا قسم : میاں بشیر احمد جاوید کوٹھڑی علیہ السلام شیخ مازہ بڑہ کوٹھڑی ۲۳-۵-۷۵



و علیکم السلام ورحمۃ ربکم : بعد از دعوات عافیت طرفین انکدر سر ملغوف ملا میں آپ کو اچھی طرح جانتا ہوں اور آپ کے خط سے بڑی خوشی ہوئی ہے۔ آپ بڑے شوق سے سوال بھیجا کریں میں حاضر ہوں مگر چونکہ کام بہت زیادہ ہے لہذا کبھی جواب ذرا دیر سے دیا جاتا ہے۔ اور اب تو کئی دن مجھے تکلیف رہی ہے۔ امید کہ اسے صحیح انداز پر محمول کریں گے۔

۱۔ : جمعہ پڑھنے کے لئے چھ شرطیں ہیں کہ ان میں سے ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو ہوگا ہی نہیں۔ ۱۔ شہر
 ۲۔ بادشاہ اسلام حقیقہ یا حکما۔ ۳۔ وقت ظہر۔ ۴۔ خطبہ۔ ۵۔ جماعت۔ ۶۔ اذان عام، یہ سب شرطیں آسانی سے پائی جاتی ہیں مگر صرف پہلی شرط ہے جو دیہات میں نہیں پائی جاتی لہذا دیہات میں جمعہ نہیں کے معانی عامۃ معتبرات المذهب المہذب۔

۳۔ : اں جب پہلے مرشد کا انتقال ہو جائے تو کوئی حرج نہیں کہ دوسرے مرشد سے استفادہ کیا جائے مگر یہ ضروری ہے کہ مرشد ہی ہو سکتا ہے جو عالم دین اُستی، صیح العقیدہ، پابند شریعت ہو۔ یہ شرط ضروری ہے پہلا مرشد جو یاد دہرا یا تیسرا کیونکہ جو خود نا واقف ہو یا گمراہ ہو تو دوسرے کو وہ معرفت یا ہدایت و رشد کا حق کیا دے سکتا ہے؟ باقی سب غیریت ہے آپ کی خیریت مطلوب۔ دو تین دن ہوئے آپ کے والد ماجد صوفی محمد احسان صاحب شیشین



پر ملے تھے، اس پر میرے ہاتھ تھے، والسلام

عزیز الفقیر الیہ الحاج محمد نور اللہ النعمی ٹھکانہ

۸۰۶۰۶۳

الاستفتاء

بخدمت جنابے احباب الاحرام حضرت مولانا مفتی ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم تافریہ جعفریہ لکھنؤ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ کے بعد گزارش ہے کہ مندرجہ ذیل فتوے تحریر فرمادیں۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری منڈی رائے وڈ
جہ ضلع لاہور کی ایک اہم منڈی ہے یہاں ریلوے اسٹیشن، اڈا لازیباں، آرہستیں، بازار، تھانہ، ڈاک خانہ،
شفا خانہ، ٹیلیفون، بجلی ٹاؤن، کیٹی منڈی، محصول چوکنگی وغیرہ ہر ایک چیز پائی جاتی ہے فرضیکہ ضلع لاہور
کا مشہور قصبہ ہے، یہاں کی جامع مسجد اہل السنۃ والجماعت جو کہ حکم اوقات کی تحویل میں ہے، میں
جمعۃ المبارک باحسن وجہ بروقت ادا کیا جاتا ہے اور جمعہ میں جمع تقریباً بہت زیادہ ہوتا ہے۔ یہاں
احتیاط النظر کے متعلق کیا حکم ہے؟ آیا یہاں احتیاط النظر کا ادا کرنا فرض ہے یا واجب یا سنت یا مستحب؟
آیا ہر خاص و عام کو احتیاط النظر کے متعلق مجبور کیا جاتے یا نہ؟ اگر کوام الناس احتیاط النظر نہ پڑھیں تو کیا حکم
ہے؟ نیز واضح فرمادیں کہ جمعہ فرض ہے یا کہ نہیں؟ آیا جمعہ علمیہ فرض ہے یا ظہر کا نعم البدل ہے؟ آیا حضور نبی
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مقدس میں احتیاط النظر ادا کی جاتی تھی یا کہ نہیں؟ بینوا تو جبروا من
اللہ احبب اعظیما۔

اسماں الثانی :- فقیر منظور احمد نقشبندی رضائی خطیب جامع مسجد اہل سنت منڈی رائے وڈ ضلع لاہور
نوٹ :- اپنے فتوے پر دارالعلوم جعفریہ لکھنؤ کے مدرسین حضرات کی طرف سے تاکید اور دستخط زیادہ متناہ
ہیں، ضرور ہونے چاہئیں۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الْجَوَابُ
اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْيُسْرَى وَالصَّوَابَ

ایسے مقام میں جمعہ فرض ہے، فتاویٰ رضویہ میں ہے لا شک فی جواز الجمعة فی البلاد والقصبات۔ اور جمعہ فرض مکم ہے، فتح القدیر ص ۲ جلد ۲ میں ہے ان الجمعة فريضة محكمة بالكتاب والسنة والاجماع اسی کے صفحہ ۲۲ میں ہے وقد صرح اصحابنا بانها فرض احد من الظهور۔ اور یہیں سے ظاہر کہ وہ علیحدہ فرض ہے اور ظہر کا بدل نہیں اور صرف انتظار ہی نہیں بلکہ اسفار مذہب مذهب اس کی تصریح انتہا جلیلیہ سے مملو ہیں۔ اسی کے ص ۲ میں ہے ہی فرض ابتداء پھر ص ۳ میں متن و شرح میں تصریح ہے کہ امام زفر علیہ الرحمۃ کے نزدیک ظہر جبہ کا بدل یا کالبدل ہے اور یہ کسی کا بھی قول نہیں کہ جمعہ ظہر کا بدل ہے فیما روی۔ احتیاط الظہر ایسے مقام میں فرض یا واجب نہیں اور سنت تو کہیں بھی نہیں۔ ہاں بعض وجوہ کی بناء پر مستحب ہے مگر وہ بھی عوام کے لئے نہیں واجب کیوں کئے جائیں؟ اور کیا حکم کیا جائے؟ فتاویٰ رضویہ ص ۲ جلد ۲ میں ہے ویفتی بہ الخواص لا العوام۔ اور ظاہر ہے کہ زمان اقدس میں احتیاط الظہر ادا نہیں کی جاتی تھی کہ اس کا مبنی و سبب ہی اس وقت تھا۔

والله تعالى اعلم وصلى الله تعالى على حبيب
الانور والواصحابه وبارك وسلم۔

مقرہ الفقیر الراجح محمد نور اللہ النعمی عظمیٰ

۱۹ شوال المکرم ۱۳۸۳ھ ۲۳-۲۴-۲۲

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندر میں مسئلہ کہ گاؤں میں نماز جمعہ فرض ہے یا نہیں؟
سائل : عبدالعزیز بقلیم خود، محمد رمضان بقلیم خود ۲۸-۵-۶۶



گاؤں میں نماز جمعہ فرض نہیں حسب الاکثاد حضرت امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم
سہن بنیقی ص ۱۶۹ جلد ۳ وغیرہ میں ہے قال علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
لا جمعة ولا تشريق الا فی مصر حاکم اور یہی امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے، فتاویٰ عالمگیری ص ۴۷ جلد ۱ میں ہے ولاد انہا شرائط
فی غیر المصلیٰ منها المنصر۔
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب
الاکرم والہ واصحابہ وسلم۔

مفتی اعظم دارالافتاء محمد نور اللہ النعمی حفظہ

۸ صفر المظفر ۱۳۸۶ھ ۲۸-۵-۶۶

الاستفتاء

نمبر ۱ : عرض ہے کہ ایک آدمی نے ریش کے بارے میں تنگ کر رکھا ہے۔ آپ حدیث شریف سے بیان



فرمائیے۔

نمبر ۲ : عید فطر کی نماز عورتوں پر باجماعت جائز ہے تو یہ بھی غریب کو بتا دیجیے۔ نہایت مہربانی ہوگی۔
السائل : صوفی محمد اسماعیل از کماں اسلام پور ۲۶ ماہ رمضان المبارک ۱۳۵۸ھ



حامداً ومصلّياً ومسلماً میرے محترم!

علیہ السلام : اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے قل ان كنتم تحبون الله دالی، اطیعوا الله و
الرسول یعنی رسول اللہ کی پیروی کرو اور اللہ کا حکم مانو " اور بخاری شریف ص ۸۸ میں
ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں وفروا للہی واحضوا الشوارب
” بڑھاؤ ڈاڑھیوں کو اور ترشواؤ منہ چھوٹوں کو “ نیز ارشاد فرماتے ہیں انہکوا الشوارب
واعضوا اللہی ” منہ چھوٹوں کو ترشواؤ اور ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ “ ان دو حدیثوں کے ہم معنی بہت
سی حدیثیں کتب حدیث میں وارد ہیں اور بہت سے دلائل قویہ سے ڈاڑھی کا بڑھانا ثابت ہے مگر میں نے
بغرض اختصار صرف دو آیتوں اور دو حدیثوں پر اکتفا کیا کہ ایماندار کو یہی کافی اور بدینہ مہیب تابع نفس و ہوا
کو ہزار ہا دفعہ بھی ناوافی۔ اور یہ بھی خیال کرنا یاد آپ اس فتوے کے پیچھے سے پہلے ہی یہاں پہنچیں۔

علیہ السلام : میرے معزز اعدائے نماز میں یہ شریک نہیں ہو سکتیں کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے وقرن
فی بیوتکں۔ اور اپنے گھروں میں ٹھہرو “ یہ خطاب خواتین کو ہے تو جب گھر میں ٹھہرتے کا حکم ہے
تو باہر جانا خود ہی منع ہوا۔ البتہ جہاں دلیل سے ثابت ہو جائز ہے جیسے حج ورنہ اسی حکم میں داخل ہیں احادیث
سے جواز ثابت وہ زمانہ آقدس و مقدس محبوب دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مختص کر سب
زمانوں سے سقرا اور پاکیزہ اور نیک تھا۔ حدیث شریف میں ہے خیر المقرون قرنی
” سب زمانوں سے بہتر میرا زمانہ ہے “ اسی واسطے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا لے فرمایا



موجود اور اب بالکل مفقود اور اس زمانہ میں حدود شرعیہ جاری جن سے لوگوں پر سخت رعب طاری تھا اور اب آزادی کا وہ عالم کہ اگر عورت راضی ہو تو زنا پر بھی کوئی تعزیر عائد نہیں کی جاتی۔ زیب و زینت و لباس و خوشبو کا وہ منظر کہ خدا امان دے بانگی ادا بانگی چال شیطان کا پورا پورا جال، تو ثابت ہوا کہ زمانہ نبوت پر اس زمانہ کا قیاس محض غلط و فاسد ہے اور صحابی دلی سے بھی افضل و بہتر ہے اور جو بعض منافق تھے وہ مجلس مبارک میں نہایت ہی دبے ہوئے ہوتے تھے اور ڈرتے تھے کہ اللہ جل جلالہ و علم نوالہ اپنے محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کی ثلواتوں سے مطلع فرمادیتا تھا چنانچہ آیت ولقد علمنا المستقدمین منکم ولقد علمنا المستأخرین کا سبب نزول ایک قول پر ہی ہے۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے وہ طاقت عطا فرمائی کہ آپ جیسا آگے دیکھتے تھے ویسا ہی پیچھے دیکھتے تھے چنانچہ آیت و احادیث صحاح سے ثابت ہے خصوصاً مجلس مطہر اشرف المجالس تھی کہ شرف المكان بالمکین، ہاں اگر اب بھی تمام حاضرین و حضرات صحابی اور مجلس مجلس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے تو ضرور حاضر ہوں اور اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو نہ، اس بنا پر کتب فقہ میں مصرح کہ جو میں کسی جماعت میں حاضر نہ ہوں چنانچہ در المختار، رد المحتار، بحر الرائق وغیرہ میں ہے ونظمه من البصر (قوله لا یحضرن الجماعات) لقوله تعالیٰ و قرن فی بیوتکن الخ

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب
الاعظم و علی آلہ و صحبہ و بارک و سلم۔

عزہ الغفرانہ ابو نعیم محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ ایک چمک جس میں شراب و خمر و عیدین نہیں پائے جاتے،



کا امام مسجد عید کے دن لوگوں کو خود بخود جمع ہو جانے پر دو رکعت نفل محض باجماعت بیکبر بترتین عیدین ادا کرتا ہے اور نماز عید کو وہاں واجب نہیں سمجھتا کیا یہ نماز جائز ہے یا نہیں؟ یاد رہے کہ چمک مذکورہ کے قریب ایک دوسرے چمک کا امام مسجد نور احمد دیوبندی نماز مذکورہ کو مکروہ تحریمیہ اور نماز پڑھانے والے کو گنہگار کہتا ہے اور اپنی دلیل کی صحت کے لئے فتاویٰ شامی کی عبارت (قولہ بما لا یصح) اعیان عید و الا فہو نفل مکروہ لا دابة بالجماعة پیش کرتا ہے۔ اور نماز عید کو گاؤں میں واجب قرار دیتے ہوئے اس کے تارک کے لئے فتویٰ خوف کفر بھی صادر کرتا ہے۔ کیا یہ صحیح ہے اور واقعی نفل محض باجماعت مکروہ تحریمیہ اور پڑھنے پڑھانے والے گناہگار و حرام کار میں یا نہیں؟ اگر نہیں تو مفتی مذکور کا فتوہ غلط اور خود کذاب و خطا کار ہوگا یا نہیں؟ بینوا توحیدوا۔

المستفتی : ابو الفیض علی محمد زوری غفرلہ چمک L-۴/۳۱ ضلع شکر پور ۶۰-۵۳



حبِ تصریحاتِ جلیلہ حضرت امام غلام اور دیگر ائمہ احناف علیہم الرحمۃ گاؤں میں نماز عید نہیں کہ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا یہی فتوے ہے جو حقیقہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فتوے ہے اور ان کا فتویٰ ان کے رب اکرم جل و علا کا فتویٰ ہے۔ اسفار مذہبِ مہذب متوناً و شرعاً و حاشی و فتاویٰ اور وقایع احادیث و شروح ان تصریحاتِ جلیلہ سے گونج رہے ہیں جنفی بن کر اس کا انکار وہی کر سکتا ہے جو عقل و انصاف کے وجود کا ہی قائل نہ ہو۔ تو اس و شمس کی طرح واضح ہوا کہ امام مسجد اولیں کا نماز عید کو واجب نہ سمجھنا اور ادا نہ کرنا اپنے پسندیدہ اور بیکار مذہبِ حنفیہ پر عمل کرنا ہے جو اس کا شرعاً و عقلاً ہر طرح حق ہے اور نماز نفل محض کی ادائیگی اوقات خاصہ میں کو جماعت کثیرہ ہو قطعاً جائز اور آیہ کریمہ واستعینوا بالصبر والصلوة



میں یقیناً داخل۔ پھر تکبیرات، عیدین چونکہ مخصوص عیدین میں تو ان کے بغیر ادا کرنا بعد از انصاف نہیں بلکہ عین انصاف ہے، رہا باجماعت ادا کرنا تو وہ بھی قابل گرفت نہیں بلکہ کرمہ مذکورہ کا اطلاق مجدد اور ظاہر صیغہ جمع متقاضی حجاز ہے و اطلاق النصوص حجت لایحوز نسخ بخبر الواحد و القیاس فضلا عن اداء الاغبیاء کما نصوا علیہ فی مظان۔

باقی اس دیوبندی امام کا مکروہ تحریمہ کہنا اور نماز پڑھانے والے کو گناہ گار و حرام کار بنانا تو یہ ان بہادر و دل کار و زاد مشغلہ ہے کوئی نئی چیز نہیں۔ ان کے نزدیک تو سارا جہان شرک آباد ہے، گیارہویں شرک، میلاد شریف شرک، یہ شرک وہ شرک غرض شرک ہی شرک ہے تو اس بیچارے کا شکوہ ہی کیا؟ ہر ایک اپنی عادت سے مجبور ہوتا ہے بلکہ یہ تو اس کی مہربانی ہے کہ صرف گناہ و حرام و خوف کفر پر اکتفا کیا ورنہ شرک و کفر کہتا۔ اس کا تو عبارت شامی کو بطور سند پیش کرنا ہی اس کے علم و عقل کا بہترین شاہد عدل ہے۔ چہ دلا و راست دزد سے کہ بکف چراغ وارد، کا مصداق بعلتی پرنس بلکہ پٹول پھرنے کا کارنامہ ہے حقیقت یہ ہے کہ درالختار میں ہے کہ نماز عید کا ڈل میں مکروہ تحریمہ ہے اس لئے کہ بغیر صحیح کام میں مشغول ہونا ہے اور شامی نے اسے ہر قرار رکھتے ہوئے فرمایا کہ غیر صحیح و مکروہ تحریمہ تب ہے کہ عید جان کر ادا کرے ورنہ نفل ہے اور ادا باجماعت کی وجہ سے مکروہ ہے جس کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ اگر عید نہ سمجھے تو صحیح ہے اور مکروہ تحریمہ نہیں ہاں جماعت کی وجہ سے مکروہ ہے تو لامحالہ یہ مکروہ تنزیہی بنے گا کہ وہی صحیح ہوتا ہے اور وہی مکروہ تحریمہ کے مقابلہ میں آتا ہے ورنہ شامی علیہ الرحمۃ کا ”الا“ بے معنی اور بے جا ہو جائے گا حالانکہ یہی شامی دوسری جگہ تصریح فرماتے ہیں کہ نفل باجماعت مکروہ تنزیہی ہے۔ شامی ص ۱۶ جلد ۱، منہ الخالق ص ۲۵ جلد ۲ میں ہے وھو کالصریح فی انہا کراہۃ تنزیہیہ منہ الخالق ص ۳۵ جلد ۱ میں ہے و ان الکراہۃ صراحتہ تنزیہیہ تو خود اس کی پیش کردہ عبارت سے ثابت ہو گیا کہ

(۱) گاڈل میں نماز عید مکروہ تحریمہ ہے اور صحیح نہیں۔

(۲) ادا نفل باجماعت صحیح ہے یہی پہلے امام کا نظریہ و عمل ہے اور دوسرا اس کے مخالف ہے



باقی شامی علیہ الرحمۃ کا مکروہ تنزیہ کتنا تو یہ بھی امام اولین پر اعتراض نہیں بن سکتا کہ مکروہ تنزیہ حرام نہیں بلکہ حرام کا مقابل اور جائز ہوتا ہے ورنہ مقابل نہیں رہے گا۔ اور اگر مواظبت و ہشیگی سے باجماعت ادا نہ کرے بلکہ گاہے گاہے ادا باجماعت کرے تو مکروہ تنزیہ بھی نہیں۔ شامی ص ۶۶۳ جلد ۱ میں ہے ان کان احیاناً کما فعل عمر کان مباحاً غیر مکروہ اور یہی صورت ہے اس مسئلہ کی کہ کبھی کبھی ہی پڑھتا ہے تو مکروہ تنزیہ بھی نہ ہا۔ پھر دوسرے امام مسجد کا گاوڑ میں نماز عید کو ایسا واجب قرار دینا کہ تارک پر خوف کفر برہمض نادانی اور خطرناک ظلم ہے۔ اس کا یہ خوف کفر کہاں کہاں جا پہنچا، یہ ادال جواب سے بخوبی واضح، ظالم اگر ہمارے ائمہ کرام و حضرات عظام کا لحاظ نہیں کرتا تو کم از کم اپنوں ہی کا پاس کرتا۔ اکابر دیوبند بھی گاوڑ میں نماز عید کے قائل نہیں۔ بلکہ ظالم کو تو اپنا بھی خیال نہ ہا کہ اسی کی پیش کردہ عبارت سے ثابت کہ گاوڑ میں نماز عید مکروہ تحریمہ اور غیر صحیح ہے اور مکروہ تحریمہ سے بچنا واجب، شامی ص ۳۴۴ جلد ۱ میں ہے کراہۃ التحریم فی رتبة الواجب تو اٹے وہ خود تارک واجب بنا، کہ گاوڑ میں نماز عید مکروہ تحریمہ کا ارتکاب کیا تو اس کے اپنے اس فتوے بنے خود اس پر خوف کفر ثابت ہو گیا۔



ویدی کہ خونِ ناحق پر دانہ شمع را چندان امان نہ داد کہ شب بسحر کند
کذلک العذاب ولعذاب الآخرة اشد و سیعلم
الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ اس کے اس فتویٰ و سند
مذکور کی افراط کثیرہ و جهالات وغیرہ وغیرہ اہل علم سے مناس نہیں اور مثلاً شمی حق و انصاف کے لئے یہی چند
سطور ہی کافی اور معاند دشمن جن کے لئے صدمہ و فتنہ بھی نادانی، تو اس پر اختصار و اقتصار ہوا۔
واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم
وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و صحبہ و
بارک و سلم۔

قرۃ العقبین ابوالخیر محمد زکریا الشافعی رحمہ اللہ ۶/۷ ذی القعدة المبارکہ ۱۴۳۳ھ

(نوٹ) حضرت علامہ مولانا الحاج ابوالبیان غلام علی صاحب ادکاڑہ نے اس فتوے کی تائید عبارت

ذیل سے جمع اپنے دستخطوں کے فرمائی ہے۔

”نفل مع الجہالت علی السبیل التداعی مکروہ نہر ہی میں حرام نہیں، معصیت بھی نہیں“

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و متقیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ خطبہ میں عصا ہاتھ میں لینا آیا سنتِ مکرہ ہے، غیر مکرہ یا مکروہ؟ اس مسئلہ میں نقل کی جانے والی حدیث ابی داؤد استنباطِ مسائل میں کیا حیثیت رکھتی ہے، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے اس مسئلہ کے متعلق فتوے صادر فرمایا ہے فتاویٰ رضویہ میں کہ بعض نے سنت لکھا ہے اور بعض نے مکروہ، اگر سنت بھی ہے تو غیر مکرہ، بنظر خلاف سچا ہی بہتر ہے مگر کوئی عذر مولان الفعل اذا تردد بین السنة والکراہۃ فکان ترکہ اولیٰ نیز احکام شریعت میں فرمایا کہ سنت و مکروہ میں تعارض ہو تو ترک ادلیٰ ہے کیونکہ جامع الرموز میں محیط سے نقل ہے کہ سنت ہے اور محیط میں مکروہ لکھا ہے۔ زبیر نے اعلیٰ حضرت کے فتوے کے خلاف دیوبندی مفتی سے فتویٰ لیا ہے اور اس نے ان الفاظ میں فتویٰ دیا ہے،

”روایت ابی داؤد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قام ای فی الخطبۃ متکاء علی عصا او قوس کذا رواہ البیہقی عانہب و محمد بن السکن و فی شامی و نقل القسستانی عن عید المحيط ان اخذ العصا سنت کالقیام“ (رد المحتار ص ۴۴)

مندرجہ بالا حدیث اور شامی کے فتوے سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام نے خطبہ کے وقت عصا ہاتھ میں لیا ہے جو حکمِ اکم سنت پر دلالت کرتا ہے اور ان دلائل کی موجودگی میں کسی شخص کا کہنا کہ عصا ہاتھ میں لینے کا ثبوت نہیں اور خطبہ میں غیر مشروع ہے، بہت بڑی جسارت ہے اور اس سے لازم کہ خطیب کو استغفار

کر کے اور کوئی بات بلا دلیل شرعی ذکر سے۔ قسمتانی نے کہا ہے کہ عصا ہاتھ میں لینا سنت ہے باقی عصا کو ہاتھ میں لازم قرار دینا اور اس کے بغیر خطیہ نہ ہونے کا اعتقاد کرنا درست نہیں۔ ”دیوبندی مفتی“

تحقیق سے بیان فرمائیں اس مفتی کا یہ فتوے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ اور جامع الرموز اور صاحب محیط اور صاحب خلاصہ و در المختار و عالمگیری تمام فقہائے کرام اور ان فتاویٰ کے خلاف ہوا یا نہیں! علماء اہل سنت نزدیک اعلیٰ حضرت مجدد مائتہ حاضرہ کے فتوے کی حیثیت ہے کیا، اعلیٰ حضرت کی تحقیق حقیقت ہے یا کچھ اور؟ اور زید جو اعلیٰ حضرت کے فتوے کے خلاف دیوبندی مفتی کے فتوے کو ترجیح دیتا ہے۔ کیا یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والوں کی تائید نہیں اور اعلیٰ حضرت نے فرمایا من شک فکفر ہ

فہو کافر۔ میں نو اباً للتحقیق وتوجہوا

السائل: محمد بشیر مدرس دارالعلوم قمر الاسلام سلیمانہ، پنجاب کالونی گزری۔ دو کراچی ملا

نوٹ: اوائل ربیع الآخر میں یہ سوال آیا، ابو الخیر زبیدی غفرلہ



وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیب الکرم والہ واصحابہ وبارک وسلم



خطیبین عصا ہاتھ میں لینا سنت ہے مسند امام احمد (المکتب الاسلامی بیروت) ص ۱۲۱ جلد ۲، سنن ابی داؤد ص ۱۵۶ جلد ۱، سنن بیہقی ص ۲۰۱ جلد ۲ میں حضرت یحییٰ بن حزن کلفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث طویل میں بالفاظ مختصہ ہے والنظم عن المسند فلبث شاعند رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایما شہدا فیہا الجمعة فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متوجعا علی قوس او قال عصا۔ مواہب اللدنیہ ص ۲۸۸ جلد ۲ میں ہے (مطبوعہ مع الشرح الزرقانی) وعند



ابی داؤد باسناد حسن انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قام متوکلًا علی قوس او عصی فی خطبۃ الجمعة سنن ابن ماجہ ۱/۱۸۱ سنن بیہقی ۲/۲۰۰ جلد ۲ میں حضرت سعد مژون رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بالفاظہ متقاربہ ہے اذا خطب فی الجمعة خطب علی عصی امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے جامع صغیر منہ ۲۸ جلد ۲ میں اس حدیث کی تصحیح فرمائی مستدرک ماہم ۲۰۰ جلد ۲ میں انہی حضرت سعد سے خطبہ سعیدین کے متعلق ہے و یخطب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی عصا سنن بیہقی ۳/۲۰۰ جلد ۲ میں حضرت براہ بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خطبہ نعمی کے متعلق ہے واعطی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قوسا او عصا فتکأ علیہا ورنہ ابن داؤد ۱۶۲ جلد ۱ کی اسی حدیث میں ہے نول یوم الحید قوسا فخطب علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زر قانی علی المواب ۳۸۴ جلد ۱ اور ۳۹۹ جلد ۱ میں مکرر ہے وفی ابی داؤد کان صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام یخطب اخذ عصا فتکأ علیہا وهو علی المنبر کتاب الامم منہ ۲۸ جلد ۱ (للہام الشافعی) میں حضرت عطاء بن ابی رباح تابعی جلیل القدر کی حدیث مرسل ہے اسناد کے بعد ہے قلت لعطاء اکان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقوم علی عصا اذا خطب قال نعم کان یعتد علیہا اعتمادا امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے جامع صغیر منہ ۲۸ جلد ۲ میں اس حدیث کا ذکر فرما کر تصحیح فرمائی سنن بیہقی ۳/۲۰۰ جلد ۲ میں بھی اس حدیث کو بالاسناد ذکر فرمایا ہے اور المیز شرح جامع صغیر منہ ۱۲ جلد ۳ میں ہے قال الشیخ حدیث صحیح بطحاوی علی المراقی ۳۹۹ میں محقق ابن امیر حاج رحمہ اللہ تعالیٰ سے ہے انہ ثبت انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قام خطیباً بالمدينة متکئاً علی عصا او قوس کما فی ابی داؤد



وكذا رواه البراء بن عازب عن صلى الله تعالى
عليه وسلم وصححه ابن السكن - شامی ص ۱۱۱ جلد ۱ میں در المختار
کی عبارت وفي الخلاصة ويكره ان يتكئ على قوس او عصا
کی تضعیف میں فرمایا استشكل في الحلية بأنه في رواية ابن داود
ان صلى الله عليه وسلم قام اى في الخطبة متوكئا
على عصا او قوس اه ونقل القهستاني عن عبيد المحيط
ان اخذ العصا سنة كالقيام -

شاہ عبدالغنی محدث دہلوی علیہ الرحمۃ شرح سفر السعادت میں فرماتے ہیں "صحیح" انت کہ مکروہ
نہیست از بہت ورود و سنت "، یہی تردد و تعارض سنت و کرامت کی بات تو وہ اس مسئلہ میں مشکل ہے کیونکہ
تعارض کے لئے شرط ہے کہ دونوں دلیلیں برابر ہوں صاحبین فی محلہ اور مسئلہ کا اثبات صحیح و
حسن حدیثوں سے ہے حالانکہ نفی کیلئے کوئی حدیث نہیں ملتی گئی۔ رہا خلاصہ وغیرہ میں ذکر کرامت تو وہ کسی شیخ کا قول
ہی ہو سکتا ہے جو تفکرات و تفہیمات مشائخ سے ہی ہے تو اس میں یہ طاقت کہاں کہ صحیح حسن حدیثوں کے
مقابلے آئے۔ امام اہل سنت و الجماعت کے فتاویٰ میں ہونا بظاہر کاتب یا مرتب کی غلطی ہی ہو سکتی ہے خود
اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتاویٰ رضویہ شریف میں اکابر مشائخ عظام پر بکثرت تخطیلات کا ذکر فرمایا
تھے کہ پہلے ہی جلد میں انیس صد سے بھی زیادہ ذکر کئے ہیں مثلاً ص ۸۲ جلد ۱ میں فرمایا سبق قلم
من الامام فقیہ النفس رحمہ اللہ تعالیٰ رحمت
واسعة و حسنابہ فی الدنيا و الاخرة امین۔ اور پھر
نہایت زریں ارشاد فرمایا ولا غرو فلعل جواد صوة و لكل صام
نبوة و لا عصمة الا لكلام الالوهية ثم النبوة۔ علامہ شامی
علیہ الرحمۃ ثلاثین جلد ۱ میں فرماتے ہیں وقد يتفق نقل قول في نحو
عشرين كتابا من كتب المتأخرين ويكون القول



خطاً اخطأ به اول واضع له فبأنى من بعده وينقل عنه وهكذا ينقل بعضهم عن بعض پھر ۱۵ میں فرمایا ولہذا الذی ذکرناہ نظائر كثيرة اتفق فیہا صاحب البحر والنحر والمنع والدر المختار وغيرہم وہی سہو منشأها الخطأ فی النقل او سبق النظر اور یہ بھی واضح کر کسی دیوبندی کی کوئی بھی بات صرف اس لئے جھوٹی نہیں ہو سکتی کہ دیوبندی کی بات ہے الکتوب قد یصدق حق ہے ہذا مال دئی۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبه الاعظم
والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

نوٹ :- حضرت کا متفقہ تصاف نہیں لکھا ہوا ذرا رام سے صاف لکھا جائے اور پھر تاریخ بھی درج کرنی
چاہیے بشکریہ ۱۲ منہ غفرلہ

عزہ الفقیر الراجی محمد زور الشماوی غفرلہ

۱۵ ربیع الثانی ۱۳۹۱ھ ۱۰-۶-۷۱

الاستفتاء

از محرو شاہ مقیم ۱۷-۶-۲۳ قبلہ عمرتم حضرت صاحب

السلام علیکم : اگر ایک شخص جس کی ڈاڑھی منڈی ہوئی ہو، قوم کا سید ہو، اور سادہ سب گیلانی بروز جمعہ جامع مسجد میں کھڑے ہو کر واقعہ کر بلا، فضیلت اہل بیت، مصائب اہل بیت بیان کرے اور خطیب جامع مسجد کی اجازت سے بیان کرے۔ اس سے پہلے بھی وہ خطیب جامع مسجد کی اجازت سے اللہ اور رسول کی باتیں مسجد میں بیان کرتا رہتا ہے، مگر ایک ڈاڑھی والا صرف اس لئے مسجد سے نکل جائے کہ اس ڈاڑھی



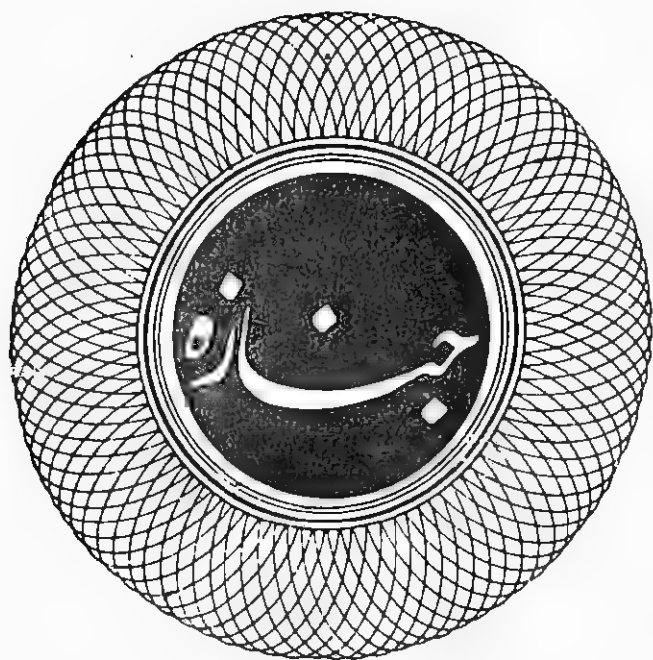
مؤید سید نے مسجد میں تقریر کیوں کی اور وہ ڈاڑھی والا مسجد میں نماز جمعہ باجماعت بھی نہ پڑھے اور نماز گھر میں جا کر پڑھے۔ آپ اس پر روشنی ڈالیں کہ کس کا فعل قابلِ مذمت ہے؟ کیا سید صاحب کو آئندہ تقریر نہیں کرنی چاہئے اور ڈاڑھی والے صاحب کی یہ نفرت درست تھی؟ خطبہ خطیب صاحب نے ہی پڑھا، جماعت خطیب صاحب نے ہی کرائی۔ جواب کے لئے علیحدہ نفاذ ارسال خدمت ہے۔



وعلیکم السلام :

آپ نے یہ بیان نہیں کیا کہ وہ مقرر سید صاحب اور ڈاڑھی والا اہل سنت والجماعت میں یا نہیں اور نبی ڈاڑھی والے کی توثیق نہیں ذکر کی مگر ظاہر ہے کہ وہ گیلانی صاحب سنی ہیں کہ خطیب صاحب کی اجازت سے سنیوں کو فضائل اہل بیت وغیرہ سنانے میں تو اگر گیلانی صاحب کا بیان صحیح روایات سے افراط و تفریط سے پاک ہوا کرتا ہے اور آیات و احادیث کی روشنی میں ہوا کرتا ہے تو ایسے بیان سے نفرت کا کوئی معنی نہیں، خصوصاً جبکہ بیان کرنے والا بھی صحیح النسب ہوا ایسے سادات تو اہل ایمان کے سروں کے تاج میں باقی رہا ڈاڑھی کا معاملہ تو یہ گناہ ضرور ہے مگر کفر نہیں اس سے سید کے سید ہونے میں یا صحت بیان میں فرق نہیں پڑتا اور اس بارش شخص کا اتنا نفرت کرنا اور نماز جمعہ بھی سرے سے ترک کر دینا کہ گھر میں جمعہ پڑھا ہی نہیں جاسکتا تو اس کا فعل خود قابلِ نفرت ہے میری نظر میں کوئی ایسی حدیث یا آیت نہیں جس سے سید صاحب کو پابند کیا جائے کہ آیات و احادیث اور صحیح مسائل آئندہ کے لئے بیان نہ کریں ہاں انہیں یہ ضرور چاہئے کہ حضرات حسنین کریمین اور حضور غوث اعظم اور حضرت مولیٰ مشکل کشا بلکہ تمام ائمہ اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرح وہ بھی شریعت کے مطابق ڈاڑھی رکھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

مترجمہ الفقیر الیہ الحاج محمد نور اللہ النعمی غفرلہ



بَابُ الْجَنَائِزِ

الاستفتاء

جناب عالی !

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں جو بڑی ایک سال یا دو سال کی فوت ہو جائے۔ اسے غسل دینے والی عورتیں موجود ہوتے ہوئے بھی پھر اس بڑی میت کو غسل مرد سے مکتبہ یا نہیں؟ اگر وہ امام بڑکیوں کو غسل دیتا رہے کیا شریعت اس مسئلہ میں کیا حکم دیتی ہے؟ اور مرد کو کیا شریعت کا حکم ہے؟
دعا گو: سید احمد علی شاہ ولد سید حمید علی شاہ نقوی کرمانی شیرگڑھی



بالکل چھڑا بچہ نہ ہو یا مادہ اسے مرد اور عورت دونوں غسل دے سکتے ہیں۔ فتاویٰ عالمگیری ص ۱۸۷ میں ہے
ان كان الميت صغيرا لا يشتهى حباzan يغسل النساء
وكذا اذا كانت صغيرة لا تشتهى حبا للمرجال يغسلها
والله تعالى اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ

وصعب وبارک وسلم۔

مقدّمہ الفقیر الہدی محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

۲۴-۳-۶۳

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کرام و فضیلتان عظام دین مبین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس مسئلہ میں کہ زید کی عورت (زوجہ) زید کو چھوڑ کر اختر کے ساتھ بھاگ گئی اور اس عورت نے اختر سے زنا کر کے تین بچے جنمے کے بعد اختر فوت ہو گیا اور دس سال تک یہ عورت یعنی زید کی عورت آوارہ گردی کرتی رہی اور اب زید کی عورت فوت ہو گئی ہے اور زید ابھی زندہ ہے۔ کیا اب اس عورت کا نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جس شخص نے اس کا نماز جنازہ پڑھا ہے اس کے متعلق کیا حکم شرع وارد ہے؟ بحوالہ تحریر فرمادیں۔

از: شاہ ابو بلّحہ ضلع منگھری تحصیل پاکپتن شریف ۳۴ جمادی الثانی



وہ عورت گویا سخت گنہگار تھی مگر جبکہ کلہ گواہ مسلمان تھی تو اس کا جنازہ پڑھنا ضروری تھا کہ نماز جنازہ کی شرط میت کا مسلمان ہونا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری ص ۳۸۵ جلد ۱ میں ہے وشرطها اسلام المیت نیز ایسی ہیں ہے ویصلی علی کل مسلم مات الخ شرح مفاد ۱۵۱ میں ہے ویصلی علی کل بر وفاجر اذا مات علی الایمان للاجماع الخ اگر مرنے والے کلمہ گو نے اپنی زندگی میں اپنے فرائض ادا نہ کئے اور گنہگار رہا تو وہ اس کا اپنا معاملہ ہے اور جب فوت ہوا تو اس کا کفن و دفن اور نماز جنازہ ہمارے فرائض ہیں تو ہم اپنے فرائض ترک کر کے گنہگار کیوں بنیں جس

شخص نے جنازہ پڑھا اس نے اپنا فرض ادا کیا اور نیک کام کیا۔ اس پر اعتراض کرنے والا لنگڑا رہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ
وصحبہ وبارک وسلم۔

مقرہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

بخدمت جناب حضرت فقیہ اعظم مفتی ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب مدرسہ بصیر نوپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین، السلام علیکم کے بعد عرض ہے کہ قصیدہ کرم پور میں ایک شخص محمود باجی قضاۃ الہی سے فوت ہو گیا۔ اس کے جنازہ کے لئے مولوی صاحب امام مسجد کو بلا یا گیا تو امام مسجد کو ایک شخص شعبان کمار نے شہادت دی کہ یہ شخص مسیحی محمود شیعہ ہے۔ اس کا جنازہ اہلسنت والجماعت کا کوئی فرد نہ پڑھا سکتا، اور نہ پڑھ سکتا ہے۔ مگر شرک کے باقی معزین سے پوچھا گیا کہ کیا وجہ ہے کہ محمود تو ساری عمر اہل سنت والجماعت کے ساتھ نماز باجماعت ادا کرتا رہا ہے تو شیعہ کس طرح ہو سکتا ہے؟ جس شخص یعنی شعبان کمار نے شہادت دی تھی کہ یہ شیعہ ہے اس سے شرکے چیرمین صاحب اور دیگر معزین نے بلا کر پوچھا کہ تیرے پاس کیا ثبوت ہے کہ یہ شیعہ ہے تو اس نے کہا کہ جامع مسجد میں میرے ساتھ مسیحی محمود نے نماز ادا کی اور بعد میں اس نے دعا مانگتے وقت کہا "اے علی المرتضیٰ علی المرتضیٰ مجھے بخش دے اور تین دفعہ اس نے یہی الفاظ کہے۔ چیرمین صاحب اور دیگر حضرات نے پوچھا کہ کوئی اور گواہ؟ تو اس نے جواب دیا میرے پاس کوئی اور گواہ نہیں ہے۔ کئی آدمی مع امام مسجد اس کیلئے کی شہادت پر نماز جنازہ پڑھنے سے انکار کر گئے اور جن کے ساتھ وہ ہمیشہ باجماعت ادا کرتا رہا ہے۔ ان لوگوں نے دوسرے امام کو کھڑا کر کے اس کا جنازہ پڑھا دیا۔ جنازہ پڑھنے والوں کی تعداد تقریباً دو اڑھائی سو ہے۔ اب امام مسجد شعبان کمار اور دوسرے لوگ جنازے میں شریک نہیں ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ جن لوگوں نے محمود باجی کا جنازہ پڑھا ہے اور جس نے پڑھا یا ہے وہ توبہ تائب ہوں اور نکاح دوبارہ پڑھائیں۔



نوٹ :- امام مسجد کا نام واجب بخش ہے۔
السائل : رفیق محمد چیمپین یونین کونسل کرم پور اور تحصیل سیلی ضلع ملتان ڈاک خانہ کرم پور



اگر مسیحی محمد و اہل عمر محمد اہل سنت والجماعت کے ساتھ نماز پڑھتا رہا ہے اور اس سے کوئی ایسی حرکت شرعی شہادت سے ثابت نہیں ہوئی جو اس کے بدعتیہ ہونے کی دلیل بنے تو وہ شرعاً مسلمان ہے اور سستی ہے۔ اس کا جنازہ پڑھا فرض تھا۔ ہاشعبان کمار کا کہنا تو وہ شرعی شہادت نہیں۔ شرعاً شہادت کا نصاب دو مرد ہیں یا ایک مرد اور دو عورتیں، اور وہ بھی پابند شریعت ہوں تو گو اس کی قابل ہوتے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے ذوالعدل منکم، وغیرہ من الآیات تو ایسے شعبان کا قول غیر معتبر ہے۔ پھر وہ قول بھی ایسا ہے جو شیعہ ہونا ثابت نہیں کرتا۔ اس "اے علی المرتضیٰ مجھے بخش دے" کہنے میں اگر نیت اس کی درست تھی تو کوئی حرج نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے مقبول اور پیارے اس کی دی ہوئی طاقت سے بزرگ میں سن لیتے ہیں لہذا یا علی یا غوث وغیرہ ندا میں اس بار پر جائز ہیں اور "بخش" کہنا بھی جائز ہے کیونکہ بندگان خدا اپنے حقوق بخش سکتے ہیں۔ دیکھئے قرآن کریم پید۵ میں ہے "وَالَّذِينَ غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ" اور جب ناراض ہو جائیں تو بخش دیتے ہیں۔ "پھر اسی رکوع میں ہے "وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ" ان ذلک لمن عزم الایہود (ترجمہ) اور ضرور جس نے صبر کیا اور معاف کیا تو بے شک یہ ضرور رحمت کے کاموں سے ہے۔ نیز اسی پارہ کے رکوع ۱۸ میں ہے "قُلْ لِلَّذِينَ آمَنُوا يَغْفِرُوا" (الایۃ) (ترجمہ) فرما دو ایمان داروں کو معاف کریں۔

بہر حال بخشا، معاف کرنا مغفرت کا ترجمہ ہے جو قرآن کریم کی ان تین آیتوں میں مادہ "مغفرة" سے ہے اور اللہ تعالیٰ کے پیاروں کی صفت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور شیعہ خدا شکل کشا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کیوں نہیں بخش سکتے؟ ہاں ہاں وہ اللہ رب العالمین کی عطا کردہ طاقت سے نہاد غائبانہ سن لیتے



ہیں اور اپنے نیاز مندوں کی کوتاہیاں بھی جان لیتے ہیں اور بخش بھی سکتے ہیں تو بلا وجہ ایک مسلمان سنی نمازی پر بدینتی کی تہمت کیوں لگائی جائے جبکہ قرآن کریم نے بدگمانی اور افتراء و بہتان کو حرام قرار دیا ہے اور حدیث پاک میں بھی بدگمانی سے سخت منع فرمایا ہے لہذا اگر یہ قول محمود کا ثابت بھی ہو جائے تب بھی وہ اس قول کی بناء پر جب تک نیت بد کا شرعی ثبوت نہ ملے، شیعہ نہیں بن سکتا۔ لہذا اس کا جنازہ ادا کرنا فرض تھا شعبان کبار اور اس کے ساتھیوں نے سخت ترین غلطی کی، صدقِ دل سے توبہ کریں اور عذابِ آخرت سے بچیں اور جن لوگوں نے نمازِ جنازہ ادا کی ان لوگوں نے فرض ادا کیا وہ ثوابِ جلیل اور اجرِ جلیل کے مستحق ہیں ان کو یہ کہنا کہ توبہ کریں اور نکاح دوبارہ کریں محض یہودہ اور جہرام ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی سیدنا
محمد و آلہ واصحابہ وبارک وسلم

محرمہ الغفرۃ الابرار محمد نور اللہ العسی غفرلہ

۳ جولائی ۱۳۸۶ھ ۲۰-۸-۶۶

الاستفتاء

نمبر ۱ : کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے کہ زید نے نادانستہ والدین کی گواہی پر مسماۃ ہندہ بیوہ کا نکاح قبل ازاں انقطاع عدت کر دیا۔ نکاح کرنے کے بعد کافی مدت تقریباً دو ماہ گزرنے کے بعد پتہ چلا کہ مسماۃ مذکورہ کا نکاح قبل ازاں انقطاع عدت ہوا ہے۔ اب کیا صورت حال ہوگی؟ اور نکاح خوان حاضرین مجسّمہ غفرہ کے نکاح میں کوئی شرعاً نقص وارد ہوگا یا نہیں؟

نمبر ۲ : مسئی زید نے مسماۃ ہندہ کا بغیر علم کے نکاح پر نکاح کر دیا۔ کیا از روئے شریعت زید و حاضرین مجلس پر کیا جرم عائد ہوگا؟ آیا ان کے نکاح میں کوئی نقص آئے گا یا نہیں؟

نمبر ۳ : مسئی انان اللہ نے اپنی بیوی مسماۃ رانی کو تحریری طور پر بایں الفاظ طلاق دی الفاظ یہ ہیں : تجھے طلاق۔ طلاق۔ طلاق۔ ہے۔ ان الفاظ سے شرعاً کونسی طلاق واقع ہوگی؟



نمبر ۴ : زید میں یہ مندرجہ ذیل وصفت ہیں۔ کیا زید کا جنازہ اہل السنۃ والجماعت کو کرنا درست ہے یا نہیں ؟ : (۱) نماز میں رکوع و سجود نہیں۔ (۲) کسی کا جنازہ نہیں پڑھتا۔ (۳) قرآن پاک کے ۳۵ بابوں کا قائل ہے۔ بینوا توحیداً
نوٹ : صورت اول و دوم میں اگر قصد ایمل کرے تو کیا جرم عائد ہوگا ؟
الساکن : منیر احمد



۱۔ : وہ نکاح جو عدت کے اندر کیا گیا فاسد ہے۔ مرد اور عورت پر لازم ہے کہ ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں۔ نکاح خواں اور حاضرین مجلس کو جب معلوم نہیں اور دھوکے سے نکاح پڑھایا گیا ہے تو ان کا کوئی جرم نہیں۔

۲۔ : ادیر بیان ہوا کہ اندریں صورت ان کا کوئی جرم نہیں لہذا ان کے نکاحوں میں کوئی خلل نہیں۔
۳۔ : اگر یہ الفاظ مسنی امان اللہ نے صماۃ دانی کو باقاعدہ خط و کتابت کے طریقہ پر لکھے ہیں تو تین باتیں واقع ہو گئیں اور یہ طلاق منغلظ بنے گی کہ بلا حلالہ امان اللہ پر حلال نہیں ہوگی۔

۴۔ : ایسے شخص کا جنازہ اہل السنۃ والجماعت کو پڑھنا جائز نہیں۔

۵۔ : علم ہوتے ہوئے نکاح پر نکاح پڑھانا، ایسے نکاح کا گواہ بننا یا رضاء و رغبت سے اس مجلس میں شامل ہونا حرام اور سخت حرام ہے۔ اگر حلال جان کر ایسا کریں تو دائرۃ اسلام سے خارج ہو جائیں گے تو ان کے نکاح بھی فاسد ہو جائیں گے، ان پر فرض لازم ہے کہ صدقہ دل سے توبہ کریں اور کلمۃ اسلام پڑھ کر مسلمان ہوں اور تجدید نکاح کریں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب

الاعظم والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الیہ الخیر محمد نور اللہ انعمی عفرلہ

الاستفتاء

نمبر ۱ : کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین شرع مبین اس مسئلہ میں کہ زید نے اسلام کا حق کسی صورت سے کھالیا چاہے ظلم سے کھالیا یا ادھار لے کر، پھر نہ دیا، یا چوری کر کے کھا گیا۔ کیا زید کو شرعاً شریعت اجازت دیتا ہے کہ اسلام کا اسی قدر مال جس طرح چکے کھالے یا نہ؟ مفصل جواب سے سرفراز فرمایا جائے۔ بینوا توجروا۔

نمبر ۲ : ایک شخص لیں دین کے معاملہ میں اپنا مقدمہ یونین کونسل میں لے کر آیا ہے۔ کافی جلد و جسد کے بعد جیریمن صاحب اور میران کونسل نے یہ فیصلہ کیا کہ فریقین میں سے ایک قرآن پاک کی قسم اٹھائے اور دوسرا نفذی ادا کرے۔ قرآن کا فیصلہ فریقین کو منظور ہونا چاہیے۔ اس فیصلہ پر مسیحی سلطان جو ایک نیک و امدادی تھا اس نے کہا کہ میں قرآن کا فیصلہ منظور نہیں ہے، ہمارا فیصلہ حج صاحب کریں گے، ہر چیز کو شش کی گئی کہ مسلمان ہو، قرآن کے فیصلے سے انکار نہ کرو مگر مسیحی مذکور نے ہرگز ہرگز منظور نہ کیا۔ بینوا توجروا

نمبر ۳ : اہل شیعہ کو اہل سنت والجماعت والے اپنے جنازہ میں شامل ہونے دیں یا نہ؟ کیا شامل کرنے سے شرفا کوئی قسم ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا



مل : اس حسب متعارف تہائے کرام متاخرین اجازت ہے کہ وہ شخص جس کا مالی ناحق چوری وغیرہ سے کسی نے کھالیا ہو اور دیناً نہ ہو تو حق والا اپنے حق کا قدر اس نظام کے مال سے لے سکتا ہے کما فی المتنوسید والدرو الشامیت۔

م : ظاہر یہ ہے کہ مسیحی سلطان یونین کونسل کے فیصلے کو تسلیم نہیں کرتا مگر غفلت فریق پوجہ میں غفلت اس کو قرآن



کریم کے فیصلہ کا مرکز کتنا ہے حالانکہ یہ بین کے اس کہہ دینے سے کہ ایک فرق قرآن پاک کا نسیم اعلیٰ "یہ فیصلہ قرآن کا فیصلہ نہیں بن جاتا۔ ایسی باتوں پر ہر مسلمان کو ملکہ قرآن کریم اور کافر و مرتد نہیں کہنا چاہئے وذا معلوم من الشرع الشرع من ردة۔

مسک نماز جنازہ بارگاہ ربانیہ میں میت کی شفاعت ہے تاکہ اس کی مغفرت ہو اور مردود رحمت بنے اور شفاعت اس شخص کی مقبہ ہو سکتی ہے جو پسندیدہ بارگاہ ربانیہ ہو لہذا جنازہ میں ہر ایسے شخص کو شامل کیا جاتا ہے جو پسندیدہ بارگاہ حقیقیہ ہو اور ہر وہ شخص جو شرعاً پسندیدہ نہیں بلکہ مردود و مغنوب ہے اس سے اجتناب کیا جائے وذا لا یخفی علی من لہ ادنیٰ فہم فی الدین۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جبل مجبہ اتم واحکم
وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیب والہ وصحبہ
وبادعہ وسلم۔

عزہ الغفر الہو الخیر محمد نور النعمی خفرہ

۸-۶-۶۳

نوٹ ۱۔ آپ کے سوالات صاف نہیں اور پہلا سوال تو بالکل ہی بظاہر الٹا ہے۔ زید ہی اسلم کا حق کھانے والا ہے اور بچہ زید کے نام ہی سے سوال کیا جاتا ہے کہ اسلم کا اسی قدر کھا سکتا ہے؟ بہر حال ظاہر معنوم کے لحاظ سے جواب لکھے گئے ہیں۔

الاستفتاء

ذی المحمد الفضل را کہم حضرت علامہ مولانا محمد نور اللہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ و انوار علومہ برساطہ
وبراہین حجہ علیہ اخصاصہ مسکتہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۱۔ مزاج گرامی

عبارت کبیری مطبوعہ رتبائی دہلی ۱۳۵۵ء حسب ذیل ہے ۱۔



عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علی میت فب المسجد فلا اجر له وروی فلا شیء له۔ اور ص ۵۳۶ میں ہے واعلم ان لفظ حدیث ابی ہریرۃ محتمل لكل من الکراہت فی ہذہ الصورة وعدمہا فان العبار والمجبور ان تعلق بالفعل اقتضی الکراہت وان تعلق بصفة النکرة لم یقتضہا۔ جار مجرور اگر متعلق بالفعل ہوئے تو کیا معنی ہوں گے جو مقتضی کراہت ہے؟ کیا یہ معنی ہے کہ میت بھی مسجد میں ہو؟ صفت نکرہ کیا ہے اور حرف جار "علی" کی بحث ہے یا "فی"؟ اور ایسی صورت میں کیا معنی ہوں گے؟ اس سے میت کا بیرون مسجد ہونا، کس طرح سمجھا جائے؟ یعنی نماز مسجد میں پڑھی جائے اور میت بیرون مسجد ہو تو کراہت نہیں، یہ عبارت سے کس طرح سمجھا جائے؟ براہ کرم تفصیل سے ارقام فرمائیں۔

نیا مند: حکیم محل حسین خان از ڈرگ کالونی بلاک سٹاپ سہ کراچی موضع ۱۹ جولائی ۱۹۶۱ء



یہ دو احتمال حرف جار "علی" کے متعلق ہرگز نہیں "علی" تو "معنی" کے متعلق ہی ہے کہ یہ مسئلہ متعلقہ مسئلہ الجنازہ ہے اور مسئلہ الجنازہ مسئلہ علی میت ہی ہے بلکہ فی المسجد کے متعلق ہیں۔ پہلے احتمال یعنی تعلق بالفعل کی صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ جو شخص کسی میت (عام ازیں کہ میت مسجد کے اندر ہو یا باہر کہ میت "نکرہ غیر موصوفہ ہے اور نکرہ بیحد بشرط میں عام ہوا کرتا ہے) پر مسجد کے اندر نماز پڑھے تو اس کے لئے کوئی ثواب یا کوئی شے نہیں، تو اس کا صریح تقاضا یہ ہے کہ نماز مسجد سے باہر پڑھیں کہ نماز ثواب کے لئے ادا کی جاتی ہے اور مسجد کے اندر نہ پڑھیں۔ میت مسجد کے اندر ہو یا باہر دونوں صورتوں میں، اور دوسرے احتمال یعنی تعلق "بصفة النکرة" کی صورت میں یہ معنی

ہوں گے کہ شخص ایسے میت پر جو "حاصل" یا "کائن" یا "ثابت" فی المسجد ہو نہ نماز پڑھے (عام ازیں کہ خود نمازی مسجد کے اندر ہو یا باہر کہ اس صورت میں "صَلَّى" موصوفہ شرطیہ کے مسئلہ "صلی" کے لئے فی المسجد کی قید نہیں) تو اس کے لئے کوئی ثواب یا کوئی شے نہیں تو اس کا صریح تقاضا یہ ہے کہ میت بوقت نماز مسجد میں نہ ہو کہ فی المسجد کی قید ہے ہی میت کے لئے۔ اور جب تقاضائے حدیث کے موافق عمل کرے تو کراہت نہیں ہو سکتی اور اس ترجمہ سے ہی واضح ہو گیا کہ صفت النکح سے مراد وہ اہم فاعل مقدر ہے جو اسی ظرف مستقر نے المسجد کا متعلق ہے ہے حاصل ہو یا کائن یا ان کا ہم معنی کوئی اور کلمہ اور پہلی صورت میں فی المسجد ظرف لغو بنے گی کہ اس صورت میں متعلق یہ "صلی" محفوظ ہے مقدر نہیں۔ کبیری کی اسی ساری عبارت کا حاصل یہ ہے کہ چونکہ اسی حدیث ابی ہریرہ میں دو احتمال ہیں جن میں سے ایک صورت مذکورہ بالا ر و لو وضعت خارج المسجد والامام و بعض القوم معها و الباقی فی المسجد الخ کی کراہت کا تقاضا کرتا ہے اور دوسرا احتمال عدم کراہت کا حالانکہ یہ قاعدہ مشہور ہے کہ اذا حياء الاحتمال بطل الامتثال لال تو اس حدیث سے صورت مذکورہ کی کراہت پر استدلال نہیں کیا جاسکتا۔

اقول یہاں تین احتمال اور بھی ہیں وہ یوں کہ فی المسجد ظرف مستقر ہے اور مقدر کے متعلق ہو کر ضمیر مستتر "هو" (جو صلی کا فاعل ہے) سے یا میت سے یا مجوز اور میت دونوں سے محال واقع ہو تو اس احتمال نمبر اول اور ثبوت دوم کے حاصل منے بالترتیب دہی ہیں جو پہلے دو احتمالوں سے حاصل ہیں۔ البتہ احتمال سب کی صورت میں حاصل معنی بدل جاتا ہے یعنی حدیث کا یہ تقاضا بن جاتا ہے کہ نمازی اور میت دونوں مسجد میں ہوں تو اگر نہیں اور اگر نمازی کا میت میں سے کوئی ایک فرق مسجد سے باہر ہو تو کراہت نہیں۔

البحر الرائق جلد ۲، شامی مشافہ جلد ۱، مططاوی علی الدرر جلد ۳، ایں ہے والنظم من ان لفظ فی المسجد الواقع فی الحدیث یحتمل ان یکون ظرفاً لصلی او لمیت او لهما الخ اس احتمال سے پانچوں احتمال ہی واضح ہو رہے ہیں۔ فی المسجد "صلی" کی ظرف بنے اس کا صدق و طرح ہے بلا واسطہ صلی سے متعلق ہو یا مقدر کے متعلق ہو کہ فاعل صلی کا محال بنے کہ محال بھی اپنے محال کی



ظرف بنا کر تا ہے اور میت کا ظرف بننا بھی دو طرح ہے۔ ایک یہ کہ فی المسجد کا متعلق بہ مفرد میت کی صفت واقع ہوا اور دوسرا یہ کہ حال واقع ہو۔ اور میت وصلے دونوں کے لئے ظرف بنائیں ہے کہ فاعل و مفعول دونوں سے حال واقع ہو۔ علامہ ابراہیم علیہ الرحمۃ نے چونکہ صرف حدیث کا محتمل ہونا ہی دکھانا تھا اور حصہ مقصود نہیں تھا لہذا وہی احتمال ذکر فرمائے کہ محتمل ہونے کا ادنیٰ درجہ یہی ہے۔

یہاں بجز الائن میں ایک اعتراض کرتے ہوئے اس کا جواب دیا ہے جسے شامی علیہ الرحمۃ نے رد کرتے ہوئے اپنا تحقیق جواب بلکہ مستقل تحقیق بیان کی ہے مگر عبارت کبیری کی تفسیم جس کا اشاء ہوا ہے اس پر موقوف نہیں لہذا تفصیل سے سکوت مناسب۔ ہاں اجمالاً اتنا معروف کثرت شامی علیہ الرحمۃ کی نظر میں یہ سب احتمالات مفعول ہیں اور حدیث کا مئے متعین صرف ایک ہے اور فی المسجد "صلی" کی ظرف ہے۔ ان کا صرف ایک ہی جگہ عرض کئے دیتا ہوں۔ ۸۳۵ جلد ۱ میں ہے فقرہ من صلی علی میت فی مسجد یقتضی کون المصلی فی المسجد سوا۔ کان المیت فیہ او لا فیکرہ ذلک اخذا من منطوق الحدیث۔ پھر اخیر میں فرمایا فاعتمد هذا التحذیر الفرید فانہ ما فتح بہ المولی علی اصنع خلقہ والحمد لله علی ذلک۔

کبیری کی عبارت تو بفضلہ تعالیٰ پہلی ہی نظر میں واضح تھی مگر بفضلہ تعالیٰ مجھے التزام ہے کہ جب کوئی مسئلہ پیش آئے تو متعدد و متضاد مذاہب ضرور دیکھا کرتا ہوں۔

والله تعالى اعلم وصلى الله تعالى على حبيب
واله واصحابه وسلم۔

عزہ الفقیر الیہ الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

حضرت والا فقیہ اعظم مدظلہ



السلام علیکم۔ گزارش ہے کہ مندرجہ ذیل مسئلہ کی صحیح تحقیق سے مطلع فرمائیں کہ یہاں اس مسئلہ پر اختلاف ہے
باعثِ فقہ ہو رہا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ زید نمازِ جنازہ کی امامت کرتے ہوئے دائیں طرف سلام پھیرتے ہوئے
دایاں ہاتھ چھوڑ دینا اور بائیں طرف سلام پھیرتے ہوئے دایاں ہاتھ چھوڑ دینا ہے لیکن بجز کتا ہے کہ اس طرح
نماز ناسد ہو جاتی ہے۔ اور یہ چیز باعثِ فتنہ ہے۔ امید ہے کہ حضور والا تشریف فرمائیں گے۔ والسلام
السائل، نذیر احمد بٹ کر یا نہ سٹور گھاس منڈی ساہیوال



وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بجز کا یہ کہنا کہ اس طرح نماز ناسد ہو جاتی ہے بالکل غلط ہے۔ بلا شک
شبہ نماز صحیح رہتی ہے مگر ہے زید کا فعل بھی بے دلیل۔ صحیح یہ ہے کہ چوتھی تکبیر کے فوراً بعد دونوں ہاتھ کھول دے
پھر دونوں سلام کے علامۃ القنائے ۲۷۵ جلد میں ہے فالصحيح ان يحل اليدين
ثم يسلم تسليمتين هكذا في النخيرة۔
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وعلی
الواصفیہ وبارک وسلم۔

مقرہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشماہی غفرلہ

۱۳۹۲ھ ۱۳۹۲ھ ۲۴

الاستفتاء

بخدمت جناب مولانا مولوی محمد نور اللہ صاحب جی ساکن دس ایمر پور شریعت

مرض ہے کہ ہمارے گاؤں چک ۲۹/ ڈی میں قلعے الہی سے ایک آدمی فوت ہو گیا ہے اور اس کے جنازہ کے واسطے تمام گاؤں والے اکٹھے ہو گئے اور صفائے باندھیں اور آگے امام بھی کھڑا ہو گیا اور جب امام نے نیت جنازہ کی کر دی تو پہلی تکبیر کہہ دی تو ایک آدمی جو فرخ دین قوم ترکھان نے پیچھے سے امام کو کہا کہ غلو! سا آگے ہو جاؤ۔ اور غلو! کے ذریعے اس نے کہا اور اس آدمی کے ساتھ ایک باپھی نام مراد تھا وہ ہنسنے لگا۔ اسی ہنسی میں دوسری تکبیر بھی امام نے کہہ دی اور ایسی ہنسی ان دونوں کو ہوئی کہ تمام آدمی ہنسنے لگے اور شور مچا دیا۔ اسی طرح جنازہ ٹوٹ گیا اور امام نے بھی سلام پھیر دیا۔ جناب عالی عرض ہے اس واسطے آپ کے سامنے بیان کرتے ہیں کہ فرخ دین اور مراد باپھی کو کسی چیز کا فتویٰ لگا چاہئے یا نہیں؟ جو آپ فیصلہ کریں گے ہم اس پر عمل کریں گے۔ جب ان کو ہنسی ہوئی تو آدمی بہت گالی دینے لگے اور وہ ان دونوں کو روکنے لگے بلکہ یہ نہ رکے اور ان کی ہنسی سے تمام کے تمام بُرا بھلا کہنے لگے۔ فقہاء السلام مورخہ ۵۷-۹-۲۶ کا واقعہ ہے تقریباً اس جنازہ میں ۳۵ آدمی تھے۔

ماثل نظام الدین بقلہ خود



اگر فرخ دین ترکھان نے امام کو حیثیت امام میں غلو کیا تو یہ شریعت مطہرہ کے ساتھ غلو بنے گا اور اس صورت میں وہ دائرۃ اسلام سے خارج ہو گیا۔ اس پر لازم کر دہ از سر نو کلمۃ اسلام پڑھے اور مسلمان ہوا اور عورت سے دوبارہ نکاح کرے اور ایسے ہی جو لوگ اس کا فیصلہ بدعت بنے ہوشال یا راضی ہوئے ان کا بھی یہی حکم ہے وذا ظاہر جہدًا لاخبار علیہ قطعاً۔ اور اگر امام کی حیثیت سے غلو نہیں کیا بلکہ دنیاوی طور پر ایسے ہی شراوت کی اور ظاہر بھی یہی ہے کہ آخر وہ کلمہ گو ہے۔ اندر میں عورت وہ اور جو اس کے کام میں شریک ہوئے سب کے سب سخت گنہگار ہوئے اور ان سب کے برابر اس کیلئے کا گناہ ہوا۔ اس پر فرض ہے کہ سچے دل سے توبہ کرے اور امام صاحب سے معافی مانگے قرآن کریم میں ہے وَالَّذِينَ يَتُودُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بَغْيٍ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدْ احْتَمَلُوا بِهٖتَانَا وَاتِّمَامِیْنَاهُ بِطَعْنٍ ۚ۲۰۰۰۰

يا ايها الذين امنوا لا يسخر قوم من قوم عسى ان يكونوا
خيرا منهم (الحقوله تعالى) ومن لم يتب فانكسرت هم الظالمون ۱۰
پتاع ۱۳۔ باقی رہی تعزیر وغیرہ تو وہ اسلامی حکومت کا کام ہے وہ سخت سے سخت تعزیر یا ایسے بڑے کاموں
پر لگا سکتی ہے۔ ہاں زمیندار وغیرہ یا اثر لوگ آپ جتنا زیادہ سے زیادہ کر سکتے ہیں جو توں وغیرہ سے مرمت کریں کہ
ایسے گدے اور بڑے کام سے لوگ باز رہیں اور نمازیں حسب شریعت ادا کرتے رہیں وذا واضح
حد امن الايات المنيفه والاحادیث الشریفه۔

والله تعالى اعلم وعلم جمل محبده اتم واحکم
وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ
وبارک وسلم۔

قرہ العقبہ الباری محمد نور الشاہی مغفرا



الاستفتاء

منجانب مولانا ابوالفیض علی محمد صاحب نوری خطیب ہاڑی، خط کے ضمن میں :-
ایک مسئلہ دریافت طلب ہے کہ قبرستان میں جبکہ قبریں سامنے موجود ہوں تو وہاں نماز
جنازہ ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اور اگر جنازہ اور سامنے والی قبروں میں کوئی چیز حائل ہو تو پھر تو جائز ہوگا؟
مجھے اس سلسلے میں حوالہ بھی مطلوب ہے۔



یہ سوال بوجہ حال تفصیل طلب ہے مگر بوجہ قلت فرصت البیابن جواب دیتا ہوں کہ عاقل کے لئے

بفضلہ تعالیٰ اکثر ضرور کا تفصیلی جواب بن جائے گا فاقول مستعینا بہ کافیا للعبادہ
 قبرستان میں قبروں کے سامنے بلکہ قبروں کے درمیان بھی اگرچہ مکان نجس ہو نماز جنازہ جائز بلکہ فرض بھی ہے جبکہ
 بلانا نماز جنازہ یا قبل از تکمیل غسل یا بلا ولی اقرب جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا گیا ہو بشرطیکہ قدم پاک چہرہ پر ہوں نہ زبالہ اعضاء
 در المختار، رد المختار ص ۵۳۵ جلد ۱ میں ہے (وان دفن) و اھیل علیہ التراب
 (بغیر صلوٰۃ) او بہا بلا غسل او ممن لا ولا یتہ (اصلی
 علی قبرہ) الخ شامی فرماتے ہیں ای افترا حنا فی الاولین و جوازا
 فی الثالث لانہما الحق الولی افادہ ح۔ ہمارے پیارے نبی اولی بالمؤمنین متعدد
 صحابہ کرام کی قبروں پر نماز جنازہ ادا فرما چکے ہیں حالانکہ قبر علمونا قبرستان میں ہوتی ہے ایک طرف یا درمیان
 ادنیٰ زمین میت غیر مدفون کی نماز جنازہ بھی قبرستان میں قبروں کے سامنے ہو سکتی ہے جبکہ قبروں کے درمیان نہ ہو جبکہ
 قبریں کراہت مروریہ امام المصلیٰ کی حد سے دور ہوں (جو ایک قول پر جائے مجدد ہے اور صحیح یہ کہ نمازی یا بشرط وجب
 جائے مسجد پر نظر رکھے تو مآثر نظر نہ پڑے کما فی السنن وغیرہا) شامی ص ۱۲۷ جلد ۱
 میں ہے لا تکرہ الصلوٰۃ فی جہۃ قبر الا اذا کان بین یدیه
 بحیث لوصلی صلوٰۃ الخاشعین وقم بصرہ علیہ کما
 فی جنائز المضمرات۔ ہندیر ص ۵۵ جلد ۱ میں ہے ان کانت القبور ما وراء
 المصلی لا یمکرہ۔ اور اگر قبریں بالکل نزدیک ہوں اور مترہ شرعیہ ہو تو بھی کراہت نہیں کہ وہ ایسا
 حجاب ہے جو شرعاً مقبرہ ہے مشکوٰۃ شریف ص ۱۱۱ میں مرفوعاً ہے اذا وضع احدکم یدین
 یدیه مثل مؤخرۃ الرحل فلیصل ولا یبال من مبر
 وراء ذلک رواہ مسلم۔ فتاویٰ ہندیر ص ۱۱۱ میں ہے ان کان بینہ و بین القبر
 مقدار ما لو کان فی الصلوٰۃ ویمر انسان لا یمکرہ فہنا ایضا
 لا یمکرہ کذا فی التتارخانیۃ۔ اقول یصدق علی السترة ایضا



اور اگر مقبرہ میں نماز کی جگہ تیار کی گئی ہو اور وہاں قبریں نہیں اور پاک و صاف ہو تو مطلقاً حرج نہیں جبکہ سامنے قبر یا سترہ نہ ہو۔
 ۳۵۳ء جلد ۱ میں ہے ولا بأس بالصلوة فیہا اذا کان فیہا موضع اعد للصلوة و لیس فیہ قبر ولا نجاسة کما فی العنانية و لا قبلته الی قبر حلیہ لہذا اگر قبریں نمازیوں کے صرف دائیں بائیں یا پیچھے ہوں اور جگہ پاک ہو تو نماز حجازہ میں پھر بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ مقبرہ میں کراہت نماز (جو حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مستفاد ہے) اس کی وجہ بعض یہ فرماتے ہیں کہ مقبرہ میں چونکہ اموات کے جسم سے خارج ہونے والا مواد پیپ وغیرہ اور گوشت اور ہڈیاں بھی خاک شدہ ہوتے ہیں اور بار بار کھدائی سے ایسی ناپاک مٹی اوپر آ جاتی ہے لہذا اطہارت مکان مشکوک ہو جاتی ہے۔
 ۳۵۴ء جلد ۱ و ذلک لان تراب المقابر قذر بسبب ما یصیب من مائعات الموتی و یكثر قلبہ یجعل اسفلہ اعلاہ
 ۳۵۵ء جلد ۱ میں ہے لان فیہا عظام الموتی و صدیدہم و هو نجس۔ مرقاۃ اور صفی علی النجادی ص ۳۵۵ جلد ۲ میں گوشت کا ذکر بھی ہے مگر یہ وجہ صرف ان مقابر میں پائی جاتی ہے جو بڑے پرانے ہوں اور ان پر بھی دوبارہ، سربارہ کھدائی کے بعد بارش نہ پڑی ہو ورنہ ناپاک نہیں کہ یوں ہونے پر محکمہ احتمال ہو سکتا ہے کہ یہاں کوئی قبر رسی ہو۔ پھر بارش سے پہلے بھی ناپاک یا مشکوک کہنا مشکل ہے کہ دوبارہ سربارہ وہی قبر کھودی جاتی ہیں جو پرانی اور مٹی ہوئی ہوں تو ایسے اموات کے فضلات نجسہ بھی ناک بن چکے ہوتے ہیں حالانکہ مسکریہ ہے کہ ہر شے قلب یا ہیت کے بعد پاک ہو جاتی ہے
 صما قیل فی حصار وقع فی مملحة فصار ملحا وعذرة صارت ترابا و خمس تخلل۔ ثامی ص ۲۹۹ جلد ۲ وغیرہ میں ہے بخلاف نحنی



بحر ارجا فیہا
 ۳۵۶ء جلد ۲ میں ہے و قیل تاویل الحدیث (اتخذوا قبور انبیاءہم ملحد) ان الغالب من حال المتعبرة اختلاط شربہا بصدید الموتی و لحمہا و النہی لنجاسته
 المكان فان المكان طاهر فلا بأس ۱۲ منہ غفرلہ

غیر صار خلا و حمار و قمل مملعة فصار ملعا و
 کذا دردی غمہاں طرطریں او عذرة صارت مرماذا او
 حماة فان ذلك كله انقلاب حقيقة الى حقيقة اخرى
 اسی میں ہے ان العلة عند محمدی التفسیر و انقلاب الحقيقة
 و انه یفتی به للبلوی۔ غالباً اسی بناء پر اس وجہ کے متعلق شامی ہیں و ہوں نجس
 کے بعد ہے و فیہ نظر اور مرآت میں فرمایا کہ قرین بھی چونکہ اموات پر مشتمل ہیں اور سب سے کائے پیچھے
 یا نیچے ہونا اگرچہ پردہ سے ہر مکروہ ہے و نصہ لتصیحہم بکراہة الصلوة
 فی مقبرة غیر الانبیاء و ان لم تنبش لانه معاذ للنجاسة
 و معاذاتها فی الصلوة مکروہة سواء کانت فوقہ
 او خلفہ او تحت ما هو واقف علیہ (مرقاۃ جلد ۲) مگر یہ قطعاً
 مسلم نہیں کریں دینی ہوئی نجاست کو بڑے بھی نہ آئے، کراہت پیدا کرے۔ فقہی استیلا ۳۵۳ میں خلاصہ سے
 ہے هذا اذا لم یکن بین یدی المصلی و بین هذه
 المواضع حائل ^{منها القبر منغفلة} كالحوائط و ان کان حائط لا یکره۔ اور دوسری رائے
 جلد ۱ میں بھی ہے۔ اور فتح القدیر جلد ۳۶ میں ہے و یکره و قد امة عذرة کما
 یکره ان تكون قبلة المسجد الى حمام او مخیر او قبر
 فان کان بینہ و بین هذه حائل حائط لا یکره۔ اور فقہی کے
 اسی میں ہے لان الکراہة فی المسجد انما هی لاحترامہ لا لکن
 الصلوة الى النجاسة لان حیدان الحمام حائل بخلاف ما
 لوصلی و بین یدی عذرة او غیرہا من النجاسات
 بلا حائل حیث یکره لذلك۔ پھر یہ بھی مسلم نہیں کہ ہر مسلمان خاک ہر جگہ ہے



یا اس کی قبر پاک ہے البتہ ایسے پرانے قبرستان میں اور ادب سے جانا چاہیے کہ خاک بھی محترم ہے۔ اور یہ تو تمام مردوں میں ضروری ہے کہ قبر پر کھڑے نہ ہوں یا پاؤں نہ پڑیں صحابین فی جنات صحت المذهب فی زیارة القبور۔ اور بعض نے قبرستان میں کراہت نماز کی یہ علت بیان کی ہے کہ بے سجدہ لوگ قبروں کی آڑ میں بول دہرا کر لیتے ہیں زجبال نجاست مانتے متیقن پر قیام ہونا نہ ہوگی ہی نہیں اور تک وطن کی صورت میں کراہت۔ بدائع ۱۵۱ جلد ۱، مبسوط ص ۲۰۶ جلد ۱ میں ہے والنظم من البدائع قیل معنی النہی ان المقابر لا تخلو عن النجاسات لان الجہال یستترعون بما شرف من القبور فیبولون ویتغوطون خلفہ فعلیٰ ہذا لا تجوز الصلوٰۃ لوکان فی موضع ینفعلون ذلک لانعدام طہارۃ المكان مگر علت بھی عام نہیں۔ اور بعض نے یہ علت بیان کی کہ اس میں یہود کے تشبیہ کے قبور انبیاء و صالحین کو سجدے کرتے ہیں جیسے بخاری و مسلم کی احادیث مرفوعہ سے ثابت ہے اتخذوا قبور انبیائہم و صالحیہم مساجد۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ علت یہ ہے کہ مشرکین کی عبادت انعام کا اصل یہ ہے کہ تہور صالحین کو سجدے کیا کرتے تھے تو شیطان نے مجھے بنا دئے یا بنوائے۔ ثامی وغیرہ میں وقیل لان اصل عبادۃ الاصنام اتخذا قبور الصالحین مساجد وقیل لان تشبیہ بالیہود وعلیہ مشی فی الخانیۃ۔ اور یہ دونوں علتیں بلاشبہ تمام مقابر کے متعلق عام ہیں جبکہ سترہ نہ ہو مگر یہ سجدہ والی نمازوں کے ساتھ خاص میں کہ ان کا اصل سجدہ والی القبور ہی ہے۔ اور چونکہ نماز جنازہ میں سجدہ نہیں لہذا کراہت ثابت نہیں ہو سکے گی۔ بلکہ حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جس میں صلوٰۃ فی المقابر سے منہی ہے اور یونسی حضرت البربریہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) وغیرہ کی حدیثیں جن میں صلوٰۃ الی القبر سے منہی ہے صلوٰۃ جنازہ کو شامل نہیں ہوئی چاہئے کہ یہ حقیقتہً صلوٰۃ ہے ہی نہیں بلکہ دعا و استغفار ہے اور مجازاً صلوٰۃ کہا جاتا ہے



معہ کہ القبر ووضۃ من دیا عن الجنة او حفرۃ من حفۃ النار۔ نیز میت مسلم کی نجاست چرموت سے عارض ہوتی ہے غسل سے ماقبہ ہوجاتی ہے میت مسلم مغسول کراٹھا مفسر صلوٰۃ نہیں پھر احادیث میں آگیا سبحان اللہ! ان المؤمن لا ینجس

حیا ولا میتا ۱۲ منہ غفرلہ

یا صلوة یعنی دعا ہے چنانچہ کوئی وسعہ و قنات رکھ کر نماز میں نہیں کہ وہ حقیقتہً صلوة نہیں مہفوظ
مکلا جلد ۲، بالک صائغ مکلا جلد ۱ والنظم ص ۱۱۰ وقوله علی السلام لاصلوة
الابفاتحت الكتاب ولا صلوة الا بقراءة لا یتناول صلوة الجنائمة
لانها لیست بصلوة حقیقتہً انما هی دعاء واستغفار للمیت
الامر ی انہ لیس فیہا الامر کان التی تتکب منها الصلوة من
الركوع والسجود الا انها تسبی صلیة لما فیہا من الدعاء و
اشراط الطمارة واستقبال القبلة فیہا لا یدل علی
كونها صلوة حقیقتہً کسجود التلاوة ولانها لیست
بصلوة مطلقة فلا یتناولها مطلق الاسم اور یہی بھی واضح ہے
کہ قبر کرمہ حرام ہے مگر قبر کے پاس کھڑے ہو کر دعاء و استغفار حرام نہیں بلکہ شرعاً مطلوب ہے اور جنازہ ہے
یہی یوں۔



بہر حال فقیر کی نظر قاصر میں نماز جنازہ کی کراہت ان علتوں سے ثابت نہیں ہو سکتی۔ اور مزید یہ کہ جلد ۱
میں جو ہے والصلوة علی الجنائمة فی الجنائمة والامکنۃ والدورسوار
کذا فی المحيط اس جہان کا معنی قبرستان ہو سکتا ہے کہ جہان کے معانی سے ہے حکما فی
منتہی الارب والمنجد۔ ہاں بین القبروں کی نبی میں صلوة جنازہ کی تصریح ہے تو وہ بلاشبہ مکر وہ ہے
تذہبنا و تعزینا والظاہر الاول کما یتبین من مامس السراج المیزان جلد ۲
میں ہے مکروہ تنزیہاً۔ ہاں مقبرہ میں نماز جنازہ حضرت ابوبکرؓ اور انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے
میں مروی ہے سنن بیہقی جلد ۲ میں ہے ان جنائمة و صنعت فی مقبرة اهل البصرة
راق ان قال) فتقدم ابوبرزة فصلی بہم المغرب وفي الناس انس بن مالک
وابوبیرة من الانصار من اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثم
صلوا علی الجنائمة۔ بہر بیچ بین القبروں والی ضرورت کے علاوہ جب کہ مکان پاک ہو اور قبر پر پاؤں بھی نہیں

کہ امت فیکری نظر قاصر میں ثابت نہیں خصوصاً جبکہ لائسنسہ قہرستان نے نہ ہوں تو اصل کوئی وجہ کہ امت نہیں۔
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ وصحبہ
وبارک وسلم۔

مدرسہ الفقیر ابوالکیر محمد نور اللہ النعمانی غفرلہ

۲۳ ماہ رمضان المبارک ۱۳۸۴ھ ۲۷ جنوری ۱۹۶۵ء

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متعین مسئلہ ذیل کے متعلق :

نمبر ۱۔ کہ جب نمازِ جنازہ کسی میت پر پڑھی جائے سلام پھیرنے کے بعد فوراً اس میت پر اسی جگہ کھڑے کھڑے دعا مانگی شرعاً شریعت کے نزدیک جائز ہے کہ نہیں ؟
نمبر ۲۔ پھر جب میت کو دفن کرنے کے بعد چالیس قدم پر قبرستان سے باہر اگر جو دعا مانگی جاتی ہے یہ بھی شریعت کے مطابق جائز ہے ؟

حضور کی خدمت میں بعد السلام علیکم کے نہایت مؤدبانہ التماس ہے مذکورہ بالا دونوں مسائل کی پوری کوشش فرما کر دلائل قویہ کے ساتھ بحوالہ کتب شریعہ کے ثبوت کے ساتھ تحریر فرما دیں بہت مہربانی ہوگی۔

اظہر افندیان مولوی محمد عارف امام مسجد چک ۲/۳۲ ایل راستہ اڈاکا ضلع منٹگری

شیخ عبدالعزیز دوکاندار چک ۲/۳۲ ایل عبدالعزیز تعلیم خود، محمد عارف تعلیم خود



نمبر ۱۔ شرفیہ دونوں صورتیں یقیناً جائز ہیں۔ آیات متکاثرہ و احادیث متظاہرہ اور اقوال ائمہ و علماء کرام متوافرہ

سے روز روشن کی طرح نمایاں دیکھاں ہے کہ دعاء ایسی خصوصی عبادت و منفرد عبادت ہے کہ اس کا جواز زمان و مکان و تعداد کی قید سے آزاد ہے تو لامحالہ ان دونوں صورتوں میں بھی جائز ہی رہے گی کہ کسی آیت و حدیث یا اجماع امت سے ان آیات و احادیث مشرکہ دعاء و اجراء مجوز کی تخصیص ان دونوں صورتوں کے مابین کے لئے ہرگز ہرگز ثابت نہیں بلکہ ان کے عموم و شمول کی تائید صریح ثابت ہے کہ قرآن کریم اور احادیث شریفہ و اجماع امت سے بالخصوص ہر کسی قید زمانی و مکانی و تعدادی کے ثابت کہ دعائے احواء اموات مؤمنین کیسے نافع و مفید اور سنت محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اہل ایمان کا دستور مسلم ہے حضرت امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ شرح الصدور طبع مصر ۱۳۷۱ میں فرماتے ہیں قد نقل غیر واحد الاجماع علی ان الدعاء ینفع المیت و دلّیک من القرآن قوله تعالیٰ والذین جاءوا من بعدهم یقولون ربنا اغفر لنا و لاخواننا الذین سبقونا بالایمان یعنی متعدد حضرات نے اس پر اجماع نقل فرمایا کہ بے شک دعائیت کو نفع دیتی ہے اور دلیل اس کی قرآن کریم سے اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے اور وہ لوگ جو آئے ان کے پیچھے عرض کرتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہمارے لئے بخش فرما اور ہمارے ان بھائیوں کے لئے جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور یونہی قاضی شہار اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ تذکرۃ المولائے عتباتی ص ۳۵ میں یہ اجماع و دلیل بیان فرماتے ہیں حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ شرح فقہ اکبر طبع مصر ۱۳۷۱، ص ۱۱۱ میں فرماتے ہیں ان دعاء الاحیاء للاموات نفع لهم بے شک زندوں کی دعائیں اموات کے لئے سودمند ہیں (الی ان قال) و قد



عہ فی شار التتکیت للنواب صدیق حسن خان البہوفالی مثلاً ان الدلیل علی انتفاعہ بما فعل للاحیاء الکتاب والسنت والاجماع وقواعد الشرع اما الکتاب فقوله تعالیٰ والذین جاءوا من بعدهم الاية (الی ان قال) وهذا اعنی انتفاع السیت بدعاء الاحیاء لا نزاع فیہ الخ ۱۲ عہ وقد استدل بہ امام المتکرمین ابن القیم المجزی فی کتاب الروح ص ۱۱۱ علی هذا وقال بعد ذکر الایة فاشی اللہ سبحانہ علیہم باستغفارہم للمؤمنین قبلہم فدلی علی انتفاعہم باستغفار الاحیاء ۱۲

توارث السلف واجتمع علیہ الخلف یعنی پہلوں اور پچھلوں سب کا اس پر اتفاق ہے۔ پھر آیات کثیرہ و احادیث سے استدلال کے بعد فرماتے ہیں النطق اهل السنن ان الاموات يستفعدون من سعی الاحياء یعنی اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ مردے زندوں کی کوشش و دعاؤں سے استغفار و غیرہ سے نفع اٹھاتے ہیں۔ اور یونہی عقیدہ لیسفہ و شرح نفعا زانی طبع مجید یہ مسئلہ اور تکمیل الایمان تصنیف حضرت مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے منجباتی میں ہے۔ بلکہ ابن قیم جوزیہ کی کتاب المدوح طبع حیدرآباد ۱۸۵۷ اور نواب صدیق حسن خان بہادر مہدی پالی کی شمار التکمیل طبع بھوپال ۱۳۱۰ میں ہے مجمع علیہما بین اهل السنن من الفقهاء و اهل الحديث والتفسير احدهما ما تسبب اليه المیت فی حیاته و الثاني دعاء المسلمين له و استغفارهم الى اخره۔ یعنی تمام گروہ اہل سنت والجماعت فقہاء و محدثین و مفسرین اس پر متفق ہیں کہ مسلمانوں کی دعاؤں و استغفار سے اموات نفع اٹھاتے ہیں۔ نیز ابن قیم کی اسی کتاب کے ص ۱۸۱ میں ہے و دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم للاموات فعلا و تعلیما و دعاء الصباية و التابعین و المسلمين عصر بعد عصر اکثر من ان يذكر و اشهر من ان ينكر یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا مردوں کے لئے جو آپ نے خود کی اور امت کو تعلیم فرمائی اور صحابہ کرام، تابعین، تمام اہل اسلام کا زمانہ بعد زمانہ اموات کے لئے دعا کرتے رہنا اس سے زیادہ ہے کہ اس کا ذکر کیا جائے اور اس سے زیادہ مشہور ہے کہ اس کا انکار کیا جائے۔ یہ دونوں صاحب معتزین کے مسلم امام ہیں۔ عر مدعی لاکھ پربھاری ہے گواہی تیری۔ حضرت امام شرفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کشف الغمہ طبع مصر ۱۳۱۰ جلد ۱ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ناقل کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یحث علی الدعاء و الصدقة و القرب المندبات للاموات من اقرار بهم و اخوانهم و یقول ان ذلك ینفعهم یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شوق دلایا کرتے تھے ان دعاؤں اور خیراتوں اور نیکیوں پر جو اموات کے لئے ان کے رشتہ داروں اور بھائیوں کی طرف سے بطور تحفہ بھیجی جاتی ہیں، فرمایا کرتے تھے کہ بے شک یہ سب کچھ انہیں نفع دیتا ہے و قد صرح الشعرائی بتصحیح جمیع الاحادیث المذكورة فی کتابہ ۱۳۱۰ اور



استدلال ہموم واطلاقاً نصوص طریقہ ائمہ قدیم و حدیث بالاتفاق ہے وذا معمالا یسکر من راعی کلمتہم
العالمیۃ۔ جسے کہ مقررین کے مسلم امام نواب سید بن حسن خان بہادر اپنے رسالہ صلاوات مشککہ مطبوعہ مظاہر
کے صفحہ ۴۰ میں بعد از نماز فرض ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کے ثبوت میں کہتے ہیں کہ مطلقاً ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ثابت ہے مگر
بعد از نماز کی قید نہ لگنا ہے اور نہ اثباتاً، پس علوم اولہ کو مطلقاً آں شاہن فریضہ خواہ بعد از نماز کہ دلیلہ تخصیص دے
قائم نہ ہو، یعنی ان دلائل جواز کا عموم واطلاق دعا بعد از نماز فرض کو بھی شامل ہوگا تا آنکہ کوئی دلیل تخصیص ثابت
کرے کہ بعد از نماز جواز نہیں (ہمارے ائمہ کرام بھی یونہی فرماتے ہیں کہ بلا دلیل تخصیص حکم عام سب افراد کو شامل
ہے) لہذا بعد از نماز فرض جواز بھی ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کا جواز انہی کے مسلم پیشوا کے دلائل سے بھی ثابت ہو گیا
اور جواز شرعی واضح و بیدار، مگر اطمینان مسائل کے لئے اور توضیح کی جاتی ہے :-

(۱) بالخصوص دعا بعد از نماز جنازہ کی تصریح بھی بلاشبہ ثابت ہے من البدواذک مجزی مسئلہ جلد ۲،
سنن بیہقی طبع حیدرآباد و مسند جلد ۱، سنن ابن ماجہ المطابع مطبوعہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً
ہے اذ اصلیت علی المیت فاخلفوا الدعاء یعنی جب میت پر نماز پڑھ
چکے تو اخلاف کے ساتھ اس کے لئے دعا کرو؟ مرقاۃ صفحہ ۴۰۰ جلد ۱ میں ہے قال ابن حجر صحیحہ
ابن حبان - یعنی ابن حجر فرماتے ہیں کہ ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح فرمایا ہے۔ بدائع صانع ص ۲۱۱ جلد ۱
طبع مصر میں ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ پر نماز پڑھا چکے تو حضرت عمر حاضر ہوئے اور ان کے ساتھ
ایک جماعت بھی تھی، دوبارہ جنازہ پڑھنے کا ارادہ کیا تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الصلوة
على الجنائز لا تعادى لكن ادع للميت واستغفر له یعنی جنازہ پر دوبارہ
نماز نہیں پڑھی جاتی مگر اس میت کے لئے (جس پر ابھی ابھی نماز جنازہ پڑھی گئی ہے) دعاؤں استغفار کر لو۔
(وہذا نص فی الباب كما قال ملک العلماء علیہ الرحمة نیز برائے
کے اسی معنی اور مسطور مشرعی طبع مصر ص ۱۰۰ جلد ۲ میں ہے کہ حضرت ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایک جنازہ
پر نماز سے رہ گئے تو اسی جنازہ پر حاضر ہو کر اس کے لئے استغفار کیا نیز ان دونوں کے انہی صفحات
میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ سے رہ گئے تو حاضر
ہو کر بولے ان سبقتونی بالصلوة علیہ فلا تسبقونی بالدعاء لہ



آپ لوگوں نے اگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نماز میں مجھ سے پہل کر لی ہے تو ان کے لئے دعا کرنے میں توجہ سے پہل نہ کرو۔

اس سے صاف صاف ثابت ہو رہا ہے کہ صحابہ کرام بعد از نماز جنازہ دعا کیا کرتے تھے۔ معصن ابن اشیبہ کتاب الجنائز طبع مٹان میں ہے کہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنازہ پر چار تکبیریں کہیں ثم مشی حتی استاء وقال اللهم عبدك وابن عبدك نزل بك اليوم فاغفر له ذنبه وسمع علم دخله فاننا لا نعلم من الاخيرين وانت اعلم به۔ یعنی بعد از نماز جنازہ چل کر میت کے نزدیک ہو کر یہ دعا فرمائی۔ شرح الصدور ص ۵۳ میں بحوالہ ابن زبیر حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مرفوعہ طویل میں ہے کہ فرشتے مومن قرآن کریم پڑھنے والے کی درجہ پر درجوں میں نماز جنازہ ادا کرتے ہیں۔ شہر تستغفر له الی یوم یبعث پھر فرشتے اس کے لئے قیامت کے دن تک استغفار کرتے رہتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ نماز جنازہ کے بعد دعا ایسی عبادت ہے جو فرشتے بھی کرتے رہتے ہیں۔ در یہ استغفار عظیم آیات مبارکہ سے بھی ثابت ہے۔ قرآن کریم میں ہے الذین یحملون العرش ومن حوله یسبحون بحمد ربهم ویؤمنون به ویستغفرون للذین آمنوا الایات۔ یعنی وہ فرشتے جو حاملین عرش ہیں اور وہ جو عرش کے ارد گرد ہیں اپنے رب کے حمد کے ساتھ تسبیح پڑھتے رہتے ہیں اور ایمان لاتے ہیں ساتھ اس کے اور استغفار کرتے رہتے ہیں ایمانداروں کے لئے۔ آخر دعا تک۔ نیز قرآن کریم میں ہے والملائکۃ یسبحون بحمد ربهم ویستغفرون لمن فی الارض فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح پڑھتے رہتے ہیں اور زمین والوں کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں۔ میت تو میت اور محتاج ہے میت کے احسان کرنے والے پر بھی بعد از نماز جنازہ دعا فرمائی حدیث طویل مرفوعہ سے ثابت ہے سنن دارقطنی ص ۸۸ طبع دہلی، کشف الغمہ ص ۱۱۱ جلد ۲، عمدۃ القاری علی البخاری ص ۶۶، جلد ۵، فتح الباری ص ۳۶۹ جلد ۳ مطبوعات مصر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میت کا قرض اپنے ذمہ لیا تو تنور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر نماز پڑھائی پھر حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کبریٰ دعا فرمائی جنزاک اللہ خیرا فلک اللہ وھانک صفا فککت ہاں



اخیک اور اس دعا کے ساتھ یہ نصیحت بھی فرمائی کہ جو مرنے والا اس حالت میں مرے کہ اس پر دین (قرض وغیرہ) ہو تو وہ اپنے دین کے بدلے گودی ہی رکھا ہوا ہوتا ہے۔ پھر ہر اس شخص کے لئے جو میت کے دین ادا کر کے گودی سے چھڑے، یہ دعا دی ومن فلک رهان میت فلک اللہ رهانہ یوم القیامت تو آفتابِ نبیروز و ماہِ نیم ماہ کی طرح واضح ہوا کہ بعد از نماز جنازہ دعا جائز ہے، کھڑے ہو کر ہو یا بیٹھ کر۔ آخر نماز جنازہ میں بھی کھڑے ہو کر ہی دعا کیا کرتے ہیں اور کسی آیت یا حدیث بلکہ کسی امام معتمد کی تصریح کسی کتاب مستند میں قطعاً کوئی نہیں دکھا سکتا کہ بعد از نماز جنازہ کھڑے ہو کر ایسی مختصر دعائیں ناجائز ہیں۔ ہاں یوں کھڑے رہنا جائز نہیں کھڑے ہی رہیں اور دفن میں دیر کر دیں۔ یوں کھڑے رہنا تو بلا دعا بھی منع ہے مگر یہ اور چیز ہے۔ فوری دعا جس سے دیر نہ ہو دلائل مذکورہ بالا کی رو سے یقیناً جائز ہے۔ و بعض لوگ جو یہ شبہ کرتے ہیں کہ جب جنازہ میں دعا ہو گئی تو دوبارہ کیوں کی جائے؟ تو ان کا یہ شبہ بھی دلائل مذکورہ بالا سے اٹھ گیا۔ نیز کثرت و تکرار دعا یقیناً جائز و مستحب مستحسن ہے کما اثبتناہا بالادلة المحکمة فی فتاوانا من الکتاب و السنة لہذا ہم کہتے ہیں کہ دوبارہ کیوں نہ کی جائے؟ جو کہ، دلیل شرعی سے عدم جواز ثابت کرے۔ ہم نے تو جواز ثابت کر دیا۔



برائے صنائع مساجد میں اسی تکرار دعا بعد از جنازہ کے اثبات میں فرمایا ان التفتل بالدعاء والاستغفار مشروع۔ یعنی دعا و استغفار ظنی طور پر دوبارہ مشروع کرنے مشروع ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) دفن میت کے بعد خصوصی طور پر اس کے لئے بخشش مانگنے اور جواب معکرو نکیر میں کامیاب رہنے کی دعا کرنے کا حکم حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے ثابت ہے۔ سنن ابوداؤد ص ۱۲ جلد ۱، بیہقی ص ۱۵۵ جلد ۴، عمل الیوم واللیل لابن اسنی ص ۱۵۵، حاکم بحکم صحیح و تقریر ذہبی، مستدرک ص ۲۸۱ جلد ۱ میں یہ روایت منقار ہے و النظم للیہیقی کان الذی صلی اللہ علیہ وسلم اذا فرغ من دفن المیت قال استغفروا لمیتکم و سلوا لہ التثبیت فانہ الان یسئل۔ یعنی پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب دفن میت سے فارغ ہوتے تو فرماتے اپنے میت کے لئے استغفار کرو اور اس کے لئے سوالِ تثبیت کرو اس لئے کہ وہ ابھی سوال کیا جائے گا۔ صاف

صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس سوال و جواب سے فارغ ہونے تک یہ استغفار و دعائے مثبت جاری رہیں تو بہت ہی اچھا ہے اور مذکور کی سخت احتیاج کے وقت بہترین امداد ہے۔ مراجع المفیر شرح جامع الصغیر ص ۳۱۱ جلد ۱ طبع مصر میں ہے (و سلوا) اللہ (لہ التثبیت) ای اطلبوا لمن ان یثبت لسانہ وجناتہ لجواب الملکین (فانہ الان یسئل ای یسئل الملکان منکر و نکیر فهو احوج الی الدعاء حالانکہ ان سوالات منکر نکیر کا سلسلہ کافی درجہ تک قائم رہتا ہے۔ صحیح مسلم جلد ۱ ص ۱۵۵ المطابع، سنن بیہقی ص ۵۴ جلد ۲ میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت میں ہے والنظم للمسلم ثم اقيموا حول قبری قدر ما تنحرج ضرور و یقسم لحدیحا حتی استانس بکم وانظر ما اذا راجع برسول ربی یعنی بعد از دفن میری قبر کے گرد اگر دانستے وقت کے لئے ٹھہرے رہنا کہ اونٹ کو نکریا جائے اور اس کا گوشت بانٹا جائے تاکہ میں تمہارے ساتھ اُنس حاصل کرتا رہوں اور دیکھ لو کہ اپنے رب کے پیچھے ہوں (منکر نکیر) کو کیا جواب دیتا ہوں۔ مرقات ص ۴۲ میں استانس بکم کی شرح میں فرمایا: ای بدعاءکم و اذکارکم و قراءتکم و استغفارکم یعنی تمہاری دعاؤں اور ذکر و اور قرآن خوانی و استغفار سے۔

بہر حال اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اونٹ کو نکر کر کے گوشت بنا کر تقسیم کرنے پر جبنا وقت خیر آتا ہے اتنے وقت کے لئے سوالات ہوتے رہتے ہیں اور زیادہ وقت تک جاری رہنے کی نفی نہیں۔ اور شرح الصدوق ص ۵۷، کشف الغم ص ۱۱۱ جلد ۱ انوار الثنیکیت مصنف صدیق حسن خان بھوبالی ص ۱۱۱ تا ۱۱۲، تفسیر المنثور ص ۸۳ جلد ۲ میں احادیث موقوفہ لفظاً، مرفوعہ مکمل سے ہے کہ یہ سلسلہ سوالات سات دن تک جاری رہتا ہے اور الحاکمی لفظاً وی طبع در باب الاثر اک میں ص ۱۱۱ سے ۱۱۲ تک جلد ۲ انہی احادیث کی تحقیق نہیں ہے۔ شرح الصدوق کے لفظ یہ میں و اخرج الامام احمد فی الزهد و ابو نعیم فی الحلیۃ عن طاؤس قال ان المؤمن یتقون فی قبورهم سبحانک انما یستحبون ان یطعم عنہم تلك الايام یعنی امام احمد نے زہد میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت طاؤس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے



روایت فرمایا کہ وہ فرماتے ہیں بے شک مردے اپنی قبروں میں سوال کئے جاتے ہیں سات دن تک پس پسند کرتے
 سمجھتے وہ (صحابہ کرام) یہ کہ ان دنوں میں کھانا مردوں کو ثواب پہنچانے کے لئے کھلایا جائے۔ حادی مسئلہ ۱۸ جلد میں ہے
 فالْحَكْمُ عَلَى مِثْلِ هَذَا بِالرَّفْعِ مِنَ الْأُمُورِ الَّتِي أَجْمَعَ عَلَيْهَا أَهْلُ الْحَدِيثِ
 یعنی بالا جماع ایسی حدیثیں حکم مرفوع ہیں اور پڑھنی بھولانی کے بھی شمار ان کی نسبت کے مسئلہ میں لکھا ہے۔ نیز حادی کے اسی
 صفحہ میں ہے اِذَا تَقَرَّرَ أَنَّ الشَّرْطَ وَسَّ حَكْمَ حَكْمِ الْحَدِيثِ الْمَرْفُوعِ الْمُرْسَلِ
 وَاسْنَادُهُ إِلَى التَّابِعِ صَحِيحٌ كَانَ حُجَّةً عِنْدَ الْأُئِمَّةِ الثَّلَاثَةِ ابْنِ خَلْفَتِ
 وَمَالِكٍ وَاحْمَدٍ مُطْلَقًا مِنْ غَيْرِ شَرْطٍ يَعْنِي بِمَعْنَى مَرْفُوعٍ صَحِيحٍ الْأُسْنَادُ وَحُضْرَاتِ إِمَامِ
 عِزِّهِمْ أَبُو حَنِيفَةَ، إِمَامُ مَالِكٍ، إِمَامُ أَحْمَدُ كَيْ نَزْدِيكَ بِلَا كَيْ شَرْطُكَ ذِيلٌ قَوِيٌّ هُوَ. پھر آگے امام شافعی کے نزدیک بھی دلیل قوی
 ہونے کا بیان مفصل ہے۔ پھر یہ بھی پڑھا ہر کہ صحابہ کرام کا سات دن تک اس اطعام طعام سے مقصود یہ تھا کہ میت
 کی امداد جاری رہے اور منکر بیکر کے جوابات میں اس کے دل و زبان ثابت رہیں۔ حادی مسئلہ ۱۸ جلد ۲ میں ہے
 إِنْ أَرَخَبَ عَنْ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ بَأَنَّهُمْ كَانُوا يَسْحَبُونَ
 الْأَضْعَامَ عَنِ الْمَوْتَى ثَلَاثَ الْأَيَّامِ السَّبْعَةِ صَرِيحٌ فِي أَنَّ ذَلِكَ كَانَ
 مَعْلُومًا عِنْدَهُمْ وَإِنَّهُمْ كَانُوا يَفْعَلُونَ ذَلِكَ لِقَصْدِ التَّثْبِيتِ
 عِنْدَ الْفِتْنَةِ فِي تِلْكَ الْأَيَّامِ أَوْ جِبَاطِ دَنِّ تِلْكَ الْأَطْعَامِ طَعَامِ بَرَاءَةِ تَثْبِيتِ جَائِزٍ هُوَ تَوْ
 دَعَاءُ وَاسْتِغْفَارُ وَتَرْجُوَانِ خَوَانِ بِي جَائِزٍ هُوَ لَكِنْ أَقْرَبُ مَالِغِيں بِي سَبِّ كُجَّاءِ الْإِيَانِ اِسْلَامِیں رَاكُجَّ رَا
 حَادِي مَسْأَلہ ۱۹ جلد ۲ میں ہے الظَّاهِرُ أَنَّهَا لَمْ تَتْرَكْ مِنْ عَهْدِ الصَّحَابَةِ
 إِلَى الْآنَ وَانَّهُمْ أَخَذُوا خَلْفًا عَنْ سَلَفٍ إِلَى الصَّدْرِ الْأَوَّلِ وَرَأَيْتُ
 فِي التَّوَارِيخِ حَثِيرًا فِي تَرْجَائِ الْجَمْعِ الْأُئِمَّةِ يَقُولُونَ وَأَقَامَ النَّاسُ
 عَلَى قَبْرِهِ سَبْعَةَ أَيَّامٍ يَقْرَأُونَ الْقُرْآنَ الْخَمْرَ أَوْ دَعَاءَ وَاسْتِغْفَارًا كَمَا مَفِيدٌ تَثْبِيتِ بَرَاءَةِ
 تَوْحِيدِ شَيْءٍ مَذْرُوجٍ بِالْأَعْيُنِ سَيِّدًا شَمَّانًا رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ سَبْعَةَ ثَابِتٍ هُوَ كَمَا بَلَدُ اِسْمِ سَبْعَةِ سَاتِ دَنِّ تِلْكَ بِالْمَحْضُورِ



دعا اور استغفار کا کرنا جو مجرد و خلوت سوال ثابت ہو رہا ہے نیز اطعام صحابہ سے سات دن تک دعا و استغفار و قرآن خوانی کا جواز و استحباب یوں بھی مستفاد کہ دلائل شرعیہ میں یہ تفریق قطعاً نہیں کہ ایک عمل کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور دوسرے کا نہیں بلکہ نفوس کثیرہ سے تمام اعمال خیر کا ثواب پہنچتا ثابت ہے یہ صرف ہمارے ہی امر کا فرمان نہیں بلکہ مخالف حضرات کے مسلم مقتدا بھی یہی اقرار کرتے ہیں۔ نواب صدیق حسن خان صاحب کی کتاب ثمار التکمیت مثلاً میں ہے فی نص او قیاس او قاعدة من قواعد الشرع یوجب وصول احدهما ویمنع وصول الآخر بل هذه النصوص متظافرة علی وصول ثواب الاعمال من الاحیاء الی الاموات الخ۔ ابن قیم کی کتاب الروح ص ۲۲ میں ہے و هل هذا الاتفریق بین المتماثلات۔ تو بالمشاحت ثابت ہو گیا کہ سات دن تک میت کے لئے دعا و استغفار اور اطعام و قرآن و فاتحہ خوانی بالخصوص مفید ثابت اور جائز و مستحسن ہیں۔ اور جب سات دن تک جائز ہے تو صرف چالیس قدم چلتے ہی کیسے کا جائز ہو جائیگی تو آفتاب تاباں سے بھی زیادہ واضح ہو گیا کہ چالیس قدم پر دعا، جائز ہے اور مفید و مستحسن ہے اور یوں ہی چالیس قدم سے پہلے اور تیجھے بھی جائز و مفید ہے چالیس کی تخصیص محض اتفاقی طور پر ہے کہ غالباً اس تک امتحان میت شروع ہو جاتا ہے اور وہ پانی میں ڈوبنے والے فریادی کی مانند امداد کا بہت زیادہ مستحق ہوتا ہے اور حاضرین امتحان سے فارغ ہونے تک عادتاً ٹھہر نہیں کرتے لہذا قبر پر دعا مانگ کر روانہ ہونے کے بعد جاتے جاتے کچھ اور دعا بھی کر جاتے ہیں اور پھر سات دنوں تک نوبت برتوت فاتحہ خوانی بھی جاری رکھتے ہیں اور شرع مطہر سے ممانعت قطعاً نہیں بلکہ دلائل جواز بے شمار موجود، تو یقیناً جائز ہے۔

دہی نواب بھوپال اسی کتاب کے ص ۱۸۱ میں صمد ایضاً لہ میں کہتے ہیں و حسب انه ما فعل هذا احد منهم فانه لا یقدح فیہم لانه مندوب لا واجب ولانه قد ثبت لسان لیل جواز فعله سواء سبقنا

مسک اس وقت لوگ قبر میت سے متفرق ہوتے ہوئے ہیں، ورنہ جو بیکر کی آنکھ وقت احادیث میں اذا ولوا منصرفین حسین یوں اذا ولیم عنہ مدبرین تعرق عنہ اصحاب انصرفوا الناس بکھرت شفا رہا ہے ۱۳ منظر



الیہ احد اولاء شرح الصدور ص ۱۳ میں دلیلی اور بھیقی کی شعب الایمان سے اور مشکوٰۃ شریف ص ۲۸۱ اصح المطالع میں ہے عن عبد اللہ بن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما المیت فی القبر الا کالغریق المتغوث ینتظر دعوة تلحقہ من اب او ام او اخ او صدیق فاذا الحقہ کان احب الیہ من الدنیا وما فیہا وان اللہ تعالیٰ لیدخل علی اهل القبور من دعاء اهل الارض امثال الجبال وان ہدیت الاحیاء الی الاموات الاستغفار لہم رواہ البیہقی فی شعب الایمان بظاہر ص ۲۹۲ جلد ۲ طبع کھنویں اس حدیث کا ترجمہ یہ ہے ، روایت ہے عبد اللہ بن عباس سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں ہوتا ہے مردہ قبر میں مگر مانند ڈوبنے والے فریاد کرنے والے کے کہ کوئی ہاتھ اس کا پکڑے منتظر ہوتا ہے دعا کہ پہنچے اس کو باپ کی طرف سے یا ماں کی طرف سے یا بھائی کی طرف سے یا دوست کی طرف سے پس جس وقت کہ پہنچتی ہے دعا اس کو ہوتا ہے پہنچنا دعا کا بہت پیار اطراف اس کی دنیا سے اور دنیا کی چیزوں سے اور تحقیق اللہ تعالیٰ اللہ پہنچاتا ہے قبر والوں کو بسبب دعا زمین والوں کے مانند پہاڑوں کے یعنی ثواب بڑا اور رحمت اور بخشش اور تحقیق نعمت زندوں کا طرف مردوں کی استغفار کرتا ہے ان کے لئے نقل کی یہ بھیقی نے شعب الایمان میں ۱۱

قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ بھی تذکرۃ المرنے ص ۳۳ میں بھیقی اور دلیلی سے یہ ذکر فرماتے ہیں بناء علیہ زیادہ سے زیادہ دعا و خیرات و فاتحہ خوانی و استغفار سے ایسے نازک وقت میں خصوصاً اولین اوقات ہیبت ناک میں امداد میت کی بہت زیادہ ضرورت ہے مگر بعض لوگ اس تھوڑی سی امداد سے بھی روکنے کے دے ہیں جو مستحسن نہیں مستحسن یہ ہے کہ ایسے امور خیر پر جو رائج میں قائم رہتے ہوئے اور زیادہ امداد کی طرف توجہ دی جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علیہ حبیل محبہ اتم و احکم و صلی

اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

مقرہ الغیبۃ الراحمۃ نور اللہ العالیٰ

جمادی الاخریٰ ۱۳۷۸ھ

الاستفتاء

مکرمی و معظی جناب مفتی صاحب مدرسہ عربیہ بصیر پور

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ ۱۔ عرض ہے کہ چند دن ہوئے ایک دوست کے جنازہ میں شرکت کا اتفاق ہوا متوفی کے حلقہ احباب میں بریلوی اور دیوبندی سب ہی تھے۔ ہماری اہل سنت والجماعت (بریلوی) کی اکثریت متقی محرک اتفاق ایسا ہوا کہ ایک دیوبندی عالم کو جنازہ کے لئے امام بنا لیا گیا۔ اس امام نے جنازہ کے بعد دعا نہیں کی جس پر ہنگامہ ہو گیا اور بحث شروع ہو گئی۔ ہمارے سب بریلوی حضرات دعا مانگنے پر زور دیتے رہے لیکن وہ مولوی صاحب دیوبندی انکار کرتے رہے۔ ہمارا یہ دعوایے تھا کہ جنازے کا سلام پھیرنے کے بعد دعا کرنا سنت ہے۔ ان کا یعنی فریق مخالف کا کہنا ہے کہ یہ سنت نہیں ہے۔ آخر فیصلہ اس بات پر ہوا کہ فقہ حنفی کی مستند کتابوں سے جو آج سے کم از کم دوسو برس پہلے کی لکھی ہوئی ہوں دوسو سال سے بعد کی لکھی ہوئی کتاب کو نہیں مانا جائے گا، ان کتابوں میں سے فتویٰ لاویں کہ جنازہ کے بعد دعا مانگنی چاہئے۔ ہم نے بغض و تعصب سے دیوبندیوں کا چیلنج قبول کر لیا ہے۔ مہربانی فرما کہ فقہ حنفی کی مستند کتابوں میں سے جو دوسو سال قبل کی لکھی ہوں ان میں سے مفتی بہ قول مبعوث کتاب کا نام تحریر فرمائیں تاکہ جھگڑا ختم ہو۔ دعا، قرآنیں فتح اہل سنت والجماعت کی ہوا ورفدا کے سچے رسول کی سنت زندہ ہو۔

دعا گو ۱۔

شیخ محمد حنیف بزاز دہل با دارمند می پور سے والا ضلع ملتان



نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنے کا ثبوت بفضہ درمہ تعلق قرآن کریم کی آیات اور صحاح ستہ کی حدیثوں سے دیا جاسکتا ہے مگر آپ کے فیصلہ کے لحاظ سے صرف فقہ حنفی کی نہایت مستند کتابوں سے جو دو صدیوں سے بھی کئی صدیاں پہلے کی لکھی ہوئی ہیں اور جن کو دنیا کے حقیقت میں نہایت ہی بلند پایہ اور مستند سمجھا جاتا ہے تجا دے جاتے ہیں۔ مبسوط شرعی ص ۶۷ جلد ۲ طبع مصر، بدائع صنائع ص ۳۳ جلد ۱ طبع مصر میں ہے کہ حضرت ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما (جو جلیل القدر صحابی ہیں) ایک جنازہ پر نماز جنازہ سے رہ گئے تو اسی جنازہ پر حاضر ہو کر اس کے لئے استغفار کیا و لسانا ما روی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما و ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما انهما فاتهما الصلوٰۃ علی جنازۃ فلما حضرا ما زاد علی الاستغفار لہ۔ نیز ان دونوں میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ سے رہ گئے تو حاضر ہو کر کہا ان سبقتمونی بالصلوٰۃ علیہ فلا تسبقونی بالدعاء۔ یعنی آپ حضرات نے اگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نماز جنازہ میرے آنے سے پہلے پڑھ لی ہے تو ان کے لئے دعا کرنے میں تو مجھ سے پہلے نہ کرو۔ اس سے روز روشن کی طرح ثابت ہو رہا ہے کہ صحابہ کرام بعد از نماز جنازہ دعا مانگا کرتے تھے۔

تنبیہ

مصنف مبسوط شرعی حضرت امام شریعی کی وفات ۴۳۳ھ میں ہے کما فی کشف الظنون ص ۱۲ جلد ۲ اور بدائع صنائع کے مصنف علامہ کاشانی کی وفات ۵۸۷ھ میں ہے کما فی کشف الظنون ص ۳ جلد ۱ طبع تہران اور صاحب کشف الظنون کی وفات ۱۰۶۷ھ میں ہے۔ تو واضح ہوا کہ مبسوط کے تصنیف ہونے کو کم از کم ۹۰۶ سال ہو چکے ہیں۔ اور بدائع صنائع کی تصنیف کو کم از کم ۸۶۲ سال ہو چکے ہیں۔



دو صدیوں نے تو دو صدیوں سے پہلے کی کھلی ہوئی کتاب فقہ کا حوالہ مانگا ہے مگر فقیر نے بفضلہ تعالیٰ چار مرتبہ دو دو صدیاں گزرنے سے بھی پہلے کا حوالہ دے دیا۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِ سَیْدِنَا
مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ۔

عزیزہ الفقیہ ابو الجحیر محمد نور اللہ العیسیٰ غفرلہ

۳۰ شہبان المعظم ۱۳۸۹ھ ۱۵۰۶ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر قبرستان مشرق کی طرف ہو تو جنازے کے پیر قبیلہ کی طرف کئے جائیں یا سامنے؟ اور جو مولوی قبیلہ شریف کا ادب نہ کرتا ہوا پاؤں قبیلہ کی طرف کر دے اس کو کوئی شرعی دُعا ہے یا نہیں؟ اسی طرح قطب (شمال) کی طرف منہ کر کے پیشاب کرنا یا پاؤں کر کے سونا یا میت کے پاؤں قطب کی طرف کرنا یہ تمام جائز ہیں یا ناجائز اور حرام؟ بیِّنوا توجسوا۔



فقہائے کرام نے جنازہ اٹھانے کا جو طریقہ سنت کا مدعیان فرمایا وہ مسترد ہے کہ اگر قبرستان جانب مشرق ہو تو پاؤں قبیلہ کی طرف کئے جائیں۔ ہندیہ وغیرہ میں ہے اما کمال السنۃ فلا یتحقق الا فی واحد الخ۔ رہا بے ادبی کا شبہ تو وہ محض جہالت ہے۔ مریض و میت کے حق میں یہ ضرورت توجہ الی القبلہ ہے کما صرحوا فی صلوٰۃ المریض و الغسل۔ اور جب بے ادبی نہ ہوئی تو مولوی صاحب بے ادب نہ بنے بلکہ ادب سکھلانے والے بنے تو مزار کے مستحق وہ لوگ ہیں جو مولوی صاحب کی مخالفت کرتے ہیں نہ مولوی صاحب۔ اسی طرح قطب شمالی کی طرف منہ کر کے قضاے حاجت یا پاؤں کر کے سونا یا وقت غسل میت



کے پاؤں کرنا سب جائز و حلال ہے۔ تاہم جائز بتانا ہے وہ شریعت غراء ہا قراء کرتا ہے، اگر سچا ہے تو دلیل لئے اصل اباحت ہے قرآن کریم فرماتا ہے عفا اللہ عنہا، حدیث شریف میں ہے مما عفا، نقضائے کرام لئے بھی اس کی تفسیر فرمائی کہما فی الدن وغیرہا بلکہ پہلے دو مسئلے منہو نا بیان فرماتے و مفہوم الکتب حجة اور تیسرا مرآۃ بیان فرمایا در المختار، فتاویٰ مالکیہ میں ظہیر یہ سے ہے والا صم ان یوضع کما تیسر - واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و صحبہ و بارک وسلم۔

مترجم الغفریر البرا بحیر محمد نور اللہ العسیمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین و مفتیان شرع امین اندر اس صورت کہ میت کو قبرستان لے جاتے وقت نہ کس طرف کرنا چاہیے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر قبرستان مشرقی جانب ہو تو اس میں بے ادبی ہے کہ سر آگے ہو۔ بیسوا تبوجروا۔

سائل: بشیر محمد از شہامند ۲۶ شعبان المعظم ۱۳۷۱ھ



سر آگے ہی ہونا چاہئے۔ فتاویٰ مالکیہ جلد ۱، بحر الرائق جلد ۲، فتاویٰ برہنہ صفحہ ۳۵۷ و فتاویٰ میں ہے والنظم من الهندیة و فی حالة المشی بالجنازة یقدم الرأس کذا فی المصنوعات اور یہی اکثر کتب متبروہ مذہب مذہب سے مرآۃ مستفاو کہ مذمت طریقہ جنازے اٹھانے کا کال یہ بیان فرمایا کہ پہلے جنازے کی اگلی طرف دائیں شانے پر پھر پھیل چلی طرف دائیں شانے پر پھر اگلی طرف بائیں شانے پر پھر پھیل چلی طرف بائیں شانے پر لیوں اٹھائے کہ میت کی دائیں جانب اور اٹھانے والے کا دایاں شانہ اور میت کی بائیں جانب اور اٹھانے والے کا دایاں شانہ اٹھائے جائیں۔ ہذا یہ مصرعہ مع الفتح ۹۷

جلد ۲، شرح الوفاہ ۲۵۴ جلد ۱، کنز الدقائق ۲۷۷، بدائع صنائع ۳۹۹ جلد ۱، مہبوط امام غفری ۵ جلد ۲، فتاویٰ قاضی خان ۳۹ جلد ۱، در المختار، شامی ۸۳۳ جلد ۱، نور الایضاح، مراقی الفلاح، حاشیہ طحاوی ۳۷۴، بحر الائق ۱۹۳ جلد ۲، فتح القدیر، مئانیہ شرح ہدایہ ۹۷ جلد ۲، والنظم من الہندیۃ واما کمال السنۃ فلا یتحقق الا فی واحد وهو ان یبدأ الحامل بحمل یمین مقدم الجنانۃ کذا فی التتارخانیۃ فیحمل علی عاتقہ الایمن ثم المویسر الایمن علی عاتقہ الایمن ثم المقدم الایسر علی عاتقہ الایسر ثم المویسر الایسر علی عاتقہ الایسر کذا فی التتیین اور درود زکشن کی طرح واضح کہ اس صورت مسنونہ میں سر کے ہی ہوگا ولا یقول بخلافہ الا من اکب علی وجہہ - رہا بے ادبی کا خیال تو اس کا جواب یہ ہے کہ خیال جمال مقدم ہے یا منصوص کثرت؟ آخر خیال اور وہ بھی جمال کا خیال ہی تو ہے بلکہ شرعاً مریض و میت کے توجہ الی القبر کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ پاؤں اس طرف ہوں لیٹے ہوئے کہ کمالا یخفی علی من طالع باب صلوۃ المریض و بیان غسل المیت من اسفار المذهب المہذب۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب واله وصحبه وبارک وسلم۔

عزہ الغفر الیوا کثیر محمد نور الشانعی غفرلہ

جواب سند جو مولوی صاحب نے لکھا ہے واقعی درست ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں ہے۔

نصیر الدین بقلم خود اذکن پورہ

الاستفتاء

بخدمت شریفہ اقدس حضرت مولانا الغفر الی اولئنا و ام اقبالہ اسلام مسنون نبوی
کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان نظام و صوفیائے ذوالکرام۔

جائے گا اور کوئی حرج نہیں ہوگا۔ فتاویٰ عالمگیری جلد ۸ میں ہے الوضوء طولا کما فی
حالة المرض اذا اراد الصلوة بایماء۔

۷۔ بیوی کے مرنے کے بعد بیوی کی ہمیشہ سے فورا نکاح ہو سکتا ہے جبکہ کوئی اور مانع نہ ہو
کہ عدت نہیں پڑتی تو جمع بین الاقنین بھی نہیں بن سکتا اور قرآن کریم میں ہے و احل لکم ما و لکم
فتاویٰ عالمگیری جلد ۲ میں ہے ولا یجوز ان یتزوج اخت معتدہ اور جب کہ
مرنے والی پر یقیناً عدت نہیں تو اس کی بہن کے ساتھ نکاح بلا عدت گزارے جائز ہوگا لہذا فتاویٰ عالمگیری
کے اسی صفحہ میں فرمایا کما اذا ماتت۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیب والہ وصحبہ
و بارک وسلم۔

مقرہ النعمیر الراجح محمد نور الشانعی مغلزہ

۱۲/۱۱/۱۳۸۳ھ رمضان المبارک ۱۳۸۳ھ ۱۳/۱۱/۱۳۸۳ھ

الاستفتاء

بخدمت اقدس حضرت مولانا ابوالخیر مفتی اعظم دہلی اقبالہ۔ سلام مسنون نبوی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین کہ بعض علماء نے جو یہ تحریر کیا ہے اگر کسی کافرستان مشرق کی طرف
ہو تو وہ جنازہ سے کامر مشرق کی طرف کیا کریں اور پاؤں کعبہ شریف کو، اسی طرح میت کو غسل کے وقت بھی، کیونکہ میت
کامنہ کہہ کر ہوتا ہے اگر بیٹھا جائے یا نہ بیٹھا جائے کیساں ہے۔ نیز سونے کی انگوٹھی پہننا مرد کے لئے جائز ہے یا
نہیں مفر کے لئے۔ ان دو مسائل کی تفصیل ساتھ پوری تحقیق آیات و احادیث شریفہ سے تحریر فرما کر ذرہ نوازی فرمائیں
حضور کی عین نوازش ہوگی۔

خادم العلماء محمد نذیر ولد غلام قادر زرگر شہیدی بازار پاکپتن شرعیہ

(نوٹ) ایک علیحدہ کافہ پر یہی لکھا ہوا تھا، جناب ایسی دلیلیں ہم کو شیعہ دکھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تمہاری



اہل سنت و جماعت کی کتابوں میں بھی ایسا ہے۔ حدیث تفسیر کا ہم کو علم نہیں۔ فقط والسلام



جنازہ اٹھانے میں سنت طریقیہ ہے کہ پہلے اٹھانے والا اپنے داہنے شانے پر میت کا اٹھلا دہنا حصہ اٹھائے پھر اسی پر پاؤں کا دہنا حصہ بعد ازاں بائیں شانے پر میت کی اگلی بائیں طرف پھر اسی پر پاؤں والی بائیں طرف۔ اب اس طریقہ سے اٹھانے کی صورت میں اگر مشرق کی طرف قبرستان ہو تو نظر پاؤں قبلہ کی طرف ہو جائیں گے اور یونہی غسل کے ایک طریقہ میں بھی مگر ایسی مجبوری کی صورت میں ظاہر پر نظر نہیں ہونی چاہئے بلکہ دل پر جو حدیث پاک میں صاف ارشاد ہوا انما الاعمال بالنیات۔ اور اس کی شریعت میں کافی صورتیں ہیں کہ ظاہر میں کچھ اور دکھائی دیتا ہے مگر دوسرا پہلو جو در اقصیٰ ظاہر ہوتا ہے، ہو جاتا ہے مثلاً غیر اٹھنے کے لئے جھکنا یا کوع کرنا منع ہے مگر جب کہ ایک شخص یا جانور کے پاؤں میں کانٹا لگا تو کوئی دھندل کانٹا لگانے کے لئے جھکے تو یہ جھکنا وہ جھکنا نہیں ہو گا جو ناجائز ہے کیونکہ نیت کانٹا لگانے کی ہے۔ دیکھئے کسی کو تنگ کرنا دکھانا یا خون بہانا اور زخمی کرنا جائز نہیں مگر طبیب یا ڈاکٹر مریض کا اپریشن کرے یا فصد کھولے تو یہ تنگ کرنا، دکھانا اور خون بہانا جائز ہے کہ نیت علاج کی ہے۔ اس کی صد مثالیں ہیں جو قرآن کریم اور حدیث پاک سے ثابت ہیں۔ باقی تشبیہ صاحبان کی کتاب میں تو واقعی ان میں بھی یونہی ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ہے مگر کسی ہمارے مسئلے ان کی موافقت سے یہ تصور کرنا کہ ہمارا مسئلہ غلط ہے کہ تشبیہ کے موافق ہو گیا بالکل غلط ہے کئی چیزوں میں وہ ہمارے موافق ہیں۔ دیکھئے خانہ کعبہ کی طرف منکر کے ہم بھی نماز پڑھتے ہیں اور وہ بھی بدھری ہو کر کہتے ہیں تو کیا ایمان کی وجہ سے خانہ کعبہ کو مندر کریں؟ یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ مگر اس سے یہ بھی دھوکا نہیں کھانا چاہئے کہ ہمارا ان کا کوئی فرق ہی نہیں حقیقت پر قائم ہونا چاہئے، ہمیں اپنے مذہب پر ثابت قدم ہونا ضروری ہے۔

وہی سونے کی انگوٹھی تو حدیث پاک مسلم اور بخاری وغیرہ میں مرد کے لئے حرام قرار دی گئی ہے تو



د سفر میں مردہیں سکتا ہے اور نہ ہی گھر میں۔ ہاں اگر کوئی اور نقدی نہیں مونا ہی گھر ہے تو سفر میں مزدورت کے لئے ساتھ لے جاسکتا ہے مگر یہ جائز نہیں کہ مردہیں بھی لے بلکہ بٹو اور وغیرہ میں محفوظ رکھے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب و آلہ و اصحابہ و بارک و سلم۔

مترجم الفقیر ابو الخیر محمد نور الدین نعمی غفرلہ ۱۴۱۳ھ ۱۳۸۳ھ ۱۳۴۲ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین مفتیان فقہ اس بارہ میں کہ ایک آدمی درویش، عالم حکیم، خلیفہ عارف، کامل جو کہ تقریباً دو تین ماہ کا دنیا فانی سے رخصت ہو گیا ہے اور اس کی مزار ایک تنگ جگہ پر واقع بنائی جا چکی ہے جس کی وجہ سے عام طور پر دنیا دار بھی معترض ہیں اور عوامی درویشی طبقہ بھی یہی چاہتا ہے کہ ان کو یہاں سے نکال کر کسی اور جگہ پر دفن کیا جائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ دو تین مرد عورتوں کو بندہ بے خواب مکمل طور پر اس بزرگ نے کہا ہے کہ مجھے یہاں تکلیف بہت ہے مجھے یہاں سے نکال لیں لہذا آپ جناب ان بیانات کے مطابق فیصلہ فرمادیں اور ہمیں نکالنے کے شرائط اور دوسری جگہ دفن کرنے کے قانون اور خیرات وغیرہ حسب توفیق حکم دے کہ مشکور فرمادیں تاکہ بندہ ہر طرح شریعت طریقت کے لحاظ سے مطمئن ہو سکے۔ بندہ ہمیشہ ہمیشہ جناب کا شکریہ ادا کرتا رہے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

احقر العباد تائب بعدار بندہ خاکسار خادم الفقراء پیر غلام رسول سجادہ نشین دربار شریف حضرت النبی بخش نوشاہی قادری از مولیٰ شریف



ان بزرگ صاحب کو وہیں آرام کر لے دیں۔ دنیا دار اور عوام کیا جانتے ہیں۔ حدیث پاک سے ثابت ہے

کہ اللہ کے پیاروں کی قریبی بہت فراخ ہوجاتی ہیں جہاں تک ان کی نظر پہنچتی ہے وہاں تک فراخ ہوجاتی ہیں ظاہر
تنگی کا کیا حرج ہے؛ کتب مذہبِ حنفی میں بعد از دفن نکالنے کی ممانعت ہے۔ کما فی اسفار المذہب
المذہب۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ
وبارک وسلم۔

مقرہ الفقہ البرا کیم محمد نور اللہ النعمی مؤلف

۸ شعبان المعظم ۱۳۸۶ھ ۲۶-۱۱-۲۲

الاستفتاء

ایک صاحب کی طرف سے زبانی پرچھے گئے فتوے کا درج ذیل
جواب دیا گیا۔ (محبت)



محبت ملک وملت جناب سلطان علی صاحب ممبر دینین کونسل پھولانہ تالی
السلام علیکم درجہ درجہ کا تہ۔ مزاج شریعت! محمد امین ڈولانے دریافت کیا ہے کہ قبرستان میں قبر بنا رہوئے
پر میت کو دوسرے گاؤں کے قبرستان میں دفن کیا گیا تو پہلی قبر کا کیا کیا جائے؟ لوگ کہتے ہیں کہ غلط جو یا مونیجی سے
پڑی جائے۔ کیا یہ درست ہے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ قبر میں جو یا مونیجی ڈالی کر خراب کرنا شرع شریعت میں ہرگز ہرگز جائز نہیں۔
کیونکہ یہ اسراف یعنی بے جا خرچ کرنا ہے اور اسراف مال یعنی مال کا ضائع کرنا ہے جو حکم قرآن کریم اور حدیث



پاک بالکل ناجائز اور حرام ہے لہذا قبر کو مٹی سے پُر کیا جائے یا کوئی میت ہو تو اسے دفن کر دیا جائے۔
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و
صحابہ و بارک وسلم۔

رحمۃ الغفر الودیع محمد نور اللہ العسی غفرلہ

۱۲ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۷ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مردہ کے دفن کئے ہوئے کو نو صد سال کا گزرج چکا ہے۔ اب بوجہ بارش یا سیلاب قبر میں پانی داخل ہو گیا ہے۔ قبر بھی زمین میں دب گئی ہے اور یہ بھی یقیناً کمال ہے کہ مٹی پانی باہم مل کر کچھ بن گیا ہے اور کچھ سے مردہ آلودہ ہو گیا ہے اب اس صورت میں علمائے کرام کیا حکم صادر فرماتے ہیں؟ مردہ کو قبر سے نکال کر دوسری قبر میں دفن کیا جائے یا اسی قبر پر مٹی ڈال دی جائے۔ مبینوا تو حیدرو یا اولی الابصار۔

المستفتی: غلام رسول ازبیلرون



بعد از تکمیل دفن نبش قبر و اخراج میت کو حضرات احناف اہل اہم اللہ تعالیٰ فیہم و برکاتہم نے منوع و حرام قرار دیا ہے لہذا اوپر سے قبر بنادی جائے۔ مہسوط، فتاویٰ تہذیبیہ، فتاویٰ عالمگیری، بحوالہ ائمہ، مراقی الفلاح، ماشی عطاوی علی مراقی الفلاح، درالمنار، رد المحتار، فتح القدیر وغیرہ اسفار مذہب میں ہے واللہ اعلم من مراقی الفلاح والنبش حرام حقاً اللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم

عزیزہ الفقیر الہی محمد نور اللہ العسیٰ طفرلہ

۱۲ اشوال اکرم ۱۳۶۶ھ

الاستفتاء

مکرمی مفتی قدس سرہ جہاں مفتی صاحب مدظلہ العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج گرانی! قبلہ ایک استفتاء آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں یہاں اس فتویٰ کی سخت ضرورت ہے اسلئے آپ سے استدعا ہے کہ فوری جواب سے سرفراز فرمائیں، میں ہمیشہ آپ کا پیچہ منون رہونگا :

۱۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان بشعرب متین اس مسئلہ میں کہ ایک میت کو عارضی طور پر ایک سال کے لئے کسی جگہ ایک عام قبرستان میں لکڑی کے صندوق میں رکھ کر امانتہ دفن کر دیا گیا تاکہ مناسب اور موقع کے مطابق جگہ حاصل ہونے پر وہاں سے منتقل کر کے دفن کیا جاسکے۔ اندر میں حالات کیا مذہب جنونی منت الجماعت میں میت کو عارضی طور پر دفن کرنا جائز ہے ؟

۲۔ اگر جائز ہے تو میت کو دوسری جگہ منتقل کرنے کی کیا صورت ہے ؟

السائل : سید محمد یونس گیلانی مکان ۸۲۷/سی، کوچہ مظفر گئی گٹھی بازار لاہور مورخہ ۶-۳-۱۰



۱۔ مذہب مذہب جنونی میں ایسی کوئی صورت نہیں۔

۲۔ بعد از دفن میت کو دوسری جگہ منتقل کرنے کی ایسی کوئی وجہ جواز نہیں۔ فتاویٰ شامی ص ۸۶ جلد ۱ میں ہے واما نقلہ بعد دفنہ فلا مطلقا قال فی الفتح واتفقت کلمۃ المشائخ فی امرأة دفن ابنہا وہی غائبة فی غیر بلد ہا ولم تصبر



واذا دفن نخله على انه لا يسمعها، اس مہارت کا غلام یہ ہے کہ بعد از دفن نخل کی بالکل اجازت

اور گنجائش نہیں اور اس پر ہمارے مشائخ کرام کا اتفاق ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وعلی آلہ

واسعابہ وبارک وسلم۔

عزہ الغفر الراجی محمد زور اللہ العیسیٰ مغفر

۲۶ رذی الحجۃ المبارک ۱۳۸۹ھ ۵-۳-۲۰۰۹ء

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں میرے ہم محترم جناب حاجی چرافدین صاحب مرحوم نے وفات کے وقت بندہ کو فرمایا تھا کہ میں نے جناب میاں غلام اللہ صاحب دام فیض سے استناز عالیہ شرفیہ شریف میں دفن ہونے کے لئے جگہ طلب کی تھی اور آپ نے آمادگی کا اظہار فرمایا تھا۔ وفات کے بعد مجھے صندوق میں رکھ کر بطور امانت عثمان میں دفن کرنا اور اس کے بعد شرفیہ شریف لے جانا۔ مرحوم کو شرفیہ شریف لے جاتے وقت ان کا چہرہ دیکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر بعض آقارب وفات کے وقت زیارت نہ کر کے ہوں تو ان میں سے جو زیادہ قریب ہیں وہ زیارت کر سکتے ہیں یا تمام؟ نیز شرفیہ شریف لے جاتے وقت مرحوم کا دوبارہ جنازہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ بیینوا توجسروا۔

۱۔ سائل: شیخ علی محمد زبیر پور



شرفا دفن کرنے کے بعد صرف نخل مکانی کے لئے نکالنا جائز نہیں اور یہ جو لوگوں میں امانت رکھنا مشہور

ہے، شرعیہ اصل ہے۔ اور جب لگانا جائز نہیں تو دوبارہ کرنے کی نوبت ہی نہیں آتی۔ اور دوبارہ جانا بھی جائز ہے، بھی ہمارے مذہب میں جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ والی الوصلہ باریک

مقرہ الفقیر الیٰ الخیر محمد نور الشامسی مقرر

۸ ربیع الاول ۱۴۱۰ھ

الاستفتاء

نوٹ: مولوی المدنی صاحب مدرس شرقی نے بذریعہ جوابی کارڈ سوالی ذیل کا جواب طلب کیا ہے۔
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین، اندر میں صورت کہ قبروں پر پھول عدس ماش پانی چھڑکنا لینا پیسے ڈالنے خصوصاً محرم الحرام میں جائز ہے یا کہ نہیں۔ کتب مستبرہ بمع حالات تحریر فرمادیں۔ بینا تو جروا۔



قبروں پر پھول وغیرہ ڈالنے اصل میں امور مباح ہیں کہ شریعت مطہرہ نے جس چیز کو حرام و منہج فرمایا وہ اباحت صلیہ پر ہے۔ یہ تا عدد احناف متعدد آیات اور کثیر احادیث الوداد و دوزندہ و ابن ماجہ و مستدرک و بیہقی وغیرہ ثابت ہے۔ وقد صرح به الأئمة الأعلام من المفسرين المحدثين والمتفقهين اور جب اباحت ثابت ہوئی تو نیت صلحہ سے مستحب بن سکتے ہیں کہ مباحات نیات صلحہ سے عبادات اور نیات فاسدات سے غلطیات بن جاتے ہیں وذا ایضا ثابت بالآیات والاحادیث وتصریحات المحدثین والفقہاء۔ اور بلا وجہ مسلمانوں پر ظن بدنا جائز البتہ یہ معلوم ہو کہ اس خاص شخص نے نیت فاسدہ سے ڈالے ہیں تو اسے سمجھا دیا جائے نہ کہ علی العموم حرمت و بدعت کافقہائے دے دیا جائے وقد صرح الفقہاء



باستحياب وضم الورد ونحوها على القبول وذا ايضا حقيده بحسن النية
والباقي عند التلاق ان شاء المولى الباقي.

عنه الفقير الابرار محمد نور الله العيسى فخره

نوٹ: آیات و احادیث و قصص الہد کرام کا رد پر نہیں لکھ سکتے ۱۳۱ منہ غفرلہ





مسائل شکی

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کو اس مسئلہ میں کہ زید پر اسے تبلیغ بردوکان فرید بخش گیا۔ نماز کے لئے کس فرید بخش نے عذر کیا، آئندہ پڑھنے کا وعدہ کیا۔ قریب ہی ایک پیر صاحب سبھی غلام قادر شاہ بیٹھے تھے۔ وہ جلا کر کتے میں خالی پیشانی رگڑنے سے تو یہ ”بھی نہیں ہے۔“ یہ بھی ”کا اشارہ اپنے آلتاسل کی طرف کرتے ہیں۔ ایسا کرنا ہمارے عرف میں توہین ہے۔ دوسرا اشارہ بھی استہزاء کرتا ہے۔ عذر الشریعہ کیا حکم ہے؟

السائل : مولوی الہی بخش چک ۳۲



العیاذ باللہ ! نماز کو خالی پیشانی رگڑنے کا نام دینا اور میرے یہودہ جاہلانہ اشارہ سے توہین و استہزاء بدترین حرام ہے۔ غلام قادر نے محنت ترین جرم گنہگار کا ارتکاب کیا۔ اس پر لازم کہ فوراً سچے دل سے اہل اسلام کے ردِ بدو توبہ نصوحا کرے۔ قرآن کریم میں صاف موجود ہے وَاِذَا مَا دِئِمَ اِلَى الصَّلَاةِ اتَّخَذُوا هَٰؤُلَاءِ اَوْ لَعِبًا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ

لا یعقلون • پڑھ کر ۱۳ - اور ارث دہوتا ہے قل ابا لله وایلم ورسوله
عنکم تستهنون • لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم
اور اگر نہ مانے اور توبہ نہ کرے تو اہل اسلام پر لازم کہ اس سے بالکل الگ رہیں۔ بیٹنا اٹھنا وغیرہ کسی قسم کا
تعلق درابطہ نہ رکھیں۔ حضرت رب العالمین کا مکرم قرآن کریم میں ہے یا ایہا الذین امنوا
لا تتخذوا الذین اتخذوا دینکم هزوا ولعبا من
الذین اتقوا الکذب من قبلکم و الکفار اولیاء واتقوا
الله انکم مؤمنین پڑھ ۱۳ -

والله تعالى اعلم وصلى الله تعالى على حبيب
واله وصعب وسلم الى ابد الابد -

قرآن عزیز الہامی محمد نور اللہ انعمی مغفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کہ بندہ ریلوے چھاپ خانہ میں ملازم ہے -
میرے ساتھ اسی چھاپ خانہ میں ایک اور آدمی بھی کام کرتا ہے۔ میرا اس سے لڑائی جھگڑا ہے۔ ہم نے بات
چیت کبھی نہیں کی۔ ایک دن وہ میرے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ایک تیسرے شخص نے ہمیں اکٹھا بیٹھا دیکھ کر تسخر
کے لہجے میں مسکرا کر زور سے کہہ دیا اللہ اکبر! میں نے غصہ میں آکر اُس کے جواب میں کہہ دیا ”او کنتے
بکومت“ کیوں کہ وہ مجھے پہلے بھی تسخر و مذاق کرتا رہتا تھا۔ میں نے اس وقت بھی یہ سمجھا کہ یہ شرارتی
آدمی ہے، شرارت کہہ رہا ہے اور غصہ میں آکر یہ الفاظ کہہ دئے۔ بلکہ غصہ میں مجھے یہ بھی پتہ نہیں لگا
کہ اس نے کیا الفاظ استعمال کئے ہیں اور میں کیا کہہ رہا ہوں۔ باقی میں خدا کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں
کہ تو مبین نام خدا میرا قطعاً مقصد نہیں تھا۔ میں تو ہر وقت ڈرتا رہتا ہوں۔ آپ جیسے بزرگوں سے سکھ سکھ
صلوۃ و دائرہ وغیرہ کی پابندی کر رکھی ہے۔ اسی لئے وہ مجھے غول کرتا رہتا تھا۔ اب میں اپنے اس



لفظ پر نام ہوں اور وہ مخالفت بھی ہو چکا کرتا ہے کہ اس نے خدا کے نام کی توہین کی ہے، کفر یہ لفظ بولے ہیں، اس کا نکاح ٹوٹ گیا ہے۔ لہذا میں آپ سے سائل ہوں۔ ہمارے مہربانی بندہ کے لئے شریعت کی رُو سے جو حکم ہوا اس سے واپسی ڈاک مطلع فرمائیں۔ بندہ شریعت کے حکم کی تعمیل کے لئے بے پروا و جان حاضر ہے۔ والسلام

السائل : ولایت علی ساکن گرنعلی ٹنڈا جولاہور، ۵۸-۸-۸ ہوز جمعہ المبارک



اس تیسرے شخص نے اگر واقعی اجماعِ تفسیر میں سکھاتے ہوئے زور سے تکبیر کہی تو وہ خود سخت گنہگار ہوا توہینِ نامِ پاک اور بے ادبی تکبیر کا ترک بنا۔ فتاویٰ عالمگیری جلد ۳ میں ہے الکلام منہ ما یوجب اجرا کالتسبیح والتحمید وقرارة القرآن والاحادیث النبویة وعلم الفقه وقد یأثم به اذا فعله فی مجلس الفسق وهو یعلم لما فیہ من الاستہزاء والمخالفة لموجب۔ تو آپ کا اس کے جواب میں ۰ اوتے حکومت "کہنا اسے اس استہزاء و تمسخر سے (جو موجبِ توہین ہے) روکنا بنا جو سرسرا ہوا ہے۔ بلکہ اگر آپ یہ معنی سمجھ کر توہین کے لئے کہتے تو موجبِ اجتر عظیم بھی بنا کر بھی عن المنکر ہے۔ اور ایسے ظالموں کا رد جو ارادہ فاسد سے اچھا کلام بولیں، سنت اللہ بھی ہے۔ قرآن مجید میں ہے اذا جاءک المنافقون قالوا نشہد انک لرسول اللہ واللہ یعلم انک لرسولہ واللہ یشہدان المنافقین لکاذبون ہ بنا علیہ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے سامنے جب غازیہوں نے لا حکم الا للہ پڑھا تو آپ نے فرمایا کلمۃ حق ارید بہا باطل۔ الا غیر ذلک من النظائر المتکاثرة



والعجز بیات المتظاهرة المتواهرة.

بہر حال آپ اندر میں حالات اس الزام سے پاک اور ایمان و نکاح پر قائم ہیں۔ اہل خود وہ نماز نام پاک کی توہین کرنے والا، گستاخ ہے اور جھوٹا ہے، اپنے نکاح کا ٹکڑہ کرے۔ پھر اس کا صدمہ صلوٰۃ و کعبہ پر پابندی کی وجہ سے غفلت کرتے رہنا بھی حرکت کفر ہے اور توہین شریعت ملتی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اثم
واحکم وصلى الله تعالى على حبيبہ و
الہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عنہ المتعبر بالانجی محمد ذوالشامی غفرلہ

۲۸ محرم الحرام ۱۴۲۸ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شریعتین اندر میں مسئلہ کہ ایک شخص کسی غصے کی بنا پر اپنے امام مسجد کی غلامی زبانی بے ادبی کر چکا ہے بعد میں اسکو احساس ہوتا ہے کہ میں نے غلطی کی ہے۔ آیا اب وہ اپنے امام مسجد کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے یا کہ نہیں؟ توبہ مستغفار بھی کر لیتا ہے اس مسئلہ کی وضاحت قرآن و سنت کے مطابق کیجئے عین نوازش ہوگی بیڑا توجروا

السائل: محمد عارف خان نمبر ۱۴۳۵/۲۳۵ بی ڈاک خانہ پیک ۲۲۹/۱ بی ضلع ساہیوال

نوٹ :- یہ سوال مولانا محمد شفیع توری عارفی نے پیش کیا ہے۔



جب توبہ مستغفار کر لیتا ہے اور اپنی غلطی کا احساس کرتا ہے تو اسے نماز امام مسجد کی اقتدار میں ضرور ادا کرنی

چاہے کیونکہ سچی توبہ سے گناہ مٹ جاتا ہے اور نماز کی پابندی سے یہی برائیاں ختم ہوجاتی ہیں۔ قرآن کریم میں ہے
 وهو الذي يقبل التوبة عن عباده و يعفو عن السيئات ۳۴۔ نیز ارشاد ہے ان
 الحسنات يذهبن السيئات ۱۰۔ اور حدیث شریف میں ہے التائب من الذنب کمن
 لا ذنب له۔ جامع صغیر ص ۳۵۹ جلد ۱ اور یہ بھی حدیث شریف میں ہے انما جعل الامام ليؤتم ب
 معصی بخاری ص ۹۵ جلد ۱۔ اور قرآن کریم میں ہے وان کوامم الرا حنین ۶۵۔ لہذا اسے اپنے امام کی اقتداء
 میں نماز ضرور ادا کرنی چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب وعلى له
 واصحابه وبارك وسلم۔

محرم الغفر البرا کبیر محمد نور الشدائعی مفرز

جمادی الاولیٰ ۱۳۹۳ھ ۲۸-۳-۶۳

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و فضیلتان شریعتین اس مسئلہ میں کہ مولوی صاحب امام محمد حنفی والی پاکستان شریف نے حافظ صاحب جو کہ
 قرآن پاک نماز تراویح میں سنار ہے تھے ایک رات ان کے سامع جو حافظ صاحب تھے وہ موجود نہ تھے تو امام محمد نے بعد نماز
 تراویح کے اعلان نمازیوں کو کہا کہ آج رات نماز تراویح بالکل نہیں ہوئی نمازیوں نے پوچھا کہ اس کا ثبوت کیا ہے مولوی صاحب
 نے کہا کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز تراویح پڑھائی تو اس رات جبریل امین علیہ السلام سامع نہیں تھے۔ اس رات کے
 قبل حضرت جبریل امین سامع ہوتے اور حضور نماز پڑھاتے لہذا جبریل امین کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے نماز تراویح نہ ہوئی تو
 حضور نے صحابہ کو فرمایا کہ آج رات صبح کی نماز تراویح نہیں کیونکہ میرے پیچھے جبریل امین سامع نہیں تھے۔ تو مولوی صاحب نے
 نمازیوں کو یہ زبانی ثبوت دے کر کہا کہ ہماری بھی نماز تراویح نہیں ہوئی۔ مگر نماز تراویح ہوگئی یا کہ نہیں۔ مگر مولوی
 صاحب نے جو ثبوت دیا ہے یہ بالکل صحیح ہے یا کہ نہیں؟ اگر مولوی صاحب کی دلیل کا ثبوت نہیں تو اس کے پیچھے
 نماز پڑھنا جائز ہے یا کہ نہیں؟ بینہما تجسس۔

السائل، حافظ پیر شمس فریدی پاکستان شریف ۱۳-۱-۶۳





اگر صورت سوال صحیح اور واقعی ہے تو اس مولوی نما برائے نام امام کا یہ اعلان جھوٹ اور افتراء و بہتان ہے
ایسی کوئی حدیث کسی ایک مستند کتاب میں بھی ہرگز نہ ہو کہ نہیں۔ اس کا یہ افتراء اللہ جل و جہان کے پیارے محبوب عظیم صلی اللہ علیہ
وسلم پر خود اللہ تعالیٰ پر افتراء ہے جس کی سزا بہت ہی سخت ہے۔ قرآن کریم میں ہے فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ
عَلَى اللَّهِ كَذِبًا لِيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ۔ نیز فرمایا
انظر كيف يفترون على الله الكذب وكفى به أشما مبينا۔ پھر ایسا کوئی مسئلہ بھی نہیں کسی مستند
کتاب میں بھی نہیں کہ سامع کا ہونا شرط ہوا ہے۔ سچ ہے تو کوئی واقعی ثبوت دے، بتائے کہ یہ کس کتاب میں ہے
اور کون سے امام کا قول ہے؟ اس کا زبانی کہنا تو غلط اور جھوٹا دعوائے ہے، ثبوت نہیں، پھر ایسے جھوٹے اور بڑے
ظالم کا امام بنانا سرے سے ہے ہی ناجائز وہ جب تک اپنی غلطی کو غلطی مانتے ہوئے اپنے دل سے توبہ نہ کرے اہمیت
کے قابل نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله على حبيبنا العظيم محمد رسول الله وعلى آله واصحابه وبارك وسلم۔

مترجم الغفران البرا کبیر محمد نور الشما سی غفرلہ

۱۶ رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ ۱۰۰۴۳-۱۰۰۴۴

تَمَّ الْجُزْءُ الْأَوَّلُ مِنَ الْفَتَاوَى النَّوْرِيَّةِ
فَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى إِتْمَامِهِ





فہرست آیات کریمہ میں ہر آیت کے سامنے اوپر نیچے دو نمبر درج
ہیں۔ (مثلاً ۲۹) ان میں نیچے والا سورت کا نمبر ہے اور اوپر والا ہندسہ آیت کا
نمبر ہے۔

فہرست آیات مبارکہ

نمبر پ	آیات	آیت نمبر	صفحہ
۱	وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ۔	۳	۹۳۳
۲	خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ حَيْثُ مَا	۲۹	۵۱۹-۵۲۲-۳۶۲
۳	وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاتَّقُوا مَعَ	۳۳	۳۵۸-۳۶۸-۳۳۵
	الزَّكَاةَ۔		
۴	وَأَسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ لِأَنَّهُمَا كَبِيرَتَا	۴۵	۹۷۹-۹۸۹-۲۳۹
	الْأَعْلَى الْخَشِيعَتَيْنِ۔		
۵	وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدُوا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ۔	۶۵	۴۵۷
۶	فَقَوْلُ لِلَّذِينَ يَكْتُمُونَ الْكُتُبَ يَأْتِيهِمْ۔	۷۹	۴۵۷
۷	وَيَا أَيُّهَا الَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي الْقُرْآنِ وَالْيَسْمَىٰ وَ	۸۳	۳۲۴
	السَّكِينِ۔		
۸	وَمَا تَقْدِمُوا إِلَّا أَنْفُسَكُمْ مِنْ خَيْرٍ يَعِدُونَهُ	۱۱	۹۳۳
	عِنْدَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ۔		
۹	قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَ كُفْرِكُمْ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔	۱۳	۶۲۱
۱۰	وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذَكَّرَ	۱۳	۱۵۷-۱۵۳-۱۵۲-۱۲
	فِيهَا اسْمُهُ وَسَلَّىٰ فِي خُرَابِهَا۔		۳۱۷
	پ		
۱۱	حَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ۔	۱۴۲	۱۹۵



يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ

لِأَنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ.

٢٣٩ ١٥٣

وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ.

١١٤ ١٨٢

يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ

٢١١ ١٨٥

أُحْيِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَا إِنْ فَلَيْسَتْ حَيًّا إِلَى

٥١١ ١٨٦

وَيُؤْمِنُوا لِيَعْلَمَ مَا يَرُدُّونَ.

وَلَا إِقِيلَ لَهُ الْثِقَالُ اللَّهُ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ يَا أَكْثَرِ

٢٩٠ ٢٠٩

فَحَسْبُ جَهَنَّمَ وَلَيْسَ الْيَهَادُ.

فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يَفِي بِكُمْ اللَّهُ فَلَإِنَّكُمْ عَلَيْهِمْ

٣٢١ ٢٢٩

فِيمَا أَقْتَدْتُمْ بِهِ.

٢٠٠ ٢٣٨

حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى

٢٠٣ ٢٣٨

وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ.

٢١٠ ٢٣٩

فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ وُكُلَانَا.

ب

مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

٥٨٠ ٢١١

مِثْلَ حَبِّ خَبْثٍ أَنْتَبَتْ سَبْعَ سَنَائِلٍ فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ

لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أَحْصَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا تَسْطِيعُونَ

٢٠٠ ٢٤٣

مِنَ التَّعَقُّبِ.

١٩١ ٢٤٥

وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الزُّبْحَ.

لَا يَكُفُّ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا أَوْسَعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ



- وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتِ - ٢٥٦ ٢١٠ ٣١٢ ٢٨
- إِلَّا أَنْ تَشْعُرَ مِنْهُمْ تَقِيَةً - ٢٥٧ ٢٨
- قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ - ٢٥٨ ٣١
- أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ - ٢٥٩ ٣٢

ب

- كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ - ٢٦٠ ٣٣
- وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَى مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ - ٢٦١ ٣٤
- يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ - ٢٦٢ ٣٥
- وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا - ٢٦٣ ٣٦
- وَعَاشِرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ - ٢٦٤ ٣٧

ب

- يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم - ٢٦٥ ٣٨
- بِالْبَاطِلِ - ٢٦٦ ٣٩
- الزَّيْجَالَ قَوْمًا عَلَى الْيَسَاءِ - ٢٦٧ ٤٠
- أَنْظُرْ كَيْفَ يَعْتَدُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَكُنْ بِهِ - ٢٦٨ ٤١
- إِسْمًا مُبِينًا - ٢٦٩ ٤٢
- إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا - ٢٧٠ ٤٣



٣٧ فَلَا وَرَيْكَ لَا يَفُوتُ عَلَى يُحْكِمُوكَ دِينًا

٢٢٥ ٢٥

شَجَرَبَ لِيَهُمَّ

٣٨ الَّذِينَ يَقُولُونَ مَا نَنْتَ إِلَّا جُنَانٌ مِّنْ هُدَى الْقَدِيرِ

٢٢٣ ٤٥

الظَّالِمِ أَهْلُهَا

٢٢٠ ٢٥

٣٩ مَن يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ

وَاِذَا مَنَّ رَبُّكَ عَلَى الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ

٤٣١ ٢٢

٤٠ إِنَّ السُّفِيَّيْنِ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ

٢٩٩ ٢٥

ب

١٥٩ ٢٥

٤١ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحِلُّوا شَعَائِرَ اللَّهِ

١١٣ ٢٥

فَلَمَّا تَجِدُوا مَا فَتَمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا

٤٢ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيَّ

٢٢٤-٢٣١ ٢٥

الْوَسِيلَةَ

٤٣ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا

٤٣٠ ٥٤

دِينَكُمْ مُنَازِقِينَ كُفَّاءَ الْأَيْدِ

٤٤ وَإِذَا نَادَيْتُمُ إِلَى الصَّلَاةِ اتَّخَذُوا هَاهُنَا وَإِ

٤٢٩ ٥٨

لَهُمْ أَلْفَاظٌ

ب

٤٥ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَن أَسْمَاءٍ

إِن تَبْدَلَ كُمْ تَسْأَلُوا كُمْ (إلى قوله تعالى) عَفَا اللَّهُ

عَنْهَا

الَّذِينَ اتَّخَذُوا

١١٠ ٢٥



٢٧ بَيِّنَاتٍ لِّلَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ

مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ. ٢٧٠ $\frac{10}{5}$

٢٨ بَيِّنَاتٍ لِّلَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةٌ بَيْنَكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدُكُمْ

الْمَوْتُ، (أَلِ قَوْلِهِ تَعَالَى) إِذَا عَدَلَ مِنْكُمْ. ٢٨٢ $\frac{10}{5}$

٢٩ إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ

أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ. ٥٣٨ $\frac{11}{5}$

٥٠ وَإِن كُنِيسِيَّتَكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِ

مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ. ٣٣٣ $\frac{7}{4}$

٨

٥١ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ

النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ. ٤٣٢ $\frac{13}{4}$

٥٢ وَلَا تَزِدُْوا نَارَكُمْ وَنَارَكُمْ وَنَارَكُمْ وَنَارَكُمْ

٥٢ وَلَا تَزِدُْوا نَارَكُمْ وَنَارَكُمْ وَنَارَكُمْ وَنَارَكُمْ. ٢٣٩ $\frac{13}{4}$

٥٣ بِبَيْتِي أَدَمُ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ

٥٣ بِبَيْتِي أَدَمُ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ. ٥٠٥-٣٢٣ $\frac{3}{2}$

٥٤ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ

٥٤ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ. ٥٢٠ $\frac{3}{2}$

٩

٥٥ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ

٥٥ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ. ٢٤٤ $\frac{10}{2}$

٥٦ خُذِ الْعَفْوَ وَأَسْرِ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ

٥٦ خُذِ الْعَفْوَ وَأَسْرِ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ. ٢٥٤ $\frac{10}{2}$

٥٧ وَإِذَا فُزِعَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ

٥٧ وَإِذَا فُزِعَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ. ٢٢٥-٥٣٨-٢٢٦ $\frac{3}{2}$

١٠

٥٨ وَاعْبُدُوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ أَلَيْسَ

٥٨ وَاعْبُدُوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ أَلَيْسَ. ٢٥٤ $\frac{7}{4}$



- ٥٩ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَمَاجِدُوا مَا لَكُمْ مِنْ وَلَا يَتَرَهُمْ
مِنْ شَيْءٍ ۖ
- ٦٠ قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبُهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ إِلَى الْفُتُورِ ۚ
وَيُثْبِتُ صُودُورَهُمْ مَوْعِدِينَ ۚ
- ٦١ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسْجِدَ اللَّهِ شَاهِدِينَ
عَلَى الْكُفْرِ ۚ يَالْكَافِرِينَ ۚ
- ٦٢ إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسْجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ
الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ ۚ
- ٦٣ إِنَّمَا الصَّدَقَتُ لِلْفُقَرَاءِ إِلَى الْفُتُورِ ۚ رَفِئَ
سَبِيلُ اللَّهِ ۚ
- ٦٤ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۚ
- ٦٥ قُلْ أَيُّ لَهٍ وَإِلَهِمْ وَرُسُولٍ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ۚ
- ٦٦ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ ۚ
- پ
- ٦٧ مَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ إِذْ هَدَاهُمْ حَتَّى
يُسَبِّحَ لَهُمْ مَا يَتَمَنُّونَ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَكُنْ شَيْءٌ عَالِمٌ ۚ
- ٦٨ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ
الصَّادِقِينَ ۚ
- ٦٩ حَتَّى إِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلِ وَجَعَلْنَاهُمْ فِيهِ
أَوَّلَ آيَةٍ أَوْ لَأَمَّهُ اللَّهُ لَا حُوفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ
يَحْزَنُونَ ۚ



١٢

- ٢٠٨ $\frac{٢٢}{١١}$ ١، هُوَ تَجَرَّعُوا بِهِمْ فِي مَوْجٍ كَالْجِبَالِ -
- ٢١٩ $\frac{١١٣}{١١}$ ٢، وَلَا تَكُونُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا أَفْتَحَسَّكُمْ النَّارُ -
- ٣، وَأَوْصِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ وَرُفَعًا مِنْ اللَّيْلِ
إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ الشَّرَّاتِ ذَلِكَ ذِكْرِي
لِلذَّاكِرِينَ -
- ٤٣٣ $\frac{١١٣}{١١}$ ٤، قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَنَاقِي -

١٣

- ٥، الَّذِينَ آمَنُوا وَتَضَعُوا قُلُوبَهُمْ يَدِكُنَا اللَّهُ
أَلَا يَذْكُرُ اللَّهُ تَضَعِينَ الْقُلُوبِ
- ٣٢٥ $\frac{٣٨}{١٣}$

١٤

- ٦، وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا
السُّنَّاتِ خَيْرِينَ -
- ٧٩٩ $\frac{٢٢}{١٥}$ ٧، وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ -
- ٢٥٨-٢١٨ $\frac{٨}{١٩}$ ٨، تَسْخِرْ جَوَامِنَ غُلِيِّ تَلْبَسُوهَا -
- ٥٢٠ $\frac{١٧}{١٩}$ ٩، وَإِنْ لَكُمْ فِي الْأَنْثَامِ لَعِبْرَةٌ لِيَكُونَ مِنْكُمْ وَتَأْتِي
بَطُونِهِ -
- ٥٩٣ $\frac{٦٦}{١٩}$ ١٠، وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ بَيِّنَاتٍ لِكُلِّ شَيْءٍ -
- ٢٥٥ $\frac{٨٩}{١٩}$ ١١، إِلَّا مَنْ أَكْرَهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ -
- ٣٣٣ $\frac{١٦}{١٩}$ ١٢، وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكُذْبَ هَذَا
حَلٌّ وَهَذَا حَرَامٌ لَقَدْ تَرَوْا عَلَى اللَّهِ الْكُذْبَ أَلَيْسَ
- ١٥٠-١١٣-٢٤٦-٢٠٨ $\frac{١١}{١٩}$



١٥

١٣٩ $\frac{٢٦}{١٢}$ ٨٣ وَلَا تُبْذِرْ تَبَذِيرًا.

١٣٩ $\frac{٢٦}{١٢}$ ٨٣ إِنَّ الْمُبْذِرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ.

٨٥ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ

٢٥٢ $\frac{٣٦}{١٢}$ مَسْئُولًا.

٣٣٣ $\frac{٤١}{١٢}$ ٨٦ يَوْمَ يَدْعُوا كُلُّ أَنَسٍ إِلَىٰ مَا بِهِمَ.

٢٨١ $\frac{٨٢}{١٢}$ ٨٦ وَيُنْزِلُ مِنَ الْفُزَانِ مَاهُوشًا وَرَحْمَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ.

٢٨١ $\frac{٨٢}{١٢}$ ٨٨ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ

٢٨١ $\frac{٨٢}{١٢}$ ذَلِكَ سَبِيلًا.

١٦

٢٣٤ $\frac{٩٥}{١٨}$ ٨٩ فَأَعِيتُونِي بَعْدَ أَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم رَدْمًا.

٩٠ أَوْنِي نَزِيرَ الْحَدِيدِ حَتَّىٰ إِذَا سَاوَىٰ بَيْنَ

٥٢٠ $\frac{٩٦}{١٨}$ الصَّدَقَيْنِ الْأَيَّةِ

٥١٩ $\frac{٩٦}{١٨}$ ٩١ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا.

٩٢ إِنِّي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي وَأَقِمِ

٢٣٠ $\frac{٩٦}{١٨}$ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي.

٢٥٤ $\frac{٩٦}{١٨}$ ٩٣ يَوْمَئِذٍ يَتَّبِعُونَ الدَّاعِيَ أَعْمَىٰ.

١٧

١٦٠ $\frac{٣٢}{١٢}$ ٩٤ وَمَنْ يُعْظِمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ.

٩٥ فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطِيعُوا الْقِزَامَ وَ

١٨٥ $\frac{٣٢}{١٢}$ الْمُعْتَقَ.



٩٦ أَلَدَيْسَ لَكُمْ مَكَتُّمُ فِي الْأَرْضِ أَفَأَمُوا الصَّلَاةَ.

٩٧ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ.

١٨

٩٨ نَسِيتُكُمْ وَمَتَا فِي بَطُونِهَا.

٩٩ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً.

١٠٠ لَمَّا احْبَاوْا عَلَيْكُمْ يَارَبْعَةَ شَهَادَةٍ فَاذْكُرُوا بِاللَّهِ

فَاذْكُرْتُمْ عِندَ اللَّهِ هُمُ الْكَافِرُونَ.

١٠١ فِي بُيُوتِ ادْنِ اللَّهُ أَنْ تَرْفَعُ وَيَذْكُرَ فِيهَا اسْمُهُ لِيَسْمَعُ

فِيهَا بِالْعُدُوِّ وَالْأَصْحَالِ.

١٠٢ رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ دِينُهُمْ وَلَا حَرْجٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ.

١٠٣ وَقَالُوا مَا لَ هَذَا السَّوَالِ يَا كُلَّ الطَّعَامِ وَيَمِشِي فِي

الْأَسْوَاقِ.

١٠٤ وَقَالَ الظَّالِمُونَ إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا جَبَلًا مَسْحُورًا.

١٩

١٠٥ فَاذْكُرْتُمْ بَيْدِلَ اللَّهِ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ.

١٠٦ وَتَقَلَّبَكَ فِي الشَّجَرَيْنِ.

١٠٧ وَسَبَّحُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا.

٢٠

١٠٨ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسِبُهَا جَمَادَةً وَهِيَ كَمُزْمَنٍ

الشَّحَابِ.

١٠٩ فَلَمَّا أَتَاهَا نُودِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْأَيْمَنِ فِي



٣٨ ٢٤

الْبُفْعَةُ الْمُبَارَكَةُ.

٢١

٥٠٤ ٢٤

١١. وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُسْرِكِينَ.

٥٣٣-٣٨٢ ٢٤

١١. لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ.

١٨٢ ٢٥

١٢. وَكَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ.

٢٢

٦٦٩-٦٦٤ ٢٦

١٣. وَقَدْ كَانَ فِي بَيْوتِكَ.

٥٣٤ ٢٦

١٣. مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ إِلَّا لِيُحْذَرَهُ الْآيَةُ

٣٨٢ ٥٩

١٥. بِآيَتِهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا.

٣١٥-٦٥٩ ٥٤

١٤. إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ الْآيَةُ

٥٣٠ ١٦

١٤. وَالنَّالَةُ الْخُدَيْدُ.

٥٣٠ ١٥

١٨. وَاسْتَخْرِجُوا حُلِيَّ تَلْبَسُونَهَا.

٦٢٣ ١٦

١٩. أَصْحَابُ الْقَرِيَّةِ.

٦٢٣ ١٦

١٣. حَآئِمٍ مِنْ أَصْحَابِ الْعَدِيَّةِ.

٢٣

٦٣٩ ٥٩

١٣. وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ.

٢٤٨-٥١٨-٣٨٩ ١٦

١٣. فَبَيِّرْ عِبَادَ.

٢٤٨-٥١٨-٣٨٩ ١٨

١٣. الَّذِينَ يَسْتَعِضُّونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ.

٢٢٥ ٢٣

١٣. فَتَشْجِرُ مِنْ جُلُودِ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ يَلْقَى

جُلُودَهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ.



١٢٥ الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ

٤٠٥ $\frac{٤}{٩١}$ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ.

٥١١ $\frac{٤}{٩١}$ ١٢٦ قَالَ رَبِّكُمْ إِذْ عُوِّيَ اسْتَجِبْ لَكُمْ.

١٢٤ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ سُورٍ سَمَّ مِنْ نُطْفَةٍ الْآيَةِ

٥٢٥ $\frac{٤}{٩١}$ ١٢٨ إِذَا الْأَعْلَالُ فِي أَعْنَاقِهِمْ.

١٢٩ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا

٣٨٠ $\frac{٢٦}{٩١}$ فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ.

٢١٢ $\frac{٣٢}{٩١}$ ١٣٠ وَمَنْ أَعْنُ تَوَلَّيْتُمْ دَعَا إِلَى اللَّهِ.

٤٠٥ $\frac{٥}{٩٢}$ ١٣١ وَالْمَلَائِكَةُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ.

٤٣٣ $\frac{٢٥}{٩٢}$ ١٣٢ وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ الْآيَةِ

٢٠٨ $\frac{٣٢}{٩٢}$ ١٣٣ وَمَنْ أَلْبَسَ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ.

٢٠٨ $\frac{٣٢}{٩٢}$ ١٣٤ إِنَّ يَسَاءَ لِمُكَرِّمِ التَّوْبِمْ فَيُظَلِّلْنَ رَوَاكِدَ عَلَى ظُهُورِهِمْ.

٢٨٢ $\frac{٣٤}{٩٢}$ ١٣٥ وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ.

٢٨٢ $\frac{٣٢}{٩٢}$ ١٣٦ وَلَكِنْ صَبَرُوا وَعَفَى إِنَّ ذَلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ.

٢٨٢ $\frac{١٧}{٩٥}$ ١٣٧ قُلْ لِلَّذِينَ آمَنُوا يَخْشَوْنَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ أَيَّامَ اللَّهِ.

١٣٨ وَكَاتِبِينَ مِنْ قَرْبَةٍ هِيَ أَشَدُّ قُوَّةً مِنْ قَرْنِكَ الْإِنِّ

٢٥٤٠٢٢٧ $\frac{١٢}{٩٤}$ أَخْرَجَكَ.

٢٩٥ $\frac{١١}{٩٩}$ ١٣٩ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ لَا يَسْخَرُ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ.



يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا احْكُمُوا كُتُبَنَا وَاسْت

٢٢٢ ١/٢

الطَّرِيقَ الْأَمْرَ.

وَسَيَحْيِي بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَ

٢٠٨ ١/٢

قَبْلِ الْغُرُوبِ.

٢٠٨ ١/٢

وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَيَخُفُّ وَأَظْهَارُ الشَّجْوَةِ.

٢٥٤ ١/٣

وَأَسْتَمِعُ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادُ.

٢٤

٢٦٠ ٥/٥

وَذَكَرْنَاكَ الذِّكْرَ تَتَقَرُّ الْمُؤْمِنِينَ.

٢٠٨ ١/٢

وَسَيَحْيِي بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ.

٢٠٨ ١/٢

وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَيَخُفُّ وَادْبَارُ النُّجُومِ.

٢٥٤ ١/٢

يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ إِلَى شَعْبٍ نَكْرٍ.

١٨٥ ١/٢

هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ.

وَأَنزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَ

٥٢٢-٥٢٠ ٢/٥

مَنَاقِبُ لِلنَّاسِ.

٢٨

لَا تَحِذُّوا قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

٢١٦ ٢/٢

يُتَّخَذُونَ مِنْ حَادِّ اللَّهِ وَسُوءَ.

مَا أَشْكُرُ الْمُرْسُولَ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَى كُمْ عَنْهُ

١٠٩-١٠٨ ٤/٩

فَاتَّبِعُوهُ.

يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ

٤٠٢ ١/٩

سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ.



١٥٣ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا الصَّارِثِينَ لَهُ كَمَا قَالِ عِيسَى

ابْنُ مَرْيَمَ الْآيَةِ ١٢٤ $\frac{17}{91}$

١٥٧ مَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ مِنَ اللَّهِمْ وَمِنَ النَّجَارَةِ ١٢٣ $\frac{11}{42}$

١٥٥ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ

اللَّهِ الْآيَةِ ٤٣١ $\frac{1}{43}$

١٥٦ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا ٣٢٩ $\frac{8}{44}$

٢٩

١٥٤ كَذَلِكَ الْعَذَابُ وَالْعَذَابُ الْأَخْصَرُ ٤٤٢ $\frac{32}{48}$

١٥٨ وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَعْلُومٌ ١٣٣ $\frac{22}{21}$

١٥٩

١٦٠ وَإِنَّ الْمَلْحِدَ لِلَّهِ ١٢١-١٥٠-١٦١ $\frac{18}{24}$

١٦١ فَاتَّبِعُوا مَا نَزَّلَ مِنَ الْقُرْآنِ ٥٢٥ $\frac{30}{24}$

١٦٢ وَتِلْكَ فُطُورُ ٥٠٢ $\frac{4}{24}$

١٦٣ وَجَعَلَهُ يَوْمَئِذٍ نَاصِرَةً ٥٢٥ $\frac{22}{25}$

١٦٤ إِلَى رَبِّهَا نَاطِرَةً ٥٢٥ $\frac{23}{25}$

١٦٥ وَيُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حَيْثُ مُسْكِنًا

وَيَتَتَبَعُونَ آسِيرًا ١٣٣ $\frac{8}{24}$

٣١

١٦٦ فَالْمُدَّةَ تَابَ آمَنًا ٢٥٠ $\frac{5}{24}$

١٦٧ ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِمْ فَصَلَّى ٢٥٥ $\frac{10}{22}$



١٤٨	لَا أُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ.	١-٢٣٣-٢٥٤
١٤٩	وَأَنْتَ حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ.	١-٢٣٣-٢٥٤
١٥٠	وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ.	٢-٢٣٦
١٥١	فَإِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ.	٢-٢٣٦-٥١٣
١٥٢	وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ.	٢-٢٣٦-٥١٣
١٥٣	أَرَأَيْتَ الَّذِي يَدْعُو عِبْدًا إِذَا صَلَّىٰ.	٢-٢٣٦-٩١٠
١٥٤	فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ.	٢-٢٣٦-٩١٠



فهرست احادیث مبارکه

نمبر شمار	احادیث مبارکه	صفحه
	ا	
۱	انما الاعمال بالنيات.	۱۱۸
۲	اذا اقيمت الصلوة.	۱۲۲
۳	انما بنيت المساجد لما بنيت له.	۱۵۳
۴	ان صلى الله عليه وسلم رأى رجلاً يشد..... فقال لا وجدت.	۱۶۲
۵	ان رجلاً نشد في المسجد..... فقال لا وجدت.	۱۶۲
۶	ان الحصاة لتناشد الذي يخرجها من المسجد.	۱۶۳
۷	ان حصي المسجد لتناشد صاحبها اذا اخرج بها من المسجد.	۱۶۳
۸	احب البلاد الى الله مساجدها وايفض البلاد الى الله اسواقها.	۱۶۳
	ان رسول الله صلى الله عليه وسلم من يقوم قد اسسوا مسجداً..... فقال اسعوه.	۱۶۹
۱۰	ان شئت حبست اصلها وتصدق بها فتصدق عمرو.	۱۸۰
۱۱	امر نبال ان يثوب في صلوة الصبح ولا يثوب في غيرها.	۲۱۳
۱۲	ان من اشعر حكمة.	۲۱۶
۱۳	اشعار حسان قرأها امام رسول الله صلى الله عليه وسلم.	۲۱۷
۱۴	اذا استوت قارئها.	۲۲۷
۱۵	ان نفي عن الصلوة نصف النهار حتى تزول الشمس.	۲۵۶



نمبر شمار	احادیث مبارکہ	صفحہ
۱۱	اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما يقول ثم صلوا عليّ.....	۲۸۲
۱۷	ثم رسولوا الله الى الوكيل... ايها الناس سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم حين اذن	۲۸۲
۱۸	المؤذن يقول ما سمعتم مني مقاتلي -	۲۸۵، ۱۲۲
۱۹	اذا خرج الامام فلا صلوة ولا كلام -	۲۹۰
۲۰	اذا امن الامام فامنوا -	۵۷۴، ۳۰۳
۲۱	اذا دخل احدكم المسجد فذكر ركعتين قبل ان يجلس -	۳۰۳
۲۲	اذا دخل احدكم المسجد فلا يجلس حتى يصلي ركعتين -	۶۳۲، ۳۲۶
۲۳	ان العلماء ورثة الانبياء -	۳۲۸
۲۴	امام قوم وهم له كارهون -	۳۲۹
۲۵	ان العبد اذا اعترف ثمر تاب تاب الله عليه -	۳۲۲
۲۶	اجعلوا انفسكم خيرا لكم فانهم وفدكم فيما بينكم وبين الله عز وجل -	۳۲۲
۲۷	اذا سرركم ان تقبل صلواتكم فليقمكم خيرا لكم..... وبين ربكم -	۳۳۲
۲۸	ان سرركم ان تركوا صلواتكم فقد هوى خياركم -	۳۳۲
۲۹	اعفوا للخي -	۳۵۰
۳۰	اوضوا للخي -	۳۵۰
۳۱	اسرخوا للخي -	۳۵۰
۳۲	امر باحقاء الشوارب واعفوا للخي -	۳۵۰
۳۳	اتوا صلواتكم فانا قوم سفر -	۳۸۸



نمبر شمار	احادیث مبارکہ	صفحہ
۳۲	اتموا صلواتکم وحديث اخرم حديث مرض الموت۔	۴۸۱، ۳۸۹
۳۳	ادروا ما استطعتم۔	۳۹۶
۳۵	ما جعل الامام ليؤتم به فاذا اكبر فكبروا واذا اركم فاركعوا۔	۳۵۸، ۳۹۹ ۵۶۹، ۵۶۰
۳۶	اشتكى رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلىنا وراءه وهو	
	قاعد وابوبكر سمع الناس تكبيرة۔	۴۴۱، ۴۱۹
۳۷	ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يجهر بالقرآن في	
	الصلوات كلها في الابتداء۔	۴۶۹، ۴۳۱ ۴۸۲
۳۸	انما الامرئ ما نوى۔	۴۹۶
۳۹	احفظوا الشوارب۔	۴۹۸
۴۰	ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يلبس القلانس تحت العمام	
	ويلبس القلانس بخير عمامته۔	۵۰۳
۴۱	ان النبي صلى الله عليه وسلم كان له قلانس يلبسها۔	۵۰۳
۴۲	ان فرق ما بيننا وبين المشركين العمام على القلانس۔	۵۰۶
۴۳	ان الدعاء هو العبادة ثم قرأ وقال ربكم ادعوني استجب لكم۔	۵۱۰
۴۴	اشرفن العبادة الدعاء۔	۵۱۰
۴۵	افضل العبادة هو الدعاء۔	۵۱۰
۴۶	ادعوا الله وانتم موقنون بالاجابة۔	۵۱۱
۴۷	اكثر الدعاء بالعافية۔	۵۱۱
۴۸	ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يعجبه ان يدعوا ثلاثا	
	ويستغفر ثلاثا۔	۵۱۲



نمبر شمار	احاديث مبارکہ	صفحہ
۴۹	اذا سألتمو الله فاستلوه ببطونكم.... وامسحوا بوجوهكم.	۵۱۲
۵۰	ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا انصرف من صلاته استغفر ثلاثا.	۵۱۳
۵۱	اذا صليت المكتوبة فقل سبحن الله عشرين..... ثم سلى ما شئت.	۵۱۳، ۵۱۵
۵۲	اذا فرغ حدكم من صلاته فليدع باسمي مع ثمن لي دع بما شاء.	۵۱۵
۵۳	اذا امام احكم الناس فليخفف فان فيهم لصغير.	۵۱۶
۵۴	ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قرأ في صلاة المغرب بمسورة الاعراف فربها في الركعتين.	۵۲۶
۵۵	ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقرأ في صلاة الغداة من المستين الى المائتين.	۵۲۶
۵۶	ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قرأ في صلاة المغرب بمسورة الاعراف.	۵۲۸
۵۷	اصحابي كالنجوم بأيهم اقتديتم اهتديتم.	۵۳۱
۵۸	اني لا قوم في الصلاة يريد ان اطول فيها فاسمع بكاء الصبي.	۵۳۲
۵۹	انتم الصلوة فعليكم السكينة فما ادركتم فصلوا.	۵۳۸
۶۰	اذا مررت به برياض الجنة فارتعوا.	۵۴۴
۶۱	صلية. بذلك الطهور ما كتب لي ان اصلي.	۵۸۰



نمبر شمار	احاديث مبارکہ	صفحہ
۶۲	اذ بار النجوم الركعتان قبل الفجر وادبار السجود الركعتان بعد المغرب۔	۲۰۸
۶۳	ان اول ما يحاسب به العبد يوم القيامة من عمله صلواته۔	۲۱۴
۶۴	ان اول جمعة جمعت بعد جمعة في مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم عليه وسلم في مسجد عبد القيس۔	۲۵۴، ۲۲۳
۶۵	اننا اتيت من شقة بعيدة وان بيننا وبينك هذا الحي۔	۲۲۴
۶۶	ان اهل قباء كانوا يجمعون مع رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الجمعة۔	۲۵۴، ۲۲۵
۶۷	ان الله فرض فرائض فلا تضيعوها وحد حدودا فلا تعتدوها۔	۲۲۷
۶۸	ان عائشة قالت لما عقر ابي... الاياتينا فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم۔	۲۲۳
۶۹	انـ وعليه السلام ياتي قبور الشهداء رأس كل حول فيقول۔	۲۳۵
۷۰	ان النبي صلى الله عليه وسلم دخل عليها فقلـ ما عليكم من العمل ما تطيقون۔	۲۳۶
۷۱	ان رسول الله صلى الله عليه وسلم سئل اى العمل احب الى الله قال اذومه وان قل۔	۲۳۷
۷۲	احب العمل الى الله تعالى ما دام عليه صاحب۔	۲۳۷
	ان كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ليدع العمل وهو يحب ان يعمل به۔	۲۳۸
۷۳	الا وان من كان قبلكم كانوا يتخذون قبور انبيائهم حرم... الى	



نمبر شمار	احادیث مبارکہ	صفحہ
	انہما کرم عن ذلک .	۶۴۳
۷۵	ان یتدافع اهل المسجد لا یجدون اماما یصلی بہم .	۶۵۳
۷۶	ایما رجل قال لاخیه کافر فقد باء بها احدهما .	۶۵۹
۷۷	انہکوا الشواب رب واعفوا اللعین .	۶۶۷
۷۸	اذا شهدت احدا لکن المسجد فلا تمس طیبا .	۶۶۸
۷۹	ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قام متکئا علی عصا وقوس .	۶۷۳
۸۰	انہ صلی اللہ علیہ وسلم قام متوکئا علی قوس او عصا .	۶۷۵
۸۱	اذا خطب فی الجمعة خطب علی عصا .	۶۷۵
۸۲	انہ صلی اللہ علیہ وسلم قام خطیبا بالمدینۃ متکئا علی عصا او قوس .	۶۷۵
۸۳	انہ صلی اللہ علیہ وسلم قام متوکئا علی عصا او قوس .	۶۷۶
۸۴	اتخذوا قبور انبیائہم وصالحیہم مساجد .	۶۹۹
۸۵	ان المؤمن لا ینجس حیا ولا میت .	۶۹۹
۸۶	ان المؤمن لا ینجس حیا ولا میتا .	۶۹۹
۸۷	اذا صلیتم علی الن میت فاخضعوا لہ الدعاء .	۷۰۳
۸۸	ان اللہ کبرہ لکم ثلاثا قیل وقال واضاعة المال وکثرة السوال .	۱۳۹
۸۹	انما کنا فی صلوة ورجعنا الی صلوة فلا وضوء .	۱۱۶
۹۰	ان علیا رأی مؤذنا فی صلوة العشاء قال اخرجوا هذا المبتدع .	۲۱۵
۹۱	انہم کانوا فی زمن عمر بن الخطاب یصلون یوم الجمعة حتی یمضی .	۲۸۷
۹۲	انہم کانوا یتحدثون فی زمن عمر بن الخطاب .	۲۸۸
۹۳	ان رجلا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخل المسجد	



نمبر شمار	احادیث مبارکہ	صفحہ
	وعمر بن الخطاب یخطب الناس۔	۲۹۰
۹۳	ان المعاویۃ اجاب المؤذن بین یدیه۔	۲۹۶
۹۵	ان الصحابة والتابعین كانوا لا یمتنعون من الاقتداء بالحجاج۔	۳۲۵
۹۶	ادركت عشرة من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کلم یصلی	
	خلف اثنتی الجور۔	۳۳۶
۹۷	ان الحسن والحسین كانا یصلیان خلف مروان۔	۳۳۶
۹۸	اقتدوا بكل یر وقاجر۔	۳۳۶
۹۹	ان ابن عمر کان یصلی خلف الحجاج۔	۳۳۶
۱۰۰	ان عمر بن الخطاب کان یجهر بالقراءة فی الصلوة۔۔۔۔۔ عند	
	دار ابی جهم۔	۳۳۵، ۳۳۶، ۳۴۳
۱۰۱	ان ابابکر الصديق صلی الصبح وقرأ فیہما سورة البقرة فی	
	الركعتین کلہما۔	۵۲۶
۱۰۲	ان ابوبکر بالصحابة فی صلوة الصبح سورة البقرة۔	۵۳۲
۱۰۳	ان عمر وابن مسعود كانا یصلیان فی السفر قبل المکتوبة وبعدھا۔	۶۱۳
۱۰۴	ان ابن عمر کان یرى ابنہ۔۔۔۔۔ یتنفل فی السفر فلا ینکر	
	علیہ ذلک۔	۶۱۳
۱۰۵	انہم صلوا علی عائشة وام سلمة بین المقابر۔	۶۹۶
۱۰۶	ان جنازة وضعت فی مقبرة اهل البصرة۔۔۔۔۔ ثم صلوا	
	علی الجنازة۔	۷۰۱
۱۰۷	ان سبقتہمونی بالصلوة علیہ فلا تسبقونی بالدعاء لہ۔	۷۱۲، ۷۱۳



نمبر شمار	احادیث مبارکہ	صفحہ
۱۰۸	شہدوا الصلوات الخمس والجمعة بالجماعة مع كل امام.	۳۳۸
۱۰۹	ان رش علی قبر ابنہ ابراہیم ووضع علیہ حصبا.	۲۲۲
۱۱۰	اعطى رسول الله عليه وسلم قوسا او عصا ف تكأ عليها.	۶۷۵
۱۱۱	ابوبكر رضي الله عنه يسلمهم التكبير.	۴۱۹
۱۱۲	اعفاء اللحية.	۳۵۰
	ب	
۱۱۳	بين العبد وبين الكفر ترك الصلوة	۵۰۷
	ت	
۱۱۳	تصدق باصله لا ببيع ولا بوهب ولا بورث ولكن يتفق ثمنه.	۲۰۵/۱۸۰
۱۱۵	تدعون الله في ليالكم ونهاركم.	۵۱۱
۱۱۶	التائب من الذنب كمن لا ذنب له.	۶۵۳
	ث	
۱۱۷	ثم صل فان الصلوة مشهودة محضرة حتى يستقل الظل	
۲۲۳	بالرمح.	
۱۱۸	ثم صل فالصلوة محضرة مقبلة حتى تتوى الشمس	
۲۲۵	كالرمح.	
۱۱۹	ثم الصلوة مقبولة حتى يقوم الظل قيام الزمزم ثم	
۶۴۶	لا صلوة حتى تزول الشمس.	
	ثلاث اوقات نهانا رسول الله صلى الله عليه وسلم من فعلي	
۲۴۹	وان نقبر فيه موتانا.	



نمبر	احاديث مباركة	صفحة
١٢١	ثلاثة لا يقبل الله منهم صلوة من تقدم قوما وهم له كارهون.	٣٣١، ٣٣٨
١٢٢	ثلاثة لا ترفع صلواتهم فوق رؤوسهم شيئا رجل ام قوما وهم له كارهون.	٣٣١
١٢٣	ثلاثة لا تجاوز صلواتهم اذانهم وامام قوم وهم له كارهون.	٣٣١
١٢٤	ثم صلوا ركعتي الفجر.	٩١١
١٢٥	ثما اجتمعوا من الليلة الثالثة فلم يخرج اليهم رسول الله صلى الله عليه وسلم.	٩٣٨
١٢٦	ثم قال في رسول الله صلى الله عليه وسلم ما شاء الله ان يقول.	٩٣١
١٢٧	ثلاثة لا تقبل منهم صلواتهم من تقدم قوما وهم له كارهون.	٩٥٣
١٢٨	ثم رخص صلى الله عليه وسلم في الجمعة فقال من شاء ان يصلي فليصل.	٩٥٨
١٢٩	ثم استغفر له الى يوم البعث.	٤٠٥
١٣٠	ثم شئى على بحق اياه وقال اللهم عبدك.	٤٠٥
ج		
١٣١	جعلت لى الارض مسجدا وطهورا.	١٩٠، ١٣٣
١٣٢	جعلت لنا الارض كلها مسجدا.	١٩٥
١٣٣	جوف الليل الاخر ودير الصلوات المكتوبات.	٥١٣



نمبر شمار	احاديث مباركه	صفحه
۱۳۲	جوازك الله خيرا منك الله رهائك كما فكتك رهائ اخيت.	۶۰۵
ح		
۱۳۵	الحجر من البيت لان رسول الله صلى الله عليه وسلم طاف من ورثه.	۱۴۰
۱۳۶	حين يقوم شما الظهيرة حتى تميل الشمس.	۲۳۱
۱۳۷	حتى يعدل الرمح ظل.	۲۳۵
۱۳۸	الحلال ما احل الله في كتابه والحرام ما حرم الله في كتابه وما سكت عنه فهو مما عفا عنه.	۳۴۰، ۳۴۱ ۴۲۴، ۵۱۹
خ		
۱۳۹	خصال لا تتبعني في المسجد لا يتخذ طريقا.	۱۴۹
۱۴۰	خالقوا اليهود فانهم لا يصلون في تعاليمهم.	۵۰۸
۱۴۱	خير الناس الحال المرتحل.	۵۳۲
۱۴۲	خير كما اذا رُ ذكر الله.	۴۴۷
۱۴۳	خير القرون قرني.	۴۴۷
د		
۱۴۴	الدين يسر.	۲۱۱
۱۴۵	الدعاء مخ العبادة.	۵۱۰
۱۴۶	الدعاء سلاح المؤمن وعمد الدين ونور السموات والارض.	۵۱۰
۱۴۷	دعا شمه دعا شمه دعا.	۵۱۲



نمبر شمار	احاديث مبارکہ	صفحہ
	ر	
۱۴۸	رفع عن امی الخطأ والنسيان .	۳۳۰
۱۴۹	ربما جهر وربما أسر .	۳۶۳
۱۵۰	ركعتان بعمامة خير من سبعين ركعة بلا عمامة .	۵۰۵
۱۵۱	رفع صلى الله عليه وسلم يديه ثلاث مرات .	۵۱۲
۱۵۲	ركعتين قبل العصر .	۶۰۶
۱۵۳	ركعتين بعد العشاء .	۶۰۶
۱۵۴	رش قبر النبي صلى الله عليه وسلم وكان الذي رش الماء على قبره بلال بن رباح .	۶۳۳
۱۵۵	روى مجاهد قال دخلت مع ابن عمر مسجد ايملى فيه الظهر فسمع مؤذنا يتوب فغضب .	۲۱۵
۱۵۶	رفع عمر بصوت بالقراءة حتى لو كان في الوادي احد لا سمع .	۴۳۵
	ز	
۱۵۷	زوروا القبور فانها تذكركم الموت .	۶۳۰
۱۵۸	زوروا القبور فانها تذكركم الآخرة .	۶۳۰
	س	
۱۵۹	سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الجدار امن البيت هو قال نعم .	۱۶۱ ۱۶۲
۱۶۰	سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم قرأ بالطور في المغرب .	۵۳۳



صفحہ	احادیث مبارکہ	نمبر شمار
۵۳۸	سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وهو یصلی ذات لیلۃ رہ یرود آیۃ حتی اصبح۔	۱۴۱
۶۳۷	سألت عائشۃ ائی العمل کان أحب الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالت الدائم۔	۱۴۲
۶۲۵	سترون اختلافاً شدیداً فعلیکم بسنتی-----عضوا علیہا بالتواجذ۔	۱۴۳
۴۳۴	سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی المغرب بالطور۔	۱۴۴
۱۶۴	ش شر البقاع اسواقها وخیر البقاع مساجدها۔	۱۴۵
۴۳۵ ۴۳۶	ص صلوا خلف کل بر وفاجر۔	۱۴۶
۴۱۹	صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابوبکر خلفہیسمعنا۔	۱۴۷
۴۳۴	صلوا کما رأیت خوفی اصلی۔	۱۴۸
۴۴۱	صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الظهر۔	۱۴۹
۵۰۵	صلوة تطوع او فريضة بعمامة تعدل خمسا وعشرين صلوة بلا عمامة۔	۱۵۰
۵۲۹	صلی لنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم الصبح بمکة فاستفتح سورة المؤمنین۔	۱۵۱
	صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفجر باقص سورتين	۱۵۲



نمبر شمار	احاديث مباركه	نمبر
١٨٥	الصلوة وجبة عليكم خلف كل مسلم.	٣٥٨
١٨٦	صلى في الظهر ركعتين وبعد ركعتين.	٩١٠
ط		
١٨٦	طوف من وراء الناس وانت سر الكبة.	٣٩٣
ع		
١٨٨	عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين.	٥٣١، ٥٣٢، ٥٣٣
١٨٩	عن ابن عباس وابتهج بين ذلك سبيلا يقول نعاي اطلب	
	بين الاعلان.	٣٩٠
١٩٠	عن ابن عباس ولا تجهر ولا تجعلها كلب جهرا ولا تخافت	
	بها سوا.	٣٣٣
١٩١	عن ابن عباس فكما الصلوة قبل صلوة الحضر وبعد احسن	
	فكذلك الصلوة في السفر.	٩١٢
١٩٢	عن ابن مسعود انه قرأ في الاولى من الصبح اربعين آية من	
	الانفال.	٥٣١
١٩٣	عن ابي جعفر محمد بن عيسى من وجد في قنبر قسوة فليكتب	
	بسم الله.	٩٣٢
	عن ابن عباس في المرأة تحسر عليها ولا دنها قال يكتب ليس	
١٩٤	في قرطاس ثم تسقى.	٩٣٢
١٩٥	عن صهيب قال رأيت عليا يقبل بيد العباس ورجليه.	٩٣٥



نمبر شمار	احادیث مبارکہ	صفحہ
۱۹۶	عن طاؤس قال ان المولى يفتنون في قبورهم سبعاً.	۴۰۶
۱۹۷	عن ابن عباس وابن عمر انهما فاتهما الصلوة على جنازة.	۴۱۳
	و	
۱۹۸	فاخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم يدي فادخلني الحجر	
 فانما هو قطعة من البيت.	۱۶۱
۱۹۹	فاذا طلعت فصل خان الصلوة محصورة متقبلة حتى تعتدل على	
۲۰۰	رأسك كالرمح.	۲۳۶
۲۰۱	فاذا دنت للزول قاربها.	۲۳۶
۲۰۲	فاذا كانت في وسط السماء قام بها.	۲۳۷
۲۰۳	في يوم الجمعة فاكثروا عنى من الصلوة فيه.	۲۸۲
۲۰۴	فقد عفا عنه.	۳۷۰، ۵۱۹
۲۰۵	فهو عفو.	۵۱۹، ۳۷۰
۲۰۶	فخرج رجل من صلى مع صلى الله عليه وسلم فمر على اهل	
	مسجد..... فداروا كما هم قبل البيت.	۳۷۸، ۳۷۸
۲۰۷	فاشار بيده صلى الله عليه وسلم.	۲۹۵
۲۰۸	فلما هاجر رسول الله صلى الله عليه وسلم الى المدينة سقط هذا	
	كله.	۲۳۹، ۲۳۹
۲۰۹	فاتيتاه مرة اخرى فعود فصل المكتوبة.	۲۴۱
۲۱۰	فصل ابو بكر تلك الايام شمان النبي صلى الله عليه وسلم وجد	
	من نفسه خفة.	۲۴۲



نمبر شمار	احاديث مباركة	صفحہ
۲۸	فاعتزل تلك الفرق كلها۔	۴۹۷
۲۱۲	فليكثر الدعاء في الرخاء۔	۵۱۱
۲۱۳	فما رأيت النبي صلى الله عليه وسلم غضب في موعظة.....	۵۱۷
	ان منكم منفرين۔	
۲۱۴	فمن صلى لله كل يوم ثلثي عشرة ركعة۔	۶۰۸
۲۱۵	فلما ارتفعت الشمس صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم	
۴۱۱	سركعتي الفجر ثم صلى الفجر۔	
۲۱۶	فصلى ركعتين قبل الفجر ثم اقام ثم صلى الفجر۔	۴۱۱
۲۱۷	فصلوا ركعتي الفجر ثم صلوا الفجر۔	۴۱۱
۲۱۸	فركم ركعتين غير عجل۔	۴۱۱
۲۱۹	فصلينا ركعتين۔	۴۱۱
۲۲۰	فصلى ركعتين وصلوا ركعتي الفجر۔	۴۱۲
۲۲۱	فرض رسول الله صلى الله عليه وسلم صلاة الحضر وصلاة	
۴۱۲	السفر۔	
۲۲۲	فهو مما قد عفا عنه۔	۴۲۷
۲۲۳	فهو مما عفا عنه۔	۴۲۸
۲۲۴	فجلس (صلى الله عليه وسلم) عليه فدعا بالبركة۔	۴۴۰
۲۲۵	فقام رسول الله صلى الله عليه وسلم فدعا ببركة عليه۔	۴۴۰
۲۲۶	فكنت سمعہ الذي يسمع به وبصره الذي يبصر به۔	۴۵۰
۲۲۷	فلبيت رسول الله صلى الله عليه وسلم في بني عمرو بن عوف بضم	



نمبر	احاديث مباركة	صفحہ
	عشرة ليلة۔	۶۵۸
۲۲۸	فاقام في سوا ربعة عشرة ليلة۔	۶۵۸
۲۲۹	حدثنا عند رسول الله صلى الله عليه وسلم اياما شهدنا فيها	
	الجمعة۔	۶۶۲
۲۳۰	نحس اصلها ان لا تباع ولا توهب ولا تورث۔	۱۸۰
۲۳۱	فان الله احق من تزين له۔	۵۰۲
۲۳۲	فيسمع قراءة الامام وهو في بيته۔	۲۳۵
۲۳۳	فاقتحم الانفال حتى بلغ ونعم النصير۔	۵۳۱
۲۳۴	فان لم تصل فاذا كر اسم الله كانك قد صليت۔	۵۸۰
۲۳۵	فضل (الناس) الظهر ركعتين ثم بعد ها ركعتين۔	۶۱۲
۲۳۶	فكانت اذا كان يوم الجمعة تنزع اصول السلق..... كنان تقى	
	يوم الجمعة۔	۶۲۵
ق		
۲۳۷	قتلوه قتلهم الله۔	۱۱۸
۲۳۸	قرأ فيها ما يات من السماء والبقرة..... قال ما الموت ان اضح	
	قد هي حيث وضع رسول الله صلى الله عليه وسلم قدمه۔	۵۶۹
۲۳۹	قرأ النبي صلى الله عليه وسلم في الفجر في الركعة الاولى يستين اية۔	۵۳۳
۲۴۰	قال الله تعالى وجبت محبتي للمتحابين في والمتجالسين في۔	۶۳۱
۲۴۱	قال قدمنا فقبل ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم فاخذنا	
	بيديه ورجليه نقبلها۔	۶۲۵



البريد	الحديث المبارك	صفحة
٢٢٢	قال نعمر كان يعتمد عليها اعتمادا.	٢٢٥
٢٢٣	القبور وحنة من رياض الجنة او حفرة من حفرة النار.	٢٩٩
٢٢٣	قال علي في بئر وقعت فيه فارة ينزع ماؤها.	١٢٩
٢٢٥	قال علي بن ابي طالب لاجمعة الا في مصر جامع.	٤٢٣
٢٢٦	قال علي لاجمعة ولا تشريق الا في مصر جامع.	٤٢٣ ٤٥٤
٢٢٤	قال علي لاجمعة ولا تشريق ولا صلوة فطر ولا اضحى الا في مصر جامع.	٤٢٣ ٣٩٤
٢٢٨	قال قتادة يقرأ سورة واحدة في ركعتين او يردد..... كل	٤٤٠ ٤٥٣
٢٢٩	قرأ عمر في الركعة الاولى بمائة وعشرين آية.	٥٢٩
٢٥٠	قرأ عمر بال عمران في الركعتين الاوليين من العشاء.	٥٣١
٢٥١	قرأ ابا سعيد ثلعم ال عمران في الركعتين.	٥٣١
٢٥٢	قال عثمان يا ايها الناس ان هذا يوم قد اجتمع لكم فيه عيدان.	٢٢٩
٢٥٣	قال ابو الدرداء عماري الامام اذا ام القوم الا قد كفاهم.	٢٢٤
٢٥٣	قال عمرو بن العاص فما اقيموا حول قبري قدر ما تنجزون.	٤٠٤
٢٥٥	قد كان النبي صلى الله عليه وسلم في الابتداء يجهر.....	
٢٥٦	قد كان المشركون يؤذونه.	٢٣١
٢٥٦	قد خرج صوته من المسجد.	٢٣٢
٢٥٤	قد توقفت النبي صلى الله عليه وسلم في تحريم الخمر حتى	
	نزل عليه النص القطعي.	٢٥٢



ل

۲۵۸	۱۲۳	كان النبي صلى الله عليه وسلم يتوضأ عند كل صلوة.
۲۵۹	۲۱۶	كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يضع لحيان منبراً في المسجد.
۲۶۰		كانت نهي عن الصلوة عند طلوع الشمس وعند غروبها ونصف
	۲۳۸	النهار.
۲۶۱		كان بيدي من أطول بيت حول المسجد وكان ببال يؤخذ
	۲۶۱	عليه الفجر.
۲۶۲		كان يؤخذ بين يدي رسول الله صلى الله عليه وسلم --- و
	۲۶۱، ۲۶۳	إذن به على الزيادة.
۲۶۳	۳۰۱	كان عليه السلام إذا خطب استقبل أصحابه بوجوههم.
۲۶۴	۳۹۶	ما فعل رسول الله صلى الله عليه وسلم بولدي أم سلمة.
۲۶۵	۳۳۲	كان النبي صلى الله عليه وسلم يجهر في الصلوات كلها في الإتياء
۲۶۶		كنت اسمع قراءة النبي صلى الله عليه وسلم بالليل وأنا على
	۳۶۳	عريشي.
۲۶۷		كنت اسمع قراءة النبي صلى الله عليه وسلم بالليل وأنا نائمة
	۳۶۳	على فراشي.
۲۶۸		كانت قراءة النبي صلى الله عليه وسلم على قدر ما يسمعون
	۳۶۳	الحجرة وهو في البيت.
۲۶۹		كنت اسمع قراءة النبي صلى الله عليه وسلم في جوف الليل عند
	۳۶۳	الكعبة وأنا على عريشي.



نمبر شمار	احادیث مبارکہ	صفحہ
۲۴۰	كان صلى الله عليه وسلم يامر بستر الرأس بالعمامة أو القلنسوة و يمنى عن كشف الرأس في الصلاة-	۵۰۳
۲۴۱	كان يلبس القلائص تحت العمامة وبغير العمامة ويلبس القلائص تحت العمامة-	۵۰۳
۲۴۲	كان يلبس القلائص تحت العمامة وبغير عمامة-	۵۰۴
۲۴۳	كان إذا عاد عابثا ثلاثا وإذا سأل سأل ثلاثا-	۵۱۲
۲۴۴	إن النبي صلى الله عليه وسلم يعجب إن يمد عوثا ثلاثا ويستغفر ثلاثا-	۵۱۲
۲۴۵	كان الناس يتناوبون الجمعة من منازلهم ومن العوالي-	۴۵۴، ۴۵۵
۲۴۶	كان إلهاء الجاهلية ياكلون أشياء----- فبعث الله نبيه----- وما سكنت عنه فهو عفو-	۴۲۸
۲۴۷	كنت نهيتكم عن زيارة القبور إلا فزوروها-	۴۳۱
۲۴۸	كنت نهيتكم----- إلا فزوروها فإنها تنهد في الدنيا وتذكر الآخرة-	۴۳۱
۲۴۹	كان النبي صلى الله عليه وسلم يأتي مسجد قباء كل سبت ماشيا وراجعا-	۴۳۵
۲۵۰	كلوا من العمل ما تطيقون فإن خير العمل أدومه وإن قل-	۴۳۶
۲۵۱	كان يصليهما قبل العصر ثم إنه شغل عنهما أو نسيهما ففصلهما بعد العصر-	۴۳۶
۲۵۲	إن النبي صلى الله عليه وسلم إذا قام يخطب أخذ عصا-	۴۴۵



نمبر شمار	احاديث مباركه	صفحه
۲۸۳	كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يحث على الدعاء والصدقة	٤٠٣
.....	ويقول ان ذلك ينفعهم	
۲۸۴	كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا فرغ من دفن الميت قال استغفر	٤٠٤
.....	لميتكم وسلوا له التثبيت	
۲۸۵	كان ابنه يوصي خلفه (اي الحاج) -	۲۳۶
۲۸۶	كما في صلوة سيدنا جابر في ثوب واحد مع وضع الشاي على الشجب	۲۲۵
.....	كان عمر يقرأ في الصبح بمائة من البقرة	۵۳٠
۲۸۸	كان عمر يقيم السورة الطويلة في الركعتين من المكتوبة	۵۳۱
۲۸۹	كان عبد الله يذكّر الناس في كل خميس	۶۳۵
۲۹۰	كان عمر بن الخطاب يروحنا في رمضان	۵۵۳
۲۹۱	كان يحب ان يخرج يوم الخميس	۶۳۲
۲۹۲	كانت رفاطمة اذا دخلت على النبي صلى الله عليه وسلم	
.....	قام اليها	۶۳۲
۲۹۳	كان آل محمد صلى الله عليه وسلم اذا عملوا عملا اشتهوه وان	۶۳۷
۲۹۴	كان احب الاعمال اليه العمل الصالح الذي يدوم عليه العبد	
.....	وان كان يسيرا	۶۳۷
۲۹۵	كان ابن مسعود وغيره يصلون خلف الوليد بن عتبة وكانت	
.....	يشرب الخمر	۲۳۶
۲۹۶	كان ابن عمر يوضع له الطعام ونقام الصلوة حتى يفرغ	۲۳۱
۲۹۷	كان ابن عمر اذا احب او اعتمر قبض على لحيت فماضل اخذه	۲۹۸



نمبر شمار	احادیث مبارکہ	صفحہ
۲۹۸	كان عبید بن عمر یقول ان الله احل وحرم..... فذلك عفو من الله.	۴۲۸
ل		
۲۹۹	لا يزال لسانك رطاباً ذكر الله.	۲۸۲
۳۰۰	لا يزال احدكم في صلاة ما كانت الصلوة تحبس.	۲۹۰
۳۰۱	لا تقوموا حتى تروني.	۳۰۳
۳۰۲	عن رسول الله صلى الله عليه وسلم جلا ام قوما هم كارهون.	۳۳۱
۳۰۳	لا يؤمن فاجر مؤمناً الا ان يقهره بسلطانه يخاف سيفه او سوطه.	۳۳۲
۳۰۴	لقد اوقى ابو موسى من مزمار ال داود.	۴۴۲
۳۰۵	ليس شيء اكرم على الله من الدعاء.	۵۱۰
۳۰۶	لا صلوة الا بفاتحة الكتاب.	۵۲۸
۳۰۷	لا صلوة لمن لم يقرأ بام القرآن.	۴۲۴
۳۰۸	لقلما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا خرج في سفر الا يوم الخميس.	۴۳۴
۳۰۹	لا تقبل صلوة امرأة تطيب للمسجد حتى تغتسل غسلياً من الجنابة.	۴۴۸
۳۱۰	لا يؤم الغلام حتى يحتلم (عن ابن عباس)	۳۵۸
۳۱۱	لا يؤم الغلام حتى تجب عليه الحدود (عن ابن مسعود)	۳۵۸
۳۱۲	لا تقرأ خلف الامام في شيء من الصلوة (عن جماعة من الصحابة)	۴۲۷
۳۱۳	لما مات الحسن بن الحسن بن علي ضربت امرأته القبة على قبره	



نمبر شمار	احاديث مبارکه	صفحه
	سنة شمر رفعت۔	۶۴۵
۳۱۲	لو ادرك رسول الله صلى الله عليه وسلم ما حدث الغساء	
۶۶۸	لمنعهن المسجد۔	
۱۲۱	لا تدعوها وان طردتكم الخيل۔	
۱۱۹	لا وضوء على احد من غير ذلك ممن صلى عليه۔	
۱۶۰	لا طواف الناس من وراءه الا بذلك۔	
۳۱۸	لا تدعوا الصلوة على من مات من اهل القبلة	۱۱۸
م		
۳۱۹	من مات صائما اوجب الله له الصيام الى يوم القيامة۔	۱۱۶
۳۲۰	من ختم له بصيام يوم دخل الجنة۔	۱۱۶
۳۲۱	من مات على شيء بعث الله عليه۔	۱۱۶
۳۲۲	من اخفى بغير علم كان افسه على من افناه۔	۱۱۸
۳۲۳	من توضع على ظهره كتب الله له به عشر حسنات۔	۱۲۳
۳۲۴	من سمر رجلا يشد ذالة في المسجد فليقل لاردها الله عليك۔	۱۹۲
۳۲۵	ما راه المؤمنون حسنا فهو عند الله حسن۔	۲۹۹، ۳۱۲، ۶۴۵
۳۲۶	ما راه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن۔	۳۰۴، ۳۰۰
۳۲۷	من رأى منكرا فليغيره بيده۔	۳۸۴، ۲۲۰، ۶۵۳
۳۲۸	من باب كان وجاه المنبر۔	۲۶۳، ۲۶۴
۳۲۹	مما عفا عنه۔	۷۱۴، ۲۵۶
۳۳۰	المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده۔	۲۹۶



نمبر شمار	احاديث مباركه	صفحه
۳۳۱	من لا يؤمن بالله يغضب عليه.	۵۱۰
۳۳۲	من لم يسأل يغضب عليه.	۵۱۰
۳۳۳	ما صليت وراء امام قط اخف صلوة ولا اتهم من النبي صلى الله عليه وسلم	۵۱۹
۳۳۴	من توسل للصلوة فاسبغ الوضوء ثم مشى الى الصلوة المكتوبة.	۵۴۹
۳۳۵	ما من مسلم يطهر فيتم الطهور الذي كتب الله عليه.	۵۴۹
۳۳۶	من ثابر على شئ عشرين سنة من السنة بغير الله له بيتان في الجنة.	۴۰۸، ۴۰۹
۳۳۷	ما من عبد يصلي لله كل يوم.	۴۰۹، ۴۱۰
۳۳۸	من كل له امام فقرأه الامام قراءة له.	۴۲۴
۳۳۹	من كان له امام فقرأه الامام له قراءة.	۴۲۴
۳۴۰	مثل الجلوس الصالح والسوء كحامل المسك ونافخ الكبر.	۴۳۱
۳۴۱	المتحابون في الله والمتجالسون في الله والمتلاقون في الله.	۴۳۲
۳۴۲	ما من مسلمين يلتقيان فيتصافحان الا يغفر لهما قبل ان يتفرقا.	۴۳۲
۳۴۳	مبطوحة يبطحها العرصة الحمراء.	۴۴۳
۳۴۴	المهاجر من هجر ما نهى الله عنه.	۴۵۳
۳۴۵	من صلى على ميت في المسجد فلا اجر له.	۴۹۱، ۴۸۹
۳۴۶	من صلى على ميت في المسجد فلا شيء له.	۴۸۹
۳۴۷	ما الميت في القبر الا كالغريق له تغوث ينتظر دعوة تدلحه.	۴۱۰
۳۴۸	ما شان الناس فاشارت برأسها الى السماء فقت آية.	۳۹۵
۳۴۹	من فك رهان ميت فك الله رهانه يوم القيمة.	۴۱۴



نمبر شمار	احاديث مبارکه	صفحہ
۳۵۰	ما سکت عنه فهو عافية فاقبوا من الله العافية فان الله لم يكن نسيا.	۵۱۹، ۳۶۰
۳۵۱	ما ادرکتہم فصلوا وما فاتکم فاتموا.	
	ن	
۳۵۲	نزلت ورسول الله صلى الله عليه وسلم مختلف بمكة.	۴۲۸
۳۵۳	نزلت ورسول الله صلى الله عليه وسلم متوار بمكة فكان اذا صلى	
۴۶۰	باصطخيم رفع صوت.	
۳۵۴	نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يجمصص القبر وان ينفخ عليه	۴۶۳
۳۵۵	نزل يوم العيد قوسا فخطب عليه صلى الله عليه وسلم.	۴۶۵
۳۵۶	نهى صلى الله عليه وسلم ان يصلى على الجنازة بين القبور.	۴۹۶
۳۵۷	نهى صلى الله عليه وسلم عن اشغال الصلوة.	۴۹۹
۳۵۸	نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الصلوة في تلك الساعات.	۴۴۷
۳۵۹	نصلى عليه ولا نعبد الوضوء.	۱۱۶
۳۶۰	نهانا دعوهم ان يؤمنوا الا المحتلم.	۳۵۸
	و	
۳۶۱	الوضوء على الوضوء نور على نور.	۱۶۳
۳۶۲	وفروا اللحية.	۴۹۸، ۳۵۰
۳۶۳	وضوء الغسل ستة.	۴۶۷
	د	۱۱۳
۳۶۴	هلا انتفعتم بجلدها قالوا انها ميتة قال انها حرم اكليها.	۴۱۷



نمبر شمار	احادیث مبارکہ	صفحہ
۳۶۵	علافت تحت علی۔	۵۳۳
۳۶۶	ہم الذین ذاروا ذکر اللہ۔	۶۴۷
	ی	
۳۶۷	یقول اللہ عزوجل یوم لقیۃ ابن جبرانی..... یقول عمار مساجدی۔	۱۶۴
۳۶۸	یسروا ولا تنفروا۔	۲۱۱
۳۶۹	یسرقون من الدین۔	
۳۷۰	یخطب رصلی اللہ علیہ وسلم علی عصا۔	۶۷۵
۳۷۱	یؤام القوم قروہم لکتب اللہ۔	۴۵۸



ماخذ و مراجع فتاویٰ نوریہ جلد ۱

کتاب	مطبع / برنج طبعیت	مصنف	سنِ حال
------	-------------------	------	---------

۱ قرآن مجید

کتب تفسیر و اصول تفسیر

۲ جامع البیان (حبر)	کبریٰ نیریہ مصر ۱۳۳۳ھ	ابو جعفر محمد بن جعفر حبر	۱۳۱۰ھ
۳ بحار القرآن جصاص	بہیہ مصر ۱۳۳۸ھ	ابو بکر احمد بن علی رازی جصاص	۱۳۴۰ھ
۴ معدن التنزیل	تجاریہ کبریٰ مصر ۱۳۵۶ھ	ابو محمد حسین بن مسعود قرطبی	۱۵۱۶ھ
۵ مفتاح الغیب کبیر	حسینیہ وغامہ شرفیہ مصر	فخر الدین محمد بن عمر رازی	۶۰۶ھ
۶ نوار التنزیل	نول کشور کھتو ۱۲۸۲ھ	ابو سعید عبد الباقی بن عمر شافعی حنیواوی	۶۸۵ھ ۶۹۲ھ
۷ نہ رک التنزیل	احیاء الکتب العربیہ مصر ۱۳۴۴ھ	ابو الکریم عبد اللہ بن احمد شافعی	۱۰۱۰ھ
۸ غرائب القرآن و شامہ الوری	کبریٰ نیریہ مصر ۱۳۳۳ھ	حسن بن محمد قاضی خٹاپوری	۱۲۸۸ھ
۹ لباب التاویل خازن	تجاریہ کبریٰ مصر ۱۳۵۵ھ	علی بن محمد بغدادی صوفی خازن	۱۴۲۱ھ
۱۰ ابن کثیر	علیہ البابی الجلی مصر ۱۳۲۱ھ	ابو القدر اسماعیل بن عمر ابن کثیر	۷۴۲ھ
۱۱ تفسیر جلالین	مجیدی کانپور	جلال بن محمد بن احمد علی	۸۶۱ھ
۱۲ رشاد العقل	حسینیہ وغامہ مصر	جلال الدین عبد الرحمن بن ابوبکر سیوطی	۹۱۱ھ
۱۳ تفسیر ابی احمد	علیمی دہلی ۱۳۳۹ھ	ابو السعید محمد بن محمد عداوی تلمیذ	۹۸۲ھ
۱۴ راجع البیان	در سعادت مصر ۱۳۳۳ھ	شیخ احمد ابو سعید بن حمزہ بن یونس	۱۱۳۳ھ
		شیخ اسماعیل حقی بن مصطفیٰ بردسوی	۱۱۳۷ھ



۱۵	ہفت اجزاء الہدیہ (ج ۱)	عبد الباقی بکلی مصر	سلیمان بن عمر علی شافعی	۱۲۰۴ھ
۱۶	کنز العرفان	برقی پریس مراد آباد ۱۳۲۰ھ	محمد بن محمد مولانا شاہ احمد منٹا خان	۱۳۲۰ھ
۱۷	خزائن العرفان	"	صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین	۱۳۶۶ھ
۱۸	مظہری	فاروقی دہلی	قاضی شہار التبرانی پتی	۱۲۲۵ھ
۱۹	تفسیر صاوی	ازہریہ مصر ۱۳۳۸ھ	شیخ احمد بن محمد صاوی مالکی	۱۲۴۱ھ
۲۰	عزیزی	محمدی لاہور ۱۲۹۷ھ	شاہ عبد العزیز دہلوی	۱۲۳۹ھ
۲۱	مترجم	"	"	"
۲۲	فتح القدر	مصطفیٰ الباقی علی مصر ۱۳۵۱ھ	محمد بن علی شوکانی	۱۲۵۰ھ
۲۳	روح البیان	الطباعۃ المنیر بیروت	سید محمد بن علی بن عبد الوہاب بغدادی	۱۲۷۰ھ
۲۴	اکلیل علی المدا رک	اکلیل المطابع ۱۳۲۳ھ	محمد عبد الحق صاحب ہندی بک	تکمیل ۱۳۹۶ھ
۲۵	فتح البیان	عامر رشید افغانی قاہرہ ۱۹۶۵ھ	محمد بن علی صدیق حسن خاں قزوینی	۱۳۰۷ھ
۲۶	زبان القرآن	صدیقی ۱۳۱۹ھ	مولوی ذوالفقار احمد	"

کتاب حدیث

۲۷	مسند امام عظیم	صح المطابع کھنہ ۱۳۰۹ھ	امام عظیم نعمان بن ثابت	۱۵۰ھ
۲۸	موطا امام مالک	دار الاشاعہ حیدر آباد	ابو عبد اللہ مالک بن انس	۱۷۹ھ
۲۹	کتاب الآثار	الاستقامتہ ۱۳۵۵ھ	ابو یوسف یعقوب بن البرہم	۱۸۱ھ
۳۰	موطا امام محمد	یوسفی ۱۳۴۳ھ	محمد بن حسن شیبانی	۱۸۹ھ
۳۱	مسند ابو داؤد طیالسی	دارۃ المعارف ۱۳۲۱ھ	ابو داؤد سلیمان بن داؤد طیالسی	۲۰۴ھ
۳۲	کتاب الام	ازہریہ مصر ۱۳۸۱ھ	امام محمد بن ادریس شافعی	"
۳۳	مصنف عبد الرزاق	اسلامی بیروت ۱۳۹۰ھ	ابو یوسف عبد الرزاق بن ہمام	۲۱۱ھ



۳۴	مصنف ابن أبي شيبة	اقبال برقي طبع ۱۳۴۷هـ	ابو بكر بن ابو شيبة	۲۳۵هـ
۳۵	مسند امام احمد	دار صادر بيروت	ابو عبد الله احمد بن محمد بن حنبل	۲۴۱هـ
۳۶	سنن دارى	مدينه منوره ۱۳۸۶هـ	ابو محمد عبد الله بن عبد الرحمن	۲۵۵هـ
۳۷	الادب المفرد	قاهره ۱۳۷۹هـ	ابو عبد الله محمد بن اسماعيل بخارى	۲۵۶هـ
۳۸	صحیح بخارى	اصح المطابع دہلي ۱۳۵۷هـ	" " " "	"
۳۹	صحیح مسلم	" " ۱۳۷۹هـ	ابو الحسن مسلم بن الحجاج قشيري	۲۶۱هـ
۴۰	سنن ابن ماجه	کراچي ۱۳۷۲هـ	ابو عبد الله محمد بن يزيد ابن ماجه	۲۶۳هـ
۴۱	سنن ابوداؤد	مجيدى کاپور دہلي ۱۳۷۲هـ	ابوداؤد سليمان بن اشعث سجستاني	۲۶۵هـ
۴۲	جامع ترمذی	" و علمي دہلي	ابو عيسى محمد بن عيسى ترمذی	۲۷۹هـ
۴۳	سنن نسائي	مجتبائي ۱۳۵۰هـ	ابو عبد الرحمن احمد بن شبيب خراساني	۲۸۰هـ
۴۴	شرح معاني الآثار	اصح المطابع ۱۳۹۰هـ	ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی	۳۲۱هـ
۴۵	مشکل الآثار	دائرة المعارف ۱۳۳۳هـ	" " " "	"
۴۶	عمل اليوم والليلة	" ۱۳۵۸هـ	ابو بكر احمد بن محمد ابن سني	۳۶۷هـ
۴۷	سنن دارقطني	فاردی دہلي ۱۳۱۰هـ	علي بن عمر بن احمد بغدادی دارقطني	۳۸۵هـ
۴۸	مستدرک علی الصحيحين	دائرة المعارف ۱۳۳۲هـ	ابو عبد الله محمد بن عبد الله حاكم	۴۰۵هـ
۴۹	تفخيص	"	ابو عبد الله محمد بن احمد زبي	۴۲۸هـ
۵۰	بهیقي	" ۱۳۷۲هـ	ابو بكر احمد بن حسين بن علي بهیقي	۴۵۸هـ
۵۱	شرح السنة	اسلامی ۱۳۹۰هـ	محي السنه ابو محمد حسين بن مسعود فزار	۵۱۶هـ
۵۲	جامع السانيد	دائرة المعارف ۱۳۳۲هـ	مروان محمد بن مخلد خوارزمي	۶۶۵هـ
۵۳	مشکوٰۃ المصابيح	اصح المطابع	ابو عبد الله محمد بن عبد الله خطيب	۷۷۰هـ
۵۴	الجامع الصغير	تجارتي کبري مصر ۱۳۵۲هـ	جلال الدين عبد الرحمن بن ابوبکر سيوطي	۷۹۱هـ



۵۵	مجمع الزوائد	بیروت ۱۹۶۷ء	نور الدین علی بن ابی بکر شیخی	۸۰۴ھ
۵۶	طبرغ المرام	مجتبائی دہلی ۱۳۲۲ھ	علامہ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ
۵۷	صحن حسین	مجتبائی دہلی ۱۳۳۱ھ	محمد بن محمد بن محمد ابن جزوی شافعی	۸۳۳ھ
۵۸	سفر السعادت	مصطفیٰ البابی کلمی مصر ۱۳۴۰ھ	محمد الدین محمد بن یعقوب شیرازی	۸۱۷ھ
۵۹	حلیۃ الاولیاء	السعادة مصر ۱۳۵۱ھ	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی	۷۳۰ھ
۶۰	کنز العمال	دارۃ المعارف ۱۳۱۲ تا ۱۳۱۴ھ	علاء الدین علی امتی ہندی	۹۷۵ھ
۶۱	تذکرۃ الموضوعات	طباعۃ منیرہ ۱۳۲۳ھ	محمد طاہر بن علی فتی ہندی	۹۸۶ھ
۶۲	موضوعات کبیر	مجتبائی دہلی ۱۳۱۵ھ	قاسم علی قاری	۱۰۱۲ھ
۶۳	منیر العین	گیلانی پریس لاہور	شاہ احمد رضا خاں بریلوی	۱۳۴۰ھ

کتب شرف حدیث

۶۳	الکواکب الدراری	ابھیہ مصر ۱۳۵۲ھ	شمس الدین محمد بن یوسف کربانی	۷۹۶ھ
۶۵	فتح الباری	۱۳۳۸ھ	شہناش احمد بن علی ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ
۶۶	عمدة القاری	دار الطباعۃ عامرہ مصر ۱۳۰۸ھ	ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی	۸۵۵ھ
۶۷	ارشاد الساری	برلاق مصر ۱۲۸۵ھ	علامہ احمد بن محمد قسطلانی	۹۲۳ھ
۶۸	سندی	عثمانیہ مصر ۱۳۵۱ھ	ابو الحسن محمد بن عبد الہادی سندھی	۱۱۳۷ھ
۶۹	الجامع الزیوی	رحمائی عظیم آباد ۱۳۵۱ھ	مولوی محمد ظفر الدین بہاری	۱۳۸۲ھ
۷۰	حاشیۃ مسلم النوری	صح المطابع ۱۳۳۹ھ	ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی شافعی	۶۷۱ھ
۷۱	مستوی	جمیہ دہلی	شاہ ولی اللہ بن عبد الرحیم محدث دہلوی	۷۷۹ھ
۷۲	مصطفیٰ	"	"	"
۷۳	زہر الرئی	مجتبائی ۱۳۵۰ھ	امام جلال الدین عبد الرحمن سیوطی	۹۱۱ھ



٤٧	زرقانی علی النسائی	مصر	محمد بن عبد الباقی زرقانی مکی	١٢٢٠ھ
٤٨	سندھی علی النسائی	مجبائی ١٣٥٠ھ	ابو الحسن محمد بن عبد الهادی سندھی	١٣٤٠ھ
٤٩	مرقاۃ المفاتیح	اندلس ١٣٤٨ھ	علاء علی بن سلطان محمد قاری	١٠١٢ھ
٥٠	اشعۃ اللمعات	نشی نوکھنور ١٣٥٧ھ	شیخ عبد الحی بن سفید الدین محدث	١٠٥٢ھ
٥١	مقابح حق	١٩٣٣ھ	مولوی قطب الدین	
٥٢	شرح سفر السعاده	نول کشور کھنور ١٨٨٥ھ	شیخ عبد الحی محدث دہلوی	١٠٥٢ھ
٥٣	نصب الراية	مجلس علی ١٣٥٨ھ	جمال الدین عبد اللہ بن یوسف زلیخی	٤٦٢ھ
٥٤	السرار المنیر	میمہ مصر ١٣٥٧ھ	علی بن احمد بن یزید مصری	١٠٤٠ھ
٥٥	شرح حصین		علاء علی بن سلطان محمد قاری	١٠١٢ھ

کتاب اسماء الرجال لغت

٨٣	تاریخ بغداد	دار الکتب العربی بیروت	ابو بکر احمد بن علی خطیب بغدادی	٢٩٣ھ
٨٤	میزان الاعتدال	السعاده مصر ١٣٢٥ھ	ابو عبد اللہ محمد بن احمد زہبی	٤٣١ھ
٨٥	تقریب التہذیب	نول کشور کھنور ١٣٥٦ھ	علامہ احمد بن علی بن حجر عسقلانی	٨٥٢ھ
٨٦	تفہیم الرواة	انصار دہلی ١٣٣٣ھ	سید ابوالوزیر احمد سن	
٨٧	کشف الظنون	اسلامیہ طہران ١٣٤٩ھ	مصطفیٰ بن عبد اللہ کاتب حلبی	١٠٦٤ھ
٨٨	النبایہ	خیرہ مصر ١٣٥٧ھ	مجاہد الدین مبارک بن محمد بن اشیر خزری	٦٠٦ھ
٨٩	الدر الثمیر	" "	علامہ جلال الدین عبد الرحمن سیوطی	٩١٥ھ
٩٠	مجمیع البحار	کشوری ١٣١٢ھ	مولانا محمد طاہر بن علی فقیہ ہندی	٩٨٦ھ
٩١	لسان العرب	بیروت ١٣٤٥ھ	جمال الدین محمد بن مکرم مصری	١١٤٠ھ



۹۲	صراح	احمدی کا پورہ ۱۳۱۰ھ	الہ افضل محمد بن محمد جمال قرشی	تکمیل ۹۸۵ھ
۹۳	مفتی الارب	اسلامیہ لاہور ۱۳۲۲ھ	شیخ عبد الرحمن بن عبد السلام مصنفوی	۹۸۵ھ

کتاب سیرت

۹۴	الواہب اللہیہ	ازہر بیہ مصر ۱۳۲۵ھ	علامہ احمد بن محمد قسطلانی	۹۲۳ھ
۹۵	زرقانی علی الواہب	" "	محمد بن عبد الباقی زرقانی مصر	۱۱۲۲ھ
۹۶	سیر حلبیہ	مصطفی الباقی حلبی مصر ۱۳۲۹ھ	نور الدین علی بن برہان الدین بزم طبری	۱۰۲۳ھ
۹۷	مہارج النبوة		ملا معین کا شفی ہجری واعظ خفی	۹۵۲ھ
۹۸	مہارج النبوة	نول کشور ۱۹۱۳ھ	شیخ عبد الحق میث دہلوی	۱۰۵۲ھ
۹۹	زاد المعاد	ازہر بیہ مصر ۱۳۲۵ھ	شمس الدین بن عبد الباقی قسطلانی	۱۰۵۲ھ
۱۰۰	جمع الرسائل	عامرہ قریہ مصر ۱۳۱۸ھ	ملا علی بن سلطان محمد قاری	۱۰۱۲ھ

کتاب عقائد

۱۰۱	فقہ اکبر	حلبی مصر ۱۳۲۷ھ	امام اعظم نعمان بن ثابت البخاری	۱۵۰ھ
۱۰۲	شرح الروض	مصطفی الباقی حلبی مصر ۱۳۲۷ھ	ملا علی قاری خفی	۱۰۱۲ھ
۱۰۳	شرح فقہ اکبر	مجتبائی دہلی ۱۹۱۰ھ	ابو الفتی احمد بن محمد غنیمت ساوی	۱۰۹۰ھ
۱۰۴	العقائد	سراج الدین لاہور	نجم الدین ابوالفتح عمر بن محمد	۵۳۷ھ
۱۰۵	شرح العقائد	" "	سعد الدین مسعود بن عمر قفازانی	۷۹۲ھ
۱۰۶	شرح الصدور	احیاء الکتب العربیہ مصر	امام جلال الدین عبد الرحمن بن ابوبکر سیوطی	۹۱۱ھ
۱۰۷	تذکرۃ الموتی و العتوب	مجیدی کا پورہ ۱۳۳۳ھ	قاضی شاد الشریانی پتی	۱۲۲۵ھ
۱۰۸	کتاب الروح	دائرة المعارف ۱۳۲۵ھ	شمس الدین بن عبد الباقی قسطلانی	۱۰۵۲ھ



۱۰۹	تمہید ابو سکور سالی	حزب الاحتمال لاہور ۱۳۸۰ھ	ابو سکور محمد بن عبد السعید سالی	۱۳۷۰ھ
۱۱۰	تکیل الایمان	مجتبائی دہلی ۱۳۲۷ھ	شیخ عبد کئی محمدت دہلوی	۱۰۵۲ھ
۱۱۱	اقامۃ اقیامہ	لاہور	شاہ احمد رضا خاں ربڑوی	۱۳۴۰ھ

کتاب تصوف

۶۱۱	وقت القلوب	شکرہ بکٹ بمصر ۱۳۸۱ھ	ابو طالب محمد بن علی بن عطیہ چارثی	۱۳۸۶ھ
۶۱۱	جلال الافہام	طباعت المنیرہ ۱۳۵۸ھ	ابن قسیم جوزی	۱۵۰۰ھ
۶۱۱	مغل الشریع الشریف	عامرہ شرقیہ ۱۳۲۰ھ	محمد محمد محمد ابن ابی الحجاج فاسی مانگی	۱۳۳۷ھ
۵۱۱	جذب القلوب	ذول کثور لکھنؤ ۱۹۱۶ھ	شیخ عبد کئی محمدت دہلوی	۱۰۵۲ھ

کتاب فقہ

۱۱۶	جامع صغیر	علوی ۱۳۱۲ھ	ابو عبد اللہ محمد بن حسن شیبانی	۱۸۹ھ
۱۱۷	جامع کبیر	استقامتہ مصر ۱۳۵۶ھ	" " " "	"
۱۱۸	احکام الوقف	دائرة المعارف	علامہ ہلال بن یحییٰ	۲۲۵ھ
۱۱۹	قدوری	صح المطابع کراچی	ابو الحسن احمد بن محمد قدوری بغدادی	۲۲۸ھ
۱۲۰	مضمرات		صوفی یوسف بن عمر کاووری	۸۳۲ھ
۱۲۱	مبسوط	السعادة مصر ۱۳۳۱ھ	محمد بن احمد بن ابی اسلم مشرخی	۲۸۳ھ
۱۲۲	خرصۃ الفتاویٰ	ایکسپریٹ لمیٹڈ لاہور	طاہر بن احمد بن عبد الرشید بخاری	۵۲۲ھ
۱۲۳	فتاویٰ سرحدیہ	نوٹکسٹر ۱۳۴۲ھ	سراج الدین علی بن عثمان اوشی غسانی	۵۶۹ھ
۱۲۴	بدائع صنائع	جامعہ مصر ۱۳۲۸ھ	ملک العلماء علاؤ الدین ابوبکر بن برحق کاشانی	۵۸۷ھ
۱۲۵	فتاویٰ قاضیخان	نوٹکسٹر ۱۹۲۱ھ	فقہ النفس حسن بن منصور اوزبندی	۵۹۲ھ





۱۲۷	درايه	مصطفائی و مجتبابی ^{۳۵۶} هـ و شکره عليه	شيخ الاسلام برهان الدين علي بن ابوبكر مغرباني	۵۹۳هـ
۱۲۸	نهایه		حسام الدين حسين بن علي صفائي	۶۱۰هـ
۱۲۹	کفایه	میمه مصر ^{۱۳۰۶} هـ	مولانا جلال الدين خوارزمي	۶۱۰هـ
۱۳۰	عنايه	" "	محمد بن محمود بارتقي	۶۸۱هـ
۱۳۱	عینی	ذول کثور ^{۱۲۹۳} هـ	علامه بدر الدين محمود عینی	۸۵۵هـ
۱۳۲	فتح القدير	میمه مصر ^{۱۳۰۶} هـ	کمال الدين محمد بن عبد الحکیم ابن جام	۸۶۱هـ
۱۳۳	منیه	قرآن محل کراچی ^{۱۳۴۲} هـ	علامه سدید الدین محمد بن محمد کاشغری	۹۰۵هـ
۱۳۴	کبیری	مجتبابی دلی ^{۱۳۳۲} هـ	شيخ ابراهيم بن محمد علی	۹۵۲هـ
۱۳۵	صغیری	" "	" "	"
۱۳۶	کنز الدقائق	مجتبابی و شمس المطالع و غیره	ابوالبرکات عبداللہ بن احمد غنی	۹۷۰هـ
۱۳۷	تیسرین الحقائق	امیر یہ مصر ^{۱۳۱۳} هـ	فخر الدین ابومحمد عثمان بن علی زلمی	۹۷۳هـ
۱۳۸	رمز الحقائق	حیدری ممبئی ^{۱۲۹۵} هـ	بدر الدین محمود عینی	۸۵۵هـ
۱۳۹	منہ الخلق	دارالکتب العربیہ مصر ^{۱۳۳۲} هـ	علامہ ابن عابدین شامی	۱۲۵۲هـ
۱۴۰	شبی	امیر یہ مصر ^{۱۳۱۳} هـ	شهاب الدین احمد شلبی	۱۲۵۲هـ
۱۴۱	بحر الرائق	دارالکتب العربیہ مصر ^{۱۳۳۳} هـ	زین الدین ابن ابراهیم ابن نجیم مصری	۹۶۹هـ
۱۴۲	مختصر الوقایہ	مجتبابی و مجیدی	عبد اللہ بن مسعود بن تاج الشریعہ	۹۷۶هـ
۱۴۳	شرح الوقایہ	سعید امینہ کبکینی کراچی	" "	"
۱۴۴	برجندی		عبد العلی برجندی	۸۶۹هـ
۱۴۵	جامع الرموز	ذول کثور ^{۱۳۰۹} هـ	شمس الدین محمد خراسانی قنستانی	۹۶۳هـ
۱۴۶	عمدة الراية	مجیدی	علامہ عبدالحی کھنوی	۱۳۰۲هـ

۱۲۶	نور الاحکام	در السعادة مصر ۳۲۹هـ	مسند شمس محمد بن فخرانور	۸۵۹هـ
۱۲۷	در حکام	" "	" "	"
۱۲۸	غنیة ذوالاحکام	در السعادة مصر ۳۲۹هـ	حسن بن عمار وفاتی شرنبلانی	۱۰۶۹هـ
۱۲۹	زاد الفقیر	جید ربی پریس دہلی ۳۵۲هـ	محقق علی الاطلاق علامہ ابن جام	۸۶۱هـ
۱۵۰	فتاویٰ برہنہ	نول کشور کانپور ۹۱۲هـ	نصیر الدین مینائی	دہریم صدی
۱۵۱	ملقۃ البحر	دار الطباعة عامہ مصر ۳۱۶هـ	شیخ ابراہیم بن محمد علی	۹۵۶هـ
۱۵۲	مجمع الانهر	" "	محمد بن سلیمان شیخ زادہ	۱۰۷۸هـ
۱۵۳	الدر المنقش	" "	علاء الدین محمد بن علی حصکفی	۱۰۸۸هـ
۱۵۴	الحاوی للفاوی	منیر سیروب الانزاک ۳۵۲هـ	جلال الدین عبدالرحمن سیوطی	۹۱۱هـ
۱۵۵	کتاب الفقه	دار اکتب مصر ۳۶۹هـ	عبدالرحمن جزیری	۱۲۱۴ھ صدی
۱۵۶	ثلاثین شامی	در السعادة ۳۱۵هـ	علامہ ابن عابدین شامی	۱۲۵۲هـ
۱۵۷	فتاویٰ امام غزالی	بل السنۃ و الجماعة بری ۳۳۲هـ	محمد بن عبداللہ غزالی ترمذی	۱۰۰۲ھ
۱۵۸	توزیر الابصار	احمدی دہلی دار السعادة ۳۲۷هـ	محمد بن عبداللہ ترمذی غزالی	۱۰۰۲ھ
۱۵۹	در المختار	" "	علاء الدین محمد بن علی حصکفی	۱۰۸۸ھ
۱۶۰	غایۃ الروطار	نول کشور کھنوس ۳۱۰هـ	مولوی خرم علی	۱۲۷۱ھ
۱۶۱	رد المحتار	احمدی دہلی دار السعادة ۳۴۲ھ	سید محمد امین ابن عابدین شامی	۱۲۵۲ھ
۱۶۲	اتحر المختار و المختار	امیر مصر ۳۲۳ھ	شیخ عبدالقادر رافعی	۱۳۲۳ھ
۱۶۳	مخطوطی علی الدہ	دار الطباعة عامہ مصر ۲۵۲ھ	سید احمد بن محمد طحاوی	۱۲۳۱ھ
۱۶۴	نور الایضاح	عبد الباقی کلبی ۳۵۶ھ	حسن بن عمار وفاتی شرنبلانی	۱۰۶۹ھ
۱۶۵	مرآۃ الفلاح	" "	" "	"
۱۶۶	عاشیۃ للطحاوی	" "	سید احمد بن محمد بن اسماعیل طحاوی	۱۲۳۱ھ





۱۶۶	فتاویٰ عالمگیری	مجیدی کانپور ۱۳۵۵ھ	ملا نظام الدین ربانپوری وغیرہ	۱۱۰۹ھ
۱۶۸	العقود الدریہ	مسببہ مصر سن ۱۳۵۵ھ	سید محمد امین ابن عابدین شانی	۱۲۵۲ھ
۱۶۹	فتاویٰ عبدالحی	پوسنی فزنگی محل ۱۹۶۲ء	مولانا عبدالحی کھنوی	۱۲۰۵ھ
۱۷۰	فتاویٰ رضویہ		مولانا احمد رضا خاں بریلوی	۱۳۴۰ھ
۱۷۱	کفل القیام الفاسم	عمت دارالاشاء، نوری کتب خانہ لاہور	"	"
۱۷۲	بذل الجواز	نوری کتب خانہ لاہور	"	"
۱۷۳	فتاویٰ باقریہ		"	"
۱۷۴	احکام شریعت	مدینہ پیشنگ کمپنی کراچی	"	"
۱۷۵	کشف شافیا	لیتھو برقی پریس کانپور	"	"
۱۷۶	المحجۃ المنتمہ		"	"
۱۷۷	اسواط العذاب		"	"
۱۷۸	لمعۃ الصلحی	لاہور نوری کتب خانہ	"	۱۳۲۰ھ
۱۷۹	شیخ السلام	" " "	"	"
۱۸۰	بہار شریعت	رفاعہ عامرہ آگرہ	مولانا محمد امجد علی عظمیٰ	۱۲۶۵ھ
۱۸۱	حاشیہ شامی	غیر مطبوعہ	فقیر عظیم مولانا ابو الخیر محمد نور الدینی	۱۲۰۳ھ
۱۸۲	انوار الحق الاولیٰ	۱۳۵۵ھ/۱۹۳۸ء	"	"
۱۸۳	فی الزوال	۱۳۶۰ھ/دین محمدی پریس ہونو	"	"
۱۸۴	مقوال العبادۃ المسماۃ	۱۳۶۳ھ/۱۹۴۴ء	"	"
۱۸۵	تقبیل الایہامین عند		"	"
	ثانی الاذانیین	۱۳۷۸ھ	"	"
۱۸۶	ابداء البشری	نشار آرٹ پریس لاہور	"	"
		۱۳۸۹ھ/۱۹۶۹ء	"	"

۱۸۷	منهج الصورت	لايو آرٹ پريس لاہور ۱۳۷۹ھ	فقہ اعظم مولانا ابوالخیر محمد زور اللہ نعیمی	۱۳۰۳ھ
۱۸۸	عنبریکہ الصورت	" " "	" " " "	"

کتاب اصول فقہ

۲۰۲	اصول الشاشی	رحیم بیہ دیوبند	نظام الدین اسحاق بن ابراہیم شاشی	۳۲۵ھ
۱۹۰	مختصر المنستی	کبری امیر بیہ مصر ۱۳۱۶ھ	جمال الدین عثمان بن عمر بن حاجب مکی	۶۲۶ھ
۱۹۱	شرح قاضی عضد	" " "	سعد الدین عبد الرحمن بن احمد کجی	۷۵۶ھ
۱۹۲	حاشیہ تفتازانی	" " "	علامہ سعد الدین تفتازانی	۷۹۲ھ
۱۹۳	منار الانوار	سعید ایچ ایم کراچی ۱۳۷۹ھ	ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی	۷۱۰ھ
۱۹۴	افاضۃ الانوار	دار الکتب العربیہ مصر ۱۳۲۸ھ	سعد الدین ابوالفضل دہلوی	۸۹۱ھ
۱۹۵	نسمات الاسرار	" " "	علامہ ابن عابد بن شامی	۱۲۵۲ھ
۱۹۶	سراج المنازلین ملک	دار الطباعة عامہ مصر ۱۳۰۷ھ	مولوی علی اللطیف بن الملک ابن ملک	۸۸۵ھ
۱۹۷	سراج المنازلین شامی	" " "	زین الدین عبد الرحمن بن ابوجبر ابن علینی	۸۹۳ھ ۸۹۱ھ
۱۹۸	نور الانوار	سعید ایچ ایم کراچی ۱۳۷۹ھ	شیخ احمد تاجپور	۱۱۳۰ھ
۱۹۹	تنقیح الاصول	نقد خوانی پشاور ، مصر	عبد اللہ بن محمود بن تاج الشریعہ	۷۱۷ھ
۲۰۰	توضیح	" " "	" " "	"
۲۰۱	تلویح	" " "	سعد الدین سعد تفتازانی	۷۹۲ھ
۲۰۲	تحریر الاصول	مصطفی البابی بکلی مصر ۱۳۵۵ھ	علامہ ابن جام محقق علی الاطلاق	۸۶۱ھ
۲۰۳	تیسیر التقریر	" " "	محمد بن امیر بادشاہ	"
۲۰۴	الاشباہ والنظائر	نو کشتور لکھنؤ ۱۹۱۵ء	زین الدین ابن ابراہیم بن نجم مصری	۹۷۷ھ
۲۰۵	شرح للمحموی	نو کشتور " "	شہب الدین سید احمد بن محمد محموی مصر	۱۰۹۸ھ



۱۹۰۳ھ	نظام المدارس نظام الدین ہمدانی	۱۹۰۳ھ	مسلحہ
۱۲۲۵ھ	بکرمیہ نظام الدین ہمدانی	"	فاتح الحرمات

مفردات

۱۲۲۳ھ	رشید احمد گنگوہی	تجلی لبرک پریس	۲۰۸	برائین قاطعہ
۱۲۲۶ھ	سید احمد ہمدانی		۲۰۹	مطابق مستقیم
۱۳۰۵ھ	مولوی صدیق حسن خاں بھوبالی		۳۱۰	الدار والدار
"	"		۳۱۱	نثر التکلیف
۱۳۲۶ھ	محمد اسماعیل دہلوی	شہرہ فی بھوبالی ۱۲۹۳ھ	۳۱۲	توقیۃ الایمان
۱۳۰۷ھ	نواب صدیق حسن خاں بھوبالی	نظمی کاپر ۱۲۸۹ھ	۳۱۳	حل سوالہ مشککہ
۱۳۶۲ھ	اشرف علی بھٹائی		۳۱۴	ہشتی زیور

رسائل

۱۲۷ دسمبر ۱۹۲۹ء	لاہور	۲۱۵	دوران ہفت روزہ
۱۲۹۰ دسمبر ۱۹۲۹ء	بریلی	۲۱۶	نوری کرن، ماہنامہ
۱۲۹۱ دسمبر ۱۹۲۹ء	راولپنڈی	۲۱۷	ساکلہ



① بیوسی کے مرنے کے بعد 2 بیٹے = 717

2 لڑکے کو ہر شے کینا = $\frac{372}{399}$

بہو بکس کے پیرو الگا = 388